علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں
https://t.me/tehqiqat
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لئے
https://
archive.org/details/
@zohaibhasanattari

طالب دعا زوہیب حسن عطاری
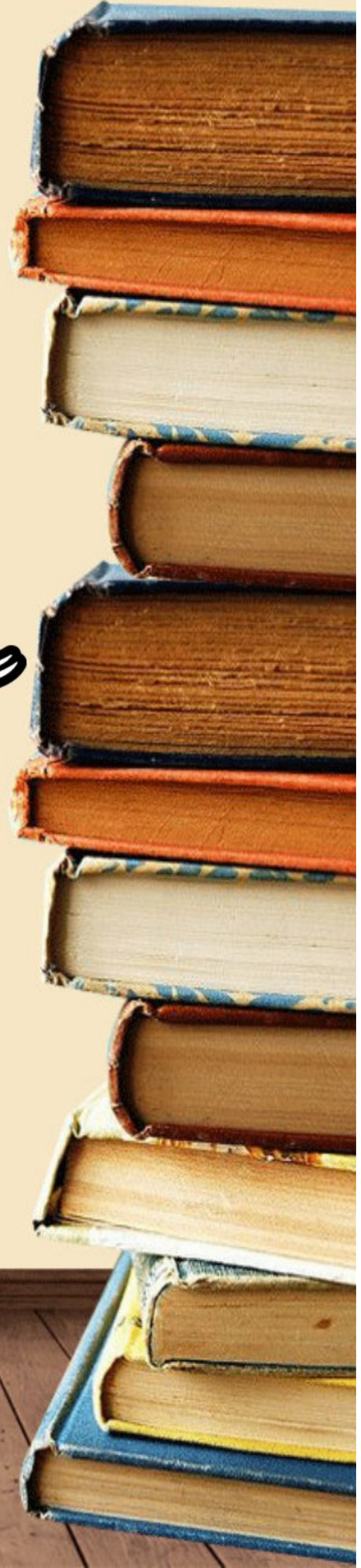
العلم خزائن ومفاتیحها السوال

علم کے بے شمار خزانے ہیں، جو سوال کی کنجی سے کھلتے ہیں

احسن الفتاوی

المعروف

فتاوی خلیلیہ

جلد اوّل

تصنیف

محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری مارہروی علیہ الرحمہ

ترتیب وتبییض

ابن خلیل محامد العلماء مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۞ پاکستان

1B

نام کتاب	احسن الفتاوی المعروف فتاوی خلیلیہ (3 جلد)
مصنف	محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری رحمۃ اللہ علیہ
ترتیب تبییض	ابن خلیل محامد العلماء مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	ستمبر 2011ء
کمپیوٹر کوڈ	FQ 18
قیمت	-/1750 روپے کامل سیٹ

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔فون:37221953 فیکس:۔042-37238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون:37247350 فیکس:37225085

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-32212011-32630411۔ فیکس:۔021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

فہرست مضامین

کتاب الصلوٰة

باب الطہارة

باب الاذان

باب الصلوٰۃ

باب الامامة

کتاب الاموات

باب الجنائز

کتاب الزکوٰۃ

باب الزکوٰۃ

باب المحارم

باب الرضاعت

باب المصاھرت

انتساب!

اس ذات مقدس،

صدر نشینان بزم عزّ وجاہ کے نام!

جن کے قبّہ اطہر اور گنبد انور کی رفعتیں، عرش سے ملتی ہیں۔

جن کو، رب تبارک وتعالیٰ نے، محامد جمیلہ، محاسن جلیلہ، اخلاق حسنہ، فضائل محمودہ سے نوازا، سرِ اقدس پر، محبوبیت کبریٰ کا تاج رکھا، جن کو خلافت عظمیٰ کا خلعت والا مرتبت پہنایا، جن کے طفیل ساری کائنات کو بنایا۔ جن کے فیوض و برکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وعترتہ وعلماء ملتہ وبارك وسلم

وہ جو مسند رحمۃ للعالمین کے امین قرار پائے، جنہوں نے اپنی رحمت کاملہ سے، محدثین، ائمہ، فقہاء کے قلم دان کی روشنائی کو قیامت کے دن، شہیدوں کے لہو کے ساتھ وزن کیے جانے کا مژدہ سنایا!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

یَـــــارَبْ جل جلالہ

تو ہی ذواقتدار ہے یارب
صاحب اختیار ہے یارب

تو ہے سب کائنات کا مولیٰ
مالک و کردگار ہے یارب

بخشتا ہے گناہگاروں کو
تو ہی آمرزگار ہے یارب

ہے خلیلؔ حزیں بھی بندہ تیرا
گرچہ بدنام و خوار ہے یارب

ہے سزا وار ہر سزا کا مگر
تیرا اُمیدوار ہے یارب

ہے سراپا گناہوں میں غرقاب
ہاں مگر شرمسار ہے یارب

اب تو ہو لطف اپنے بندے پر
مشکلوں سے دوچار ہے یارب

نام کی بھی نہیں کوئی نیکی
ہاں گناہوں کا بار ہے یارب

معترف دل سے ہے خطاؤں کا
آنکھ بھی اشکبار ہے یارب

اک سہارا ترے حبیب کا ہے
اک وہی غمگسار ہے یارب

ان کے صدقہ میں سُن مری فریاد
تو بڑا ذی وقار ہے یارب

خوش سے خوش تر ہے اب خلیلؔ حزیںؔ
کہ تو آمرزگار ہے یارب

(از: علامہ مفتی محمد خلیل خاں خلیلؔ قادری برکاتی علیہ الرحمۃ)

ؔ اصل شعر حضرت نے یوں لکھا۔

بد سے بد تر ہے گو خلیلؔ حزیں
تو تو آمرزگار ہے یارب

نعت واستغاثہ بدرگاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اغثنی یا رسول اللہ

زسرتاپا خطا کارم اغثنی یارسول اللہ
گناہگارم گناہگارم اغثنی یارسول اللہ

شکستہ پاشکستہ بال و پر خاطر پرا گندہ
زحالِ زار بیزارم اغثنی یارسول اللہ

خدارا سوئے من بنگر بنہ دستِ کرم برسر
کہ بردوشِ زمیں بارم اغثنی یارسول اللہ

تہی دست و تہی داماں گدایم بے سر و ساماں
ذلیل و رسوا و خوارم اغثنی یارسول اللہ

بلطفت شادیٔ مرگم بخاکِ طیبہ کن مولیٰ
بانجاے رسد کارم اغثنی یارسول اللہ

نہ زادراہ می دارم، نہ منزل راشنا سایم
پریشانم بپے کارم اغثنی یارسول اللہ

بہر رنگے گناہگارم، بہر موئے سیہ کارم
بہر لطفِ تو حقدارم اغثنی یارسول اللہ

توئی مولیٰ توئی ملجا توئی ماویٰ توئی منجا
توئی یاور توئی یارم اغثنی یارسول اللہ

غریق بحر عصیاں شد، متاع عز ونا موسم
سراپا ننگِ ابرارم اغثنی یارسول اللہ

تو خود احوالِ مابیچارگاں را خوب تردانی
چہ پیشت مدعا آرم اغثنی یارسول اللہ

خلیلؔ قادریم رد مکن دستِ سوالم را
ترا از تو طلبگارم اغثنی یارسول اللہ

(از: علامہ مفتی محمد خلیل خاں خلیلؔ قادری علیہ الرحمۃ)

منقبت در شان حضرت خلیل ملّت

مفتی محمد خلیل خاں مارہروی برکاتی علیہ الرحمتہ والرضوان

جن کو ہے تم سے نسبت حضرت خلیل ملت
قسمت ہے ان کی راحت حضرت خلیل ملت

خورشید اہلسنت، حضرت خلیل ملت
ہرجا حریف ظلمت، حضرت خلیل ملت

وہ راہِ معرفت ہو یا ہو رہِ شریعت
کی آپ نے امامت، حضرت خلیل ملت

مہکے جو سندھ میں ہیں، رضوی گلاب ان میں
ہے آپ سے طراوت، حضرت خلیل ملت

روشن ہیں دیں کی شمعیں، چلتن کی وادیوں میں
کیا خوب ہے کرامت حضرت خلیل ملت

علماء کی انجمن میں، ہر محفل سخن میں
ہے آپ کی سیادت حضرت خلیل ملت

مشکل تھے جو مسائل لمحوں میں حل کئے ہیں
اللہ رے وہ ذکاوت حضرت خلیل ملت

بیٹھا ہوا ہے سکہ ان کے قلم کا ہر جا
دریائے علم و حکمت حضرت خلیل ملت

تصویر یاس و غم ہیں محراب اور منبر
اے نازش خطابت حضرت خلیل ملت

حسن ازل کے جلوے پھر بے حجاب دیکھوں
پھر آئے ایسی ساعت حضرت خلیل ملت

حافظؔ سخن کے موتی جو یوں لٹا رہا ہے
ہے آپ کی عنایت حضرت خلیل ملت

(از: مفتی احمد میاں حافظ البرکاتی، مرتب فتاویٰ خلیلیہ)

قطعہ تاریخ فتاویٰ خلیلیہ

از: جناب افتخار احمد انجم۔ ایم اے

۷۸۶

لائی ہیں رنگ حضرتِ حافظؔ کی کاوشیں
انجم کرم ہوئے ہیں یہ ربّ جلیل کے
تاریخ طبع ہم نے نکالی ''محسن''۹۸ کے ساتھ
ہیں احسن الفتاویٰ فتاویٰ خلیلؔ کے

1909 + 98 = 2007

لائی ہیں رنگ حضرتِ حافظؔ کی کاوشیں
انجم کرم ہوئے ہیں یہ ربّ جلیل کے
احسن اگر ''حسن'' ہے تو تاریخ طبع ہے
ہیں ''احسن'' الفتاویٰ میں فتوے خلیلؔ کے

2008 - 1 = 2007

عرض ناشر

ہر دور میں علمائے امت نے وقت کی ضرورت اور تقاضے کے مطابق علم وتحقیق کی داد دی ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ، ادب ہر میدان میں انہوں نے گرانقدر علمی سرمایہ اور فکری اثاثہ فراہم کیا ہے۔ مفتیان دین بھی اپنے میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہے اور فتویٰ کے میدان میں انہوں نے بھی انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔

لوگوں کو ان کے مسائل کا شرعی حل بتانا، نت نئے مسائل کا شریعت میں حل تلاش کرنا، انسان کے ذہن اور فکر کو الجھا دینے والی گتھیوں کو سلجھانا، کتاب وسنت سے اخذ واستنباط اور استدلال کرنا یہ سب مفتیان کرام ہی کا کام ہے یہی ہمیں روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات، حوادث اور معاملات کے بارے میں شرعی احکام بتاتے ہیں۔ ان کی انہی مساعی جمیلہ کے نتیجے میں قضاء وفتاویٰ کے کئی ایسے وقیع دفاتر منصۂ شہود پر آئے جو متلاشیان حق کی پیش آنے والے مسائل وحوادث میں پوری طرح رہنمائی کرتے ہیں۔

ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز کی ہمیشہ سے یہ کوشش رہی ہے کہ وہ ایسا علمی مواد اور فکری ذخیرہ آپ تک پہنچائے جو وقت کے تقاضے اور آپ کی ضرورت کو پورا کرے اور آپ کی علمی وفکری تشنگی کا مداوا کرے۔

''احسن الفتاویٰ المعروف فتاویٰ خلیلیہ'' اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ فتاویٰ بلاشبہ ایک جامع اور صحیح مجموعہ ہے جو عزت مآب حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نوری مارہروی کی تحقیق اور بصیرت کا ثبوت اور ان کی دقت نظر اور فقاہت کا آئینہ دار ہے۔ اسے آپ کے فرزند ارجمند اور جانشین حضرت محامد العلماء مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی نے ترتیب دیا اس میں قبلہ مفتی صاحب نے بڑی خوبصورتی، عمدگی اور سلیقے سے اپنی علمی زندگی کا حاصل کشید کر کے ہمارے سامنے رکھ دیا ہے جو داد وتحسین کے لائق ہے۔ حسن ترتیب نے اسے اور زیادہ مفید اور مستند بنا دیا ہے۔

انہوں نے تین جلدوں پر مشتمل اس مجموعہ فتاویٰ میں آیات قرآنی، احادیث نبویہ، آثار صحابہ، اخبار تابعین، اقوال ائمہ اور اجماع سلف سے استدلال کر کے مسائل کے عقدے کھولے ہیں اور ان کا پورے تدبر اور بصیرت سے حل پیش کیا ہے۔ زبان رواں، سلیس، سادہ اور عام فہم ہے۔ جس سے اسے سمجھنے میں بہت آسانی ہوگی۔ اس لحاظ سے یہ منفرد مجموعہ فتاویٰ ہے۔

ہمارے لیے یہ مقام تشکر ہے کہ علمی وفکری موضوعات پر مشتمل فتاویٰ کا یہ مثالی مجموعہ زیور طباعت سے آراستہ کر کے آپ تک پہنچانے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں ہمیں امید ہے کہ فقہ اور فتاویٰ کے ذخیرہ میں ایک اچھا اور مفید اضافہ ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس علمی وفکری کاوش کو ہم سب کے لیے روشنی اور ہدایت کا ذریعہ بنائے اور ہمارے اذہان وقلوب کو نور ایمان سے منور کرے۔ فاضل مصنف اور ناشر دونوں کے لیے باعث خیر وبرکت بنائے۔ آمین

محمد حفیظ البرکات شاہ

عرض مرتّب!

از: مفتی احمد میاں برکاتی
شیخ الحدیث ورئیس الجامعہ دار العلوم احسن البرکات

باسمہٖ تعالیٰ وبالصلوٰۃ و السلام علی حبیبہ

حیدرآباد شہر میں سب سے پہلا فتویٰ، دار العلوم احسن البرکات سے ۱۹۵۵ء میں جاری ہوا، اسکے بعد سے اب تک ہزاروں فتاویٰ جاری ہو چکے ہیں اور لاکھوں بھٹکے ہوئے راہِ ہدایت پر چل پڑے ہیں۔ حیدرآباد کا سب سے قدیم مدرسہ، اور اُم المدارس، دار العلوم احسن البرکات ہے، جو ۱۹۵۲ء میں قائم ہوا، اس وقت راقم الحروف نو ماہ اور کچھ دن کا تھا۔

خلیل العلماء وخلیل ملت علامہ مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری المارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان نے جب اس دار العلوم کا سنگ بنیاد رکھدیا تو آپ نے بیک وقت کئی محاذوں پر کام شروع کیا......تدریس......تقریر......فتویٰ نویسی......اور تصنیف وتالیف......خطابت وامامت کا شعبہ ان کے علاوہ تھا...... آپ راتوں کو جلسوں میں جاتے، دن کو پڑھاتے اور مندرجہ بالا امور پر بھی کام کرتے تھے...... بازار سے گھر کا سودا سلف لانا الگ ذمہ داری تھی، جو خود پوری فرماتے تھے۔

۱۹۵۵ء سے ۱۹۸۵ء تک حضرت خلیل ملت نے جو فتاویٰ لکھے، ان سب کی نقول تو دار العلوم میں محفوظ نہ رہیں کیونکہ اُس دور میں فوٹو کاپی کا طریقہ اس طرح نہ تھا جو آج ہے۔ تو حضرت اپنے تلامذہ سے، فتاویٰ نقل کراتے تھے ان میں علماء تو، خوب نقل کرتے تھے......اور مجھ جیسے طالب علم صحیح نقل نہ کر پاتے تھے جس کا اندازہ، اب ہوا، جب کہ ان کی طباعت کا نمبر آیا ہزاروں فتاویٰ وہ ہیں، جن کی نہ تو نقل ہو سکی اور نہ فوٹو اسٹیٹ......اس طرح ان فتاویٰ کا کوئی ریکارڈ بھی نہ بن سکا...... اندازہ ہے کہ ایسے فتاویٰ کی تعداد تین ہزار کچھ ہوگی......ان میں سے بعض فتاویٰ حضرت کے ایک شاگرد اور مرید مولانا نور محمد قادری آف ٹنڈو الھیار نے رسالوں کی شکل میں شائع کئے...... ۱۹۷۶ء سے فقیر نے، ان فتاویٰ کا باقاعدہ ریکارڈ بنوایا اور رجسٹر میں درج کرنا شروع کیا۔ پھر بھی بہت سے دوست فتویٰ لے جاتے اور فوٹو کاپی دے کر نہ جاتے! تو وہ فتاویٰ شامل اشاعت نہ ہو سکے۔ بہر حال فقیر راقم الحروف نے کئی قابل فخر شاگردوں کی مدد سے، ان فتاویٰ کی ترتیب وتفصیل کی، تو تقریباً چھ ہزار صفحات بنے اور فتاویٰ کی تعداد چار ہزار دو سو ہوئی۔ جو بارہ ضخیم فائلوں میں محفوظ ہیں۔

دار العلوم سے اب تک جو کل فتاویٰ جاری کئے گئے، اُن کی تعداد مارچ ۲۰۰۷ء تک سترہ ہزار پانچ سو کے قریب ہے، اندازہ ہے کہ پندرہ سو فتاویٰ ایسے بھی ہیں، جو رجسٹرڈ ہونے سے رہ گئے۔ اس طرح، خلیل ملت کے وصال ۱۹۸۵ء سے مارچ ۲۰۰۷ء تک چودہ ہزار آٹھ سو فتاویٰ جاری کئے گئے، ایک محتاط اندازہ کے مطابق صرف خلیل ملت نے کئی محاذوں کے باوجود بیس سال میں تنہا سات ہزار فتاویٰ جاری فرمائے۔ پھر ان پر نظر ثانی کی گئی تو اندازہ ہوا کہ ان میں اکثر فتاویٰ ایسے ہیں جو ایک ہی مضمون پر مشتمل ہیں، یعنی طلاق اور وراثت، چنانچہ وہ تمام فتاویٰ جو کم وبیش ایک سے مضامین پر محیط تھے، علیحدہ کر دئے گئے اور ان فتاویٰ کو منتخب کیا

گیا، جن میں دلائل کا فرق تھا، قارئین دیکھیں گے کہ ان میں کلیات ایک ہیں مگر جزئیات میں فرق ہے، تو ان کو شامل طباعت کیا گیا۔ قارئین کی آسانی کے لئے، ہر فتویٰ پر سرخی لگادی گئی، تاکہ مسئلہ جلد مل جائے اور حل کرنے میں آسانی ہو۔

شروع میں ارادہ تھا کہ حوالہ جات کی تخریج بھی ساتھ کی جائے مگر یہ کام طویل محنت و مشقت طلب تھا، اس لئے اس کو فی الحال چھوڑ دیا گیا، پھر بھی جو حوالہ، بہ آسانی نظروں کے سامنے آ گیا اس کو درج کرلیا گیا۔

ان فتاویٰ کی ترتیب و اشاعت کے بڑے محرک، حضرت مولانا ابوالقاسم قادری رضوی ضیائی مدظلہٗ ہیں جن کی وساطت سے کمپیوٹر کا شعبہ قائم ہوا اور برکاتی فاؤنڈیشن نے، اس سلسلے میں مرکزی کردار ادا کیا، ابتداء میں یہ کام برخوردار نور چشم مفتی حماد رضا خاں نوری سلمہ الباری، برخوردار محمد حسان رضا نوری اور برخوردار محمد نعمان برکاتی نے کیا، مگر پھر ان حضرات کی دیگر مصروفیات کی وجہ سے خواہرزادے محمد عاطف نوری کو اس کام پر مامور کردیا گیا اور مولانا ابوالقاسم مدظلہٗ نے، خاص طور پر ان کو کراچی بلاکر ایک ہفتہ ٹریننگ دی۔ پھر کام چل پڑا۔ دوران کمپوزنگ، کمپیوٹر جائے پانی مانگتا تو محمد حسان کے جگری دوست سید مظفر حسین کو بلایا جاتا، وہ کمپیوٹر کے ساتھ سلام دعا کرتے اور وہ پھر چل پڑتا۔ درمیان میں، فقیر کی مصروفیات اور محمد عاطف نوری کی دیگر مشغولیت کی وجہ سے کام میں بہت تعطل رہا، پھر برخوردار حاجی محمد جواد رضا خاں برکاتی نے تحریک شروع کی اور کام دوبارہ چل پڑا۔ جب کافی صفحات تیار ہوگئے تو پروف پڑھنے کے لیے ایک ٹیم تیار کی گئی، جس میں دارالعلوم کے اساتذہ اور طلباء دونوں ہی شامل تھے، ان میں مولانا نورالحسن قلندرانی، ناظم درسیات، مفتی حماد رضا نوری نائب مہتمم و نائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات، مولانا قاری عبدالستار معصومی، مولانا حافظ آفتاب احمد نقشبندی شامل تھے، پہلا اور دوسرا پروف پڑھا گیا، سرخیاں لگادی گئیں، پھر تیسرا پروف پڑھا گیا، بعض مرتبہ فقیر نے سرسری طور پر، پروف کو دیکھا، تو فقیر مطمئن نہ ہوا، چنانچہ فیصلہ کیا کہ چوتھی مرتبہ فقیر خود پروف پڑھے گا، چنانچہ چوتھا پروف پڑھنا شروع کیا، اور پوری تن دہی سے اس میں لگ گیا...... تدریس، تقریر، فتویٰ نویسی اور دیگر مسائل بھی اس کے ساتھ ساتھ چلتے رہے...... اور ادھر احباب کا شور و اصرار، کہ فتاویٰ کب تک منظر عام پر آرہے ہیں، بعض دوستوں نے تو طنز بھی کئے۔ طعنے بھی دئے مگر فقیر سب کچھ برداشت کرتا رہا، اور یہ احساس رہا کہ، تصحیح کی ہر ممکن تدبیر کی جائے...... پروف پڑھنے میں فقیر نے، کوئی جگہ اور کوئی وقت نہ چھوڑا سفر میں، حضر میں، بس میں، ٹرین میں، حتی کہ ہوائی جہاز میں اور پھر یہ شرف بھی حاصل ہوا کہ عین کعبۃ اللہ شریف کے سامنے اور پیارے آقا ﷺ کے مقدس شہر میں مسجد نبوی کے صحن میں، گنبد خضراء کے سامنے بھی، پروف ریڈنگ کی، کہ ہر دو جگہ کے جلوے اس میں اُتر جائیں اور کتاب حامل برکات ہوجائے، رات کو جلسوں سے واپس آتا تو ضرور ایک گھنٹہ پروف پڑھتا......

غرضیکہ دن رات ایک کر کے یہ کام کیا اور اس طرح اس کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کی...... بعض دفعہ عبارات میں زیادہ الجھن ہوتی تو عزیزم مولانا محمد شاہد برکاتی سواتی سلمہٗ، مولانا عبدالجبار کشمیری سلمہٗ اور مولانا نورالحسن قلندرانی سلمہٗ نے کتابوں سے عبارات تلاش کرنے میں معاونت کی اور بہت وقت بچایا۔ غرضیکہ کتاب تکمیل کے مراحل میں داخل ہوگئی، فہرست کی ترتیب میں بھی کافی وقت لگا۔ کئی بار ایسا ہوا کہ کمپیوٹر کے سامنے بیٹھ کر عبارات پڑھیں اور وہیں ٹھیک کرائیں۔ پھر بھی میرا یہ دعویٰ

ہرگز نہیں ہے کہ، اب کوئی غلطی نہیں ہے۔ اب بھی غلطی ممکن ہے، اگر قارئین غلطی پر مطلع ہوں تو فقیر کو مطلع فرمائیں۔

پروف پڑھنا بڑا اہم مرحلہ ہوتا ہے، بعض دفعہ، پڑھنے والا، روانی میں عبارت پڑھ جاتا ہے، جبکہ غلطی اس کی آنکھ کے عین سامنے ہوتی ہے، مگر نگاہ چوک جاتی ہے...... پروف پڑھنا بھی، فقیر نے، خلیل ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان سے اس وقت سیکھا، جبکہ آپ "ہمارا اسلام" کے پروف پڑھتے تھے، یہ وہ دور تھا جب کتابت کچی روشنائی سے، پیلے کاغذ پر ہوتی تھی، اس کو "لیتھو" کتابت کہا جاتا تھا، پھر اس فن نے ترقی کی، اور پکی سیاہی سے کتابت، "روغنی کاغذ" بٹر پیپر پر ہونے لگی، پہلے قلم لکڑی (کانے) کے ہوتے تھے، پھر دھات کے ہونے لگے، فقیر نے، باقاعدہ پروف ریڈنگ ۱۹۷۳ء سے شروع کی، جب کہ استاذ محترم حضرت علامہ جسٹس مفتی سید شجاعت علی قادری رحمۃ اللہ علیہ نے، ماھنامہ ترجمان اہلسنت کراچی کی ادارت، فقیر کے حوالے کی، رسالے کے مدیر اعلیٰ علامہ جمیل احمد نعیمی مدظلہٗ تھے اور فقیر بطور مدیر معاون تھا، مگر تمام تر ذمہ داری فقیر پر تھی حتیٰ کہ اداریہ بھی اکثر فقیر کے ذمہ ہوتا تھا۔ غرضیکہ تین سال کے اس طویل اور صبر آزما مرحلہ نے، پروف پڑھنے میں بحمدہٖ تعالیٰ و بفضل رسولہٖ صلی اللہ علیہ وسلم، بہتر فن دے دیا، اور اب تو اکثر یہ حال ہے کہ فقیر کی نگاہ پڑتی ہی اس جگہ ہے جہاں کوئی غلطی ہوتی ہے، لکتا ہے کوئی چیز یہاں سے غائب ہے، یہ فخر یہ نہیں کہتا بلکہ رب کریم جل جلالہ کی نعمت اور رحمت دو عالم ﷺ کی رحمت، اور اکابر کی عنایت ہے۔ بہر صورت، فتاویٰ خلیلیہ، طباعت کے مراحل میں ہے۔ یہ فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے کہ فقیر کہاں تک اپنی محنت میں کامیاب ہوا اور حضرت کے فتاویٰ منظر عام پر آئے مگر ان فتاویٰ میں کمپوزنگ کی کوئی غلطی محسوس ہو تو، اس کو فقیر کی جانب منسوب کریں اور حضرت مصنف کی ذات والا برکات کو، ان غلطیوں سے پاک جانیں۔

فی الوقت جلد اوّل اور جلد دوم، حاضر ہے، جلد اوّل میں فتاویٰ کی تعداد ۷۴۵ (سات سو پینتالیس) ہے۔ جن میں بیاسی ۸۲ فتوے، فقیر راقم الحروف نے لکھے اور حضرت خلیل ملّت نے ان پر تصدیق فرمائی ہے۔ ان میں چار فتاویٰ وہ بھی شامل ہیں، جو جید مفتیان کرام نے تحریر فرمائے اور تصدیق کے لئے، حضرت خلیل ملّت کو بھجوائے، وہ فتاویٰ مع تصدیق، جلد اوّل میں شامل ہیں، ان مفتیان کرام میں، علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری علیہ الرحمۃ اور مولانا مفتی محمد رمضان صاحب، مفتی حزب الاحناف لاہور شامل ہیں، سائلین کے نام دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ سائلین میں کئی مشائخ عظام، مفتیان کرام اور ہم عصر علماء کرام شامل ہیں، فتاویٰ خلیلیہ کی تینوں جلدوں کے مآخذ و مراجع، جلد سوم میں شامل کئے گئے ہیں۔ جلد سوم بھی عنقریب منظر عام پر آنی ہے۔ قارئین تمام رفقاء اور جملہ احباب کے لئے دعا فرمائیں۔ میں آخر میں ان تمام تلامذہ، اور احسن البرکات کے اساتذہ کرام کا نہایت ممنون اور شاکر ہوں جنہوں نے، فتاویٰ خلیلیہ کی ترتیب و تبویب میں معاونت فرمائی اور اسی طرح نہایت ممنون اور متشکر ہوں جناب محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب مدظلہٗ کا، جنہوں نے حسب سابق ایک بار پھر، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور سے فتاویٰ خلیلیہ کی عمدہ طباعت کا ذمہ اپنے اوپر لیا اور یہ سہرا بھی اس طرح، ان ہی کے سر بندھا، اللہ تعالیٰ، یہ کاوش قبول فرمائے۔ فقط

حررہ: فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرہ الحمید

۲۲ ربیع النور شریف ۱۴۲۷ھ / ۱۱ اپریل ۲۰۰۶ء بروز بدھ

پیغام

جناب سید منور حسین شاہ صاحب ولد سید جعفر حسین شاہ صاحب
(مینجنگ ٹرسٹی، دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الصلوٰۃ والسلام علیك یارسوله الکریم

استاذ محترم جناب علامہ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی نور اللہ مرقدہٗ النّعیم سے، دار العلوم احسن البرکات میں، میں نے بہت کچھ سیکھا نے اور ان سے باقاعدہ درساً درساً علم حاصل کیا ہے۔ میرے پاس وہ الفاظ نہیں ہیں کہ میں ان کی خدمات پر کچھ لکھ سکوں، وہ نہ صرف حیدر آباد کی جان اور شان تھے بلکہ ان کی علم کی روشنی، دنیا بھر کے ممالک اسلامیہ اور مختلف برِ اعظم کے ممالک میں پھیلی۔ ان کے فتاویٰ میں جو خوبیاں اور دلائل ہیں وہ کسی پر ڈھکی چھپی چیز نہیں۔

ان کی تحریریں اور قلم کا جادو، ایک اونچے جھنڈے کی شکل میں ہر سمت لہرا رہا ہے۔ اپنے تو اپنے بیگانے بھی، ان کے علم اور ان کی خدمات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو مزید بلند فرمائے ان کے لگائے ہوئے پودے احسن البرکات کو ایک سایہ دار درخت کی شکل میں ہمیشہ یوں ہی تر و تازہ رکھے۔ آمین

ان کے فتاوے کی اشاعت ایک عظیم دینی خدمت ہے، جو ان کے لائق فرزند علامہ مفتی احمد میاں برکاتی نے انجام دی ہے۔

فقط
سید منور حسین شاہ، کراچی
۷؍ ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ
۲۵؍ اپریل ۲۰۰۷ء

استاذ القضاۃ وزیب مسند افتاء

حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمۃ اللہ علیہ

اوران کی معرکۃ الآراء تصانیف وفتاویٰ

تحریر: حافظ مطلوب احمد چشتی، مرکزی جنرل سیکرٹری، انجمن یادگار چشتیہ خدام خواجہ معین الدین چشتی، سابق متعلم: دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد

ذات باری تعالیٰ، کائنات کی وہ عظیم ترین ہستی ہے جو ازل سے، ابد تک ہے۔ اس نے جب اشرف ترین مخلوق انسان کو پیدا کیا تو اس کی ہدایت کے لئے انبیاء مبعوث فرمائے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہونے والا یہ سلسلہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم ہوا۔ اُس وحدہٗ لاشریک کے بعد، روحی فداہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کائنات کی سب سے بڑی ہستی قرار پائے۔ آپ کے بعد آپ کی ذات اقدس پر ایمان لانے والے اور آپ کے تربیت یافتہ صحابہ کائنات میں سب سے افضل تسلیم کئے گئے۔ اللہ اور اسکے نبی حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانے والی ان بابرکت ہستیوں نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو اپنا نجات دہندہ تسلیم کیا بلکہ ہر آزمائش اور نازک ترین دور میں آپ کی آواز پر لبیک کہا۔ سرکار دو عالم ﷺ پر ایمان لانے والے ان صحابہ کی زندگیوں، ایثار وقربانی، علم وفضل اور اعمال وافعال کا صحیح ادراک آج کے مسلمانوں کے لئے انتہائی مشکل ہے۔ تاریخ کے اوراق کے علاوہ اولیاء اللہ اور علماء کرام کی وساطت سے ہمیں جس قدر بھی علم ہوتا ہے اور اپنے فہم وشعور سے ہم جسقدر بھی ان نفوسِ قدسیہ کے بارے میں سمجھ سکتے ہیں وہ بھی ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ اجمالاً اگر ہم اولیاء اللہ کی زندگیوں پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ ہر ولی نے اپنی ولایت میں نکھار لانے کے لئے سب سے پہلے دینی مدارس سے دینی تعلیم حاصل کی اور وقت کے علماء کرام اور مفتیانِ دینِ متین نے ان کو شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے رموز سے آگاہی دی اور اِن علوم کے جاننے کی تکمیل کی سند سے بھی سرفراز فرمایا اس کے بعد اولیاء کرام نے اپنا تبلیغی مشن شروع کیا جس کے نتیجہ میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اور آقائے دو جہاں، فخر موجودات، جان کائنات ﷺ کی لاثانی اور لافانی تعلیمات ان کے قلوب میں رچ بس گئیں اور ان کی کثیر تعداد جو جہنم کے دہانے پر کھڑی ہوئی تھی، وہ جنت کے حقداروں کی صف میں شامل ہوگئی۔ برصغیر میں جن اولیاء اللہ سے تشنہ لبوں کو سیرابی ملی اور فیضِ روحانی بخشا گیا ان میں حضرت غوث اعظم پیرانِ پیر دستگیر حضرت شیخ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور شہنشاہ ولایت حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ بھی پیش پیش ہیں۔ ان ولیوں کے پیروکار چشتی اور قادری ناموں سے پہچانے جاتے ہیں۔

سلسلہ قادریہ کے ایک معروف بزرگ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی نوری مارہروی رحمۃ اللہ علیہ بھی گزرے ہیں۔ جنہوں نے ۱۹۵۲ء میں ایک مدرسہ بنام ''دار العلوم احسن البرکات'' حیدرآباد میں قائم کیا تھا جس کی وساطت سے بے حساب طالب علموں نے حفظ قرآن اور ناظرہ قرآنِ پاک کی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ فقہ اور، حدیث وغیرہ کی سندیں بھی حاصل کیں اور وہ علماء کرام ومفتیان شرع متین کی صف میں شامل ہوگئے اور اب حضرت مفتی محمد خلیل خان برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ''فتاویٰ خلیلیہ'' منظر عام پر آرہی ہے اس تصنیف میں دنیا کے تمام امور کے متعلق فتاوے موجود ہیں جن کی

موجودگی میں درسی کتابوں کے مطالعہ کی بھی کوئی خاص ضرورت پیش نہیں آتی، مفتی محمد خلیل علیہ الرحمۃ نے اپنے فتاویٰ میں بہت ہی دقیق اور الجھے ہوئے مسائل کو بہت ہی سہل طریقہ پر حل فرمایا ہے۔ مفتی صاحب کے تمام فتاوے، بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں جن سے بہت سے لوگوں نے استفادہ کیا ہے اور آج بھی استفاضہ کر رہے ہیں۔

حیدرآباد سندھ کا دارالعلوم احسن البرکات، مفتی محمد خلیل خاں برکاتی کی یاد دلاتا ہے، جس کو آپ کے صاحبزادے ابوحماد حضرت مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی بہت عمدہ طریقہ پر چلا رہے ہیں اور اس کی تمام شاخوں بشمول صوبہ بلوچستان وغیرہ کی شاخوں کی بھی نگہداشت فرماتے ہیں۔ حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی کو ہم سے جدا ہوئے تقریباً ۲۳ سال کا عرصہ گزر چکا ہے مگر آج بھی آپ کی یاد یہاں کے لوگوں کے دلوں میں تروتازہ ہے۔ وہ آپ کے مزار مبارک واقع درگاہ حضرت سخی سیدنا عبدالوہاب شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ پر فاتحہ خوانی اور گل پاشی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور مفتی صاحب کے درجات کی بلندی کے لئے بارگاہ ایزدی میں ہاتھ بلند کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ حضرت مفتی خلیل خان برکاتی نے تقریباً ساٹھ کتب تصنیف فرمائی ہیں۔ ان تصانیف کو عوام الناس کی روح خفتہ کو بیدار کرنے کا ایک بڑا ذریعہ گردانا جاتا ہے۔ ان کتب میں ''سنی بہشتی زیور'' بڑی مقبول ہوئی ہے۔ یہ کتاب اکثر شادی کے موقع پر دولہا اور دلہن کو بطور تحفہ دی جاتی ہے۔ مفتی خلیل خان برکاتی، ایک مصنف ہی نہیں تھے بلکہ وہ ایک بہترین مقرر ہونے کے علاوہ ایک بلند پایہ شاعر بھی تھے۔ انہوں نے حمد و نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ بہت سی منقبت بھی کہیں اور سلام بحضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تحریر کیا۔ جس کو سن کر آج بھی بے نور قلوب، منور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ حضرت مفتی خلیل خاں برکاتی کی کمی شدت کے ساتھ محسوس ہوتی ہے۔ ان کی زندگی اس شعر سے کلی طور مماثلت رکھتی ہے۔

تمنا ہے کہ دنیا میں کوئی تو کام کر جاؤں　　اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کر جاؤں

میرے استاذ گرامی حضرت مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت ۱۹۲۰ء جولائی کو علی گڑھ کی ریاست دادوں سے ملحق موضع کھریری میں ہوئی۔ آپ کے والد اور والدہ اس وقت دنیا سے کوچ کر گئے جب آپ ایام طفولیت میں تھے۔ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی نے ۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ بمطابق ۱۸ جون ۱۹۸۵ء کو دنیا سے پردہ فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ مفتی علامہ وقار الدین قادری علیہ الرحمۃ نے پڑھائی۔ جس میں ہزاروں سوگواروں کے علاوہ علماء کرام، مفتیان متین اور ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کے علاوہ سابق قومی اسمبلی حضرت مولانا سید محمد علی رضوی بھی موجود تھے آپ کا لگایا ہوا، پودا اب ایک تناور درخت کی شکل میں، دارالعلوم احسن البرکات کے چیف ایگزیکٹو حضرت ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ العالی کی رہنمائی میں، مصروف عمل ہے، جس کے باعث دارالعلوم میں اب طلباء کے علاوہ طالبات کی تعلیم کا سلسلہ بھی شروع ہو چلا ہے اور بیشتر طالبات، دارالعلوم کی وساطت سے عالمہ کا امتحان پاس کر کے ڈگری لے چکی ہیں اور طالبات کی تعلیم کا یہ سلسلہ روز افزوں ترقی کی طرف گامزن ہے۔ راقم وقت کی کمی کے باعث اسی پر اکتفاء کرنے کو بہتر خیال کرتے ہوئے یہ شعر قارئین کی نذر کر کے رخصت چاہتا ہے۔

ہم ہی نہیں ہر اک کو ہے منزل کی جستجو　　دنیائے بے ثبات کی ہر شے سفر میں ہے　(افتخار انجم)

حافظ مطلوب احمد چشتی　۴/۳/۲۰۰۷ء

پیغام

مخدوم العلماء، عارف باللہ، حضرت علامہ مولانا

سید محمد علی حسنی رضوی قادری جمعئی دامت برکاتہم العالیہ

(سابق رکن قومی اسمبلی، حیدر آباد)

حضرت علامہ سید محمد علی حسنی رضوی قادری، دامت برکاتہم العالیہ کی پیدائش ۱۹۱۴ء میں، الور میں ہوئی۔ آپ نے علامہ سید ابوالبرکات صاحب علیہ الرحمۃ کی شادی کے موقعہ پر، الور میں، امام اہلسنت مولانا الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان کی زیارت سے مستفیض ہوئے۔ آپ ۱۹۴۸ء میں پاکستان تشریف لے آئے، چند ماہ لاہور میں قیام رہا، پہلے آپ کے والد ماجد علیہ الرحمۃ والرضوان، حیدر آباد تشریف لائے پھر، آپ بھی صوبیدار عبدالرحیم صاحب کے اصرار پر حیدر آباد آگئے اور یہاں پنجرہ پول کے علاقے میں پلاٹ خریدا اور مکان بنا کر، رہائش پذیر ہوئے۔ یہ فقیر مرتب، فتاویٰ خلیلیہ، جب آپ کی خدمت میں پیغام کے لئے حاضر ہوا اور حضرت سے اپنا مدعا ظاہر کیا، تو حضرت پہلے تو خلیل ملّت کو یاد کر کے آبدیدہ ہوگئے، آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ فرمایا کیا عرض کروں؟ فقیر تو اس لائق نہیں، پھر اصرار پر چند کلمات ارشاد فرمائے۔ جو ھدیۂ قارئین ہیں۔ (احمد میاں برکاتی غفرہ الحمید)

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علی حبیبہ

مفتی صاحب (خلیل ملّت) میرے کرم فرما تھے، بس ان کی ذرّہ نوازی تھی، ان کی اپنی عظمت تھی، جس سے وہ نوازتے تھے۔ اور کیوں نہ ہو کہ وہ ان ہستیوں میں ہیں، جن کا تذکرہ خود ان کے استاذ مکرم و محترم حضرت صدر الشریعۃ مولانا حکیم محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی کتاب ''بہار شریعت'' میں فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب، ان کے نہایت قابل اور لائق تلامذہ میں تھے۔ جب وہ پاکستان تشریف لائے تو حیدر آباد کو یہ نعمت ملی اور وہ یہاں بس گئے، چونکہ یہاں شہر میں وہ موجود تھے جن کا فیض صدیوں سے جاری ہے، جن کا پورا شہر ہے، اور جو یہاں کے شہنشاہ ہیں یعنی حضرت سید تانگی عبدالوہاب شاہ جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان، انہوں نے اس شہر میں کسی ایسے شخص کو آباد نہ ہونے دیا، جس کے مزاج میں اچھائی نہ ہو، ان کی یہ زندہ کرامت ہے کہ مفتی صاحب اس شہر میں تشریف لائے، فقیر محمد علی پہلے ہی، یہاں ۱۹۴۸ء میں

حاضر ہو چکا تھا، اور ادھر حضرت مفتی سید ریاض الحسن جیلانی نور اللہ مرقدہ تھے، بس ہم دو تین ہی تھے، اور مفتی محمود صاحب بھی تھے اور بہت سے تھے۔ جب مفتی صاحب (خلیل ملت) ۱۹۵۲ء میں یہاں تشریف لائے، تو دار العلوم احسن البرکات کے واقف، سید جعفر حسین شاہ صاحب چونکہ جودھپور میں سرکاری ڈیوٹی پر رہے تھے، تو اس نسبت سے مفتی سید ریاض الحسن صاحب نے، جو خود جودھپور کے تھے، مجھ سے کہا کہ مفتی محمد خلیل صاحب تشریف لائے ہیں، ان کی پذیرائی ضروری ہے، پھر ہم دونوں نے سید جعفر حسین صاحب سے تعارف کرایا، اس طرح خلیل ملت، دار العلوم کے قریب مسجد خضراء میں خطابت و امامت فرمانے لگے، پھر سید جعفر حسین شاہ صاحب نے ان کے علم سے متاثر ہو کر، ایک عمارت وقف کردی اور خلیل ملت سے خواہش کی کہ وہ یہاں مدرسہ قائم کریں چنانچہ جولائی ۱۹۵۲ء میں، باقاعدہ مدرسہ احسن البرکات قائم کیا گیا، جو بعد میں دار العلوم بنا، مفتی صاحب بے نظیر مدرس تھے، پڑھانے کا انداز نہایت فاضلانہ تھے، جس کی وجہ سے بہت سے سندھی طلباء اپنے علاقے سے مدارس چھوڑ کر احسن البرکات میں آنے لگے اور یہاں آکر مکمل حصول علم کیا، کشمیر و بلوچستان سے بھی آئے اور پھر فارغ ہو کر، ان میں سے بعض یہیں رہ گئے، جن میں مولانا محمد حسن قلندرانی، مولانا رضا محمد عباسی، مولانا حافظ سعید احمد مرحوم، اور مولانا سید افسر علی شاہ مرحوم بھی شامل ہیں۔

جہاں تک فتاویٰ کی بات ہے، تو ان کے فتاوی ایسے ہوتے تھے جن کا جواب نہ ہوتا تھا، فتاویٰ کی ضرورت پڑتی، تو اس زمانہ میں، حیدرآباد میں صرف سیشن کورٹ ہوتی تھی وہاں سے لوگ یہیں آتے تھے اس زمانہ میں، شہر میں نہ کوئی مدرسہ تھا اور نہ کوئی درسگاہ تھی پہلی درسگاہ ''احسن البرکات'' ہے، تو یہیں کے فتاویٰ چلتے تھے، بلکہ حکومت چاند کے معاملے میں اور دیگر مسائل میں بھی مفتی صاحب کی بات مانتی تھی۔ بعض مسائل میں جج حضرات کہتے تھے کہ مفتی صاحب کا فتویٰ لاؤ، جو اس شہر کا مفتی ہو، بڑے بڑے وکلاء مسائل میں، مفتی صاحب کی رائے کو ترجیح دیتے تھے اور مفتی صاحب کی رائے کا بہت احترام کرتے تھے، ان وکلاء میں، نامدار خاں وکیل، عبدالسلام وکیل، راحت حسین وکیل، داؤد خاں وکیل اور شوکت بہلم وکیل شامل ہیں۔

بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے ان کے فتاویٰ کی اشاعت کا اہتمام کیا۔ یہ وقت کی ایک نہایت اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہ کے درجات عالیہ اور بھی بلند فرمائے۔ آمین

فقیر قادری سید محمد علی حسنی رضوی قادری چشتی غفرہ
۲۶ ربیع النور شریف ۱۴۲۸ھ
۱۵ / اپریل ۲۰۰۷ء، روز یکشنبہ
بوقت ۸ بجے شب

گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

تحریر: صاحبزادہ مفتی محمد شجاع الدین رتوی مدظلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم

: والعاقبۃ للمتقین :

اَمّا بعد:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

''جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو گیا وہ کبھی نہیں مرتا، ہماری ہمیشگی دنیا کی تاریخ میں قائم ہو چکی ہے''

موت ایک اٹل حقیقت ہے۔ جو وقت مقرر سے نہ آگے ہوتی ہے نہ پیچھے، زندگی ایک امانت ہے۔ دینے والا اپنی مرضی کے مطابق واپس لے لیتا ہے۔ مرض ایک آزمائش بھی ہو سکتا ہے اور عذاب بھی۔ مرض کوئی بھی ہو لا علاج نہیں ہوتا۔ مگر موت کوئی مرض نہیں۔ بلکہ ایک ''امر ربی'' ہے۔ جو مالک حقیقی کے براہِ راست ماتحت، دنیا میں سرگرم عمل ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں۔

موت ایک نئی زندگی کا نقطۂ آغاز ہے۔ وہ زندگی جس کا کوئی منتہا نہیں۔ خدا کے وجود تک کا انکار کرنے والا موت کا انکار نہیں کر سکتا۔ مگر موت اور اس کے بعد کی زندگی کے لئے تیاری کرنے اور زادِ سفر جمع کرنے والے ہمیشہ دنیا میں قلیل ہی ہوتے ہیں۔

۲۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو موت اپنے پروگرام کے مطابق ہمارے درمیان سے خلیل ملت، ''مفتی اعظم'' (سندھ)، حضرت قبلہ مفتی محمد خلیل خاں قادری، برکاتی رحمۃ اللہ علیہ کو اٹھا کر لے گئی۔ آپ کی موت، ایک سانحہ ہے، آپ کی رحلت نے ایک ایسا خلا پیدا کیا، جو پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔ وہ اپنی ذات میں ایک انجمن نہیں ایک تحریک تھے۔ وہ تاریخ کا حصہ ہی نہیں، بلکہ تاریخ ساز تھے۔ وہ زندہ ہی نہیں رہے، بلکہ زندہ رہنے کے قرینے اور مرنے کے سلیقے بھی سکھا گئے، آپ نے دنیا سے لیا تو نا قابل ذکر، اور اُسے دیا نا قابل فراموش ہے۔

آپ کے فیض عام نے بندوں کو، اللہ سے روشناس کرایا، حضور پُر نور ﷺ کا پروانہ بنایا، طلب حق کی آرزو بخشی، اُخروی زندگی کی لگن دی، باطل سے نبرد آزمائی کا سبق سکھایا۔ ہمارے فکر ونظر کے دھارے موڑے، بے نور آنکھوں کو آب زم زم سے دھویا اور ان میں خاک مدینہ و نجف کا سرمہ ڈالا۔ ہمارے بے بصیرت دلوں کو غار حرا اور وادیٔ بطحا کے نور سے روشنی پہنچائی۔

خلیل ملت کون تھے؟ اور کیا تھے؟ لکھنے والوں کے لیے ذہنی لحاظ سے غالباً یہ موضوع وقت کا زرخیز ترین موضوع ہے، مگر میں تو دل کی زبان سے بول رہا ہوں۔ مصنفین دماغ کے گھوڑے دوڑائیں گے۔ میں تو یہ جانتا ہوں ''مفتی اعظم'' اہل ارض کے لیے رب السمٰوٰت والارض کا ایک تحفہ تھے۔ مالک ارض وسما نے ایک ''نعمت عظمیٰ'' اولاد آدم کو ان کے اپنے گوشت پوست سے بخشی تھی۔ وہ نعمت ہم سے چھن گئی وہ تحفہ واپس لے لیا گیا۔

''خلیل ملت'' عظمت کا دوسرا نام ہے۔ آپ کی گفتار اُسوۂ رسول کے اتباع کا نمونہ، اور آپ کا کردار چلتا پھرتا دین حق تھا، وہ سچائی اور حق کے داعی اور عجز وانکسار کے پیکر تھے۔ آپ کو ''الفقر فخری'' والا قول نبی ﷺ یاد تھا۔ آپ کی عزت نفس اور خودداری نے کبھی بے یار و مددگار نہ چھوڑا، وہ زر و مال کو متاع قلیل سمجھتے تھے اور اس کے لیے کبھی بے چین نہیں ہوتے تھے۔ ان کی نظر میں دولت دنیا ایک آزمائش تھی۔ اور اسے خدا کی راہ میں لٹانے سے آپ کا دست فیاض کبھی رُکا نہ تھا۔

آپ مفسر قرآن، سُنّت کا دفاع کرنے والے، منبع حلم ووفا ہم سے بچھڑ گئے، مشرق کا سورج مغرب میں غروب ہوگیا۔ مگر غروب آفتاب کے بعد اندھیرا نہیں، روشنی ہے۔ یہ سورج اپنے پیچھے ہزاروں ستارے، لاکھوں چراغ روشن کر کے غروب ہوا۔ مگر زمانہ سُن لے آپ کا مشن ختم نہیں ہوا۔ وہ سید الانبیاء کا ورثہ ہے۔ اس چراغ کو کوئی طوفان نہیں بجھا سکتا۔ یہ روشن رہے گا اور جاری رہے گا: (انشاء اللہ)

''خلیل ملت'' کی تصانیف کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ ان کا مطالعہ بہت وسیع اور علوم دینیہ پر نظر بہت گہری تھی۔ آپ کی تعلیم وتدریس کا طریقہ بھی نہایت سادہ تھا۔ مشکل سے مشکل کتاب بہت کم وقت میں پڑھا دیتے۔ فتویٰ نویسی میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آسان سے آسان مسئلہ بھی کتاب میں دیکھ کر فتویٰ لکھتے۔ سائل کا صرف جواب ہی نہ دیتے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ عقلی ونقلی دلائل بھی ضرور دیتے تھے۔ آپ تصنیف وتالیف کی ضرورت، اہمیت اور افادیت سے پوری طرح باخبر تھے۔ اس لیے انہوں نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی۔ اور اس میدان میں خاصا کام کیا، قدرت نے انہیں قوت استدلال اور عام فہم اندازِ تحریر کا ملکہ عطا فرمایا تھا، اس دعوے پر آپ کی تمام تصانیف شاہد ہیں۔ آپ نے اپنی زندگی میں کل اٹھارہ ہزار تین سو پچاس صفحات تصنیف فرمائے۔ ساڑھے چار ہزار فتاویٰ کا عظیم الشان ذخیرہ اس کے علاوہ ہے۔ جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ فتاویٰ کا نام ''خلیل ملت'' نے خود ''احسن الفتاویٰ'' تجویز فرمایا تھا۔ ''احسن الفتاویٰ'' میں محامد العلماء حضرت علامہ مفتی احمد میاں صاحب برکاتی مدظلہ کے فتاویٰ بھی شامل ہیں۔ یہ عظیم ہستی ''خلیل ملت کے جگر گوشہ ہیں۔'' جنہوں نے علمی آغوش میں پرورش پائی ہے، ''احسن الفتاویٰ'' میں آپ کے فتاوے شامل ہونا علمی سعادت ہے۔

''خلیل ملت'' نے اپنے فتاوی کے گلشن کو جن پھولوں سے آباد کیا تروتازگی ان کے لیے فطرت کا انعام ہے۔ تاکہ

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے
رفعت شان ورفعنا لك ذكرك دیکھے

اسی گلشن بندی کا صلہ ہے کہ کئی سال گزر جانے کے بعد بھی ''خلیل ملت'' کی یادیں زندہ ہیں اور زندگی رہیں گی۔

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

مرتب نے ''احسن الفتاویٰ'' کو ''فتاویٰ خلیلیہ'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ''فتاویٰ خلیلیہ'' کیا ہے؟ ایک پُر بہار خوبصورت گلشن ہے جس کے پھولوں کی دل آویزی، گُل ولالہ کا حسن، علم وعمل کے سر بفلک درختوں کی قامت زیبا اور دل کو

لبھانے اور روح کو وجد سے لانے والے نظارے ایک لمحے کے لئے بھی نظر کو بھٹکنے نہیں دیتے۔ جملوں کی تراش خراش، الفاظ کے انتخاب میں انہوں نے جس ادبی مہارت کا ثبوت دیا وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

"فتاویٰ خلیلیہ" ایک انقلاب آفریں کتاب ہے، اس میں پیش آمدہ مسائل کا حل بڑی خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ محققین، مدرسین اور مفتیوں کا رہنما ہے۔ طلباء کے لئے فقہی معلومات کا ذخیرہ اور عوام کے لئے دینی معلومات کا بہت بڑا ذریعہ اور ماخذ ہے۔

"خلیل ملّت" کے لائق صد فخر، فرزند ارجمند، حضرت علامہ اخی المکرّم، مفتی احمد میاں صاحب برکاتی مدظلہٗ اپنی لگاتار محنت اور جانفشانی سے "فتاویٰ خلیلیہ" کی دلکش اور دلربا طباعت کرا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی کاوشوں کو ثمر آور کرے۔ اور ان کو اپنے والد گرامی کے فیوض و برکات سے نوازے۔ اور "فتاویٰ خلیلیہ" کی برکات سے تا قیامِ قیامت مسلمانوں کو مالا مال رکھے۔ آمین

بندۂ ناچیز علماء کرام اور طلباء سے خصوصی درخواست کرتا ہے کہ وہ "فتاویٰ خلیلیہ" کا مطالعہ ایک بار ضرور کریں۔ اگرچہ کتاب اس کی مستحق ہے کہ اس کا بار بار مطالعہ کیا جائے۔ اگر اس مطالعہ کے نتیجے میں کسی کے دل میں علم و عمل اور محنت و محبت کی خوابیدہ چنگاری بیدار ہو جائے۔ تو کل وہ دنیا سے جاتے ہوئے جگر کی زبان میں دنیا کو کہہ سکے گا کہ ۔

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

فقط، طالبِ دُعا:
صاحبزادہ محمد شجاع الدین رتوی
سجادہ نشین دربارِ عالیہ، قادریہ، نقشبندیہ
رتہ شریف، تحصیل و ضلع چکوال (پنجاب)
حال: خطیب جامع مسجد شاہ مراد
جھوک شریف۔ ضلع ٹھٹھہ (سندھ)

عکس تحریر و دستخط حضرت خلیل العلماء

ریڈیو پاکستان حیدر آباد سے مسلسل نشر شدہ تفسیر کا ایک صفحہ

15 1/76

صراطِ مستقیم (فلسفہ و حکمت)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ .... اِنْ هُوَ اِلَّا ذِکْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ پ الانعام ۱۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم   نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

زندگی اور کائنات کے عقدہ لاینحل سربستہ کو حل کرنے کی کوشش کا نتیجہ چند
خیالات کا مجموعہ ہوتا ہے جسے فلسفہ و حکمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور قرآن کریم
انسان کے اردگرد پھیلی ہوئی وسیع کائنات بلکہ خود انسانی زندگی کے حقائق و معارف
اور اسرار و رموز کی تحصیل سے روکتا نہیں بلکہ انسان کو اپنی عقل سے کام لینے کی بار بار
تلقین کرتا ہے کیونکہ اس جسم خاکی کے پاس کسی شے کی حقیقت معلوم کرنے یا تلاش حقیقت
کیلئے یہی ایک روشنی ہے جسے ہم ناموسِ عقل سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن صاف اور صریح
الفاظ میں ارشاد فرماتا ہے قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

قرآن اسلام کی آواز وحی ربانی کی وہ پہلی آواز ہے جس نے عقل انسانی کو غور و فکر کی دعوت
دی اور انسان سے مطالبہ کیا کہ وہ فہم و تدبر اور عقل و تفکر کو کام میں لائے۔ اسی لیے قرآن کریم نے
اپنی تعلیم کے ساتھ اس کی خوبی، مصلحت اور حکمت کو بھی خود ظاہر کر دیا اور بار بار آیات
الٰہی میں غور و فکر کی دعوت دی۔ اور خود قرآن پاک نے اپنا وصف ان الفاظ میں بیان
فرمایا کہ وہ کتاب حکیم، قرآن حکیم اور ذکر حکیم ہے یعنی حکمت کی باتوں سے بھری
ہوئی۔ حکمت کی آخری حد تک پہنچی ہوئی اور فراست و دانائی سے لبریز کتاب ہے۔

السید محمد خلیل القادری البرکاتی عفی عنہ
۲۰ رمضان المبارک [illegible]

حیات مُصنف!

از: محمد حسّان رضا خان برکاتی نوری

الحمد لولیّہ الاعلیٰ والصلوٰۃ والسلام الأتمان
الاکملان الأشرفان علیٰ حبیبہ الاولیٰ

خلیل العلماء والاولیاء، خلیل ملت ودین، مفتی اعظم سندھ وبلوچستان، سردار بزم علم وحکمت، استاذ الاساتذہ، استاذ القضاۃ، ماہر قانون وراثت، حامل رشد وہدایت، ناشر احکام شریعت، واقف اسرار طریقت، سالک راہ حقیقت عارف سبیل معرفت، زینت مسند اکابر شریعت وطریقت، عاشق محبوب جلیل، واقف علم وحکمتِ خلیل، خلیل جلیل، صاحب سیرتِ جمیل، شیخ الحدیث والتفسیر

مفتی زماں حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری نور اللہ مرقدہٗ ودامت فیوضہٗ،

کا شماران علماء ربانیین میں ہے.......... جو بیک وقت.......... محدث.......... مفسر.......... مناظر.......... مفتی.......... مدرس.......... مصنف.......... مترجم.......... منتظم.......... فقیہ.......... واعظ.......... اور شاعر ہیں اور اس کے باوجود سادگی کے حامل ہیں۔ (جمال خلیل صفحہ ۹)

مفتی محمد خلیل خاں صاحب کا آبائی شجرہ اس طرح ہے

محمد خلیل خاں بن عبد الجلیل خان بن اسماعیل خان بن سردار خان بن فیض اللہ خاں، آپ کا تعلق لودھی خاندان سے ہے۔ تاریخ کے مطابق لودھی خاندان میں تین بادشاہ گزرے ہیں، جنہوں نے ہندوستان پر حکومت کی ہے، ۱۔ بہلول لودھی، ۲۔ سکندر لودھی، ۳۔ اور ابراہیم لودھی، ان میں سکندر لودھی کو اولیاء کرام سے بہت عقیدت تھی۔ مفتی محمد خلیل خان کے ایک بھائی، عبد القدیر خاں تھے، جن کا انتقال پاکستان میں ہوا۔ (قلمی یادداشت مفتی محمد خلیل خاں)

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین آستانہ برکاتیہ نوریہ امیریہ جناب سید آل رسول صاحب نظمی مارہروی مدظلہ فرماتے ہیں:

سراپا جمیل

میں نے انہیں دیکھا بھی ہے اور برتا بھی...... دیکھا بھی ہوش میں اور برتا بھی ہوش میں...... میں ان دنوں مارہرہ مطہرہ میں ہی زیر تعلیم تھا...... وہ اپنے مرشد حضرت سیدنا شاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہٗ کے عرس میں شرکت کرنے تشریف لاتے تھے۔...... عرس میں آنے والے چند ہی علمائے کرام ایسے ہوتے تھے جن سے خانقاہ کے بچے مانوس تھے...... ایک مولانا عبید اللہ صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان اور دوسرے حضور خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی قدس سرہ العزیز...... میں اس وقت موخر الذکر ہی یاد کی خوشبو سے اپنی روح میں تازگی بھر رہا ہوں...... کھرے پٹھان ہونے کے باوجود ان

کی مسکراہٹ ایسی دلنواز تھی کہ سامنے والے کو مسحور کر دیتی تھی...... وہ خلیل جلیل ہونے کے ساتھ ساتھ سراپا جمیل تھے...... منبر پر تشریف فرما ہوتے تو ہر طرف نور ونکہت کی بارش ہونے لگتی...... علم کا سمندر تھے...... دیکھا تو نہیں مگر سنا ہے کہ خانقاہ میں رہتے اور میرے عم محترم حضور احسن العلماء سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو درس دیا کرتے تھے۔ البتہ یہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ میرے والد ماجد حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ ان سے خصوصی محبت سے پیش آتے تھے۔ مرشد کے آستانے کا رنگ ان پر اس قدر غالب تھا کہ پہلی ہی نظر میں ہر کوئی ان کی برکاتیت بلکہ مارہرویت کا قائل ہو جاتا تھا، زبان میں جادو، قلم میں تاثیر، شخصیت میں ہر دلعزیزی کے اوصاف، خلیل العلماء علیہ الرحمۃ ہمیشہ آستانہ برکات کی آبرو بنے رہے......

برسوں بعد وہ پھر مارہرہ تشریف لائے، ہم میں سے ایک ایک کو پہلی نظر میں پہچانا اور پہلے کی طرح بھرپور شفقت فرمائی علالت کے باعث اگرچہ زبان متاثر تھی، مگر اس حالت میں بھی ہم لوگوں سے خوب خوب باتیں کیں، نئی پرانی باتیں۔ پہلے دورے میں ان کے صاحبزادے احمد میاں کو میں نے چھوٹا سا دیکھا تھا۔ اس دورے میں وہ پودا ماشاء اللہ تناور درخت بن کر میرے سامنے آیا تھا۔ سچ یہ ہے کہ میں پہلی نظر میں احمد میاں کو پہچان نہیں پایا۔ اور جب رسمی تعارف کے بعد میں نے احمد میاں کو اپنے گلے سے لگایا تو خلیل العلماء علیہ الرحمۃ کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں......

خلیل العلماء یوں تو ہندوستان سے ہجرت کر گئے تو تھے مگر ہر عرس قاسمی میں ان کی نظم کردہ منقبتیں، اور نعتیں اور گاگر چادر کے جلوس میں پڑھی جاتیں اور یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے......

خلیل العلماء علیہ الرحمۃ تحریر اور تقریر دونوں ہی میدانوں میں شہسوار تھے...... بچپن میں ان کے تحریر کردہ اسلامی عقائد اور دینیات پر چھوٹے چھوٹے رسالے ہمیں بھی پڑھائے گئے...... بچوں کے لئے لکھنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بالخصوص مذہبی موضوع پر...... مگر خلیل العلماء نے سوال جواب کے روپ میں مذہبی معلومات پر مشتمل وہ کتابچے تحریر فرما کر دین کی بڑی بھاری خدمت انجام دی...... آسان زبان ان کے قلم کی خصوصیت تھی...... یہ کتابچے ہندو پاک میں کافی مقبول ہوئے......

جمال خلیل

خلیل العلماء علیہ الرحمۃ کے قلم کا ایک اور روپ ان کی شاعری ہے...... ان کا دیوان...... سبحان اللہ! سبحان اللہ! دودھ اور شہد میں ڈھلا ہوا کلام ہے...... ''جمال خلیل'' کے عنوان سے نعت، منقبت اور غزل کا یہ حسین مرقع خلیل العلماء کے ہونہار صاحبزادے اور سچے وارث میرے بھائی مفتی احمد میاں برکاتی سلمہٗ اللہ تعالیٰ نے ترتیب دیا ہے...... خلیل العلماء صرف شاعر ہی نہیں، عالم جلیل بھی ہیں...... اور ان کے خداداد علم کی یہ جلالت ان کے قلم کی ہر جنبش سے ہویدا ہے......

جا کے لا اے شوقِ بے پایاں قلمدانِ حبیب
کچھ مضامین نعت کے لکھ زیرِ عنوانِ حبیب
سامنے کھولے ہوئے دو صفحۂ رخسار ہیں
یوں تلاوت کر رہا ہے روئے قرآنِ حبیب

خلیل العلماء نے بڑی سنگلاخ زمینوں کا انتخاب فرمایا......اور ان پتھریلی زمینوں میں مضامین کے وہ گلاب کھلائے ہیں جن کی خوشبو مسحور کن ہے اور رنگت ہوش ربا...... (جمال خلیل ص ۱۲ تا ۱۴)

ماہر رضویات، مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے، پی ایچ ڈی
(سابق ایڈیشنل سیکریٹری محکمہ تعلیم حکومت سندھ)

خلیل ملت علیہ الرحمۃ کو اس طرح یاد کرتے ہیں:

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں
خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہوگئیں

حیات ایک نظر میں

جب ہم ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ایک قیامت گزر گئی، اللہ اکبر! کیسی کیسی عظیم ہستیاں اٹھ گئیں، ماحول خالی خالی سا نظر آتا ہے، فضائیں بے کیف سی معلوم ہوتی ہیں، رنگِ محفل پھیکا پھیکا سا دکھائی دیتا ہے...... اس میں شک نہیں مثالی شخصیتوں کا اٹھ جانا ملتِ اسلامیہ کے لئے بڑا المیہ ہے، نہایت کربناک اور غمناک ...... انہیں مثالی شخصیتوں میں حضرت مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ بھی تھے...... وہ مفتی بھی تھے، مدرس بھی...... وہ مصنف بھی تھے...... اور مترجم بھی، وہ مبلغ بھی تھے اور مقرر بھی اور شاعر بھی تھے......

مفتی صاحب ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء میں ہندوستان میں پیدا ہوئے، اپنے مقام ولادت (موضع) کھریری، ریاست دادوں ضلع علی گڑھ) سے ۱۳۴۳ھ/ ۱۹۲۳ء میں مارہرہ شریف آ گئے جو امام احمد رضا خاں بریلوی کا پیر خانہ ہے۔ یہاں آپ کی تعلیم کا آغاز ہوا۔ ۱۳۴۴ھ/ ۱۹۲۶ء میں ۶ سال کی عمر میں اسکول میں داخل ہوئے اور ۱۳۵۲ھ/ ۱۹۳۴ء میں مڈل پاس کیا۔ ۱۳۵۳ھ/ ۱۹۳۵ء میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ، دادوں (ہندوستان) میں درس نظامی کا آغاز کیا۔ مفتی صاحب کے اساتذہ میں امام احمد رضا خاں بریلوی کے صاحب زادے مفتی اعظم علامہ محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی اور شاگرد و خلیفہ صدر الشریعۃ علامہ امجد علی اعظمی جیسے کامل علماء و فضلاء تھے...... وہ ۱۳۵۶ھ/ ۱۹۳۸ء میں شاہ اولاد رسول سید محمد میاں قادری (م ۱۳۷۵ھ، ۱۹۵۵ء) کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں مرشد گرامی نے نیابۃً اجازت دی پھر سید حسن میاں سجادہ نشین مارہرہ شریف نے تحریراً اجازت مرحمت فرمائی ۱۳۷۳ھ/ ۱۹۵۵ء میں مفتی اعظم ہند نے بھی چاروں سلاسل میں اجازت عنایت فرما دی......

مفتی صاحب نے ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء میں مولوی عربی کا امتحان پاس کیا، ۱۳۶۱ھ/ ۱۹۴۲ء میں عالم عربی کا۔ اسی سال سراج العوارف کا ترجمہ کر کے تصنیف و تالیف کا آغاز فرمایا۔ ۱۳۶۳ھ/ ۱۹۴۵ء میں درس نظامیہ سے فراغت حاصل کی اور مفتی اعظم ہند علامہ مفتی محمد مصطفیٰ رضا خاں بریلوی نے سندِ حدیث عطا فرمائی...... ۱۳۶۴ھ/ ۱۹۴۶ء میں مفتی صاحب نے

تبلیغ وتقریر کا آغاز فرمایا اور اس کے ساتھ تدریس بھی شروع کی، مدرسہ قاسم البرکات (مارہرہ شریف) اور مدرسہ قمر الاسلام (میرٹھ) میں صدر مدرس بھی رہے...... ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں شادی ہوگئی، اسی سال مدرسہ اسلامیہ (مارہرہ شریف) میں تدریس اور افتاء کی ذمہ داریاں سپرد کی گئیں۔ اسی سال جامع شیش گراں، (مارہرہ شریف) میں امامت، خطابت کا آغاز فرمایا...... ۱۳۷۰ھ/ ۱۹۵۱ء میں پاکستان تشریف لے آئے، پہلے میرپور خاص (سندھ) میں رہے، پھر کراچی اور ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۲ء میں حیدرآباد سندھ تشریف لے آئے اور اسی سال دار العلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی...... مفتی صاحب اس کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے...... ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء میں حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین طیبین سے مشرف ہوئے...... ۱۹۸۴ء میں شدید علیل ہوئے اور تصنیف و تالیف، تدریس و تبلیغ کا کام موقوف ہوگیا دوسرے ہی سال ۲۸ر رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ/ مطابق ۱۸ر جون ۱۹۸۵ء کو ۶۵ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور حیدرآباد سندھ میں دربار جیلانی تخی سیدنا عبد الوہاب شاہ میں رکھے گئے۔

مفتی صاحب کے صاحبزدگان میں ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی صاحب علم وفضل اور صاحب تصنیف و تالیف ہیں وہ والد گرامی کی حیات ہی میں دار العلوم احسن البرکات کے ناظم ہوگئے تھے اور اب وہ مفتی صاحب کے جانشین ہیں، وہ بڑی صلاحیتوں کے مالک ہیں، اپنے والد گرامی کی تمام ذمہ داریاں باحسن طریق انجام دے رہے ہیں، مولیٰ تعالیٰ ان کے فیض کو جاری وساری رکھے۔ آمین!

مفتی صاحب نے تقریباً ساٹھ ۶۰ تصانیف و تراجم یادگار چھوڑی ہیں جن میں اکثر شائع ہوچکی ہیں، مثلاً ترجمہ سبع سنابل، ہماری نماز، ہمارا اسلام، سنی بہشتی زیور، عقائد اسلام، نور علیٰ نور، شرح فیصلۂ ہفت مسئلہ وغیرہ وغیرہ

ذکر شاعری

مفتی محمد خلیل خاں برکاتی طبقہ علماء میں ممتاز تھے، وہ سخن گو اور سخن سنج بھی تھے اور شعر گوئی میں خاص امتیاز رکھتے تھے...... انہوں نے مختلف اصناف سخن میں شاعری کی مثلاً...... حمد، نعت، منقبت، غزل، قصیدہ، سہرا، قطعہ، مسدس، مربع، وغیرہ...... ان کی بعض غزلیں اور نعتیں تو مرصع ہیں اور یہ بات اسی وقت پیدا ہوتی ہے جب شاعر زبان و بیان پر قدرت رکھتا ہو اور اس کے خیالات میں روانی اور جذبات میں جولانی ہو...... ان کے بعض مطلع اور مقطع بھی خوب ہیں...... ان کی شاعری بڑی وقیع ہے، اس میں تمام وہ خوبیاں موجود ہیں جو ایک اچھی شاعری میں ہونی چاہئیں...... ان کی شاعری میں معنی آفرینی، بیساختگی، محاکات آفرینی، موسیقیت و ترنم، حسن تراکیب، رعایت لفظی، روزمرہ محاورہ، معانی و بیان، صنائع بدائع سب ہی کچھ ہے...... ان کے ہاں غم جاناں، بھی ہے، اور خمریات بھی...... عرفان و معرفت اور قرآن و حدیث کی جھلکیاں بھی ہیں...... سچا شاعر نہ اپنے ماحول سے آنکھیں بند رکھتا ہے، نہ اپنے وجود سے، اس کی شاعری میں زمانہ کا سایہ اور اس کے وجود کا عکس صاف نظر آتا ہے......

مفتی صاحب کے کلام میں ایسے بہت سے اشعار مل جاتے ہیں جن میں مضمون آفرینی کی بہار نظر آتی ہے...... یہ خوبی

اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ نے شاعر کو فکر و تخیل کی دولت کے ساتھ ساتھ تجربات و مشاہدات اور علم و فضل کے زیور سے بھی آراستہ کیا ہو......

مفتی صاحب کے کلام میں مضمون آفرینی کے علاوہ بیساختگی اور موسیقی و ترنم بھی پائے جاتے ہیں جس سے جذبے کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ ہوتا ہے۔ مثلاً اُن کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

آسرا جینے کا تم کو جیتے جی سمجھا کئے
جان دینے کو ہمیشہ زندگی سمجھا کئے

۞ ۞ ۞

عہد شباب، بزم طرب، محفلِ نشاط
بے کیف ہے یہ سارا تماشا ترے بغیر

مفتی صاحب کے کلام میں محاکات آفرینی، حسنِ تراکیب اور رعایتِ لفظی کی بھی اچھی مثالیں مل جاتی ہیں مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

یہ چارہ سازوں کی سرگوشیاں ہوئیں کیسی
یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں

جان بلب مریض کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہو جاتی ہے...... وہ آنے جانے والے، حیران و پریشان، عزیزوں اور آس پڑوس کے لوگوں کی، ایک ایک ادا پر نظر رکھتا ہے اور متجسس نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے...... پھر جب وہ مریض سے مایوس ہو کر مایوسی و ناامیدی کے عالم میں سرگوشیاں کرتے ہیں تو مریض ایک ایک کا منہ تکتا ہے...... پھر وہ خیالوں میں گم ہو جاتا ہے...... پھر آپ ہی آپ سوال کرتا ہے......

یہ چارہ سازوں میں سرگوشیاں ہوئیں کیسی؟
یہ کیوں ملول سب اپنے پرائے جاتے ہیں؟

شاید وہ وقت آ گیا جس کا انتظار تھا؟...... شاید زندگی کی شام آ گئی...... ہاں مریض کی مایوسیوں اور نااُمیدیوں کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے؟...... نہیں نہیں...... ہرگز نہیں...... مفتی صاحب نے ان حرماں نصیبوں کا ایسا دردناک نقشا کھینچا ہے کہ سارا سماں آنکھوں میں پھر گیا...... وہ کس مؤثر دو سوالوں میں داستان غم بیان کر گئے...... ہاں انھیں دو سوالوں میں جواب بھی پنہاں ہے

ع ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

انا للہ وانا الیہ راجعون

ع اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے!

مفتی صاحب کی شاعری میں حسنِ تراکیب کے نمونے بھی ملتے ہیں، مثلاً یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

نور آنکھوں کو ملا، خلوت گہ دل کو سرور
جب تصور نے سنواری صورتِ احمد رضا

مفتی صاحب کے کلام میں غم روزگار بھی ہے اور غم جاناں بھی اور خمریات بھی...... ان کی خمریات بھی شراب طہور سے عبارت ہیں...... ان کے یہ اشعار ملاحظہ ہوں:

تمہیں سے آس لگائی ہے غم کے ماروں نے
تمہیں سنوگے ہماری پکار کہہ دینا

خُم کے خم ہیں مغربی، میخانۂ توحید میں
ساقیانِ قوم ہیں، مستِ شراب مغربی

خمریات میں اس طرح سیاسیات کو سمودینا مفتی صاحب ہی کا حصّہ ہے......
اور خمریات میں یہ نظم تو بالکل مرصّع ہے جس کا مطلع ہے ۔

اپنی بگڑی بنا کے پیتا ہوں
ان سے نظریں ملا کر پیتا ہوں

اور مقطع ملاحظہ ہو ۔

ان کی آنکھوں کو دیکھتا ہوں خلیلؔ
گویا ساغر اٹھا کے پیتا ہوں

سبحان اللہ!

مفتی صاحب کو زبان و بیان پر پورا پورا عبور ہے، انہوں نے فارسی میں بھی کہا ہے اور اردو میں بھی...... اردو میں وہ بے تکان اور بلا تکلف روزمرہ محاوروں کو استعمال کرتے ہیں جس سے ان کی زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے...... انہوں نے معانی و بیان، صنائع و بدائع کو بھی استعمال کیا ہے جس سے فنِ شعر گوئی میں ان کی مہارت و کمال کا پتا چلتا ہے
مفتی صاحب سلسلہ قادریہ میں بیعت تھے اور صاحبِ اجازت بھی، وہ اہل سنت کے ممتاز عالم دین اور صاحبِ علم و فضل تھے اس لئے ان کے کلام میں عرفان و معرفت کی باتیں اور قرآن و حدیث کے حوالے بھی مل جاتے ہیں۔

کہاں تک کیجئے تفسیر سبحان الذی اسریٰ
کہ آغوشِ دنیٰ میں مصطفیٰ کا قصرِ رفعت ہے

الختصر مفتی صاحب کے کلام کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے وقت کے ایک باکمال شاعر تھے، ان کی شاعری ان کی زندگی میں منظرِ عام پر نہ آسکی مگر وصال کے بعد چھپ کر منصہ شہود پر چھاگئی۔ ہاں ان کے لائق وسعادت مند فرزند برادرم

ابوحماد مفتی احمد میاں برکاتی (مہتمم دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد سندھ) کی مساعی جمیلہ سے مفتی صاحب کے آثار علمیہ رفتہ رفتہ منظر عام پر آرہے ہیں۔

احقر محمد مسعود احمد

۲۳ رنومبر ۱۹۹۰ء جمعۃ المبارک

(تلخیص جمال خلیل صفحہ ۱۹ تا صفحہ ۳۶)

محترم جناب ڈاکٹر راحت عالم نسیم (پی۔ایچ۔ڈی) مفتی محمد خلیل خاں کے کلام میں، اجل وسیلہ وصل کا تصور، ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: عشق مجازی ہو کہ عشق حقیقی، محبوب کے حضور نذرانۂ جاں پیش کرنا، معراج محبت ہے۔خوشا نصیب، وہ عاشقانِ صادق جو نذرِ جاں پیش کر کے فنا و بقا کی منازل طے کر لیتے ہیں۔صد مبارکباد، ان عشاقِ رسول کو جو زندہ رہیں تو ''فنافی الرسول'' کی حسرت میں اور مرتے ہیں تو ''بقا بالرسول'' کی حیاتِ جاوید سے سرفراز ہوتے ہیں۔

بقولِ مولانا رومی ؎

گر ببرد اُو بقہر خود سرم
شاہ بخشد شصت جان دیگرم

کیوں کہ فرمان پاک ہے:

من احبنی قتلتهٗ و من قتلتهٗ فانا دیته ط

اس لئے ہر عاشق صادق، اس ''تحفۂ جانِ دیگرم'' کا خواہاں رہتا ہے۔علامہ مفتی محمد خلیل بھی سچے عاشقِ رسول تھے۔اس لئے تعجب نہیں کہ ان کے نعتیہ کلام میں ''اجل وسیلۂ وصل'' کا عنصر غالب ہے۔

عارفانہ کلام پر تبصرہ

ان کے مجموعہ کلام میں ۴۰ نعتیں بشمول نعتیہ قطعات، ہیں۔کوئی نعت شاید ہی تصور وصل سے خالی ہو۔مشتے نمونہ از خروارے، علامہ صاحب کے چند اشعار نقل کرتا ہوں تاکہ اس تصور عشق کے وہ حسین پہلو نذرِ قارئین کرسکوں جو میں نے دیکھے اور محسوس کئے۔حالانکہ ہر نعت گو شاعر کے کلام میں یہ تصور وصل ملتا ہے مگر جس شدت اور جذب کے ساتھ مفتی خلیل صاحب کے یہاں موجود ہے، وہ ان کے نعتیہ کلام کو دیگر نعت گو شعرا سے ممیز کرتا ہے۔

عاشقِ صادق کے لئے موت اک پل ہے جو اسے اس زندانِ آب و گل سے منزل محبوب حقیقی تک لے جاتا ہے۔اس عاشقِ خستہ جاں کے لئے زندگی اک حجاب ہوتی ہے اور موت وہ دریچہ جس سے لقائے حسنِ محبوب ممکن ہے۔

علامہ صاحب کے محبوب، حضرت محمد ﷺ ہیں وہ سرکار مدینہ میں عرض گزار ہیں ؎

دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو ہے حضور
یہی ہے متن، یہی شرح گفتگو ہے حضور

علامہ خلیل رحمتہ اللہ علیہ کے کلام میں، ''دیارِ طیبہ میں مرنے کی آرزو'' کا اس شدومد سے اظہار ہے کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے وہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، ہمہ وقت اسی تمنا میں جی رہے ہیں، اسی حسرت میں مر رہے ہیں کہ رسول عربی کے دیدار، دیار اور دہلیز پر قربان ہو جائیں۔

ان کے لئے ''ہجراں نبی'' ہی ''شادیٔ وصل'' بن گیا ہے۔ (جمال خلیل ص ۳۷ تا ص ۳۹)

علامہ محمد حسن حقانی مدظلہ، کراچی، تحریر فرماتے ہیں:

صدر الشریعۃ کے تلمیذ رشید حضرت خلیل العلماء خلیل ملت مفتی اعظم سندھ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی رحمۂ اللہ تعالیٰ سے میرا پہلا تعارف اور مختصر ملاقات ۱۹۶۶ء میں اولاً عرس اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کے موقع پر دار العلوم امجدیہ کراچی میں ہوئی اور دوسری بار ششماہی امتحان کے زمانے میں بحیثیت ممتحن دار العلوم مذکور میں ہوئی (احقر اس وقت ناظم تعلیمات و نگراں امور انتظام ادارہ تھا)

نظام الاوقات کے مطابق چند کتب کا تقریری اور کچھ کا تحریری امتحان برائے کتب فقہ حدیث اور تفسیر مفتی محمد خلیل خاں صاحب نے لیا تھا اور کھانا وہیں تناول فرمایا تھا اسی اثنا میں کچھ گفتگو بھی ہوئی تھی۔ سادہ طبیعت، خوش مزاج، خوش اطوار، نفاست پسند متواضع مگر باوقار تھے۔ تحریر انتہائی شستہ، حسین اور جاذب نظر بھی پستہ قد، ٹوپی، شلوار کرتا، شیروانی زیب تن، گلے میں دوطرفہ بڑا رومال یہ پہلا منظر تھا۔

پھر سال میں دو تین بار (عرس اور امتحان میں ملاقات) ہوتی رہی مگر ان تمام مواقع پر کوئی خاص گفتگو نہیں ہوتی تھی البتہ آتے اور تشریف لیجاتے وقت علامہ ازہری کی قدم بوسی ضرور ہوتی تھی تو پتہ چلا کہ آپ حضرت صدر الشریعۃ کے شاگرد رشید ہیں اب ایک احترام کی کیفیت اجاگر ہوئی اور پھر زمانہ طالب علمی کے کچھ حالات بتانے پر پتہ چلا کہ دادوں میں ان کا زمانہ طالب علمی وہی تھا جب میرے دادا جان بھی وہاں مدرس ہو کر تشریف لائے تھے یہ مزید ایک گونہ تعظیم کا سبب بنا، یوں حضرت کی شخصی، علمی، اور فہم و فراست کی زندگی کے چند عمدہ ابواب اور کھلے اور منظر عام پر آئے۔ (مجلّہ خلیل علم ص ۷۳)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحکیم شرف قادری مدظلہ لکھتے ہیں:

فن تصنیف

مفتی اعظم سندھ و بلوچستان حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی رحمۂ اللہ قیام پاکستان کے بعد پاکستان تشریف لے آئے، شوال ۱۳۷۱ھ ۱۹۵۲ء میں دار العلوم احسن البرکات کی بنیاد رکھی، جو سندھ اور بلوچستان میں ممتاز حیثیت کا حامل ادارہ ہے۔ آپ کی حیات مبارک میں تقریباً ایک سو فضلاء دورہ حدیث سے فارغ ہوئے، ان کے علاوہ سینکڑوں علماء نے آپ سے سند حدیث حاصل کی۔ تقریباً پانچ ہزار فتاویٰ جاری کئے جو بارہ جلدوں پر مشتمل ہیں، تقریباً ساٹھ کتابیں تصنیف

کیں، قرآن کریم کے سترہ پاروں کی تفسیر (خلاصۃ التفاسیر) کے نام سے لکھی،

حضرت خلیل ملت رحمۃ اللہ علیہ کی تمام تصانیف عوام وخواص کے لئے مفید اور قبولیت عامہ کی حامل ہیں۔ خاص طور پر "ہمارا اسلام" اور "سنی بہشتی زیور" کو حیرت انگیز مقبولیت حاصل ہوئی، ہمارا اسلام کا ترجمہ سندھی، ڈچ ہندی اور انگریزی میں شائع ہو چکا ہے، مفتی صاحب کا انداز مناظرانہ نہیں بلکہ معلمانہ ہے۔ (مجلّہ خلیل علم ص ۷۷)

آپ کے ایک شاگرد رشید حضرت علامہ مولانا محمد حسن قلندرانی، لکھتے ہیں:

فن تدریس

استاذی المحترم استاذ العلماء سیدی حضرت مفتی اعظم محمد خلیل خاں قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے جید علماء کرام اور مفتیان عظام اور عظیم و مایہ ناز مدرسین و مصنفین میں سے تھے۔

یوں تو حضرت قبلہ مفتی اعظم تمام علوم عقلیہ ونقلیہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے مگر بالخصوص فن تدریس و افتاء اور تصنیف و تالیف میں آپ ایک بے بدل اور عظیم مفتی مصنف تھے۔

حضرت کے پاس اگر غبی سبق پڑھتا تو ذہین بن جاتا آپ کی پڑھائی کا انداز ایسا پیارا تھا کہ غبی سے غبی اور لندذہن شاگرد فوراً سبق، مقام کتاب سمجھ جاتا یہ بات راقم الحروف عاجز اور دیگر بے مثال تلامذہ کے تجربات سے ہے اسی وجہ سے دار العلوم میں دوسرے مایہ ناز اور اعلیٰ قابل ترین اساتذہ ہونے کے باوجود ہر طالب علم چاہتا کہ میرے اسباق حضرت مفتی صاحب کے پاس ہو جائیں اور میں حضرت سے پڑھوں۔

قد ولباس

حضرت مفتی صاحب درمیانہ قد، گندمی رنگ، گول اور پر وقار چہرہ، لمبی وگھنی ریش مبارک کے حامل اور تصنع ونمود ونمائش سے بالکل مبرا تھے نہایت صاف ستھرا وضع کا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ آپ کی چال ڈھال باوقار تھی چلتے وقت چست اور تیز رفتاری سے سیدھے چلتے تھے۔

گفتگو وکلام

حضرت کی گفتگو میں کم گوئی، وحلاوت، کبھی کبھی ہلکے پھلکے لطائف، وخوش طبع ومزاح ضرب الامثال کی آمیزش ہوتی تھی کہ آپ کی عادت شریفہ وصفت تھی کہ خواہ مخواہ کی باتوں سے اجتناب فرماتے تھے۔ ہاں درس وتدریس میں اور ضرورت کے وقت اپنی بات کو بلا کم وکاست اور بغیر کسی رعایت کے صاف صاف اظہار فرماتے تھے۔ آپ اپنے شاگردوں اور اپنے متعلقین ومعتقدین کو غلط بات پر ٹوکتے ان کی اصلاح فرماتے تھے لیکن غلطیوں پر تنبیہ کرنے کا بڑا پیارا انداز تھا آپ اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں سنت مصطفوی کے عامل تھے کسی سے کلام فرماتے تو نہایت شائستگی اور نرمی وعمدہ اخلاق سے کلام فرماتے۔

آپ ایسا کوئی کلام منہ سے نہیں نکالتے تھے کہ جس سے کسی کی دل شکنی ہو۔ہاں حق بات بے جھجک کہہ دیتے کسی کی رعایت نہ کرتے تھے۔

تقویٰ و پرہیز گاری

استاذ العلماء قبلہ مفتی صاحب جامع شریعت وطریقت عالم اور مفتی شرع متین تھے احکام شریعت کی بہت سخت پابندی فرماتے تھے اور حلال وحرام کا امتیاز تو تھا ہی مگر آپ شبہ کی چیزوں سے بھی بہت سخت اجتناب فرماتے تھے مجھ سے عاجز کو اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ حجام بال بنانے کے لئے حاضر ہو گیا۔مگر مدرسہ میں پانی موجود نہ تھا، حجام نے کہا کہ مسجد سے ایک چلو پانی لے آتا ہوں آپ نے منع فرمایا اور فرمایا مسجد کا پانی مسجد ہی میں استعمال کرنا چاہئے اس لئے تم کل آ جانا۔دار العلوم میں دار الاقامہ کے طلبہ کے لئے شہر کے لوگ پورا بکرا ذبح کر کے لے آتے تھے بعض شاگردوں نے ارادہ کیا کہ بہت گوشت پڑا ہوا ہے خواہ مخواہ نقصان ہوگا کچھ گوشت قبلہ استاذ کے گھر بھیج دیں۔آپ کو پتہ چلا منع فرمایا اور فرمایا ہمارے گھر ایک ٹکڑا گوشت کوئی نہ بھیجے کچھ شاگردوں نے عرض کیا حضرت دیگر مدارس میں بعض اساتذہ کرام گوشت لے جاتے ہیں اور شرع میں یہ رخصت بھی ہے۔کہ طلباء آپ کو ھدیہ کریں فرمایا وہ ہم سے اچھے مگر ہم اس کو پسند نہیں کرتے ہیں۔

خیال رہے صدقہ واجبہ سادات اور غنی پر ناجائز ہے۔یہ گوشت نہ صدقہ واجبہ ہوتا اور نہ ہی آپ سادات اور غنی میں سے تھے مگر کمال تقویٰ ہے کہ ادنیٰ شاگردوں اور متعلقین کے لئے مشعل راہ ہو جائے۔

اللہ ﷻ اور رسول ﷺ کی محبت واطاعت آپ کا سرمایہ زندگی تھا، حضرت صاحب قبلہ کی تمام تر زندگی محبت الٰہی وعشق نبوی ﷺ میں گزری۔شریعت پر استقامت اور متابعت سنت کا ذوق دل میں شعلہ فگن رہتا تھا۔درحقیقت یہ ہی عظیم ولایت اور بندگی ہے شرع مصطفوی پر آپ خود بہت سخت کاربند تھے اور اپنے شاگردوں اور اپنی اولاد امجاد کو اور اپنے متوسلین اور معتقدین ومریدین کو اس پر عمل پیرا ہونے کی بڑی سختی سے ہدایت اور تلقین فرماتے تھے گوٹھ اور گاؤں سے نئے طالب علم پڑھنے آتے تو ان کو سختی سے ہدایت فرماتے کہ اپنی شلوار اور تہبند ٹخنوں سے اوپر کر لیا کرو اور قمیض وکرتے کے بٹن بند کرو اور اپنی داڑھی مشت بھر رکھو اور مونچھیں پست کرو۔اور خوب صفائی کرو اور اچھی طرح وضوء ونماز کا خیال کر لیا کرو کہ آئندہ تمہیں لوگوں کا پیشوا بننا ہے اور دین متین کو لوگوں تک پہنچانا ہے فرماتے تھے،تم طلباء دین اگر شریعت محمدیہ پر عمل نہ کرو گے تو پھر لوگوں کو کس طرح نیک عمل کی ہدایت وتلقین کرو گے۔حضرت قبلہ مفتی صاحب ایک سچے عاشق رسول تھے حمد ونعت سنتے وقت آپ کبھی کبھی بے اختیار گریہ فرماتے تھے۔آپ خود بہت عمدہ شعر بھی فرماتے تھے مگر آپ کے اشعار سب عشق رسول ﷺ اور محبت الٰہی اور دین کی تبلیغ پر مشتمل ہیں۔

آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے غرور وتکبر سے بہت دور، سادگی، علم سے محبت اور ان تھک درس وتدریس میں محنت آپ کی عادت ثانیہ بن چکی تھی اس سادگی کے ساتھ آپ لباس عمدہ اور صاف وستھرا زیب تن فرماتے تھے آپ کو میلے کچیلے کپڑوں سے بہت نفرت تھی آپ اپنے تلامذہ سے فرماتے تھے کپڑے اگرچہ سادہ بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں مگر کپڑے صاف

ستھرے ہونے چاہئیں۔ اگر کسی طالب علم کے بدن پر پھٹا کپڑا نظر آتا تو فرماتے "بیٹے اس ظاہری عیب کو چھپاؤ، ظاہر مت کرو تا کہ اہل دنیا کی نظر میں معیوب نظر نہ آؤ" اور فرماتے تھے "اگر بظاہر تم غریب بھی ہو جاؤ تو اس کا کچھ خیال نہ کرو تمھارا دل متقی ہونا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں سب سے بہتر شے علم دین سے آراستہ فرمایا ہے جو سب سے بہترین چیز ہے۔

سیاست

قبلہ گاہ مفتی اعظم نے خود عملی طور پر کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن آپ کے بہت سے لائق ترین وذہین شاگردوں نے بھرپور حصہ لیا ان میں سے حیدرآباد میں مقرر شعلہ بیان، مولانا عبدالغفور قلندرانی، مولانا سید افسر علی شاہ صاحب، کونسلر بلدیہ حیدرآباد، کوئٹہ میں مولانا غلام محمد صاحب مینگل، اور خضدار میں مولانا محمد وارث صاحب، مولانا قادر بخش صاحب قلندرانی، مولانا محمد عالم بروہی، مولانا محمد مراد صاحب قلندرانی، قلات میں مولانا بلال نے قابل ذکر وقابل تحسین کارنامے انجام دیئے۔ اور تحریک نظام مصطفیٰ میں بھرپور حصہ لیا۔ دیگر صوبوں آزاد کشمیر اور بیرونِ ملک جو تلامذہ ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں۔

آپ کو چاروں سلاسل میں اکابر سے تمام اذکار واوراد واشغال واعمال کی اجازت وخلافت عطا ہوئی تھی۔

لیکن اس کے باوجود قبلہ مفتی صاحب مرید نہیں فرماتے تھے۔ آپ فرماتے تھے میری زندگی کا محبوب ترین وظیفہ اور مشغلہ درس وتدریس ہے اللہ تعالیٰ نے یہ خدمت دین سپرد کی ہے یہ اگر خوش اسلوبی سے مجھ سے انجام پائے تو ایک عظیم دینی خدمت اور عظیم سعادت اخروی ہوگی۔ پیری مریدی سے ممکن ہے میرے اس عظیم کارِ خیر میں خلل و کمی واقع ہو جائے تاہم لوگوں کے بہت اصرار والتجاء پر آپ بعض مخلص لوگوں کو شرف بیعت سے نوازتے تھے۔ (مجلہ خلیل علم ص ۸۱ تا ص ۸۷ ملخصاً)

تحریک پاکستان

آپ نے تحریک پاکستان میں بھی بھرپور حصہ لیا۔ تحریک پاکستان کا دور حضرت مفتی صاحب کے شباب وجوانی کا دور تھا۔ آپ مارہرہ شریف اور اس کے گرد ونواح میں ہونے والے مسلم لیگ کے جلسے جلوس میں بڑی دلچسپی سے حصہ لیتے رہے۔ آپ مسلم لیگ کا پرچم اٹھائے ہوئے جلوسوں کے آگے آگے چلتے تھے، کانگریس اور کانگریسیوں کا اپنی تقاریر میں ہمیشہ رد فرماتے اور یوں حصول پاکستان کی تحریک میں بھرپور حصہ لیتے رہے۔

زمانہ طالب علمی میں جب کہ (کانگریسی بیلچہ) "خاکسار تحریک" زوروں پر تھی اور اس کا ہر سو چرچا کیا جارہا تھا جگہ جگہ شہر شہر اس تحریک کے کونیئر اور اراکین گشت کر رہے تھے، اکابر علماء............ کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا جارہا تھا۔ گمراہ کن لٹریچر کی بھرمار تھی، اس دور میں مفتی صاحب نے اس تحریک کے چوبیس نکات کی شدید گرفت کی اور ان کے رد میں رسالہ "خنجر آبدار برفرقہ خاکسار" تحریر فرما کر قوم کو خبردار کیا اور ان سے ہوشیار رہنے کی ہدایت کی۔ (انوار علمائے اہلسنت سندھ ص ۸۶۰ بحوالہ خلیل العلماء ص ۱۸)

آپ کے فیض یافتہ ایک اور تلمیذ مولانا عبدالرحیم نقشبندی برکاتی آف کشمیر لکھتے ہیں:

فتاویٰ کی دھاک

خلیل ملت پر حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ الرحمتہ اور امام اہل سنت رحمتہ اللہ علیہ کی ایسی نظر تھی کہ وہ ''جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھا دیئے ہیں'' کا مظہر تھے۔ تدریس ہو یا تصنیف نعت گوئی ہو یا وعظ و بیان وہ ہر فن مولا تھے۔

فتویٰ

آپ بڑے غور و خوض اور کتب بینی کے بعد استفتاء کا جواب مرحمت فرماتے سندھ سے لیکر بلوچستان تک اکثر استفتاء آپ کے پاس آتے، آپ اس کا ایسا مکمل اور مدلل جواب رقم فرماتے کہ بڑے بڑے جید علماء و مفتیان گرامی آپ کے فتاویٰ کو تسلیم فرماتے ایک بار کشمیر میں ضلع باغ کے ایک دیوبندی نے ایک محفل میں کہہ دیا کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ اس پر میرے والد گرامی الحاج صوفی شیر احمد رحمتہ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے گستاخ کی سرکوبی کے لئے ملک بھر کے علماء سے فتوے منگوائے تو سب سے مدلل فتویٰ حضرت قبلہ مفتی اعظم سندھ کا تھا جس پر پورے سندھ کے بڑے بڑے علماء و مفتیان کرام نے تصدیقات رقم فرمائیں جب وہ فتویٰ آزاد کشمیر پہنچا وہاں کی عدالت نے گستاخ باری تعالیٰ کو گرفتار کروا کر پہلے مرغا بنایا پھر توبہ کرائی۔

آپ پر امام اہل سنت کا ایسا فیضان تھا کہ آپ کی تحریر کا بھی وہی انداز ہوتا تھا، جب لکھنے بیٹھتے تو نہایت متوجہ ہو کر لکھتے قلم مبارک یوں رواں ہوتا کہ رکتا نہیں مگر حروف کے دائرے اور شوشے کچھ اس طرح نظر آتے جیسے صاف شفاف فرش پر موتیوں کی قطار نظر آ رہی ہے، اس وقت فوٹو اسٹیٹ کا رواج کچھ کم تھا تو راقم الحروف کو حکم فرماتے، '' حافظ صاحب آؤ یہ فتویٰ نقل کر دو'' بندہ سوال و جواب نقل کرتا اور قبلہ مفتی اعظم کی تحریر کو دیکھ کر بار بار حیرت کرتا، کہ حروف موتی کی لڑیاں، لائینوں میں ایک جیسا وقفہ، کلام مختصر و جامع، جملے جچے تلے و عام فہم، جب آپ کو حج بیت اللہ و زیارت رسول ﷺ کا بلاوا آیا جو آپ کے لئے زندگی کی سب سے بڑی خوشی تھی تو آپ نے حاضری رجسٹر اساتذہ کرام پر لکھا جو تقریباً کچھ یوں تھا، '' فقیر حج بیت اللہ و زیارت روضہ ﷺ کی سعادت حاصل کرنے جا رہا ہے، کہیں آپ لوگوں کی بے توجہی دوسروں کی تضحیک کا باعث نہ بنے۔'' نہ لمبی چوڑی تمہید نہ تفصیل مختصر سا جملہ لکھا اور دستخط رقم فرما دیئے۔ اسے کہتے ہیں خیر الکلام ما دل و قل۔

راقم یہ کوشش کرتا کہ حضرت استاد گرامی کی نقل کرے چنانچہ ایک دن فتویٰ نقل کر کے آخر میں دستخط یوں کئے'' العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی '' روزانہ مشق کی وجہ سے نقل اصل کے بہت قریب تھی آپ رحمتہ اللہ علیہ کی نظر مبارک نقل پر پڑی تو فرمایا، کیا تو کمال ہے لیکن کسی دوسرے کے دستخط من و عن کرنا صحیح نہیں۔ (مجلہ خلیل علم ص ۹۰)

فتویٰ نویسی میں احتیاط

فتویٰ نویسی میں احتیاط کا یہ عالم تھا کہ آسان سے آسان مسئلہ بھی کتاب میں دیکھ کر فتویٰ لکھتے۔ مسائل کا صرف جواب

ہی نہ دیتے بلکہ اس کے ساتھ عقلی و نقلی دلائل بھی ضرور دیتے تھے۔ایک بار فرمایا کہ نظافت کے ایک مسئلہ کی تلاش تھی جو ۲۵ر سال کے بعد کتاب میں ملا۔ متقدمین کے بعد اعلیٰ حضرت امام اہلسنت کی تحقیق کے سامنے کسی کی تحقیق کو اہمیت نہ دیتے تھے قلم سے جوبات ایک مرتبہ لکھ دیتے وہ اتنی جامع ہوتی تھی کہ اسے قلم زد کرنے کا موقع نہ آتا تھا۔

بعض اوقات سائلین سوالات میں ہیر پھیر کر کے اپنے مطلب کا فتویٰ چاہتے تو ان سے وضاحت کراتے اور فرماتے کہ فرضی اور خیالی سوالوں کے بجائے فتویٰ لینے کے لیے اصل واقعہ اور اصل سوال لکھنا چاہیے۔اسی طرح آپ کبھی شرطیہ یا فرضی جواب نہ دیتے اور نہ کبھی سوال سے غیر متعلق جواب لکھتے، بعض اوقات سوالات چار صفحات پر ہوتے تھے مگر آپ ان کے جوابات مُدلّل، صرف چند سطور میں لکھ دیتے کہ یہی کافی ہوتا۔بعض وکلاء کا بیان ہے کہ دینی معاملات میں عدالتیں اس وقت تک مطمئن نہیں ہوتی تھیں جب تک دارالعلوم احسن البرکات سے خلیل ملّت کا فتویٰ نہ آجاتا۔(موت کا سفر ص ۱۸)

خلیل ملّت علیہ الرحمۃ والرضوان، ریڈیو پاکستان کے بھی ہر دلعزیز مقرر اور ادیب تھے چنانچہ محمد نعمان رضا خان برکاتی نگراں برکاتیہ ماڈل اسکول آف دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، دارالعلوم احسن البرکات اور ریڈیو پاکستان کے تعلق پر ایک نشاط انگیز تحریر میں لکھتے ہیں:

ریڈیو پاکستان سے تعلق

دارالعلوم احسن البرکات اور ریڈیو پاکستان حیدرآباد کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ۱۹۴۷ء میں پاکستان وجود میں آیا۔ جولائی ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم احسن البرکات وجود میں آیا۔اس کے چند سال بعد ہی ریڈیو پاکستان نے حیدرآباد سے اپنی نشریات کا آغاز کیا۔حسن اتفاق سے ریڈیو پاکستان حیدرآباد جس عمارت میں قائم ہوا وہ دارالعلوم احسن البرکات کے عین سامنے تھی۔ چنانچہ فطری طور پر ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے ارباب نشریات نے دارالعلوم احسن البرکات میں حاضر ہو کر خلیل ملّت مفتی اعظم سندھ وبلوچستان علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمۃ سے درخواست کی کہ انہیں ایک بہترین قاری مہیا کیا جائے جو روزانہ نشریات کا آغاز کرے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دارالعلوم، روز تاسیس سے ہی قرأت و تجوید، تدریس و تحریر اور بہت سے فنون میں خود کفیل ہے۔ چنانچہ خلیل ملّت علیہ الرحمۃ نے اپنے شاگرد خاص اور دارالعلوم کے حفظ و قرأت کے مدرس حضرت قاری عبداللطیف ملتانی مدظلہ کو حکم فرمایا اور اس طرح ریڈیو پاکستان حیدرآباد کی نشریات کے آغاز کی سعادت دارالعلوم احسن البرکات کے حصے میں آئی۔کئی سال تک قاری صاحب موصوف پابندی کے ساتھ ریڈیو سے تلاوت فرماتے رہے۔ وہ نہ صرف استاذ القراء تھے بلکہ ایک بہترین نعت خواں بھی تھے۔اس طرح ریڈیو پاکستان کا تعلق اور وسیع ہوا۔ پھر جب ریڈیو پاکستان حیدرآباد سے دینی محافل اور پروگراموں کی تشکیل دی گئی تو خود خلیل ملت علیہ الرحمۃ کی تفسیر القرآن ''صراط مستقیم'' کے پروگرام میں وقتاً فوقتاً کئی سال نشر ہوتی رہی۔ جس کے مسودات آج بھی ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ریڈیو سے دارالعلوم کی وابستگی اس وقت عروج پر پہنچی جب ریڈیو پاکستان حیدرآباد نے رمضان المبارک۔کے مہینے

میں سحری وافطار کے اوقات نشر کرنے کو خلیل العلماء حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خاں البرکاتی القادری کے ترتیب دیئے ہوئے نقشہ سے اوقات نماز کو منسلک کر دیا اور خلیل ملت علیہ الرحمتہ کے مشورے سے سحری وافطاری کے اوقات احتیاطی منٹ کے ساتھ نشر ہوتے رہے۔ یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے اور ریڈیو پاکستان حیدرآباد کے ذمہ دار افراد اس شرعی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے احسن البرکات میں تشریف لاکر ہی اپنے اطمینان کی تکمیل کرتے ہیں۔ (مجلہ خلیل علم، ص ۹۴ حیدرآباد)

خلیل ملت علیہ الرحمتہ ایک بے مثال خطیب اور مقرر بھی تھے چنانچہ حافظ **محمد** جواد رضا خاں برکاتی حضور خلیل ملت قدس سرہ کے مقامات خطابات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مقامات خطابت

میرے دادا حضور خلیل ملت والدین کی تقریروں سے تو حیدرآباد شہر کے علاوہ قرب وجوار کے اکثر شہروں کوٹری، جامشورو، ٹنڈو محمد خان، ٹنڈو آدم، ہٹارو، ٹھٹھہ، نواب شاہ، شہداد پور، میرپور خاص کی فضائیں گونجتی رہیں مگر خصوصیت کے ساتھ دادا حضور علیہ الرحمتہ نے مستقل طور پر جن مقامات پر خطابت فرمائی ان میں سب سے بڑا اجتماع عیدین کی نماز میں سول ہسپتال حیدرآباد فوارہ چوک کے پاس ہوتا تھا۔ جہاں تینوں طرف تاحد نگاہ مجمع ہوتا اور اللہ کے حضور سر بسجود ہونے والوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہوتا اور لطف کی بات یہ، جو حضرت کی کرامت بھی ہے کہ نماز بغیر اسپیکر کے پڑھاتے اور مکبرین اس منظم انداز سے تکبیر کہتے کہ کسی سمت کے نمازیوں کو ذرہ بھر دقت نہ ہوتی تھی اور سب نہایت اطمینان کے ساتھ نماز عیدین ادا کرتے تھے۔ ان دنوں دادا حضور خلیل ملت کی رہائش گاہ دارالعلوم کے قریب بھی، لہٰذا آپ پنج وقتہ نماز کی امامت اور جمعہ کی خطابت دارالعلوم سے ملحق مسجد خضراء میں کرتے تھے نماز عید کے اجتماع اور جمعہ کے خطاب سننے کے لیے دور دور سے نمازی پہنچتے تھے آپ کی تقریر میں مسائل اور فضائل دونوں طرح کے موضوع ہوتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والوں اور آپ کی تقریر سننے والوں کو کسی اور جگہ لطف نہ آتا تھا یہی وجہ تھی کہ آپ کے مستقل نمازی دیگر اماموں کے پیچھے بادل نخواستہ ہی نماز پڑھتے تھے۔ پھر جب آپ کی رہائش گاہ لطیف آباد میں ہوگئی تو لطیف آباد نمبر ۶ گول مسجد کے منتظمین نے دادا حضور سے درخواست کی کہ وہ عیدین اور جمعہ کی خطابت وامامت اس مسجد میں فرمائیں۔ آپ نے ان کی اس خواہش کو پورا فرمایا اور کئی سال تک گول مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ اس طرح ۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۲ء تک گول مسجد میں دین متین کی تبلیغ فرمائی۔ پھر جب لطیف آباد نمبر ۶ میں موجودہ مسجد اقصیٰ کا سنگ بنیاد رکھا گیا تو دادا حضور خلیل ملت علیہ الرحمتہ کی کاوشوں سے تعمیر جدید، تکمیل کے مراحل میں پہنچی اور تقریباً پانچ سال آپ نے یہاں عیدین اور جمعہ کی خطابت فرمائی۔ جب زبان پر چھالوں کی تکلیف کی وجہ سے تقریر میں دقت ہونے لگی تو اہل محلہ کی شدید خواہش پر دادا حضور رحمتہ اللہ علیہ نے میرے والد گرامی مجاہد العلماء حضرت مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ کو جامع مسجد اقصیٰ میں پنج وقتہ امامت اور خطابت کے لئے مقرر فرمایا۔ (والد گرامی ۱۹۷۶ء سے اب تا وہاں خطیب ہیں) (مجلہ خلیل علم ص ۱۰۹)

بڑوں کی طرح بچوں میں بھی آپ کی کتابیں بے حد مقبول ہیں، اس مقبولیت کا ذکر کرتے ہوئے آنسہ مدیحہ خانم برکاتی سلمہا اپنے ''دادا کی نعتیں، باتیں اور کتابیں'' کے عنوان سے لکھتی ہیں:

محبتِ خلیل

میرے پیارے دادا کا نام حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی ہے

میں نے اپنے دادا علیہ الرحمۃ والرضوان کو اگرچہ دیکھا نہیں مگر ان کی تمام باتیں میں نے اپنے بڑوں سے سنی ہیں، کہ میرے دادا کیسے تھے؟ انہوں نے دین اسلام کے لئے کیا خدمات انجام دیں؟ انہیں کیا پسند تھا؟ وہ کیسے کپڑے پہننا پسند کرتے تھے؟ ان کی تمام باتیں اور واقعات سن کر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے وہ میرے قریب ہی موجود ہیں۔ میں نے اپنے دادا کی تصویر دل میں بنا رکھی ہے جب میں اس فرضی تصویر کو دیکھتی ہوں تو وہ مجھے بہت اچھے لگتے ہیں اور میں سوچتی ہوں کہ وہ اگر ابھی میرے سامنے موجود ہوتے تو کتنا مزہ آتا، میں نے انہیں دیکھا نہیں ہے مگر ان کی آواز تقاریر میں سنی ہیں۔ میرے دادا بہت اچھے مصنف بھی تھے۔ انہوں نے ساٹھ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں میں چند کتابیں بہت زیادہ مشہور ہیں جن میں دو کے نام یہ ہیں۔ ۱۔ ہمارا اسلام، ۲۔ سنّی بہشتی زیور۔ یہ کتابیں نہ صرف پاکستان بلکہ پوری دنیائے اسلام میں جہاں کہیں مسلمان آباد ہیں، بہت مشہور ہیں کہ اس میں میرے دادا نے نہایت ہی اچھی اور پاکیزہ باتیں لکھی ہیں جب میں چھوٹی سی تھی تو میں ''آغا'' کے ساتھ اکثر دادا کے مزار پر حاضری دیتی تھی اب میں کبھی کبھی دادا کے مزار پر دور سے فاتحہ پڑھ لیتی ہوں۔

میرے دادا ایک مشہور عالم، مناظر، خطیب، مصنف، ولی کامل اور مفتی تھے۔ انہوں نے اپنی کتابوں میں مسائل کے بارے میں اور اسلامی عقائد کے بارے میں لکھا۔ بڑی کتابوں کے علاوہ انہوں نے اور کتابیں لکھیں جس میں ''اسلامی گفتگو'' بہت اہم ہے۔ جو مجھ جیسے بچوں اور بچیوں کے لئے ہے۔ ان کتابوں کو پڑھ کر ہماری اصلاح ہوتی ہے اور کئی مفید معلومات ہمیں حاصل ہوتی ہیں۔ میرے دادا نے بہت اچھی نعتیں بھی لکھی ہیں ان کی ایک نعت:

''الٰہی روضۂ خیر البشر پر میں اگر جاؤں''

تو بہت ہی مشہور ہے اور اس نعت کو پاکستان کے چار بڑے نعت خوانوں نے بڑے خوبصورت انداز میں اپنی اپنی طرز میں پڑھا ہے۔ مجھے اپنے دادا بہت اچھے لگتے ہیں اور کبھی کبھی ان کی یاد بھی آتی ہے اور کبھی ان کی کمی بھی محسوس ہوتی ہے۔ میری خواہش ہے کہ میرے دادا خواب میں آکر ایک دفعہ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میرے دادا کے درجات مزید بلند فرمائے۔ آمین (مجلہ خلیل علم ص ۹۶)

خلیل العلماء کے فیض یافتہ ایک اور شاگرد جناب طاہر بیگ، لیکچرار شعبہ انگریزی گورنمنٹ ڈگری سائنس اینڈ کامرس کالج کورنگی کراچی، رقم طراز ہیں:

تواضع وتقویٰ

جناب مفتی صاحب کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ یہ آپ کی سادگی بھی تھی اور تواضع وخاکساری اور انکساری بھی۔ کئی مرتبہ اس احقر طالب علم نے آپ کو تن تنہا پیدل چلتے ہوئے جابجا دیکھا ایک عام آدمی کی طرح آپ شاہی بازار حیدر آباد میں جاتے۔ اس ناچیز کو کئی مرتبہ چلتے پھرتے راستے میں سلام کرنے کا موقع ملا۔

آپ خیال کرنے والے محسن وشفیق بھی تھے ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ اتوار کا چھٹی والا دن تھا اور اس روز حیدر آباد میں ضمنی انتخابات ہو رہے تھے لہٰذا مدرسہ کی چھٹی تھی۔ مجھے معلوم نہیں تھا میں مدرسہ آیا تو دیکھا کہ چھٹی ہے۔ باہر مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی سلام ہوا اور میں نے عرض کیا کہ آج چھٹی کا دن ہے میں لطیف آباد نمبر ۱۲ سے آتا ہوں (کیونکہ دیگر ایام میں آفس جاتا تھا) تو مفتی صاحب نے استاذ عبدالحفیظ صاحب قادری سے ارشاد فرمایا کہ یہ بچہ دور سے آیا ہے اسے آپ پڑھادیں۔ تو استاذ صاحب نے حسب ارشاد مجھے نیچے بٹھا کر پڑھادیا جہاں آجکل مکتبہ قاسمیہ برکاتیہ ہے۔

ایک دعوت کا ذکر ہے کہ مدرسہ کے ایک طالب علم کے گھر پر دعوت ولیمہ تھی (نزد مسجد نور الاسلام یونٹ نمبر ۸) اس دعوت میں جناب مفتی صاحب تھے۔ صوفی رضا محمد صاحب تھے اور طلباء حضرات اور یہ حقیر طالب علم بھی تھا۔ مفتی صاحب نے پرہیز کی وجہ سے کھانا مطلق نہ کھایا مگر ایک مسئلہ معلوم ہوا وہ یہ کہ ایک صاحب نے جو کہ خود مہمان تھے کھانا کھاتے ہوئے مفتی صاحب کو کھانے کے لئے کہا تو آپ نے بروقت فرمایا کہ آپ کسی اور کو کھانے کے لیے نہیں کہہ سکتے کیونکہ آپ مدعو کئے ہوئے مہمان ہیں میزبان جو آپ کو کھلائے وہ آپ کھا سکتے ہیں مگر از خود کسی کو کھلا نہیں سکتے مفتی صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ بعض مسائل ایسے ہوتے ہیں جب تک عملی طور پر واسطہ نہ پڑے مسائل کی واقفیت نہیں ہوتی۔ حج کے دوران اس کا تجربہ ہوا۔

میں نے مفتی صاحب کو دیکھا ہے کہ آپ گھڑی میں زنجیر Chain استعمال نہیں کرتے تھے آپ فرماتے کہ دھات کا استعمال ممنوع ہے۔ آپ یہ بھی فرماتے کہ بعض علماء کے نزدیک چین والی گھڑی جائز ہے۔ بعض لوگ چین والی گھڑی پہنتے کیونکہ بعض نے اسے جائز بتایا ہے۔ بہرحال احتیاط برتنی چاہئے۔ ایک مرتبہ مجھ سے بات کرتے ہوئے کہا کہ عصر کے بعد لکھنے پڑھنے سے دماغی کمزوری ہوتی ہے۔ خود اپنی مثال بیان فرمائی کہ عصر کے بعد میں لکھتا تھا یعنی لکھنے کا کام کرتا تھا۔ چند دنوں میں میں نے دماغی کمزوری محسوس کی جب توجہ کی تو احساس ہوا کہ یہ عصر کے بعد لکھنے پڑھنے کے کام کی وجہ سے ہے پھر ایسا کرنا ترک کردیا۔

عصر کے بعد کا وقت ملنے جلنے میں آنے جانے میں گزارنا چاہئے مفتی صاحب طلباء اور اساتذہ دونوں کی حاضری کا خاص خیال فرماتے۔ جب کوئی مدرس ضرورت سے زیادہ لیٹ ہوجائے اور اس تاخیر میں تواتر بھی ہو تو آپ نظر پڑنے پر خیریت پوچھتے تھے تبسم کے ساتھ۔ (مجلہ خلیل علم ص ۱۲۵ تا ۱۲۶)

پیکر تواضع وانکساری

حضرت خلیل ملت ، علیہ الرحمۃ والرضوان ، اکابر کی طرح مجسم ، تواضع وانکساری کا پیکر تھے ، اور صاحب علوم وفنون کے باوجود ، اپنی ذات کو نہایت بے مایہ گردانتے تھے ۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں :

اللہ تبارک وتعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان کہ اس نے مجھ جیسے بے مایہ و بے بضاعت کو یہ توفیق خیر رفیق عطا فرمائی کہ اس فقیر نے مایۂ علم وحسن سے کورا ہونے کے باوجود " ہماری نماز " کی تالیف کے بعد مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے چند سال قبل " ہمارا اسلام " کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ، جو پانچ حصوں پر مشتمل ہے ، اور ہر حصہ شعبۂ عقائد وشعبۂ اعمال پر منتظم ۔

جس وقت یہ کتاب شائع ہوئی اس وقت ہیچمدان کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ یہ کتاب عوام وخواص میں اس قدر مقبول و پسندیدہ ہوگی جس کا اندازہ اساطینِ دین وملت وعلمائے اہلِ سنت و جماعت کی اس قدر افزائی سے ہوتا ہے جو ان کی زبان حق ترجمان اور قلمِ حق رقم سے وقتاً فوقتاً ظہور میں آیا ۔ فالحمد للہ رب العالمین

انہیں ایام میں اس سر تا پا بے بضاعت سے بعض احباب نے تقاضا کیا کہ فقہی مسائل پر مشتمل ، میں ایک ایسی کتاب بھی ترتیب دوں جس سے مسلمان عورتیں استفادہ کر سکیں اور جس میں طہارت ونماز کے مسائل خصوصاً ایسے نہج پر لکھے جائیں کہ عام حالات میں یہ کتاب ان کی صحیح رہنمائی کر سکے اور بہترین رفیق ثابت ہو ۔

یہ ہیچمدان کہ حقیقتاً علمائے کرام کی خاک پا کے برابر بھی نہیں اپنی اہم مصروفیات کے باوجود اپنے اساتذہ کرام ومشائخ عظام کی عنایات کی بدولت ، جو اس فقیر پر مبذول رہی ہیں اور آج بھی رہتی ہیں ۔ اپنی سی کوشش میں کامیاب ہوا ۔ اور " بہار نسواں " المعروف سنی بہشتی زیور کے نام سے یہ کتاب ترتیب دے کر آپ کی خدمت میں پیش کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے ۔ اس فقیر کو اس مقصد میں کہاں تک کامیابی ہوئی اس کا فیصلہ اہل علم فرمائیں گے ۔

فروری ۱۹۷۴ء میں یہ کتاب پہلی مرتبہ کراچی سے شائع ہوئی اور صرف ۳ ماہ کی قلیل مدت میں ، ہاتھوں ہاتھ گئی ۔ احباب کے تقاضے بڑھے ، کہ اس میں اور اضافہ کیجئے ۔ قارئین نے اصرار کیا کہ اس کی ضخامت بڑھایئے ۔ ادھر درس و تدریس کی مصروفیات میں تنہا اور کار بسیار ۔ ابھی اسی تردد وکشمکش میں تھا کہ ایک موذی مرض کے حملہ کا شکار ہو گیا اور مہینوں اس کی زد میں رہا ۔

بزرگوں کی دعاؤں نے دوبارہ طاقت ور کیا ۔ زندگی بخشی ۔ چراغ سحری جھلملا رہا تھا کہ پھر روشن ہو گیا ۔ غرض " بہار نسواں " میں اضافے کی نیت سے قلم اٹھایا اور پھر میرے اساتذہ ومشائخ کرام کا کرم اور ان کا التفات تام تھا کہ توفیق الٰہی سے کام سنورا اور سنورتا ہی چلا گیا ۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء و الله ذوالفضل العظيم

قارئین سے پھر التماس ہے کہ اس فقیر گناہگار کے حق میں دعائے خیر فرمائیں کہ مولائے کریم خاتمہ بالخیر فرمائے ۔ (سنی بہشتی زیور ص ۱-۲)

خلیل ملت پر اساتذہ کا فیضان

مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ صدر الشریعتہ مولانا محمد امجد علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے ان ارشد تلامذہ میں سے ہیں جن کا تذکرہ انھوں نے اپنی مشہور کتاب ''بہار شریعت'' میں فرمایا ہے۔ مفتی صاحب مارہرہ شریف میں اپنی تعلیم کا آغاز فرمانے کے بعد پھر اپنے مولد دادوں تشریف لے آئے اور مکمل تعلیم کے لیے، نواب ابوبکر خان صاحب شروانی کے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ میں ۱۳۵۳ ھج/ ۹ رمارچ ۱۹۳۵ء کو داخل ہوئے اور آخر تک وہیں رہے، دورۂ حدیث تک صدر الشریعتہ سے پڑھا۔ ۱۹۴۵ء میں فارغ ہوئے۔ مفتی صاحب کے پاس سند حدیث کے علاوہ سندِ قرآن بھی ہے۔ جس کا سلسلہ ۱۳ واسطوں سے ساتوں قراۃ میں سیدنا عثمان بن عفان، مولا علی، ابی بن کعب، زید بن حارث اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے توسط سے حضور پُر نور سید عالم ﷺ تک پہنچتا ہے۔ یہ سند آپ کو مرشد گرامی اولادِ رسول سید محمد میاں صاحب قادری رحمتہ اللہ سے عطا ہوئی۔

تعلیم سے فراغت پاتے ہی تدریس و تبلیغ کے امور سونپ دیئے گئے۔ چنانچہ آپ نے تنہا اور مرشد گرامی کی معیت میں ہندوستان کے مختلف صوبوں میں کئی شہروں کے تبلیغی دورے کئے، کچھ عرصے میرٹھ چھاؤنی میں بحیثیت فوجی مبلغ بھی فرائض انجام دیئے۔ فراغت کے چار سال کے بعد ۲۹ رسال کی عمر میں مرشد گرامی نے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف کے دار الافتاء میں اہم ذمہ داری دے کر منصب افتاء پر بٹھادیا جہاں سے آپ نے فتویٰ نویسی کا آغاز فرمایا۔

آپ نے اپنی زندگی میں کل اٹھارہ ہزار تین سو پچاس ۱۸۳۵۰ صفحات تصنیف فرمائے اور یہ اتفاق ہے کہ شعور کے بعد آپ کی زندگی کے کل ایام بھی (۵۱ سال) اٹھارہ ہزار تین سو پچاس بنتے ہیں۔

ساڑھے چار ہزار فتاویٰ کا عظیم الشان ذخیرہ اس کے علاوہ ہے، جو ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ (موت کا سفر ص ۱۵-۱۶)

خلیل العلماء کا قلم

خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہٗ کی ذات اہل سندھ کے لئے محتاج تعارف نہیں؟ آپ نے اپنی گرانمایہ تصانیف کے ذریعہ، دین اسلام کی جو اعلیٰ خدمات سرانجام دی ہیں، اہل اسلام رہتی دنیا تک ان کے رہین منت رہیں گے۔

آپ نے تحریر کے ذریعہ، اپنے زمانۂ پرفتن میں، امام احمد رضا محدث بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے اس مشن کو جاری رکھا جس کو امام بریلوی نے تن تنہا عروج تک پہنچایا اور جسکا امنتہا، احقاق حق اور رد باطل کے ساتھ تمام مسلمانوں کے دلوں میں عشق رسالت ﷺ کو استقامت دینا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی کی تحریر میں جابجا امام احمد رضا کے قلم کی خوشبو رچی بسی ہے اور وہ اپنے فتاویٰ اور تصانیف میں امام بریلوی کی طرز اپنائے ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنی زندگی کا نصف حصہ ہند میں اور نصف سندھ میں خدمت دین میں گزارا، اس طرح کہ جنبش قلم آخری لمحہ

تک دین کی تبلیغ میں وقف رہی!(خلیل العلماء ص ۳)

قلمی کام کی کثرت

حافظ محمد جواد رضا برکاتی، حضرت خلیل علیہ الرحمتہ کے قلم کی تحریک پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں:

عاشق امام احمد رضا محدث بریلوی مفتی اعظم پاکستان خلیل ملّت مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی نوراللہ مراقدہما، نے، امام اہلسنت عظیم البرکت کے نقش قدم پر چلتے ہوئے، اتنا قلمی کام کیا ہے کہ میرے والد گرامی، اور میرے استاذ محامد العلماء علامہ غلام محی الدین خاں القادری المعروف احمد میاں برکاتی دامت برکاتہم العالیہ، اب تک وہ سمیٹ رہے ہیں، اور آج کل ان کی پوری توجہ ''فتاویٰ خلیلیہ'' کی طباعت پر ہے۔ اسی دوران، میں نے والد گرامی (آغا جان) سے عرض کیا، (حضرت والد گرامی کو تمام شاگرد، مریدین، محبین، معتقدین، اور خاندان کے سب ہی بچے بلکہ بعض بڑے بھی ''آغا جان'' کہہ کر پکارتے ہیں بلکہ اب تو دارالعلوم کے بعض اساتذہ گرامی بھی آغا جان کہنے لگے ہیں) کہ نعت خواں، بچیوں، مردوں اور خواتین کے لئے ایک کتاب ذکر میلاد اور منتخب نعتوں کی ہونی چاہئے، جس میں تمام کلام مستند اور معتبر ہو، آغا جان نے فوراً ایک کتاب ''میلاد حسن'' نکال کر سامنے رکھدی، جس میں ابتداء میں، حضرت مولانا حسن رضا خاں علیہ الرحمتہ کا لکھا ہوا میلاد نامہ تھا اور اس سے متصل، دادا حضور کا لکھا ہوا میلاد نامہ اور ان ہی کی منتخب کردہ نعتیں تھیں، فقیر راقم الحروف نے ابتدائی حصہ، چھوڑ کر بقیہ کو ''میلاد خلیل'' کے نام سے مرتب کیا اور مزید کلام بھی شامل کیا، جو ''جمالِ خلیل''، خلیل ملت علیہ الرحمتہ، اور ''برکات مجل'' از مفتی احمد میاں برکاتی زیدت مکارمہم سے لے گیا۔(میلاد خلیل ص ۹)

ہماری نماز کی بارگاہ نبوی میں مقبولیت

جس طرح خلیل ملّت علیہ الرحمتہ نے، ایک ایسی کتاب کا ترجمہ فارسی سے اردو میں کیا، جو کہ مقبول بارگاہ رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، کتاب کا نام ''سبع سنابل'' ہے اور مصنف حضرت سید السادات میر سید عبدالواحد بلگرامی علیہ الرحمتہ ہیں اسی طرح خود خلیل ملّت کی ایک کتاب کو مقبولیت کا یہی شرف حاصل ہوا، چنانچہ خود تحریر فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ'' نبوت گئی، اب میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ہاں! بشارتیں باقی ہیں۔اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے یا اس کے لئے دیکھا جائے۔الحمدللہ کہ اس کتاب کے زمانہ تصنیف واشاعت کے دو ایک سال بعد فقیر قادری کے ایک محب صادق اور عقیدتمند مقتدی محمد شفیع خاں صاحب اجمیری نے ایک روز بعد فجر مدرسہ میں تشریف لاکر فرمایا ''مفتی صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے اسے سنانا چاہتا ہوں'' فقیر نے درس سے فارغ ہوکر کہا '' بسم اللہ ارشاد فرمائیں: کہنے لگے ''کل رات بعد نماز عشاء میں نے آپ کی کتاب ''ہماری نماز'' کا کچھ حصہ حسب معمول مقتدیوں کو سنایا پھر گھر آ کر سو گیا، کیا دیکھتا ہوں کہ میں مدینہ طیبہ میں گنبد خضراء کے سامنے حاضر ہوں کہ اتنے میں میری نظر الماری پر پڑی جس میں قرآن کریم اور دوسری کتابیں نظر آئیں۔وہاں گیا اور دیکھا کہ انہیں کتابوں میں ایک آپ کی کتاب ''ہماری نماز'' بھی موجود

ہے مسجد نبوی میں آپ کی یہ کتاب پا کر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ میں نے بے ساختہ اظہار مسرت کرتے ہوئے بحالتِ خواب ہی یہ کہا واہ واہ! مفتی صاحب کی کتاب یہاں بھی موجود ہے۔ ابھی میں اس کتاب کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک میری آنکھوں کے سامنے ایک اور منظر آ گیا۔ میں نے دیکھا کہ مزار پُر انوار کے دروازے سے آگے ایک اور پھاٹک نصب ہے۔ میں ادھر بڑھا تو آپ پر نظر پڑی کہ پھاٹک پر پہرہ دے رہے ہیں۔ میں اپنے دل میں بڑا خوش ہوا کہ اب مفتی صاحب کے ذریعے اندر حاضری نصیب ہو سکے گی چنانچہ میں آپ کی طرف آیا اور کہا کہ مفتی صاحب! ذرا پھاٹک کھولیے تا کہ میں اندر جا کر زیارت کر سکوں آپ نے فرمایا: بابو جی (محمد شفیع خاں صاحب مرحوم) اب تو پھاٹک بند ہو چکا ہے، اب تو وقت پر ہی کھولا جائے گا۔ اس سے پہلے نہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی تو اذان فجر ہو رہی تھی۔ اس خواب کا مضمون بھی یہی تھا کہ اور کم و بیش الفاظ بھی یہی۔ پھر الفاظ میں فرق ہو سکتا ہے۔ اس واقعہ کو بھی بیس بائیس سال کا عرصہ گزر چکا اور اس خواب کی تعبیر فقیر نے یہی لی کہ اس سگِ بارگاہ پر بزرگان دین کے طفیل حضور اقدس ﷺ کی نظرِ عنایت ہے۔ فالحمد للہ و ھو ولیہ۔ مولائے کریم انہیں کے دین متین کی سچی خدمات کی توفیق بخشے اور فقیر کی تمام تالیفات و تصنیفات کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرما کر اس بندۂ گناہ گار کا خاتمہ قرآن و سنت اور مذہب اہل سنت پر فرمائے اور دارین میں نوازے۔ آمین بجاہ النبی الامی الامین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم۔

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ (ہماری نماز ص ۱۶)

''ہمارا اسلام'' کی شہرت

خلیل ملت نور اللہ مرقدہٗ نے پاکستان آنے کے بعد ۱۹۵۰ء میں ہی، امام اہلسنت اعلحضرت الشاہ امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی اشاعت پر توجہ دی تھی اور امام اہلسنت کے کئی رسالے طبع کرائے تھے۔ اسی زمانہ میں خلیل ملّت کی تصنیف ''ہمارا اسلام'' کا شہرہ ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ کتاب علماء و عوام کی آنکھوں کا تارا بن گئی۔ کتاب کی ڈیمانڈ بڑھتی جا رہی تھی اور خلیل ملّت تنہا اس ضرورت کو پورا نہ کر سکتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے علامہ عبد الحکیم شرف قادری کی خواہش پر، طباعت کی اجازت ان کو دے دی۔ کتاب کی مانگ مزید بڑھی تو لاہور کے ایک مشہور ادارے نے وہ کتاب مولانا شرف قادری صاحب سے لے لی اور اس کو مزید خوبصورت طریقے سے چھاپا۔ اب کتاب امریکہ، یورپ اور افریقی ممالک میں بہت جانے لگی۔ اس دوران خلیل ملّت کے نورانی قلم سے کئی کتب لکھی گئیں۔ جن میں ''سنی بہشتی زیور'' نے بہت شہرت حاصل کی۔ خلیل ملت کی آخری تصنیف ''موت کا سفر'' زیرِ قلم تھی کہ حضرت واصل باللہ ہوئے۔ (مقالات خلیلِ ص ۴-۵)

پھر حضرت کی وصیت کے مطابق مفتی احمد میاں برکاتی نے اس کو مکمل فرمایا:

یہ بھی خلیل ملت کا فیضان ہی کہیے کہ حیدرآباد ہی کے ایک نوجوان ادیب محمد وسیم صاحب کو شوق ہوا اور انہوں نے ''ہمارا اسلام'' کا انگریزی میں ترجمہ کر دیا۔ جو جلد ہی چھپ گیا اور دو سال کے عرصہ میں اس کے چار ایڈیشن آ گئے۔ اسی دوران ایک

فاضل نے" ہمارا اسلام" سندھی میں منتقل کردیا اور وہ" اسان جو اسلام" کے نام سے ضیاء القرآن نے چھاپا۔

مفتی صاحب علیہ الرحمتہ والرضوان، روحانیت کے بھی شہسوار تھے چنانچہ حافظ محمد جمیل قادری رضوی، صدر بزم رضا پاکستان، حیدرآباد خلیل العلماء کے روحانی فیض کا تذکرہ ان الفاظ میں لکھواتے ہیں:

روحانی فیض

حضرت خلیل ملتِ جلیل امت، علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی قدس سرہ کے روحانی فیوض و برکات کے یوں تو بہت طویل واقعات ہیں۔ مگر اس نشست میں، میں آپ کو صرف ایک واقعہ سنانا چاہتا ہوں،

جب دارالعلوم احسن البرکات میں درس نظامی کا آغاز ہوا، تو حضرت خلیل ملت نے محدث اعظم پاکستان حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سردار احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ کو خط لکھا کہ درس نظامی کے شائقین طلبہ، احسن البرکات میں بھیجیں، محدث اعظم قدس سرہ نے اسوقت دو طالب علم مولانا حافظ محمد سعید قادری اور مولانا حبیب الرحمٰن شاہ کو پڑھنے کے لئے احسن البرکات بھیج دیا۔ ان دونوں طلبہ کو لینے میں اور قاضی سید محمد بشارت علی رضوی علیہ الرحمتہ اسٹیشن پہنچ گئے اور طلبہ کو لائے۔

دوسرے دن جب تعلیم کا آغاز ہوا اور حضرت خلیل ملت قدس سرہ نے ان دونوں طلبہ کو پڑھایا تو پہلی نشست ہی میں ایسا روحانی فیضان ڈالا کہ ان کے سینوں میں آتش عشق بھڑکا دی جب یہ دونوں حضرات پڑھ کر کمرے سے باہر نکلے تو کسی سے بات نہ کرسکے اور سیدھے مسجد خضراء میں چلے گئے۔ اور وہاں سجدہ میں جاکر دیر تک روتے رہے۔ جب گریہ سے قرار آیا تو مسجد سے دوبارہ مدرسہ میں آئے، ملاقات ہوئی تو بتایا کہ حضرت مفتی صاحب قبلہ نے ایسا فیضان جاری فرمایا کہ ہم سے برداشت نہ ہوسکا۔ تجلیات علم نے ہمارے دلوں میں آتش شوق کو بھڑکا دیا۔ اور اتنی دیر رونے اور آنسو بہانے کے بعد ہمیں قدرے قرار ملا۔ اس وقت سے آخر تعلیم تک بلکہ آخری عمر تک مولانا سعید احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ حیدرآباد میں ہی رہے اور دارالعلوم سعیدیہ غوثیہ رضویہ قائم فرمایا اور مولانا حبیب الرحمٰن شاہ صاحب تبلیغ دین کے لئے انگلینڈ چلے گئے۔ سچ ہے" اللہ والوں کی ایک لمحے کی صحبت، صد سالہ عابد بے ریا کی عبادت سے بہتر ہے۔" (مجلہ خلیل علم صفحہ ۷۶)

ایک بدعقیدہ سے مناظر

حضرت خلیل ملت علیہ الرحمتہ، ایک بہترین مناظر بھی تھے اور طلبہ کو اکثر، مناظرہ کے اصول بھی بتاتے تھے۔ آپ نے اپنے زمانہ طالب علمی میں بریلی شریف میں، ایک مناظرہ کیا، اس وقت آپ کی عمر انیس ۱۹ سال کے لگ بھگ تھی۔ اس مناظرہ کا حال خود، اپنی قلمی یادداشت میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں:

" ولدی العزیز مولوی احمد میاں برکاتی نے اصرار کیا کہ میں اس سرگزشت میں بریلی والا مناظرہ بھی شامل کردوں لہٰذا

اب ایک دلچسپ واقعہ بھی سن لیجئے

اس واقعہ کا تعلق غالباً ۱۳۵۷ھ/ ۱۹۳۸ء سے ہے۔ ماہ صفر المظفر میں عرس شریف رضوی کے موقع پر حسب معمول بریلی شریف حاضری دی۔ مدرسہ حافظیہ میں زیر تعلیم فقیر اور اس کے ہم درس دہم جماعت چند طلبہ کا حضرت صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سرپرستی میں، چھوٹا موٹا قافلہ آستانۂ عالیہ رضویہ پہنچا۔ یہ صفر کی ۲۳ تاریخ تھی۔ ۲۴ تاریخ کو اس فقیر نے حافظ مبین الدین صاحب امروہوی کو (جو اپنی جماعت میں سب سے ممتاز اور بڑی اچھی استعداد کے مالک تھے اور فقیر کے معتمد ترین ساتھی) اس بات پر آمادہ کرلیا کہ آج مولوی یاسین گڑھی والے کے مدرسہ چلیں اور وہاں کے حالات کا جائزہ لیں۔ ظاہر ہے کہ کسی اور کو اس ''سازش'' میں شریک کرنا، یا کسی بڑے سے اس کا تذکرہ کرنا یا کسی ''مدار المہام'' سے وہاں جانے کی اجازت لینا، اپنی اس ''نوجوان خواہش'' کا گلا گھونٹنا تھا لہٰذا چپ چاپ اُدھر چل پڑے۔ البتہ ایک صاحب اور ہمارے ساتھ تھے جن کا نام ذہن میں محفوظ نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ مولوی سید ظہیر احمد صاحب بجنوری ہوں کہ یہ بھی ہم جماعت تھے۔

وہاں پہنچے تو بطور ''توریہ'' علیک سلیک ہوئی اور انگلیوں کا ملاپ بھی کہ مصلحت کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ ہاں یہ بتانا میں بھول ہی گیا کہ ہم طالب علم، اس سال شرح جامی، شرح، وقایہ شرح، تہذیب، ہدیہ سعیدیہ، سبعہ معلقہ وغیرھا کتابیں پڑھتے بلکہ گھوٹتے تھے اور یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا کرم تھا کہ جو پڑھا، عمیق مطالعہ سے پڑھا اور اسے ذہن میں سمونے کا بھرپور کردار ادا کیا۔

غرض مولوی یاسین نے ہم سے دریافت کیا کہ ''آپ لوگ کہاں سے آرہے ہیں؟'' جواب دیا ''علیگڑھ سے۔'' پوچھا ''کس سلسلہ میں آنا ہوا؟'' جواب دیا ''ایک تقریب کے سلسلہ میں۔'' پوچھا ''کہاں قیام ہے؟'' جواب دیا۔ ''جن کے یہاں مدعو ہیں'' پوچھا ''کون سی کتابیں پڑھتے ہو'' جواب دیا ''یہی شرح جامی وغیرہ۔'' اس سوال جواب کے بعد مولوی صاحب نے ''ابوداؤد شریف'' بند کرتے ہوئے اپنے ان تلامذہ سے کہا کہ ''اب تو تم سمجھ گئے کہ یہ جو رضا خانی، قبر پر اذان کہتے یا کہلاتے ہیں یہ نری بدعت ہے۔'' طلبہ بیچارے کیا کہتے۔ سر مٹکا کر اور زبان ہلا کر خاموش ہوگئے کہ ''جی ہاں''

ادھر فقیر کی رگوں میں نوجوانی کا خون گردش کر رہا تھا اور وہ بھی پٹھانی خون۔ گرم ہوگیا لیکن سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور مولوی صاحب کی طرف متوجہ ہوکر نہایت نرم آواز میں پوچھا کہ حضرت ہمیں اجازت دیں تو چند سوالات کریں تاکہ ان کے جوابات سے ہم بھی مطمئن ہوجائیں اور جو لوگ قبر پر اذان کو جائز کہتے ہیں انہیں بھی ہم تسلی بخش جواب دے سکیں۔ مولوی صاحب نے کہا ''ہاں ہاں کیوں نہیں پوچھو۔ پوچھو''

اب فقیر نے پہلا سوال کیا کہ حضرت آپ اسے ناجائز کیوں کہتے ہیں؟

جواب دیا ''اس لیے کہ بدعت ہے''

''آپ اسے بدعت کیوں کہتے ہیں؟

''اس لیے کہ یہ نہ حضور کے زمانہ میں ہوئی نہ زمانہ صحابہ کرام میں''

''تو کیا ہر وہ فعل جو اس دور میں نہ پایا گیا اسے بدعت قرار دیا جائے گا؟''

''بے شک وہ بدعت ہے''

''وہ کون سی بدعت ہے حسنہ یا سیئہ''

''بدعت سیئہ ہے جس کے متعلق حدیث میں آیا کہ کُلُّ بدعۃٍ ضلالۃٌ''

''تو گویا آپ کے نزدیک وہ بدعت ضلالت اور گمراہی ہے''

''تعجب ہے کہ اذان دینا بھی ضلالت و گمراہی ہے''

''بھئی اس میں کوئی بھلائی ہوتی تو خود حضور نہ کرتے یا صحابہ نے خود نہ کیا ہوتا اور جب نہ حضور نے کیا نہ صحابہ نے کیا تو ضرور گمراہی ہوا''

''پھر تو جو لوگ قبر پر اذان کو جائز کہتے ہیں وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ حدیث کی کتابیں چھاپنا اور ان میں پڑھنا بھی بدعت سیئہ اور گمراہی ہوا کہ یہ کچھ بھی نہ حضور کے زمانہ میں تھا نہ صحابہ کرام کے زمانہ میں''

فقیر ضمناً اتنی بات اور عرض کرتا چلے کہ ابھی تک مولوی صاحب ہم طلبہ کو، اپنے ہی طلبہ سمجھ کر بات چیت کر رہے تھے نہ گرما گرمی تھی نہ زور ازوری لیکن فقیر کے اس طرز سوال پر مولوی صاحب کچھ چونکے اور انہیں شبہ گزرا کہ ہمارا تعلق اُن سے نہیں لیکن دبا گئے اور فرمانے لگے۔

''دیکھو تو بھئی دنیا جانتی ہے کہ اذان، نماز کے لئے ہوتی ہے یہاں کونسی نماز ہوگی جس کے لئے اذان کہی جا رہی ہے''

فقیر نے بڑی آہستگی سے جواب دیا کہ ''یہ تو کوئی حکم شرعی نہیں کہ جہاں اذان ہو وہاں نماز باجماعت بھی ضروری ہے اور جہاں نماز نہ ہو وہاں اذان نہ کہی جائے۔''

کہنے لگے کہ دنیا جانتی ہے کہ ''اذان نماز کے لئے کہی جاتی ہے''

جواب دیا گیا کہ ''دنیا یہ بھی جانتی ہے کہ ہر اذان کے بعد نماز ضروری نہیں۔''

کہنے لگے ''مثلاً''

فقیر نے جواب دیا کہ حیرت ہے آپ کو اس کا علم نہیں کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر تشریف لائے تو آپ کو بڑی گھبراہٹ ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے اتر کر اذان کہی تا کہ اُن کی وحشت دور ہو۔ کہیے یہاں کب نماز ہوئی اور کس نے پڑھی کس نے پڑھائی''۔

کہنے لگے ''شریعت محمدیہ کی بات کرو''۔

اور اب فقیر کو محسوس ہوا کہ مولوی صاحب پر جھنجھلاہٹ سوار ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب نقاب اتارنا اور کھل کر بات کرنا ہی مناسب ہے۔ لہٰذا فقیر نے کہا

''غم واندوہ کے دور کرنے کے لئے اذان کہنے کا حدیث میں حکم ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت مولیٰ علی کو غمگین دیکھا تو ارشاد

فرمایا" اپنے کسی گھر والے سے کہو کہ تمھارے کام میں اذان کہدے کہ اذان غم و پریشانی کو دور کرتی ہے۔"
اب مولوی صاحب کے چہرہ پر تغیر نمودار ہوا اور انہوں نے قدرے سختی سے کہا کہ:
الٹی سیدھی حدیثیں مت بیان کرو۔"
جواب دیا گیا کہ" یہ حدیث الٹی یا موضوع ہے؟"
کہنے لگے" صحاح ستہ میں تو کہیں نہیں۔"
جواب دیا گیا کہ" یہ کوئی دلیل نہ ہوئی کہ یہ صحاح ستہ میں نہیں۔ کیا صحیح احادیث، صحاح ستہ میں منحصر ہیں کہ کہیں اور کوئی صحیح حدیث نہ ملے گی"
کہنے لگے" ضعیف تو ہے"
جواب دیا گیا کہ" حدیثِ ضعیف، حدیث نہیں۔ ضرور حدیث ہے"۔
اس کا جواب گول کرنے کے بعد کہنے لگے کہ" میں صحیح حدیث بیان کر رہا ہوں کہ یہ بدعت ہے اور کُلُّ بدعة ضَلالة۔"
فقیر نے جواب دیا کہ آپ پھر یہ حدیث پڑھتے ہیں تو میں پھر وہی کہوں گا کہ پھر مدرسے تعمیر کرنا، شاندار مسجد بنانا، کتابیں چھاپنا، ان میں پڑھنا اور پڑھانا بلکہ قرآن شریف کا چھاپنا اور اس کا پڑھنا پڑھانا اور وقت مقرر کر کے پڑھانا، تنخواہ لے کر پڑھانا، فرش و تپائیاں لگا کے پڑھانا یہ سب ناجائز، بدعت ضلالت اور گمراہی ہوا اور آپ سب گمراہ و بدعتی۔"
اب ظاہر ہے کہ پارہ چڑھنا ہی تھا، چڑھ گیا اور میرے اُوپر غزاتے ہوئے کہنے لگے
" میں خوب جانتا ہوں کہ تم بھی رضا خانی ہو اور ہمیں پریشان کرنے آئے ہو۔ تم بدعتی ہو اور بدعتوں کو پھیلانا تمھارا شیوہ ہے۔"
جواب دیا گیا اور اسی لہجہ میں دیا گیا کہ" ہم نہ بدعتی ہیں نہ بدعتوں کو پھیلانا ہمارا شیوہ ہے البتہ ہم لوگوں کو دیوبندیوں کی گمراہ کن باتوں سے ضرور بچاتے ہیں۔"
کہنے لگے" ان باتوں میں تو دین کی خدمت ہے دین کی تبلیغ ہے، دین کا، اور عام مسلمانوں کا فائدہ ہے بھلا قبر پر اذان دینے میں کونسا فائدہ ہے؟"
فقیر نے عرض کیا" فائدہ کیوں نہیں۔ مردے کی تلقین ہو جاتی ہے اور شیطان بھاگ جاتا ہے"۔
کہنے لگے" کیا شیطان قبر میں بھی پہنچ جاتا ہے کہ اذان کہکر اسے بھگاتے ہو"
فقیر اس سوال پر چکرا گیا تو فوراً ہی میرے عزیز دوست مولنا مبین الدین صاحب نے جو خاموش تھے، مجھ سے فرمایا کہ کہتے کیوں نہیں کہ" ہاں" ایسا ہوتا ہے، کیا وہ حدیث تمھیں یاد نہیں کہ وہ قبر میں بھی پہنچ جاتا ہے اور گمراہ کرتا ہے۔"
اس تنبیہ پر" ایذان الاجر" امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز کا رسالۂ مبارکہ میری نظروں میں گھوم گیا اور میں نے سنبھل کر کہا
" حیرت ہے کہ آپ اس بات سے بھی غافل ہیں کہ جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون

سے تو شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں۔ اسی لئے مسلمانوں کو حکم ہے کہ میت کے حق میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں بلکہ خود حضور ﷺ دعا فرماتے ہیں کہ الٰہی اس کو شیطان سے بچا۔"

مولوی صاحب جو اس ہیچمداں کی ایک لمحہ خاموشی سے کسی قدر خوش نظر آنے لگے تھے اب بپھر گئے اور ان کے تلامذہ بھی ہمیں خون آلود نگاہوں سے گھورنے لگے اور ہمیں شبہ ہونے لگا کہ کہیں مولوی صاحب یا اُن کے تلامذہ ہم پر حملہ نہ کر دیں۔ کہ قدرت الٰہی نے ہمیں بڑھ کر اپنی پناہ میں لے لیا۔

ہوا یوں کہ کسی بھلے مانس نے مولوی یاسین کے نوجوان بیٹے سے جا کر ذکر کر دیا اور وہ جلتا بھنتا غصہ میں آپے سے باہر مسجد میں چلاتا ہوا آیا کہ مجھ سے بات کرو بوڑھے سے کیا بات کرتے ہو پہلے اپنے مولنا احمد رضا خاں کا اسلام ثابت کرو پھر دوسری بات کرنا۔"

فقیر نے تُرکی بہ تُرکی جواب دیا کہ جو مسئلہ زیر بحث ہے پہلے اسے حل کر لیں پھر اس کا جواب بھی دے دیا جائے گا یا پھر کہہ دیں کہ آپ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔"

اور یہاں اتنا لکھتے ہوئے مجھے کوئی باک نہیں کہ "فقیر کو یقین ہو چلا تھا کہ بس اب پٹنے کی باری ہے لہٰذا نکل سکتے ہو تو نکل بھاگو۔ میرے دل نے مشورہ دیا اور فقیر نے پھر اپنی مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے (حالانکہ اُس وقت ایسی مونچھیں نہ تھیں) نے کہا کہ جو لوگ علمِ مناظرہ کے بنیادی اصول سے بھی واقف نہیں ان سے کیا بحث و مباحثہ"

اور فقیر نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا کہ چلو میاں۔ یہاں وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم تینوں مسجد سے نکل آئے اور اب ہمیں خیال آیا کہ مسجد سے باہر راہگیروں کا یہ مجمع ہمیں پٹتا ہوا تو نہ دیکھ سکتا تھا۔

اُدھر حضرت حجۃ الاسلام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ خبر پہنچی کہ مارہرہ شریف کے کوئی صاحبزادے صاحب جو دادوں سے آئے ہیں اپنے دو ہمراہیوں کے ساتھ گڑھی یاسین میں بیٹھے بڑی تیزی سے مولوی یاسین سے بحث و مباحثہ کر رہے ہیں۔ جھگڑے کا اندیشہ ہے۔ حضرت حجۃ الاسلام رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کو سخت فکر ہوئی اور آپ نے حضرت صدر الشریعۃ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ سے شکایت کی کہ مولنا آپ کے طلبہ بڑے لاپرواہ ہیں اور وہ خبر سنائی۔ حضرت صدر الشریعۃ نے محدثِ اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد صاحب سے فرمایا کہ ذرا پتہ تو کرو کیا بات ہے۔ مولانا گھر سے باہر نکلے اور ہم گلی میں داخل ہوئے۔ آگے بڑھ کر فرمایا پوری بات بتاؤ۔ فقیر نے مختصراً عرض کیا، بڑے خوش ہوئے اور فرمایا یہیں ٹھہرو میں ابھی آتا ہوں اور جا کر مسرت بھرے انداز میں حضرت صدر الشریعۃ کو یہ خبر سنائی اور عرض کیا کہ "حضور مولوی خلیل تو مولوی یاسین کو خاموش کر کے آئے ہیں" فرمایا "بلاؤ" اور ہم مجرموں کی طرح جھجکتے ڈرتے حاضرِ خدمت ہوئے۔ قدرے خفگی کا اظہار فرمایا اور حضرت حجۃ الاسلام کو خبر دی کہ طلبہ واپس آ گئے ہیں کوئی فکر نہ فرمائیں۔ فوراً تشریف لائے اور ہماری پیشی ہوئی تو فرمایا۔

"صاحبزادے صاحب۔ آپ کا تعلق مارہرہ شریف سے ہے اگر کوئی ایسی ویسی بات ہو جاتی تو حامد رضا کی ناک کٹ جاتی۔ آپ مجھ سے کہتے تو میں دس لٹھ بند ساتھ کر دیتا۔ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں"

اس واقعہ کی بڑی شہرت ہوئی اور پھر اندازہ ہوا کہ اساتذہ کرام کی نگاہِ عنایت بھی کیسی عظیم دولت ہے اور آڑے وقت بھی کس طرح دستگیری فرماتی ہے

یہ فقیر، ہیچمداں! اتنا عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اعلحضرت قدس سرہٗ کی کرامت ہی تھی۔ دراصل فقیر کو چسکا تھا کہ اعلحضرت قدس سرہٗ کی جو کتاب جو رسالہ ہاتھ لگ جاتا اسے پوری توجہ سے پڑھ کر ذہن نشین کر لینا اپنا ایک مذہبی فریضہ خیال کرتا اور جب تک اسے نقش کالحجر نہ بنالیتا چین سے نہ بیٹھتا۔ وہی مطالعہ "اب تک کام آرہا ہے" والحمد للہ رب العالمین

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

۲۰ر ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

۸ر مارچ ۱۹۸۰ء ہفتہ

(قلمی یادداشت از: خلیل ملت، بہ فرمائش، اساتذہ، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، اعظم گڑھ (انڈیا)

اقطاب وقت سے حضرت خلیل ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کی واقفیت پر شفیق احمد فاروقی، ساکن کراچی لکھتے ہیں:

اقطاب زمانہ سے واقفیت

حضرت خلیل ملت رحمۃ اللہ علیہ سسرالی رشتے سے میرے پھوپھا ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت، کراچی میں شاہ فیصل کالونی تشریف لائے۔ حضرت سے ملاقات ہوئی، میرے ذہن میں اچانک ایک سوال آیا۔ میں نے "پھوپھا جان" سے کہا کہ حضور اولیاء کاملین تو ہر دور میں موجود ہوتے ہیں۔ جن کے ذمہ ملکوں کے کام چلانے کی ذمہ داریاں ہوتی ہیں۔ اس وقت کراچی کی ذمہ داری کس ہستی پر ہے اور کیا یہاں کوئی ایسے ولی ہیں؟

حضرت پہلے تو مسکرائے اور پھر فرمایا "شفیق میاں! اس وقت بھی ہیں اور نظام چلا رہے ہیں" میں نے عرض کیا! کہاں ہیں؟ فرمایا! لسبیلہ سے آگے جو پہاڑ ہیں ان میں جو پہلی آبادی ہے وہاں رہتے ہیں اور ایک ہوٹل میں رہتے ہیں۔ میں سمجھ گیا حضرت "حب" شہر کی بات کر رہے ہیں۔

چنانچہ دوسرے دن میں صبح گیارہ بجے "حب" جانے کے لئے نکلا، ایک دوست کی گاڑی مل گئی ایک دوست بھی ساتھ ہولیا۔ جب "حب" شہر میں داخل ہوئے تو تقریباً ایک بجے کا وقت تھا۔ ہم نے گاڑی ہوٹل سے ایک کلومیٹر پہلے ہی روک لی اور پیدل ہی ہوٹل کی جانب چل دیئے۔ تاکہ گاڑی دیکھ کر ہم سے چھپ نہ جائیں اور ہم زیارت سے محروم رہیں۔ جب ہوٹل میں داخل ہوئے تو چاروں طرف دیکھا، چائے پی اور نگاہوں سے تلاش کرتے رہے۔ مگر ایسا کوئی نظر نہ آیا۔ یقین تھا کہ جگہ تو یہی ہے بالآخر ہوٹل کے کاؤنٹر پر پوچھا کہ بھئی یہاں ایک بزرگ رہتے ہیں۔ وہ نظر نہیں آرہے۔ اس نے جواب دیا جس بزرگ کو آپ پوچھ رہے ہیں وہ آج صبح ہی ہوٹل سے اپنا حساب کر کے چلے گئے اور اب شاید ہی آئیں۔ مجھے آج تک افسوس

ہے کہ میں نے اپنے ارادۂ زیارت سے ان ''قطب وقت'' کو بے آرام کیا۔ کاش میں کبھی ان کی زیارت کرلوں مگر اتنا یقین ہوگیا کہ پھوپھامیاں اولیائے کاملین سے ہیں اور اقطاب زمانہ سے رابطہ رہتا ہے۔ (مجلہ خلیل علم صفحہ ۸۰)

محمد عاطف نوری برکاتی ایک قلمی یادداشت میں لکھتے ہیں:

اولیاء سے روحانی رابطے

4 مارچ بروز اتوار 2007 جناب الحاج غلام نبی صاحب کی زوجہ کے چہلم کی فاتحہ میں کوٹری جاتے ہوئے، حضرت بابا صلاح الدین رحمتہ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ میں مفتی صاحب کے ساتھ تھا۔ اس موقع پر جناب مفتی احمد میاں برکاتی (آغا جان) نے بتایا کہ ہم نے تو حضرت سے زندگی میں بھی ملاقات کی اور ان کے وصال کے بعد بھی ان سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے۔ میرے دریافت کرنے پر (آغا جان) نے بتایا کہ حضرت والدِ گرامی مفتی محمد خلیل خاں علیہ الرحمتہ کے انتقال سے تقریباً دو سال قبل ان کو زبان میں بہت تکلیف ہوگئی تھی جس کی وجہ سے بولنے میں دقّت ہورہی تھی۔ ڈاکٹرز بضد تھے کہ آپریشن کرالیجئے، انشاءاللہ تعالیٰ آرام آجائے گا لیکن مفتی صاحب آپریشن کے لئے تیار نہیں تھے۔ ڈاکٹرز کے بہت اصرار پر مفتی صاحب (خلیل ملّت) نے مجھ سے (مفتی احمد میاں برکاتی آغا جان) فرمایا کہ بابا صلاح الدین سے پوچھ کر آؤ کہ آپریشن کرایا جائے یا نہیں؟ میں نے (آغا جان) عرض کیا کہ حضرت بابا صلاح الدین تو وصال فرما چکے ہیں میں کیسے ان سے پوچھ سکتا ہوں؟ تو حضرت خلیل ملّت رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا آپ جائیں وہ ضرور بتائیں گے۔ خلیلِ ملّت کا حکم تھا میں ان کے دربار میں حاضر ہوا اور فاتحہ خوانی کے بعد ایک طرف آنکھیں بند کر کے بیٹھ گیا۔ مشکل سے پانچ منٹ گزرے ہوں گے کہ حضرت کے مزار میں کچھ سیڑھیاں نظر آئیں، میں سیڑھیاں اتر کر نیچے گیا تو سامنے سبز قالین پر حضرت (بابا صلاح الدین رحمۃ اللہ علیہ) تشریف فرما تھے۔ میں نے جا کر سلام عرض کیا حضرت کی آنکھیں بند تھیں، جواب میں حضرت نے سر ہلایا۔ گویا سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ میں نے پھر عرض کیا حضرت خلیلِ ملّت نے معلوم کیا ہے کہ کیا میں زبان کا آپریشن کراسکتا ہوں؟ حضرت نے جواب میں پھر سر ہلایا جیسے اجازت دے رہے ہوں۔

پھر میری آنکھیں کھل گئی تو جہاں بیٹھ کر آنکھیں بند کی تھیں وہیں پر موجود تھا۔ پھر دربار میں سلام عرض کر کے حضرت خلیل ملّت کے پاس حاضر ہوا اور حضرت کا جواب سنا دیا۔ پھر حضرت نے زبان کا آپریشن کرالیا جو کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے کامیاب ہوا۔

ہم عصر علماء کی آراء

آپ کے ہم عصر علماء آپ کے بارے میں جو رائے رکھتے ہیں اس کا اندازہ، آپ کے وصال پر آنے والے خطوط سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ

(۱) حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ ازھری رحمۃ اللہ تعالیٰ اپنے مکتوب میں فرماتے ہیں:

فخر الاماثل حضرت مفتی احمد میاں صاحب　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت مفتی اعظم سندھ (خلیل ملت) قدس سرہ العزیز کی وفات حسرت آیات کی خبر سن کر از حد دکھ ہوا۔ ہم اہلسنت پہلے ہی رجال کار کی قلت کا شکار ہیں پھر ایسے مرد مجاہد کا داغ مفارقت دینا صرف آپ کا خاندانی ہی نہیں بلکہ ملی المیہ ہے معلوم نہیں چشم امید کب تک اشکبار رہے گی پھر بھی اسے ایسی ہستی کی صحبت اور فیضان نگاہ! نصیب ہوگا یا نہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت کے علمی، تحقیقی اور تصنیفی کارنامے زندہ جاوید ہیں اہلسنت کے لئے انہوں نے ایسا قیمتی لٹریچر چھوڑا ہے جس کی روشنی ہماری راہ عمل کو ہمیشہ متعین اور روشن کرتی رہے گی۔ (خلیل علم ص ۲۸)

(۲) علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی تعزیتی پیغام میں لکھتے ہیں:

حضرت خلیل العلماء حضرت العلامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی نور اللہ مرقدہ کا وصال مبارک اہلسنت کا بہت بڑا علمی نقصان ہے۔ مدتوں یہ پورا نہ ہو سکے گا۔ حضرت مولانا نور اللہ مرقدہ کا فیض انشاء اللہ جاری رہے گا۔

حضرت کی تصنیفات سے آج افریقہ و یورپ کے مسلمان بھی برصغیر کی طرح مستفید ہو رہے ہیں۔ (مُجلّہ خلیل علم ص ۲۸)

(۳) غزالی زماں حضرت بحر العلوم علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ تعزیتی پیغام میں فرماتے ہیں:

حضرت علامہ کی ذات بابرکات جامع الکمالات تھی۔ بے انتہا صدمہ ہوا اس خلاء کا پُر ہونا بظاہر ممکن نہیں، موت العالم موت العالم، "انا للہ وانا الیہ راجعون" اللہ تعالیٰ حضرت کی مغفرت فرما کر ممدوح کو جنات الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور حضرت علیہ الرحمۃ کی امانتوں کی حفاظت فرمائے آپ کو اور آپ کے جملہ متعلقین کرام کو صبر جمیل اور اس پر اجر جلیل عنایت کرے۔ آمین۔

فقیر ضُعفِ قلب کی تکلیف میں مبتلا ہے ورنہ چہلم شریف میں حاضری کی سعادت ضرور حاصل کرتا۔ (مُجلّہ خلیل علم ص ۲۷)

(۴) حکیم اہلسنت مؤرخ اسلام حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:

جناب کے والد ماجد حضرت قبلہ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی (رحمہُ اللہ) کے وصال کی خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت علیہ الرحمۃ کا وجود اس دور قحط الرجال میں مینار نور کی حیثیت رکھتا تھا۔ حالات کی نزاکت کو سمجھنے والے (چند) باشعور علماء کرام میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ غرض ان کی رحلت سے ایک بڑا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ بطفیل نبی کریم شفیع المذنبین ﷺ اُن کے مدارج بلند فرمائے اور آپ کو صبر جمیل کی توفیق کے ساتھ ان کا صحیح جانشین بنائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ (مُجلّہ خلیل علم ص ۳۹)

(۵) خلیل العلماء کے وصال پر استاذ الکل علامہ شیخ الحدیث مولانا سید محمود احمد رضوی فرماتے ہیں:

برادرم مکرم مفتی احمد میاں صاحب برکاتی۔ زید مجدہ　سلام مسنون

آپ کے والد حضرت مفتی محمد خلیل خان صاحب قادری کی وفات حسرت آیات کی خبر پا کر سخت صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میری طرف سے تعزیت پیش ہے اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور آپ سب کو صبرِ جمیل کی توفیق۔ مفتی صاحب کی وفات سے اہلسنت ایک عظیم و جمیل علمی شخصیت سے محروم ہو گئے ہیں۔ آپ کا سید محمد احمد رضوی ۷ر جولائی ۱۹۸۵ء (خلیل علم ص ۲۹)

(۶) مبلغ اسلام علامہ سید سعادت علی قادری صاحب نے تعزیتی پیغام میں فرمایا:

ایک بیٹے کی حیثیت سے آپ کے لیے اگر چہ یہ ایک بڑا حادثہ ہے لیکن میں اور یقیناً تمام علماء اہلسنت اس عظیم نقصان کی زد میں ہیں یہ دور قحط الرجال کا دور ہے کہ باصلاحیت علماء پیدا نہیں ہو رہے اور بزرگ آہستہ آہستہ جا رہے ہیں یہ صورتِ حال یقیناً ہماری ذمہ داریوں میں اضافہ کا باعث ہے جب کہ ہم خود بھی شاید عمر کے آخری حصے میں ہیں، بہر حال میں آپ کے اس غم میں برابر کا شریک ہوں، مفتی صاحب اگر چہ ہم میں نہیں لیکن ان کی عظیم و مفید تصانیف ان کو ہمیشہ زندہ رکھیں گی آپ پر جو ذمہ داریاں مزید عائد ہوتی ہیں خدا کا شکر ہے کہ ان کو پورا کرنے کی آپ میں خوب، خوب صلاحیت موجود ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو جملہ اہلِ خانہ، اعزاء، متعلقین کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور آپ کو مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا نعم البدل بنائے اللہ تعالیٰ مرحوم کے مراتب کو بلند فرمائے اور ان کے فیوض و برکات کو ہم سب پر جاری رکھے۔ (مجلہ خلیل علم ص ۴۰)

جسٹس ڈاکٹر مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہٗ اللہ، تعزیتی خط میں لکھتے ہیں:

مفتی صاحب مرحوم ایک متجر عالم، محقق مدرس، بلند پایہ مصنف، سحر بیان خطیب، شب خیز عابد، متبع سنت زاہد اور باہمت مجاہد تھے، وہ خلوص کا مجسمہ اور للّٰہیت کا پیکر تھے، ان کے دم قدم سے سرزمین حیدر آباد میں مسلک اہل سنت و جماعت کا بول بالا ہوا، قال اللہ وقال الرسول کی صداؤں میں انہی کی گونج تھی اور انہی کا سوز و گداز تھا، اگر وہ دین کے معاملہ میں مداہنت کرتے یا رُو رعایت سے کام لیتے تو خوب مال و دولت اکھٹا کر لیتے مگر وہ ہمیشہ لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کے جادۂ مستقیم پر گامزن رہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ وارثوں کے لئے سوائے اپنے عالم و فاضل بیٹوں کے اور کوئی میراث نہ چھوڑ سکے۔

فقیر کو ان کے قائم کردہ مدرسہ احسن البرکات، ہوم اسٹیڈ ہال حیدر آباد کے سالانہ جلسہ ہائے دستار فضیلت میں بارہا حاضری کا اتفاق رہا ان پُر شکوہ تقریبات میں مفتی صاحب جس شفقت و محبت کا اظہار میرے ساتھ فرماتے تھے اس کی لذت و حلاوت میں تادم تحریر محسوس کر رہا ہوں۔

میری طرح تمام اہل سنت کے لئے یہ امر باعث اطمینان ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنے ایک صاحب زادے مولانا احمد میاں برکاتی کو علم دین کی دولت سے مرصع کر دیا تھا، مولانا موصوف بلاشبہ اپنے عظیم باپ کے نقش قدم پر ہیں اور مجھے حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات سے امید واثق ہے کہ وہ ان کو والد کے شروع کیے ہوئے کاموں کو بطریق احسن کمال و تمام کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے گا مولانا کو زندہ و جاوید رکھنے کا واحد طریقہ یہی ہے کہ مولانا کے لائق فرزند اور معتقدین، مدرسہ احسن البرکات کو ظاہری اور باطنی طور پر ترقی دیں۔ میں حق تعالیٰ سے دست بدعا ہوں۔ غفر اللہ لہٗ وبرد مضجعہ، طلب ثراہ، وجعل الجنۃ، مثواہ، (مجلہ خلیل علم ص ۱۱۳)

(۸) مفتی اہل سنت مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ تعزیتی مکتوب میں لکھتے ہیں:

حضرت کے انتقال سے یقیناً نہ صرف دنیائے سنیت بلکہ عالم اسلام میں ایک نہ پُر ہونے والا خلا پیدا ہوا ہے۔ ملک و ملت اور اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں آپ کی خدمت نا قابل فراموش ہیں۔

تنظیم المدارس کے قیام اور اسے پروان چڑھانے میں مفتی صاحب رحمۃُ اللہ کا معتد بہ حصہ ہے آپ بانیانِ تنظیم المدارس سے تھے اور آپ نے جب تک موت نے اجازت دی تنظیم المدارس کے اجلاس میں شرکت فرمائی یہ حضرت مفتی صاحب کی مدارس کی فلاح و بہبود سے دلچسپی کی واضح علامت ہے۔ (مُجلّہ خلیل علم ص ۱۱۴)

(۹) امیر دعوت اسلامی، ابو بلال محمد الیاس عطار قادری برکاتی نے اپنے مکتوب میں لکھا:

لڑکپن میں کراچی کے اندر محمد آدم برکاتی مرحوم کی محبت گاہے گاہے مل جاتی اور وہ مجھے خاندانِ آلِ برکات کے بزرگوں بالخصوص اپنے پیر و مرشد حضرت سید محمد میاں مارہروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے واقعات سنایا کرتے تھے۔ یوں میرے دل میں حضور سیدی اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن کے پیر خانے اور مارہرہ مطہرہ کی عظمت اور اس خانوادے سے نسبت رکھنے والوں کی محبت بڑھی۔ سب سے اہم بات یہ تھی کہ آدم برکاتی مرحوم بے حد متصلب سُنّی تھے اور ان کی باتوں سے میں نے یہ بھی جانا کہ ہر برکاتی، متصلّب سُنّی ہوتا ہے اور چونکہ میرا اپنا ذہن بھی مسلک کے حوالے سے الحمدللہ عزوجل بے حد پختہ اور ٹھوس تھا اور عقیدے کے معاملے میں رعایت بن نہیں پڑتی تھی اس لیے مجھے برکاتیوں سے کافی پیار ہو گیا اور آدم بھائی کے ذریعے ہی معلوم ہوا کہ حضرت خلیل ملّت علامہ مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت تاج العلماء قبلہ سید محمد میاں مارہروی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ مُجاز ہیں یوں ان سے بھی انسیت ہو گئی۔ اب مفتی صاحب قبلہ کی کتب سے استفادہ بھی شروع ہو گیا اور ہم نے کراچی اپنے ادارے سے حضرت کی کتاب (عورتوں کی نماز کے متعلق) شائع کرنے کا بھی شرف حاصل کیا۔ چند بار زیارت و دست بوسی اور ملفوظات سننے کی سعادت بھی ملی۔ میں نے حضرت خلیل ملّت سے بعض فتاویٰ بھی حاصل کئے خصوصاً ۱۴۰۰ھ قیام مدینہ منورہ کے دوران بھی ایک استفتاء ارسال کیا جس کا آپ نے نہایت ہی سرعت کے ساتھ جواب بذریعہ ڈاک بھجوایا۔ آپ نے جو مجھے جوابات بھجوائے ان میں یہ بات آپ کی عاجزی کی طرف دال تھی کہ آپ آخر میں تحریر فرماتے تھے کہ ''مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔'' حضرت خلیل ملّت کی دینی و عملی خدمات سے میرا دل بہت متاثر ہے جب بھی حیدر آباد (سندھ) میں حضرت سید نا سخی سلطان سید عبدالوہاب شاہ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری ہوتی ہے، قبلہ خلیل ملّت کے مزار پاک پر بھی حاضری اور ایصال ثواب کا شرف حاصل کرتا ہوں آپ کی متعدد کتب میرے پاس موجود ہیں جن سے استفادہ کرتا ہوں۔ خصوصاً ''المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد'' للشیخ شہاب الملۃ علامہ احمد بن علی ابن الحجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کا اردو ترجمہ ''موت کا سفر'' (مجھے میرے مخدوم عالم ابن عالم اور ابو العالم ابو حماد مفتی و شیخ الحدیث مفتی احمد میاں برکاتی اطال اللہ عمرہ نے براہ شفقت تحفۃً عنایت فرمایا تھا) سے میں نے کافی استفادہ کیا اور دعوت اسلامی کے کئی ہفتہ وار اجتماع میں اس کتاب سے لگا تار بیانات کئے۔ اللہ عزوجل حضرت قبلہ خلیل ملت رحمۃ اللہ علیہ کی تربت

پرانوار وتجلیات کی بارشیں برسائے اور ان کے خاندان کو مدینے کے سدا بہار پھولوں کی طرح سدا مسکراتا رکھے اور ان کا لگایا ہوا
باغ ”دارالعلوم احسن البرکات“ ہمیشہ ہمیشہ اپنی بہاریں لٹاتا رہے اور کبھی بھی اس پر خزاں کا پہرہ نہ ہو۔

خلیلؔ اب زادِ راہ آخرت کی سعی احسن میں
مدینہ سر کے بل جاؤں وہاں پہنچوں تو مرجاؤں (مجلہ خلیل علم ۲۰۰۱ء ص ۴۵)

پاکستان اور ہندوستان کے بہت سے اخبارات اور ماہناموں نے حضرت کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔

ماہنامہ ”استقامت“ کانپور کا خراج عقیدت

جو بادہ کش تھے پرانے وہ اٹھتے جاتے ہیں

پاکستان سے موصول شدہ ایک اندوہ ناک اطلاع مظہر ہے کہ ملت کے ایک نامور فرزند حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی (مفتی اعظم سندھ) وفات فرما گئے۔

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں صاحب سرزمین مارہرہ مطہرہ کے قابل فخر سپوت تھے۔ ہجرت کر کے پاکستان جانے کے بعد مفتی اعظم سندھ کے منصب پر فائز ہوئے۔ اور اپنی علمی دینی اور قلمی صلاحیتوں سے ملت اہلسنت کو بہت فائدہ پہنچایا۔ ”سنی بہشتی زیور“ اور ”ہمارا اسلام“ وغیرہ کو ان کے مایۂ ناز قلمی کارناموں میں شمار کیا جاتا ہے۔ مدیر استقامت کے مخلص اور بہی خواہوں میں تھے۔ (مجلہ خلیل علم ۲۰۰۱ء ص ۴۵)

ماہنامہ نور الحبیب (بصیر پور) کی خلیل ملت کے وصال پر تعزیتی خبر کا عکس

آہ! مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمۃ

پچھلے دنوں یہ روح فرسا خبر سننی پڑی کہ حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ سنیت کا ایک اور چراغ بجھ گیا، ایک اور صاحب قال وحال سے دنیا محروم ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

حضرت برکاتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ علم وفضل کا ایک روشن باب تھے، زہد واتقاء اور عمل میں سلف کی یادگار تھے، خطیب بھی تھے اور ادیب بھی ”ہمارا اسلام“، ”سنی بہشتی زیور“ اور ”ہماری نماز“ آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔

آپ کی تدریسی زندگی کا عرصہ طویل ہے اور آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی خاصی وسیع ہے۔ دارالعلوم احسن البرکات کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہونے کی وجہ سے آپ کا نام علمی حلقوں کی زینت تھا۔ آپ کے بڑے صاحبزادے احمد میاں برکاتی ایک سربرآوردہ شخصیت ہیں۔

آپ کے وصال سے اہلسنت کو خاصا نقصان پہنچا ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اعلیٰ علیین میں جگہ

دے۔ ہماری ہمدردیاں آپ کے پس ماندگان کے ساتھ ہیں۔ (ادارہ) (مجلہ خلیل علم ۲۰۰۱ء ص ۱۲۱)

مفتی اعظم سندھ کی چند کرامات

مولانا ابوالنور محمد میاں نوری لکھتے ہیں:

مفتی صاحب کا چہلم ہو رہا تھا۔ بارش کا زمانہ شروع ہو گیا۔ لائٹ فیل ہو گئی، شہر بھر تاریک ہو گیا۔ علمائے کرام دارالعلوم سے درگاہ شریف روانہ ہوئے تو بجلی چلی گئی۔ جب درگاہ پہنچے تو لائٹ مکمل فیل ہو گئی اور بارش شروع ہو گئی۔ صاحبزادہ مفتی احمد میاں برکاتی نے اعلان کیا کہ تمام حضرات بارش میں ہی صحن میں تشریف لے چلیں اور چادر پوشی کی رسم میں شریک ہوں کہ یہ بھی محبت کا امتحان ہے۔ تمام لوگ بارش میں ہی مسجد سخی عبدالوہاب صاحب سے باہر آ گئے۔ جوں ہی چادر مبارک کھولی گئی، بارش بند ہو گئی اور بجلی آ گئی۔ حتیٰ کہ چادر پوشی کی رسم ادا ہوئی۔ صلوٰۃ وسلام ہوا دعا ہوئی مگر اس دوران ایک بوند بھی نہ برسی۔ پھر لنگر سے فارغ ہو کر جوں ہی مسجد میں آئے بارش شروع ہو گئی اور لائٹ چلی گئی۔ جلسہ کا آغاز ہوا، جب تقاریر شروع ہوئیں لائٹ پھر آ گئی۔ جو ۲ بجے شب تک آتی رہی۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا میں لائٹ پھر چلی گئی مگر جب لوگ درگاہ و مسجد سے باہر نکلے لائٹ آ گئی اور بارش رک گئی۔ اس طرح مہمان اور سامعین نہایت آرام سے دارالعلوم پہنچ گئے۔ بجلی اور بارش کی آنکھ مچولی جلسہ تک رہی پھر ختم ہو گئی۔

☆ حیدرآباد شہر میں مفتی اعظم کے وصال کے بعد تعزیتی جلسوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔ مدینہ مسجد سرے گھاٹ پر جلسہ تھا، اور لوڈ شیڈنگ (بجلی بچاؤ مہم) کا زمانہ تھا۔ بجلی جانے کا وقت ۲/۱ ۱۰ بجے مقرر تھا، منتظمین نے کہا ۲/۱ ۱۰ بجے جلسہ ختم کر دیا جائے تاکہ پریشانی نہ ہو، مفتی احمد میاں برکاتی تقریر کر رہے تھا، لوڈ شیڈنگ کا وقت ہوا مگر بجلی نہ گئی۔ حتیٰ کے گیارہ بجے صلوٰۃ وسلام ہوا جب دعا کا اختتام ہو رہا تھا لائٹ گئی۔

☆ لطیف آباد نمبر ۸ اللہ والی مسجد میں جلسہ جاری تھا کہ مسجد کا لاؤڈ اسپیکر خراب ہو گیا اور آواز ختم ہو گئی مقرر تقریر کرتے رہے۔ مفتی احمد میاں برکاتی نے تقریر شروع تو اسپیکر خود بخود درست ہو گیا اور آواز آنے لگی۔ بعد میں مفتی احمد میاں صاحب برکاتی نے بتایا کہ میں نے مفتی اعظم سے ہی استغاثہ کیا تھا، اور اسپیکر درست ہو گیا۔

☆ مفتی صاحب کے عرس چہلم کا لنگر جاری تھا۔ منتظمین نے جتنے افراد کے لئے لنگر کا انتظام کیا تھا اس سے دوگنے افراد نے لنگر کھایا۔ پھر بھی کمی نہ ہوئی۔ بعد میں بہت سے لوگ لنگر گھروں کو بھی لے گئے اور زنانہ محفل میں بھی کثیر تعداد میں خواتین نے لنگر شریف کا تبرک پیٹ بھر کھایا اور تقسیم کیا گیا مگر کمی نہ ہوئی۔

☆ حضرت کے ایک مرید الیاس حسین وکیل انڈیا فیروز آباد میں رہتے ہیں۔ انہوں نے حضرت سے ملنے کے لئے پروگرام بنایا ویزا مل گیا مگر پاکستان نہ آ سکے۔ حتیٰ کہ مفتی صاحب کا وصال ہو گیا۔ تو آپ اپنے مرید کو خواب میں آئے اور ان سے فرمایا! ویزا سے بھی نہ آئے تو اب آ جاؤ۔ چنانچہ آپ کے مرید پاکستان آئے اور درگاہ شریف میں آپ کے مزار پر حاضری دی۔

☆ مفتی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا مزار مبارک درگاہ شریف کے جس حصے میں ہے وہاں قیام پاکستان سے قبل کے، کئی مزارات اور بھی موجود ہیں۔ پاکستان بننے کے بعد اس احاطہ میں مفتی صاحب کا پہلا مزار ہے۔ اس جگہ مفتی صاحب کا مزار دیکھ کر لوگ رشک کرتے ہیں۔ مفتی صاحب کے مزار سے قبل احاطہ کی دوسری قبریں بغیر غلاف رہتی تھیں۔ مگر جب سے مفتی صاحب کا مزار بنا ہے اور لوگوں نے آپ کے مزار پر چادر پوشی کی ہے محکمۂ اوقاف نے اپنی طرف سے دوسری قبروں کو چادر سے ڈھک دیا ہے۔ (مجلہ خلیل علم ۲۰۰۱ء ص ۹۷)

رجال الغیب سے ملاقات

حضرت خلیل ملت علیہ الرحمتہ والرضوان، فقیہ زماں ہونے کے ساتھ، اللہ کے ایک کامل ولی بھی تھے، وصال سے ایک ہفتہ قبل، آپ پر مرض کی شدت سے، غشی تھی، اس حال میں، آپ کے قریب رہنے والے، آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہیں، کہ حضرت خلیل ملت علیہ الرحمتہ، ہر دس منٹ کے بعد، اسی بے ہوشی کی حالت میں، ایسے ہاتھ اٹھاتے، جیسے کسی سے مصافحہ کر رہے ہوں، پھر مصافحہ کے بعد، دستور کے مطابق ہاتھ اپنے سینے سے لگاتے تھے، اندازہ ہوا کہ ''رجال الغیب'' (مردان غیب) آپ سے آخری ملاقات کو حاضر ہوتے تھے، تو آپ ان سے سلام کے بعد مصافحہ فرماتے تھے۔

(مفتی اعظم سندھ مطبوعہ حیدرآباد)

بعد وصال دارالعلوم پر توجہ

وصال کے بعد بھی، آپ کی توجہ، اپنے قائم کردہ دارالعلوم پر بدستور رہتی ہے اور ضروری کاموں کے لئے، اور مشکل لمحات میں خصوصی توجہ فرماتے ہیں، چنانچہ والد گرامی حضرت مفتی احمد میاں برکاتی نے یہ واقعہ بیان کیا کہ وصال کے ایک سال بعد، ایک روز صبح دس بجے حضرت خلیل ملت کے ایک شاگرد اور فاضلِ احسن البرکات مولانا سید افسر علی شاہ علیہ الرحمتہ جو ان دنوں بلدیہ کے کونسلر تھے، دارالعلوم میں تشریف لائے اور مجھ سے کہا کہ ''برکاتی صاحب! مدرسہ کا کونسا کام، بلدیہ حیدرآباد سے متعلق ہے جو کروانا ہے مجھے بتائیں'' میں نے پوچھا؟ آج اچانک آپ کو کام کیسے یاد آ گیا؟ فرمانے لگے: رات کو حضرت استاذ صاحب (خلیل ملت) خواب میں تشریف لائے، اور مجھ سے شکوہ کرتے ہوئے فرمایا'' شاہ صاحب آپ نے اب تک مدرسہ کا وہ کام نہیں کرایا، جس کے لئے آپ سے کہا تھا'' میں نے انہیں وہ کام بتادیا تو شاہ صاحب نے اس کام کو آگے بڑھایا......اسی طرح آپ کئی سال خواب میں تشریف لاتے رہے، اور جب بھی، دارالعلوم میں تشریف لاتے، فرماتے'' لاؤ میاں، کیش بک نکالو، حساب کتاب دکھاؤ'' ''کیا آمد ہے کیا خرچ ہے'' تو فقیر خلیل ملت کو خواب میں ہی دکھاتا، تو مطمئن ہوجاتے، پھر آپ نے حساب کتاب دیکھنا تو بند کردیا، مگر توجہ مسلسل رہتی ہے، جن دنوں دارالعلوم کی ایک دوکان پر'' ایک مہربان'' نے قبضہ کرنا چاہا، تو خواب میں تشریف لاکر پوچھا، میاں کیا پریشانی ہے؟ عرض کیا حضور: کورٹ میں کیس چل رہا ہے، فرمایا: گھبراؤ مت، سب ٹھیک ہوجائے گا۔ ان ہی دنوں حضرت احسن العلماء علیہ الرحمتہ خواب میں تین بار تشریف

لائے، فائلیں دیکھیں، فرمایا: ''بیٹا پریشان مت ہو، فیصلہ تمہارے حق میں ہوگا'' بحمد اللہ تعالیٰ، فیصلہ دارالعلوم کے حق میں ہوا اور دو کانیں، جن پر چالیس سال کورٹ میں کیس چلا، اور دارالعلوم کا وکیل بک گیا اور کیس دارالعلوم نہ جیت سکا، وہ دونوں دوکانیں، دارالعلوم کے قبضہ میں آگئیں، (قلمی یادداشت، مفتی احمد میاں برکاتی)

خصوصی فیضان

خلیل ملت کی ان ہی خصوصی توجہات کا اثر ہے، کہ اب دارالعلوم کی دو عظیم عمارتیں ہیں، ایک مڈل اسکول ہے، ایک اورینٹل کالج ہے، اور تقریباً دس شاخیں ہیں، جن میں کم وبیش اٹھارہ سو طلبہ وطالبات زیر تعلیم ہیں، ان شاخوں میں دو مدرسۃ البنات بھی ہیں، جن میں صرف طالبات عالمہ کورس کرتی ہیں، اور معلمات ہی تدریس کے فرائض انجام دیتی ہیں۔

تبلیغی دورے

حضرت کے تبلیغی دورے عموماً، سندھ کے شہروں میں ہوتے تھے، اور سال میں ایک بار لاڑکانہ ضرور تشریف لے جاتے تھے، جہاں حضرت کے تلامذہ بھی بڑی تعداد میں ہوتے تھے حضرت کا قیام عموماً مولانا عبدالوہاب خاں قادری کے گھر ہوتا تھا، جو حضرت کے بڑے معتقد اور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمتہ کے خلیفہ تھے۔

وصال سے چند ماہ بیشتر، آپ نے پورے بلوچستان کا دورہ فرمایا تھا اور خضدار، قلات، مستونگ اور کوئٹہ میں چند دن قیام فرمایا۔

علالت کی وجہ سے خطاب نہ فرسکتے تھے، مگر دعا کے لئے مخلوق کا اژدھام ہر جگہ رہتا، جس کے اثرات وثمرات آج تک ہیں۔ خضدار میں، آپ کے نام سے ایک دارالعلوم رضویہ خلیلیہ قائم کیا گیا ہے، جہاں ایک سو پچاس طلبہ کے رہائش کی گنجائش ہے۔ (قلمی یادداشت، مفتی احمد میاں برکاتی)

ہندوستان کا آخری دورہ

خلیل ملت علیہ الرحمتہ، ہندوستان سے آنے کے بعد ہر سال، اپنے مرشدان پاک کے عرس مقدس میں، ہندوستان جایا کرتے تھے، ۱۹۶۵ء کے بعد یہ سلسلہ، منقطع ہوگیا، بالآخر اٹھارہ سال کے بعد بہت زیادہ اصرار پر ۱۹۸۲ء میں آپ پھر ہندوستان تشریف لے گئے، مارہرہ شریف، فیروزآباد اور آگرہ کا، یہ آپ کا آخری دورہ تھا۔

خواب میں تمنا پوری ہوئی

زیارت حرمین شریفین سے واپس آئے تو دل وہیں لگا رہتا تھا، فرماتے تھے کہ پھر جانے کی تمنا ہے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کرم فرمائیں تو حاضری ہوجائے وصال سے تین ہفتہ قبل صبح آٹھ بجے فرمایا: میاں ہمارا آخری وقت قریب ہے، ہم لوگوں نے کچھ بولنا چاہا تو اشارہ سے منع فرمایا اور پھر قلم سے یہ تحریر لکھی، ''آج خواب میں گنبد خضراء کی زیارت جی بھر کر کی ہے۔ جب زیارت

کر چکا تو کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے، تمھاری یہ تمنا پوری ہوگئی، اب چلنے کی تیاری کرو، اس لئے مجھے یقین ہے کہ اب وقت قریب ہے"۔ (قلمی یادداشت، مفتی احمد میاں برکاتی)

آپ کی اولاد و خلفاء

خلیل ملّت کی سات صاحبزادیاں ہوئیں اور دو صاحبزادے ہیں، ایک صاحبزادی رقیہ خانم کا انتقال بچپن میں ہی ہوگیا، سب سے بڑی، بیٹی بشریٰ خانم ہیں، پھر زہرا خانم، میمونہ خانم، صفیہ خانم، ذکیہ خانم، اور سب سے چھوٹی عطیہ خانم ہیں۔ ماشاء اللہ سب اپنے گھروں کی ہیں۔ صاحبزادوں میں ایک تو راقم السطور کے والد حضرت مفتی غلام محی الدین خاں عرف احمد میاں برکاتی ہیں[1] اور ان سے چھوٹے چار صاحبزادیوں کے بعد عزیز مصطفٰے خاں عرف محمد میاں نوری ہیں۔ اوّل الذکر کے چار بیٹے محمد حماد رضا خاں، راقم السطور محمد حسان رضا خاں، محمد نعمان رضا خاں، اور حاجی محمد جواد رضا خاں اور ایک بیٹی ہے، جبکہ مؤخر الذکر کے تین بیٹے نور مصطفٰے عرف نجیب میاں، عسجد مصطفٰے، حسنین مصطفٰے اور ایک بیٹی ہے۔ مفتی حماد رضا خاں[2] کی ایک بیٹی ہے۔

ہماری معلومات کے مطابق، خلیل ملت علیہ الرحمۃ، جس طرح مرید بہت کم بیعت فرماتے تھے، اسی طرح آپ نے خلافت بھی صرف اپنے بڑے صاحبزادے، علامہ مفتی احمد میاں برکاتی کو دی، مفتی احمد میاں برکاتی کو، خلافت اپنے والد کے علاوہ، حضور احسن العلماء اور حضرت شارح بخاری، علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے۔ ان کے علاوہ خلیل ملت علیہ الرحمۃ نے کسی کو خلافت نہیں دی۔ ہاں مفتی احمد میاں برکاتی نے یہ سلسلہ آگے بڑھایا ہے۔ آپ کے مریدین کی تعداد کثیر ہے اور اب تک آپ نے چودہ ۱۴ علماء و حفاظ کو خلافت دی ہے۔ جن میں آپ کے استاد محترم مفتی عبدالحفیظ قادری (مرحوم) اور آپ کے بھائی مولانا محمد میاں نوری اور دو صاحبزادے مفتی حماد رضا نوری اور مولانا الحاج قاری محمد جواد رضا برکاتی شامل ہیں۔

بیٹا ہونے کا عمل: مفتی عبدالحفیظ قادری بیان کرتے ہیں کہ خلیل ملت نے ایک بار فرمایا: "جسکے پہلی بار بیٹی ہو اور بیٹا چاہے، تو بیٹی کا نام بشریٰ رکھدے، انشاء اللہ تعالیٰ پھر اس کے ہاں بیٹا ہوگا۔ آپ نے دلیل یہ دی کہ قرآن کریم میں ہے۔

"یبشریٰ ھذا غلام" (اے بشریٰ، یہ لڑکا ہے)

اس سے یہ نیک فال ہے کہ "بشریٰ" کے بعد لڑکا ہوگا۔

---

[1] مفتی احمد میاں برکاتی، اس وقت تک گیارہ ۱۱ سے زائد کتب تصنیف فرما چکے ہیں، جو چھپ چکی ہیں۔ اور چند کتب و تراجم زیر قلم ہیں

[2] مفتی حماد رضا نوری کی تصنیف "درود شریف سے مسائل کا حل" بازار میں دستیاب ہے۔ اور اس وقت، آپ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اسانید علیہ پر تحقیقی کام کر رہے ہیں۔ جو تکمیل کے مرحلہ میں ہے۔

آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ کا حلقہ کافی وسیع ہے بعض کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

☆ احسن العلماء حضرت علامہ سید حسن میاں برکاتی علیہ الرحمتہ والرضوان، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف

☆ صاحبزادہ مولانا مفتی ابوحماد احمد میاں برکاتی مہتمم دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

☆ مفتی غلام محمد قاسمی مہتمم دارالعلوم غوثیہ رضویہ، انوار باہو، کوئٹہ

☆ مفتی محمد وارث قاسمی مہتمم دارالعلوم قاسمیہ قادریہ، خضدار

☆ مولانا صوفی رضا محمد عباسی سابق شیخ الفقہ دارالعلوم احسن البرکات، ڈسٹرکٹ خطیب، حیدرآباد

☆ مولانا حافظ محمد سعید احمد قادری علیہ الرحمتہ دارالعلوم مدرسہ غوثیہ رضویہ سعیدیہ بکرامنڈی، حیدرآباد

☆ مولانا قاری خیر محمد قاسمی خطیب جامع مسجد شیخ زید لاڑکانہ

☆ مولانا مفتی عبدالرحمٰن قاسمی صدر مدرس مدرسہ جیلانیہ لاڑکانہ

☆ مولانا محمد حسن قلندرانی قاسمی خطیب صدیق اکبر مسجد تلک چاڑی، حیدرآباد

☆ علامہ ہدایت اللہ آریجوی علیہ الرحمتہ (انوار علمائے اہلسنت سندھ ص ۸۵۹)

☆ معظم العلماء مفتی محمد عبدالحفیظ قادری، استاذ الحدیث ونائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات

☆ مولانا محمد حسین قلندرانی

☆ مولانا خیر محمد، جمعہ خان گوٹھ لاڑکانہ

☆ مولانا صوفی نثار احمد، لاڑکانہ

☆ مولانا عبدالکریم عباسی

☆ مولانا محمد الیاس قادری، امیر دعوت اسلامی

☆ مولانا حکیم غلام محمد سالانی

☆ قاضی محمد علیم اشرفی

☆ مولانا محمد بشیر چشتی، (انگلینڈ)

☆ حافظ محمد شریف برکاتی، مارہرہ شریف

☆ پیر سید مسعود احمد شاہ احمدی، کراچی

☆ پیر سید محمد عبداللہ شاہ جیلانی، ٹنڈو آدم

☆ مولانا پیر سید تاج محمد شاہ جیلانی، ٹنڈو آدم

☆ پیر سید عبدالعلیم شاہ جیلانی، ٹنڈو آدم

☆ حضرت پیر سید غلام جیلانی، (ٹھٹھہ)
☆ سید مخدوم حسین شاہ جعفری
☆ سید منور حسین شاہ جعفری　☆ سید محمد حسین شاہ جعفری
☆ ڈاکٹر شمیم احمد (امریکن اسپتال لطیف آباد)
☆ ڈاکٹر محمد تقی، لطیف آباد نمبر ۶،　☆ ڈاکٹر وحید الدین بقائی، لطیف آباد نمبر ۸،
☆ پروفیسر فضل الرحمٰن (مرحوم) سندھ یونیورسٹی
☆ پروفیسر رضی الدین احمد جامعی، سراج الدولہ کالج کراچی
☆ مفتی سید عظمت علی شاہ نوری (ریسرچ اینڈ رجسٹریشن آفیسر، محکمہ اوقاف سندھ)
☆ مفتی عبد الرشید نوری آرائیں نوری قادری　(قلمی یادداشت، مفتی احمد میاں برکاتی)

اس مضمون کی تیاری میں، درج ذیل کتب و رسائل سے مدد لی گئی۔

۱۔ جمال خلیل:　مرتب، مفتی احمد میاں برکاتی
۲۔ قلمی یادداشت:　مفتی محمد خلیل خاں برکاتی
۳۔ مُجلّہ خلیل علم:　مدیر اعلیٰ، مفتی احمد میاں برکاتی (شمارہ گولڈن جوبلی ۲۰۰۱ء)
۴۔ بہار شریعت:　مصنف حضرت مولانا امجد علی اعظمی
۵۔ موت کا سفر:　مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمتہ
۶۔ خلیل العلماء:　اقبال احمد اختر القادری
۷۔ میلاد خلیل:　مرتب: محمد جواد رضا خاں برکاتی
۸۔ ہماری نماز:　مفتی محمد خلیل خاں برکاتی علیہ الرحمتہ
۹۔ مقالات خلیل:　مفتی محمد خلیل برکاتی علیہ الرحمتہ
۱۰۔ ماہنامہ استقامت:　کانپور (انڈیا)
۱۱۔ ماہنامہ نور الحبیب:　بصیر پور (ساہیوال)
۱۲۔ مفتی اعظم سندھ:　مصنف مفتی احمد میاں برکاتی
۱۳۔ برکات محل:　مفتی احمد میاں برکاتی
۱۴۔ انوار علمائے اہلسنت، سندھ:　سید محمد زین العابدین شاہ راشدی
۱۵۔ فیضان خلیل:　مفتی احمد میاں برکاتی
۱۶۔ قلمی یاداشت:　مفتی احمد میاں برکاتی

آپ کی شفقت

آپ کے ایک پوتے مفتی حماد رضا نوری ایک نظم میں اپنے دادا کو یوں یاد کرتے ہیں:

گر نگاہوں میں ہے میری صورتِ مفتی خلیل
جاگزیں ہے میرے دل میں الفت مفتی خلیل

جوہرِ تفسیر قرآں گوہر علم حدیث
صدقۂ نوری دے یا رب رفعتِ مفتی خلیل

لطف تو میں نے لیا ہے آپ کی آغوش کا
جانتا ہوں میں ہی، کیا تھی شفقتِ مفتی خلیل

آپ کیا سمجھیں گے اس کو میرے دل سے پوچھئے
آپ نے دیکھی کہاں ہے شفقتِ مفتی خلیل

یاالٰہی آرزو ہے مجھ کو بھی کامل بنا
وجہ شہرت آج تو ہے عظمت مفتی خلیل

طفل مکتب ہوں مگر نازاں ہوں یوں حمّاد میں
کرگئی ممتاز مجھ کو نسبتِ مفتی خلیل

قطعہ

بڑھ رہی ہے دن بدن جو وسعت قلب نظر
رنگ لاتی جارہی ہے نسبتِ مفتیؔ خلیل
پہلے علم دین میں کامل تو ہوں حمّاد آپ
پھر سمجھ میں آئے گی کچھ عظمتِ مفتی خلیل

(فیضان خلیل ص ۴)

آپ کی نسبت کا اثر

آپ کے ایک نواسے ابصار احمد خان ابصارؔ مرحوم ولد افتخار احمد انجم، اسطرح آپ کو یاد کرتے ہیں:

عاشق مہر رسالت مفتی علامہ خلیل
طالب حق و صداقت مفتی علامہ خلیل

واقف رمزِ طریقت مفتی علامہ خلیل
پیر وِ حکم شریعت مفتی علامہ خلیل

واعظِ شیریں بیان و نکتہ دان و نکتہ سنج
حامل فہم و فراست مفتی علامہ خلیل

پاگئے تنویر ان سے جانے کتنے ماہتاب
آفتابِ علم و حکمت مفتی علامہ خلیل

خوبیٔ قسمت سے ہے ابصارؔ کا انمیں شمار
آپ سے ہے جن کو نسبت مفتی علامہ خلیل

(فیضان خلیل ص ۷)

فقط، ترتیب وتحریر: محمد حسان رضا خاں
۶ر ربیع الآخر ۱۴۲۸ھ
۲۴ر اپریل ۲۰۰۷ء

خلیل ملت، خلیل العلماء، کے مرشد گرامی نے خلیل ملت کی کتاب "ہماری نماز" کی پہلی طباعت پر یہ تقریظ تحریر فرمائی، افادہ عام کے لئے اس کو کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔(مرتب)

تحریرِ خلیل

پر

تقریظ جلیل و تصدیق جمیل

وارث الاکابر الاسیاد، بالاستحقاق والانفراد، تاج العلماء، سراج العرفاء سیدی وسندی، مرشدی ومولائی مولانا السید الشاہ اولادِ رسول محمد میاں القادری البرکاتی المارہروی (قدس سرہٗ العزیز)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ الہ و اصحابہ ذوی الفضل العظیم و الکرم العمیم

فقیر حقیر جاروب کش آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ اولادِ رسول محمد میاں قادری غفرہ اللہ تعالیٰ لہٗ نے اخی فی اللہ ذی المجد والفضل والجاہ مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی دامت فضائلہم وکثرت حسناتہم وزادت برکاتہم کا یہ رسالہ فقہیہ مشتمل بر مسائل طہارت ونماز، اوّل سے آخر تک دیکھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے مسائل صحیحہ واحکام شرعیہ پر مشتمل پایا۔ اللہ عزّ وجل حضرت مولانا دام بالفضائل کی اس سعی کو مشکور اور اس خدمتِ دین کو سبب اجر موفور فرمائے اور مسلمانوں کو ان مسائل واحکام پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین

بجاہ الحبیب الامین علیہ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام الی ابد الابدین۔

فقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہٗ
خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (یوپی) بھارت
۱۸ر جمادی الاخری ۱۳۷۷ھ شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم

کتاب الاعتقادات

باب العقائد

عاشورہ کے دن سبیل لگانا، شربت پلانا، لنگر کھلانا، امام حسین کے روضہ کی شبیہ بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

.. ا محرم شریف کے ماہ میں سبیل لگانا اور شربت پلانا

.. ۲ دس تاریخ کو روزہ رکھنا اور لنگر کھلانا، پکانا اور اپنے اہل وعیال پر خوب خرچ کرنا

.. ۳ امام عالی مقام حسین علیہ السلام کے روضہ مبارک کی شبیہ بنانا۔ یہ سب امور جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا

بندہ عبد الغفار حیدر آباد، ۱۹۵۵ء/۵/۵

۷۸۶ **الجواب:** ا۔ ایصال ثواب کا جائز ہونا حدیث کریمہ سے ثابت ہے کتب فقہ وعقائد میں اسکی تصریح موجود ہے اور یہ ایصال ثواب کسی شرعی طریقہ پر ہو جائز ومندوب ہے۔ ماہ محرم میں دس دنوں تک خصوصاً دسویں محرم کو سیدنا امام حسین علیہ السلام ودیگر شہداء کربلا کو ایصال ثواب کی نیت سے جو بھی کار خیر کیا جائے جائز ہے خواہ وہ شربت کی سبیل ہو یا چائے وغیرہ کی یا حلیم وچاول وغیرہ۔ غرض کسی بھی طرح ایصال ثواب کیا جائے جائز ومندوب ہے اسکو ناجائز کہنے والا شریعت مطہرہ پر زیادتی کرنے والا اور خدا و رسول ﷺ پر افترا کرنے والا ہے اور ان بلاد میں ایسے امور سے روکنا وہابیہ کا طریقہ ہے اور وہابیت مردود وملعون ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ بخاری ومسلم شریف میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ خود رکھا اور رکھنے کا حکم فرمایا۔ اور مسلم شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ پر گمان ہے کہ عاشورہ کا روزہ ایک سال قبل کے گناہ مٹا دیتا ہے۔ دوسری احادیث کریمہ سے ثابت ہے کہ اس روز اہل وعیال وغیرہ وغرباء پر صدقہ کرنے والا اجر بہت پاتا ہے اور یہ کہ آج کے روز جو چیز بھی اہل وعیال وغیرہ پر خرچ کی جاتی ہے سال بھر تک اس میں برکت باقی رہتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ امام حسین علیہ السلام کے روضہ مبارک کی شبیہ بنانا اور زیارت کے لیے ایک مقررہ مقام پر رکھنا جائز ومباح ہے۔ ہاں طرح طرح کی تراش خراش کے مروجہ تعزیے بنا کر پھرانا گناہ وناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

مرنے کے بعد آدمی کا مع جسم زندہ نظر آنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: اخبار میں آیا تھا کہ ایک آدمی بیان کرتا ہے کہ میں کراچی کی جس فرم میں ملازم ہوں اس فرم میں سلطان نامی ایک آدمی کام کرتا تھا سال بھر ہوا ہوگا وہ کام چھوڑ کر چلا گیا۔ ایک ہفتے قبل صبح کے تقریباً سات بجے میں ناظم آباد کی پہلی چورنگی سے گزر رہا تھا اچانک کسی کے پکارنے کی آواز آئی پیچھے مڑ کر دیکھا تو سلطان کھڑا تھا۔ کہنے لگا پرویز صاحب کیا حال چال ہیں۔ میں نے پوچھا تم کام پر نہیں آ رہے کیا خفا ہو۔ سلطان نے ہنستے ہوئے جواب دیا کہ صاحب ہم غریب لوگوں کی کیا خفگی اور کیا ناراضگی۔ پھر ہم دونوں قریب ہی ہوٹل میں چائے پینے چلے گئے تقریباً بیس منٹ کی بات چیت کے بعد میں نے سلطان کو خدا حافظ کہا اور کام پر چلا گیا۔ اس واقعہ کے تیسرے دن ایک شخص جو اکثر سلطان کے ساتھ کام کرنے آیا کرتا تھا فیکٹری آیا میں نے اس سے سلطان کی خیریت دریافت کی اس نے بڑے افسردہ لہجہ میں کہا سلطان مرحوم کو گلے کا کینسر ہو گیا تھا اور تین مہینے قبل اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میں نے کہا کیا کہہ رہے ہو پرسوں تو میری اس سے ملاقات ہوئی ہے جس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ میں خود اس کے جنازے میں شریک تھا یہ جواب پا کر بھی مجھے سلطان کی موت کا یقین نہ آیا۔ آخر کار میں اپنا شبہ دور کرنے کے لیے بذات خود سلطان کے گھر گیا معلوم ہوا کہ واقعی تین مہینے قبل سلطان کا انتقال ہو چکا ہے میں نے سلطان کے گھر والوں سے اپنے مشاہدے کا ذکر نہیں کیا دریافت کرنا یہ ہے کہ آیا یہ ممکن ہے؟

عبدالقدیر ٹنڈو الہیار سندھ، ۲۱ راپریل ۱۹۷۹ء

الجواب: صورت مسئولہ میں اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ اپنی قدرت کاملہ کے حیرت انگیز کرشمے دکھائے لہٰذا ایسا ہونا قدرت کے تحت داخل ہے اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

قادیانیوں کے ساتھ روابط رکھنے والے کی اقتداء میں نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ: زید سگریٹ نوشی کرتا ہے اور غیر مسلم (مرزائیوں) کو اچھا کہتا ہے ان کے ساتھ دوستانہ روابط رکھتا ہے، کھاتا پیتا ہے۔ ان کے بچوں کو قرآن پڑھاتا ہے نذرانے وصول کرتا ہے اور مسائل نماز ضروریہ سے بھی ناواقف ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

بینوا، توجروا　　فقط والسلام رضائے حامد والہیان کوٹری سندھ

۷۸۶ الجواب: قادیانی تو ایسا مرتد ہے کہ جسکی نسبت تمام علمائے حرمین شریفین نے بالا تفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شك فی کفرہ فقد کفر۔ تو قادیانی کو مسلمان جاننا در کنار، جو ایسوں کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر و مرتد ہے۔ تو امام مذکور جو قادیانیوں کو اچھا کہتا ہے اگر مسلمان جان کر انہیں اچھا کہتا ہے تو وہ خود کافر و مرتد ہے اور اگر انہیں کافر و مرتد جانتے ہوئے اچھا کہتا ہے اور ان سے دوستانہ ربط ضبط رکھتا ہے تو اشد فسق میں مبتلا اور فاسق ملعون ہے ایسے کو امام بنانا، اگرچہ نماز تراویح ہی کیوں نہ ہو گناہ اور اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ بلکہ علمائے

کرام نے تصریح فرمائی کہ فاسق معلن کی اذان بھی صحیح نہیں اس کا اعادہ کیا جائے (غنیتہ۔ درمختار وغیرہ) مسئلہ کی توضیح کے لیے فتاوی رضویہ کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ رشعبان ۱۳۹۸ھ

شیعہ لڑکے سے شادی

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

حضور والا مسئلہ یہ ہے کہ ایک سنی لڑکی جو کہ خواہش رکھتی ہے ایک شیعہ لڑکے سے شادی کی۔ حالانکہ لڑکا زبانی اقرار کرتا ہے کہ میں سنی ہوں لیکن لڑکی کسی عالم کی رائے کی خواہش مند ہے اور چاہتی ہے کہ تمام باتیں پتہ چلیں جس کے بعد یہ نکاح جائز صورت میں انجام پائے۔ آپ کی رائے سے اس لڑکی کی مشکل آسان ہوگی۔ شکریہ

فقط: ایک مسلمان حسن جبار شیخ، پرواز پرنٹنگ پریس حیدرآباد، ۲ مارچ ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: آجکل عام رافضی (جنہیں عام طور پر شیعہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے) ضروریات دین کے منکر اور با جماع امت کفار مرتدین ہیں یعنی اسلامی برادری سے خارج۔ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل مرد وعورت سب کو شامل ہیں۔ ۱...... مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ماننا۔ اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے۔ ۲...... اور قرآن کریم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہل سنت کا چند پارے یا سورتیں یا آیتیں گھٹانا۔ کچھ الفاظ تغیر تبدیل کر دینا اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف، ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے، کافر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ۔ لہٰذا جزم کیا جاتا ہے کہ آجکل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا ایسا ہی مشکل ہے جیسا کووں میں سفید رنگ والا۔ ایسوں کے ساتھ مناکحت تو قطعی حرام وزنائے خالص ہے۔ جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے دیوث ہے۔ اس عقیدہ باطل کے ذریعے سے جو نام اس بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں ہلکے نام یہ ہیں زانیہ، فاجرہ، فاحشہ۔ تو جو اسے پسند کرتا ہوا اس کبیرۂ فاحشہ پر اقدام کرے ورنہ اللہ عزوجل کے غضب سے ڈرے۔ اور اگر بالفرض کوئی رافضی ایسا ملے جسے مسلمان کہہ سکیں تو حضرت ابوبکر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا بکنے سے ان میں کون محفوظ ملے گا اور یہ تبرا بھی کفر ہے تو فقہائے کرام کے طور پر تبرائی کے ساتھ مناکحت میں وہی احکام ہوں گے اور بفرض غلط اس سے بھی محفوظ ملے تو آخر گمراہ و بددین ہونے میں تو شبہ نہیں اور ایسوں کو بیٹی دینا شرعاً گناہ وممنوع ہے اور لڑکی بالغ ہو تو اس پر ایسے نکاح سے دور بھاگنا لازم وفرض ہے۔ ہاں اگر وہ لڑکا واقعی شرعی طور پر شیعیت سے علی الاعلان توبہ کر کے اسلام قبول کرے اور دل مطمئن ہو تو اب وہ احکام نہ ہوں گے۔ اس سے مناکحت بلاشبہ جائز ہوگی۔ لیکن فرض ہے کہ اس جانب سے پوری پوری طرح اطمینان قلب حاصل کر لیا جائے۔ ورنہ ایسوں سے بعد حصول مقصد آنکھیں چرانا رات دن کا مشاہدہ ہے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ)

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۴ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ (بدھ) سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غسل صحت کا دن نہیں ہے

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم

آجکل مسلمان جو عام طور پر یہ کہتے ہیں کہ آخری بدھ ماہ صفر کا جو چہار شنبہ کے نام سے موسوم ہے اس روز آقائے نامدار سرور کائنات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غسل صحت فرمایا تھا اور تفریح کے لیے باغ میں تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بارے میں حدیث شریف اور سیرت طیبہ سے کہاں تک صداقت ملتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ پر علمائے حق نے بڑی بڑی تصانیف لکھی ہیں ان کے حوالے سے مستفیض فرمائیں اور واقعات کیا ہیں؟

آجکل لوگ اس خوشی میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور پیسے دیتے ہیں تفریح کے لیے جاتے ہیں آپ اس کے بارے میں احادیث اور قرآن کی روشنی میں بتائیں اور کہاں تک اس چیز کی مٹھائی لینا اور دینا جائز ہے یہ بھی احادیث اور قرآن شریف اور علماء کی تصانیف سے بتائیں۔　حافظ محمد رمضان

۷۸۶ الجواب: آخری چہار شنبہ کی کوئی اصل نہیں۔ نہ اس روز حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحت یابی کا کوئی ثبوت۔ بلکہ مرض اقدس، جس میں وفات مبارک ہوئی اسکی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے۔ تو ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ کی نسبت جو یہ مشہور ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دن غسل صحت فرمایا اور اسی بناء پر تمام ہندوستان و پاکستان کے مسلمان اس دن کو عید سمجھتے، اور غسل و اظہار فرح و سرور کرتے ہیں۔ شریعت مطہرہ میں اسکی کوئی سند نہیں۔ محض بے اصل ہے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۱ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

تبلیغ دین کا ذمہ دار کون؟

سوال: اعلیٰ حضرت مولانا محمد خلیل صاحب مفتی اعلیٰ دام اقبالہ

عنوان:۔ استدعا برائے کرم، کتاب سے متعلق وضاحت فرمائیں

جناب عالی گذارش یہ ہے کہ میرے حلقہ میں واقع مسجد اقصیٰ میں چند دن سے حلقہ ہی میں رہنے والے چند حضرات بعد نماز عشا تبلیغی نصاب'' حکایات صحابہ "جسکے موضوع فضائل نماز فضائل ذکر وغیرہ ہیں از مولانا محمد زکریا صاحب (مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور بھارت) پڑھتے ہیں۔ اور لوگوں کو سناتے ہیں۔ جس پر علاقہ کے چند لوگوں نے اعتراض کیا اور کتاب کو غلط بتایا اور مسجد میں بیٹھ کر سنانے سے منع کیا اور کہا کہ مسجد سے باہر جا کر سنائیں۔ جس پر تبلیغ کرنے والوں نے کہا کہ آپ مطالعہ کریں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث پر مشتمل کتاب ہے۔ جس پر دوسرے فریقین قطعی راضی نہ ہوئے اور مسجد میں تشہیر سے منع کرتے رہے اور کہا کہ تبلیغ مسجد سے باہر جا کر کریں۔ مورخہ 1981-11-8 کو بعد نماز عشاء دونوں فریقین

میں تلخ کلامی ہوئی اور تصادم کا خطرہ تھا میں نے موقع پر پہنچ کر معاملہ رفع دفع کیا۔ اور کہا کہ جس کتاب کا جھگڑا ہے وہ مجھے دیدیں اور میں علمائے کرام سے معلومات حاصل کرنے کے بعد کسی نتیجے پر پہنچ سکتا ہوں۔ اور اسکے بعد آپ کو مطلع کرونگا۔ اس دوران کسی بھی قسم کے بحث ومباحثہ سے گریز کیا جائے۔ تاکہ ناخوشگوار واقعہ نہ ہو۔ لہٰذا جناب سے استدعا ہے کہ آپ صحیح جوابات سے مستفیض فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ آیا اس کتاب سے کسی مسلک کو تو کوئی ٹھیس نہیں پہنچتی مزید التماس ہے کہ جواب مورخہ 1981-11-13 سے پہلے مرحمت فرمائیں تاکہ نماز جمعہ میں لوگوں کو مطمئن کر سکیں۔

والسلام خیر اندیش: سید سردار علی بابو میونسپل کونسلر وارڈ نمبر ۵۳ لطیف آباد نمبر ۱۲، حیدر آباد، ۱۰ نومبر ۱۹۸۱ء

۷۸۲ **الجواب**: اس میں کوئی شک نہیں کہ تبلیغ دین ایک فریضہ ہے اور اہم دینی فریضہ۔ لیکن دین کے بعض دوسرے اہم فرائض کی طرح یہ فریضہ ہر ایرے غیرے کو نہیں سونپا گیا بلکہ یہ امانت علمائے دین متین کو تفویض ہوئی کہ وہی دین کے امین اور اسرار دین کے واقف کار ہیں جاہلوں کم علموں اور ناواقفوں کو تو قرآن کریم نے حکم دیا **فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**۝ جو کچھ نہیں جانتے وہ اہل علم سے پوچھو تو جاہلوں کم علموں اور ناواقفوں کو علمائے کرام کی اتباع کا حکم دیا تو جولوگ خود دولت علم دین سے بے بہرہ ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ خود علم دین حاصل کریں لیکن اس فرض کو چھوڑ کر اپنا خود ساختہ فرض اوڑھ لینا یہ کسی فریب کار اور دھوکہ باز ہی کا کام ہو سکتا ہے تبلیغی جماعت کے یہ نام نہاد مبلغین جن کے سارے علوم کی رسائی صرف تبلیغی نصاب تک ہے درحقیقت مصداق ہیں اس مصرع کے کہ "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے" پھر اصلی کار اور دین کا مدار، اسلامی عقائد ہیں نماز روزہ وغیرہا اس کی شاخیں ہیں۔ بظاہر یہ حضرات کلمہ ونماز کی تبلیغ کرتے ہیں عقائد کو ہاتھ نہیں لگاتے اور یہی ان کا فریب اور کھلا ہوا دھوکہ ہے۔ پھر کلمہ کی تلقین وتبلیغ اور مسلمانوں میں۔ یہ صرف اس لیے کہ اس جماعت کے کرتا دھرتا جن کی رگوں میں وہابیت ونجدیت کا خون دوڑ رہا ہے، سارے مسلمانان اہلسنت کو کافر واعلانیہ مشرک وبدعتی کہتے ہیں اس لیے انہیں کلمہ پڑھا کر اپنی دانست میں انہیں مسلمان بناتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ان کے طور طریقے وہی ہیں جو زمانہ اقدس میں منافقوں کے تھے کہ بظاہر صلح جوئی اور بہ باطن فتنہ انگیزی۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسی جماعت سے دور بھاگیں۔ ان کی مجلسوں میں نہ جائیں۔ ان کی تقریروں پر کان نہ دھریں اور اپنی مسجدوں میں ہرگز نہ آنے دیں۔ ان کے فریب کا پردہ تو اس سے چاک ہو جائیگا کہ وہ اپنی محفلوں میں پڑھتے بھی ہیں تو وہابیوں اور دیوبندیوں کی کتابیں۔ تاکہ سنی ان کے معتقد ہوں اور انکا ایمان خراب ہو۔ یہ علمائے اہلسنت کی کتابیں کیوں نہیں پڑھتے کہ لوگوں تک حق پہنچے۔ مولائے کریم ان فتنہ انگیزوں کے ہر فتنے سے بچائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

حاضرات واستخارہ کی معلومات پر عقیدہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: کسی گمشدہ باکس اور چیز کے بارے میں جو معلومات حاضرات اور

استخارہ سے حاصل کی جاتی ہیں کیا وہ صحیح ہیں۔ان پر اعتقاد کر کے کوئی شرعی حکم لگایا جا سکتا ہے؟

غلام مصطفیٰ، ٹنڈو محمد خان　۱۳ جنوری ۱۹۸۳ء

۷۸۶ **الجواب:** آدمی میں اگر اتنی روحانیت اور اہلیت ہو کہ وہ ان عملیات سے جو بزرگان دین سے منقول اور خاصان خدا کا معمول رہے ہیں استفادہ کر سکے اور حاضرات کے اشارے صحیح طور پر سمجھ سکے تو بیشک حاضرات سے فائدہ اٹھائے۔یہی حال استخارہ کا ہے۔بہر حال اس سے جو اشارے سمجھ میں آتے ہیں وہ یقین کا درجہ نہیں پا سکتے۔ہوتا وہی ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔اور ان حاضرات میں اگر شیاطین و کفار سے مدد لی جائے جیسا کہ بہت سے ہوس پرستوں نے اسے ذریعہ معاش بنا رکھا ہے تو آپ ہی حرام بلکہ کفر تک پہونچا تا ہے۔مولائے کریم اپنی حفاظت میں رکھے_ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۳ ھ

انبیاء کرام سے اولیاء کرام کو بڑھانے والا کافر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ: جو شخص علی الاعلان یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں اول نمبر شان اولیاء کرام کی پھر دوم نمبر شان ہے انبیاء کرام کی تو کیا ایسا شخص شریعت محمد یہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بموجب مسلمان ہے یا کافر؟ **بینوا، توجروا**

عبد المجید از گوٹھ غلام کبریا، ضلع سانگھڑ ڈاکخانہ سرہاری معرفت، سیٹھ احمد دوکاندار، ۸/ ربیع الاول ۱۴۰۳ ھ

۷۸۶ **الجواب:** روافض کا عقیدہ ہے کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ دیگر ائمہ اطہار انبیائے سابقین سے افضل ہیں علمائے کرام نے انہیں اس عقیدہ پر کافر قرار دیا اور صاف فرمایا کہ جو کسی غیر نبی کو نبی سے افضل کہے وہ کافر ہے۔تو وہ شخص جو اولیاء کرام کو انبیاء کرام پر فضیلت دے اور ان کی شان، ان کی شان سے اعلیٰ بتائے ان رافضیوں سے بدتر اور کافر ہے اس پر فرض ہے کہ اپنے اس قول سے توبہ کرے دوبارہ کلمہ پڑھ کر از سرنو اسلام لائے اور تجدید نکاح کرے۔اور جبتک وہ توبہ شرعیہ اعلانیہ نہ کرے مسلمان اسے منہ نہ لگائیں نہ اس کے پاس بیٹھیں نہ اسے اپنے پاس بٹھائیں اور **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین** پر عمل پیرا رہیں۔اور اس حدیث شریف کو اپنا راہنما بنائیں کہ **ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم** تم ان سے دور رہو انہیں اپنے سے دور بھگاؤ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ　۱۵/ ربیع الاول ۱۴۰۳ ھ

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔اگر جائز ہے تو قرآن اور حدیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں اس مسئلہ پر کافی بحث ہوتی ہے کہ یہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ

اذان کے مشابہ ہوجاتے ہیں لہٰذا اذان میں اور صلوٰۃ وسلام میں کیا فرق رہا۔ بعض مساجد میں یہ صلوٰۃ وسلام ہوتا ہے جس پر کافی اعتراض ہوتا ہے۔ امید ہے کہ تسلی بخش جواب تحریر فرمایا جائیگا

فقط والسلام زاہد اختر خانزادہ، ٹنڈوالہیار ضلع حیدرآباد سندھ نزد مدینہ مسجد، ۸۔۱۶۔۱۹۷۸ء

۷۸۶ **الجواب:** حدیث شریف میں ہے کل امر ذی بال لا یبدافیه بحمدالله والصلوٰۃ علی فهو اقطع ابتر محوق من کل بر کة۔ اس حدیث شریف کو حضرت مولانا عبدالحئی صاحب فرنگی محلی نے حاشیہ شرح وقایہ کے دیباچہ میں نقل فرماکر یہ ارشاد فرمایا کہ وفی سنده ضعف لکن یعمل به فی الفضائل۔ حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ ہر وہ کام جو دین ودنیا میں اہمیت رکھتا ہے اگر وہ حمد الٰہی اور درود شریف سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ناقص ونا تمام اور برکت سے محروم رہتا ہے۔ اب اذان اگر شریعت میں اہمیت رکھتی ہے تو اس حدیث شریف کی رو سے اس سے پہلے درود شریف پڑھنا شرعاً مطلوب ہے۔ اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ایسی چیز سے روکتا ہے جو مطلوب شرعی ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے وارد ہے کہ ماراٰہ المسلمون حسنا فهو عندالله حسن۔ یعنی جس کام کو مسلمان نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عوام وخواص اذان سے قبل درود شریف بہ نیت تعظیم رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے ہیں اور اسے نیک سمجھتے ہیں تو اس سے منع وانکار نہ کریگا مگر وہ کہ خیر وبھلائی وتعظیم سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے۔ اب رہا یہ کہ کلمات درود، کلمات اذان سے مشابہ ہوجاتے ہیں تو اولاً مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اذان کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے تو اب اشتباہ کی گنجائش ہے ہی نہیں۔ پھر بھی کلمات درود شریف پست آواز سے ادا کئے جائیں تو اس شائبہ کا پتہ ہی کٹ جاتا ہے۔ بالجملہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ودرست ہے۔ جو اس سے منع کرتا ہے وہ شریعت پر افتراء کرتا ہے یا جاہل محض ہے ورنہ تجاہل عارفانہ میں گرفتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۰؍رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

نہ صرف مقدس اوراق بلکہ حروف تہجی والے اوراق بھی قابل صد احترام ہیں

سوال: بخدمت جناب قبلہ ومحترم مفتی محمد خلیل خان صاحب

گذارش یہ ہے کہ ہم طلبہ برادری نے متفقہ طور پر چند خصوصی علمائے کرام سے مندرجہ ذیل مسئلہ پر مشورہ کر کے حکام اعلیٰ تک یہ فریاد پہنچانے کا منصوبہ بنایا ہے۔ آپ سے اپیل کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی اہمیت قرآن وحدیث کی روشنی میں ثابت فرماکر ہمارے لیے اس مسئلہ کو آسان فرمائیں نیز اس مسئلہ کو حل کرنے کے لیے مفید مشورہ اور تجاویز عنایت فرمائیں۔

۱۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جل شانہ کا مقدس کلام پاک قرآن مجید جو مسلم قوم کی روح ہے یہ مقدس کتاب بہ ذریعہ، اخباروں و رسالوں کے جن میں جمعہ ایڈیشن، بڑے تہوار کے دنوں میں شائع ہونے والے خصوصی صفحات بالخصوص موجودہ وقت کی حکومت نے جو اسلامی صفحات شائع کئے ہیں جن میں نماز کا طریقہ، نماز کی سورتیں اور حدیث وقرآن کی تفسیر شائع ہوتی ہے

آج سر عام نالیوں میں، بازاروں میں، گٹروں میں، کوڑہ کرکٹ کے ڈھیروں پر لوگوں کے قدموں کے نیچے پامال ہو رہے ہیں۔ آپ کی نظر میں اس مسئلے کو کس طرح حل کیا جائے تجاویز عنایت فرمائیں۔ ہم تمام طلبہ سیاسی و غیر سیاسی تنظیمیں صلاح مشورے کے ساتھ اس قرارداد کو حکومت کے سامنے پیش کریں گے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ آپ اپنے مفید مشورے دیں۔ فقط خیر خواہ: عاجز اسرار احمد، جنرل سیکریٹری، روحانی طلباء جماعت پاکستان

۷۸۶ الجواب: اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ ہر وہ فعل جس سے حروف تہجی کی حرمت و احترام باقی نہ رہے بلکہ حروف تہجی کی بے حرمتی، بے وقعتی اور توہین و اہانت لازم آئے ناجائز و گناہ و حرام ہے۔ عالمگیری میں ہے اذا کتب اسم فرعون او کتب ابوجهل علی غرض ان یرمواالیه یکره لان لتلك الحروف الحرمة كذا في السراجيه اور فتاویٰ امام قاضی خاں میں ہے حکی ان بعض الائمته رای شبابا یرمون الی الهدف وقد کتب علی الهدف ابوجهل فنهاهم عن ذلك ثم مربهم وقد فصلوا الحروف فنهاهم ایضا وقال مانهیتکم فی الابتداء لاجل الكلمة وانما نهيتكم لاجل الحروف یعنی کہا جاتا ہے کہ ائمہ دین میں سے کسی امام مقتدا کا گزر ایسی جگہ ہوا جہاں کچھ نوجوان نشانہ بازی کی مشق میں مصروف تھے اور نشانہ گاہ پر انہوں نے ابوجہل کا نام لکھ رکھا تھا آپ نے انہیں اس سے منع فرما دیا پھر آپ کا گزر دوبارہ ادھر سے ہوا تو دیکھا کہ انہوں نے ابوجہل کے نام کے حروف علیحدہ علیحدہ ا ب و ج ھ ل کی صورت میں لکھ لیے تھے اور انہیں حروف پر نشانہ بازی کر رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے پہلے جو تم کو اس سے روکا تھا وہ ابوجہل کے نام کی وجہ سے نہیں بلکہ ان حروف تہجی کی وجہ سے منع کیا تھا۔ اور یہی ماحصل ہے عالمگیری اور فتاویٰ سراجیہ کی مذکورہ بالا عبارت کا کہ حروف تہجی مطلقاً قابل حرمت ہیں۔ لہٰذا وہی صفحات اخبارات و رسائل قابل احترام نہیں جن میں آیات قرآنیہ یا حدیث شریف یا مسائل دینیہ لکھے ہوں بلکہ اردو کے تمام اخبارات و رسائل و کتب بھی اسی احترام کے مستحق ہیں۔ تو اخبارات کو ان امور کی اشاعت سے روک دینا مسئلہ کا حل نہیں۔ بلکہ اس کا حل صرف اور صرف یہی ہے کہ تمام اخبارات و رسائل اس مسئلہ کی مسلسل اشاعت کریں اور عوام کو بار بار تاکید پر تاکید کرتے رہیں کہ وہ ان اخبارات وغیرہ کو یوں ضائع نہ کریں نہ انہیں دوکانداروں کے ہاتھ فروخت کریں کہ وہ سودا سلف کے استعمال میں لائیں۔ ورنہ گناہگار اور فعل ناجائز کے مرتکب ہوں گے۔ گنتی کے چند پیسوں کی خاطر عوام یہ وبال مول نہ لینگے بشرطیکہ مسئلہ کی کماحقہ تشہیر کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

زندہ شخص کے نام ایصال ثواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: فقیر محمد صاحب اپنی والدہ صاحبہ کے لیے قرآن مجید ختم کرانا چاہتے ہیں جبکہ والدہ زندہ حیات ہے۔ کیا قرآن مجید کا ثواب اسکی والدہ کے سپرد کر دیا جائے تو کیا وہ اس ثواب کی مالکہ ہو سکتی ہے؟

کیا یہ شریعت میں جائز ہے یا کہ نہیں؟ برائے مہربانی اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی

فقط والسلام فقیر محمد، گڈس ناکہ حیدرآباد سندھ ۳ فروری ۱۹۷۸ء

۷۸۶ **الجواب:** اپنی والدہ کو جو بقید حیات ہیں قرآن کریم کی تلاوت، درود شریف کی قرات اور ایسے ہی دوسرے اذکار اور اعمال خیر کا ثواب نذر کر دینا شرعاً جائز ہے۔ اور کرم الٰہی سے امید واثق کہ وہ اسے یا انہیں نامراد نہ فرمائیگا۔ مولائے کریم مذہب اہلسنت پر حیات و ممات فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۹۸ھ

جس نے کہا کہ میں قرآن پاک کو نہیں مانتا

سوال: جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ۲۷ شعبان کو آپ کے دار العلوم سے ایک فتویٰ جاری ہوا ہے۔ جس میں بشیر احمد نے سعد اللہ پر جھوٹے الزام لگا کر جو صریحاً غلط ہیں فتویٰ حاصل کیا ہے۔ کیونکہ اس فتویٰ کا میری ذات سے تعلق ہے۔ اصل واقعہ مختصراً عرض ہے۔ ننھے کی بیوی میرے گھر آئی اور مجھے بتلایا کہ بشیر احمد نے مجھ سے کہا ہے کہ امام بخش سعد اللہ کے گھر انڈے مرغی لے جاتا ہے اور وہ لوگ کھاتے ہیں۔ اس بات کو سننے کے بعد میں اور میری بیوی دونوں اس بات کی تصدیق کے لیے بشیر احمد کے گھر گئے اور میں نے بشیر احمد سے کہا کہ بھائی کیا آپ نے یہ بات کہی ہے۔ تو بشیر احمد خود اندر سے قرآن شریف اٹھالائے اور میری بیوی کے ہاتھ پر رکھ دیا۔ میری بیوی نے قرآن شریف مجھے دیدیا۔ اسپر میں نے بشیر احمد سے کہا کہ بھائی نہ تو میں آپ سے قرآن اٹھوا رہا ہوں اور نہ ہی قسم کھلوا رہا ہوں میں تو صرف یہ معلوم کرنے آیا تھا کہ تم نے یہ بات کہی ہے یا نہیں؟ اس پر بشیر احمد نے کہا میں نے یہ بات نہیں کہی۔ میں نے کہا کہ اگر کوئی آئے تو اس کے سامنے یہ بات کہہ دینا۔ بشیر احمد نے کہا کہ اس کو اسی وقت بلاؤ میں ابھی اس کے سامنے کہوں گا۔ مغرب کا وقت ہو گیا تھا۔ میں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں پھر بلادونگا۔ بعد نماز مغرب ننھے اور انکی اہلیہ اور بشیر احمد اور انکی بیوی چاروں میرے گھر آ گئے۔ بشیر احمد نے کہا کہ قرآن شریف لاؤ۔ بشیر احمد نے قرآن پاک ہاتھ میں لیکر کہا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی۔ اسپر ننھے کی بیوی نے قرآن شریف ہاتھ میں لیکر کہا کہ بشیر احمد نے یہ بات مجھ سے کہی ہے۔ بشیر احمد غصے میں اٹھ کر چلے گئے۔ اور بشیر احمد کی بیوی اپنے بھائی ننھے سے لڑنے لگیں۔ اس واقعہ کے تقریباً ایک گھنٹے کے بعد واجد حسین، ننھے، اور میں تینوں بشیر احمد کے گھر گئے۔ وہاں پر سبزی والے بشیر احمد خان اور معشوق علی خان اور واجد کی والدہ اور بہن یہ سب بشیر احمد کے یہاں موجود تھے۔ سب نے بشیر احمد کو کہا کہ جو بات ہو گئی اسے ختم کر دو اور رنجش کو دور کر دو۔ اس پر بشیر احمد نے کہا کہ آج سے ہماری اور تمھاری رشتہ داری ختم ہے ان سب نے بشیر احمد کو بہت سمجھایا لیکن بشیر احمد نے کسی کی بات نہیں مانی اس واقعہ کے دوسرے دن بشیر احمد نے فتویٰ حاصل کر کے اسکی فوٹو کاپی ساری برادری میں بٹوادی۔ اور اس واقعہ کے اوپر والے گواہ موجود ہیں۔ جو بات ہے اور یہ میں نے ہرگز نہیں بولا کہ میں قرآن

پاک کو نہیں مانتا۔ یہ میرے خلاف بہتان اور تہمت ہے۔ اللہ مجھے ایسی غلطی سے محفوظ رکھے۔ میں نے اصل واقعہ لکھ دیا ہے۔ اسپر حکم شرعی سے مطلع فرما کر مشکور فرمائیں فقط سعد اللہ مکان نمبر 74/12-C لطیف آباد نمبر 8 حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: ۲۷ شعبان کو ایک سوال کے جواب میں یہ فتویٰ دیا گیا تھا کہ سعد اللہ جس نے یہ بات کہی کہ ہم اس قرآن کو نہیں مانتے اس پر توبہ فرض ہے اور یہ بھی کہ وہ اپنا نکاح دوبارہ پڑھائے، اب یہی سعد اللہ استفتاء لیکر آئے ہیں اور زبانی اور تحریری بیان دیتے ہیں کہ "میں نے یہ ہرگز نہیں کہا کہ میں قرآن پاک کو نہیں مانتا یہ میرے خلاف بہتان اور تہمت ہے۔ تو اگر واقعتاً سعد اللہ پر ایسا بڑا الزام لگایا گیا ہے تو تہمت لگانے والے یاد رکھیں کہ دوسرے مسلمان مرد خواہ عورت پر، تہمتیں لگانیوالوں کو قرآن کریم نے کافروں کا فعل بتایا ہے۔ اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۔ جس نے الزام لگایا اس پر فرض ہے کہ شرعی گواہ پیش کرے اور جب وہ گواہ پیش نہیں کر سکتا تو شرعاً وہی مجرم ہے اور اس پر توبہ بھی فرض ہے اور سعد اللہ سے معافی مانگنا بھی لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

اگر قادیانی سنی بن کر کسی سے نکاح کرے تو کیا نکاح ہوگا؟

سوال: بخدمت جناب مولوی صاحب السلام علیکم

علمائے کرام شریعت اسلامیہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق سنی حنفی مسلک کو مد نظر رکھتے ہوئے اس مسئلہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ: میری شادی حیدر آباد میں ڈاکٹر سید بشیر احمد شاہ کی صاحبزادی سیدہ امت الکریم سے ۱۲، اگست کو ہوئی۔ شادی کے وقت مجھے قطعی طور پر علم نہیں تھا کہ یہ لوگ قادیانی ہیں۔ مجھے بتایا گیا تھا کہ مسلم سید ہیں۔ لیکن شادی کے بعد جب آہستہ آہستہ انہوں نے میرے اوپر قادیانیت کی تبلیغ شروع کی تب میرا اپنے خسر سے جھگڑا ہوگیا۔ اور جب مجھے یہ ثبوت مل گیا کہ میرے خسر قادیانی ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دوسرے لوگوں کی موجودگی میں انہیں "مجلس خدام احمدیہ" یونٹ نمبر ۶ لطیف آباد حیدر آباد (قادیانیوں کی نام نہاد مسجد) میں نماز پڑھتے ہوئے کئی دفعہ دیکھ لیا اور مجھے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ وہ یہاں نماز بھی پڑھاتے رہے ہیں تو میری بیوی سیدہ امت الکریم اور اسکے بھائی سید منیر احمد نے کہنا شروع کر دیا کہ ابا قادیانی ہیں تو کیا ہوا ہم تو قادیانی نہیں ہیں۔ میں اپنی بیوی سے کہتا رہا ہوں کہ اگر تم اپنے آپ کو سنی کہتی ہو تو میرے عقائد پر چلو اور اپنے ابا سے کہو کہ وہ قادیانیت کی تبلیغ بند کریں اور میرے معاملات میں دخل اندازی نہ کریں۔ لیکن وہ باز نہ آئے حتیٰ کہ میری بیٹی ثمرین پیدا ہوئی تو انہوں نے یہ سوچ کر کہ یہ اکیلا ہے اور اب لڑکی بھی ہو چکی ہے اس لیے مجبور ہو جائے گا اپنا پورا دباؤ ڈالا۔ لیکن جب جھگڑا بڑھ گیا اور وہ کامیاب نہ ہوئے تو وہ میری بیوی اور بچی کو ۲۱، جولائی کو لے گئے اور آج تک واپس نہیں بھیجا۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ میں حنفی سنی ہوں۔ میری بیوی زبانی تو کہتی ہے کہ وہ سنی ہے لیکن مجھ سنی کو چھوڑ کر عملاً اپنے قادیانی والدین کی عزت و تعظیم اور فرمانبرداری کرتی ہے اور انکا ہر طرح کا کہنا مانتی ہے حتیٰ کہ انکے کہنے پر مجھ سنی شوہر کو چھوڑ کر تقریباً سوا سال سے

اپنے قادیانی والدین کے ساتھ رہ رہی ہے اور میرے بار بار بلانے کے باوجود نہیں آ رہی ہے یہاں یہ بھی عرض کر دوں کہ جب میری بیوی (موجودہ عمر ۳۴ سال) اور اسکا بھائی سید منیر احمد شاہ (موجودہ عمر ۳۶ سال) نابالغ تھے اس وقت انکا باپ بشیر احمد اپنا سنی مسلک چھوڑ کر قادیانی ہوا تھا۔ اس کمسنی کی عمر سے لیکر آج تک یہ دونوں بہن بھائی اپنے قادیانی باپ کے پاس اور اسکے ماحول میں پرورش پاتے رہے حتیٰ کہ سن بلوغت کو پہنچ کر بھی آج تک کبھی انہوں نے نہ تو اپنے باپ کی مخالفت کی۔ نہ قادیانیت سے بیزاری کا اظہار اور نہ ہی اپنے سنی ہونے کا کوئی باقاعدہ اعلان کیا۔ جناب سے گزارش ہے کہ شریعت محمدی ﷺ اور حنفی سنی مسلک کی رو سے یہ فتویٰ صادر فرمائیں

.. ۱ کیا میری بیوی اور اسکا بھائی اس وقت سنی ہیں یا قادیانی؟

.. ۲ کیا میرا نکاح صحیح ہوا ہے یا نہیں اور اس وقت قائم ہے یا نہیں؟

مہربانی فرما کر فتویٰ پر اپنے دستخط اور مہر ثبت فرمایئے اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے گا

واجد حسین قریشی ۲۵ نومبر ۱۹۷۹ء B-11/B، B ایریا لیاقت آباد کراچی

۷۸۶ الجواب: لا اله الا الله محمد رسول الله۔ حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی کی نبوت ماننے کا جو قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر و مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے۔ قال الله تعالی ولكن رسول الله وخاتم النبيين وقال صلى الله تعالى عليه وسلم انا خاتم النبيين لا نبي بعدی۔ لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جسکی نسبت تمام علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق تحریر فرمایا ہے کہ من شك في كفره فقد كفر۔ اسے معاذ اللہ مسیح موعود یا مہدی یا مجدد یا ایک ادنیٰ درجہ کا مسلمان جاننا درکنار جو اسکے اقوال ملعونہ پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر ہے والعیاذ باللہ۔ اور قادیانی عقیدے والے یا قادیانی کو کافر و مرتد نہ ماننے والے، مرد خواہ عورت کا نکاح اصلاً، قطعاً ہرگز زنہار، کسی مسلم کافر یا مرتد، اس کے ہم عقیدہ یا مخالف العقیدہ، غرض انسان یا حیوان، جہان بھر میں کسی سے نہیں ہو سکتا، جس سے ہوگا زنائے محض ہوگا عالمگیری میں ہے لا يجوز للمرتد ان يتزوج مع مرتدة ولا مسلمة ولا كافرة اصلية وكذلك لا يجوز نكاح المرتدة مع احد كذا في المبسوط۔ تو بشیر احمد کی صاحبزادی سیدہ اگر واقعتاً اپنے باپ کے ہم عقیدہ تھی یا کم از کم عقل و تمیز کے بعد اسے مسلمان ہی سمجھتی رہی تو وہ خود مرتدہ تھی تو اس کے ساتھ نکاح باطل محض ہوا اور اس کے ساتھ قربت خالص زنا کہ عقل و تمیز کے بعد اسلام و ارتداد صحیح ہیں۔ تنویر الابصار میں ہے اذا ارتد صبي عاقل كا سلامه۔ سمجھ والی ہونے کی حالت میں اگر اس نے قادیانیت کو قبول کیا یا اپنے باپ کو قادیانی جاننے کے باوجود مسلمان سمجھتی رہی تو اسی قدر اس کے مرتدہ ہونے کو بس ہے۔ تجربہ ہے کہ یہ مرتد لوگ بہت بچپن سے اپنی اولاد کو اپنے عقائد کفریہ سکھاتے ہیں۔ اور فرض کرلیں کہ وہ دل سے قادیانیت کو ارتداد جانتی ہے تب بھی اس پر فرض ہے کہ ایسوں سے ناتا توڑ الگ ہو جائے اور اپنی برأت کا اعلان کرے اور جب ایسا نہیں ہے تو اسی رسی میں باندھے جانے کے قابل ہے۔ پھر ایسے لوگوں سے ایسی قرابت رکھنا یقیناً فساد و فتنہ دینی کا موجب ہوتی ہے تو سلامتی اسی میں ہے کہ اس سے دور ہی رہا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

خواب میں سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں

۱..... کیا کسی امتی کی شکل میں حضور اقدس ﷺ خواب میں آسکتے ہیں کیونکہ مولانا ظفر احمد عثانی اپنی سوانح حیات انوار النظر کے حصہ دوم کے صفحہ ۴۳ پر، مولانا کے پھوپھی زاد بھائی سید محمد محتشم نے جو خواب دیکھا ان کے حوالہ سے اس کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ انکے موضع نعت پور میں سیدنا رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف ہے۔ اور مخلوق وہاں زیارت کو جارہی ہے۔ میں بھی قبر شریف پر حاضر ہوا اور درود شریف پڑھنے لگا۔ میں نے دیکھا کہ قبر کے پاس سے دو چشمے شہد کے بہہ رہے ہیں۔ میں درود شریف پڑھ رہا تھا کچھ دیر میں قبر شریف کھل گئی اور رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے میں نے دست بوسی کی اور لوگ بھی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بالکل آپ کی صورت میں تھے اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۴۴ پر مولانا نے اپنا ایک خواب تحریر کیا ہے کہ ایک مسجد میں واعظ وعظ کہہ رہے ہیں۔ اثناء وعظ انہوں نے کہا'' اس وقت مجمع میں تین شخص نبی ہیں۔'' حضرت والا نے فرمایا میں صاف کہہ رہا ہوں کہ میں موسیٰ ہوں (احقر کی طرف اشارہ فرمایا کہ) یہ عیسیٰ ہیں اور مولوی صاحب کی طرف اشارہ کر کے تیسرے نبی کا نام لیا جو مجھے یاد نہیں اور اسی کتاب میں اسی صفحہ پر نیچے ہارون علیہ السلام لکھا ہے

۲..... کیا کوئی زندہ انسان کسی مردے سے ملاقات کرسکتا ہے۔ یہ واقعہ روز نامہ جنگ کراچی مورخہ ۲، جولائی میں، ایک شخص جس کا نام عبدالعزیز ہے نے لکھا ہے۔ ازراہ کرم اس معمہ کو بھی حل کر دیں کہ میں تقریباً ایک ہفتے سے عجیب الجھن میں مبتلا ہوں۔ میں کراچی کی جس فرم میں ملازم ہوں اس فرم میں سلطان نامی ایک شخص معمار کی حیثیت سے کام کرتا تھا۔ سال بھر ہوا ہوگا کہ وہ کام چھوڑ کر چلا گیا۔ ایک ہفتے قبل صبح کے تقریباً سات بجے میں ناظم آباد کی پہلی چورنگی سے گزر رہا تھا کہ اچانک کسی کے پکارنے کی آواز آئی پیچھے مڑ کر دیکھا تو سلطان کھڑا تھا کہنے لگا پرویز صاحب کیا حال چال ہیں۔ میں نے پوچھا تم کام پر نہیں آرہے کیا خفا ہو۔ سلطان نے ہنس کر جواب دیا کہ صاحب ہم غریب لوگوں کی کیا خفگی اور کیا ناراضگی۔ پھر ہم قریبی ہوٹل میں چائے پینے چلے گئے۔ تقریباً بیس منٹ کی گپ شپ کے بعد میں نے سلطان کو خدا حافظ کہا اور کام پر چلا گیا اس واقعہ کے تیسرے دن ایک شخص جو اکثر سلطان کے ساتھ کام پر آیا کرتا تھا فیکٹری میں آیا۔ میں نے اس سے سلطان کی خیریت دریافت کی اس نے بڑے افسردہ لہجہ میں کہا کہ سلطان مرحوم کو گلے کا کینسر ہو گیا تھا اور تین مہینے قبل اللہ کو پیارا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ کیا کہہ رہے ہو پرسوں تو میری اس سے ملاقات ہوئی ہے۔ جس پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے اس نے کہا کہ میں خود اس کے جنازے میں شریک تھا۔ یہ جواب پا کر بھی مجھے سلطان کی موت کا یقین نہیں آیا اور آخر کار میں اپنا شبہ دور کرنے کے لیے بذات خود سلطان کے گھر گیا معلوم ہوا کہ واقعی تین مہینے قبل سلطان کا انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے سلطان کے گھر والوں سے اپنے مشاہدہ کا ذکر نہیں کیا۔ سائل: نور محمد شاہجہانپوری، محلہ پریم نگر ٹنڈو الہیار، ۱۴ نومبر ۱۹۷۳ء

۷۸۶ الجواب: ۱۔ حضور سید عالم ﷺ کا دیدار پردہ فرمانے سے پہلے حیات ظاہری میں جس طرح مومن اور کافر کے لیے جائز تھا اسی طرح پردہ فرمانے کے بعد بھی جائز و ممکن ہے۔ لیکن دیدار کے مفید و نافع ہونیکی شرط ایمان ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایمان کے ساتھ دیکھا صدیق ہوئے، اور دوسرے تمام مومنین صحابہ کہلائے اللہ تعالیٰ نے انہیں راشدوں کا خطاب دیا ابولہب وابوجہل نے بھی حضور انور ﷺ کو دیکھا مگر ایمان سے محروم تھے لعین ہوئے۔ پردہ فرمانے کے بعد بھی دیدار ممکن اور جائز ہے۔ دیدار کا مقام، مرتبہ اور کیفیت ایمان کی قوت وضعف اور عمل کے صلاح وفساد پر موقوف ہے اولیاء اللہ میں ایک گروہ میں ہمیشہ ایسے لوگ ہیں جنہیں مقام حضوری حاصل ہے اور حضور ﷺ کی مجلس خاص میں باریاب ہوتے ہیں اور بالمشافہ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں اس مسئلہ میں کسی کو شبہ نہیں ہونا چاہیے کہ صحابہ، مجتہدین اور اولیاء اللہ اپنے اختلافی مسائل کو حضور ﷺ سے دریافت کر کے حل کیوں نہیں کر سکے تو اس کا جواب یہ ہے کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں اسکی اجازت نہیں ہے۔ امت بے شمار رحمتوں سے محروم ہو جاتی حضور ﷺ کے بہت سے اعمال مبارکہ متروک ہو جاتے مجتہدین، فقہاء، علماء اپنے سعی وعمل سے محروم ہو جاتے۔ اور ان کے علاوہ بہتیرے دوسرے مفسدات دین میں پیدا ہو جاتے۔ خواب میں حضور ﷺ کی زیارت ہوتی ہے جو مومن کے لیے مفید ہے کافر کے لیے مفید نہیں ہے۔ خواب میں آنحضور ﷺ کو دیکھنے والے مومن اپنے اعمال وعمل کے اعتبار سے دیکھتے ہیں دیکھنے والے کی حیثیت ظرف اور آلہ کی ہے۔ نور رسالت ﷺ تو یکساں ہے اس میں فرق نہیں ہے دیکھنے والے کی مثال شیشے کی ہے کوئی بغیر کسی آلہ اور شیشے کے دیکھتا ہے اور کسی کی حیثیت رنگین شیشے کی ہے جس رنگ کا شیشہ ہوگا نور وضیاء ویسا ہی نظر آئیگا۔ رنگت، کدورت، صفائی دیکھنے والے کے ایمان وعمل کا نتیجہ ہے اگر چہ ائمہ دین کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ حضور ﷺ کا دیدار وہی حق اور صحیح قرار دیا جائیگا جو اس حلیہ مبارکہ اور شکل جمیل میں نظر آئے جو صحیح حدیثوں میں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے مروی ہے۔ ان کے نزدیک حدیث شریف **من رانی فقد رای الحق فان الشیطن لا یتمثل بی۔** (ترجمہ) جس نے مجھے (خواب) میں دیکھا تو واقعی اس نے مجھے دیکھا کیونکہ میری شکل شیطان اختیار نہیں کر سکتا۔ اس حدیث شریف کے انداز بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارکہ اور شکل جمیل کو اختیار کرنے سے شیطان عاجز ہے یا اللہ رب العزت کی طرف سے اس پر پابندی ہے۔ دوسری بدلی ہوئی شکل اختیار کرنا اور وسوسہ ڈالکر اپنے آپ کو حضور ﷺ ظاہر کر کے گمراہ کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ علمائے سلف کے سامنے اگر کوئی شخص خواب میں حضور ﷺ کی زیارت کا دعوٰی کرتا تو وہ حضرات کرید کر کے پورا حلیہ اور شکل وصورت دریافت کرتے اگر حدیثوں میں مذکورہ حلیہ مبارکہ کے مطابق پاتے تو اس خواب کو صحیح قرار دیتے ورنہ مدعی کے خواب کو رد کر دیتے۔ خوابوں کے معاملہ میں اکثر انسان کے خیالات کو بھی بڑا دخل ہے قوت متخیلہ کیا کچھ نہیں کرتی اور شیطان تو وسوسہ ڈالنے کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ کوئی شخص اپنے آپ کو اپنے چچیرے، پھوپھیرے بھائی کو خواب میں خدا رسول تصور کر بیٹھے تو بہر حال اس کو خواب کی وجہ سے کافر تو نہیں کہا جائیگا بلکہ اسکی تاویل کی جائیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اس قسم کی غلطیوں میں عوام تو عوام ہیں بہتیرے ایسے لوگ بھی جو صلاح وتقوٰی سے آراستہ نظر آنے کے باوجود، مبتلا ہیں۔

مثلاً اللہ رب العزت نے موت اور قیامت کے درمیانی عالم کو برزخ کہا ہے۔ برزخ کے معنی حجاب اور پردہ ہے جس عالم کو اللہ رب العزت حجاب و پردہ کا عالم کہے وہ مراقبے کی مشق سے نہیں کھل سکتا۔ ہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی طرف سے جسے چاہے پردے کی دوسری طرف کا نظارہ کرادے۔ اگر کشف قبور عمل برزخ اور مراقبے کی مشق سے حاصل ہوا کرے تو پھر پردہ کیا رہا بلکہ دوسرے علموں کی طرح یہ ایک علم ہوا جو پڑھنا لکھنا سیکھ لے اس کے لیے کتاب کی لکیریں بامعنی حروف کلمات ہیں جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتا اس کے لیے کتاب کی تحریر الٹی سیدھی لکیریں ہیں۔ وہابیہ کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اکابر کی تجلیوں کی خاطر نبی کریم ﷺ پر بھی افتراء سے نہیں چوکتے۔ خواب کا گڑھنا تو ان کے نزدیک کوئی جرم ہی نہیں۔ مولیٰ عزوجل ان کے عقائد سے ہم سب کو بچائے آپ کی عافیت اسی میں ہے کہ ان کی کتابیں دیکھیں ہی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور واقعہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ شیطان کا بچہ بھی پیدا ہوتا ہے جسے عام طور پر ہمزاد کہتے ہیں اس بچے کی جنسیت نام والدین کے نام وہی ہوتے ہیں جو آدمی کی جنسیت نام اور اسکے والدین کے نام ہوتے ہیں یہ ہمزاد شیطان اپنے آدم زاد سے کبھی اور کہیں جدا نہیں ہوتا۔ انسان کی عمر مختصر ہوتی ہے اور شیطان جو قوم جن سے ہے لمبی عمر والا طویل العمر ہوتا ہے۔ عام انسان مرنے کے بعد یا تو علیین میں رہتا ہے یا سجین میں۔ عالم برزخ سے دوبارہ اس دنیا میں واپس نہیں آتا۔ یہ اسکا ہمزاد جن ہوتا ہے جو اس کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے یا کسی دوسرے انسان بچہ جوان بوڑھے پر مسلط ہو کر طرح طرح کی گذشتہ باتیں بتاتا ہے یا عملیات والوں کی شغل برزخ کرنے والوں یا مشق مراقبہ کرنے والوں پر ظاہر ہوتا ہے جسے غلطی سے مردے کی روح سمجھ کر لوگ کشف قبور سمجھنے لگتے ہیں بعض لوگوں کو کشف قبور ہوتا ہے مگر یہ مشق مراقبہ اور عمل برزخ سے نہیں، بلکہ اللہ رب العزت جس کے سامنے چاہے پردہ ہٹا دے اس کو اختیار ہے۔ شہداء اور صدیقین چونکہ زندہ ہیں ان کے لیے عالم آخرت کی سیر جس طرح بے روک ٹوک ہوتی ہے اس دار دنیا کی سیر بھی آزادانہ ہوتی ہے بلکہ فرشتوں کے ساتھ انتظام عالم کرتے ہیں۔ ورنہ عام طور پر جو کسی مردے سے ملاقات یا اسکی روح سے مکاشفے کے واقعات بیان کئے جاتے ہیں وہ دراصل ہمزاد جن کے ساتھ معاملات ہوتے ہیں۔ واللہ ورسولہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ ر ذی قعد ۱۳۹۳ھ

سوئم، دسویں، چالیسویں، برسی وغیرہ کے موقع پر باقاعدہ دعوت دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام وفقہائے عظام اس مسئلہ کے سلسلے میں کہ: آج کل یہ ایک عام رواج ہوگیا ہے کہ سوئم، چہلم، دسویں، بیسویں اور برسی اور فاتحہ کے موقع پر دعوت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور اب تو باقاعدہ دعوت دینے کا رواج بھی ہوگیا ہے۔ کیا شرعی طور پر اس اہتمام کے ساتھ سوئم اور دیگر فاتحہ کی تقریب جائز ہے۔ اور اگر نہیں تو از روئے شریعت اسکا طریقہ کار کیا ہے؟

۱۔ کیا اس قسم کی تقاریب اور دعوت میں کھاتے پیتے طبقے سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہو سکتے ہیں؟

۲۔دور دراز سے تعزیت اور جنازے میں شریک ہونے والے لوگ سوئم اور دیگر فاتحہ کے کھانے میں شریک ہو سکتے ہیں؟

۳۔چہلم اور دیگر فاتحہ کے موقعوں پر دور دراز (یعنی دیگر گاؤں اور شہر) کے رہنے والے عزیز وا قارب اور دوست احباب کو دعوت دی جاتی ہے کیا وہ ان فاتحوں میں شریک ہو سکتے ہیں؟

۴۔ایصال ثواب کی خاطر سوئم اور چہلم اور دیگر فاتحوں کے موقع پر میلاد اور قرآن خوانی کا انتظام کیا جاتا ہے کیا اس کے تبرک اور نیاز میں عام لوگ (جن کا تعلق فقیر و نادار میں نہ ہو) شریک ہو سکتے ہیں؟

۵۔عام طور پر بزرگوں کی برسیوں کے موقع پر لنگر تقسیم کیا جاتا ہے کیا اس میں عام لوگ (جو فقیر و نادار لوگوں کے طبقے سے تعلق نہ رکھتے ہوں) شرکت کر سکتے ہیں؟　　اقبال بن حبیب مالکانی جنرل سیکریٹری

۷۸۶ **الجواب:** مسلمان مردوں کے نام پر کھانا پکا کر ایصال ثواب کے لیے تصدق کرنا بلا شبہ جائز و باعث اجر ہے کہ مسلمان میت کو جو ثواب پہنچایا جائے اسے پہنچتا ہے اور اس سے زیادہ خوش ہوتا ہے جیسے زندگی میں لیکن اس موقع پر احباب اور رشتہ داروں کی دعوت بے معنی اور ناجائز و ممنوع ہے۔فتح القدیر میں اسے بدعت قبیحہ فرمایا۔ لان الدعوۃ شرعت فی السرور لا فی الشرور۔(دعوت خوشی کے موقع پر کی جاتی ہے نہ کہ غم کے موقع پر) تو جو اغنیاء ہیں کھاتے پیتے اور شرعاً مال والے ہیں صاحب نصاب ہیں ان کا اس کھانے میں کچھ حق نہیں اور نہ اغنیاء کو اس کا کھانا جائز۔اور وہ کھانا جو ایصال ثواب کے لیے بہ نیت صدقہ وخیرات کیا جاتا ہے وہ فقیروں کا حق ہے۔اغنیاء اس سے کچھ نہ کھائیں۔ہاں دور دراز سے آنے والے جو صرف فاتحہ میں شرکت کے لیے آتے ہیں اور ان کی نیت سے پکایا جاتا ہے وہ اور کہاں کھائیں گے۔لیکن دعوتیں اڑانا اور اہل میت کے لیے بار بن جانا خود ان کے لیے بھی وبال جان کا موجب ہے۔اور اہل میت اگر رسمی طور پر کھانا پکائیں اور شادیوں کی طرح اس کا اہتمام کریں تو یہ ان کے حق میں بھی برا۔بلکہ اگر ورثاء میں کوئی نابالغ ہو یا غائب ہو اور اس کی اجازت نہ لی جائے تو یہ جائز ہونا کیسا؟ گناہ ہوگا۔اور نابالغ اجازت بھی دیدے تو بے سود۔ہاں میلاد و قرآن خوانی میں جو تبرک تقسیم ہو وہ ناجائز نہیں کہ اس کی نسبت برکت والوں کی طرف ہے۔یہی حکم گیارہویں، بارہویں اور اولیاء کرام کی فاتحہ اعراس کا ہے کہ برکت والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے اس میں برکت آجاتی ہے۔اسے اغنیاء بھی استعمال کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں اور یہ جائز ہے۔تفصیل کے لیے دیکھیں فتاوی رضویہ۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۷ رصفر المظفر ۱۴۰۱ھ

نماز کے بعد یہ شعر ”یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے“ پڑھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص نماز کے بعد اور بسا اوقات یہ شعر پڑھتا ہے

یاالٰہی رحم فرما مصطفےٰ کے واسطے
یارسول اللہ کرم کیجئے خدا کے واسطے

کیا یہ شعر پڑھنا جائز ہے؟ بعض لوگ اس کو ناجائز کہتے ہیں؟ لہٰذا مہربانی فرما کر جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

صوفی نثار احمد، کالی روڈ محمدی مسجد حیدرآباد سندھ، ۱۴ مارچ ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: علمائے کرام ومشائخ عظام اہلسنّت وجماعت میں یہ شعر اور اس جیسے مضمون کے اشعار محبوب ومروّج ہیں اور علماء ومشائخ میں بلا انکار کسی بات کا رواج پا جانا یہ خود اس کے جواز کی دلیل ہے۔ ملا جامی کا شعر ہے اور مشہور شعر ہے ۔

ز نومیدی برآمد جان عالم

ترحم یا نبی اللہ ترحم

انکار کا باعث اگر ناواقفی ہے تو وقوف کے بعد اس کو یکسر بدل جانا چاہیے ورنہ یہ انکار بربنائے وہابیت ہی دیکھا سنا جاتا ہے اگر ایسا ہے تو وہابیت مردود اور اس کا کوئی علاج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

دوران تقریر نعرۂ رسالت لگانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق

بروز جمعہ خطبہ سے قبل تقریر کے دوران مسجد میں نعرہ تکبیر ورسالت لگانا جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو جو منع کرتا ہے اس کے لیے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ یاد رہے کہ اختتام تقریر پر خطبہ سے پہلے سنتوں کے ادا کرنے کا وقت دیا جاتا ہے۔

فقط والسلام قاری کمال الدین، خطیب جامع مسجد ملت اسلامیہ اسلام آباد حیدرآباد، ۷ اپریل ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: نعرہ تکبیر ہو یا نعرہ رسالت، مسجد میں ہو یا غیر مسجد میں، تنہائی میں ہو یا مجمع کے ساتھ۔ نماز سے پہلے ہو یا بعد نماز۔ ان اطراف وبلاد میں شوکت اسلام کا ذریعہ اور مذہب اہلسنّت وجماعت کا شعار مانا جاتا ہے۔ اس سے علمائے اہلسنّت کے مواعظ حسنہ کی جانب رغبت بھی پیدا ہوتی ہے اور ذہن کی کدورت دور ہوتی اور دل ودماغ میں نورانیت بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو صحابہ کرام نے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ اور خاص کر مسجد میں ذکر بالجہر کے لیے وہی حدیث کافی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اختتام کو اللہ اکبر سے پہچانا کرتا تھا (بخاری ومسلم) ناامام نووی اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں کہ ''یہ حدیث سلف کے اس مسلک پر دلیل ہے کہ فرض نمازوں کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے۔'' اگر مسجد میں اللہ اکبر کہنا بہ آواز بلند، نماز کے بعد جائز ہے تو قبل نماز کی ممانعت کی کیا وجہ۔ اور جب بلند آواز سے نعرہ تکبیر جائز تو نعرہ رسالت میں ممانعت کی کیا وجہ ہے۔ اگر مانع نعرہ تکبیر اور نعرہ رسالت کو ممنوع وناجائز کہتا ہے تو وجہ فرق بیان کرے بات دراصل یہ ہے کہ بالخصوص ان ایام میں نعرہ رسالت ودرود وسلام کے خلاف ایک منظم سازش چل رہی ہے اور بربنائے وہابیت اس پر بڑا زور دیا جارہا ہے اگر ایسا ہے تو وہابیت مردود ہے۔ ہاں اگر اس سے سنی مسلمان کی نماز وتلاوت میں حرج ہو تو احتیاط

ضروری ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ سنی مسلمانوں کو اس سے کوئی تکلیف نہیں ہوتی بلکہ ان کی روحیں وجد کرتی ہیں بالخصوص جبکہ نماز سے قبل سنتوں کا وقت دیا جاتا ہے تو یہ عذر بھی کچھ قابل قبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

کفار و مشرکین کے چھوٹے فوت شدہ بچوں کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع اس مسئلہ کے متعلق کہ: کفار و مشرک کے بچے مرجائیں تو ان کے بارے میں شریعت میں کیا حکم ہے۔ آیا یہ بچے جنتی ہیں یا جہنمی؟ حافظ نور محمد ٹنڈو الہیار، ۲۷ مئی ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: حدیث شریف میں ہے واللہ اعلم بما کانوا یفعلون اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو کیا کرتے؟ تو ان کے اعمال پر ثواب و عذاب، مرتب ہوتا اور ان کا ٹھکانہ جہنم یا جنت میں ہوتا۔ اب یقینی بات تو نہیں کہی جاسکتی۔ ہاں یہ یقین سے کہا جاسکتا ہے آدمی خود اپنی فکر کرے کہ موت کے بعد اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا اور یہ کہ اس کے پاس نیک اعمال کا ذخیرہ کتنا ہے؟ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ جمادی الاُخریٰ ۱۳۹۹ھ

صلی اللہ علیہ وسلم، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہ الفاظ، منہ بولے بھائی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل ذیل میں

۱۔ کیا یہ الفاظ مخصوص ہیں، وہ الفاظ یہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرام کے لیے، رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کرام کے لیے، آنحضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔

۲۔ کیا منہ بولا بھائی جس کو کہا جائے تو کیا اس کا بھائی ہونا ثابت ہو جاتا ہے؟ نور محمد ٹنڈو الہیار سندھ، ۱۱ جون ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: ۱۔ صلی اللہ علیہ وسلم، علیہ الصلوٰۃ والسلام، یہ الفاظ بلاشبہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہیں۔ باقی الفاظ نہ صحابہ کے ساتھ مخصوص ہیں اور نہ اولیاء کرام کے ساتھ۔ بصورت دعا و بہ نیت انشاء، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرات اولیاء کرام و علمائے عظام کے ساتھ بھی بولا جاتا ہے جیسا کہ رحمۃ اللہ علیہ اولیاء و علماء دونوں پر۔ البتہ رحمۃ اللہ علیہ کا لفظ صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ مسموع نہیں اور نہ معمول ہے۔

۲۔ کسی کو بھائی کہنے سے وہ حقیقتاً بھائی نہیں ہو جاتے اور نہ حقیقی بھائی کے حقوق اس کے لیے ثابت ہو جاتے ہیں لیکن آدمی احسان و سلوک منہ بولے بھائی کے ساتھ ایسے ہی کرے جیسا کہ حقیقی بھائی کے ساتھ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۶ھ

غیر مذہب کی کتب کا مطالعہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک طالب علم جو اسلامی علوم کا طالب علم ہے اس نے نصاریٰ کی کتب کا مطالعہ کیا اور ان کا ایک کورس بھی کیا ہے اور ان کی کتب زیر مطالعہ بھی رہتی ہیں اس سے اس پر کفر اور گناہ تو لازم نہیں آیا ہے؟　نور محمد، ٹنڈو الہیار، ۱۶ دسمبر ۱۹۷۴ء

۷۸۶ الجواب: یہود ہوں یا نصاریٰ یا ہنود، ان کی کتب کا مطالعہ صرف ایسے مسلمان کو جائز ہے جو اپنے دین کے اصول و بنیادی احکام وعقائد سے خوب واقفیت رکھتا ہو تا کہ غیر مسلموں اور بد مذہبوں کی وہ باتیں جو سراسر اسلام کے منافی ہیں اس کے دل میں نہ اتر سکیں۔ پھر بھی ایسا شخص ان کی کتابوں کا مطالعہ صرف اس نیت سے کرے کہ ان کی فریب کاریوں و تلبیس سے مسلمانوں کو آگاہ کرے تا کہ مسلمان ان کے مکروفریب سے بچیں اور ان کے جال میں نہ پھنسیں۔ اور اگر اس سے مقصود صرف طلب مال، طلب جاہ ہے تو یہ نیت مردود ہے اور ایسا کرنے والا یقینی طور پر مجرم و گناہگار ہے۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　یکم ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

ضروریات دین کا انکار کرنے والے کا حکم

سوال: جناب محترم السلام علیکم، مسائل ذیل میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں

۱۔ زید کی بیوی نے گزشتہ ڈیڑھ، دو سال کے عرصے میں آپس کے جھگڑے کے دوران، کم سے کم چار مرتبہ مندرجہ ذیل قسم کے کفریہ الفاظ زبان سے نکالے (نعوذ باللہ) میں نہیں مانتی کہ اللہ ہے۔ پہلی بار اس قسم کی بات کرنے پر تنبیہ کی گئی کہ ایسے الفاظ کہنے پر بہت سخت احکامات ہیں تو جواب دیا کہ میں نے تو ایسے ہی کہہ دیا تھا۔ لیکن بعد میں پھر ایسے ہی موقع پر الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ ایسے کلمات زبان سے نکالے جس میں (نعوذ باللہ) اللہ کے وجود سے انکار کیا۔

۲۔ روزہ رکھنے کی تلقین کرنے پر یہ کہہ کر رکھنے سے انکار کر دیا کہ میں نہیں رکھتی۔

۳۔ ایک بار مسلمان بیوی ہونے کے ناطے اپنے فرائض وذمہ داریوں کو محسوس کرنے کے بارے میں کہنے پر یہ جواب دیا کہ اس سے تو میں ہندو ہو جاؤنگی یہ بات بھی کم از کم دو بار کہی۔

تین سال پہلے ایک طلاق رجعی دی جا چکی ہے جسکے تین ماہ کے بعد رجوع کر لیا تھا۔ مہربانی فرما کر مندرجہ بالا صورتحال میں شرعی حکم سے آگاہی فرمائیں۔ آیا نکاح ٹوٹ گیا یا باقی ہے؟ اگر ٹوٹ گیا تو دوبارہ ہونے کی کوئی صورت ہے یا نہیں یا ہمیشہ کے لیے علیحدگی ضروری ہے؟　احمد کمال، زید ہسپتال شعبہ چشم، دوبئی، ۲۸ ستمبر ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب: مولائے کریم، صدقے میں، اپنے محبوب رؤف رحیم کے، ہر کفر و کافر سے اپنی پناہ میں رکھے اور خاتمہ ایمان پر نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ابداً ابداً دائماً سرمداً۔ دنیا جانتی ہے اور مسلمان کا بچہ

بچہ جانتا ہے کہ اسلام کی بنیاد جن پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے ان میں اصل الاصول ورکن الارکان، وجود باری تعالیٰ اور اسکی توحید کا اقرار ہے۔ اس کا انکار کفر قطعی ہے جو اسلامی برادری سے قائل کو قطعاً خارج کر دیتا اور اسے کافر و مرتد قرار دیتا ہے۔ اور اگر کفر قطعی ہو جیسا کہ اس بدنصیب عورت کی طرف نسبت کیا گیا ہے کہ ''میں نہیں مانتی کہ اللہ ہے''۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) تو عورت اسی وقت نکاح سے نکل جاتی ہے۔ تبیین الحقائق میں ہے اجمع اصحابنا علی ان ارتداد تبطل عصمة النكاح وتقع الفرقة بينهما بنفس الردة۔ بلکہ وہ الفاظ عورت نے اگر مذاق و دل لگی میں کہہ دیئے تب بھی حکم ارتداد دیا جائیگا اور اس کا عذر مقبول نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے من هزل بلفظ كفر ارتد و ان لم يعتقده للاستخفاف فهو ككفر۔ یونہیں عورت کا کہنا کہ ''اس سے تو میں ہندو ہو جاؤنگی'' کفر ہے اور اس کا قائل کافر و مرتد۔ وجہ ظاہر کہ اس کے نزدیک اسلام ایسا ہی بے قدرا ہے کہ جب جی چاہا چھوڑ دے۔ بہر حال اس عورت سے سچی توبہ شرعیہ کا مطالبہ کیا جائے۔ اگر دل سے توبہ کرے جس کا حال علیم بذات الصدور پر خوب روشن ہے اور دوبارہ اسلام قبول کرے تو شوہر اول سے نکاح کرنے پر مجبور کی جائیگی۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ دوسرے سے نکاح کرے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ درمختار میں ہے وليس للمرتدة التزوج بغير زوجها به يفتى۔ اور جبتک وہ توبہ شرعیہ نہ کرے اسے قید و بند میں رکھیں۔ ترک تعلق پر عمل کریں۔ نہ اس کے پاس بیٹھیں نہ دوسرے کو بیٹھنے دیں۔ نہ اس کے ساتھ کھائیں پئیں اور نہ دوسرے تعلقات استوار رکھیں بلکہ اسے شوہر یا اس کے ماں باپ بھائی وغیرہم جسمانی سزا دے سکتے ہوں تو اس میں دریغ نہ کریں تاکہ فتنہ وفساد پھیلنے نہ پائے۔ درمختار میں ہے والمرتدة تحبس ابدا ولا تجالس ولا تواكل حتى تسلم۔ اور ردمحتار میں ہے ولكن حكموا بجبرها على تجديد النكاح مع الزوج و تضرب خمسة و سبعين سوطا واختاره قاضي خان للفتوى۔ طلاق رجعی کے بعد رجعت کرلی تو اس کا اثر ختم ہے البتہ وہ شمار میں آئے گی یعنی آئندہ دو طلاقوں پر عورت بغیر حلالہ، حلال نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ

ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ وصال یا غسل صحت؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنّت و جماعت بیچ اس مسئلہ کے کیا حضور ﷺ ماہ صفر کے آخری بدھ کو بیمار ہوئے تھے۔

محترم و مکرم حضرت مولانا صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، گذارش یہ ہے کہ ہم شروع سے ماہ صفر کے آخری بدھ کو اپنا کاروبار بند رکھتے تھے اور اسی دن مٹھائیاں تقسیم کرتے اسکی وجہ یہ ہے کہ ہم ہمیشہ سے یہ پڑھتے اور سنتے چلے آئے تھے کہ صفر کے آخری بدھ کو حضور اکرم ﷺ بیماری سے صحت یاب ہوئے تھے۔ اور جب آپ ﷺ اس دن صحابہ کرام کے ساتھ بازار تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے مزدوروں کو کام کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ آج چھٹی کرو اور یہ لو آج کی مزدوری آپ ﷺ انہیں مزدوری دے کر آگے تشریف لے گئے تھوڑی دیر کے بعد جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو انہیں مزدوروں

کو کام کرتے ہوئے دیکھا یہ دیکھ کر آپ ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ نے انہیں بددعا دیدی کہ اللہ تعالیٰ تمھاری کمائی میں برکت نہ دے۔ اس دن سے مزدوروں کی کمائی میں برکت نہیں ہے لیکن جب سے ہم نے احکام شریعت میں اعلیٰحضرت کا یہ فتویٰ پڑھا کہ ماہ صفر کے آخری بدھ کو حضور اکرم ﷺ نے غسل صحت نہیں فرمایا تھا بلکہ اس دن آپ ﷺ بیمار ہوئے تھے اور اسی بیماری کی بناء پر آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ اس وقت سے طبیعت پریشان ہے۔ تفصیل مندرجہ ذیل ہے (جو کتاب میں پڑھا)

مسئلہ۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ: صفر کے آخری چہارشنبہ کے متعلق یہ مشہور ہے کہ اس روز آنحضرت ﷺ نے مرض سے صحت پائی تھی بناء پر اسکے اس روز کھانا و شیرنی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور جنگل کی سیر کو جاتے ہیں علیٰ ہذا القیاس مختلف جگہوں میں مختلف معمولات ہیں کہیں اس روز کو نحس و مبارک جان کر گھر کے پرانے برتن گلی میں توڑ ڈالتے ہیں اور تعویذ و چھلہ چاندی کے اس کی صحت بخشی جناب رسول اللہ ﷺ مریضوں کو استعمال کراتے ہیں۔ یہ جملہ امور بر بنائے صحت پانے حضور ﷺ عمل میں لائے جاتے ہیں لہٰذا اس کی اصل شرع میں ثابت ہے کہ نہیں؟ اور فاعل عامل اس کا بر بنائے ثبوت یا عدم ثبوت مرتکب ہوگا یا قابل ملامت و تادیب۔ بینوا، توجروا

۷۸۶ الجواب: آخری چہارشنبہ کی کوئی اصل نہیں نہ اس دن صحت یابی حضور سید عالم ﷺ کا کوئی ثبوت ہے بلکہ مرض اقدس جس میں وفات مبارک ﷺ ہوئی اسکی ابتداء اسی دن سے بتائی جاتی ہے اور ایک حدیث مرفوع میں آیا ہے **اخر اربعا من الشھر یوم نحس مستمر**۔ اور مروی ہوا ابتلائے سیدنا ایوب علیٰ نبینا و علیہ الصلاۃ والتسلیم اسی دن تھی۔ اور اسے نحس سمجھ کر مٹی کے برتن توڑ دینا گناہ و اضاعت مال ہے بہرحال یہ سب باتیں بے اصل و بے معنی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(بحوالہ احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۱۸۳ مصنف اعلیٰحضرت امام احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

محترم آپ یہ فرمایئے کہ کیا واقعی یہ قول اعلیٰحضرت ہی کا ہے کہ ماہ صفر کے آخری بدھ کو آپ ﷺ بیمار ہوئے تھے اور اسی بیماری کی بناء پر آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا۔ اور اگر یہ قول اعلیٰحضرت ہی کا ہے تو کیا اعلیٰحضرت نے صحیح فرمایا ہے۔ اگر صحیح فرمایا ہے تو کیا ماہ صفر کے آخری بدھ کو مٹھائی تقسیم کرنے والا اور اس خوشی میں چھٹی کرنیوالا گناہگار ہوگا۔ لہٰذا آپ براہ کرم اس مسئلہ کا جواب حدیث کی روشنی میں آج ہی عنایت فرما کر میری رہنمائی فرمایئے

فقط والسلام، آپکا نیازمند، محمد اسلم معرفت، معز پرنٹنگ پریس مل اسٹریٹ آؤٹرام، نزد پاکستان چوک کراچی، ۱۳ دسمبر ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب: احکام شریعت میں جو کچھ فرمایا گیا لفظ بہ لفظ درست ہے۔ کتب سیرت بتاتی ہیں کہ ۲۹، صفر بروز دوشنبہ حضور ﷺ ایک جنازہ سے واپس آ رہے تھے کہ درد شروع ہوا اور شدید بخار لاحق ہوا ایسا کہ دوسرے کے ہاتھ کو اس کی گرمی برداشت نہ ہوئی۔ پھر پانچ روز رحلت شریف سے قبل چہارشنبہ کو نبی کریم ﷺ نے ایک تانبے کے ٹب میں بیٹھ کر سات کنوؤں کی سات مشکوں سے پانی سر پر ڈلوایا۔ اس سے کچھ سکون حاصل ہوا مگر پھر دوسرے روز ہی شدت مرض بڑھ گئی۔ اسی غسل کو نہ معلوم کس طرح عوام نے غسل صحت قرار دیکر وہ خرافات شروع کر دیں جو کہ مروج ہیں۔ اور وہ مزدوروں والی بات تو مجھے آپ سے معلوم ہوئی جو اور بھی مہمل ہے۔ مولائے کریم صراط مستقیم پر چلائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ رصفر ۱۴۰۱ھ

حرمین شریفین میں نمازیوں کا عمل

سوال: بخدمت فیض رحمت عالیجاہ استاد گرامی، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ملتمس آپ کا ادنی شاگرد اور اسسٹنٹ ٹیچر ہائی اسکول خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو میں ہے۔ خدا پاک کے فضل سے ناچیز کو زیارت حرمین شریفین امسال نصیب ہوئی۔ وہاں میں نے یہ دیکھا کہ (i) کسی بھی نماز کے بعد دعا نہیں مانگتے۔ (ii) اور تکبیر بھی آدھی آدھی یعنی اہل حدیث کی طرح حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح ایک ایک مرتبہ اشھدن بھی ایک مرتبہ (iii) اور سنت بھی قطعی نہیں کسی بھی نماز میں پڑھتے (iv) مغرب کے فرض سے پہلے اور اذان کے بعد دو رکعت نفل پڑھتے ہیں۔ کیا یہ ساری باتیں حدیث میں ہیں یا من گھڑت ہیں۔ اگر حدیث میں ہیں تو کیا وہ حدیثیں صرف حنبلیوں کے لیے ہیں اور اگر نہیں تو "اگر کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی"

۲۔ سورت الزمر آیت نمبر ۶۷ میں ہے "صور میں پہلی مرتبہ پھونکا جائیگا جو زمین, آسمانوں میں ہے وہ مرے گا مگر جس کے لیے اللہ نے چاہا" (وہ نہیں مریگا) پوچھنا یہ ہے کہ وہ این والے الفاظ کے مطابق سارے نہیں مریں گے۔ اور جگہ تو ہے کہ پہلی مرتبہ صور پھونکنے سے سارے مریں گے اور دوسری مرتبہ سارے اٹھ کھڑے ہونگے

۳۔ سورت الجاثیہ آیت نمبر ۱۶ میں ہے بنی اسرائیل کو کتاب دانائی اور پیغمبری عطا کی اور انہیں جہان والوں سے بہتر کیا۔ کیا بنی اسرائیل والے امت محمدیہ ﷺ سے بھی بہتر ہو گئے

۴۔ اخبار جنگ ۸ نومبر جمعہ ایڈیشن میں ایک صفحہ "آپکے مسائل اور ان کا حل" آیا تھا جس میں بھی نماز باجماعت کے بعد دعا مانگنے کے لیے حدیث اور وضاحت پوچھی گئی تھی جس میں بزرگ نے لمبا جواب لکھا جس میں یہ بھی تھا کہ کئی حدیثیں ہیں اور حضور ﷺ نے اس طرح دعا مانگی ہے اور باجماعت دعا مانگنا مستحب ہے۔ جب حضور ﷺ نے اس طرح دعا مانگی ہے تو یہ تو سنت ہو گیا پھر وہ مستحب کیسے کہتے ہیں۔ برائے کرم دعا والی حدیث سے واقف کریں۔ جزاك الله فی الدارین خیرا

احقر العباد، خاک پا شاہ، ماسٹر محمد صادق عباسی، ہائی اسکول خیر پور ناتھن شاہ ضلع دادو، ۶ دسمبر ۱۹۸۰ء

۷۸۶ **الجواب:** حرمین شریفین کی زیارت آپ کو مبارک۔ مگر وہاں جو اعمال واشغال اور طریقے دیکھے انہیں قطعاً بھول جائیے۔ نجدی ایک نئے مذہب کے بانی ہیں جن کا تعلق نہ حنبلیوں سے ہے نہ اہل سنت و جماعت کے کسی اور مذہب وطریق سے۔ ہمارا مولائے کریم ہمیں سچی راہ پر مستقیم رکھے۔ آمین

(۲) مستحب وہ ہے کہ نظر شرع میں پسند ہو مگر اس کے ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو۔ خواہ خود حضور اقدس ﷺ نے اسے کیا۔ یا اس کی ترغیب دی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنے پر مطلقاً کچھ نہیں اس سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کا ہر فعل امت پر واجب العمل نہیں بلکہ بعض وہ افعال بھی ہیں جو سنت سے

ثابت ہیں اور مستحب۔ تو بعض امور سنت غیر موکدہ، اور مستحب میں منافات نہیں۔ ایک کو دوسرے سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سورہ زمر میں نفخہ صعق کا بیان ہے جس سے تمام آسان وزمین والے مرجائیں گے۔ مگر اس قوت موت سے کچھ فرشتے مستثنیٰ ہیں وہ دونوں نفخوں کے درمیان جو چالیس برس کی مدت ہے اس میں وہ بھی موت کا ذائقہ چکھ لیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) یعنی انہیں اپنے زمانہ کے جہان والوں سے بہتر کیا نہ کہ تمام اولین وآخرین سے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

انڈا، مرغی، بکری، گائے، مچھلی کے گوشت پر فاتحہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کہ

۱۔ مرغی کے گوشت پر فاتحہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر بکری یا گائے کے گوشت میں سبزی ڈال کر پکایا جائے تو فاتحہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ مچھلی اور انڈے پکائے جائیں تو اس پر فاتحہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

نعیم الدین ولد علیم الدین ،لطیف آباد نمبر ۱۰ حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** ہر وہ چیز جس کا کھانا پینا برتنا حلال ومباح وجائز ہے اسے فی سبیل اللہ راہ خدا میں دینا بھی جائز اور کار ثواب ہے۔ نیاز درود فاتحہ بھی دراصل ذریعہ ہیں احباب واعزاء ومساکین کے ساتھ حسن سلوک کا، جو کار خیر ہے۔ مثلاً گیارھویں شریف کا کھانا جو حضور غوث پاک کی نذر کیا جاتا ہے اور اس کا ثواب انہیں ہدیتاً پہنچایا جاتا ہے، یہ طعام تبرک ہے جسے اپنے، پرائے، مالدار، نادار سب ہی کھاتے ہیں۔ اور عوام مسلمین کی فاتحہ کا کھانا وغیرہ غرباء کو دیا جاتا ہے تو یہ سب اللہ واسطے ہے کہ مقصود اس سے قرب خداوندی اور ثواب کا حصول ہے۔ اور یہ ہر حلال وجائز شے پر جائز ہے اگرچہ کھانے پینے کی نہ ہو برتنے اور استعمال کرنے کی ہو مثلاً کپڑا، جوتا، ٹوپی وغیرہ۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گوشت، یا سبزی گوشت یا انڈے مچھلی پر فاتحہ نہیں ہوسکتی تو یہ سب جاہلانہ خیالات اور محض خرافات ہیں جسکی شریعت میں کوئی سند نہیں ہے جیسے یہ خیال ہو کہ محرم میں شہدائے کربلا کے علاوہ کسی اور کی فاتحہ ونیاز نہیں ہوسکتی، محض جاہلانہ خیال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

جس نے اپنی لڑکی شیعوں میں دی اس کے پیچھے نماز کا حکم

سوال: کیا کہتے ہیں علماء اس مسئلہ کے متعلق کہ: ایک شخص جو خطیب اور سنی بریلوی ہے اس نے اپنی لڑکی کا نکاح ایک شیعہ سے کیا ہے جو رافضی ہے اور صحابہ کرام کو برا کہتے سنا گیا ہے۔ ایسے خطیب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

۷۸۶ **الجواب:** رافضی تبرائی اپنے عقائد مخصوصہ کی بناء پر کافر ومرتد خارج از اسلام ہیں۔ انہیں اپنی بیٹی دینا سخت قہر،

قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب و محکوم ہوتی ہیں۔ پھر انہیں شوہر کی محبت بھی ماں سے باپ سے تمام دنیا سے زیادہ ہوتی ہے (کمافی الحدیث) پھر وہ نرم دل بھی زائد ہیں اور ناقصات العقل والدین بھی ہیں تو اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دینا اسے اسلام سے خارج ہونے میں مدد کرنا ہے جو خود گناہ عظیم بلکہ کفر ہے۔ ایسا شخص ہرگز قابل امامت نہیں بلکہ نظر شرع میں وہ دیوث ہے کہ اپنی بیٹی کو حرام کاری کے لیے پیش کرتا ہے۔ مسلمان اس سے تنکا توڑ علیحدہ ہو جائیں اور تاوقتیکہ وہ اپنی اس حرام کاری سے باز نہ آئے اور اپنی بیٹی کو اپنے گھر لا کر اعلانیہ توبہ نہ کرے اس سے دور و نفور رہیں۔ امامت درکنار اسے اپنے پاس بیٹھنے بھی نہ دیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۝ ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶/ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

دجال لعین کے متعلق عقیدہ

سوال: بخدمت عالیجناب حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض یہ ہے کہ ایک صاحب نے کسی مولوی سے دجال کے متعلق سوال کیا تھا اس کا جواب جو مولوی صاحب نے دیا وہ من وعن ذیل میں بمعہ سوال نقل کیا جاتا ہے براہ کرم وضاحت فرمائیں کہ شریعت کی رو سے اس جواب کی کیا حیثیت ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

سوال: ترجمان القرآن میں کسی صاحب نے سوال کیا تھا کہ کانے دجال کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کہیں مقید ہے۔ تو آخر وہ کونسی جگہ ہے۔ آج دنیا کا کونہ کونہ انسان نے چھان مارا ہے پھر کیوں کانے دجال کا پتہ نہیں چلتا۔ اس کا جواب آپ کی طرف سے یہ دیا گیا ہے کہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے کم از کم تیں روایات میں دجال کا تذکرہ موجود ہے جس کی تصدیق بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی شرح السنہ، و بیہقی سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ پھر آپ کا جواب کس سند پر مبنی ہے۔

جواب: میں نے جس چیز کو افسانہ قرار دیا ہے وہ یہ خیال ہے کہ دجال کہیں مقید ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ ایک بڑا فتنہ پرداز الدجال ظاہر ہونے والا ہے تو اس کے متعلق احادیث میں جو خبر دی گئی ہے میں اس کا قائل ہوں اور ہمیشہ اپنی نماز میں وہ دعائے ماثورہ پڑھا کرتا ہوں جس میں منجملہ دوسرے تعویذات کے ایک یہ بھی ہے کہ اعوذ بك من فتنة المسيح الدجال۔ دجال کے متعلق جتنی احادیث نبی ﷺ سے مروی ہیں ان کے مضمون پر مجموعی نظر ڈالنے سے یہ بات صاف واضح ہو جاتی ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ کی طرف سے اس معاملے میں جو علم ملا تھا وہ صرف اس حد تک تھا کہ ایک بڑا دجال ظاہر ہونے والا ہے اس کی یہ صفات ہونگی اور وہ ان ان خصوصیات کا حامل ہوگا۔ لیکن یہ آپ ﷺ کو نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا اور یہ کہ وہ آپ ﷺ کے عہد میں پیدا ہو چکا ہے یا آپ ﷺ کے بعد کسی زمانے میں پیدا ہونے والا ہے۔ ان امور کے متعلق جو مختلف باتیں حضور ﷺ سے احادیث میں منقول ہیں ان کا اختلاف مضمون خود بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ وہ

آپ ﷺ نے بر بنائے وحی نہیں بلکہ بر بنائے ظن وقیاس ارشاد فرمائی ہیں۔کبھی آپ ﷺ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا۔کبھی یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام وعراق کے درمیانی علاقے سے۔پھر کبھی آپ ﷺ نے ابن صیاد نامی اس یہودی بچے پر جو مدینہ میں (غالباً ۲ یا ۳ ھ میں پیدا ہوا تھا) یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو اور آخری روایت یہ ہے کہ ۹ ھ میں جب فلسطین کے ایک عیسائی راہب (تمیم داری) نے آ کر اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کو یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ وہ سمندر میں (غالباً بحرہ روم یا بحرہ عرب میں) سفر کرتے ہوئے ایک غیر آباد جزیرے میں پہنچے اور وہاں انکی ملاقات ایک عجیب شخص سے ہوئی اور اس نے انہیں بتایا کہ وہ خود ہی دجال ہے، تو آپ ﷺ نے ان کے بیان کو بھی غلط باور کرنے کی کوئی وجہ نہ سمجھی البتہ اس پر اپنے شک کا اظہار فرمایا کہ اس بیان کی رو سے دجال بحر روم یا بحر عرب میں ہے مگر میں خیال کرتا ہوں کہ وہ مشرق سے ظاہر ہوگا۔ان مختلف روایات پر جو شخص بھی مجموعی نظر ڈالیگا وہ اگر علم حدیث اور علم دین سے کچھ بھی واقف ہو تو اسے یہ سمجھنے میں کوئی زحمت پیش نہ آئیگی کہ اس معاملہ میں حضور ﷺ کے ارشادات دو اجزاء پر مشتمل ہیں۔

جز اول یہ کہ دجال آئیگا ان صفات کا حامل ہوگا اور یہ فتنے برپا کرے گا۔یہ بالکل یقینی خبریں ہیں جو آپ ﷺ نے اللہ کی طرف سے دی ہیں۔ان میں کوئی روایت دوسری روایت سے مختلف نہیں ہے۔

جز دوم یہ کہ دجال کب اور کہاں ظاہر ہوگا اور وہ کون شخص ہے اس میں نہ صرف یہ کہ روایات مختلف ہیں بلکہ اکثر روایات میں شک اور شبہ اور گمان پر دلالت کرنے والے الفاظ بھی مروی ہیں۔مثلاً ابن صیاد کے متعلق آپ ﷺ کا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمانا کہ اگر دجال یہی ہے تو اس کے قتل کرنے والے تم نہیں ہو اور اگر یہ وہ نہیں ہے تو تمہیں ایک معاہد کو قتل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔یا مثلاً ایک حدیث میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ اگر وہ میری زندگی میں آ گیا تو میں حجت سے اس کا مقابلہ کرونگا ورنہ میرے بعد میرا رب تو ہر مومن کا حامی وناصر ہے ہی۔

اس دوسرے جز کی دینی اور اصولی حیثیت ظاہر ہے کہ وہ نہیں ہے اور نہیں ہوسکتی جو پہلے جز کی ہے۔جو شخص اسکی بھی تمام تفصیلات کو اسلامی عقائد میں شمار کرتا ہے وہ غلطی کرتا ہے۔بلکہ اس کے ہر حصے کی صحت کا دعوی کرنا بھی درست نہیں ہے۔ ابن صیاد پر آپ ﷺ کو شبہ ہوا تھا کہ شاید یہی دجال ہو اور حضرت عمر نے تو قسم بھی کھائی تھی کہ یہی دجال ہے۔مگر بعد میں وہ مسلمان ہوا حرمین میں رہا حالت اسلام میں مرا اور اس کی نماز جنازہ مسلمانوں نے پڑھی۔اب اس کی کیا گنجائش باقی رہ گئی کہ آج تک ابن صیاد پر دجال ہونے کا شبہ کیا جاتا رہے۔تمیم داری کے بیان کو حضور ﷺ نے اس وقت تقریباً صحیح سمجھا تھا۔مگر کیا ساڑھے تیرہ سو برس تک بھی اس شخص کا ظاہر نہ ہونا جسے حضرت تمیم نے جزیرے میں محبوس دیکھا تھا یہ ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہے کہ اس نے اپنے دجال ہونے کی جو خبر حضرت تمیم کو دی تھی وہ صحیح نہ تھی۔حضور ﷺ کو اپنے زمانے میں یہ اندیشہ تھا کہ شاید دجال آپ ﷺ کے عہد ہی میں ظاہر ہو جائے یا آپ ﷺ کے بعد کسی قریبی زمانے میں ظاہر ہولیکن یہ واقعہ نہیں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس گزر چکے ہیں اور ابھی تک دجال نہیں آیا ہے۔اب ان چیزوں کو اسطرح نقل وروایت کیے جانا کہ گویا یہ بھی اسلامی عقائد ہیں نہ تو اسلام کی صحیح نمائندگی ہے اور نہ اسے حدیث ہی کا صحیح فہم کہا (جاسکتا) ہے۔جیسا کہ میں

عرض کر چکا ہوں اس قسم کے معاملات میں اگر کوئی بات نبی کے قیاس یا گمان یا اندیشے کے مطابق ظاہر نہ ہو تو یہ اس کے منصب نبوت میں ہرگز قادح نہیں ہے نہ اس سے عصمت انبیاء کے عقیدے پر کوئی حرف آتا ہے اور نہ ایسی چیزوں پر ایمان لانے کے لیے شریعت نے ہم کو مکلف کیا ہے۔ اس اصولی حقیقت کو تابیر نخل والی حدیث میں نبی کریم ﷺ خود واضح فرما چکے ہیں۔ ختم شد محمد علی خاں قائم خانی، ڈگری سندھ، ۲۲ ستمبر ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب: مجیب کا یہ قول کہ ''آپ ﷺ کو یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ کب ظاہر ہوگا کہاں ظاہر ہوگا مخدوش ہے۔ کسی بات کا نہ جاننا اور بات ہے اور خبر نہ دینا اور بات۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ بلا شک وشبہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو تمام ماکان و ما یکون (جو ہو چکا اور قیامت تک ہوگا) اس کا علم عطا فرما دیا۔ لیکن مصالح شرعیہ کے باعث امت مسلمہ کو اسکی تفاصیل سے آگاہ نہ فرمایا۔ مجملاً و اشارتاً ارشاد فرما دیا۔ جیسا کہ لیلۃ القدر کا اخفاء اور روز جمعہ، قبولیت دعا کی ساعت۔ آخر خود احادیث کریمہ ہی کا یہ ارشاد ہے کہ دجال لعین شام وعراق کے درمیان سے نکلے گا (مسند احمد، صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ اور ابوداؤد) اسی مسلم شریف میں ہے کہ جب مسلمان رومی نصرانیوں پر فتح پاکر قسطنطنیہ فتح کر لیں گے اور پھر شام آئیں گے دجال نکل آئیگا اور یہ بھی احادیث کریمہ سے ہی ثابت ہے کہ دجال قوم یہود کا ایک مرد ہے جو اس وقت بحکم الٰہی دریائے طبرستان کے جزائر میں قید ہے۔ یہ آزاد ہو کر ایک پہاڑ پر آئیگا۔ تو ان احادیث سے اجمالی تفصیل بھی سامنے آتی ہے البتہ وقت کا تعین نہ فرمایا جیسا کہ قیامت کے بارے میں فرمایا۔ ماہ محرم میں ہوگی۔ عاشورہ (۱۰ محرم) کو اس کا وقوع ہوگا۔ جمعہ کا روز ہوگا دن بتایا تاریخ بتائی مہینہ بتایا صرف وقوع کا سال نہ بتایا۔ تو کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ کو قیام قیامت کا علم نہ تھا۔ یقیناً تھا۔ پوری تفصیل سے مصلحتاً آگاہ نہ فرمایا۔ یونہی یہاں سمجھ لیجئے۔ یقیناً حضور ﷺ اس کے خروج کی تمام تفصیل سے آگاہ تھے امت سے کہیں صراحتہً اور کہیں اشارتاً بیان فرما دیا کہ ''رموز مملکت خویش، خسرواں دانند''۔

جواب میں مجیب نے طریقہ ایسا اختیار کیا جس سے خدشات ابھرتے ہیں اور طرز تحریر سے وہابیت کی بو آتی ہے۔ نبی ﷺ کے علم شریف کے لیے قیاس گمان اندیشہ جیسے الفاظ کا استعمال وہابیہ کا طریقہ ہے۔ علمائے اہلسنت اس میں احتیاط تام فرماتے ہیں۔ بہر حال نفس مضمون کلی طور پر نا قابل قبول نہیں۔ قابل اعتراض الفاظ کو نکال کر باقی مضمون تقریباً درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ر ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

مشرکہ عورت کو بحیثیت مہمان خصوصی دینی محفل میں بلا کر سٹیج پر بٹھانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: حال ہی میں دار العلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں انڈیا کی وزیر اعظم مسز اندرا گاندھی کو مدعو کیا گیا جس کو مختلف قسم کے القابات سے نوازا گیا اور مسند عزت پر بٹھایا گیا۔ کیا ہندو عورت کا کسی خاص دینی اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے بلایا جانا اور پھر عزت مآب جیسے الفاظ ایک

مشرکہ عورت کے لیے استعمال کرنا اور خاص علماء وعوام اہل اسلام کے درمیان ایک مشرکہ اجنبی عورت کو جان محفل بنا کر علماء کرام کا غیر محرم عورت کا بے پردہ نظارہ کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ بینوا، توجروا

محمد صدیق، دار العلوم غوثیہ رضویہ سعیدیہ مسجد بکرا منڈی حیدر آباد، ۱ر۴ر۱۹۸۰ء

۷۸۶ **الجواب:** موالات یعنی دوستی و بھائی چارہ ہر کافر و مشرک سے حرام ہے اگر چہ وہ ذمی مطیع الاسلام ہو اگر چہ باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریب ہو۔ قَالَ اللّٰہ تعالیٰ لا تجد قوما یومنون باللّٰہ والیوم الاخر الایۃ۔ تو نہ پائیگا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر، کہ دوستی کریں اللہ و رسول کے مخالفوں سے اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں حتیٰ کہ موالات صوریہ، صرف ظاہری طور پر ان سے محبت اور دوستوں کا برتاؤ بھی، حتیٰ کہ انہیں محبت بھری نگاہوں سے دیکھنا بھی شریعت مطہرہ نے، اس حقیقی موالات کے حکم میں رکھا اور مسلمانوں کو اس سے روکا اور وجہ اسکی یہی بیان فرمائی کہ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ وہ اس حق سے کفر کر رہے ہیں جو تمہارے پاس آیا۔ تو جب شریعت مطہرہ، محبت بھرے دل کے ساتھ ان سے ملنا، محبت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھنا، محبت والوں کے سے سلوک کافروں سے کرنا، پسند نہیں کرتی تو اسے عزت سے بلانا، عزت سے بٹھانا، مسند عزت پر جگہ دینا، اسے عزت مآب کہنا، اسے خاص نام نہاد دینی اجلاس میں بلانا اور اسے مہمان خصوصی قرار دینا کہ مزید عزتوں رحمتوں اور نوازشوں کا مستحق ہونا ہے اور وہ بھی کون ایک عورت، ایک اجنبی عورت، ایک غیر محرم عورت۔ اس کا مجمع علماء میں آنا، مجمع علماء میں مسند عزت پر بیٹھنا، مجمع علماء میں اس کا تقریر کرنا، یہ سب خود اسی قلبی محبت اور میلان قلبی کا اظہار ہے جو ان نام نہاد علماء کو ان سے ہے۔ اسی محبت نے انہیں اس پر آمادہ کیا کہ وہ ہندو اور مسلمانوں کو ایک قوم ٹھہرائیں اور اسی نے اس پر اکسایا کہ ان کفار کو یوں مسند عزت پر بٹھائیں "بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است"۔ اللہ اکبر اللہ اکبر۔ قرآن عظیم تو یہ فرمائے کہ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ۔ عزت تو ساری اللہ کے لیے ہے، رسول اللہ کے لیے ہے اور ایمان والوں کے لیے ہے اور یہ نام نہاد علماء انہیں کافروں کو عزت مآب کہیں اور یوں احکام قرآن سے کھیلیں۔ اور بھولے بھالے مسلمانوں کی گمراہی کے لیے نت نئے راستے کھولیں مگر ایسوں سے اسکی کیا شکایت۔ آخر ان کے بڑوں نے گیارہویں، بارہویں اور میلاد شریف کے تبرک کو ناپاک و نجس قرار دیا اور ہولی دیوالی کی پوریوں مٹھائیوں اور تحفوں کو قبول کرنا جائز ٹھہرایا۔ (فتاوٰی رشیدیہ) غرض ایسی مجلس میں سراسر خلاف شریعت مطہرہ ہوا، اور ان میں مسلمانوں کو شریک ہونا حرام حرام حرام۔ قرآن کریم کا فیصلہ ہے وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ ظالموں کی طرف مت جھکو کہ تمہیں وہ بڑی آگ پہنچے گی اور فرمایا فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ۔ یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ تفسیر احمدیہ میں فرمایا دخل فیہ الکافر و المبتدع و القعود معہ کلھم ممتنع۔ اس حکم میں کافر و مشرک اور مبتدع بھی شامل ہیں اور ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا سب ممنوع۔ واللہ تعالیٰ اعلم

اور یہ زعم کہ ہمیں ان کافروں سے قوت ملکی اور ہماری کمزوری وذلت، غلبہ و عزت میں بدلے گی محض باطل ہے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا۔ کیا ان کافروں کے پاس عزت ڈھونڈتے ہیں۔

عزت تو ساری اللہ کے قبضے میں ہے۔ صاف فرمادیا کہ کافروں کے بل بوتے پر، ان کی مدد کے بھروسہ پر، ان کی مدد سے غلبہ و عزت کی تمنا ہوس باطل ہے اور آیۂ کریمہ کے شروع ہی میں یہ فرمادیا کہ ایسا کرنے والے منافق ہیں اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الحجۃ الموتمنۃ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ١٩ جمادی الاولی ١٤٠٠ھ

دین اسلام کو اولیاء کرام، بزرگان دین کا خود ساختہ دین کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص زید حضرت ابراہیم بن ادھم، حضرت رابعہ بصری، حضرت معروف کرخی، حضرت جنید بغدادی، حضرت ابوبکر شبلی، حضرت داتا گنج بخش، حضرت امام غزالی، حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت احمد کبیر رفاعی، حضرت معین الدین چشتی، خواجہ بختیار کاکی، مولانا جلال الدین رومی، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت حسن دہلوی، حضرت عبدالحق محدث دہلوی، خواجہ باقی باللہ، شاہ عبدالرحیم، شاہ ولی اللہ وغیرہ بزرگان دین کے بارے میں کہتا ہے کہ

آج جو دین اسلام کے نام سے اس دنیا میں پایا جاتا ہے وہ انہیں حضرات کا ایجاد کردہ ہے قرآن وحدیث کے دین سے بالکل الگ یکسر ممتاز۔ کیا زید جو مذکورہ بالا نظریہ رکھتا ہے مسلمان ہے یا مرتد۔ ایسے شخص کی محفل میں بیٹھنا، تقریر سننا، تحریر پڑھنا عندالشرع کیسا ہے۔ جو شخص زید کے بیان کو صحیح سمجھتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔ اور زید کا جانی و مالی تعاون کرنا کیسا ہے۔ بتایئے ایک اسلامی حکومت کی قانوناً زید اور اس جیسے لوگوں کے بارے میں کیا ذمہ داری ہے۔ بینوا، توجروا

محمد انیس عبدالغفار، تیسری منزل، فہد مینشن، بالمقابل بخاری مسجد، بولٹن مارکیٹ، کراچی

٧٨٦ الجواب: اسلام، اور اسلامی تعلیمات، اور ان کی تمام تفصیلات، صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیں۔ صحابہ کرام نے تابعین کو اور تابعین نے تبع تابعین کو پہنچائیں۔ اسی طرح ہر قرن ہر دور میں ہوتا رہا۔ تا آنکہ اسلام ہم تک پہنچا۔ اگر ان واسطوں کو درمیان سے نکال دیا جائے تو نہ قرآن رہے نہ ایمان، نہ اسلام بچے، نہ تعلیم اسلام۔ شریعت مطہرہ کی ساری عمارت ہی زمین پر آرہے۔ تو پھر یہ مردک کیا خدا کی خدائی سے کہیں دور بستا ہے۔ اسے قرآن وحدیث کس طرح ملا۔ اور اس نے کیوں کر جانا کہ قرآن کیا ہے۔ حدیث کیا، اسلام کیا ہے۔ ایمان کیا۔ کہیں در پردہ نئی نبوت کا مدعی یا اس کا کوئی پیروکار تو نہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے کٹ کر نئی راہ چلتا ہے۔ اگر اسے قرآن پر ایمان ہے تو وہ قرآنی فیصلہ سن لے کہ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ۔ کہ جو سب مسلمانوں کے علاوہ کوئی اور راہ چلے گا ہم اسے جہنم میں داخل کردیں گے"۔ پھر سورہ فاتحہ کے آغاز ہی میں صراط مستقیم کی تشریح خود فرمادی کہ صراط الذین انعمت علیھم۔ بھلا بتائیں تو وہ کون ہے جن پر اللہ نے انعام کیا؟ حیرت تو مسلمانوں پر ہے کہ یہ سب کچھ سنیں اور انہیں پھلنے پھولنے کا موقع دیں۔ ایسے بے ایمان کو کان پکڑ کر اپنی محفل سے باہر کریں۔ اسی میں ان کی فلاح ہے۔ اور یہی راہ نجات۔ یہی حکم ہے قرآن

وحدیث کا۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ ان سے دور بھاگو، انہیں دور بھگاؤ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۴ رجب ۱۴۰۰ھ

اذان وتکبیر سے قبل درود شریف کا جواز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اذان وتکبیر سے قبل درود شریف پڑھنا جائز ہے؟

رضی الدین احمد ذاکر جماعتی، کراچی

۷۸۶ الجواب: کسی شے کے جائز ہونے کو اتنا کافی ہے کہ شرع میں اسکی ممانعت نہ آئی۔ جس چیز کو اللہ ورسول جل علاوہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع وصاحب شریعت بننا اور نئی شریعت گڑھنا ہے اور جب اذان وتکبیر سے پہلے یہ درود شریف بہ نظر تعظیم ومحبت پڑھا جاتا ہے تو ضرور پسندیدہ ومحبوب ہوگا کہ ہر مباح اچھی نیت سے مستحب ومستحسن ہو جاتا ہے کما فی البحر الرائق وردالمحتار وغیرھما۔ پھر افعال تعظیم ومحبت میں ہمیشہ مسلمانوں کے لیے راہ کشادہ ہے جتنے نئے طریقے ایجاد کریں جن سے ممانعت نہ ہو سب خوب ومستحسن ہیں۔ جس طرح چاہیں محبوبان خدا کی تعظیم بجالائیں جب تک کسی خاص صورت سے شرعاً ممانعت نہ ہو جیسے سجدہ۔ وہاں خاص کا ثبوت مانگنے والا، اللہ عزوجل سے مقابلہ کرتا ہے کہ مولی عزوجل نے مطلق، کسی قید وبند کے بغیر انبیاء واولیاء علیٰ نبینا وعلیہم افضل الصلوٰۃ والثنا کی تعظیم کا حکم فرمایا۔ ولہٰذا ہمیشہ علمائے کرام وائمہ اعلام، امور تعظیم ومحبت میں ایجادوں کو پسند فرماتے اور انہیں ایجاد کنندہ کی منقبت میں گنتے آئے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ اکابر نے فرمایا کل ماکان ادخل فی الادب والا جلال کان حسنا۔ جو بات ادب وتعظیم میں جتنی زیادہ دخل رکھتی ہے خوب ہے۔ ان بلاد میں درود شریف وغیرہ امور خیر سے روکنا صرف بر بنائے وہابیت ہے تو وہابیت ضرور مردود وملعون ہے۔ سنی مسلمان اسے ہرگز ترک نہ کریں۔ ان امور سے ان کے انکار کا منشاء بھی وہی ہوتا ہے کہ ان کے سینے توہین سے پر اور تعظیم مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دلوں پر شاق ورنہ فحاشی وعریانی، قمار وشراب خوری اور تماش بینی کے خلاف مورچے کیوں نہیں بناتے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

شوہر کی مرضی کے بغیر ووٹ کا حق استعمال کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: کوئی بھی بالغ عورت اپنا ووٹ اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف استعمال کرے تو اس سے کیا فارغ خطی ہو جائیگی کیا اسکو اپنی مرضی سے ووٹ استعمال کرنے کا حق ہے؟

محمد ایوب قریشی، پلاٹ نمبر ۲، پکا قلعہ حیدرآباد،　۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: کسی کو ووٹ دینا، اس کے حق میں اپنی موافقت کا ظاہر کرنا ہے اور یہ حق جس طرح شوہر کو حاصل ہے،

عورت کو بھی حاصل ہے۔ اور دونوں میں اختلاف رائے ہو یہ کوئی حیرت کی بات نہیں۔ تو نکاح پر اس سے کیا اثر پڑیگا۔ البتہ شوہر کے خلاف عورت کی رائے زنی، گو شرعاً قابل مواخذہ نہیں لیکن دنیاوی اعتبار سے ان کے اثرات خلاف توقع بھی ہو سکتے ہیں تو عورت اپنے آپ کو کسی الجھن میں نہ ڈالے۔ بلکہ اپنی مرضی کو شوہر کی مرضی کا تابع بنائے۔ بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو۔ مثلاً شوہر کسی ایسے کو ووٹ دینا چاہتا ہے جو نااہل ہے اور شرعاً اسے اپنا نمائندہ منتخب کرنا جائز نہیں، تو عورت کیوں عمر بھر اس گناہ بے لذت میں ملوث ہو۔ وہ خاموشی اختیار کرے تاکہ شوہر کی ناراضگی کا شکار نہ ہو۔ بہر حال شوہر کی مرضی کے خلاف، ووٹ دینے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

صفات باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل حسب ذیل میں کہ: اللہ عزوجل کی تمام صفات ذاتی اور ازلی ہیں؟ یا بعض ازلی نہیں! زید کہتا ہے حکم رحمت، وجود کو لازم اور حکم غضب، لازم نہیں بلکہ عارضی ہے۔ کیونکہ رحمت صفات ذاتی سے ہے اور غضب صفات عدل سے ہے اس لیے یہ کہنا کہ اللہ جل مجدہ ازلی "رحمٰن و رحیم" ہے درست ہے، مگر یہ کہنا مطلقاً جائز نہیں کہ اللہ جل مجدہ ازل سے ہی غضب و قہر سے متصف ہے۔

(۲) اس کا کیا مطلب ہے نیز یہ شرعاً جائز ہے؟ عبدالوہاب خان القادری الرضوی، مولا چوک لاڑکانہ

۷۸۶ الجواب: امام اعظم ہمام اقدم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقہ اکبر میں فرماتے ہیں صفاته فی الازل غیر محدثة ولا مخلوقة فمن قال انها مخلوقة اومحدثة او وقف فيها او شك فيها فهو كافر بالله تعالی اللہ تعالیٰ کی صفات ازل میں ثابت ہیں، نہ حادث، نہ مخلوق، تو جو کہے کہ صفات مخلوق یا حادث ہیں یا ان میں شک یا توقف کرے تو اس نے اللہ تعالیٰ سے کفر کیا۔ زید کا قول غلط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر محمد اختر رضا خان الازہری نزیل حیدرآباد، ۵ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

۷۸۶ الجواب: صحیح و صواب والمجیب ان شاء اللہ تعالیٰ مصیب ومثاب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رشعبان ۱۴۰۰ھ

اسلام قبول کرنے کے بعد مسلمان کا غیر مسلموں سے تعلق رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک عورت جو مسلمان ہوگئی ہے دوبارہ غیر مسلموں سے ملتی ہے۔ اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ سراج احمد امجدی، کراچی، ۴ دسمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب: جو عورت اپنی مرضی سے بلا اکراہ و جبر، اسلام قبول کر چکی، مسلمان ہو چکی اور بہ حکم شرع مطہرہ کسی مسلمان مرد کے نکاح میں آچکی ہو، وہ مسلمانوں کی حفاظت میں ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسکی حفاظت کریں اور اسے ہرگز ہرگز

اس کے غیر مسلم عزیزوں سے نہ ملنے دیں کہ جب یہ اسلام قبول کر چکی تو غیر مسلموں سے اسکا کیا تعلق۔ کیا واسطہ۔ یہ اب بھی ان سے ملے گی تو وہ ضرور اسے بہکائیں گے۔ اسلام سے ہٹائیں گے۔ اور بالفرض اگر وہ اسلام سے پھر گئی اور اپنے سابقہ رشتہ داروں سے مل گئی تو اس نے جہنم کمایا اور اپنی سب نیکیوں کو خاک میں ملایا جیسا کہ قرآن شریف میں آیا کہ ومن یرتدمنکم عن دینه الآیہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ عورت اگر مرتد ہو جائے، دین اسلام سے نکل کر مثلاً یہودی یا نصرانی بن جائے تو حاکم اسلام پر لازم ہے کہ وہ اسے قید میں ڈال دے یہاں تک کہ توبہ کرے اور مسلمان ہو جائے (عالمگیری)۔ ارتداد سے توبہ بھی نہ کرے۔ اسلام میں واپس بھی نہ آئے تو اسے اپنے شوہر سے مہر وغیرہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں کہ اس نے اپنے تمام حقوق خود ہی خاک میں ملا دئے۔ ہاتھ سے گنوا دئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ جس طرح بھی بن سکے اسے اسلام کی طرف واپس لائیں کہ اب یہ پوری قوم کی آن کا سوال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ،　۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

بے نمازی سے میل جول نہ رکھوں گا' کا فیصلہ کیسا ہے؟

سوال: بخدمت جناب محترم مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عرض یہ ہے کہ ہمارے حلقہ احباب میں ایک صاحب جو نماز روزے کے پابند ہیں اور اسلامی احکام کی بھی پابندی کرتے ہیں کبیرہ وصغیرہ گناہوں سے بھی بچنے کی کوشش کرتے ہیں، حرام کمائی سے بچتے ہیں یہاں تک کہ نوکری پر ذاتی کام کو ترجیح دیتے ہیں کہ کہیں میں نوکری کے فرائض پوری طرح ادا نہ کرسکوں اور کسی ادارے یا قوم کا مجرم بن جاؤں۔ مگر گذشتہ رمضان المبارک سے انہوں نے ایک عجیب وغریب فیصلہ کیا اور اس پر عمل درآمد بھی شروع کر دیا اپنے فیصلہ کے حق میں نہ کسی مفتی صاحب سے فتویٰ لیا نہ کسی عالم دین سے مشورہ لیا اور نہ ہی وہ خود کسی مدرسہ کے سند یافتہ ہیں اور نہ ہی کسی مرد حق سے صحبت کا فیض اٹھایا۔ بس دو چار کتابیں پڑھ کر اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا جسکے باعث پورے عزیز واقارب اور حلقہ احباب میں ایک بے چینی اور ناراضگی پیدا ہوگئی ہے ان کا فیصلہ یہ ہے کہ "میں کسی بے نمازی اور جسکے بارے میں یقین ہو کہ یہ حرام کی کمائی سے نہیں بچتا اس سے کسی قسم کے ربط وضبط نہ رکھوں گا" یعنی ان کے ہاں نہ دعوت میں جاؤنگا اور نہ انہیں مدعو کرونگا نہ انکی تقریبات میں شریک ہونگا، ہاں انسانی ہمدردی کی بنا، پر مستحق کی مدد ضرور کرونگا" البتہ کسی محفل میں بیٹھے ہوں اور کوئی بے عمل چائے وغیرہ منگا لے تو پی لیتے ہیں سر محفل کسی پر کوئی اعتراض نہیں کرتے۔ اگر انفرادی طور پر کوئی بے نمازی یا رشوت خور دعوت دے تو قبول نہیں کرتے حتی الامکان بچنے کی کوشش کرتے ہیں اور ہم نے ان سے کہا کہ اپنے اس فیصلہ کی دلیل لاؤ تو انہوں نے مندرجہ ذیل آیات واحادیث پیش کیں۔

ترجمہ: اگر یہ توبہ کرلیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو انہیں چھوڑ دو۔ (التوبہ آیت) ۵ اسی آیت سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استدلال کیا تھا اور زکوۃ نہ دینے والوں کے خلاف تلوار اٹھائی تھی میں نے تو صرف اپنے آپ کو

ان لوگوں سے الگ کیا جو نماز نہیں پڑھتے اور زکوۃ بھی نہیں دیتے۔

ترجمہ: اگر توبہ کریں اور زکوۃ دیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔(التوبہ آیت ۱۱) اور جو یہ کام نہ کرے وہ ہمارا دینی بھائی کب ہوا۔

ترجمہ: مومن مرد اور مومن عورتیں یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں نماز قائم کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں۔(التوبہ آیت ۷۱) ان صفات کے حامل لوگوں سے تعلق توڑ لینے پر مواخذہ ہوگا۔ رہے وہ لوگ جو دن رات خدا اور اسکے رسول کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے ہیں، حرام وحلال کی تمیز کھو بیٹھے ہیں، نماز روزے سے کوئی واسطہ نہیں، دن رات اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں اور سمجھانے پر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اپنا حساب خود دیں گے، بھلا ایسے لوگوں سے ربط وضبط رکھنا، رشتہ ناطہ کرنا، اپنے دین وایمان کو خطرہ میں ڈالنا نہیں تو اور کیا ہے ان سب سے بچ کر چلنا ہی ضروری ہے۔

ترجمہ: ان کے حساب میں سے کسی چیز کی ذمہ داری پرہیز گار لوگوں پر نہیں ہے۔ البتہ نصیحت کرنا ان کا فرض ہے، شاید کہ وہ غلط کاموں سے بچ جائیں۔(الانعام آیت ۶۹) اس آیت کی تفسیر میں ایک مفسر فرماتے ہیں مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا کی نافرمانی سے بچ کر کام کرتے ہیں ان پر نافرمانوں کے کسی عمل کی ذمہ داری نہیں ہے پھر وہ کیوں خواہ مخواہ اس بات کو اپنے اوپر فرض کر لیں کہ ان نافرمانوں سے بحث ومناظرہ کر کے ضرور انہیں قائل کر کے ہی چھوڑیں گے اور ان کے ہر لغو ومہمل اعتراض کا جواب ضرور ہی دیں گے اور اگر وہ نہ مانتے ہوں تو کسی نہ کسی طرح منوا کر ہی کر رہیں گے۔ ان کا فرض بس اتنا ہے کہ جنہیں گمراہی میں بھٹکتے دیکھ رہے ہیں انہیں نصیحت کریں، اور حق بات ان کے سامنے پیش کر دیں اور اگر وہ نہ مانیں اور جھگڑے اور بحث وحجت بازیوں پر اتر آئیں تو اہل حق کا یہ کام نہیں ہے کہ ان کے ساتھ دماغی کشتیاں لڑنے میں اپنا وقت اور اپنی قوتیں ضائع کرتے پھریں۔ ضلالت پسند لوگوں کے بجائے انہیں اپنے وقت اور اپنی قوتوں کو ان لوگوں کی تعلیم وتربیت اور اصلاح وتلقین پر صرف کرنا چاہیئے جو خود طالب ہوں۔

الحدیث ہم سے یحییٰ بن موسیٰ نے بیان کیا کہ ہم سے ولید نے کہا کہ ہم سے ابن جابر نے کہا مجھ سے بسر بن عبید اللہ حضرمی نے کہا مجھ سے ابو ادریس خولانی نے انہوں نے حذیفہ بن یمان سے سنا کہ وہ کہتے تھے لوگ آنحضرت سے اچھی باتوں کو پوچھا کرتے تھے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برائیوں کو (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہونے والی ہیں) پوچھا کرتا اس ڈر سے کہ کہیں میں ان میں نہ پھنس جاؤں۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم جہالت اور برائی میں تھے اللہ تعالیٰ نے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیج کر) یہ خیر وبرکت ہم کو دی، اب اسکے بعد کیا پھر برائی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں، میں نے پوچھا پھر اسکے بعد بھلائی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر اس میں دھواں ہوگا۔(یعنی کچھ برائی ملی ہوئی، خالص نیکی نہ ہوگی) میں نے پوچھا دھواں کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو میرے طریقہ پر نہیں چلیں گے۔ انکی کوئی بات اچھی ہوگی کوئی بری، میں نے پوچھا پھر اسکے بعد برائی ہوگی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دوزخ کے

دروازے پر کھڑے بلاتے ہوں گے، جس نے انکی بات سنی انہوں نے اسکو دوزخ میں جھونک دیا، میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کا حال تو بیان فرمایئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا وہ ظاہر میں تو ہماری قوم میں (یعنی مسلمان) ہوں گے، میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو اگر میں یہ زمانہ پاؤں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مسلمانوں کی جماعت اور برحق امام کے تابع رہیں میں نے کہا اگر اس وقت جماعت یا امام ہی نہ ہو (جیسے ہمارے زمانے میں ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو سب فرقوں سے الگ رہ، اگر تو جنگلی درخت کی جڑ چاباتا رہے (اور تیرے پاس کھانے کو کچھ بھی نہ ہو) اور مرجائے وہ تیرے حق میں بہتر ہے (انکی صحبت میں جانے سے)۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، ترجمہ الحدیث۔

الحدیث امام بخاری نے کہا لیث بن سعد نے یحیٰی بن سعید انصاری سے روایت کی انہوں نے عمرہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انہوں نے کہا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے (جسم پیدا ہونے سے پہلے) روحوں کے جھنڈ جھنڈ الگ تھے پھر جن روحوں میں وہاں پہچانیت تھی یہاں بھی محبت ہوتی ہے اور جو وہاں غیر تھی یہاں خلاف رہتی ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الانبیاء۔ ترجمہ) یعنی بغیر مناسبت روحانی کے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ ایک بزرگ کا قول ہے اگر مومن ایسی مجلس میں جائے جہاں سو منافق بیٹھے ہوں اور ایک مومن تو وہ مومن ہی کے پاس جا کر بیٹھے گا اور اگر منافق ایسی مجلس میں جائے گا جہاں سو مومن ہوں ایک منافق، تو اسکی تسلی منافق کے پاس ہی بیٹھنے سے ہوگی۔

دعائے قنوت کے یہ الفاظ بھی قابل توجہ ہیں۔ جو ہم ہر روز نماز عشاء میں دہراتے ہیں۔ ونخلع ونترك من يفجرك۔ یعنی ہم اس سے بیزار اور الگ ہیں جو تیری نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ کس سے الگ ہونے کا عہد ہو رہا ہے اور کون عہد کر رہا ہے؟ کافروں کے متعلق تو صاف طور پر قرآن میں موجود ہے کہ انھیں دوست نہ بناؤ، صاف ظاہر ہے کہ یہ ایسے ہی بے عمل مسلمانوں کے بارے میں بندہ اپنے رب سے روزانہ عہد کرتا ہے اور توڑ دیتا ہے۔ جو لوگ اعلانیہ فسق و فجور میں مبتلا ہیں اور نہایت بے شرمی اور ڈھٹائی کے ساتھ خدا کی نافرمانی کررہے ہیں۔ انکی عیادت کے لیے نہ جایئے۔ (کتاب آداب زندگی، باب عیادت کے آداب)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ شراب پینے والے جب بیمار پڑیں تو انکی عیادت کے لیے نہ جاؤ۔ (کتاب آداب زندگی، باب عیادت کے آداب) آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل مبارک بھی سن لیجئے غزوہ تبوک سے واپسی پر آپ نے ان صحابیوں (کعب بن مالک، بلال ابن امیہ، اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے متعلق مسلمانوں کو حکم دیا کہ کوئی ان سے سلام کلام نہ کرے۔ ۴۰ دن کے بعد انکی بیویوں کو بھی ان سے الگ رہنے کی تاکید کردی گئی، ان کا یہ حال ہو گیا تھا کہ ان کے لیے مدینہ کی بستی اجنبی بن گئی تھی۔ یہ حضرات اپنی جانوں تک سے بیزار ہو گئے تھے، حالانکہ سچے مومن تھے، انتہائی پرہیزگار اور متقی تھے ان کا قصور صرف اتنا تھا کہ انہوں نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر سستی سے کام لیا تھا اور غزوہ میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے آخر ۵۰ دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے انکی توبہ قبول فرمائی اور انکی توبہ قبول ہونے کا ذکر سورہ توبہ کی ۱۱۸ ویں آیت میں کیا گیا ہے اور کتب احادیث میں اس کا ذکر تفصیل سے موجود ہے۔ یہ ہیں وہ دلائل جو مذکورہ

شخص دیتے ہیں، دلائل تو ہم بھی اس کے رد میں بہت دے سکتے ہیں سیاق وسباق سے الگ کر کے جو معنی ومطلب نکالنا چاہیں، قرآن واحادیث سے ہر آدمی صحیح مطلب اخذ نہیں کرسکتا، یہ بات شاید مذکورہ شخص کے ذہن میں نہیں ہے، ہمارے خیال میں شیطان نے ان کو پرہیزگاری کا جھانسہ دیکر فریب میں مبتلا کردیا، اور یہ بات اچھی طرح ان کے ذہن میں بٹھادی کہ یہ سب تو بے نمازی اور حرام خور ہیں تم متقی اور نیک شخص ہو لہٰذا ان سے کوئی واسطہ نہیں رکھو اور یہ حضرت تکبر وغرور کا شکار ہو گئے، یہ ہماری باتوں سے مطمئن ہونے والے نہیں ہیں لہٰذا آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وسنت کی روشنی میں ان کے اس عمل کی حقیقت واضح فرمایئے، تاکہ یہ اپنے فیصلہ سے رجوع کرلیں۔ شکریہ

محمد فصیح، بنگلہ نمبر C-23 یونٹ 5 لطیف آباد حیدرآباد، ۱۴ جنوری ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب: زمانۂ صحابہ کرام میں ایک فرقہ خوارج کا پیدا ہوا جس کا کام تھا وہ آیتیں جو کافروں کے لیے نازل ہوئیں مسلمانوں پر ڈھالنا اور انہیں اسلام وجماعت مسلمین سے بزعم خویش نکالنا اور مشرک ٹھہرانا۔ آج بھی یہ فرقہ نئے رنگ نئے ڈھنگ میں ابھر رہا ہے اور یزیدو یزیدیت کی حمایت میں برساتی پروانوں کی طرح بکھر رہا ہے۔ مسئول عنہ کی بعض باتوں سے ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ صاحب بھی ان کے دام تزویر میں پھنس چکے ہیں۔ مثلاً مرتدین ومنکرین زکوٰۃ اور دوسرے مخالفین اسلام کے دائرہ میں بلا دھڑک ان مسلمانوں کو داخل مان لینا جو مثلاً ترک نماز وغیرہ کبیرہ گناہوں میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ ان کا یہ کہنا کہ جو یہ کام نہ کرے وہ ہمارا دینی بھائی کب ہوا حالانکہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے جہاں خارجیوں کو بے دین ٹھہرایا انہیں قتل کیا وہیں حضرت امیر معاویہ اور ان کے ہمراہیوں کے متعلق ارشاد فرمایا **اخواننا بغوا علینا** یہ ہمارے دینی بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف کھڑے ہو گئے۔ سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عین میدان جنگ میں بالقصد والاختیار، ہتھیار رکھ دیئے اور خلافت امیر معاویہ کے سپرد کردی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔ یہ وہ صلح ہے جسکی بشارت حضور ﷺ نے دی کہ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہوں میں صلح کرادے۔ جنگ صفین میں جو کچھ ہوا وہ ایک عظیم سانحہ ہے لیکن اس کے باوجود، مولیٰ علی نے حضرت امیر معاویہ اور ان کے ہمراہیوں کو اپنا بھائی کہا امام حسن مجتبیٰ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حدیث شریف میں انہیں مسلمانوں کا گروہ بتایا اب ان سے پوچھئے کہ وہ سب کیا تھا۔ پھر روئے زمین پر کروڑوں مسلمان بے عمل، بدعمل، بدقماش، بدچلن موجود ہیں۔ کیا یہ صاحب ان سب کو اسلام کا باغی، و جماعت مسلمین سے خارج، اسلامی برادری سے باہر سمجھتے ہیں۔ اگر نہیں تو ان کے دینی بھائی ہیں یا نہیں؟ ان سے دریافت کرنا چاہیے۔ ہاں گناہوں، نافرمانیوں، سیاہ کاریوں میں ملوث مسلمانوں سے اجتناب برتنا تاکہ وہ راہ راست پر آجائیں اور اپنی ناشائستہ حرکتوں سے تائب ہوکر نیک اور بندہ صالح بن جائیں اور بات ہے، اور احادیث وآیات کو ان پر ڈھال کر انہیں بندہ شیطان، مردود بارگاہ رحمٰن اور جماعت مسلمین سے خارج سمجھ لینا اور بات۔ پہلا طریقہ اسلام ومسلمین کا طریقہ ہے اور دوسرا طریقہ خارجیوں یزیدیوں اور جماعت مسلمین میں رخنہ اندازی کرنے والوں کا ہے کہ بس وہی مسلمان وموحد ہیں، باقی سب لاایمان ومشرک۔ شیطان ایسے ہی جاہلوں کو کچے دھاگے کی لگام لگائے کھینچتا پھرتا ہے۔ انہیں سمجھایئے اور بار بار سمجھایئے کہ

یہ سب کچھ گمراہی ہے اور جماعت مسلمین سے بغاوت۔ اگر وہ باز آئیں فبہا۔ ورنہ مسلمان مردوں و عورتوں پر فرض ہے کہ ان سے کنارہ کش رہیں قَالَ اللّٰه تَعَالٰی فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اور حدیث شریف میں فرمایا کہ تم ان سے دور رہو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ ۴ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۰ھ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہوئے / سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی عطا سے عالم الغیب ہیں

سوال: جناب حضرت مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام کے بعد عرض کی جاتی ہے کہ آپ کے مسائل کے بارے میں فتویٰ موصول ہو گیا (نمازیوں اور امام صاحب کو دکھایا گیا انہوں نے درست تسلیم کر لیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے (آمین) مزید دو مسائل عقائد کے بارے میں بھیج رہا ہوں کیونکہ ان میں یہاں اختلاف کرتے ہیں سمجھ میں نہیں آتا کہ اصل مسئلے کس طرح ہیں۔ مہربانی کر کے ان کے جوابات تفصیل سے لکھیے اور اصل مسئلہ سے آگاہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ آپکو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

سوال نمبر ۱...... یہاں پر بعض مولوی صاحبان اپنی تقاریر میں فرماتے ہیں کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے نور سے پیدا کیا'' تو اس کا کیا مطلب ہے جبکہ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ ''غنیۃ الطالبین'' میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات نور نہیں۔ مفیدہ فرقہ والے اللہ کو نور کہتے ہیں وہ گمراہ فرقہ ہے دوسرا لکھا ہے اللہ کی مانند کوئی شے نہیں ہے۔ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں کہ اللہ کی مانند کوئی شے نہیں۔ اور اللہ کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں کیونکہ اللہ کی صفات غیر مخلوق ہیں۔

اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ''فتاوی افریقہ'' میں صفحہ ۸۴ پر یہ حدیث نقل کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ''انا و ابو بکر و عمر خلقنا من تربۃ واحدۃ و فیھا ندفن۔ یعنی میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر اور عمر ایک ہی مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں اور اسی میں دفن کیے جائیں گے۔ آپ یہ مسئلہ واضح کریں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعتبار حقیقت، بشر تھے یا نور اور یہ مولوی صاحبان جیسا کہ کہتے ہیں ان کا کہنا صحیح ہے۔ یہاں پر باعتبار صفات نور تو سب مانتے ہیں لیکن باعتبار حقیقت میں اختلاف کرتے ہیں۔ مہربانی کر کے اصل مسئلہ سے آگاہ کریں۔

سوال نمبر ۲...... یہاں پر بعض لوگ اور مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب ہیں اور حاظر و ناظر ہیں جبکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جو کہ پیش کریں اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم الغیب نہیں جو کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب سمجھے وہ کافر ہے وہ یہ دلیلیں پیش کرتے ہیں کہ فقہا کی کتابوں میں کفر کا فتویٰ موجود ہے میرے پاس یہ کتابیں نہیں ہیں کہ دیکھ سکوں آپ مہربانی کر کے ان کتابوں میں دیکھ لیں کہ ان کے حوالے صحیح ہیں اور اصل مسئلہ لکھیں وہ یہ حوالے دیتے ہیں کہ

"درمختار صفحہ ۲۹۹ پر، شامی صفحہ ۲۹۹ پر اور فتاوی قاضی خان اور فتاوی بزازیہ میں اور ردالمحتار" میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنے والوں پر کفر کا فتویٰ دیا گیا ہے۔ مہربانی کر کے اصل مسئلہ لکھیں۔ فقط والسلام: شاہجہاں ۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب: ۱......حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں یا ابا بکر لم یعرفنی حقیقة غیر ربی ابوبکر جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔ تو ذات الٰہی سے ان کے نور کی پیدائش کی حقیقت کسے معلوم ہو، کیسے مفہوم ہو۔ ہم جانتے ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلاشبہ اللہ عزوجل کے ذاتی نور سے پیدا ہیں حدیث میں ارشاد ہوا یاجابر ان اللہ تعالی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور، اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا اور تمام جہاں کو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطے سے پیدا فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔ تو ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے معنی یہ نہیں کہ معاذ اللہ، ذات الٰہی، ذات رسالت کے لیے مادہ ہے۔ جیسے مٹی سے انسان پیدا ہوا۔ اللہ عزوجل اس سے پاک ہے۔ پھر حقیقت کیا ہے۔ یہی تو ہم نے کہا کہ یہ بات نہ رب العزت جل وعلا نے ہمیں بتائی، نہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائی اور نہ بے بتائے اسکی پوری حقیقت ہمیں معلوم ہوسکتی ہے۔ فہم ظاہری کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ شمع سے شمع روشن ہو جاتی ہے، بے اسکے کہ اس شمع سے کوئی حصہ جدا ہو کر یہ شمع بنے۔ یونہی ہم مانتے اور ایمان سے جانتے ہیں کہ بیشک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشر ہیں مگر نہ دوسروں کی مانند، لا کالبشر، اللہ وحدہ لا شریك لہ، بےنظیر و بے ہمتا نے، اپنے حبیب اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بےنظیر و بے مثال، یکتا و بے ہمتا، جامہ بشریت میں مبعوث فرمایا۔ ازراہ توہین، انہیں بشر کہنے والا انہیں کافروں کی طرح ہے جو انبیائے کرام علیہم السلام کو بشر کہتے تھے۔ حضور کی بشریت عظمیٰ سے ہماری بشریت کو کیا نسبت۔ تو جو انہیں اپنی طرح بشر جانتا ہے وہ اس سرکار کی شان رفیع گھٹاتا ہے اور کھلی توہین کرتا ہے والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲......ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی اور کائنات کا ذرہ ذرہ ان کے پیش نظر کیا۔ تو انبیاء کرام بلکہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو علم غیب ہے اللہ کی عطا سے ہے۔ اللہ کے دیئے سے ہے لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا۔ بے عطائے الٰہی کسی نبی کو ایک تنکے کا علم ثابت کرنا کفر ہے فقہائے کرام نے عقیدہ علم غیب پر جو حکم کفر دیا وہ اسی بناء پر ہے کہ انہیں بالذات، اپنی ذات سے، عطائے الٰہی کے بغیر علم غیب ماننا کفر ہے۔ اگر انبیائے کریم کے لیے عطائے الٰہی سے علم غیب نہ مانے تو اس کا ایمان ہی نامکمل ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام غیب کی خبریں دینے کے لیے ہی آتے ہیں۔ کہ جنت ونار، حشر ونشر، وعذاب وثواب، غیب نہیں تو اور کیا ہیں۔ ان کا منصب ہی یہ ہے کہ وہ باتیں ارشاد فرمائیں جن تک عقل وحواس کی رسائی نہیں اور اسی کا نام غیب ہے۔ اب جو کسی نبی سے علم غیب کی مطلقاً نفی کرے اور ان کے لیے بالکل ہی علم غیب نہ مانے تو اس نے نبی کے منصب ہی کو نہ مانا۔ تو اس کا ایمان ایمان کہاں۔ غرض یہ بحث بہت طویل ہے۔ تفصیل کے لیے علمائے اہلسنّت کی تصانیف دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ ۲ رجمادی الاخری ۱۴۰۴ھ

واقعہ کربلا کیا من گھڑت ہے؟/ یزید ظالم وفاسق ہے/ واقعہ کربلا اقتدار کی جنگ ہے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علماء دین ان اعتراضات کے جواب میں کہ

۱......کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ واقعہ کربلا من گھڑت ہے کہانی ہے۔

۲......اور کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کو یزید نے قتل نہیں کیا اور یزید کو جنتی کہتے ہیں مثلاً قسطنطنیہ کی جنگ میں شامل تھا۔

۳......اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ جنگ اقتدار کی جنگ تھی۔

ان تمام اعتراضات کا جواب قرآن وحدیث اور باقاعدہ کتابوں کے حوالوں کی روشنی میں دیے جائیں۔

سائل: حافظ محمد رمضان۔کراچی ، اے جی پی آر آفس

۷۸۶ **الجواب:** یزید کا دور حکومت صحابہ واجلہ تابعین کا دور ہے اور یہ امر واجب الیقین ہے کہ اس دور میں جو واقعات رونما ہوئے وہ بڑی کدوکاوش سے قابل اعتماد بزرگان دین کے ہاتھوں قلم بند ہوئے۔اب اگر یہ سب من گھڑت ہے تو کیا عجب کہ اس قائل کے ماں باپ کے مابین جو نکاح ہوا وہ بھی من گھڑت ہو کہ گواہوں کا کیا اعتبار اور بیچارے قاضی کا کن میں شمار۔ سچ ہے خدا جب دین لیتا ہے تو عقل پہلے لیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲ کون کہتا ہے کہ حضرت امام کو یزید نے اپنے ہاتھوں سے قتل کیا۔لیکن اسباب قتل اس نے فراہم کیے۔ظالموں کی پشت پناہی اس نے کی اور اسی کے اشارے پر ان مظلوموں پر وہ ظلم وستم توڑا گیا تو پھر یہ قتل کے جرم سے کیسے بری الذمہ ہو گیا۔اب ایسے ظالم ایسے فاسق وفاجر ایسے ناخداترس کو کوئی محض اس لیے جنتی کہتا ہے کہ اس نے جہاد قسطنطنیہ میں حصہ لیا تو اسے اختیار ہے کہ ہر کلمہ گو کو جنتی مانے کہ حدیث میں آیا جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں گیا۔اب وہ خدا رسول کو گالیاں دے۔ بتوں کو سجدہ کرے۔قرآن کا انکار کرے، احکام شرع کو جھٹلائے۔غرض ہر ناکردنی کرتا اور ہر ناگفتنی کہتا رہے اور کلمہ بھی پڑھتا رہے تو وہ قطعی جنتی ہوا۔ پھر شریعت کیا ہوئی ایک مذاق ہو گیا۔ایک معمہ ہے سمجھنے کا نہ سمجھانے کا۔ جہاد قسطنطنیہ میں شرکت کرنے والوں کے لیے عمومی بشارت ہے۔نامزد کہیں نہیں۔اور وہ بھی علماء کی اس شرط سے مشروط ہے کہ اس میں شرکت کرنے والا، ایمانیات کے تقاضوں کو پورا کرتا رہے۔جبکہ یزید نے جو کچھ کیا وہ تواریخ سے عیاں ہے۔خانہ خدا پر گولہ باری، مسجد نبوی کی بے حرمتی، صحابہ کرام کی خون ریزی۔ مسلمان عورتوں کی بے حرمتی، اہل بیت کرام کی آبرو ریزی، یہ تمام امور اس کی پیشانی پر کلنک کا ٹیکہ ہیں، تو صرف ایک جہاد میں شرکت اور وہ بھی نہایت بیدلی سے، اس کے تمام اگلے پچھلے تمام کبیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جائیگی اور اسے ہر گناہ ومعصیت، اور نافرمانی وسرکشی سے نکال کر یک لخت نیکوکاروں بلکہ اہل جنت میں داخل کر دیگی۔ عقل وتمیز کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔تف ہے اس مایہ علم پر جو راہ حق کے لیے، قبول حق کے لیے سد راہ بن جائے۔(تفصیل کے لیے دیکھیں تاریخ ابن خلدون اور کامل ابن اثیر)۔

۳.....جس بدنصیب کے دل میں یزید اور یزیدیوں کی محبت کی نجاست بھری ہو اور جس کے حصہ میں خارجیت اور ناصبیت کی غلاظت آئی ہو وہ چمنستان اہلبیت کے ان نونہالوں کی قدر کیا جانے۔ افسوس یزید اور یزیدیوں کا ذکر کرنا، اسے جنتی قرار دینا، اس کے فضائل ومناقب کے گیت گانا تو ایمان وعین ثواب ہو اور شاہزادہ گلگوں قبا، جسے سرکار نے اپنے دوش مبارک پر سوار کرکے پروان چڑھایا۔ جس کے گلوئے نازنین کے بوسے لیے جسے سینے سے چمٹایا۔ جسکے جنتی ہونے کا مژدہ عوام وخواص کو سنایا وہ معاذ اللہ چنین وچناں اور اس کا ذکر خاک بدہن گستاخاں، سب سے بڑا گناہ، جس کی کبھی مغفرت نہ ہوگی، مشرک قرار پائے۔ مگر قیامت تو نہ آئیگی۔ انہیں غضب الٰہی کی برق تو نہ تپائیگی۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

۴.....یہی تو ہم کہتے ہیں کہ یہ اقتدار کی جنگ تھی۔ مگر یہ اقتدار، اور دنیاوی عز ووقار، کس کے پاس تھا۔ کس کے ہاتھوں میں تھا۔ کسے اس کو بچانے کی فکر تھی۔ کس نے اکابر صحابہ سے زبردستی بیعت کے لیے اپنے حکام کو احکام پہنچائے۔ قاصد دوڑائے۔ کس کے پاس فوج تھی۔ کس کے پاس خزانوں کی کنجیاں تھیں۔ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس، جو بہتر نفوس کا ایک بے سروسامان قافلہ لیکر وطن پاک چھوڑنے پر مجبور کیے گئے اور جنہیں فوج کے نرغہ میں میدان کربلا میں پہنچایا گیا۔ یا اس لعین کے پاس، جسے شیطان رجیم کچے ڈورے کی لگام لگا کر اپنے اشاروں پر چلا رہا تھا۔ اسی کو اپنے اقتدار کی فکر تھی۔ اسی کو اپنا اقتدار عزیز تھا۔ تو اقتدار کی جنگ بھی یزید نے لڑی۔ یزیدیوں نے لڑی، یزید کے لیے لڑی۔ یزید کے حکم پر لڑی۔ تو سارا وبال اسی کے سر ہے۔ گناہوں کا طوق اسی کی گردن میں ہے۔ حیرت ہے کہ سنی مسلمان ایسے خبیثوں کی باتوں پر کان دھرتے، ان کے جابجا نہ اعتراض سنتے اور پھر جواب کے خواہاں ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان پر لازم ہے کہ نہ ان کے پاس بیٹھیں۔ نہ انکی سنیں۔ نہ ان سے الجھیں۔ حدیث شریف میں یہی ارشاد ہوا ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ تم ان سے دور رہو۔ انہیں خود سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں۔ کہیں وہ تمہیں فتنوں میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ کیم رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

بدمذہب کی اقتداء میں نماز کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک حافظ کے متعلق علم ہوا کہ اسکا تعلق دیوبندی مسلک سے ہے اور مقتدی تمام صحیح العقیدہ اہلسنت (بریلوی) ہیں کیا دیوبندی مسلک والے کی اقتداء، میں ان کی نماز ہوسکتی ہے کہ نہیں۔ بینوا توجروا عبدالغفار، جامع مسجد عمرکوٹ سندھ ۱۸ جون ۱۹۸۲ء

۷۸۲ **الجواب:** وہابیہ زمانہ، خواہ مقلد ہوں جنہیں دیوبندی کہا جاتا ہے یا غیر مقلد ہوں جنہیں اہل حدیث سمجھا اور کہا جاتا ہے، اب اس دور آزادی میں، اپنی بدعت وضلالت سے ترقی کرکے معراج تک پہنچ چکے ہیں اور اسلامی سرحدوں کو عبور کر کے کفر کی حدود میں قدم رکھ چکے ہیں۔ ان کی شناعت وبرائی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی بتاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی بتائے وہ خود بلائے کفر میں گرفتار ہے۔ بہرحال ان وہابیہ کے

پیچھے نماز ناجائز اور انہیں امام بنانا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسوں ہی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "بدمذہب تمام مخلوق سے بد، تمام جہاں سے بدتر ہیں"۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ "بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں"۔ تو ایسوں کو امام بنانا درکنار، بحال فتنہ وفساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت، مسجدوں میں بھی نہ آنے دیا جائے۔ ورنہ فتنے پھیلائیں گے۔ آپس میں مسلمانوں کو لڑائیں گے۔ اور قرآن کریم کا ارشاد ہے وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ۔ فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ بالجملہ انہیں امام بنانا گناہ گناہ گناہ۔ اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا حرام حرام حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶؍ شعبان ۱۴۲۰ھ

سنی اور شیعہ کے نکاح کا جواز

سوال: علمائے دین فتوی صادر فرمائیں کہ: شریعت محمدی کی رو سے کسی مسلمان سنی لڑکی کا شیعہ مرد سے عقد نکاح کیسا ہے؟

غلام محمد، لطیف آباد نمبر ۹، ۱۳ مئی ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: آجکل عام رافضی، منکران ضروریات دین اور باجماع امت کفار مرتدین ہیں۔ علاوہ اور کفریات کے دو کفر تو ان کے عالم و جاہل، مرد و عورت سب کو شامل ہیں۔ (۱) مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو انبیائے سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ماننا۔ اور جو کسی غیر نبی کو کسی نبی سے افضل کہے کافر ہے۔ اور (۲) دوسرے قرآن عظیم سے معاذ اللہ صحابہ کرام وغیرہم اہلسنت کا، چند پارے یا سورتیں یا آیتیں گھٹانا، کچھ الفاظ تغیر، تبدیل کر دینا جاننا۔ اور جو قرآن عظیم کے ایک حرف، ایک نقطے کی نسبت ایسا گمان کرے وہ کافر ہے۔ قال اللہ تعالیٰ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ ولہذا جزم کیا جاتا ہے کہ آجکل رافضیوں میں کوئی مسلمان ملنا، ایسا ہی مشکل ہے جیسے کووں میں سپید رنگ والا۔ ایسوں کے ساتھ مناکحت، بیاہ شادی لڑکی کا لین دین تو حرام قطعی وزنائے خالص ہے ہی مگر جو اپنی بہن بیٹی ان کو دے وہ دیوث بھی ہے۔ اس عقد باطل کے ذریعہ سے جو نام اسکی بہن بیٹی کو ملنے والے ہیں ان میں ہلکے نام یہ ہیں۔ زانیہ، فاجرہ، قحبہ، فاحشہ، رنڈی، بدکار۔ جو اپنے لیے ان القاب کو پسند کرتا ہو وہی اس کبیرہ فاحشہ پر اقدام کرسکتا ہے۔ ورنہ اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈرے اور عذاب الٰہی کو ہلکا نہ جانے (فتاوی رضویہ) اور جو پکا بے غیرت بے حمیت بن کر اس پر اتر ہی آئے، مرد ہو خواہ عورت، مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسوں کے ساتھ یک لخت ترک تعلق کرلیں۔ ان کے ساتھ کھانا پینا درکنار، اٹھنے بیٹھنے بلکہ سلام دعا سے بھی احتراز کریں۔ قَالَ اللہ تعالیٰ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ حدیث میں ہے "جو کسی ظالم کے ساتھ مدد دینے کو چلے اور وہ جانتا ہو کہ یہ ظلم ہے وہ اسلام سے نکل جائے"۔ جب اس کا ساتھ دینے والے کا یہ حکم ہے تو خود اس کے گناہ و وبال کا کیا ٹھکانہ۔ والعیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ ۲۳؍ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

شریعت مطہرہ میں ظاہری عمل پر حکم لگایا جاتا ہے/کسی مسلمان کو قادیانی کہنے والے کے بارے میں حکم شرعی

سوال: بخدمت جناب ناظم و مفتی محمد خلیل خان القادری، دار العلوم احسن البرکات' حیدرآباد، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں مسمی ڈاکٹر سید بشیر احمد شاہ ولد سید محمد اسماعیل شاہ سکنہ سامارو شہر ضلع تھر پار کر سندھ مندرجہ ذیل عقیدہ رکھتا ہوں
میں اللہ تعالیٰ پر اور اسکے سب فرشتوں پر اور اسکی سب کتابوں پر اور اسکے سب رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور تقدیر کی بھلائی اور برائی پر اور مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان رکھتا ہوں۔ ایمان مجمل اور ایمان مفصل پر پورا پورا یقین رکھتا ہوں۔ میں حلفیہ اقرار کرتا ہوں کہ میں خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہوں اور یہ کہ میں کسی ایسے شخص کا پیرو کار نہیں ہوں جو حضرت محمد ﷺ کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویدار ہو اور نہ ایسے دعویدار کو پیغمبر یا مذہبی مصلح مانتا ہوں نہ ہی قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ سے تعلق رکھتا ہوں یا خود کو احمدی کہتا ہوں اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی شخص کسی بھی لحاظ سے یا کسی اعتبار سے نبی یا مذہبی مصلح ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو اور اسکے ماننے والوں کو مرتد اور کافر جانتا ہوں۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکے ماننے والے احمدی اور لاہوری گروپ سب کو غیر مسلم اور اسلام سے خارج ہونے پر ایمان رکھتا ہوں۔ میرا یہ بیان حلفیہ ہے اور میں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کو حاظر و ناظر جان کر بالکل صحیح اور درست تحریر کر رہا ہوں۔
آپ سے گذارش ہے کہ میرے مندرجہ بالا عقائد کو مدنظر رکھتے ہوئے فتویٰ صادر فرمائیں۔
سوال (۱) عقیدہ کے اعتبار سے میں شریعت محمدیہ ﷺ کے مطابق مسلمان ہوں یا نہیں؟
سوال (۲) کیا مجھے قادیانی کہا جانا درست ہے؟
سوال (۳) اگر کوئی شخص مجھے قادیانی کہتا ہے تو شریعت محمدیہ ﷺ میں اسکے لیے کیا حکم ہے؟

سید بشیر احمد ولد سید محمد اسماعیل شاہ، سکنہ سامارو شہر ضلع تھر پار کر سندھ، بقلم خود ۱۲ مئی ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: سچ اور جھوٹ کا حال اللہ جانتا ہے۔ یہ کفر و اسلام اور ارتداد و ایمان کا معاملہ ہے۔ بناوٹ سے کفر، اسلام نہ ہو جائے نہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بناوٹ کام کریگی جو دلوں کی چھپی جانتا ہے۔ وہی دلوں کی نیتوں اور ارادوں پر حکم لگائے جو ان پر واقف ہو۔ ہمارے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ افلا شققت عن قلبه حتى تعلم اقا لها ام لا۔ تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ اس کے عقیدے پر اطلاع پاتا۔ (مسلم) بالجملہ ہمیں شرع مطہر نے ظاہر پر عمل کرنے کا حکم فرمایا ہے باطن کی تکلیف نہ دی۔ اور جب تک کسی کا کفر ثابت نہ ہو تو فرض ہے کہ ہم اسے مسلمان ہی جانیں مسلمان ہی مانیں جب تک اس سے کوئی قول یا فعل خلاف ایمان ثابت نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) جو تمام ضروریات دین پر ایمان رکھتا اور انکی تصدیق کرتا انہیں حق جانتا ہے۔ اسے کافر یا مرتد کہنا خود اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ کسی کو کافر کہنے میں سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) حدیث سے ثابت کہ جسے کافر کہا گیا اگر وہ ایسا نہ ہو یہ قول خود کہنے والے کی طرف پلٹتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ ۲۶ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

علم غیب، حاظر وناظر، اختیار کامل کا عقیدہ انبیاء واولیاء کے ساتھ رکھنا، نذر و نیاز کسی نبی ولی کے نام کی دینا

سوال: حضرت مولانا قبلہ مفتی محمد خلیل خان صاحب السلام علیکم کے بعد عرض خیریت اقدس یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں کے قرآن وحدیث اور حنفی مسلک سے واضح طور پر اور مکمل ومدلل جواب عطا فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں بندہ احسان مند ہوگا۔

ا۔ یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ فلاں پیر یا پیغمبر علم غیب جانتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو گزشتہ اور آئندہ حالات کا علم دے رکھا ہے وہ ہر چیز کی خبر رکھتے ہیں اور ہمارے تمام حالات سے واقف رہتے ہیں بعض لوگ اسے شرک قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا ہے اپنے بندوں پر۔ اصل مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

۲۔ یہ اعتقاد رکھنا کیسا ہے کہ فلاں پیر یا پیغمبر ہر وقت اور ہر جگہ حاظر و ناظر ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے انکو قوت روحانی دی ہے کہ وہ ہر جگہ روحانی طور پر موجود رہتے ہیں اسے بھی بعض شرک کہتے ہیں اس کی کیا حقیقت ہے۔

۳۔ یہ عقیدہ رکھنا کیسا ہے کہ فلاں پیر یا پیغمبر مختار کل ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو، کار عالم میں تصرفات دے رکھے ہیں جن کی بدولت وہ ہمارے نفع ونقصان پر قادر ہیں اور ہماری حاجت روائی ومشکل کشائی فرماتے ہیں اسے بھی بعض لوگ شرک گردانتے ہیں۔ اس قول میں کہاں تک صداقت ہے؟

۴۔ کسی ولی اللہ یا پیغمبر کے نام کی نذر و نیاز دینا ایصال ثواب سمجھ کر اور انکی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے تاکہ وہ وسیلہ بنیں ہماری دعاؤں میں، یہ کیسا ہے۔ اسی طرح کسی بزرگ یا پیغمبر کی منت ماننا کہ اگر میری فلاں حاجت پوری ہو جائے تو میں مزار پر چڑھاوا چڑھاؤں گا یعنی چاول کی دیگ پکا کر تقسیم کروں گا یا وہاں بکرا دونگا یا قبر پر غلاف ڈالونگا۔ یہ سب امور جائز ہیں یا نہیں؟ بعض ایسے افعال کو بھی شرک کہتے ہیں صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔

۵۔ پیغمبر پاک ﷺ کو بشر ماننا اس صورت میں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے تخلیق ہوئے ہیں یعنی آپ ﷺ اللہ کے نور کا حصہ ہیں اور آپ انسانوں کی ہدایت کیلئے بشری صورت میں تشریف لائے تھے۔ یہ عقیدہ کیسا ہے؟ **بینوا توجروا**

۷۸۶ الجواب: بیشک اللہ عزوجل نے انبیاء علیہم السلام کو اپنے غیوب پر اطلاع دی اور بیشک اولیائے کرام کہ یہ حضرات نبی ﷺ کے سچے نائب ہیں حضور کی نیابت میں، ان پر بھی علوم غیبیہ منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں بہت کو تمام لوح محفوظ پر اطلاع دیتے ہیں۔ مگر یہ سب حضور اقدس ﷺ کے واسطہ وعطا سے ہے۔ بے وساطت رسول، کوئی غیر نبی، کسی غیب پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور بیشک ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ علم غیب جو انہیں، یا انہیں ہے اللہ تعالیٰ کے دیئے سے ہے لہٰذا ان کا علم عطائی ہوا۔ اور یہ علم عطائی اللہ عزوجل ہی دیتا ہے کہ اسکی کوئی صفت، کوئی کمال کسی اور کا دیا ہوا نہیں ہو سکتا۔ واللہ اعلم

۲، ۳۔ اولیائے کرام میں جو اصحاب خدمت ہیں ان کو تصرف کا اختیار بے شک دیا جاتا ہے، سفید وسیاہ کے مختار بنائے جاتے

ہیں اور حضور ﷺ کی نیابت میں ان کو تصرفات و اختیارات دیئے جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے اولیائے کرام کو بہت بڑی طاقت دی ہے مردہ کو زندہ کرنا، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو شفا دینا، مشرق سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا، یہ تمام خوارق عادات، اولیاء سے ممکن ہیں۔ ان سے استمداد و استعانت محبوب ہے۔ یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔ اور چونکہ اللہ عزوجل نے حضور ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر بنایا اور حضور ﷺ کے نور سے تمام عالم کو منور فرمایا بایں معنی ہر جگہ حضور تشریف فرما ہیں۔ جیسا کہ آفتاب نصف النہار کہ وسط آسمان میں ہوتا ہے لیکن روشن کرتا ہے مشرق و مغرب کے شہروں کو۔ یوں ہی حضور ﷺ بیک وقت ہزار جگہ، جلوہ اندوزی فرمائیں اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ اور ان کی توجہ سے، اولیاء کرام متعدد مقامات پر ظہور فرمائیں تو انکار کی کیا گنجائش۔ واللہ اعلم

۴۔ اس قسم کی نذر و نیاز میں کوئی حرج نہیں۔ مقصود صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ ہماری طرف توجہ والتفات فرمائیں۔ ہماری عقدہ کشائی کریں۔ اور بارگاہ الٰہی میں ہمارے حق میں دعائے خیر کریں۔ مولانا جامی فرماتے ہیں ۔

زمہجوری برآمد جان عالم ترحم یا نبی اللہ ترحم

یہاں خود حضور ﷺ سے رحم فرمانے کی درخواست ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کہ منکرین و مانعین کے پیر و مرشد ہیں ان کی ایک نعت میں ہے کہ ۔

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے، آپ کے ہاتھوں تم اب چاہو، ڈباؤ یا تراؤ، یارسول اللہ

مولوی قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے قصیدے میں ہے ۔

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے گا تو کون پوچھے گا بنے گا کون ہمارا، ترے سوا غمخوار

ان اشعار میں حضور ﷺ کے وسیلہ بارگاہ الٰہی ہونے کا اقرار بھی ہے اور اس کا اظہار کہ وہ براہ راست بحکم خدا ہماری مدد فرماتے۔ سن کر بگڑی بناتے ہیں۔ واللہ اعلم

۵۔ حضور اقدس ﷺ کو بشر ماننا ہماری شہادت اسلام میں داخل ہے۔ واشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ کلمہ شہادت میں پہلے ان کے بندے ہونے کا اقرار ہے پھر رسالت کی شہادت۔ لیکن یہ بشریت اس اعلیٰ مقام پر فائز ہے کہ فرشتوں کی ملکوتیت اور جبرئیل امین کی نورانیت بھی اس کا ساتھ نہیں دے سکتی۔ بہر حال حضور ﷺ بشر ہیں اور بیشک بشر ہیں بلکہ سب انبیاء بشر تھے اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی حکمت و رحمت ہے کہ وہ اپنا نبی و رسول بنی نوع بشر سے منتخب فرماتا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اگر فرشتوں میں سے یا کسی دوسری مخلوق میں سے ہمارے لیے رسول بھیجتا تو وہ ہماری عادات و خصائل سے واقف نہ ہوتا۔ نہ اس کو ہم پر وہ شفقت ہوتی جو ایک ہم جنس کو دوسرے ہم جنس سے ہوتی ہے۔ دوسرے اسکی طرف ہمارا میلان طبعی نہ ہوتا نہ اسکی باتوں کی ہم پیروی کر سکتے اور نہ ہماری کمزوریوں کا اسے احساس ہوتا۔ بایں ہمہ حضور ﷺ کو اپنا جیسا بشر یا بھائی برابر کہنے والے، یا کسی اور طرح حضور ﷺ کا رتبہ گھٹانے والے مسلمان نہیں گمراہ بددین ہیں۔ اور قرآن کریم میں جابجا کافروں کا یہ طریقہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبیوں کو اپنے جیسا بشر کہتے تھے اسی سے گمراہی اور کفر میں پڑے۔ البتہ یہ بات

ضرور ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور احدیت سے پیدا ہونے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ معاذ اللہ، ذات الٰہی، ذات رسالت کے لیے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہوا۔ یا عیاذاً باللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل، ذات نبی ہو گیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک و منزہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم، خواہ کسی شے کو جزء ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔ اس کے اصل معنی تو اللہ و رسول جانیں مگر اس میں فہم ظاہر بیں کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام جہاں کو حضور کے نور سے پیدا فرمایا یعنی حضور کے واسطے سے پیدا فرمایا، بخلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ کسی کے طفیل نہیں۔ اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے سے نہیں تو ذات الٰہی سے بلا واسطہ پیدا ہیں جیسے ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن۔ کہ اس کا کوئی حصہ اس میں نہ آیا۔ یا آفتاب کی روشنی کے مقابل بڑا آئینہ روشن۔ اس مسئلہ کی تفصیل کے لیے امام احمد رضا خاں بریلوی کا رسالہ ''صلاۃ الصفائی نور المصطفیٰ'' دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ ۱۹ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

۷۸۶ گرامی قدر و علیکم السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کا لفافہ کل ایک کتاب میں رکھا ہوا ملا۔ آج جواب لکھ رہا ہوں آپ کو انتظار کرنا پڑا معذرت خواہ ہوں۔ اور ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں آپ کے گھر میں فقیر کی کتابوں میں سے ہمارا اسلام مکمل، ہماری نماز مکمل، اور سنی بہشتی زیور ضرور ہونا چاہیے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ اہل خانہ کے لیے بڑا مفید ثابت ہوگا۔

والسلام العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

سجادہ نشینی کے لیے مرشد کامل کی خلافت ضروری ہے

سوال: السلام علیکم وعلی من لدیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں مشائخ کرام، سجادہ نشینان اہل طریقت عالیہ سلسلہ قادریہ نقشبندیہ مجددیہ چشتیہ سہروردیہ و مفتیان دین اس بارے میں کہ ایک بزرگ ولی اللہ موصوف طریق نقشبندیہ مجددیہ نے اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں کسی کو بھی خلافت سجادہ نشینی عطا نہیں کی۔ حالانکہ چند حضرات نے اس سلسلہ میں اصرار بھی کیا کہ حضرت کسی کو بھی اہل سلسلہ حضرات میں سے خلیفہ یا سجادہ نشین مقرر کریں تا کہ سلسلہ جاری رہے آپ نے کچھ دیر خاموشی فرمائی تو ایک صاحب نے جو کہ حافظ قرآن تھے اور بزرگ زید موصوف انکا بہت احترام فرماتے تھے کہا کہ حضرت جس کو آپ چاہیں منتخب فرمادیں تو بہتر ہوگا آپ نے فرمایا کہ حافظ صاحب کوئی بھی اس کا اہل نہیں ہے اسپر حافظ صاحب نے کہا کہ حضرت جس پر آپ ہاتھ رکھ دیں گے وہی اہل بن جائے گا کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ حافظ صاحب آپکو معلوم ہے اسکے بعد کیا ہوگا؟ حافظ صاحب نے کہا حضور آپ بہتر جانتے ہیں بزرگ زید موصوف نے فرمایا کہ حافظ صاحب یہ ہمارے پاس اللہ رب کریم اور اسکے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت ہے اور ہم انکے ہی سپرد کر چکے ہیں اسکے دو چار یوم کے بعد آپ وصال فرماگئے۔ آپ کے نہ تو کوئی پیر بھائی ہیں اور نہ ہی کسی پیر

بھائی کے خلیفہ وطالب ہیں اور نہ ہی آپکے مرشد حیات ہیں چونکہ آپ مقبول بارگاہ تھے مخلوق خدا و معتقد حضرات کی یہ دلی خواہش ہے کہ بزرگ زید موصوف کے سلسلہ میں داخل ہوں اس طریق نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق یہ حضرات بزرگ زید موصوف کے سلسلہ میں کیسے داخل ہوسکتے ہیں اور خلافت وسجادہ نشین طریق نقشبندیہ مجددیہ کے مطابق کس طریقہ سے کیا جا سکتا ہے کہ بزرگ زید موصوف کا سلسلہ جاری رہے کیا کوئی ایسی مثال طریق نقشبندیہ مجددیہ میں ملتی ہے۔ جواب باصواب بالتفصیل عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام مفتی محمد سلطان عفی عنہ، ۲۸ راگست ۱۹۷۰ء

۷۸۶ **الجواب:** اولیاء کرام کی خلافت دوطرح ہے (۱) عامہ (۲) خاصہ۔ عامہ یہ کہ مرشد مربی اپنے کسی مریدین میں سے جس کو اس کام کا اہل جانے اور لائق تربیت سمجھے اپنا خلیفہ ونائب کرے اور اسے بیعت لینے اور مریدین وطالبین کو اعمال واذکار و اشغال کی تربیت کے لیے خلافت عطا فرمائے یہ خلافت خلافت دینے والے کی زندگی سے مجتمع ہوتی ہے اور خلافت خاصہ یہ کہ اس مرشد مربی کے وصال کے بعد یہ شخص اسکی مسند خاص پر جس پر اسکی زندگی میں اسکے سوا کوئی دوسرا نہیں بیٹھ سکتا جلوس کرے اور تمام نظم اور انتظام وانصرام خانقاہ میں، وہ مُرشد اسے اپنا جانشین ولی عہد مقرر کر جائے یا اس کے لیے قریب وصال وصیت فرمائے بشرطیکہ وہ وصیت شرعاً معتبر ہو، شخص مذکور اہل و لائق اور متعلق درگاہ کچھ اوقاف ہوں تو ان کی تولیت کی صلاحیت بھی رکھتا ہو تو وہی سجادہ نشین قرار پائیگا۔ اور اس مرشد مربی نے ولی عہد مقرر نہ کیا نہ وصیت فرمائی تو اس خانقاہ میں جو دستور قدیم چلا آتا ہے اس پر کاربند ہوں یا اہل حل وعقد جس پر اتفاق کریں وہ سجادہ نشین ہوگا مگر ان دونوں صورتوں میں یہ ضرور ہے کہ شخص مذکور اس مرشد مربی سے خلافت عامہ بطور مقبول رکھتا ہو ورنہ سجادہ نشینی ہرگز درست نہ ہوگی کہ وہ خلافت خاصہ ہے اور کوئی خاص بے عام کے مستحق نہیں ہوسکتا اور خلافت عامہ بے اجازت صحیح ہرگز صحیح نہیں ہوتی۔ (ہکذا فی الفتاوی الرضویہ)

صورت مسئولہ میں صراحۃً یا بطور وصیت کسی کو اپنا سجادہ نشین بنانا درکنار، اس مرشد مربی نے کسی کو بھی خلافت عامہ نہیں دی بلکہ صراحۃً انکار کر دیا تو اب اس مرشد مربی کے سلسلہ میں داخلہ کا ہر دروازہ بند ہے کوئی شخص بطور خود یا دوسروں کے کہنے پر اگر مدعی جانشینی ہوگا تو شرعاً اس کا دعوی غلط ہوگا اور اس کے ہاتھ پر بیعت معدوم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ رجب ۱۳۹۰ھ

مرنے کے بعد کے متفرق مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک کنواری لڑکی کو مرنے کے بعد بہشت میں کیا ملے گا؟ جس طرح مرد کو ستر حوریں اور غلمان ملنے کا وعدہ کیا گیا ہے؟

(۲) ہجڑے کو مرنے کے بعد مرد کی یا عورت کی کونسی صورت ملے گی؟ جس طرح مرنے کے بعد نماز جنازہ میں مرد کی الگ نیت کی جاتی ہے اور عورت کی الگ نیت کی جاتی ہے اس طرح ہجڑے کی کونسی نیت کرنی چاہیے؟

(۳) اگر کوئی عورت چار یا پانچ نکاح کرتی ہے تو مرنے کے بعد بہشت میں کس مرد کو ملے گی؟ مرنے کے بعد نکاح ٹوٹ جاتا

ہے تو ایسی صورت میں وہ ایک دوسرے کو بہشت میں کیسے ملیں گے؟

(۴) جب حضرت اسرافیل صور پھونکیں گے تو ساری دنیا تباہ ہو جائیگی اسکے بعد حضرت عزرائیل کو حکم ہوگا کہ وہ حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل، حضرت اسرافیل کی جان قبض کریں۔ اور حضرت عزرائیل کی جان جب اللہ تعالیٰ مت فرمائیگا تب قبض ہوگی۔ لیکن شیطان کی جان کون قبض کریگا اور کب کی جائیگی؟

(۵) شیطان اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے شیطان نیک اعلیٰ و افضل تھا۔ شیطان کو یہ بھی معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ واحد القہار ہے اسکے باوجود اس نے اللہ کے حکم سے انحرافی کیوں کی۔ اگر اس سے غلطی ہوگئی تو وہ پھر تائب کیوں نہ ہوا؟ شیطان نے اتنی بڑی انحرافی کیوں کی یہاں تک کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں گے مردے سے جب سوال جواب ہونگے تو شیطان کہے گا کہ تیرا اللہ میں ہوں، شیطان کو اللہ پاک کا عذاب ہے۔ اسکے علاوہ آخرت کا عذاب دائم قائم اور بڑا گھٹن ہے تو شیطان نے اتنی بڑی نافرمانی اور انحرافی کیوں کر رکھی ہے؟

(۶) آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکا مقدر لکھ دیتا ہے۔ قرآن شریف میں حکم ہے کہ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ جس کو اللہ تعالیٰ چاہے عزت دے اور جسکو چاہے ذلیل کر دے تو ایسی صورت میں جب انسان کا مقدر لکھا گیا ہے تو انسان کیا کر سکتا ہے۔ سائل: حاجی دین محمد، سبزی منڈی حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: ا۔ کنواری عورت اگر جنت میں گئی تو اسے اسکی پسند کا شوہر ملے گا اور وہاں مردوں کو اللہ تعالیٰ بہت طاقت عطا فرمادیگا اور اگر دوزخ کی مستحق ہے تو شادی کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

(۲) ہیجڑے کی دو قسم ہیں ایک وہ جسکے دونوں قسم کے آلات ہوں اور دوسرا وہ جسکا ایک بھی نہ ہو صرف سوراخ ہو جس سے قضائے حاجت کرتا ہے۔

جسکے دونوں آلات ہیں اگر پیشاب ذکر سے کرتا ہے تو وہ مرد ہے اور اگر شرمگاہ سے آتا ہے تو عورت اور اگر دونوں سے آتا ہے یا اسی سوراخ سے آتا ہے تو اسے خنثیٰ کہتے ہیں اسی طرح اگر بالغ ہونے کے بعد داڑھی نکل آتی ہے یا عورت سے ہمبستری کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے تو مرد ہے اور اگر اسکے پستان ظاہر ہوگئے یا حیض آگیا تو عورت ہے۔ ہیجڑا اگر مرد ہے تو اسے مرد کی صورت ملیگی اور بہشتی ہوا تو وہ نقص دور کر دیا جائیگا اور اگر عورت ہے تو اسے عورت کی صورت ملے گی۔ خلاصہ یہ کہ ہیجڑا مرد عورت سے کوئی الگ قسم نہیں یا مرد ہے یا عورت اسی تفصیل سے نماز جنازہ کا حکم بھی ظاہر ہوگا۔

(۳) اگر عورت مستحق جنت ہے اور مرد ایک جنتی ہے تو اسی جنتی مرد کو ملے گی اور اگر اس کے شوہر ایک سے زائد جنتی ہیں تو ایک روایت کے مطابق آخری کو ملے گی۔ واللہ اعلم بالصواب

(۴) حضرت مولنا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی علامات قیامت میں لکھتے ہیں کہ جب آدمی مر جائیں گے تو ملک الموت ابلیس کی روح قبض کرنے کے لیے متوجہ ہونگے یہ ملعون چاروں طرف دوڑتا پھریگا۔ ملائکہ گرزہائے آتش سے مار مار کر لاویں گے اور اسکی روح قبض کرلیں گے۔ (صفحہ نمبر ۱۸ کتاب مذکور)

(۵) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ (بقرہ: ۳۴) یعنی اسنے (شیطان نے) کہنا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور ہو گیا کافروں میں سے۔ آیت مذکورہ میں شیطان کے تین گناہ ذکر کیے گئے ہیں (۱) الاباء باختیار خود کسی چیز سے انکار کرنا (۲) تکبر یعنی اپنے آپ کو غیر سے بڑا سمجھنا (۳) استکبار یعنی اس امر کو بہتر جان کر اختیار کرنا یہی تین گناہ شیطان کے ابدی خزیان وشقاوت کا موجب بنے جنکی وجہ سے توبہ کی توفیق بھی نصیب نہ ہوئی اور عبادت و ریاضت پر مغرور ہوا پھر اسکا وہ حشر ہوا جو معلوم ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت بداں کہ بخدمتت بداشتت

(۶) اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو پیدا فرمایا انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں، زبان وغیرہ آلات و جوارح عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام کیا پھر عقل عطا فرمائی جس سے کافی حد تک خیر و شر نفع و نقصان کی پہچان ہو سکتی ہے اور جن امور کو عقل ادراک نہ کر سکتی تھی انکی معرفت کے لیے انبیاء علیہم السلام بھیج کر کتابیں اتار کر ہر چیز کا حسن و قبح واضح فرما کر اپنی نعمت تمام فرما دی کسی عذر کی جگہ باقی نہ چھوڑی لئلا یکون للناس علی اللہ حجۃ بعد الرسل حق کا رشتہ واضح ہو گیا ہدایت و گمراہی پر کوئی پردہ نہ رہا لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ لیکن اسکے باوجود تمام ذوات و صفات و افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے تمام معدومات کو لباس وجود اسی نے پہنایا ہے البتہ خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت اور غنائے مطلق سے یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ بندہ جس امر کا قصد کر لے اپنے جوارح ادھر پھیرے اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ سے اسے پیدا فرما دیتا ہے بندہ نیکی کا ارادہ کرے اور اپنے جوارح ادھر متوجہ کرے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نیکی پیدا کرتا ہے اور بندہ اگر برائی کا ارادہ کرے اور جوارح ادھر متوجہ کرے اللہ تعالیٰ اپنی بے نیازی سے بدی پیدا فرما دیگا بندہ نہ تو خالق اور فاعل مستقل ہے اور نہ شجر و حجر کی طرح مجبور محض ہے ایک بین بین حالت ہے خالق ہر شے کا خدا تعالیٰ ہے لیکن اس قادر مطلق اور مختار کل نے کچھ قدرت اور اختیار اور ارادہ بندہ کو بھی عطا فرمایا ہے اسی وجہ سے بندہ کو، کاسب بھی کہا جاتا ہے اور بھلائی برائی اسی کی طرف منسوب کی جاتی ہے اور اسی کسب پر مدح وذم کا مستحق ہوتا ہے اور اسی پر جزا و سزا ثواب و عذاب ملتا ہے اللہ تعالیٰ نے تریاق اور سم النار دونوں کو پیدا فرمایا موت اور حیات، صحت اور مرض کے اسباب پیدا کیے، مقوی دوائیں اور غذائیں بھی اسی نے پیدا کیے زہر اور زہریلے جانور بھی اسی نے پیدا کیے اب اگر انسان زہر کو کھا کر ہلاک ہوتا ہے تو کوئی شخص یہ نہیں کہے گا کہ تریاق کھانے کا بدلہ ہے بلکہ یہ کہا جائیگا کہ یہ زہر کھانے پر اثر مرتب ہوا اس لیے کہ زہر کی خاصیت اور تاثیر ہی یہ ہے کہ اسکے کھانے سے موت آتی ہے۔

بہرچہ نیک وبد کردی جزا یابی سزا یابی   فمن یعمل پردہ بر خوان کہ ایں بنی و آں بنی

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے سوال کیا کہ بندہ مجبور محض ہوتا ہے یا مختار فرمایا کہ ایک پاؤں اٹھالو اور ایک پاؤں پر کھڑے ہو جاؤ اسنے ایک پاؤں اٹھالیا اور دوسرے پر کھڑا ہو گیا فرمایا دوسرا بھی اٹھالو تو سائل نے عرض کیا یہ تو ممکن نہیں ہے فرمایا کہ بس سمجھ لو بندہ اتنی مقدار میں مختار ہے اور اتنی مقدار میں مجبور ہے۔ بندہ اپنے دائرہ اختیار میں ہی سب کچھ

کرسکتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندہ کو فاعل مختار بنا رکھا ہے مادی اور معاشی زندگی کے شعبوں میں مادی اور روحانی میدانوں میں اسکی ہر طرح کی کارگذاریاں مشاہدہ میں آچکی ہیں اللہ تعالیٰ جزا سزا کو اپنے اختیار پر مرتب فرماتا ہے۔ ھذا ماعندی واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب　　مدرس رکن الاسلام، آزاد میدان ہیرآباد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: فقیر کی نظر سے اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ نہ گزرا البتہ احادیث سے یہ امر مستفاد ہوتا ہے جو مجیب سلمہ نے جواباً تحریر فرمایا۔ مثلاً فتوی حدیثیہ میں ارشاد فرمایا "الطفل یکون فی الحشر علی خلقة ثم عند دخول الجنة یزاد فیه حتی یکون کالبالغ ثم یتزوج من النساء الدنیا ومن الحور" یعنی نابالغ بچہ اس حالت میں اٹھایا جائیگا جس حالت میں وہ مرا پھر جنت میں داخلہ کے وقت اسکی عمر دوسرے تمام جنتیوں کی طرح ۳۳ سال کردی جائیگی اور جنت میں اسکا نکاح دنیا کی عورتوں اور حوروں سے کردیا جائیگا۔ تو ہوسکتا ہے کہ انہیں میں سے کنواری لڑکیوں کا شوہر ان کی پسند کے مطابق دیا جائے۔ واللہ اعلم

(۲) مجیب سلمہ نے جو حکم مخنثوں کا بیان فرمایا وہ انہیں کے لیے جنکی تمیز وامتیاز میں دشواری پیش آئے۔ اور وہ بھی نامعقول مرد، جو زنانہ لباس پہنے دوسرے اجنبی مردوں کی طرح ان سے بھی پردہ کرنا لازم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس دنیا کے احکام، احکام آخرت سے بہت امور میں مختلف ہیں لہٰذا یہاں کے احکام پر وہاں کے احکام کا قیاس درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مجیب سلمہ کے باقی جوابات خود مفصل ومدلل ہیں فقیر ان سب جوابات کی تصدیق کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی النوری عنہ　　۱۵ ربیع الاخر ۱۳۹۰ھ

آرزو کو بطور خبر بیان کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرت خلیل العلماء مفتی خلیل خان صاحب بیچ اس مسئلہ کہ زید نے ایک شعر پڑھا

خدا کی قسم آ پہنچے میرے یاور　　جبھی تو لگی قبر ہے جگمگانے

اس پر بکر نے اعتراض کیا کہ اگر زید کے ساتھ واقعتاً ایسا ہوا ہے اور اس نے اپنی قبر کی اس کیفیت کو مشاہدہ کیا ہے تو فبہا ورنہ کذب ہے زید نے جواب میں کہا کہ چونکہ یہ شاعری ہے اور شاعری میں بظاہر الفاظ خبریہ ہوں جب بھی مفہوم انشائیہ کیا جاسکتا ہے مثلاً اعلحضرت علیہ الرحمہ کے اشعار خبریہ ہیں

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتادو آکر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے
خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچالو آکر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

ازراہ کرم آپ فیصلہ فرمائیں کہ زید صحیح ہے یا بکر؟ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب بعون الوھاب: مذکورہ بالا شعر کو کذب قرار دینا فقیر عاصی پر معاصی کی سمجھ سے ماوراء ہے۔ تمناؤں اور دلی آرزوؤں کے اظہار کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ انہیں بصورت خبر بیان کیا جائے اس فالِ حسن کے ماتحت کہ، گویا اس کی آرزوؤں اور تمناؤں کو شرف قبولیت سے نواز لیا گیا اور مقصد یہ ہے کہ انشاء اللہ یہ واقع ہوگا۔ خود سائل نے جو اشعار پیش کیے وہ اسکے جواز کے لیے دلیلِ کافی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷/ ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ

کسی کافر کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھنا یا کہنا اسلام دشمنی کے باعث ہے

سوال: ایک کتاب میں کعب بن اشرف کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ غیر مسلم تھا، کیا اس کا لکھنا جائز ہے؟ انیس احمد خان، کراچی یونیورسٹی، کراچی

۷۸۶ الجواب: کعب بن اشرف ایک مالدار یہودی تھا۔ جسے حضور ﷺ سے نہایت کدورت تھی۔ محمد بن مسلیمہ صحابی انصاری اس کے قتل پر مامور ہوئے اور انہوں نے اس کا سر لا کر آپ ﷺ کے قدموں پر خاک ذلت میں ڈال دیا۔ کہتے ہیں یہ پہلا سر تھا جو زمانہ اقدس میں کٹ کر دربار اقدس میں لایا گیا۔ تو ایسے بدبخت کافر کے حق میں رضی اللہ عنہ کہنا یا اسکی عظمت و بڑائی سے اس کا نام لینا یہودیت سے محبت اور اسلام سے دشمنی کے باعث ہوسکتا ہے یا پھر کسی غلط فہمی کے سبب۔ کسی کتاب میں اگر اسکے نام پر رضی اللہ عنہ لکھا ہے تو اول خود مہمل ہے پھر کاتب صاحب کی حماقت اور لاپرواہی ہے کہ ایسی فاحش غلطی اس سے سرزد ہوئی۔ اور اندیشہ ہے کہ اس کاتب سے بڑھ کر کہیں وہ بزرگوار عقل مند نہ قرار پائیں کہ جان بوجھ کر جیتی مکھی نگل رہے ہیں۔ ان سے کہیں کہ فوراً توبہ کریں۔ اور مطبع والوں کو لکھیے کہ وہ ایسی فاحش غلطی کی اصلاح کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

بدمذہب امام کے پیچھے نماز کا حکم

بخدمت جناب شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی دامت برکاتہم

بعد از صد تکریم سلام مسنون مزاج شریف خیریت، بخیریت تام

طویل انتظار کے بعد دوسرا عریضہ ارسال بخدمت ہے امید ہے کہ اب آپ مایوس نہیں فرمائیں گے اور عریضہ موصول ہوتے ہی فتویٰ، جواب بالصواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں گے۔ برائے کرم یہ مسلک کا کام ہے اور آپکا فرض منصبی بھی اور آپ کو فیصل بھی مانا گیا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی تحریر اور فتویٰ سے کئی نیم حضرات صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ رحمت تا دیر اہلسنت و جماعت پر قائم رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔ والسلام

خادم اہلسنت دعا گو: ابو الطاہر محمد بشیر احمد، ۱۲ ستمبر ۱۹۸۱ء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومشائخ عظام اس بارے میں کہ: اہلسنت وجماعت (بریلوی مسلک والوں کی دیوبندیوں، وہابیوں، مودودیوں، اور رائے ونڈ کی تبلیغی جماعت والوں کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ان کے ہاں جانا کیسا ہے؟ اراکین جماعت اہلسنت، رسولپور تارڑ ضلع گوجرانوالہ

۷۸۶ الجواب: بلاشبہ وہابیہ کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع ہے اور اس سے احتراز لازم۔ انہیں باختیار خود امام کرنا تو ہرگز کسی سنی محب سنت وقاطع بدعت کا کام نہیں۔ اگر چہ وہ مودودی جماعت سے متعلق ہوں یا تبلیغی طائفہ سے ان کا تعلق ہو۔ اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو سنی کو چاہیے کہ دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتداء کرے حتیٰ کہ جمعہ میں بھی، جبکہ اور جگہ مل سکے۔ اور اگر بمجبوری ان کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھلا تو نماز پھیر لے اگر چہ وقت جاتا رہا ہو اگر چہ مدت گزر چکی ہو۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”جب کوئی شخص منافق کو اے سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا“ سبحان اللہ جب فاسق وبدعتی کی زبانی تعریف اور انہیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار ندا کرنا، موجب غضب الٰہی ہوتا ہے تو اسے بہ حالت اختیار حقیقتاً امام وسردار بنانا، اور آپ اس کا تابع وپیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجب غضب نہ ہوگا۔ بیہقی کی حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ۔ نہ زکوۃ۔ نہ حج۔ نہ عمرہ۔ نہ جہاد۔ نہ فرض نہ نفل۔ بدمذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال“ اور ظاہر ہے کہ نماز تمام اعمال صالحہ میں ممتاز ہے تو کیا نظافت ایمانی اسے گوارا کرسکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلاعذر اپنا پیشواء وسردار کیا جائے۔ (فتاوی رضویہ)

(۲) ظاہر اور آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہو چکا کہ جو ان کے ساتھ ہو وہ مسلمانوں کی بڑی جماعت سے جدا ہوا۔ آج نہیں تو اندیشہ ہے کہ وہ کل ان جیسا مسلمانان اہلسنت سے دور ونفور ہو جائیگا اور یہی راستہ ہے جہنم تک لیجانے کا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ر ذی القعدہ ۱۴۰۰ھ

ایصال ثواب انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کہ: جناب عالی گذارش ہے کہ میں اپنے والد صاحب یا کسی اور صاحب کے لیے قرآن خوانی کراتا ہوں اسکا طریقہ یہ اختیار کرتا ہوں محلہ میں جو عورتیں اور بچے قرآن پاک کے پارے پڑھ سکتے ہیں ایک ایک یا دو دو پارے انکے گھر دے دیتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ ہمارے گھر قرآن خوانی ہے مجھے یہ پارے پڑھ۔۔۔۔۔ لوگ سپارے پڑھ کر ہمارے گھر بھیج دیتے ہیں یا میں خود انکے گھر سے لے آتا ہوں اور پھر جمعہ کو پورے قرآن پاک کا ثواب کسی بھی صاحب کی روح کو بخش دیتا ہوں۔ تو کیا یہ طریقہ صحیح ہے یا غلط؟ قرآن خوانی کا صحیح طریقہ ارشاد فرمائیں۔

نعیم الدین ولد علیم الدین، کوارٹر نمبر A/372 لطیف آباد حیدرآباد، ۱۷ مئی ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: مقصود اس سے ایصال ثواب ہے اور وہ یوں بھی حاصل۔ لیکن مسلمانوں کی مجلس یک جائی اور اجتماع میں جو فوائد وبرکات ہیں وہ حاصل نہ ہوں گے۔ کوشش یہی کریں کہ سب مجتمع ہو کر قرآن کلام وغیرہ پڑھیں اور ایسا نہ ہو سکے تو

مجبوری۔ چارہ کار وہی ہے جس پر بہت جگہ عمل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجائے نام کے القاب سے پکارنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے اجل عالم بدل ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی کندہ کیا جائے یا کہ جو خطاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ جل شانہ نے عطا فرمائے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پکارا بھی ہے اور فرمایا بھی ہے کہ مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ (آل عمران: ۱۴۴) اور بزرگوں نے بھی یہ فرمایا ہے کہ "یا آدم ہست باپدر انبیاء خطاب، یاایھا النبی خطاب محمد است" عرض یہ ہے کہ سرکار دو عالم کا اسم مبارک یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندہ کیا جائے یا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کندہ کیا جائے چونکہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات میں اور اسکے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کہہ کر پکارتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے تو یہ عرض کرتے تھے کہ فداك امی و ابی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ لوگ کہا کرتے تھے جیسا کہ ابوجہل اور ابولہب اور دوسرے کفاران قریش۔ ابولہب نے پکارا تھا تبالك یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس کا مطلب آپ سمجھ گئے ہونگے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سورہ لہب نازل فرمائی۔ عرض یہ ہے کہ جس اسم میں زیادہ فضیلت اور بزرگی ہو اسپر روشنی ڈال کر ہم جیسے ناسمجھ کو راہ ہدایت بتائی جائے آپکی عین نوازش ہوگی۔

حاجی اکبر علی، تھانہ والی مسجد۔ پھلیلی تھانہ حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: قَالَ اللہ تعالیٰ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ "یعنی رسول کا پکارنا آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسے ایک دوسرے کو پکارتے ہو"۔ کہ اے زید اے عمرو۔ بلکہ (مفہوم) یوں عرض کرو کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا سید المرسلین یا خاتم النبیین یا شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اس آیت کی تفسیر میں راوی کہ "پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اباالقاسم کہا جاتا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم کی تعظیم اس سے نہیں فرمائی۔ تب سے صحابہ کرام یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا کرتے (وکذا فی البیہقی) والہذا علماء تصریح فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام لیکر ندا کرنی حرام ہے۔ اور واقعی محل انصاف ہے کہ جسے اس کا مالک ومولیٰ تبارک وتعالیٰ نام لیکر نہ پکارے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔ اور قرآن کریم گواہ کہ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطاب فرمایا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیکر نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف جلیلہ والقاب جمیلہ ہی سے یاد کیا ہے۔ تو اسی میں تعظیم وتکریم زیادہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ر شعبان ۱۴۰۲ھ

بدعقیدہ افراد کو تبلیغ کی اجازت دینے کا شرعی حکم

سوال: جناب مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی صاحب، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

پچھلے دنوں ہماری مسجد میں تبلیغی جماعت کے چند افراد تبلیغ کے لیے آئے تھے چند لوگوں کا خیال ہے کہ یہ لوگ وہابی

عقائد رکھتے ہیں جبکہ بعض ان کو صحیح العقیدہ اہل سنت و جماعت بتاتے ہیں۔ہم لوگ تذبذب کی حالت میں ہیں۔مہربانی فرما کر ہماری رہنمائی فرماتے ہوئے ہمیں آگاہ فرمائیں کہ ان لوگوں کے کیا عقائد ہیں۔کیا ان کو برائے تبلیغ اپنی مسجد میں داخل ہونے دیں یا منع کر دیں۔خدا آپ کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔ نمازی مدینہ مسجد، بابن شاہ کالونی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: تبلیغی جماعت کے بانی مبانی کرتا دھرتا سب کے سب وہابی ہیں۔ان کی ظاہری حالت پر کچھ سنی ناواقف فریفتہ ہو کر ان کے ساتھ لگ گئے ہیں۔مولائے کریم اپنی حمایت میں رکھے سنی مسلمان ہرگز ہرگز ان کی نہ سنیں۔یہ نماز روزہ کی تبلیغ کی آڑ میں اپنے عقائد پھیلاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ان کے ساتھ رہنے والا سنی مسلمان بھی نیاز و درود فاتحہ کا منکر ہو جاتا اور انہی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

مدارس دینیہ میں زکوٰۃ کی رقم کے استعمال کا شرعی طور پر حکم

سوال: بخدمت جناب علامہ مولانا مفتی خلیل خان البرکاتی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم۔بعد عرض یہ ہے کہ

(۱) مدرسہ دار العلوم جہاں دینی تعلیم دی جاتی ہو۔قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ پڑھائی جارہی ہو۔اسکے اندر زکوٰۃ، خیرات، عطیہ، فطرہ وغیرہ کی رقم لگ سکتی ہے یا نہیں؟ جائز ہے یا نہیں؟ قاری غلام حسن، محمدی مسجد۔فردوس کالونی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مدرسہ اسلامیہ اگرچہ خاص اہلسنت کا ہو۔وہابیوں، دیوبندیوں، نیچریوں اور صلحکلیوں کا نہ ہو، اس میں بھی مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ، مال زکوٰۃ یا فطرہ سے نہیں دی جاسکتی، نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہو سکتی ہے۔ہاں اگر زکوٰۃ و فطرہ کا روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک کر دیں اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو اب جملہ مصارف خیر میں صرف ہو سکتا ہے۔(فتاویٰ رضویہ)۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

شریر جن کو شیطان کہا جاتا ہے/جن بھی انسانوں کی طرح ہوتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: حضرت آدم علیہ السلام جس طرح اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے پیدا ہوئے کیا اس طرح شیطان بھی ہوا یا وہ دوسری طرح پیدا ہوا۔کیا اسکے ماں باپ بھی ہیں۔کیا وہ ماں باپ سے پیدا ہوا یعنی وہ کس طرح پیدا ہوا۔یہ سوال میں اس لیے لکھ رہا ہوں کہ ایک صاحب نے یہ مسئلہ دریافت کیا ہے اور اس سلسلے میں چند سوالات بھی ہیں۔وہ یہ ہیں

اول یہ کہ جنات کا وجود ہے تو کس حالت میں؟

دوئم یہ کہ ان جنات میں مرد وعورت ہیں یا نہیں؟

سوئم یہ کہ جنات کا آسیب حق ہے یا نہیں؟

چہارم یہ کہ جو جنات کے وجود کا انکار کرے وہ مسلمان ہے یا کافر؟

قرآن وحدیث کی روشنی میں جوابات عنایت فرمائیں۔ مشتاق احمد، ٹنڈو الہیار میر پور روڈ

۷۸۶الجواب: نہ ہم اسکے مکلف کہ شیطان کی حقیقت کا علم جانیں اور نہ جانیں تو خواہ مخواہی اپنی فراست عقل کو کام میں لائیں۔ فقیر کو اس سلسلہ میں صرف اتنا معلوم ہے کہ جنوں کے شریروں کو شیطان کہتے ہیں اور ان سب کے سرغنہ کا نام ابلیس ہے۔ یہ آگ سے پیدا کیے گئے ہیں اور سب انسانوں کی طرح ذی عقل اور ارواح جسم والے ہیں۔ ان میں توالد وتناسل بھی ہوتا ہے۔ کھاتے پیتے مرتے جیتے ہیں۔ ان میں مسلمان بھی کافر بھی۔ اور ان کے مسلمان نیک بھی ہیں اور فاسق بھی۔ سنی بھی ہیں اور بدمذہب بھی۔ اور ان میں بعض کو یہ طاقت دی گئی ہے کہ جو شکل چاہیں بن جائیں۔ ان میں جو شریر ہیں وہ لوگوں کو پریشان کرتے اور انہیں ستاتے ہیں۔ یہی آسیب ہے۔ اور جو شخص ان کے وجود کا انکار کرے یا بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھے وہ منکر ہے قرآن کی آیات صریحہ کا۔ سورہ جن کا ترجمہ اور تشریح کا مطالعہ کریں۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

مرد کا ہاتھ غلطی سے مشتہاۃ لڑکی کو لگ گیا تو لڑکی کی ماں کا کیا حکم؟

سوال: جناب مکرمی مجدد الملت حامی توحید وسنت غزالی زمان رازی دوراں فقیہ العصر فرید الدہر قدوۃ العلماء جناب شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد خلیل خان قادری برکاتی مدظلہ العالی، السلام علیکم

بعدہ التماس یہ ہے کہ بندہ حقیر ہر دو فریقین کی خیریت خداوند قدوس سے نیک خواہ ہے التماساً عرض ہے کہ بندہ حقیر اتنا زیادہ دینی علم نہیں جانتا۔ بہر حال خدا کے فضل وکرم سے اور طفیل جناب سید الانبیاء ﷺ کے صدقہ جلیلہ سے عقائد اہلسنت وجماعت سے آگاہی رکھتا ہوں۔ اور حضور سید المرسلین ﷺ کے خادموں کے ساتھ عقیدت ومحبت رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے میں دعاگو ہوں کہ سب مومنوں کو اللہ تعالیٰ صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین۔ ثم آمین۔

مکرمی جناب کی تصانیف پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ کی کتاب سنی بہشتی زیور میں ایک مسئلہ پڑھا لیکن اسکو نہیں سمجھ سکا۔ اکثر علماء صاحبان سے رابطہ کیا لیکن دل مطمئن نہیں ہوا۔ اس لیے بندہ ان ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں عرض گزار ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ بندہ ناچیز کی پریشانی کو آپ مطمئن فرمائیں گے۔

مسئلہ یہ افعال قصداً ہوں یا بھول کر، یا غلطی سے یا مجبوراً بہر حال حرمت ثابت ہو جائیگی۔ مثلاً اندھیری رات میں مرد نے اپنی بیوی کو جماع کے لیے اٹھانا چاہا غلطی سے شہوت کے ساتھ مشتہاۃ لڑکی پر ہاتھ پڑ گیا اسکی ماں ہمیشہ کے لیے حرام ہوگئی۔ یونہی اگر عورت نے شوہر کو اٹھانا چاہا اور شہوت کے ساتھ ہاتھ لڑکے پر پڑ گیا جو مراہق تھا اسکی مقدار بارہ برس کی عمر ہے تو عورت ہمیشہ کے لیے اپنے اس شوہر پر حرام ہوگئی۔ (درمختار) اور ساتھ ہی یہ عرض کر دوں کہ اس عبارت پر دیوبندی وہابی نے کافی اعتراض کیا ہے۔ حوالہ سنی بہشتی زیور صفحہ ۳۰۹۔ جواب تفصیل سے دیں آپکی بڑی نوازش ہوگی۔ آخر میں خداوند کریم

کی بارگاہ ایزدی میں نہایت عجز و انکساری کے ساتھ دعا گو ہوں کہ آپ جیسے علماء کرام کا سایہ اہلسنّت و جماعت پر تا قیامت قائم و دائم رہے۔ آمین محمد خلیل، حال مقیم کراچی، ۱۳ مئی ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب: اعتراض برائے اعتراض وہابیہ دیوبندیہ کا خاصہ ہے۔ مسئلہ پر اعتراض تھا تو اصل کتاب میں جس کا حوالہ دیا گیا ہے اسے دیکھنا چاہیے تھا یا پھر اپنے ہی مفتیوں سے معلوم کرنا تھا۔ آپ ایسوں کے اعتراض پر نہ جائیں۔ درمختار کی عبارت درج ذیل ہے۔ معترض کو بتادیں اور اپنے کام سے کام رکھیں۔ دیوبندیوں کا عالم تو یہ ہے کہ کل تک تیجہ، چالیسواں، گیارھویں، بارھویں اور اوقات معینہ پر اولیائے کرام کے عرسوں کو حرام و ناجائز و بدعت کہتے رہے اور اب بھی کہتے ہیں لیکن اپنے بڑوں کے مرنے پر ایصال ثواب کے نام پر تاریخ و وقت و مقام سب مقرر کر کے مشتہر کر دیے جاتے ہیں بلکہ حکومت سے مطالبے ہوتے ہیں کہ فلاں مفتی یا فلاں شہید کا دن حکومت کی جانب سے منایا جائے۔ اب یہ ان کے لیے جائز۔ شریعت نہ ان کے گھر کی ہے نہ کسی اور کے گھر کی۔ فرق اتنا ہے کہ ان کا امام ان کی اپنی خواہش نفس، اور رہوا ہے۔ اور ہمارے مقتدیٰ ہمارے ائمہ علمائے دین و ملت۔ مولائے کریم ہمیں حق پر چلائے اور محبوبان خدا کی محبت پر اٹھائے۔ آمین۔

عبارت درمختار یہ ہے **ولا فرق فیما ذکر بین اللمس والنظر بشھوۃ بین عمد و نسیان و خطاء و اکراہ۔ فلوا یقظ زوجۃ اوایقظتہ ھی لجماعھا فمست یدہ بنتھا المشتھاۃ او یدھا ابنہ حرمت الام ابدا۔ فتح** واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ رجب ۱۴۰۱ھ

صاحب نصاب پر قربانی اپنی پہلے واجب ہے والدین کے نام سے کرنا نفل ہے اگر اپنی نہ کی تو گنہگار ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام کہ: زید خود مالک نصاب ہے مگر وہ خود اپنی طرف سے قربانی نہیں کرتا ہے بلکہ وہ ایک بکرا قربانی اس طریقہ سے کرتا ہے اب یہ بکرا میرے دادا کے نام سے قربانی ہے، پھر اگلے سال ایک بکرا اپنے باپ کے نام سے پھر تیسرے سال اپنی والدہ کے نام سے پھر چوتھے سال اپنی عورت کے نام سے قربانی کرتا ہے کیا اس طریقہ سے قربانی کرنا جائز ہے جبکہ زید پر سے خود قربانی کرنے کا، واجب ترک ہو رہا ہے؟ عبدالغفار بیگ، شکار پور ضلع سکھر

۷۸۶ الجواب: عبادت مالیہ یا بدنیہ فرض و نفل یا کسی بھی نیک عمل کا ثواب دوسروں تک پہنچایا جاسکتا ہے زندوں کے ایصال ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے کتاب فقہ و عقائد میں اسکی تصریح موجود ہے حدیث سے بھی اسکا جائز ہونا ثابت ہے لیکن بایں ہمہ فرض و واجب کہ اس ذات واجب قہار کا بھاری فرض ہے گردن پر رہنے دینا اور ماں باپ وغیرہ کی جانب سے قربانی کرنا یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے نفل ہے نہ فرض، نرے دھوکے کی ٹٹی ہے اُسکے قبول ہونے کی امید تو مفقود اور اسکے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔ سیدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ خبردار رہو کہ کوئی

نفل قبول نہیں ہوتا جب تک فرض (واجب) ادا نہ کرلیا جائے۔ (ابن شیبہ ابو نعیم) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵/ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ

بارہ ربیع الاوّل یوم ولادت شریف یا وصال مبارک؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان، ذیل کے مسئلہ میں کہ: بارہ ربیع الاول شریف سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کا بھی دن ہے اور عرس مبارک (وصال شریف) کا بھی دن ہے ایک شخص بارہ ربیع الاول شریف منا تا ہے تب اس شخص کے دل میں عرس مبارک کا خیال ہونا چاہیے یا ولادت شریف کا۔ جواب عنایت فرمائیں۔

فقط والسلام: حاجی عبدالمجید خان، پنجرہ پول نور مسجد

۷۸۶ الجواب: بارہ ربیع الاول شریف کی تقریبات میں ولادت شریف کے اہتمام کی نیت ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء کرام اس ماہ مبارک کو "بارہ وفات" کا مہینہ کہنے سے منع فرماتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷/ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ

اذان، خطبہ صلوٰۃ وسلام کے لیے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کرنا

سوال: الحمدللہ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ: مسجد میں جمعہ کے دن لاؤڈ اسپیکر پر خطبہ پڑھنا اور بعد نماز جمعہ صلوٰۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور پنجگانہ اذان دینا؟ از راہ کرم کتاب اللہ اور احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں تا کہ مخالفین کو مطمئن کرنے کی کوشش کی جاسکے۔ قاضی حکیم شاہد علی خان وارثی، 7/C لطیف آباد حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: اللہ عزوجل فرماتا ہے وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ یعنی جو کچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ اور ترمذی وابن ماجہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وما سکت عنہ فھو عفا عنہ۔ یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جو کچھ حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ معاف ہے۔ اس آیت کریمہ وحدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ جس بات کا نہ شریعت نے حکم دیا نہ منع کیا وہ نہ واجب ہے نہ گناہ بلکہ معافی ہے۔ ان کی معافی مقرر ہوچکی جس میں اب تبدیلی نہ ہوگی لہٰذا کسی شے کے جائز ہونے کو اتنا ہی کافی ہے کہ شریعت میں اسکی ممانعت نہ آئی۔ اب جو کسی بات پر انکار کرے اور دعویٰ کرے کہ ناجائز یا بدعت ہے اور اس کے جواز پر ثبوت طلب کرے اس کا جواب یہی ہے کہ دو باتوں میں سے ایک کا ثبوت تمہارے ذمہ ہے یا تو یہ کہ فی نفسہ اس کام میں شر اور برائی ہے لہٰذا ممنوع۔ یا یہ کہ شریعت مطہرہ نے اس سے منع فرمایا۔ جب نہ شرع سے منع نہ کام میں شر، تو اس سے منع کرنا نئی شریعت گڑھنا اور شارع بننا ہے۔ پھر جبکہ اسے بہ نظر تعظیم ومحبت کیا جاتا ہے تو ضرور پسندیدہ ومحبوب ہوا کہ ہر مباح، نیت حسن سے

مستحب و مستحسن ہو جاتا ہے۔ظاہر ہے کہ بارگاہ نبوی ﷺ میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنا خالصتاً لوجہ الکریم بلکہ محبوب و مطلوب شرعی ہے جس سے ہر مسلمان واقف اور احادیث کریمہ اس باب میں بکثرت وارد۔اب رہا سوال خطبہ واذان اور درود خوانی میں اس آلہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال تو اس باب میں صرف اتنا ہی کافی ہے کہ نئی ایجادات کے استعمال کو مطلقاً منع کرنا موزوں نہیں۔ہاں احکام شرعی سے ٹکراؤ ہو تو بیشک اس کا استعمال ممنوع و ناجائز و حرام ہوگا جیسے اس آلہ کا نماز میں استعمال کہ یہ عبادت مقصودہ ہے لہٰذا نماز میں ناجائز ہے۔اور خطبہ واذان سے مقصود چونکہ اعلام و آ گاہی احکام شرع و قیام جماعت ہے لہٰذا اذان و خطبہ جمعہ میں اس کا استعمال ناجائز نہ ہوگا کہ تبلیغ واشاعت کا معاون ہے۔ھٰذا ما عندی۔واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳؍ربیع الآخر ۱۳۸۵ھ

شیعیت سے توبہ کے بعد کیا نکاح قائم رہے گا جبکہ فریق آخر بدستور شیعہ ہو؟

سوال: حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں پہلے شیعہ مذہب سے تعلق رکھتی تھی اور میرا نکاح بھی شیعہ مرد سے ہوا پھر بعد میں مجھے شیعہ مذہب کے متعلق تفصیلات معلوم ہوئیں تو میں نے توبہ کی اور اب میں سنی ہو گئی ہوں مگر میرا شوہر اب بھی شیعہ ہے۔میں کیا کروں؟

ڈاکٹر فرخندہ، ناظم آباد کراچی

۷۸۶ الجواب: ہدایت اللہ عزوجل کے دست قدرت میں ہے مولیٰ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے۔آمین۔ ہمارے علمائے کرام اہلسنت کے نزدیک آجکل عام روافض، تبرائی جو عقائد رکھتے ہیں ان میں کم کوئی ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا، نہ مانتا ہو اور حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ اور باقی آئمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ وجوہم کو حضرات انبیاء سابقین علی نبینا وعلیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے کفر ہیں۔اور ایسے عقیدے والے کو اسکے عقیدے پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے خود کافر ہے۔اور ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے پس دختر رافضیان جو ایسے عقائد رکھتی ہو اس سے سنی یا غیر سنی کا نکاح نہیں ہو سکتا کہ مرتدہ اصلاً محل نکاح نہیں کما نص علیہ فی الردالمحتار و عامۃ الاسفار۔اس بناء پر آپ کا پہلا نکاح منعقد نہ ہوا۔اب جبکہ آپ نے روافض کا مذہب ترک کر کے مذہب اہلسنّت اختیار کر لیا آپ کو اختیار ہے جس سنی مرد سے چاہیں نکاح کر لیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲؍ذوالحجہ ۱۳۸۲ھ

مِنّت کی رقم کسی بھی کار خیر میں صرف کرنا

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش یہ ہے کہ میں نے منت بولی تھی کہ اگر میری تنخواہ جو سو روپیہ ماہوار تھی اگر کم نہ ہوئی تو میں درود شریف کا پرچہ ایک ہزار ہر ماہ چھپوایا کرونگا جس میں لاگت بارہ روپیہ لگی۔میں نے ایک ہزار چھپوا کر تقسیم کیے مگر چلے نہیں اسکی مانگ

نہیں ہوئی اور مجھ سے میرے پیر صاحب نے بھی کہا کہ ان پرچوں کی مانگ تو ہے نہیں اور بے ادبی ہوگی اس سے بہتر ہے کہ کسی اور نیک کام میں وہ پیسہ لگا دیا کرو اب میں نے کچھ روپیہ دارالعلوم میں دیا کچھ کا ایک مرہم بنا کر مفت تقسیم کیا مرہم سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فائدہ ہوا۔ اب آپ سے گذارش یہ ہے کہ اس پیسہ کا مرہم بنا کر بانٹتا رہوں یا مدرسہ میں دے دیا کروں یا کسی محتاج کی امداد کر دیا کروں یا جو باتیں میں نے تحریر کی ہیں ان سب میں کام میں لاؤں جو آپ فتویٰ دیں آئندہ وہ کروں؟ برائے کرم جواب جلد عنایت فرمائیں۔ محمد یوسف، ۳/ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں آپ کو اختیار ہے کہ آپ ہر ماہ وہ رقم جو ایک ہزار کی اشاعت میں صرف ہوتی کسی بھی کار خیر میں صرف کریں البتہ کسی ایسے دارالعلوم کو یہ رقم ہرگز نہ دیں کہ جہاں اشاعت دین کے نام پر پردہ میں بزرگان کرام کی بارگاہوں میں گستاخیوں کی تعلیم دیجاتی ہے مثلاً مدارس وہابیہ نجدیہ اور انکے ہم مسلک وہمنوا۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ آپ اس رقم کی دینی کتابیں خرید فرمائیں اور مستحقین میں تقسیم فرمائیں۔ یہ صدقہ جاریہ بھی ہے اور مذہب اہلسنت کی تبلیغ واشاعت بھی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی عنہ ۵/ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

''میں پیروں کو حاضر کر سکتا ہوں'' کہنے والا

سوال: قبلہ مفتی صاحب السلام علیکم

سائل دو سوال کرتا ہے ان دونوں سوالوں کا جواب برائے کرم تحریر فرمائیں۔ خداوند کریم آپ کو اور ہم سب کو حضور ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے آمین۔ ایک شخص کا کہنا ہے کہ ایک ہی وقت میں ایک گھنٹہ میں چار پانچ پیروں کو حاضر کر سکتا ہوں۔ پیروں کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔ حضرت عبدالقادر جیلانی، حضرت عباس علمدار، چاند شاہ ولی، انکو میں حاضر کر سکتا ہوں۔ حاضر کرنے کا طریقہ بھی سن لیں پیالے میں آگ رکھی اور لوبان ڈال دیا اسکو دھونی دی اب یہ معلوم نہیں کہ کیا پڑھتا ہے بس وہ اوپر آ گئے اب یہ شخص جو کچھ بھی بولے گا انکا بولنا ہوگا۔ زبان اسکی بولنا انکا اب جس کو جو بھی معلوم کرنا ہو کر لو کچھ دیر رہ کر سلام کر کے چلے گئے پھر دوسرے آ گئے یہ شخص نہ مولوی ہے نہ درویش کیونکہ انکی شان بھی بڑی ہوتی ہے۔

مفتی محمد سلیمان رضوی، ٹنڈو الہیار

۷۸۶ الجواب: شخص مذکورہ جاہل محض ہے اور متبع ہوائے نفس و بندہ شیطان۔ مسلمان ہرگز اسکی باتوں پر دھیان نہ دیں۔ بلکہ جسے اپنا دین و ایمان عزیز ہے وہ ہرگز اسکے ساتھ کسی مجلس میں بھی نہ بیٹھے۔ نہ اس سے کوئی سروکار رکھے۔ بے ادبوں کی صحبت انسان کو دولت ایمان سے محروم کرتی ہے اور خدا اور رسول ﷺ سے دور کر دیتی ہے قرآن کریم کا ارشاد ہے ''یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو ورنہ تمہیں آگ چھوئیگی۔'' واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲/صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

فقہ کا انکار کرنے والے کی اقتداء میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ: زید ایک مسجد کا امام وخطیب ہے اور یہ کہتا ہے کہ میں صرف قرآن اور حدیث کو مانتا ہوں اور فقہ کا منکر ہے فقہ حنفی کی مشہور کتب مثلاً عالمگیری درمختار وردالمختار وشامی وغیرہ کا انکار کرتا ہے۔ اور یہ کہتا ہے کہ کیا یہ علماء حضور اقدس ﷺ سے بڑھ کر ہوگئے جو میں انکی بات مانوں۔ ایسے شخص کے لیے شرعاً کیا حکم ہے؟ اور اسے امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شرع مطہرہ بیان فرمائیے۔ بینوا، توجروا

سائل محمد اکرم صدیقی، لطیف آباد نمبر ۶

۷۸۶ الجواب: ان بلاد میں ایسی باتیں کرنا خاص وہابیہ غیر مقلدین کا شعار ہے اور وہابیہ گمراہ وخاسر ہیں ایسے شخص کی اقتدا اور اسے امام بنانا ہرگز روا نہیں کہ وہ گمراہ بدمذہب ہے اور بدمذہب کی شرعاً توہین واجب اور امام بنانے میں عظیم تعظیم تو اس سے احتراز لازم۔ علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں نقل فرماتے ہیں **من شذ من جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخل في النار فعليكم معاشر المومنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة وهذه الطائفة الناجية قد اجمعت اليوم في مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالىٰ ومن كان خارجا عن هذه الاربعة في هذا الزمان فهو من اهل البدعة والزور۔** یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ وسواد اعظم سے جدا ہوا وہ ایسی چیز میں تنہا ہوا جو اسے دوزخ میں لیجائیگی تو اے گروہ مسلمین تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چہار مذہب میں مجتمع ہے حنفی مالکی شافعی حنبلی اللہ تعالیٰ ان سب پر رحم فرمائے اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔ تو ایسے شخص کو امام بنانا گویا دین اسلام ڈھانے کی سعی وکوشش کرنا ہے مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو فوراً امامت سے معزول کریں اور اپنے دین وایمان اور نماز وجماعت کو برباد ہونے سے بچائیں۔ (ھکذا من الفتاویٰ الرضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ر صفر ۱۳۸۴ھ

"رضی اللہ تعالیٰ عنہ" علماء واولیاء کے لیے بھی مستعمل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ: لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لیے مخصوص ہے یا کہ اعلحضرت احمد رضا خان فاضل بریلوی کو بھی کہہ سکتے ہیں؟ اور دیگر علماء کو بھی؟ ازراہ کرم تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں۔ قاضی واجد علی، لطیف آباد کوارٹر نمبر ۳۰۵ یونٹ نمبر ۱۰، حیدرآباد، ۹ مئی ۱۹۶۶ء

۷۸۶ الجواب: لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا استعمال صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ہی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ اکابر علماء کرام اس لفظ کا استعمال بلا ردوکد بزرگان ملت کے لیے کرتے چلے آرہے ہیں۔ صاحب مشکوٰۃ شریف نے صاحب مصابیح کے لیے لفظ رضی اللہ تعالیٰ عنہ استعمال کیا ہے اور خود صاحب ہدایہ نے اپنے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہے

چنانچہ جگہ جگہ فرماتے ہیں قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ اور کسی سے اس پر ردو انکار نہ وارد نہ ممنوع، بلکہ یہ مضمون خود قرآن کریم سے مستفاد فرمایا، ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ یعنی یہ رضا اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرے قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس آیت کے تحت فرماتے ہیں و جملة "ذلك لمن خشي ربه" في مقام التعليل یعنی یہ جملہ مضمون سابق کے لیے علت ہے مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے رب کی نافرمانی سے بچے اور قضائے الٰہی پر راضی رہے اس کے لیے رضائے الٰہی ہے۔ لہٰذا علمائے کرام و اولیاء عظام کے لیے یہ کلمہ استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ہاں فرق دونوں کے استعمال میں اخبار و انشاء کا ہے اور وہ ایک دینی بحث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رصفر ۱۳۸۶ھ

زکوٰۃ کی رقم مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) زکوٰۃ کا پیسہ مسجد کی تعمیر میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیل سے بتائیں۔

(۲) مسجد شریف کو اگر شہید کر کے دوبارہ بنایا جائے تو اسکے منبر کو آگے بنا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) صحابہ کرام کے نام کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا جاتا ہے۔ یہ الفاظ بزرگان دین کے لیے استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

بینوا، توجروا مولانا عبد الرحمٰن خان، لونگ بھگت گلی حیدرآباد، ۱۲ مئی ۱۹۶۰ء

۷۸۶ الجواب: ا۔ زکوٰۃ کا پیسہ مسجد کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔ واللہ اعلم

۲۔ قطعہ زمین جس پر منبر تھا اگر مسجد ہی میں رہے تو منبر کو آگے بڑھا سکتے ہیں مسجد کے کسی حصہ کو زمین بنا لینا یا اسپر دوکان مکان وغیرہ تعمیر کرنا یہ ناجائز ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ بزرگان دین کے ناموں کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لفظ استعمال کر سکتے ہیں جیسا کہ اکابر علماء کرام کا ہمیشہ سے معمول رہا ہے۔ صاحب مشکوٰۃ نے صاحب مصابیح کے لیے یہ لفظ استعمال کیا جیسا کہ مقدمہ مشکوٰۃ سے ظاہر ہے اور کسی نے اس پر اعتراض نہ کیا اس دلیل کے لیے ان اکابر کا یہ عمل ہی کافی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رصفر ۱۳۸۶ھ

نعلین پاک کا نقش مسجد میں لگانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے کرام اس مسئلہ میں کہ: نقش نعلین شریفین آنحضرت ﷺ کو مسجد کے اندر لگانا جائز ہے یا نہیں اور جن چیزوں کو نماز کے اندر دیکھنے سے خلل آتا ہے ان کو لگانا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو مدلل ثبوت فرمائیں۔ بینوا، توجروا نور محمد عفی عنہ، حیدرآباد، ۳ جون ۱۹۶۶ء

۷۸۶ الجواب: علمائے کرام نے نعل مقدس کے نقشے کو نعل مقدس کا قائم مقام بتایا اور اسکے لیے وہی اکرام و احترام جو

اصل کے لیے تھا ثابت ٹھہرایا اور اس نقشہ مبارکہ کے لیے خاص خواص و برکات ذکر فرمائے اور بلاشبہ وہ تجربہ میں آئے اور خود علماء خود اسکی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے اور اس باب میں اہل ایمان کے لیے روح افزاء ارشادات فرمائے بلکہ اس بارے میں مستقل تصانیف لکھیں لہٰذا اس نقشہ کو بطور تبرک مسجد میں آویزاں کرنا باعث برکت ہے۔ ہاں ایسی چیزوں کو دیوار قبلہ میں ایسے نصب کرنا نہ چاہیے جس سے لوگوں کا نماز میں دھیان بٹے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

اگر کسی شیعہ نے سنی بن کر نکاح کر لیا تو اس نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمشید حسین نے حلفاً بیان دیا کہ میں اہل سنت والجماعت مذہب رکھتا ہوں اور بلقیس خانم سے نکاح کیا سنی قاضی نے نکاح پڑھایا مگر محرم کے ایام میں بلقیس کو مجلس میں لے گیا اور ماتم کرنے کو کہا۔ بلقیس نے منع کر دیا اور کہا کہ تم سنی ہو پھر ماتم کیوں کرتے ہو اور کراتے ہو اس پر جمشید نے کہا کہ میں اصلی شیعہ سید ہوں اور تم کو اپنے مذہب میں لاؤنگا۔ جب ماتم وغیرہ پر زور دیا تو بلقیس اپنے والدین کے ہاں آگئی اور سب حال بتایا۔ اب فقہ کی رو سے مسئلہ کیا ہے کہ شیعہ لڑکا سنی بنکر کسی اہلسنت والجماعت مذہب رکھنے والی لڑکی سے نکاح کرے جو صحیح ہوگا یا نہیں۔ بغیر طلاق کے نکاح فسخ ہو گیا یا طلاق لینا ضروری ہے۔ فقہ کی روشنی میں جواب سے سرفراز فرمائیں۔

بلقیس خانم، سرے گھاٹ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: آجکل عام روافض تبرائی ہیں اور عقائد کفریہ رکھتے ہیں۔ ان میں کم کوئی ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے گھٹا جانا نہ مانتا ہو اور حضرت امیر المومنین علی المرتضی و باقی آئمہ اطہار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو حضرات انبیاء سابقین علی نبینا الکریم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں۔ منکرین شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور انہیں برا کہنے والے فقہائے کرام کے نزدیک کافر و مرتد ہیں۔ تو آجکل رافضیوں میں سے کسی ایسے شخص کا ملنا، جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں ایسا ہی دشوار ہے جیسے سفید رنگ کا کوا۔ اور ایسے رافضیوں کا حکم بالکل حکم مرتدین کے برابر ہے۔ اور مرتدین کا نکاح کسی مسلمان عورت سے نہیں ہو سکتا۔ (ھکذا فی الفتاویٰ الرضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ

بعد نماز دُعا میں " ان اللہ وملئکتہ " آیت پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ:

مسئلہ ۱۔ آجکل اکثر مساجد میں نماز کے بعد دعا میں امام مسجد آیت ان اللہ وملئکتہ پڑھتے ہیں پھر سب نمازی درود شریف پڑھتے ہیں اس پر ایک شخص کہتا ہے کہ یہ بدعت ہے۔ فرمائیے کہ کیا یہ بدعت ہے اور کیسی بدعت ہے؟ اور بدعت کی تعریف کیا ہے؟

مسئلہ ۲۔ جو امام مسجد مندرجہ بالا عمل کرتا ہو اس کے پیچھے کیا ایسے شخص کی نماز ہو جائیگی جو امام مسجد کے اس عمل کو بدعت کہتا ہو اور بہت برا سمجھتا ہو اور دوسروں کو بھی اس عمل کے کرنے سے روکتا ہو؟ بینوا، توا جروا　حاجی محمد عثمان، مسجد سٹی پولیس تھانہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: درود شریف حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علو مراتب اور بلندی درجات کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا ہے اور امت کے حق میں مغفرت و نجات کا ذریعہ اور سعادت دارین کا وسیلہ ہے جو وقت اس میں صرف ہوتا ہے دین و دنیا کی برکتیں لاتا ہے ترمذی شریف کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر ایسا ہے (یعنی اگر بجائے دعا کے تم جو وقت پاؤ درود شریف ہی پڑھنے میں صرف کرو) تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی کفایت کریگا۔ خدا تمہاری دنیا و آخرت کے سب کام بنا دیگا اور تمہارے گناہ بخش دیگا۔ پھر رب عزوجل نے اہل ایمان کو درود وسلام کا حکم دیا اور یہ حکم مطلق ہے اس میں کہیں استثناء نہیں کہ فلاں درود پڑھو فلاں نہ پڑھو۔ یہاں پڑھو وہاں نہ پڑھو۔ اس لیے درود شریف جہاں اور جب بھی پڑھا جائیگا اسی حکم الٰہی کی تعمیل میں ہوگا۔ اسی لیے ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل ہے تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا۔ اللّٰہم صلِّ وسلم وبارك علیه و آله ابداً۔ یہاں جو انکار کرتا ہے وہ ثبوت دے کہ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں منع فرمایا ہے۔ پھر ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر خدا سے جدا نہیں۔ شاہد اس پر یہ حدیث قدسی ہے جعلتك ذکرا من ذکری فمن ذکرك ذکرنی۔ ان بلاد میں اس قسم کے مسائل پر بحث چھیڑنا مسلمانوں میں انتشار پھیلانا ہے اور یہ وہابیہ کا خاصہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۹ ذی الحجہ ۱۳۸۸ھ

وہابی امام کے پیچھے نماز کا حکم، ہوگی یا نہیں؟

سوال: ہمارے محلہ کی مسجد کے ممبر صاحب فرماتے ہیں کہ امام اگر وہابی ہو، تو بھی نماز ہو جائیگی اس لیے کہ مکہ اور مدینہ شریف میں بھی امام وہابی ہیں۔ اس بارے میں کیا حکم ہے؟　ایک نمازی محمدی مسجد، بھائی خان چاڑی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: وہابی ایک نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس مذہب نامہذب کا بانی محمد بن عبدالوہاب تھا۔ جس نے تمام عرب خصوصاً حرمین شریفین میں بہت شدید فتنے پھیلائے۔ علمائے اہلسنت کو قتل کیا۔ صحابہ کرام وائمہ وشہداء کی قبریں کھود ڈالیں۔ روضہ انور کا نام معاذ اللہ صنم اکبر رکھا تھا۔ یعنی بڑا بت۔ اور طرح طرح کے ظلم کیے جیسا کہ صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ نجد سے فتنے اٹھیں گے۔ اور شیطان کا گروہ نکلے گا۔ وہ گروہ بارہ سو برس کے بعد ظاہر ہوا۔ علامہ شامی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسے خارجی بتایا۔ اسی عبدالوہاب کے بیٹے نے ایک کتاب لکھی جسکا نام کتاب التوحید رکھا اس کا ترجمہ و خلاصہ ہندوستان میں اسمٰعیل دہلوی نے کیا۔ جسکا نام تقویۃ الایمان رکھا۔ اور ہندوستان میں اسی نے وہابیت پھیلائی۔ ان وہابیہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو ان کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر و مشرک بدعتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بات بات پر محض بلا وجہ مسلمانوں پر حکم شرک و کفر لگاتے ہیں۔ تو ایسوں کی اقتداء میں نماز ادا کرنا یا مسلمانان اہلسنت پر ان کی

امامت تھوپ دینا وہی پسند کریگا جسے اپنی اور دوسرے مسلمانوں کی نمازیں اکارت و برباد کرنا منظور ہے۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو شفاعت یا دیدار الٰہی کا انکار کرتا ہے اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی۔ (عالمگیری غنیۃ) تو وہابیہ کا حکم اس سے سخت تر ہے کہ اللہ عزوجل اور نبی ﷺ کی توہین کرتے ہیں یا توہین کرنے والوں کو اپنے پیشوا یا کم ازکم مسلمان ہی جانتے ہیں۔ (بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ) مسلمان ہوکر ایسی بات کہنا محض ناواقفی و نادانی ہے یا پھر اپنی خواہش نفسانی کی پیروی۔ رہی یہ دلیل کہ فلاں مقام پر وہابی امام ہیں لہٰذا یہاں بھی ہونا چاہیے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کوئی کہے کہ فلاں اسلامی ملک میں شراب و زنا عام ہے کوئی برائی نہیں تو یہاں بھی ایسا ہونا چاہیے اور یہ بات نہ کہے گا مگر پکا مجنوں۔ بہر حال وہابیہ دیوبندیہ کی اقتداء میں مسلمانوں کی نماز نہیں ہوسکتی۔ اور جن لوگوں کو اس پر اصرار ہے وہ سنیوں کی مسجدوں کے مہتمم یا انتظامیہ کے ممبر نہیں بنائے جاسکتے۔ کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ ربیع الاخر ۱۳۸۸ھ

کسی نے کہا کہ میں خدا اور رسول کی شریعت کو نہیں مانتا۔ "معاذ اللہ" اس کا حکم

سوال: بیان تصدیق گواہان۔ دربارہ کفریہ کلمات

ہم تینوں مسلمان مسمی بدرالدین، محمد دین اور حسین خان اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں اور اللہ وحدہ لاشریک کو حاضر و ناظر جانتے ہوئے یہ بیان قلمبند کراتے ہیں کہ زید نے ہمارے روبرو یہ کفریہ کلمات اپنی زبان سے ادا کئے ہیں اور اس میں کسی قسم کا شک وشبہ بھی نہیں ہے۔ ہمارا بیان سچائی اور حقیقت پر مبنی ہے اور اللہ شاہد ہے کہ زید نے یہ کفریہ کلمات اپنی زبان سے ہمارے روبرو ادا کئے کہ "میں نعوذ باللہ تمہارے خدا کو مانتا ہوں اور نہ رسول ﷺ کی شریعت کو مانتا ہوں"۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی شریعت کا احترام کرتے ہوئے اور اپنی سچائی کا ثبوت دیتے ہوئے ہم تینوں اپنا یہ بیان دے رہے ہیں تا کہ سند ہو۔ گواہ نمبر (۱) بدرالدین گواہ نمبر (۲) محمد دین ولد احمد دین گواہ نمبر (۳) حسین خان

۷۸۲ **الجواب:** مذکورہ بالا کلمات بلاشبہ قطعی کفریہ کلمات ہیں۔ اور جب یہ کفر قطعی ہے تو وہ شخص اسلام سے قطعاً نکل گیا۔ اسکی عورت بھی اسکے نکاح سے نکل گئی۔ زید پر فرض ہے کہ وہ ازسرنو اسلام لائے۔ پھر اسلام لانے کے بعد اگر عورت راضی ہو تو دوبارہ اس سے نکاح ہوسکتا ہے۔ ورنہ عورت جہاں پسند کرے نکاح کرسکتی ہے۔ اس مرد کو کوئی حق نہیں کہ عورت کو دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے سے روک دے۔ اور اگر اسلام لانے کے بعد عورت کو بدستور رکھ لیا دوبارہ نکاح نہ کیا تو قربت زنا ہے، اور بچے ولد الزنا۔ (بہار شریعت، بحوالہ درمختار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ذی القعدہ ۱۳۸۹ھ

صحیح العقیدہ غیر حافظ امام کو ہٹا کر بدعقیدہ حافظ امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ہماری دریاوالی مسجد میں تقریباً چار پانچ سال سے

پیش امام ہیں جو کہ اہلسنّت والجماعت کے عقیدے سے تعلق رکھتے ہیں ان کو تین ساڑھے تین سپارے حفظ ہیں اب ایک دوسرے صاحب جو دیوبندی ہیں ان پیش امام کو ہٹا کر دیوبندی حافظ کو اس مسجد میں پیش امام رکھنا چاہتے ہیں اور جن پیش امام کے پیچھے چار پانچ سال سے نماز پڑھتے رہے ہیں اب انکے بارے میں کہتے ہیں کہ حافظ امام کی فضیلت زیادہ ہے اس لیے موجودہ امام کو ہٹا کر حافظ امام رکھنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں از روئے شرع جواب دیں کہ موجودہ امام کو رکھا جائے یا نئے امام کو۔ اللہ تعالیٰ آپکو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ محمد صفدر فاروقی، مکان ۴۰۳ شیدی محلہ کوٹری، ۲۹ جولائی ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: وہابیہ غیر مقلدین جو خود کو اہل حدیث کہتے ہیں اور وہابیہ مقلدین جو دیوبندی کہلاتے ہیں سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں جو بدعت وگمراہی سے ترقی کر کے کفر کی بلندیوں تک پہنچ گئے ہیں اس لیے دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہوگی ہی نہیں فرض سر پر رہے گا اور ان کو امام بنانے، آگے بڑھانے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا شدید عظیم گناہ علاوہ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب، امام اعظم، امام ابو یوسف، امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں **لا تجوز الصلوۃ خلف اھل الھواء**۔ اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ عیدین وجمعہ یا تراویح کوئی نماز ان کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی بلکہ (انکو قابل امامت یا مسلمان جاننا) درکنار اگر انکے کفر میں شک بھی کرے تو خود کافر ہے اور اسلامی برادری سے خارج ہے جبکہ انکے خبیث اقوال پر مطلع ہوں مسلمانوں کو انکے اقوال اور اس پر جو احکام شرعیہ ہیں وہ بتائیں الحمد للہ مسلمان ایسے نہیں ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ کو گالیاں دینے والے ان کی توہین کرنے والے شان گھٹانے والے انہیں اپنے جیسا بشر کہنے والے ان کی تعظیم کو بدعت وشرک بتانے والے کے پیچھے نماز جائز جانیں یا اسے مسلمان جانیں اور جو صاحب خود دیوبندی ہیں وہ کب چاہیں گے کہ کوئی تیسرا مسلمان انکا امام ہو وہ تو وہی گندگی پھر کریں گے مسلمان انکی سنیں ہی کیوں؟ انہیں انکے حال پر چھوڑیں اور اپنے کام سے کام رکھیں جو امام صحیح العقیدہ ہو اگرچہ عالم وفاضل نہ ہو صرف امامت کا اہل ہو وہ ان عالموں فاضلوں سے لاکھ درجے بہتر ہے جو صحیح العقیدہ نہ ہوں بدمذہب وبددین ہوں۔ فتاویٰ رضویہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ر شوال ۱۴۰۲ھ

اللہ تعالیٰ کے لیے لفظ ضمیر واحد ہی بولنا مناسب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ: ''اللہ فرماتے ہیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے جمع کا لفظ بولنا شرعاً جائز ہے کہ نہیں؟ بینوا توجروا حافظ نور محمد، ٹیچر مڈل اسکول زہرہ، ضلع وتحصیل خضدار بلوچستان

۷۸۷ الجواب: اللہ عزوجل کو ضمائر مفرد سے یاد کرنا مناسب ہے کہ وہ واحد فرد وتر ہے اور تعظیماً ضمائر جمع میں بھی کوئی حرج نہیں اسکی نظیر قرآن عظیم میں ضمائر متکلم میں صدہا جگہ ہے بہر حال یوں ہی کہنا چاہیے اور یوں ہیں کہنا ادب ہے ''اللہ فرماتا ہے'' مگر اس میں کوئی کفر وشرک کا حکم کسی طرح نہیں ہوسکتا نہ ہی گناہ کہا جاسکتا ہے بلکہ خلاف اولیٰ ہے۔ (احکام شریعت) واللہ

تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

یزید کو لعنتی و کافر کہنے کی اجازت ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص کہتا ہے کہ جو آل رسول ﷺ کو تکلیف پہنچائے اور شہید کرے وہ لعنتی کافر ہے یا نہیں؟ یعنی یزید نے آل رسول ﷺ کو شہید کیا لہٰذا یہ لعنتی کافر ہے یا نہیں؟ بندہ اس فکر میں ہے کہ اس کو لعنتی کافر کہا جائے یا نہیں؟ اگر کہا جائے تو مدلل جواب عنایت فرما کر بندے کے شکوک دور فرمائیں۔

دوسری عرض ہے کہ جو رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرے اسکو کافر کہنا چاہیے یا نہیں اور اسکے پیچھے ایمان والوں کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یعنی وہابی، رسول کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کرتے ہیں انکو کیا جاننا چاہیے؟ آیا یہ لوگ کافر ہیں یا نہیں؟ اس کا بھی مدلل جواب عنایت فرما کر بندے کے شکوک دور فرمائیں۔

فقیر محمد علی، محمدی مسجد، بھائی خان چاڑی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: یزید پلید فاسق، فاجر، شدید کبیرہ گناہ، کا مرتکب تھا اس میں کسی قسم کا کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں یزید کو کافر کہنے اور اس پر لعنت کرنے میں علمائے اہلسنت کے تین قول ہیں۔ اور یہاں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلک سکوت ہے یعنی ہم اسے فاسق فاجر کہنے کے سوا نہ کافر کہیں نہ مسلمان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایمان سے زیادہ عزیز مسلمانوں کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور ایمان اللہ و رسول ﷺ کی محبت و تعظیم ہی کا نام ہے۔ جبتک حضور ﷺ کی محبت ماں باپ اولاد اور تمام چیزوں سے زیادہ نہ ہو آدمی مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس محبت کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مسلمان حضور ﷺ کے آل واصحاب اور تمام متعلقین و متوسلین سے محبت رکھے اور حضور ﷺ کے دشمنوں سے عداوت۔ اگرچہ وہ اپنا باپ یا استاد ہی کیوں نہ ہو اور جو ایسا نہ کرے وہ دعوی محبت میں جھوٹا ہے۔ نجدیہ وہابیہ کے مذہب کا رکن اعظم اللہ و رسول اللہ ﷺ کی توہین اور محبوبان خدا کی تذلیل ہے یہ ہمیشہ وہی پہلو اختیار کریں گے جس میں توہین نکلتی ہو اسی لیے علمائے عرب و عجم نے یہ فتویٰ دیا کہ من شك فی کفرہ و عذابہ فقد کفر۔ جو ایسے لوگوں کے کفر و عذاب میں شک کرے اور وہ جانتا ہو تو وہ خود کافر ہے اور ظاہر ہے کہ ایسوں کے پیچھے مسلمان کی نماز ہرگز صحیح نہیں جسکی تصریح جابجا فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رجمادی الاخریٰ ۱۳۸۹ھ

مزار یا درگاہ پر جا کر جانور ذبح کرنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: کسی مزار یا درگاہ پر دور دراز جا کر اور منت مان کر مویشی یعنی بکرا ذبح کرنا کیسا ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔ آر ایم فتح اینڈ برادرس، بک سیلر جیل روڈ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: عرف عام میں نذر و نیاز اولیائے کرام کو بھی منت و نذر کہہ دیا کرتے ہیں مگر یہ نذر، نذر شرعی نہیں۔ تفسیرات احمدیہ میں زیر آیت وما اھل بہ لغیر اللہ۔ فرمایا فبذالك علم ان البقرۃ المنذور ۃللاولیاء کما ھو

الرسم فی زماننا حلال طیب۔ یعنی معلوم ہوا کہ جس گائے کی نذر اولیاء اللہ کے لیے مانی جاتی ہے وہ حلال وطیب ہے۔ اور صدقات کو مزار پر لیجانے سے مقصود وہاں کے خدام وفقراء کی اعانت ہوتی ہے لہٰذا ایسا کرنے میں کوئی گناہ وممانعت نہیں۔ ہاں چونکہ یہ نذر شرعی نہیں اس لیے مزار پر جا کر اسے پورا کرنا لازم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰؍ صفر ۱۳۸۹ھ

پابند شریعت مرشد کی بیعت سے پھر جانا، خدا اور سول سے منہ پھیرنے کے مترادف

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص فیاض جو کہ پیر صاحب عبد الشکور صاحب نظامی کملی پوش کا مرید تھا۔ یہ لڑکا یتیم بچہ ہے کچھ شریر پسند لوگوں نے یعنی فجہ شاہ بھنڈاری کوٹ متلی اور دوسرے شاہ کوتوال ہے یہ بھی کوٹ تیلی ہے اس لڑکے کو بہکایا اور کہا ہم تم کو نقیب مقرر کردیں گے آپ کوٹ تیلی والا کے مرید ہو جاؤ اور یہ لوگ غریب بچے کے چار سو روپے ہضم کر گئے اور کھانا وغیرہ کھایا اور گیارہ روپے ایک جوڑہ دس سیر لڈو لیکر اس کو مرید کیا ہے اور سابق پیر صاحب نے فی سبیل اللہ کیا تھا۔ اللہ ورسول ﷺ کے مطابق یہ کام انجام دیا تھا۔ کیا نا جائز ہے؟ کونسے پیر صاحب صحیح راستہ پر ہیں؟ مہربانی فرما کر مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام

۷۸۶ الجواب: کسی پابند شریعت اور صحیح پیر سے بلا وجہ شرعی پھر جانا، خدا اور رسول ﷺ کے احکام سے پھر جانا ہے دوسرے پیر کے ہاتھ پر بیعت درست نہیں۔ اسے چاہیے کہ پہلے پیر صاحب کی طرف رجوع ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵؍ شعبان ۱۳۸۹ھ

فاسق معلن کو اپنا نمائندہ بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کسی شرابی، زانی، جواری، عیاش، بے نمازی، جھوٹ بولنے والے شخص کو اپنا سربراہ یا امام یا خلیفہ یا اپنا نمائندہ بنایا جائے۔ مفصل جواب عنایت فرمائیں۔

سید مشتاق علی پلاٹ نمبر ۴ قلعہ حیدر آباد، معرفت ڈاکٹر صلاح الدین شیخ پلاٹ نمبر ۲ قلعہ حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: شرابیوں، زانیوں، جواریوں، اور جھوٹوں کو اپنا نمائندہ منتخب کرنا، وہی پسند کریگا جو ان کا ہم نوالہ، ہم پیالہ، ہم نوا، اور ہم راہ ہو۔ مسلمان ایسی حماقت میں کیوں گرفتار ہو اور ایسے گناہ بے لذت میں ملوث ہو کر، کیوں اپنا دین اپنا ایمان، تباہ و برباد کرے۔ البتہ اگر یہ اپنی ان بداعمالیوں اور بدچلنیوں کے باوجود، ہو تو صحیح العقیدہ سنی مسلمان، مگر اسکے مقابل کوئی بدعقیدہ، بد مذہب، بے دین گمراہ مثلاً قادیانی رافضی وہابی مودودی (نام نہاد ابوالعلیٰ مودودی کا پیروکار) ہو تو مسلمان آپ ہی مجبور ہے کہ وہ کسی بددین وبدمذہب کو ووٹ دینے کے بجائے اسی بدچلن مسلمان صحیح العقیدہ سنی کو ووٹ دے کہ یہ اگر عملاً فاسق ہے تو وہ عقیدتاً فاسق وفاجر ہے اور فاسق فی العقیدہ کا حکم فاسق فی العمل سے سخت تر۔ اور حدیث شریف میں وارد کہ ''جب تم دو بلاؤں میں گھر جاؤ تو آسان کو اختیار کرو''۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷؍ ذی الحجہ سن ۱۴۰۲ھ

بدعقیدہ افراد کے حق میں اگر قسم اٹھائی تو اس کو توڑ کر اس کا کفارہ دے دے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: حضور اکرم ﷺ پر درود وسلام پڑھنا حرام کہتے ہیں۔ میلاد کی محفلوں کو ناجائز و بدعت کہتے ہیں، عید میلاد النبی ﷺ منانا، حضرت امام حسین علیہ السلام سید الشہداء، اور حضرت پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی گیارہویں شریف، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، مولانا احمد رضا خان بریلوی اور بزرگان دین اور اولیاء اللہ کی نیاز و فاتحہ وعرس اور ان کا دن منانے کو اور تیجہ وچالیسواں کی فاتحہ دلانا ناجائز و بدعت کہتے ہیں اور اہل سنت عقیدہ کے لوگوں سے قرآن پاک پر ہاتھ رکھوا کر اپنے لیے انتخابات کے سلسلے میں حلف لیتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے؟ ایسے لوگوں کے لیے حلف دینے کے بعد ہم اہل سنت عقیدے کے لوگ ایسے حلف سے پھر سکتے ہیں یا نہیں؟

محمد انوار خان، اندرون لیڈیز پارک پکا قلعہ حیدرآباد، ۲۳ ستمبر ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: درود شریف و قیام میلاد و درود و سلام کو بدعت و ناجائز کہنے والے ان بلاد میں صرف وہابی دیوبندی ہیں۔ اور یہ فرقہ کھلے ہوئے بے دینوں، بدمذہبوں اور گمراہوں کا فرقہ ہے۔ بلکہ اپنی دریدہ دہنی اور محبوبان خدا کی بارگاہوں میں، اپنی بدزبانیوں اور گستاخیوں کے باعث اسلامی برادری سے خارج ہیں۔ ایسوں کی اعانت کے لیے حدیث شریف میں فرمایا کہ "جو کسی ظالم کے ساتھ چلا تا کہ اس کی اعانت کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے میں مدد دی"۔ تو ایسوں کو ووٹ دینا، خود اپنے دین اپنے ایمان کو اپنے ہاتھوں سے ڈھا دینا ہے۔ مسلمان ہرگز ایسوں کو ووٹ نہ دیں اور قسم کھا کر ان کی اعانت کا قول و قرار کیا تھا تو قسم توڑ دیں اور اس کا کفارہ ادا کریں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ "جو شخص قسم کھائے اور دوسری چیز اس سے بہتر پائے تو قسم کا کفارہ دیدے اور وہ دوسرا کام کرے۔ (بخاری و مسلم) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

بہ امر مجبوری مرتد آفیسر کے ہاں دعوت پر جانا

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم، جناب عالی مسئلہ عرض ہے کہ

ایک آفیسر ایک بڑے آفیسر کے ہاں جا کر کھانا وغیرہ کھاتا ہے مگر کچھ عرصے کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ بڑا آفیسر قادیانی ہے مگر چھوٹا افسر مجبور ہوتا ہے کہ اب کیا کرے جبکہ وہ اسے بار بار بلاتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو مجبور ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ شکریہ

محمد حنیف ولد عبدالغنی، مکان نمبر E/54 1193، شاہی بازار، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: اگر آدمی واقعی مجبور ہے کہ اس سے گریز کی تمام راہیں اس پر بند ہیں تو ظاہری رواداری کو کام میں لائے اور دل میں یقین رکھے کہ یہ دشمن خدا و رسول ﷺ ہے۔ اسلام و مسلمین کا باغی ہے اور یہ کبھی دل سے ہمارا خیر خواہ نہیں ہوسکتا۔ اور اگر اس کی کفالت میں کوئی نوجوان لڑکی بھی ہو تو اور بھی سخت احتیاط و پرہیز اور نفرت کی ضرورت ہے کہ ایسے لوگ

مسلمانوں کو اپنے ناپاک گروہ میں شامل کرنے کے لیے اپنی عزت و ناموس کو بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں اور اسے کار ثواب سمجھتے ہیں۔ پھر یہ ظاہری رواداری بھی غیر محدود نہیں۔ بلکہ اس کی رخصت صرف بوقت شدید ضرورت ہے اور بقدر ضرورت۔ اور معاذ اللہ اگر دل میں اس کی طرف ذرا بھی میلان پیدا ہوا تو یہ جہنم کی طرف لیجانے والی راہ ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

تیجہ، دسواں، چہلم کبھی بھی کر سکتے ہیں۔ دن آگے پیچھے ہو سکتے ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک گھر میں دو افراد کا انتقال آٹھ دن کے وقفہ سے ہوا۔ کیا ان دونوں کا چہلم ایک دن کیا جا سکتا ہے، جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ چہلم بھی ایک ہفتہ کے وقفہ سے کیا جائے، اس صورت میں اخراجات زیادہ ہو جائیں گے تو کیا ایک دن میں دونوں چہلم کر لیں یا الگ الگ۔ جواب سے ممنون فرمائیں۔

محمد ادریس خان، لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۱

۷۸۶ الجواب: سوئم و چہلم وغیرہ کے لیے شرعاً کوئی دن تاریخ متعین نہیں۔ یہ تعیین محض عرفی و رواجی ہے۔ اور فائدہ اس میں ہے کہ دوست احباب، اعزاء و اقارب اس وقت متعین پر جمع ہو کر فاتحہ و ایصال ثواب کر لیتے ہیں اور اجتماعی طور پر یہ کام بخیر و خوبی انجام پا جاتا ہے۔ لہٰذا مصلحت وقت کے ماتحت کبھی سوئم دوسرے روز، کبھی چوتھے روز کر لیتے ہیں۔ علی ہذا چہلم ایک ماہ بلکہ کم مدت میں یا کم و بیش ایام میں حسب مصلحت مسلمانوں میں معمول و مروج ہے۔ لہٰذا دو افراد کا چہلم ایک ہی تاریخ معینہ پر کر لیا جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ ایک کا انتقال ہفتہ بھر بعد ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ ذی القعد ۱۴۰۳ھ

اصحاب خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بے ادبی کرنے والا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین

اس شخص کے بارے میں کہ جو حضرت سیدنا صدیق اکبر و حضرت فاروق اعظم و حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم یعنی خلفائے ثلاثہ کی توہین اور گستاخی کرتا ہے۔ جیسا کہ آج کل فرقہ شیعہ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کی توہین اور گستاخی کو عین ایمان سمجھتے ہیں۔ کیا ایسا شخص دائرہ اسلام سے خارج یا مسلمان ہی رہتا ہے؟ بینوا، توجروا

الفقیر ابو موسیٰ حلیمی، خادم: جامعہ رضویہ حلیمیہ، قلات

۷۸۶ الجواب: آج کل روافض تبرائی خذلھم اللہ تعالیٰ عقائد کفریہ رکھتے ہیں۔ ان میں کم کوئی ایسا ملے گا جو قرآن پاک میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا ہو اور حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ اور باقی ائمہ اجتہاد کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرات انبیائے سابقین علی نبینا علیہم افضل الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں۔ اور ایسے عقیدے والے

کو اس کے عقیدے پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔ من شك فی كفره وعذابه فقد كفر۔ تو آج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں میں چمکتی رنگت کا آدمی یا سفید رنگ کا کوا۔ ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے۔ كما صرح به فی الظهيرية والهندية والحديقة الندية وغيرها من الكتب الفقه۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵/ ذی قعدہ ۱۳۹۵ھ

آغا خانی فرقہ کے لوگ مسلمان ہیں یا مرتد؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک فرقہ جو اپنے آپ کو اسماعیلی کہتا ہے پرنس کریم آغا خان کے پیروکار ہیں اور اپنے آپکو مسلمان کہلاتے ہیں حالانکہ اسلامی شعائر ان کے اندر مفقود ہیں توحید ورسالت ﷺ کی بجائے صرف آغا خان کو مانتے ہیں اور اپنے بت خانوں میں کریم آغا خان کے فوٹو لگائے ہوئے ہیں استفسار کرنے پر اپنی زبان سے وہ اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے یہاں روزہ، حج یا زکوۃ نماز وغیرہ کوئی بھی ارکان اسلام میں سے ہمارے دین میں شامل نہیں اور نہ ہی ہم اسے ادا کرنے کے پابند ہیں۔ پوری قوم اسماعیلیہ کا یہ عمل ہے اور نہ ہی اسماعیلی فرقہ کے کسی فرد کو آج تک اسلام کا کوئی رکن ادا کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

ان میں سے ایک عورت نے قاعدہ یسرنا القرآن جس میں سے ایک چوتھائی حصہ قرآن مجید بھی پھاڑ ڈالا اور اپنی ملازمہ کو حکم دیا کہ ان کی الماری سے اوراق کے ٹکڑوں کو باہر پھینکو۔ ملازمہ نے جب وہ کاغذات اٹھائے تو قرآن مجید کے کاغذات تھے جن کو باہر پھینکنے کا کہا گیا تھا قرآن مجید کو از راہ گستاخی یا حقارت پھاڑ ڈالنے کا کیا حکم ہے؟ اس جرم کو معاف کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بينوا توجروا عبدالرشید، پوسٹ ماسٹر شفیع آباد ضلع ٹھٹھہ سندھ

۷۸۶ الجواب: روافض کے اخبث ترین غالی فرقہ نصیریہ کی ایک ناپاک ترین شاخ کو اس زمانہ میں آغا خانی فرقہ کہا جاتا ہے۔ یہ فرقہ اپنے عقائد ملعونہ کی بناء پر ایسا کافر ومرتد ہے کہ جو انہیں جانتے ہوئے کافر ومرتد نہ کہے وہ خود کافر مرتد ہے۔ ایسوں سے کفر وارتداد کے علاوہ اور کسی چیز کی امید رکھنا فضول و بے سود ہے۔ ان سے سلام وکلام در کنار لین دین کے معاملات اور ملازمت بھی حرام وناجائز ہے۔ آپ یہاں ایسوں کا یہی علاج کر سکتے ہیں کہ ان سے تنکا توڑ علیحدہ ہو جائیں۔ یہی قرآنی حکم ہے فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظلمين۔ اور یہی احادیث نبویہ کا ارشاد اياكم و اياهم لا يضلونكم ولا يفتنونكم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ر ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

بد عقیدہ امام کے پیچھے نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ: جو لوگ نبی کریم ﷺ کے لیے گستاخانہ رویہ رکھتے

ہیں ان لوگوں کے پیچھے اہلسنت و جماعت حضرات کی نماز درست ہے یا نہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دیوبندی غیر مقلد وہابی وغیرہ سب کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے عدم جواز کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ سب مسلمان ہی تو ہیں۔ کیا قرآن و حدیث میں کوئی ایسی مثال ہے، جس میں یہ بات موجود ہے کہ جو مسلمانی کا دعوٰی کرے چاہے دشمن رسول ﷺ ہوا سکے پیچھے نماز ہو جاتی ہے۔

محمد عبدالرحیم کشمیری ومصلیان مکہ مسجد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں گستاخی کا ارتکاب آدمی کو اسلامی برادری ہی سے خارج کر دیتا ہے اور اس میں اور قادیانی مرتد میں اب کوئی فرق نہیں رہتا، تو نماز جس طرح قادیانی نیچری رافضی کے پیچھے درست و جائز نہیں بلکہ محض باطل ہے یونہی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ رفیع میں گستاخیاں کرنے والے کی امامت جبکہ وہ اسلام سے خارج اور کافر ہو چکے ہرگز ہرگز درست نہیں ورنہ پھر گاندھی اور جواہر لال کو امام بنانے میں کیا حرج ہو؟ افسوس آدمی کے ماں باپ کو کوئی گالی دے تو وہ اسکی صورت دیکھنے کا روادار نہ ہوا سے اپنا دشمن جانے اور خون کا پیاسا ہو جائے اور جن کی عزت و حرمت پر ہماری لاکھ عزتیں قربان، ان کے دشمن اور گستاخ بارگاہ کے ساتھ یہ رواداری کہ نماز کا امام بنانا بھی اسے جائز اور روا مانا جائے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے شیدائی ہرگز ایسے کی بات پر کان نہ دھریں اور ہرگز ہرگز ہرگز کسی گستاخ بارگاہ رسالت کو امام بنانا درکنارا سے منہ بھی نہ لگائیں۔ تفصیل کے لیے فتاوی رضویہ دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲؍ شعبان ۱۴۰۰ھ

ناسخ و منسوخ آیات کے منکر کے بارے میں شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: جو کہتا ہے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت اس معنی میں منسوخ نہیں کہ وہ قابل عمل نہیں اور ناسخ سے مراد کتب سابقہ سے لیتا ہے ایسے شخص کے بارے میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

۷۸۶ الجواب: جمہور مفسرین کا قول یہی ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات نے بعض دوسری آیات کی تلاوت کا حکم یا صرف حکم کو منسوخ کر دیا البتہ فقیہ جصاص نے احکام القرآن میں ایک غیر فقیہ کا قول اس معنی میں نقل کیا ہے کہ شریعت محمدی ﷺ کے اندر کوئی نسخ نہیں اور ناسخ خود یہ شریعت دوسری شریعتوں کی ہے۔ لیکن علماء و فضلائے کرام نے اس قول کو قبول کرنا درکنارا سکی طرف توجہ بھی نہ دی۔ شاید ان صاحب کے ہاتھوں امام جصاص کی دوکان سے ہی ہلدی کی گانٹھ آئی اور وہ پنساری بن بیٹھے ہیں حالانکہ جمہور مفسرین کرام کے خلاف کوئی قول کرنا جمہور مسلمین کی راہ سے ہٹنے کے مترادف ہے۔ شریعت مطہرہ میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہیں۔ مثلاً و علی الذین یطیقونہ فدیۃ الایۃ۔ یہ منسوخ ہے اور اسکی ناسخ ہے۔ فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ۔ یوں ہی والذین یتوفون منکم الایۃ کو آیہ کریم اربعۃ اشھر وعشرا الایۃ نے منسوخ فرمادیا ہے۔ یو ہیں حکم قرآنی الزانی لا ینکح الا زانیۃ منسوخ ہے اور اسکی ناسخ ہے وانکحو الایامٰی منکم۔ غرض آیات ناسخ، اور احکام منسوخ، کتب شرعیہ میں کثرت سے موجود ہیں اور اسکے منکر کا قول مردود اسکے علاوہ کوئی شرعی حکم تضلیل

وتکفیر جیسا ہرگز مناسب نہیں اور نہ یہ مفسرین سے منقول۔ تو نہایت احتیاط درکار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ رجمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

بدعقیدہ کے ہاتھ کے ذبیحہ کا حکم؟ وتر اور نفل تہجد کے ساتھ پڑھے جائیں؟ لپ اسٹک ونیل پالش کی تہہ پر وضو وغسل کا حکم؟

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ کیا دیوبندی حضرات کا ذبیحہ حلال ہے یعنی جن لوگوں کے خیالات دیوبندی ہیں ان کے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا حلال ہے یا حرام؟ مدلل جواب دیں تاکہ تسلی ہو۔

۲۔ تہجد کی نماز پڑھنے والے کو وتر عشاء کی بجائے نماز تہجد کے ساتھ پڑھنا افضل ہے؟ اور دو نفل جو عشاء کی نماز میں وتر کے بعد پڑھے جاتے ہیں وہ نفل اگر وتر تہجد کے وقت پڑھے جائیں۔ تب کیا حکم ہے؟

۳۔ آجکل عورتوں میں خواہ غریب گھرانہ ہو یا امیر، سرخی پاؤڈر کا مرض عام ہوگیا ہے۔ جو عورتیں ناخن پر پالش لگاتی ہیں اور ہونٹوں پر سرخی جسکو لپ اسٹک بھی کہتے ہیں اور پاؤڈر استعمال کرتی ہیں۔ بوجہ ناخن پالش اور ہونٹوں کی سرخی و پاؤڈر کے انکے وضو یا غسل میں تو کوئی فرق نہیں پڑتا اگر فرق پڑتا ہے تو پھر کیا طریقہ اختیار کیا جائے۔ مفصل جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

صوفی مشتاق احمد قادری یوسفی، نائب تحصیل دار نال خضدار

۷۸۶ **الجواب:** وہابیہ دیوبندیہ جو (۱) نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بمعنی آخر الانبیاء نہیں مانتے بلکہ اسے عوام کا خیال ٹھہراتے ہیں جیسے کہ تحذیر الناس صفحہ ۲ میں ہے۔ (۲) جو کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں جیسا کہ براہین قاطعہ صفحہ ۱۵ پر ہے۔ (۳) جن کا عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ جیسا علم، زید وعمرو ہر بچے کو اور ہر پاگل بلکہ تمام جانوروں چوپایوں کو حاصل ہے۔ (حفظ الایمان) (۴) جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ شیطان کے لیے وسعت علم نص قطعی سے ثابت ہے لیکن حضور ﷺ کے لیے وسعت علم ثابت کرنا شرک ہے (براہین قاطعہ) تو ایسے لوگوں کے کافر ومرتد ہونے میں کون مسلمان شک کرسکتا ہے (بلکہ یہ تو ان اقوال مردودہ اور عقائد فاسدہ کی وجہ سے ایسے کافر ہیں کہ جو ان کے عقائد پر واقفیت رکھتے ہوئے انہیں کافر نہ جانے خود کافر۔ (فتاویٰ رضویہ) قادیانی ہوئے رافضی، نیچری ہوئے یہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں اور اسلامی برادری سے خارج اور شک نہیں کہ ذبح سے جانور حلال ہونے کے لیے منجملہ دیگر شرائط، میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ ذبح کرنے والا مسلم ہو یا کتابی۔ اور مرتد کا ذبیحہ حرام ومردار ہے۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) وتر کے بعد دو رکعت نفل پڑھنا بہتر ہے۔ اگرچہ وتر تہجد کے بعد ادا کرے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کے معمولات سے تھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سرخی ہو یا لپ اسٹک، پاؤڈر ہو یا کوئی اور سامان زینت۔ اگر اسکی تہ جم جائے کہ وضو وغسل میں اسکے نیچے پانی نہ پہنچے تو

اس کا چھڑانا فرض ہے ورنہ، نہ وضو ہوگا نہ غسل اور اس وضو یا غسل سے جو نماز پڑھی جائے گی وہ نماز بھی نہ ہوگی۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۳؍رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

گر خدا دوسرا نبی بنانا چاہے تو؟

سوال: زید عمرو سے پوچھتا ہے کہ اللہ چاہے تو ابھی اور نبی پیدا کرسکتا ہے کہ نہیں؟ اللہ کو اختیار ہے کہ نہیں؟ مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔　شمس الدین، آرائیں الیکٹرک بکرا منڈی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: الحق، مولائے کریم قادر و قدیر علٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ہے اور ہر شے اس کے تحت قدرت ہے اور شے نام ہے ممکن الوجود کا جو چیز محال ہے اللہ عزوجل اس سے پاک ہے اور نہ اسکی قدرت اُسے شامل ہو، کہ محال اسے کہتے ہیں جو موجود نہ ہوسکے اور جب تحت قدرت ہوگا تو موجود ہوسکے گا پھر محال نہ رہا اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ دوسرا خدا محال ہے یعنی نہیں ہوسکتا تو اگر یہ زیر قدرت ہو تو موجود ہوسکے گا تو محال نہ رہا اور اسے محال نہ ماننا وحدانیت کا انکار ہے یونہیں فنائے باری تعالیٰ محال ہے اگر تحت قدرت ہو تو ممکن ہوگی اور جسکی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا اللہ کی الوہیت ہی سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ محالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہوجائیگی باطل محض ہے کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان۔ نقصان تو اس محال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اس میں صلاحیت نہیں۔ یونہیں حضور ﷺ کے بعد اور کوئی نیا نبی نہیں آسکتا کہ وہ خاتم النبیین ہیں اگر دوسرا نبی آنا جائز جانا جائے تو کذب الٰہی لازم آئیگا اور کذب الٰہی محال۔ معلوم ہوتا ہے کہ قول مذکور کے قائل کو ختم نبوت پر ایمان نہیں وہ منکرین ختم نبوت کی سنتا سناتا ہے اور یہ سب گمراہی اور کامل گمراہی ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ صحیحہ کرے اور اسلام پر ثابت قدمی کی توفیق رب عزوجل سے چاہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

اگر کسی نے کہا ''دیکھی ہے تیری شریعت'' تو اس کے بارے میں حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ میں کہ: عبدالعلی خان نے اپنی بہن زلیخا خاتون اور بہنوئی فرمان علی خان کے پاس عبدالرحمٰن اور ذوالفقار علی خان کو اپنے متوفی بھائی اسلم خان کے تین پان کیبنوں کا شرعی فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا مگر میرے اس نیک قدم کو فرمان علی خان اور بہن زلیخا خاتون نے میری کمزوری تعبیر کیا اور اس طرح سے شرعی فیصلہ کرنے سے انکار ہوگئے اور میرے جائز حق کو غصب کرنے پر کمربستہ ہوگئے۔ آیا اب ان کے صریح انکار نے انکو کافر کردیا ہے یا نہیں۔ جبکہ اگر زید و بکر آپس میں لڑ رہے ہیں اور عمران سے کہتا ہے کہ میں شرعی فیصلہ کردیتا ہوں اور ان میں سے زید یہ جواب دیتا ہے کہ دیکھی ہے تیری شریعت۔ جب ایسے کلمات کفریہ بک دیتے ہیں اور اسطرح سے زید کافر ہوگیا تو فرمان علی خان اور اسکی بیوی بھی کافر ہوگئے۔ اسکی وضاحت مؤدبانہ طریقہ سے مطلوب ہے۔

عبد العلی خان نقشبندی، کوارٹر نمبر ۲۹۰ بلاک A، یونٹ نمبر ۱۰ لطیف آباد حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: جو الفاظ سوال میں مذکور ہیں یہ اور اسی قسم کے دوسرے الفاظ جن میں شریعت مطہرہ کی سبکی اور توہین پائی جائے مثلاً کسی شخص کو شریعت کا حکم بتایا کہ اس معاملہ میں شریعت کا یہ حکم ہے اس نے کہا کہ ہم شریعت پر عمل نہیں کریں گے ہم تو رسم کی پابندی کریں گے۔ ایسا کہنا بھی بعض مشائخ کے نزدیک کفر ہے۔ (عالمگیری) جس نے یہ الفاظ کہے اس پر فرض ہے کہ توبہ کرے، نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے اور نکاح کی تجدید کرے یعنی از سر نو نکاح پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

حالت خواب میں بیعت کر لی تو؟/ نفل نماز تنہائی میں افضل ہے

سوال: قبلہ مفتی اعظم حیدر آباد علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی، دار العلوم احسن البرکات السلام علیکم

ا۔ کسی خواب میں خلافت کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ خواب کی حالت میں خلافت یافتہ پیر کی بیعت کرنی چاہیے یا نہیں؟

۲۔ کسی محفل میں حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک ہو رہا ہو اور بہت سے لوگ سن رہے ہوں ایسے میں کوئی شخص بار بار اٹھ کر نفل پڑھتا ہے۔ کیا ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پاک محفل میں اس شخص کا یہ فعل درست ہے یا نہیں؟

سید محمد اسلام علی نقشبندی، گورنمنٹ ہائی اسکول لطیف آباد نمبر ۱۰

۷۸۶ الجواب: اولیاء کرام کے فیوض و برکات ان کی زندگی ہی میں منحصر نہیں ہوتے بعد وفات بھی ان کے مزارات طیبہ سے زائرین فیض پاتے اور نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ خلافت پر چونکہ بہت سے امور شرعی کا دارومدار ہوتا ہے اس لیے محض عالم رویا یعنی خواب میں خلافت کا دعویٰ نامعقول، اور ایسی خلافت شرعاً غیر معتبر ہے نہ ایسے نام نہاد خلیفہ کے ہاتھوں پر بیعت درست۔ ہاں اشارۃً یا کنایۃً وفات پانے والے نے اس خلافت کا ذکر کر دیا تھا اور عام مسلمانوں کو یہ بات معلوم ہے کہ فلاں شخص فلاں بزرگ کا خلیفہ ہے تو دعویٰ خلافت معتبر ہوگا اور اس کے لیے تحریری خلافت نامہ ضروری نہیں۔ بشرطیکہ وہ اہل ہو یعنی فاسق معلن نہ ہو اور کم از کم اتنا علم رکھتا ہو کہ ضرورت کے مسائل خود کتابوں سے اخذ کر سکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ نفل نماز میں مشغولی دوسرے تمام اذکار و اوراد سے افضل ہے اور ریا و نمائش آ جائے تو بارگاہ الٰہی میں نامقبول اس لیے تنہائی میں نفل پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ر جمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

بقول رافضیوں کے "مولا علی کے نشان قدم" اس کا حکم شرعی

سوال: حضرت قبلہ مفتی محمد خلیل خان صاحب، دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد سندھ

حضور والا از رہ ... ... ایک پتھر ہے جس پر قدموں کی نشانیاں موجود ہیں۔ لوگوں کا کہنا

ہے کہ اس پتھر پر حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قدموں کے نشانات ہیں اور صحیح سند معلوم نہیں ہے۔ واقعی یہ آپ کے نشان قدم ہیں یا نہیں۔ کچھ لوگ جو اپنے آپ کو محبان علی شمار کرتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نشان قدم ہیں اور اسی قدم کے ساتھ ایک مزار ہے اور وہاں اہلبیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تصاویر چسپاں کئے ہوئے ہیں کیا اہلسنّت و جماعت کو وہاں جانا چاہیے اور ہاں اس پتھر کو بوسہ دینا شرعاً جائز ہے یا نہیں اور فاتحہ خوانی کرنا جائز ہے یا نہیں؟

محمد رفیق، انڈس گلاس فیکٹری حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: روافض کا قول و عمل قابل اعتبار نہیں۔ آپ مزار شریف پر جا کر فاتحہ پڑھیں ان پر نظر نہ ڈالیں ورنہ تصاویر کے علاوہ چلتی پھرتی تصویریں یعنی عورتوں کا جھمگٹا کیا کم تکلیف دہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ رجمادی الاخری ۱۳۹۹ھ

تبرک کھانے کے لیے عقلمند و بالغ ہونا شرط نہیں

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم

بعد سلام کے گذارش یہ ہے کہ میں اس خط کے ذریعے یہ مسئلہ معلوم کرنا چاہتا ہوں مہربانی فرما کر اس کا جواب تفصیل سے عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

پچھلے دو سال سے ہماری جماعت والے بارھویں اور گیارھویں شریف کی نیاز پاگل خانہ (مینٹل ہسپتال) میں ان پاگلوں کو کھلاتے ہیں جن کو گورنمنٹ کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے دن میں بمشکل دو وقت کی روٹی پیٹ بھر کر ملتی ہے۔ اس پروگرام پر بہت سے لوگوں نے جماعت والوں پر نکتہ چینی کی۔ لیکن خدا کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔ آپ اسکا جواب ضرور دیں کہ ہم جو کام کر رہے ہیں وہ صحیح ہے یا نہیں؟ محمد عبداللہ، میمن جماعت حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: گیارہویں و بارہویں شریف کا کھانا کھانے کے لیے عاقل و بالغ یا ہوشمند ہونا ضروری نہیں لہٰذا یہ متبرک کھانا ان افراد کو کھلایا جاسکتا ہے جنہیں پاگل خانہ میں رکھا جاتا ہے۔ اسے ناجائز و حرام کہنا تو ہرگز درست نہیں اور جو ناجائز کہتے ہیں وہ دلیل لائیں ہاں اگر اس انکار کا منشاء یہ ہو کہ اس میں اس پاک کھانے کی جسے اب تبرک سمجھا جاتا ہے ایک قسم کی بے حرمتی کا شائبہ پایا جاتا ہے اس لیے وہاں تک لیجانا اور انہیں کھلانا مناسب نہیں۔ تو اس بات کو ٹھکرانا بھی مناسب نہیں۔ بہتری اسی میں ہے کہ خوامخواہ دوسروں کو انگشت نمائی کا موقع کیوں دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ رجب ۱۳۹۹ھ

بلا وجہ شرعی بیعت توڑنے والے کا خاتمہ حق پر نہ ہونے کا اندیشہ ہے

سوال: مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

جناب عالی!

عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ جو درپیش ہے آپ کے ذریعے حل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بزرگ یا کسی پیر کا مرید ہو جائے اور پھر کسی وجہ سے اس سے علیحدہ ہونا چاہے تو اس شخص کا ایمان تو ختم نہیں ہوتا۔ اور اگر ایمان ختم نہیں ہوتا تو اس سلسلہ سے نکلنے کا کیا طریقہ ہے۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کا حل ضرور بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔ عین نوازش ہوگی۔ ضمیر الدین پاپا، وزیر کرانہ والے، ایوب کالونی یونٹ نمبر ۱۱ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: عزیزم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جس کے ہاتھ پر بیعت کی گئی اگر وہ شرعاً بیعت لینے کا مجاز ہے اور بلا وجہ شرعی بیعت توڑ دی ہے تو بیشک صوفیاء کرام کے نزدیک اس میں سوء خاتمہ یعنی خاتمہ حق پر نہ ہونیکا اندیشہ ہے۔ لیکن شرعاً اس سے ایمان نہیں جاتا۔ اور اگر وہ پیر اسکا اہل ہی نہ تھا یا واقعی کسی وجہ شرعی کے باعث بیعت توڑ دی تو اس میں کوئی جرم نہیں۔ بلکہ پہلی صورت میں کہ وہ پیر نا اہل تھا بیعت ہی نہیں ہوئی کہ توڑی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶/ جمادی الاولی ۱۳۹۹ھ

اولیاء کرام کو قریب و دور سے ندا کرنا جائز ہے، قبروں کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ بوسہ دینا منع ہے

سوال: محترم جناب گرامی مفتی صاحب، السلام علیکم

امید ہے کہ آپ بفضل تعالیٰ خیریت سے ہوں گے۔ میں آپکی قابل قدر مصروفیت میں سے چند لمحات التفات کا آرزومند ہوں اور ایک دو ضروری مسائل کے متعلق شکوک وشبہات میں مبتلا ہوں۔ سوال یہ ہیں۔

۱۔ کیا یا علی مدد کہنا جائز ہے؟ اور کیا اولیاء کرام کو دور سے یا ان کے مزارات پر جا کر مدد کے لیے پکارنا جائز ہے یعنی کیا ان سے حاجتیں پوری کروانا جائز ہے جیسے پکارنے والا پکارے یا داتا صاحب میری فلاں حاجت پوری فرمادیں یا میرے فلاں کام میں مدد کریں۔ کیا یہ جائز ہے؟

۲۔ کیا اولیاء کرام کی قبروں کو سجدہ کیا جا سکتا ہے یا اولیاء کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے؟

۳۔ جب بجلی چمکتی ہے تو عام طور پر کہا جاتا ہے "یا بابا شکر گنج، نہ رہے دکھ، نہ رہے رنج" کیا ایسا کہا جا سکتا ہے؟

مقصود احمد شیخ، طالبعلم بی اے۔ محلہ اترم کالونی، پوسٹ سٹریٹ گل روڈ گوجرانوالہ (پنجاب)

۷۸۶ الجواب: غیر اللہ سے مدد مانگنے کا ثبوت قرآنی آیات احادیث صحیحہ اور اقوال فقہا ومحدثین سے موجود ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے 'قال من انصاری الی اللہ قال الحواریون نحن انصار اللہ'۔ ترجمہ "حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا کہ کون ہے جو میری مدد کرے اللہ کی طرف سے حواری بولے کہ ہم مدد کریں گے اللہ کے دین کی"۔ یہاں فرمایا گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں سے خطاب کیا اور فرمایا میرا مددگار کون ہے؟ حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "والمومنون والمومنت بعضهم اولياء بعض"۔ ترجمہ "مومن مرد، مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں"۔ معلوم ہوا کہ مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں۔ تفسیر کبیر میں ہے سیدنا عبداللہ بن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے ''جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے اعینونی یاعباد اللہ یرحمکم اللہ'۔ ترجمہ اے اللہ کے بندوں میری مدد کرو اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

مسئلہ۔ اولیاء سے استمداد واستعانت محبوب ہے یہ مدد مانگنے والے کی مدد فرماتے ہیں۔(بہار شریعت حصہ اول)

مسئلہ۔ اولیاء اللہ کو دور ونزدیک سے پکارنا سلف صالحین کا طریقہ ہے (بہار شریعت) لہٰذا یاعلی مدد کہنا اولیاء کو دور ونزدیک سے پکارنا اور ان سے حاجتیں پوری کروانا یہ سب جائز ہے۔

۲۔ قبر کو بوسہ دینا بعض علماء نے جائز کہا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ منع ہے، قبر کو سجدہ کرنا منع ہے سجدہ تعبدی کہ صاحب قبر کو معبود سمجھ کر سجدہ کرے تو شرک ہے اور سجدہ تعظیمی حرام ہے گناہ کبیرہ ہے۔ سوال ۳ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ر رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

صحیح عقائد کی تبلیغ تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے

سوال: محترمی ومکرمی جناب مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیریت ہوں گے۔ درج ذیل مسئلہ پیش کررہا ہوں۔ کتب لائبریری اصول کے تحت میرا ذاتی ارادہ یہ ہے کہ علمائے اہلسنت کی تقاریر جو کیسٹوں کی شکل میں ہوں فرداً فرداً سننے کے لیے جاری کی جائیں کیونکہ آجکل ٹیلی ویژن اور وی سی آر کی بدولت مختلف خرافات تیزی کے ساتھ پھیل رہی ہیں۔ دلی خواہش ہے کہ اس طریقے سے اسکا تدارک ہوجائے۔ چنانچہ یہ منصوبہ بنایا ہے۔ آیا یہ طریقہ کار ازروئے شریعت صحیح ہے۔ آپ سے بصد ادب مشورہ کا ملتمس ہوں۔ طاہر راجپوت نصیر بک بائنڈنگ، نائن کا پڑ حیدرآباد ۱۱۱ اکتوبر ۱۹۷۸ء

۷۸۶ الجواب: صحیح عقائد کی تبلیغ تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ ہے لہٰذا اس صورت میں اگر عقائد صحیح کی ترویج واشاعت میں مددمل رہی ہے تو تقاریر علمائے اہلسنت کی تشہیر میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ر رجب ۱۳۹۹ھ

جنتیوں کی زبان عربی ہوگی اور دوزخیوں کی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: اہل جنت کی زبان عربی ہوگی۔ اور جہنم میں دوزخیوں کی کیا زبان ہوگی۔ بعض کہتے ہیں کہ دوزخیوں کی زبان افغانی ہوگی اور بعض کہتے ہیں کہ گدھے کی طرح چیخیں گے اور بعض کہتے ہیں کہ اہل جنت اور اہل جہنم کی زبان صرف عربی ہوگی لہٰذا مسئلہ کا شرعی حل بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔ بینوا توجروا

صوفی محمد عالم قادری، قلات، بلوچستان

۷۸۶ الجواب: علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب مستطاب الفتاوی الحدیثیہ میں مذکور ہے کہ منکر ونکیر، ہر صاحب قبر سے خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم زبان عربی میں سوال کریں گے اور احادیث میں یہ بھی وارد ہے کہ نفخ صور ثانی کے بعد تمام لوگوں

کی زبان سریانی ہوگی۔ اور احادیث کریمہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ اہل جنت کی زبان عربی ہوگی (صفحہ نمبر ۸) اور چونکہ اہل جنت کی زبان کا عربی ہونا عربی زبان کی مدح وستائش کے مقام پر وارد ہے اس لیے ظاہر ہے کہ اہل جہنم اس مبارک زبان کی لذت وچاشنی سے محروم رکھے جائیں گے پھر انہیں اپنے عذاب اور ان جانکاہ تکلیفوں سے اتنی فرصت ہی کہاں ہوگی کہ وہ زبان سے بات کرسکیں اور دل بہلاسکیں انہیں برائے نام جو آسائش حاصل ہوگی وہ جہنم میں داخل ہونے سے پہلے تو مقصود، اور انہیں لمحات میں سریانی زبان میں کلام کرنا محتمل لیکن جہنم میں تو وہ عذاب بالائے عذاب میں گرفتار ہوں گے اور زبان سے آوازیں بھی نکالیں گے تو وہی مہمل یعنی جانوروں کی لایعنی آوازوں کی مانند جیسا کہ قرآن میں وارد کہ گدھوں کی طرح مکروہ آوازیں انکے مونہوں سے نکلیں گی بہرحال یہ عالم آخرت کے حالات ہیں ہمیں وہ کام کرنے چاہئیں جو اس عالم میں ہمارے کام آئیں۔ ایسی بحثوں میں پڑنا عوام کا کام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۵ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

جو شخص چار گروہ (حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی) سے باہر ہوا وہ بدترین اہل بدعت میں سے ہے

سوال: قبلہ مفتی صاحب ایک شخص جو ارکان اسلام کا پابند ہے کچھ عرصہ قبل سنی کہلاتا تھا۔ اب خود کو ایک موحد مسلمان کہلانا شرف عزت سمجھتا ہے۔ اہل حدیث و دیوبندیوں کو زیادہ قریب اسلام سمجھتا ہے دیگران کی کتب ورسائل کو صحیح جان کر مطالعہ کرتا ہے۔ ان کے برخلاف اہلسنت والجماعت کو مجوسی، رافضی، بدعتی وغیرہ کہنا حق سمجھتا ہے۔ کہتا ہے کہ اویس قرنی کوئی بڑی شخصیت نہیں تھے، حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو شیر خدا کہنا غلط ہے۔ امام حسین حکومت کے لالچ میں کوفہ آئے تھے۔ یزید صالح شخص تھا۔ امیر المومنین اسے کہہ سکتے ہیں۔ امام حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نفس پرست تھے۔ صحیح خلفاء تین تھے امیر معاویہ کو حضرت علی پر فضیلت دیتا ہے۔ خدا کے نیک بندوں کی بندگی اپنی جگہ پر مگر وہ کسی کا کچھ نہیں سنوار سکتے۔ وہ کسی کی حاجت وغیرہ پوری نہیں فرماسکتے۔ مزارات پر جانا شرک ہے۔ نبی علم غیب نہ جانتے تھے۔ حضور ﷺ محض بشر تھے نور نہ تھے۔ نعت گوئی کی مخالفت کرتا ہے نذر ونیاز حرام کہتا ہے مگر میسر ہونے پر کھالیتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اللہ کا نام لیکر کھایا ہے۔ مروجہ ایصال ثواب کھانے پینے کے ڈھنگ ہیں۔ اور جب اسے پرانا وقت یاد دلاتے ہیں تو کہتا ہے اس وقت مجھے سمجھ نہ تھی۔
اب جبکہ گھر والے تمام کے تمام افراد سنی صحیح العقیدہ ہیں اس شخص کے ساتھ اس کے بیوی بچے وغیرہ کیا سلوک روا رکھیں؟

سعد اللہ بروہی، کوئٹہ

۷۸۶ الجواب: جو شخص ایسی بات کہے جس سے تمام امت کو گمراہ ٹھہرانے کی راہ نکلے وہ نہ صرف بدمذہب بلکہ یقیناً کافر ہے جیسا کہ قاضی عیاض نے اپنی کتاب شفا شریف میں ارشاد فرمایا اور شک نہیں کہ امت مسلمہ مرحومہ چار گروہ پر مجتمع ہے حنفی، شافعی، حنبلی، مالکی۔ ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی اور بدترین اہل بدعت سے ہے۔ (طحطاوی) اور جب اتنی بات آدمی کو جہنم کا مصداق بنادیتی ہے تو جو شخص وہ عقیدہ رکھے اور بے ہودہ بات زبان سے نکالے وہ یقیناً جمہور اہل علم اور فقہاء سواد

اعظم سے جدا ہوا اور بالیقین ایسی راہ چلا جو اسے جہنم میں لیجائے گی۔ اور اس بنیاد پر جو احترام کا مقام بحیثیت باپ کے اور شوہر کے حاصل تھا اس نے خود خاک میں ملا دیا جو بدنصیب اپنا رشتہ سواد اعظم اہلسنت سے توڑ کر وہابیوں خارجیوں یزیدیوں سے جوڑے اس نے خود ہی دین بیچ کر بے دینی کو خرید لیا اب اس کی، مسلمان پر کوئی تعظیم وتوقیر کی صورت نہ رہی بلکہ کہنا چاہیے کہ اس سے بیوی کا رشتہ زوجیت بھی ختم ہو گیا۔ جب وہ دین سے رسی تڑا چکا تو زوجیت کا رشتہ کہاں قائم رہا اس کی اولاد پر اس کا صرف اتنا حق ہے کہ اسے ایذا نہ پہنچائیں اور اس کے مقابلے پر نہ آئیں وہ بکواس کرے تو اس سے علیحدہ ہو جائیں جب یہ اسکی نہ سنیں گے آپ ہی خائب وخاسر ہو کر خاموش ہو جائیگا اور اس کے ساتھ رہنا سہنا کھانا پینا اس کی اطاعت وخدمت کرنا ان سے موقوف ہو گیا انہیں حق ہے کہ اس سے علیحدگی اختیار کر لیں مگر اسے ننگا بھوکا نہ رہنے دیں۔ پھر جب رشتہ زوجیت ختم تو حقوق زوجیت کہاں باقی۔ غرض یہ کہ ایسا شخص نہ صرف فاسق وفاجر بلکہ بددین، بدمذہب، گمراہ بلکہ اس کے یہ اقوال افعال اسے اسلامی برادری سے دور کرنے کے لیے کافی ہیں۔ نہ وہ اب واجب الاحترام ہے نہ لائق تعظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

نجومیوں اور مینا طوطے سے فال نکلوانا اپنے ایمان کو خراب کرنے کے مترادف ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان اسلام اس مسئلہ کے بیچ کہ: بعض لوگ بعض غیبی امور مثلاً قسمت یا گمشدہ چیز کا پتہ بعض نجومی لوگوں سے یا مینا طوطا وغیرہ کے ذریعہ سے معلوم کراتے ہیں اسکا شرعاً حکم کیا ہے کیا یہ معلومات شرعاً صحیح اور قابل وثوق ہیں یا نہیں؟ بینوا بالبرهان الفقه والفتاویٰ الحنفية، توجروا غلام مصطفیٰ، ٹنڈ و محمد خان

۷۸۶ الجواب: نجومی ہوئے، رمال ہوئے، جفار ہوئے کہ اپنے جھوٹے سچے علم نجوم یا رمل وجفر سے فال نکالنا اپنے ذریعہ معاش بنائے بیٹھے ہیں اور لوگوں کو فریب میں مبتلا رکھنا ان کا وطیرہ ہے ان کے پاس جانا ان سے قسمت کا حال اور غیب کی باتیں معلوم کرنا زمانہ جاہلیت کا دستور ہے اور مشرکین عرب کا معمول ہے۔ قرآن کریم نے وان تستقسموا بالا زلام فرما کر ان سب طریقوں کو ناجائز وحرام وگناہ قرار دیا ہے ان کے پاس جا کر انکی باتیں سننا بھی گناہ وحرام ہے اور انکی باتوں پر یقین کر لینا اپنے ایمان وعقیدہ کو تباہ کرنے کے برابر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ ربیع الاول ۱۴۰۳ھ

کوئی غیر مسلم مسلمانوں کی مسجد میں آ کر عبادت نہیں کر سکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ: میرپور خاص سبزی وفروٹ منڈی میں آڑھتی قادیانی کی دوکان ہے یہ قادیانی مسلمانوں کی مسجد میں آ کر اپنی نماز پڑھ لیا کرتا تھا جو جماعت ہو جاتی اس کے بعد آ کر اپنی نماز پڑھا کرتا تھا چند نمازیوں نے قادیانی کے مسجد میں آنے جانے پر اعتراض کیا۔ مسجد کی کمیٹی کے ایک رکن نے قادیانی کو سمجھا بجھا کر مسجد میں آنے سے روک دیا۔ اسکے بعد دو ایک نمازیوں نے اس واقع کو اخلاقی مروت کے خلاف قرار دیتے

ہوئے کہا کہ اگر قادیانی ہماری جماعت ختم ہونے کے بعد آ کر اپنی نماز ادا کرتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔آپ سے مؤدبانہ عرض ہے کہ اس مسئلہ میں ہماری رہنمائی فرمائیں کہ آیا اس قادیانی کے مسجد میں آنے پر اعتراض درست ہے یا یہ کہ وہ آ کر اپنی نماز پڑھ جایا کرے۔ حافظ عبدالحمید، میر پور خاص

۷۸۶ الجواب: لا اله الا الله محمد رسول الله ﷺ حضور ﷺ کے بعد جو کسی کو نبوت ملنے کا قائل ہو وہ تو مطلقاً کافر و مرتد ہے اگرچہ کسی ولی یا صحابی کے لیے مانے۔قال الله تعالیٰ ولکن رسول الله و خاتم النبین۔و قال رسول الله ﷺ انا خاتم النبین لا نبی بعدی۔لیکن قادیانی تو ایسا مرتد ہے جسکی نسبت تمام امت مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ اسکے عقیدہ کفریہ پر مطلع ہو کر جو اسکے کافر ہونے میں ادنیٰ شک کرے وہ خود کافر و مرتد ہے والعیاذ باللہ اور جب وہ کافر و مرتد ہے اسکے ساتھ رواداری اور اخلاقی مروت چہ معنی دارد۔مسلمان جس طرح کسی غیر مسلم کو اپنی مسجد میں آ کر پوجا پاٹ کی اجازت نہیں دے سکتا اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر شدت برتنا اس قادیانی کے مقابل ہر مسلمان پر فرض، صاحب ایمان پر لازم ہے۔علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ ہر موذی کو اگرچہ اپنی زبان سے مسلمان کو ایذا دے مسجد میں آنے سے روکا جائے گا (درمختار وغیرہ) تو ایسے فتنہ پروروں کی رعایت مروت قطعاً قرآن و حدیث اور خدا و رسول کے احکام کے برخلاف ہے مسلمانوں پر فرض فرض ہے کہ اسے بزور بازو اپنی مسجد میں آنے سے روک دیں اور اس عذاب سے ڈریں جو ان کی طرف ادنیٰ میلان سے مہیا کیا جائے گا۔ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ رذیقعدہ ۱۴۰۲ھ

سرکار دو عالم ﷺ کے چچاؤں کا ایمان اور آپ کے والدین کریمین کا ایمان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ

۱۔نبی کریم ﷺ کے بارہ چچاؤں میں سے کون کون سے چچا ایمان لائے اور کتنے چچا ایمان نہیں لائے؟ ہر ایک کا نام ہونا چاہیے۔دلائل سے جواب دیں۔

۲۔نبی ﷺ کے دادا ابا، والد، یا والدہ ایمان لائے یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: حضور ﷺ کے اعمام میں حضرت امیر حمزہ و حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ایمان ثابت ہے۔باقی کا ایمان لانا فقیر کے علم میں نہ آیا اور ابو طالب کا ایمان بھی ثابت نہیں بلکہ بخاری و مسلم کی روایت میں ہے۔حضور ﷺ نے ابو طالب کے متعلق فرمایا وجدته فی غمرات من النار فاخرجته الی ضحضاح منها۔میں نے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو کھینچ کر ٹخنوں تک کی آگ میں کر دیا۔واللہ اعلم

۲۔حضرات والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا انتقال عہد اسلام سے پہلے تھا اس وقت تک وہ صرف اہل توحید و اہل لا اله الا الله تھے بعدہ رب العزت جل جلالہ نے اپنے نبی کریم ﷺ کے صدقے میں ان پر نعمت کے لیے اصحاب کہف کی

طرح انہیں زندہ کیا کہ نبی کریم ﷺ پر ایمان لا کر صحابیت پا کر آرام دیا۔ امام ابن حجر مکی نے افضل القویٰ میں ارشاد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے سلسلہ میں جس قدر آباء وامہات آدم وحوا علیہم السلام تک ہیں ان میں کوئی کافر نہ تھا اور حضور کے والدین کریمین حضرت آمنہ اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اہل جنت ہیں یہی قول حق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ربیع الاخر ۱۳۹۴ھ

کسی شیعہ، غیر مسلم مرتد کو مسجد میں جلسے کی اجازت دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق کہ: ہم اہلسنت والجماعت کی جامع مسجد امریکن کوارٹر میں بعض شیعہ حضرات ولادت امام مہدی کے سلسلہ میں ایک جلسہ کرنا چاہتے ہیں لہٰذا ہم کارکنان مسجد اس جلسہ کی مسجد میں اجازت از روئے شرع مطہرہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟

ارا کین مسجد نماز کمیٹی، امریکن کوارٹر حیدر آباد، ۱۳ ار اپریل ۱۹۵۵ء

۷۸۶ **الجواب:** شیعہ تین قسم کے ہیں۔ اول غالی کہ منکر ضروریات دین ہوں مثلاً قرآن مجید کو ناقص بتائیں یا بیان عثمانی بتائیں یا امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم خواہ دیگر ائمہ اطہار کو انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم خواہ کسی ایک نبی سے افضل جانیں یا حضور پرنور سید المرسلین ﷺ پر تبلیغ دین متین میں تقیہ کی نسبت رکھیں **الی غیر ذالك من الكفريات** یہ لوگ یقیناً قطعاً اجماعاً کافر مطلق ہیں اور ان کے احکام مثل مرتد۔ فتاویٰ ظہیریہ وفتاویٰ ہندیہ وحدیقہ ندیہ میں ہے **احكامهم احكام المرتدين**۔ آجکل کے اکثر بلکہ تمام روافض تبرائی اسی قسم کے ہیں۔ دوم تبرائی کہ عقائد کفریہ اجمالیہ سے اجتناب اور صرف سب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ارتکاب کرتے ہیں اور ان میں سے منکران خلافت شیخین اور انہیں برا بھلا کہنے والے، فقہائے کرام کے نزدیک کافر ومرتد ہیں۔ **نص عليه فی الخلاصة والهنديه و غيرهما**۔ مگر مسلک محققین قول متکلمین ہے کہ یہ بدعتی، ناری جہنمی کے القاب اور بلاشبہ لعنت الٰہی کے مورد ہیں۔ سوم تفضیلی کہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو خیر سے یاد کرتے ہیں خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی امامت کو حق جانتے ہیں مگر صرف امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرات شیخین سے افضل مانتے ہیں انہیں اگرچہ کفر سے کچھ علاقہ نہیں مگر بد مذہب بددین بدعتی ضرور ہیں، اور مرتدین وکفار تو مرتدین وکفار ہیں۔ بد مذہبوں کے ساتھ کوئی علاقہ دوستی وصورت پیدا کرنا حرام اور سخت گناہ اور ان سے دور بھاگنا لازم وضروری ہے نہ کہ اپنے ارادہ واختیار سے انہیں اپنی مساجد میں آنے دینا نہ صرف آنے دینا بلکہ انہیں اپنے کفریات وضلالات کی تبلیغ کے لیے میدان وسیع کر دینا نہ صرف اپنے بلکہ عوام اہلسنت وجماعت کے دین وایمان کو بگاڑنا و خراب کرنا ہے اور کچھ نہ ہو تو مسلمانوں کو ایذا پہنچانا ضرور ہے اور مسلمانوں کو ایذا دینا حرام وسخت حرام ہے۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جس کو گندہ دہنی کا عارضہ ہو یا کوئی بدبودار زخم ہو یا کوئی دوا بدبودار لگائی ہو تو جب تک بو منقطع نہ ہو اس کو مسجد میں آنے کی ممانعت ہے (ردالمحتار وغیرہ) بلکہ خود حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو شخص اس بدبودار درخت (کچا لہسن

پیاز) کو کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے کہ ملائکہ کو اس سے ایذا ہوتی ہے۔ (بخاری و مسلم) یو ہیں جو شخص لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو وہ مسجد سے روکا جائیگا۔ (درمختار و ردالمحتار وغیرہما) اور شک نہیں کہ بدمذہبوں اور بددینوں سے یقیناً مسلمانوں کو ایذا ہوتی ہے، نہیں نہیں بلکہ یہ لوگ اللہ و رسول ﷺ اور ان کے محبوبوں کو ایذا دیتے ہیں لہٰذا ان کو مسجد میں آنے اور پھر یہاں اپنے عقائد باطلہ کی تبلیغ کی اجازت ہرگز ہرگز نہیں دیجا سکتی جبکہ سوال ظاہر کرتا ہے کہ اس جلسہ کی بنیاد ہی ایسے مسئلہ پر ہے جس میں حضرات اہلسنت و جماعت کثرہم اللہ تعالیٰ کو ان شیعوں سے اختلاف ہے۔ اراکین مسجد اگر ایسے جلسہ کو کرنے کی اجازت مسجد میں دیں گے تو خود ہی مستحق و مورد عتاب الٰہی ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰/ شعبان ۱۳۷۴ھ

بدمذہب سے دوستی رکھنا کیسا ہے؟

سوال: عارج معارج جبروت، واقف مواقف لاہوت سیدنا و مولانا مفتی صاحب مدظلہ

بعد اسلمہ وافرہ و تحیہ متکاثرہ واضح باد

در گلستان مولنا پیغمبر سخن سعدی رحمۃ اللہ علیہ مے فرمایند کہ۔

شنیدم کہ مردان راہِ خدا دلِ دشمناں ہم نکر دند تنگ

بنا بر آں لہابی زید را لقب دادن چگونہ ناروا ست؟ کرم فرمودہ پاسخ بدہید۔ ازیں طرف نشو و قطرہ ز دریا کم، وزیں طرف بر سد نشد بدریا۔ احقر الناس بندہ مصطفی، میراں محمد شاہ جیلانی

۷۸۶ **الجواب:** قال اللہ تعالیٰ واما ینسینك الشیطن فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ اور اگر شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ کہ بدمذہب سے زیادہ ظالم کون ہے۔ وقال اللہ تعالیٰ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ۔ اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو اور بدمذہبی ہلاکت حقیقی ہے۔ اسی لیے احادیث کریمہ میں بدمذہب سے دور بھاگنے کا حکم دیا گیا۔ ایا کم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ گمراہوں سے دور بھاگو انہیں اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں بہکا نہ دیں کہیں وہ تمہیں فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (رواہ مسلم) ایک اور حدیث شریف میں ہے ایاك و قرین السوء فانك بہ تعرف۔ برے ہم نشینو سے دور بھاگ کہ تو انہیں کے ساتھ شمار ہوگا۔ (ابن عساکر) علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ حکم المبتدع البغض و العداوۃ والاعراض عنہ والاھانۃ والطعن واللعن۔ بدمذہب کے لیے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں روگردانی کریں اسکی تذلیل و تحقیر بجالائیں اس سے لعن طعن سے پیش آئیں۔ (مقاصد و شرح مقاصد للعلامہ تفتازانی) ان آیات و احادیث و اقوال علماء کے ہوتے ہوئے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کو سند بنانا کسی ایسے ہی کا کام ہوسکتا ہے کہ یا تو احکام شرع سے ناواقف ہے یا براہ فریب عوام کو ورغلاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶/ محرم الحرام ۱۳۷۸ھ

تقدیر کے معاملات میں غور وفکر کرنا ہلاکت کا باعث ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں

ا۔ایک صاحب محمد الیاس فرماتے ہیں کہ حدیث پاک میں ہے کہ بچہ جب ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو فرشتہ جو کہ رحم پر مقرر ہے۔اسکی تقدیر میں چار باتیں لکھ جاتا ہے۔

(i) اجلہ اسکی موت۔ (ii) رزقہ اسکا رزق۔

(iii) شقی بدبخت۔ (iv) سعید نیک بخت ہونا۔

یہ چار باتیں لکھ جاتا ہے ہر بچہ کی تقدیر میں تو اب سوال یہ ہے کہ رزق اسکا وہی ملتا ہے جو اسکی تقدیر میں ہے یا اعمال کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے اور کم ہو جاتا ہے۔کیا آدمی اس تحریر کے ساتھ مجبور ہے یعنی اسکی تقدیر میں نیک ہونا لکھا ہے تو وہ بدکام نہیں کرسکتا ہے۔یا بد ہونا لکھا ہے تو وہ نیک کام نہیں کرسکتا ہے۔اگر ایسا ہے تو ثواب وعذاب کا کیا سوال رہا۔اور اعمال کا کیا سوال رہا۔پھر تو آدمی مجبور ہوا۔اور کیا ہر کام برا یا اچھا اللہ کے حکم سے ہر آدمی کرتا ہے۔

۲۔کیا ہر شے ناطق ہے اور اس میں جان ہے۔سنتی اور سمجھتی دیکھتی ہے۔کیا مندرجہ ذیل آیات سے یہ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

قالوا انطقنا الله الذی انطق کل شئی۔

(۲)وان من شئی الا یسبح بحمدہ۔

(۳)فقال لھا وللارض ائتیا طوعا او کرھا قالتا اتینا طائعین۔

ان آیات سے یہ باتیں بالکل واضح ہوتی ہیں۔ نور محمد شاہ جہانپوری، محلہ پریم نگر ٹنڈوالہیار

۷۸۶ الجواب: قضاء وقدر کے مسائل وعلم عام عقلوں میں نہیں آسکتے ان میں زیادہ غور وفکر کرنا سبب ہلاکت ہوتا ہے۔ صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرتے تھے منع فرمائے گئے تو ہم کس گنتی میں ہیں، اتنا سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو مثل پتھر اور دیگر جمادات کے بے حس وحرکت نہیں پیدا کیا اس کو ایک نوع اختیار دیا ہے کہ ایک کام چاہے کرے چاہے نہ کرے اور اسکے ساتھ ہی عقل بھی دی ہے کہ بھلے برے نفع نقصان کو پہچان سکے اور ہر قسم کے سامان مہیا کئے ہیں کہ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے اسی قسم کے سامان مہیا ہو جاتے ہیں اور اسی بناء پر اس پر مواخذہ ہے اپنے آپ کو مجبور یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی ہیں۔

۲۔ہاں بے شک ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتقدیس کرتی ہے اور محض دیکھتی ہے اور یہ کہ کیسے اور کیونکر اس کا جواب خود قرآن کریم نے دیا کہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام مبارک کی بجائے القاب سے یاد کرنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو صرف یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہنا کیسا ہے؟ بینوا توجروا حکیم اظہار حسین، جوہر کالونی لطیف آباد ۱۲

۷۸۶ الجواب: آیہ کریمہ لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضا کے تحت علمائے کرام قدیم سے یہ تحریر فرماتے چلے آرہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نام مبارک سے ندا کرنا جائز نہیں۔ ہاں ندا کے موقع پر یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بجائے یارسول اللہ۔ یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ الفاظ تعظیم وتوقیر استعمال کیے جائیں پھر یہ حکم کسی زمانہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔

صاوی شریف میں ارشاد فرمایا واستفید من الایة انه لا یجوز نداء النبی بغیر مایفید التعظیم لا فی حیاته ولا بعد وفاته۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ر ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

نابالغ اگر ایصال ثواب کرے تو درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درمیان مسئلہ مندرجہ ذیل کے، کہ: ایک عالم صاحب فرماتے ہیں کہ نابالغ لڑکوں سے قرآن شریف ودیگر ایصال ثواب کا کام کرانے کے بعد انکے والدین سے اجازت لینا شرط ہے کیونکہ بچے مکلف شرع نہیں۔ اس لیے اسکا ثواب والدین کو ملتا ہے اس لیے والدین سے اجازت لینا شرط ہے ورنہ ایصال ثواب جس کے لیے کررہے ہیں وہ مرحوم کو حاصل نہیں ہوگا۔ یہ کس حد تک درست ہے؟ بصراحت جواب عنایت فرمائیں۔ بابو محمد شفیع، گاڑی کھاتہ

۷۸۶ الجواب: امام اہلسنت اعلیٰحضرت مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاوٰی میں فرمایا کہ نابالغ نے کچھ پڑھ کر یا کوئی نیک عمل کر کے اس کا ثواب مردے کو پہنچایا تو انشاء اللہ تعالیٰ پہنچے گا۔ یہ ہی قول بہار شریعت میں منقول ہے اب جو اس کے خلاف کہتا ہے تو کسی معتبر کتاب سے ثبوت لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

جو شخص علماء حق کو دین میں فتنہ برپا کرنے والا کہے اس کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ: زید جو اپنے آپکو سنی عالم کہلاتا ہے اور ایک مسجد کی امامت بھی کرتا ہے اس نے اپنی تقریر میں اپنے علماء یعنی علمائے اہلسنت کو کہا کہ یہ علماء، دین میں فتنہ برپا کرنے والے ہیں یعنی مسائل مختلف فیہ بیان کرتے ہیں۔ اور کہا کہ خدا کے ہاں یہ سوال نہیں ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور تھے یا بشر تھے یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا یا نہیں تھا یا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ باغی تھے یا حق پر تھے یا حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے متعلق کیا خیال تھا بلکہ خدا کے یہاں صرف عمل پوچھا جائے گا اور سب سے اول پرسش نماز کی ہوگی۔ زید کا یہ بیان ازروئے

شریعت مطہرہ کیسا ہے اور زید کا اپنے آپ کو سنی ظاہر کرنا صحیح ہے یا نہیں اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

علی حسین انصاری، لطیف آباد ۱۲، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **اترغبون عن ذکر الفاجر متی یعرفه الناس اذکروا الفاجر بما فیه یحذر الناس**۔ کیا فاجر کو برا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ انہیں کب پہچانیں گے فاجر کی برائیاں بیان کرو لوگ اس سے بچیں۔ صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں ممبر بچھایا کرتے تھے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رد فرماتے۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ علم دین اور علمائے دین کی توہین بے سبب یعنی اس وجہ سے کہ یہ عالم علم دین ہے۔ ''کفر ہے'' تو جو شخص علمائے اہلسنت کو کہ دراصل یہی علمائے دین ہیں دین میں فتنہ برپا کرنے والا کہے وہ عالم ہونا در کنار سنی کہلانے کا بھی مستحق نہیں نہ وہ امامت کا اہل ہے، اس پہ لازم ہے تو بہ صحیحہ شرعیہ کرے اور اگر اپنی ان حرکات سے باز نہ آئے تو مسلمان اسے امامت سے معزول کر دیں اور بے تعلق ہو جائیں۔ و قال اللہ تعالیٰ **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین**۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

اچانک موت کیا حرام کی موت ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: اگر ایک شخص کا انتقال حرکت قلب بند ہو جانے سے ہو جائے تو بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ حرام موت ہے تو کیا یہ صحیح ہے؟ **بینوا توجروا** سید فرحت حسین، لطیف آباد نمبر ۶

۷۸۶ الجواب: آدمی کا عقیدہ یا عمل درست نہیں تو ناگہانی موت، غضب الٰہی کی موت ہے۔ مرنے والے کو اتنی بھی مہلت نہ دی گئی کہ وہ اپنی بدعقیدگی سے توبہ کرتا اور اس کے لیے توشہ آخرت مہیا ہوتا۔ ایمان کے تمام نتائج اخروی اسی آخری گھڑی پر مرتب ہیں کہ اعتبار خاتمہ ہی کا ہے اور شیطان لعین ایمان کی تاک میں ہے جسے اللہ تعالیٰ اسکے مکر سے بچائے اور ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائے وہ مراد کو پہنچتا ہے پھر بھی کسی مرد مسلمان صحیح العقیدہ کے لیے جو بدعمل رہا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ناگہانی موت سے وہ حرام موت مرا۔ اس لیے مسلمان اگرچہ کیسا ہی بدعمل ہو بشرطیکہ بدعقیدہ نہ ہو ناگہانی موت سے مر جائے تو اسکی نماز جنازہ ادا کی جائیگی۔ اور بد مذہب بددین کی تو کسی حالت میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

اللہ و رسول کے نام، کلمہ طیبہ کی بے حرمتی کرنے والے کے بارے میں شرعی حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص نے مسجد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک کے نقشہ مبارک کو حرام قرار دیا۔ اور ایک کیلنڈر جو کہ مسجد میں لگا ہوا تھا اور اس پر یا اللہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ کلمہ طیبہ چھپا ہوا تھا جو کہ پنکھوں کی ہوا سے ہل کر نیچے گر گیا اسکو مذکور شخص نے اٹھا کر پڑھا اور توڑ موڑ کر کھڑکی سے باہر پھینک دیا۔ برائے کرم قرآن

اور حدیث کی روشنی میں جلد از جلد جواب عنایت فرمائیں۔

قاری محمد بشیر احمد چشتی، خطیب پولیس ٹریننگ اسکول شہداد پور، ضلع سانگھڑ، ۶ ستمبر ۱۹۶۶ء

۷۸۶ **الجواب:** نقشہ روضہ مبارکہ کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں اس کا جواز اجماعی ہے۔ ائمہ مذہب نے اس کے جائز ہونے کی تصریحیں فرمائیں اکابردین واعاظم معتمدین نے مزار مقدس اور اسکے متصل نعل اقدس کے نقشے بنائے اور ان کی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے۔ دلائل الخیرات کہ مشارق ومغارب میں ہمیشہ پڑھی جاتی ہے اور تقریباً پانچ سو سال سے تمام جہان کے علماء واولیاء وصلحا کا وظیفہ دین وایمان رہی ہے اس میں بھی روضہ مبارکہ کا نقشہ ہمیشہ سے موجود چلا آیا ہے تو کیا یہ نامراد نہ صرف دلائل الخیرات بلکہ ان تمام کتابوں کے اوراق چاک کر ڈالیگا جن میں روضہ مبارکہ کے نقشہ کو پاس رکھنے اور اس سے برکتیں حاصل کرنے کا ذکر اہتمام سے کیا گیا ہے۔

بالجملہ مزار مقدس کا نقشہ ہر قرن اور ہر طبقہ کے علماء نے معمول ورائج رکھا ہمیشہ اکابر اس سے تبرک کرتے اور اسکی تعظیم وتکریم کرتے آئے ہیں تو اب اسے بدعت شنیعہ وشرک وحرام نہ کہے گا مگر جاہل، بے باک، یا گمراہ، بددین، مریض القلب، ناپاک، والعیاذ باللہ۔ پھر یہ گفتگو صرف نقشہ مزار مبارک میں ہے جبکہ اس شقی القلب نے یہ بھی نہ دیکھا کہ اس نقشہ پر کلمہ طیبہ اور خدا، ورسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام بھی ہیں اور اس کے اس فعل سے یقیناً اسماء طیبہ کی توہین واہانت ہے جو کفر ہے۔ مسلمان ایسے ناپاک کو مسجد میں آنے سے روکیں تا آنکہ وہ اپنے اس عقیدہ باطلہ سے توبہ کرے اور فتنہ انگیزی سے باز آئے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ

اللہ، رسول، کتب، ختم نبوت، اور اسلام کی حقانیت پر یقین۔ مسلمانی کی سند ہے

تصدیق نامہ

سوال: جناب مفتی صاحب دار الافتاء دار العلوم احسن البرکات عظمہ اللہ تعالیٰ فی العالمین

مندرجہ ذیل اشخاص ایمان کے متعلق مفصلہ ذیل نکات پر ایمان رکھتے ہیں تو آپ جناب سے یہ التجا ہے کہ آپ اس بات کی تصدیق فرمادیں کہ: ازروئے شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم متذکرہ ذیل اشخاص مسلمان ہیں یا کون ہیں؟

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمدا عبده و رسوله، ہم سب اللہ تعالیٰ کے غیب پر ایمان رکھتے ہیں، نمازیں قائم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس کے دیئے ہوئے مال میں سے (یتامی، مساکین، غریب بیواؤں اور تعمیر مسجد مدرسہ وغیرہ) میں حسب توفیق خرچ کرتے ہیں۔ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا اس پر بھی اور جو کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے نازل ہوا اس پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں، ایمان مجمل ایمان مفصل پر بھی پورا پورا ایمان رکھتے ہیں، ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں

کہ حضرت محمد ﷺ افضل الانبیاء خاتم النبیین ہیں جیسا کہ حضور ﷺ نے خود فرمایا۔ انا خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ آپ کے بعد آپ کی حد عبور کر کے اگر کوئی نبی یا مصلح ہونے کا دعویٰ کرے تو ہم اسکو مرتد کافر ملعون غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ ہم وہ عقیدت مند افراد مندرجہ ذیل ہیں۔ فتویٰ درکار ہے۔

۱۔ سید بشیر احمد شاہ ولد سید محمد اسماعیل شاہ ۲۔ جبین بی بی عرف محبوبہ زوجہ سید بشیر احمد شاہ

۳۔ سید منیر احمد شاہ ولد سید بشیر احمد شاہ ۴۔ سعیدہ امت الکریم بنت سید بشیر احمد شاہ

۷۸۶ الجواب: اسلام کی حقانیت خدا تعالیٰ کی وحدانیت، حضور ﷺ کی رسالت اور ختم نبوت پر ایمان اور اس کا اقرار کہ اسلام میں جو کچھ ہے وہ حق ہے، مسلمان ہونے کی سند ہے۔ اور نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہا ارکان اسلام پر عمل، ان کے اسلام کی تائید وتصدیق ہے۔ ایسے لوگوں کو مسلمان ہی کہا جائیگا مسلمان ہی مانا جائیگا جب تک وہ ضروریات دین میں سے کسی ضروری بات کا انکار نہ کریں اور سنی ہی کہا جائیگا جب تک ضروریات مذہب اہلسنت میں سے کسی ضروری امر کے منکر نہ ہوں۔ آخر جو لوگ انہیں متہم کرتے ہیں وہ کس بنیاد پر وجہ معلوم ہو تو جواب دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ رمحرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسلمان میّت کے لیے دعائے مغفرت کرنا/نماز جنازہ سے قبل ولی کی اجازت نماز کے بعد مصافحہ/امام کا مصلیٰ امامت پر ہی بقیہ نماز ادا کرنا

سوال: محترم مولانا مفتی خلیل خان صاحب، السلام علیکم

بعد ثنائے حمد باری تعالیٰ بندہ مسلم ذیل میں تحریر کردہ چند مسائل شریعت محمدی ﷺ کی روشنی میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ آیا یہ خلاف سنت ہیں یا نہیں؟

۱۔ بعد نماز جنازہ کے ہاتھ اٹھا کر میت پر دعا کرنا۔ اور مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا۔

۲۔ نماز جنازہ کی ادائیگی سے قبل اہل خانہ سے اجازت طلب کرنا۔

۳۔ سلام کے بعد امام کا مقتدیوں سے مصافحہ کرنا کیا یہ بدعت نہیں ہے۔

۴۔ فرض نماز کے بعد امام کا مصلیٰ نہ چھوڑنا اور بقیہ نماز وہیں ادا کرنا۔

۵۔ امام کا سیدھے کھڑے ہو کر نماز کا ادا نہ کرنا اور بار بار ایک پاؤں سے دوسرے پاؤں پر سہارتا کھڑے ہو کر نماز پڑھانا۔

۶۔ خطبے سے پہلے مذہبی مسائل اور سیرت پاک ﷺ بیان کرتے وقت روسٹرم کے سہارے کھڑے ہو کر تمام وقت پاؤں پر پاؤں رکھ کر کھڑے رہنا۔

۷۔ تہجد گذار کی رات کو آنکھ نہ کھلے اور وتر چھوٹ جائیں تو ان کی ادائیگی کس وقت کی جائے۔

مندرجہ بالا مسائل کے جوابات آسان اور سادہ اردو میں دیے جائیں تو عین نوازش ہوگی۔ امید ہے کہ مسائل کا حل فقہ حنفیہ

کے تحت ہی ہوگا۔ آغا صفدر علی خان، لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: (۱)۔ اہلسنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے کہ مسلمان مُردوں کے لیے دعا محبوب اور شرعاً مطلوب ہے۔ اور اس میں کسی زمانہ وقت و موقع کی تخصیص نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب و مشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز و ممنوع۔ جس وقت بھی دعا کیجئے حکم شرع کی تعمیل ہوگی۔ تو اس میں نماز جنازہ سے قبل، نماز جنازہ کے بعد، اس سے متصل یا وقفہ کے ساتھ، سب اوقات داخل ہیں۔ البتہ دعا کو طول نہ دیں مختصر دعا پر قناعت کریں۔ رہا دعا میں ہاتھ اٹھانا تو وہ آداب دعا ہے۔ ہاں نماز کی سی ہیئت و صورت میں، بدستور صفیں باندھے وہیں کھڑے ہوئے دعا نہ کریں تاکہ عوام الناس اسے بھی نماز جنازہ کا جزو نہ سمجھیں۔ دائیں بائیں ہٹ جائیں اور مختصر دعا بجالائیں تو اس میں زندوں اور مردوں ان شاء اللہ تعالیٰ دونوں کا فائدہ ہے۔ (الفتاویٰ الرضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی و گناہ ہے خواہ میت مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض۔ کہ حدیث شریف میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲)۔ نماز جنازہ میں امامت کا حق ولی کو دیا گیا ہے۔ اور ولی امامت کا اہل نہ ہو تو اس سے اجازت لیکر ہی کوئی دوسرا مسلمان نماز پڑھا سکتا ہے۔ (درمختار) اجازت اسی بناء پر لی جاتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳)۔ نماز عصر و فجر کے بعد مسلمانوں کا باہم مصافحہ کرنا جائز ہے۔ اسے بدعت کہہ کر خواہ مخواہ مسلمانوں کو وبال میں نہ ڈالیں۔ کیونکہ اصل مصافحہ ہے تو کسی وقت بھی کیا جائے جائز ہے جب تک شرع سے ممانعت نہ ہو۔ (ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴)۔ مُصلّے پر بھی جائز ہے اور جگہ بدلنا بھی جائز ہے۔ اور اس کے بعد نماز نہ ہو تو سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام داہنے یا بائیں طرف مڑ جائے اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بھی بیٹھ سکتا ہے جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو۔ (حلیہ ذخیرہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵)۔ بحالت قیام کبھی دائیں پاؤں پر اور کبھی بائیں پاؤں پر زور دینا سنت ہے جسے شرع میں تراوح کہتے ہیں۔ (حلیہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۶)۔ بلا عذر شرعی امام ایسا کام نہ کرے کہ اس پر اعتراضات کا دروازہ کھلے اور انگلیاں اٹھیں۔ اور نہ مقتدیوں کو یہ چاہیے کہ وہ بلا تحقیق امام پر اعتراض کرنے لگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷)۔ قضاء نماز صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے بھی پڑھی جاسکتی ہے اور بعد میں بھی۔ مگر تنہائی میں ادا کریں کہ کوئی مطلع نہ ہو۔ ہاں اوقات ممنوعہ میں آپ ہی ممنوع ہے۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

ضروریات دین کا منکر کافر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: بعض حضرات جو کہ ضروریات دین کے منکر ہیں اور معاذ اللہ صحابہ کی شان میں تبرا کرتے ہیں۔ان وجوہات کی بناء پر انہیں کافر کہا جاسکتا ہے یا نہیں؟ مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ نور محمد، ٹنڈوالہیار

۷۸۶ الجواب: آج کل عام روافض تبرائی خذلھم اللہ تعالیٰ،عقائد کفریہ رکھتے ہیں۔ان میں کم کوئی ایسا نکلے گا جو قرآن مجید میں سے کچھ گھٹ جانا نہ مانتا اور حضرت امیر المومنین مولائے مسلمین علی المرتضیٰ وباقی ائمہ اطہار کرم اللہ وجوھھم کو حضرات انبیائے سابقین علی نبینا الکریم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل نہ جانتا ہو اور یہ دونوں عقیدے کفر خالص ہیں۔تو آج کل تبرائی رافضیوں میں کسی ایسے شخص کا ملنا جسے ضعیف طور پر بھی مسلمان کہہ سکیں شاید ایسا ہی دشوار ہوگا جیسے حبشیوں زنگیوں میں چمپئی رنگت کا آدمی۔یا سفید رنگ کا کوا۔ایسے رافضیوں کا حکم بالکل مثل حکم مرتدین ہے۔کما صرح فی الظھیریہ والھندیہ والحدیقۃ الندیہ وغیرھا من الکتب الفقیھۃ۔مسئلہ کی تحقیق کے لیے ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رضویہ۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲؍ربیع الاول سن ۱۴۰۳ھ

مرتد کی جانب سے زمین مسجد کے لیے وقف کر دینا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک مرتد قادیانی اپنی ذاتی ملکیت پلاٹوں کی شکل میں مسلمانوں کو فروخت کرتا ہے اور مسلمانوں کے اصرار پر کچھ حصہ زمین مسجد کے لیے وقف کر دیتا ہے۔اب وقف زمین پر مسلمان مسجد کی تعمیر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ شرعاً بموجب فقہ حنفیہ کے،فتویٰ صادر فرمائیں۔

فیض محمد شیخ دستگیر کالونی شورو،ضلع نوابشاہ ۱۸ ربیع الاول ۱۴۰۳ھج

۷۸۶ الجواب: قادیانی تو ایسے کافر ومرتد ہیں کہ جو ان کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر انہیں مسلمان جانے یا کافر ومرتد نہ مانے تو وہ خود کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہے۔اور جبکہ قادیانی مرتد ہے تو اس کا وقف بھی صحیح نہیں۔عامۂ کتب میں ہے کہ مرتد نے زمانہ ارتداد میں وقف کیا تو یہ وقف موقوف ہے۔اگر وہ اسلام کی طرف ہوا اور قادیانیت سے توبہ کر لی تو وقف صحیح ہے ورنہ باطل۔(عالمگیری) اب کہ مسلمانوں کا اس زمین پر قبضہ ہے تو وہ اسکی توبہ کا انتظار کریں بلکہ اس سے توبہ صحیحہ کرائیں۔ اگر وہ قادیانیت سے توبہ کر لے فبہا۔اور اگر وہ اسی حال پر مرجائے تو کہا جائے گا کہ مال موذی نصیب غازی۔پھر مسلمان اس پر مسجد تعمیر کر لیں اور امید رکھیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ مسجد شرعاً بھی مسجد ہوگی اور اس میں نماز پڑھنا بھی درست ہوگا۔ہاں اگر اس کا قوم مسلمین پر احسان جتانے کا اندیشہ ہو تو اب اس مرتد کا احسان نہ لیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹؍ربیع الاول سن ۱۴۰۳ھ

بدعقیدہ کو اپنا امام بنانے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اہلسنت و جماعت اس شخص کے بارے میں کہ: جو کھڑے ہو کر سلام نہ پڑھے۔ اور کہنے پر یہ جواب دے کہ یہ سلام پڑھنا نہ سنت ہے نہ فرض اور کھڑے ہو کر تعظیماً سلام پڑھنے کا قائل بھی نہ ہو۔ کیا مذہب اہلسنت کے نزدیک ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ محمد رمضان، عمر کوٹ

۷۸۶ الجواب: مولیٰ عزوجل توفیق دے تو منصف مزاج، انصاف پسند کے لیے اسی قدر کافی ہے کہ یہ فعل مبارک، اعنی وقت ذکر ولادت، حضور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم بہ نہایت ادب قیام، اور عرض صلوٰۃ و سلام دارالاسلام کے شہروں اور مسلمان بستیوں میں صدہا سال سے رائج و معمول ہے اور اکابر ائمہ و علماء میں مقرر و مقبول ہے۔ اور شریعت میں اس کی ممانعت وارد نہیں۔ تو جب تک شریعت منع نہ کرے اس کی ممانعت مردود ہے اور مردود رہے گی۔ اور خود حرمین طیبین مکہ و مدینہ میں کہ دین و ایمان کے مرجع و مبداء ہیں وہاں کے اکابر علماء اور چاروں مذاہب کے مفتیان و فضلا مدتہا مدت سے اس فعل کے فاعل و عامل رہے، اور اسے کرنے کا رواج دیا۔ اسے حرام و ناجائز اور بدعت ٹھہرانا درکنار اسے ممنوع و مذموم بھی نہ بتایا بلکہ بلاشبہ مستحب و مستحسن ٹھہرایا اور تصریح فرمائی کہ یہ قیام بدعت حسنہ ہے یعنی ایک جائز و مباح فعل کہ اس پر ثواب کی امید ہے۔ اور بے شک کوئی جاہل سے جاہل مسلمان بھی اسے فرض و واجب اور شرعاً ضرور و لازم نہیں جانتا۔ سب اسے کار خیر اور امر باعث ثواب سمجھ کر بجا لاتے ہیں۔ بہر حال سوال مذکورہ کا جواب یہ ہے کہ ہمارے شہروں میں مجلس مبارک سے غیر حاضری اور قیام و صلوٰۃ و سلام سے کراہت اور کسی نہ کسی حیلے بہانے سے اس سے بیزاری، ان لوگوں کا طریقہ ہے جو اصول وہابیت کو مانتے ہیں۔ مجلس مبارک اور قیام مقدس سے یہاں وہی لوگ منکر ہیں جو وہابی دیوبندی گمراہ و خاسر ہیں۔ اور وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ ہے کہ وہ فاسق فی العقیدہ ہیں۔ انہیں امام بنانا گناہ و حرام ہے بلکہ فتنہ و فساد کا اندیشہ نہ ہو تو مسلمان پر واجب ہے کہ انہیں اپنی مسجدوں سے دور رکھیں کہ ان کی صحبت و ہم نشینی آگ ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے کہ مسجد سے موذی کو نکال دیا جائے اگرچہ صرف زبانی ایذاء دیتا ہو۔ اور دنیا جانتی ہے کہ فتنہ و فساد وہابیہ کی سرشت ہے تو انہیں امام بنانا درکنار قدرت ہو تو مسجد میں آنے سے بھی روکا جاسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ربیع الآخر سن ۱۴۰۱ھ

توبہ گناہوں کو ختم کر دیتی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک شخص اس بات کا مقر ہے کہ اس نے دیدہ دانستہ قرآن جلایا۔ شرعاً یہ شخص مرتد ہو گیا۔ اب وہ اپنی غلطی پر نادم ہو کر توبہ کرنا چاہتا ہے اس کی کیا صورت ہوگی۔ نیز اس کی بیوی کا نکاح اس سے قائم رہا یا ٹوٹ گیا۔ اور تجدید نکاح کی شکل کیا ہوگی۔ علاوہ ازیں اہل محلہ یہ چاہتے ہیں کہ شخص مذکور کو شرعی سزا دی جائے یا تنبیہ کے لیے اس سے کسی قسم کا مواخذہ کیا جائے۔ کیا اہالیان محلہ کا اس کو کوئی سزا دینا جائز ہے یا نہیں؟ تاکہ اس سے

دوسروں کو عبرت حاصل ہو۔ ماسٹر عبدالسبحان، اقبال کالونی لطیف آباد نمبر ۱۲ نزد مسجد اقصٰی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم کو دیدہ دانستہ جلانا اور قرآنی احکام کے متعلق وہ الفاظ ادا کرنا، جو اس دریدہ دہن نے اپنی زبان سے کہے یقیناً قرآن کریم کی توہین اور اس کے ساتھ مسخرہ پن ہے۔ اور ایسا کرنا ایسا کہنا یقیناً کفر ہے اور اس کا مرتکب کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہے۔ اس پر فرض ہے کہ اپنے ان افعال سے صدق دل سے توبہ کرے اور کہے کہ "الٰہی میں نے قرآن کریم کے ساتھ جو یہ سلوک کیا میں اس پر نادم ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں اور عہد کرتا ہوں کہ آئندہ ایسی کوئی بات نہ زبان سے ادا کروں گا نہ ایسی حرکت عمل میں لاؤں گا۔ الٰہی میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہوں کو بخشدے"۔ اگر وہ توبہ کرکے دوبارہ کلمہ پڑھ لے اور از سرنو اسلام لے آئے تو اب اس پر کوئی الزام نہیں کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ اور جب وہ اس گناہ سے توبہ کر چکا اور اپنے رب سے معافی مانگ چکا تو اب اسے کوئی سزا بھی نہ دی جائے گی۔ اس کا رسوا ہو جانا ہی کافی سزا ہے کہ اعلانیہ توبہ کرے گا تاکہ جنہیں اس کا اس طرح گستاخیاں کرنا معلوم تھا انہیں اس کا توبہ کرنا بھی معلوم ہو جائے۔ البتہ از سرنو اسلام لانے اور کلمہ پڑھنے کے بعد اپنی بیوی کو دوبارہ اپنے نکاح میں لانا اس عورت کی مرضی پر موقوف ہے۔ عورت راضی ہو تو دوبارہ اس سے نکاح ہو سکتا ہے ورنہ وہ جہاں پسند کرے نکاح کر سکتی ہے۔ اسے اس کو دوسرے سے نکاح کرنے سے روکنے کا کوئی حق نہیں۔ اگر اسلام لانے کے بعد بدستور اس عورت کو رکھ لیا اور تجدید نکاح نہ کیا تو یہ قربت زنا ہوگی اور بچے ولد الزناء۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

جاہل مرشد بننے کے لائق ہرگز نہیں

سوال: محترمی و مکرمی جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

جناب عالی گذارش یہ ہے کہ میں آپ سے ایسے مسئلہ کا دینی اور قرآنی فیصلہ حاصل کرنا چاہتا ہوں جس نے مجھے کافی دنوں سے ذہنی عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے اور اس وجہ سے بندے کے اہل خاندان خفا اور ناراض ہیں۔ امید ہے کہ اس مسئلہ کو ضرور حل فرما کر اس کا جواب قرآن وحدیث کی روشنی میں مرحمت فرما کر مشکور و ممنون فرمائیں گے۔

ایک شخص جسکی عمر تقریباً (۲۵) پچیس سال ہے۔ یہ نہ تو قرآن شریف پڑھا ہوا ہے نہ نماز آتی ہے اور نہ ہی نماز پڑھتا ہے نہ دینی معلومات ہیں نہ پاکی، ناپاکی سے آگاہ ہے۔ اس کا تعلق ہمارے خاندان سے ہے یہ صاحب ہر جمعرات کو اپنے گھر میں ایک محفل منعقد کرتے ہیں۔ لوبان اور اگربتی جلائی جاتی ہے اور چاروں طرف بچے اور عورتیں جمع ہو جاتے ہیں اور کچھ دیر میں ان کے جسم میں ارتعاش ہوتا ہے جسے حاضری کا نام دیا جارہا ہے اسکے بعد یہ شخص انتہائی بلند آواز سے چلاتا ہے اور کہتا ہے میں قلندر بابا ہوں تاج الدین بابا ہوں۔ اس کے بعد عورتیں اپنی خواہش کے مطابق سوال اور اظہار خواہش کرتی ہیں۔ جس کے جواب میں تعویذ عنایت کیے جاتے ہیں۔ جو بے مقصد سطروں کے علاوہ کسی تحریر و زبان سے قطعی بے نیاز ہوتے

ہیں۔ میرے گھر والے مجھے اس شخص سے بیعت ہونے کو کہتے ہیں اور یہ تمام کام مجھے عقل وعلم کے خلاف نظر آتا ہے۔ امید کرتا ہوں کہ میری پریشانی جناب قرآن وسنت کی روشنی میں حل فرما کر اخبار میں شائع کروانے کی اجازت دے کر مجھ پر اور میرے جیسے لوگوں کو اس بے بنیاد ڈھیل کو ختم کرنے کے لیے اور نجات دینے کے لیے نوازش فرمائیں گے۔

محمد افضل، لطیف آباد نمبر ۱۱، حیدرآباد، ۲۴ جنوری ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: پیری کے لیے چار شرطیں ہیں۔ قبل از بیعت ان کا لحاظ ضروری ہے اور شرعاً لازم۔

(۱) وہ سنی صحیح العقیدہ ہو۔

(۲) اتنا علم رکھتا ہو کہ اپنی ضروریات کے مسائل کتابوں سے نکال سکے۔

(۳) فاسق معلن نہ ہو یعنی علی الاعلان احکام شریعہ کی خلاف ورزی نہ کرتا ہو۔

(۴) اس کا سلسلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

للہ انصاف۔ جو عالم دین نہیں عقائد اہلسنت سے پورا واقف نہیں۔ کفر و اسلام اور ضلالت و گمراہی کا عارف نہیں وہ مرید کو کیونکر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا سکتا ہے۔ اور جو نماز جیسے اہم الفرائض سے غافل و لاپرواہ بلکہ نماز کے فرائض و واجبات اور مفسدات و مکروہات سے ناواقف بلکہ نجاست و طہارت تک کے مسائل سے محض جاہل ہے وہ کب کسی کو سیدھی راہ دکھا سکتا ہے۔ مشہور ہے کہ 'ہر کہ پس کور شد در چہ ودر ور شد' جو اندھے کو اپنا راہبر بنائے گا وہ کنوئیں میں گرے گا یا قبر میں۔ تو پھر ایسے کے ہاتھوں بیعت ہونا خود اپنی موت کو دعوت اور اپنے دین و ایمان کو گنوانا ہے اور ہلاکت و بربادی میں ڈالنا۔ لہٰذا قطع نظر اس کے کہ ان کی مجلس حاضرات' میں اجنبی عورتوں کا مجمع ہوتا ہے اور یہ خود اپنی جگہ جرم شرعی ہے اور قطع نظر اس بات کے کہ ان پر ارواح مقدسہ کا سایہ پڑتا ہے یا محض ڈھونگ ہے آدمی انصاف سے کام لے تو ان کے پیر نہ بنانے کے لیے وہی افعال کافی ہیں جن کا اوپر ذکر گزرا۔ تو جسے اپنا دین، اپنا ایمان، اپنی آخرت، اپنی عاقبت عزیز ہوں ہرگز ہرگز ایسے جاہل اجہل کو اپنا پیر نہ بنائے بلکہ اسکی صحبت میں نہ جائے کہ صحبت بد کا اثر بھی اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ ربیع الآخر س ۱۴۰۳ھ

سنی کا نکاح بدعقیدہ سے حرام ہے

سوال: جناب عالی گذارش ہے کہ: میرا بھائی ولی محمد ولد فتح محمد قوم بھٹی، کنری میں قیام پذیر ہے اس کا مسلک سنی ہے لیکن وہ اپنی بیٹی مسمات ممتاز کی شادی ایک ایسے خاندان میں کرنا چاہتا ہے جو کہ مسلک شیعہ سے ہے۔ اس کے لیے فتویٰ صادر فرمائیں کہ آیا ان کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ تا کہ میں اپنے بھائی کو اس کے بارے میں مطلع کروں۔

علی محمد ولد فتح محمد، کنری پاک، ضلع تھرپارکر سندھ، ۲.۲۱.۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: آج کل عام شیعہ رافضی تبرائی عقائد کفریہ رکھتے ہیں۔ ان میں کم کوئی ایسا نکلے گا جو قرآن میں کچھ گھٹ

جانا نہ مانتا ہو اور حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم بلکہ باقی ائمہ اطہار کو پہلے انبیاء و مرسلین پر فضیلت نہ دیتا ہو۔ اور یہ دونوں عقیدے کفر ہیں۔ اور ایسے عقیدہ والے کو اس کے عقیدہ پر مطلع ہو کر جو کافر نہ جانے وہ خود کافر ہے۔ اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ وہ ان عقائد میں عام رافضیوں کے ساتھ نہیں تو کم از کم گمراہ بددین، بدمذہب، بدعقیدہ ضرور ہوا۔ اور ایسے کو اپنی بیٹی دینا سخت قہر، قاتل زہر ہے کہ عورتیں مغلوب و محکوم ہوتی ہیں اور انہیں شوہر کی محبت ماں باپ سے بھی زیادہ تمام جہان سے بڑھ کر ہوتی ہے اور نرم دل بھی ہوتی ہیں۔ تو آج نہیں کل بدمذہب ہو جائیں۔ تو اسے رافضی کے نکاح میں دینا اسے اس کے ایمان و عقیدہ سے محروم رکھنا ہے اور یہ خود اپنی جگہ جرم شرعی اور حرام ہے۔ خاندان والوں پر لازم ہے کہ ہرگز ہرگز اس نکاح کو نہ ہونے دیں۔ اور نہ ہرگز ہرگز کوئی اس نکاح کو قبول کرے۔ ورنہ جس جس کے علم میں ہوگا وہ گناہگار ہوگا اگرچہ شرکت کرے گا یا خاموش رہے گا۔ (فتاوٰی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گستاخ دائرہ اسلام سے خارج ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین دریں مسئلہ کہ: عبارت و عقائد ذیل کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ نیز ان حضرات اور ان کے ایسے عقائد و عبارات کا علم ہونے کے باوجود انہیں اپنا مقتدا تسلیم کر کے ان کی پیروی کرنے والے امام کے پیچھے نماز از روئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

۱۔ ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں کچھ فرق نہیں آئے گا''۔

(تحذیر الناس صفحہ ۳۴ مصنف قاسم نانوتوی مطبوعہ ادارہ اشاعت اسلام نئی انارکلی لاہور)

۲۔ ''امکان کذب کا مسئلہ تو اب جدید کسی نے نہیں نکالا بلکہ قدماء میں اختلاف ہوا ہے کہ خلف وعید آیا جائز ہے کہ نہیں؟''

(براہین قاطعہ صفحہ ۲ مصنف خلیل احمد انبیٹھوی، مطبوعہ میرٹھ)

۳۔ ''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر، علم محیط زمین کا فخر عالم کو، خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل، محض قیاس فاسدہ، سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کیا جائے''۔

(براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ مطبوعہ میرٹھ)

۴۔ ''پھر یہ کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہی کی کیا تخصیص ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی حاصل ہے''۔

(حفظ الایمان صفحہ ۹ مصنف اشرفعلی دیوبندی مطبوعہ قاسمی دیوبند)

۵۔ ''اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب (ﷺ) ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے زیادہ برا ہے''۔

(صراط مستقیم صفحہ ۱۰۲ مصنف اسمٰعیل دہلوی مطبوعہ اشرف پریس لاہور)

۶۔ اشرف علی تھانوی کے ایک مرید نے یہ واقعہ بیان کیا کہ ''میں خواب میں کلمہ پڑھتا ہوں لیکن لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے بجائے اشرفعلی رسول اللہ زبان سے نکلتا ہے۔ کئی بار کوشش کے باوجود ایسا ہی ہوا پھر بیدار ہو کر غلطی کے تدارک کے لیے حضور ﷺ پر درود پڑھنے لگا لیکن بیداری میں بھی پڑھا تو زبان سے نکلا اللھم صلی علی سیدنا ومولانا اشرفعلی (ملخصا) اس کو سن کر اشرفعلی نے جواب دیا کہ ''اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے'' رسالہ (الامداد صفحہ ۲۵ بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ تھانہ بھون)۔ بینوا، توجروا

سید ارشاد علی، سیکریٹری جنرل، تحریک نظام مصطفیٰ، کراچی ڈویژن

۷۸۶ الجواب: یہ نانوتوی صاحب وہی ہیں جو اپنی اس کتاب میں صاف لکھ چکے ہیں کہ خاتم النبیین کے معنی سب سے پچھلا نبی سمجھنا جاہلوں کا خیال ہے اہل فہم کا نہیں۔ اسے فضیلت میں کچھ دخل نہیں ایسے ویسوں کے اوصاف کی طرح ہے وغیرہ وغیرہ اور اس عبارت میں تو اندر کے دل کی لاکر کھول دی۔ ظاہر ہے کہ جب بعد زمانہ اقدس کوئی نبی پیدا ہوا تو حضور ﷺ سب سے آخری نبی نہ ہوں گے۔ اور اس سے صاف روشن ہے کہ خاتم النبیین سے نانوتوی صاحب نے مطلقاً کفر کیا۔ اور اسی کتاب میں ختم زمانی کی نسبت خود کہا تھا اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ تو اپنے منہ آپ ہی کافر ہوئے یا نہیں۔ تو علماء اہلسنت اور مسلمانوں نے اس سے بڑھ کر نانوتوی صاحب کو اور کیا کہا ہے۔ جس پر ان کے چیلوں نے غل مچا رکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ وہابیہ کا یہ مسئلہ طشت از بام ہے۔ اس کے رد میں بہت سے رسائل شائع ہو چکے اور بفضلہ تعالیٰ سُبحٰن السبوح نے تو ان کے منہ میں پتھر دے دیا۔ مسلمانوں کے سمجھ لینے کے لیے اتنا ہی بہت ہے کہ جب خدا کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہوا تو اب اسکی کس بات کا اعتبار! اب نہ قرآن رہا، نہ دین، نہ ایمان بچا، نہ یقین۔ وہابیہ و امام وہابیہ کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک ہی لفظ میں تمام دین و ایمان و نبی و قرآن سب پر پانی پھیر دیا۔ ایسے اقوال پر جب یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اسلام دشمنی ہے اور دین سے خروج و بغاوت ہے تو ازناب چیختے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کو کافر بتادیا۔ انہیں مرتدین سے ملا دیا۔ للہ انصاف۔ ایسا اخبث گندا کفر کہ آج تک کسی ہندو مجوسی آریہ یہودی نے بھی نہ بکا ہوگا کہ اس کا معبود جھوٹا کذاب ہوسکتا ہے۔ اور کلمہ پڑھ کر اس پر اڑ جائیں۔ توبہ کے بجائے اس کی ناکارہ تاویلوں میں پڑ جائیں اور پھر یہ چاہیں کہ ہم انہیں مسلمان بلکہ مسلمانوں کا امام جانیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ اکابر وہابیہ کا یہ وہ کفر ہے جو عرب تا عجم، ہند تا حرم، طشت از بام ہے اور اس کا کفر قطعی ہونا، آفتاب سے زیادہ روشن ہے۔ اس عبارت میں وسعت علم کو حضور اقدس ﷺ کے لیے ماننا ایسا شرک کہا جس میں ایمان کا کوئی حصہ نہیں۔ اور شرک یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت خاص دوسرے کے لیے ثابت کی جائیں جس سے وہ شریک خدا ہو جائے۔ تو معلوم ہوا کہ یہ

وسعت علم ایسی ہی خاص صفت الٰہیہ ہے کہ دوسرے کے لیے ماننا اسے شریک خدا جاننا ہے۔ اور اسی منہ میں اسی وسعت علم کو ابلیس لعین کے لیے مانا اور اسے نصوص قطعیہ سے ثابت جانا۔ تو نہایت واضح طور پر یہ صاف صاف کہہ دیا کہ ابلیس ان کے نزدیک اللہ کا شریک ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا کفر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ تھانوی نے اس عبارت میں صاف صاف کھلے لفظوں میں علم غیب کی دو قسمیں کیں۔ ایک محیط کل کا علم۔ جو ہر غیب کو تفصیلاً محیط ہو۔ جس سے ایک بھی فرد خارج نہ رہے۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس کا ثبوت عقلاً و نقلاً یعنی نقلی دلیلوں سے باطل مانا۔ اور دوسرا علم بعض غیوب۔ اس کو رسول کے لیے وہ ثابت مان سکتا ہے کہ اول کو عقل و نقل سے باطل کہہ چکا ہے۔ اب یہی علم غیب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہے اسی کو کہتا ہے کہ ''اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا تخصیص۔ ایسا علم تو ہر بچے، پاگل، چوپائے کو ہوتا ہے۔ نبی اور ان میں وجہ فرق کیا ہے۔'' مسلمانوں یہ حرف بہ حرف اس کے لفظوں کا کھلا مفاد ہے۔ اسی کی نسبت تھانوی نے ایک خانگی سوال گڑھا اور اس کا جواب بسط البیان میں دیا اور صاف صاف بحمد اللہ تعالیٰ خود اپنے کفر کا اقرار کرلیا۔ یہی حکم حرمین طیبین کے علمائے اہلسنت نے دیا۔ یہ اس کفر پر پردہ ڈالتے ہیں مگر جس کے دل میں ذرہ بھر انصاف ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ مونھ بھر کر گالی ہے اور یقیناً کفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ اسماعیل دہلوی کا یہ قول بدتر از بول ہے۔ کوئی مسلمان ہے کہ اس قول کفر پر سنتے ہی لعنت نہ کرے۔ مسلمانو! سورہ فاتحہ میں **الصراط المستقیم** محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ **أنعمت علیهم** کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور تشہد میں تو بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب و نداء وعرض سلام و شہادت رسالت ہے اور وہ گستاخ کہہ چکا کہ ''ان کا خیال تعظیم کے ساتھ آئے گا اور نماز میں تعظیم غیر کا ملحوظ ہونا، خواہی نخواہی شرک کی طرف لے جائے گا'' تو حاصل یہ کہ نماز پڑھنا خواہی نخواہی مشرک ہونا ہے۔ صحابہ کرام سے لیکر آج تک جتنے نمازی ہوئے سب مشرک ہوئے۔ اور شریعت، شرک کا حکم دینے والی بلکہ شرک کو واجب کرنے والی ٹھہری۔ **الا لعنة الله علی الظلمین**۔ اللہ اللہ وہابیوں اور دیوبندیوں کے ادعائے مسلمانی کہ یہ سب کچھ سنیں اور پھر اسے امام کہیں اور بدستور اس کے غلام رہیں۔ **لبئس المولی و لبئس العشیر**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶۔ مسلمانوں! یہ ظلم عظیم دیکھا کہ خواب کا عذر، بیداری کے عذر نے خواب و خیال کر دیا۔ زبان سے بہکنا، اتفاقیہ امر، ایک آدھ بار ہوتا ہے۔ نہ کہ بار بار۔ نہ کہ جان کر کہ غلط کہہ رہا ہے اور تصحیح کا قصد کرے اور پھر وہی کلمہ کفر صریح بکے اور برابر بکتا رہے۔ اور ایک دومنٹ بھی نہیں۔ دن بھی اسی خیال میں کٹے۔ پاگل تو نہ تھا کہ عقل بجا تھی۔ خود اپنی غلطی پر آگاہ تھا اور اس کے ازالہ کا برابر قصد کرتا رہنا بتاتا ہے۔ مسلمانو! اللہ انصاف للہ انصاف۔ کبھی اس کی نظیر تم نے کہیں سنی ہے۔ اگر تھانوی کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت عزیز ہوتی تو جواب یوں دیتے کہ او شیطان کے مسخرے، ابلیس تجھ سے کھیلتا ہے۔ تو کفر بک رہا ہے اور جھوٹا ملعون ادعائے بے اختیاری زبان کر رہا ہے۔ اے عدو ایمان فوراً توبہ کر اور مسلمان ہو۔ مگر جواب دیا تو یہ کہ اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو (یعنی اشرفعلی) وہ متبع سنت ہے۔ اس سے اور دوسرے مریدوں کو جسارت دلائی جاتی ہے کہ سارے مرید اسی طرح کہا کریں۔ مسلمانوں اس نبی جپنے، اور اشرفعلی نبی پر درود بھاننے کی جگہ، اگر کوئی اشرفعلی کو دن بھر

مغلظہ گالیاں سناتا، نام لے کر گالیاں دیتا اور عذر میں وہی کرتا، جو یہاں کیا کہ میں جانتا تھا کہ یہ بیجا ہے میں زبان سے اس کو پھیرنا چاہتا تھا مگر بے اختیار زبان سے گالیاں ہی نکلتی رہیں، ایمان سے کہنا کہ کیا اس کا یہ عذر سن لیا جاتا ہرگز نہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ربیع الآخر سن ۱۴۰۰ھ

سرکار دوعالم کے فضلات مبارکہ پاک ومنزہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: کیا حضور ﷺ کا بول (پیشاب) مبارک پاک ہے یا نہیں اور کسی نے پیا ہے یا نہیں؟ امت کے حق میں پاک ہے یا نہیں؟ محمد رمضان، دادن شاہ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: بے شک حضور اقدس ﷺ کے فضلات شریفہ، مثل پیشاب وغیرہ سب طیب وطاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعث شفاء وسعادت۔ مگر حضور ﷺ کی عظمت شان کے سبب حضور کے حق میں حکم نجاست رکھتے۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ علامہ قہستانی) مگر فقیر برکاتی اپنے برادران اہلسنت سے عرض گذار کہ اس قسم کے مسائل کو ذریعہ بحث نہ بنائیں کہ وہابیہ زمانہ، ناواقفوں کو ان مباحث کے پس پردہ، مذہب حق سے ورغلاتے اور ان کا ایمان بگاڑتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ جمادی الاولیٰ سن ۱۴۰۰ھ

بدعقیدہ افراد کو تبلیغ کی اجازت دینا

سوال: نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کے کہ: ہماری مسجد اقصیٰ اقبال کالونی لطیف آباد نمبر ۱۲ کی تعمیر اہل سنت بریلی عقائد والوں نے کرائی تھی اور جب سے مسجد تعمیر ہوئی مسجد میں امام اہل سنت بریلی عقائد کے آتے رہے۔ امسال ۱۹۸۱ء کے انتخابات میں ایک باریش حضرت عبد المجید جو محلے میں رہتے تھے کو صدر بنادیا گیا۔ موصوف تبلیغی جماعت کے آدمی ہیں انھوں نے مسجد جو بریلی عقائد اہل سنت کی ہے تبلیغی جماعت کو دعوت دے کر بلوالیا اور تبلیغی نصاب کا درس شروع کررہے ہیں جبکہ مسجد بریلی اہل سنت کی ہے اور یہاں اکثریت بھی اہل سنت بریلی کی ہے۔ کیا یہاں تبلیغی نصاب کا درس جائز ہے؟ صغیر احمد ولد عبد الرحمٰن، لطیف آباد نمبر ۱۲، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: سالہا سال کا تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ تبلیغ دین کا نام لینے والی یہ تبلیغی جماعتیں جن کے علم کی تان ''وہابیوں اور دیوبندیوں'' کے تبلیغی نصاب پر ٹوٹتی ہے جہاں جاتے ہیں وہاں مسلمانوں میں انتشار وافتراق پھیلاتے ہیں اور ان میں سر پھٹول کراتے ہیں۔ ان کا اصل مقصد مسلمانوں کو ان کے سچے عقیدے سے ہٹا کر وہابیوں نجدیوں دیوبندیوں کے پھندے میں پھنسانا ہے۔ مسلمانوں کی عافیت صرف اسی میں ہے کہ انہیں اپنی مسجدوں میں نہ آنے دیں۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب وہ اپنی مسجدوں میں ہمارے علمائے اہلسنت کو تبلیغ کے لیے نہیں آنے دیتے تو ہم ان کے جاہلوں کو کیوں آنے دیں۔ اور کیوں

انہیں اس کا موقع دیں کہ وہ مسلمانوں میں باہمی نفرت پھیلائیں اور انہیں ان کے عقائد سے گمراہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۸۱ھ

گیارہویں شریف کے چندے سے نعت خواں و مقرر کو نذرانے دینا شرعاً جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید نے کچھ رقم برائے گیارہویں شریف لوگوں سے جمع کی لیکن بکر جو کہ عالم اور امام مسجد بھی ہے اس بات پر بضد ہے کہ اس جمع شدہ رقم میں سے کچھ رقم نعت خواں کو بھی دینی چاہیے۔ باوجود اس کے کہ زید نعت خواں کو اتنی ہی رقم جتنی کہ بکر نعت خواں کو دینا چاہتا ہے اپنی جیب سے دینے کو تیار ہے لیکن جمع شدہ رقم جس غرض کے لیے ہے اس میں سے ماسوائے اس کام کے کوئی دوسرا کام کرنا نہیں چاہتا۔ لہٰذا بکر زید کو یوں مخاطب ہو کر کہتا ہے کہ اگر نعت خواں کو اس جمع شدہ رقم میں سے کچھ دے تو بہتر ہے ورنہ آپ اس جگہ پر گیارہویں شریف نہیں منا سکتے بلکہ کسی دوسری جگہ منائیں۔ اہلیان نور ٹیکسٹائل ملز کورنگی

۷۸۶ الجواب: جو رقم گیارہویں شریف کی فاتحہ کے لیے چندہ سے فراہم ہوئی ہے، چندہ دہندگان کی اجازت سے نعت خواں اور بیان فرمانے والے علمائے اہلسنت کو دی جاسکتی ہے۔ بلکہ اگر عرف و رواج یہی ہو کہ اس رقم سے نعت خواں و علمائے کرام کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے تو فاتحہ کے ضمن میں اس کی اجازت بھی ہے۔ لیکن جب ایک شخص نعت خواں کو اپنی جیب سے نذرانہ پیش کرنے کے لیے تیار ہے تو امام مسجد کی یہ ضد کہ نذرانہ اسی رقم سے دیا جائے، فقیر کے فہم سے بالاتر ہے۔ آخر امام کو اس امر پر یہ ضد کیوں ہے۔ اور بہرحال امام مسجد کا یہ کہنا کہ "بصورت دیگر آپ اس مسجد میں گیارہویں شریف نہیں منا سکتے"، محض تحکم اور مسلمانوں کی دل آزاری اور ان میں اختلاف ڈالنا ہے۔ جو یقیناً حرام ہے۔ تو یہ عجیب منطق ہے کہ دوسرے سے زیادہ سے زیادہ ایک امر مستحب کی بجا آوری کے لیے، آدمی خود مسلمانوں کی ایذا رسانی کے گناہ میں پڑ جائے۔ امام کو اس حرکت سے باز آنا چاہیے اور مسلمانوں میں اختلاف و انتشار پھیلانے کے وبال سے ڈرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مقام اہل بیت اطہار و صحابہ کرام

سوال: علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا رائے پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں کہ: ہمارے گرد و نواح خصوصاً گلارچی میں یہ جھگڑا پڑا ہوا ہے اور بات ہمارے لوگوں تک پہنچ چکی ہے کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ صحابہ کرام کا درجہ امہات المومنین اہلبیت سے بڑا ہے بعض کہتے ہیں کہ امہات المومنین اہلبیت کا بڑا ہے۔ آپ اس بارے میں فیصلہ کر دیں۔

حاجی شاہ محمد صعودی، معرفت احسان میڈیکل سٹور کڈھن، تحصیل و ضلع بدین، حکیم شاہ محمد صعودی دیہہ چھوالے

۷۸۶ الجواب: فیصلہ اس بارے میں وہ ہے جو خود حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ صحابہ کرام روشن ستارے ہیں اور اہلبیت عظام کشتی ملت۔

اعلحضرت نے فرمایا۔

اہلسنت کا ہے بیڑا پار، اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

ان میں سے ہر ایک گروہ کو وہ فضائل حاصل ہیں جو دوسروں کے لیے نہیں۔ دوسرے گروہ کے لیے نہیں۔ لیکن ہر ایک کا مقام جداگانہ ہے اور ہر ایک فضیلت رکھتا ہے۔ صحابہ کرام عشرہ مبشرہ ہیں جبکہ اہلبیت میں حضرات حسنین کریمین سیدہ فاطمہ زہرا سیدہ عائشہ صدیقہ اور امہات المومنین۔ ہاں خلفائے راشدین بے شک بلا استثنیٰ سب پر فضیلت رکھتے ہیں۔ اور صحابیات میں حضور اکرم ﷺ کی صاحبزادیاں اور ازواج مطہرات سب سے افضل ہیں۔ جیسا کہ صحابہ میں عشرہ مبشرہ۔ اس کے علاوہ بغیر کسی علم کے بحث کا دروازہ کھولنا اپنے عقیدہ وایمان کو خطرہ میں ڈالنا ہے۔ مولائے کریم حفاظت فرمائے۔ آمین۔
واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ رصفر ۱۴۰۰ھ

بدمذہب کے پیچھے نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اگر بریلوی حضرات کسی غیر بریلوی (دیو بندی وغیرہ) کے پیچھے اپنی نماز پڑھیں، تو نماز جائز ہوگی یا نہیں؟

محمود الحسن بخاری، خطیب رحمانی مسجد، تلک چاڑی حیدرآباد سندھ ۲۷ راپریل ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب: رافضی ہوئے وہابی ہوئے اور انہیں کی مانند اور دوسرے گمراہ و بد مذہب ہوئے، ان میں جن کے عقیدے کفر تک پہنچے ان کے پیچھے تو نماز باطل محض ہے ہوگی ہی نہیں۔ فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ الگ۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے ائمہ مذہب سے نقل فرماتے ہیں کہ لا تجوز الصلوۃ خلف اھل الاھواء۔ اب خواہ وہ نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ وعیدین یا جنازہ وتراویح۔ کوئی نماز ان کے پیچھے نہیں ہوسکتی کہ علمائے کرام حرمین شریفین نے ان کے حق میں فتویٰ دیا۔ من شك فی کفرہ و عذابه فقد کفر۔ جو شخص (ان کے اقوال پر مطلع ہوکر) ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود بھی کافر ہے۔ اور جن کی گمراہی حدّ کفر تک نہیں پہنچی جیسے غیر مقلدین (جبکہ عقائد کفریہ میں ان پہلوں کے ساتھ نہ ہوں) تو وہ اگرچہ کافر نہیں مگر گمراہ بددین، فتنہ انگیز اور فاسق بدترین ضرور ہیں۔ اور ایسوں کو امام بنانا حرام ہے اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع۔ ان سے میل جول آگ۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اھل البدع شر الخلق و الخلیقة۔ بدمذہب تمام مخلوق سے بد، تمام جہان سے بدتر ہیں۔ دوسری حدیث شریف میں ہے اصحاب البدع کلاب اھل النار۔ بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔ تو کیا کوئی نظیف الطبع مسلمان ایسوں کو اپنا امام بنانا گوارہ کرسکتا ہے۔ پھر نماز اہم العبادات سے ہے فاسق معلن کی اقتداء میں اس کا ادا کرنا سخت ممنوع وحرام ہے۔ بد

مذہب بددین درکنار۔غرض صحیح العقیدہ سنی مسلمان کی نماز کسی بدعقیدہ کی اقتداء میں درست نہیں۔(فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ رجب ۱۴۰۲ھ

منافق کون ہے؟

سوال: اعلی حضرت قبلہ مفتی محمد خلیل برکاتی صاحب

اللہ کا آپ پر بڑا کرم ہے کہ آپ دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں میری اللہ سے دعا ہے کہ خدا آپ کے علم میں اور دین کی زیادہ سے زیادہ خدمت کرنے میں مدد کرے۔مجھ ناچیز کو آپ سے منافق کے بارے میں معلومات چاہیے کہ

(۱) منافق کس کو کہتے ہیں؟

(۲) منافق کے معنی کیا ہیں؟

(۳) منافق کی نشانیاں کیا ہیں۔

(۴) کیا کسی مسلمان شخص کو اس دور میں وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں منافق کہا جا سکتا ہے۔فتویٰ دیں۔نوازش ہوگی۔ ارشاد نبوی ہے کہ "وعدہ کرو اس کو پورا کرو۔وعدے کو پورا نہ کرنا منافقوں کا کام ہے"۔قرآن وسنت کی روشنی میں مندرجہ بالا ارشاد پر روشنی ڈالتے ہوئے دولت علم سے نوازیں اور یہ بتائیں کہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں مسلمان شخص منافق کہلائے گا یا نہیں۔مندرجہ بالا ارشاد نبوی پر فتویٰ دیں۔

تاج الدین شیخ ولد بشیر الدین شیخ، مکان نمبر D/63-1078 نعل بند گلی، نزد پکا قلعہ، حیدرآباد سندھ، ۱۹۶۸ء 5.11.

۷۸۶ الجواب: نفاق یہ ہے کہ آدمی زبان سے دعوی اسلام کرے لیکن اس کے دل میں وہ یقینی تصدیق نہ ہو جسے ایمان کہا جاتا ہے۔جس کے دل میں یہ بیماری ہو اسے منافق کہتے ہیں اور ایسوں کے لیے جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے ان المنافقین فی الدرك الاسفل من النار۔تو منافق کے معنی ہیں وہ شخص جو باطن میں کافر ہو اور ظاہر کرے اپنے آپ کو مسلمان۔اور قرآن کریم نے ارشاد فرمایا وماهم بمومنین۔وہ ایمان والے نہیں۔یعنی کلمہ پڑھنا یا اسلام کا مدعی ہونا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں جب تک دل میں تصدیق نہ ہو۔ان کی نشانیاں قرآن وحدیث میں بہت بیان فرمائی گئیں ہیں مثلاً وہ شعائر اسلام کا مذاق اڑاتے ہیں۔صالحین کو برا کہتے ہیں۔اکابر پر زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ مسلمانوں سے محض براہ فریب اور کاربرآری کے لیے ملتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔خارجی ہوئے، رافضی ہوئے، وہابی ہوئے، سب اسی زمرے میں داخل ہیں۔ہاں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ حضور اقدس ﷺ کے زمانہ اقدس میں کچھ لوگ اس صفت کے، اس نام سے مشہور ہوئے کہ ان کے کفر باطنی پر قرآن ناطق ہوا۔نیز نبی کریم ﷺ نے اپنے وسیع علم سے ایک ایک کو پہچانا اور فرما دیا کہ یہ منافق ہے۔اب اس زمانہ میں کسی خاص شخص کی نسبت قطع ویقین کے ساتھ منافق نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارے سامنے جو دعوی اسلام کرے ہم اس کو مسلمان ہی سمجھیں گے جب تک اس سے وہ قول یا فعل جو ایمان کے منافی

ہے نہ صادر ہو۔ البتہ نفاق کی ایک شاخ اس زمانہ میں پائی جاتی ہے کہ بہت سے بدمذہب بددین مثلاً خارجی، وہابی، نیچری اور اسی قسم کے دوسرے بددین اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے تو دعویٰ اسلام کے ساتھ ساتھ ضروریات دین کا انکار کرتے ہیں خواہ صاف صاف یا ہیر پھیر کریں۔ اور وہ جو احادیث کریمہ میں فرمایا کہ ''جو شخص لڑائی کے وقت گالی گلوچ کرے، امانت میں خیانت کرے، وعدہ کرے تو پورا نہ کرے اور بولے تو جھوٹ بولے، وہ منافق ہے'' اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کا طریقہ کار منافقوں کا سا ہے۔ اس نے وہ کام کیا جو منافق کرتے ہیں۔ یعنی یہ عملاً منافق ہے۔ اعتقاداً منافق نہیں اور اعتقاد بھی ملحدوں بے دینوں کا ہو تو یہ کہیں گے کہ اس کے عقیدے تو منافقوں کے ہیں۔ مسلمان کیسے کہیں اسے۔ اس لیے ایسوں کے لیے الفاظ مستعمل یہ ہوتے ہیں کہ یہ بددین ہیں بدمذہب ہیں گمراہ ہیں۔ اور ان کی یہ بدعقیدگی اگر اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ دین کی ضروری باتوں کا انکار کرنے لگیں تو ان کے لیے شرعاً الفاظ بولے جاتے ہیں مرتدین کے۔ جس کے معنی ہیں اسلام سے خارج۔ اسلامی برادری سے باہر۔ اور بدمذہب خواہ کیسا ہی ہو اس سے دور رہنے دور بھاگنے کی تاکیدیں قرآن وحدیث میں آئی ہیں۔ ہوش مند مسلمان وہ ہے جو ان کے کسی فریب میں نہ آئے۔ ان کی بات نہ سنے۔ ان کے جلسوں کی رونق نہ بڑھائے۔ نہ انہیں اپنے پاس آنے دے نہ خود ان کے پاس جائے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں فرمایا ایا کم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ تم ان سے دور بھاگو۔ انہیں اپنے سے دور بھگاؤ۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

نماز مغرب کے فرائض میں چار التحیات، احتیاطی ظہر، نماز جمعہ کی سنتیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام وشرع متین درج ذیل مسائل کے متعلق

۱۔ ایک عورت بیوہ صحیح العقیدہ سنی ہے۔ جس کے رشتہ دار بدمذہب وبددین ہیں، ایک سنی مرد اس بیوہ عورت سے نکاح کر سکتا ہے؟

۲۔ نماز مغرب کی جماعت کھڑی ہے۔ آنے والا مقتدی امام کے ساتھ قعدہ اولیٰ میں مل گیا۔ دو رکعتیں رہ گئیں تو اس نماز پڑھنے کی ترکیب قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرما دیجیے۔ آیا اس نماز کے تین التحیات ہوں گے یا کہ چار بس صرف یہی بات دریافت طلب ہے۔

۳۔ احتیاطی ظہر کیسے ادا کی جاتی ہے۔

۴۔ نماز جمعہ کی جو پہلی سنتیں ہیں یہ اگر کسی سے رہ جائیں اور وہ جماعت میں شریک ہو گیا تو اب جمعہ کی پہلی سنتیں پڑھنے کی ترکیب کیا ہے۔ آیا ان سنتوں کی بھی وہی ترکیب ہے جو نماز ظہر کی ہے یا علیحدہ جیسے نماز ظہر کی پہلے سنتیں رہ جانے پر نماز باجماعت ادا کر لینے کے بعد پہلے دو سنتیں پھر چار پڑھی جاتی ہیں۔ ان کی نیت کیا ہے۔ آیا ان میں قضا محلی کہا جائے گا یا نہیں؟ دونوں کا فرق واضح فرمائیں۔

بظاہر فرق تو ان دونوں نمازوں میں یہ ہے۔نماز جمعہ کے دو فرض ہیں اور نماز ظہر کے چار فرض۔ جمعہ کے فرضوں کے بعد تو چار رکعات سنتیں ادا کرنے کے بعد، دو پھر پڑھتے ہیں۔نماز جمعہ کے فرضوں کے بعد چھ رکعات ہوئیں۔ان چھ سنتوں میں قولی کون سی ہیں اور فعلی کون سی ہیں۔فعل اور قول کی تشریح فرماتے ہوئے ترکیب واضح فرمائیں۔احتیاطی ظہر کی کتنی رکعات ہیں۔ان کی نیت کیا ہے اور فرض جمعہ کے بعد سنتوں سے پہلے یا بعد۔ پڑھنے کا حکم کب ہے؟

۵۔عوام علمائے کرام کو کوستے ہوئے یہ جملہ کہتے ہیں کہ یعقوب علیہ السلام سے بھیڑیئے نے بھی کہا تھا کہ اگر میں نے تیرے یوسف (علیہ السلام) کو کھایا ہو تو، چودہویں صدی کے علماء میں سے اٹھایا جاؤں۔آیا یہ بات درست ہے یا غلط؟ دونوں علمائے کرام علمائے حق اور علمائے سوء دونوں برابر ہو سکتے ہیں قطعاً نہیں؟ علمائے سوء ناری ہیں۔اور علمائے حق جنتی ہیں۔بھیڑیئے کی جو بات ہے یہ علمائے سوء کے متعلق ہے۔یا یہ افواہ غلط بے بنیاد ہے۔کیونکہ ہمارے سنیوں کا اس پر پکا عقیدہ ہے۔بینوا توجروا

فوٹو اسٹیٹ فتویٰ مہربانی فرما کر بھیج دیں۔آپ کی نوازش ہوگی۔سوال تو میرے بہت سے تھے لیکن ڈرتے ڈرتے یہ پانچ سوال بھی شامل کر دیئے کل سوال بارہ بن گئے۔سوال تو میرے تین سو بارہ ہیں جن میں سے بارہ کا جواب پالوں گا۔ باقی اگر آپ ناراض نہ ہوں تو پانچ پانچ سوال بھیجتا رہوں گا یا خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تو پھر فتویٰ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی ویسے ہی مسائل حل ہو جائیں گے۔جیسا آپ مناسب سمجھیں تحریر فرما کر بندہ عاصی کو شکریہ کا موقع دیں۔

فقط والسلام مع الاکرام، قاری محمد صدیق عفی عنہ، نزد مدرسہ خیر المعاد ملتان

۷۸۶ الجواب: ۱۔عورت اگر سنی صحیح العقیدہ ہو اور اپنے بد مذہب و بد دین رشتہ داروں سے لاتعلق ہو تو اس سے نکاح میں کوئی حرج نہیں۔بشرطیکہ اس تعلق سے، اس کے ورثہ سے کسی قسم کا کوئی رابطہ و تعلق اس مرد کو پیدا نہ کرنا پڑے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد جماعت میں شریک ہونے والا مقتدی مسبوق کہلاتا ہے اور مسبوق اپنی فوت شدہ کی ادا میں منفرد ہے گویا اب یہ تنہا نماز ادا کر رہا ہے یعنی حق قرات میں جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی نماز شروع کی تو یہ رکعت، اول رکعت قرار پائے گی اور حق تشہد میں پہلی نہیں بلکہ دوسری تیسری چوتھی جو بھی نماز میں آئے۔مثلاً صورت مسئولہ میں مقتدی نے ایک رکعت امام کے ساتھ پائی اور قعدہ اولیٰ میں شریک ہوا تو یہ قعدہ شمار میں نہ آئے گا بلکہ جب اپنی فوت شدہ دو رکعتیں پڑھے گا تو پہلی رکعت درحقیقت دوسری ہوگی اور دوسری رکعت تیسری ہوگی۔قعدہ دوسری میں بھی کرے گا اور تیسری میں بھی۔پہلا واجب دوسرا فرض۔اور اس اعتبار سے تین رکعتی نماز میں چار قعدے ہو گئے اور یہ ایک فقہی پہیلی ہوئی۔(درمختار وغیرہ)

۳۔وہ مقامات جہاں شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ واقع ہو ایسی جگہ ہمارے علمائے کرام نے خواص کو حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جو میں نے پائی یعنی جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔یہ چاروں رکعتیں، چاروں سنتیں، جو جمعہ میں پڑھی جاتی ہیں ان کے بعد پڑھے پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد بہ نیت سنت وقت ادا کرے۔البتہ یہ ضروری ہے کہ جمعہ پڑھتے وقت نیت کو صحیح و ثابت رکھے۔جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص، فرض جمعہ کی نیت کرے اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے۔اور جس پر قضائے عمری ہے اسے پچھلی دو میں

سورت ملانے کی حاجت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ اس باب میں کوئی مخصوص حکم نظر فقیر میں نہیں ظاہراً جمعہ کی یہ سنتیں بھی ظہر کی سنتوں کی طرح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ علمائے سوء بھی ناری نہیں۔ آخر کار وہ بھی جنت میں جائیں گے خواہ اپنے کیے کی سزا پاکر، یا بغیر سزا پائے، ہاں جو بدمذہب و بے دین ہیں، ان کا کیا ذکر؟ وہ تو کلاب نار ہیں بفضل الٰہی۔ باقی وہ روایات جو عوام الناس بیان کرتے ہیں ان کی حقیقت خدا جانے اور خدا کا رسول۔ ہم خدا اور رسول کی ہر بات پر ایمان لائے کل من عند ربنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷؍رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

۸۶۷ برادر عزیز، وعلیکم السلام۔ مولائے کریم ہمیں اور آپ کو اور تمام سنیوں کو مذہب اہلسنت پر قائم و دائم رکھے اور اسی پر خاتمہ بالخیر نصیب فرمائے۔ قرآن کریم گواہ ہے کہ اہل حق پر ہمیشہ بڑی بڑی مصیبتیں آئیں اور بتوفیقہ تعالیٰ ان حضرات نے ان سب کو برداشت کیا۔ وزلزلوا زلزالا شدیدا۔ کو پیش نظر رکھیے اور توفیق الٰہی سے مدد چاہیے۔ باطل پرستوں کی باتوں پر دھیان ہی نہ دیجیے کہ قلب میں وحشت پیدا ہو۔ یہ شیطانی وسوسے ہیں اور ان کا علاج وہی کہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ فقیر اپنے برادران اہلسنت کی حتی المقدور ہر خدمت کے لیے تیار۔ لیکن آپ اتنی دور دراز کا سفر اختیار کریں اس کی تائید میں نہیں کرتا۔ راولپنڈی اور لاہور میں اپنے سینکڑوں مدارس ہیں اور پھر خود ملتان میں غزالیٔ دوراں مدظلہ العالی تشریف فرما ہیں اور ان کے فیوض و برکات جاری و ساری۔ آپ ادھر متوجہ ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ بہت فیض پائیں گے یہ فقیر تو محض ''بدنام کنندہ نام نیکو چند'' کا مصداق ہے۔ اور ہرگز ہرگز اس کا اہل نہیں کہ اکابر علماء میں شمار کیا جائے۔ ان کے خدام میں نام آ جائے یہی مغفرت کے لیے کافی ہے۔

پھر میں دائم المرض۔ اس پر سوالات و فتاویٰ کا ہجوم۔ تصنیف و تالیف کی ذمہ داریاں مستزاد۔ آپ بہار شریعت، احکام شریعت، فتاویٰ افریقہ وغیرہ کتب حاصل کریں اور انہیں بیش از بیش مطالعہ میں رکھیں۔ پھر بھی کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو علمائے کرام کی طرف رجوع ہوں۔ یہ فقیر بے توقیر بھی آپکی مدد و اعانت کے لیے حاضر ہے۔ امید ہے کہ اس قلیل کو کافی خیال فرمائیں گے۔ والسلام العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷؍رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

دعا مانگنے کا انداز کس طرح مانگی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہمارے امام صاحب کے علاوہ دیگر ائمہ سلام ختم ہونے کے فوراً بعد اس طرح پڑھتے ہیں

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوة والسلام علیك یا رحمته للعالمین

۲۔اللهم اعنی علی ذکرك و شکرك و حسن عبادتك

۳۔ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاٰخرة حسنة و قنا عذاب النار اور دوسرے امام ربنا ظلمنا انفسنا پڑھتے ہیں۔

اور دعائیں پڑھتے ہیں اب غور فرمایئے کہ اول الذکر امام صاحب صحیح دعا پڑھتے ہیں یا ثانی الذکر ائمہ صحیح دعا پڑھتے ہیں۔یعنی نماز کے بعد یہ کہنا کہ ہم نے ظلم کیا، کیا نماز ظلم ہے؟

امید کرتا ہوں کہ جلد جواب مرحمت فرما کر بندہ ناچیز کو مشکور وممنون فرمائیں گے۔

احمد حسین انصاری، مکان نمبر۔ ۱۸۳ اٹو۔ سی ایریا لانڈھی کالونی کراچی، ۲۵ فروری ۱۹۶۸ء

۷۸۶ الجواب: معترضین کا انداز گفتگو یہ صاف بتا رہا ہے کہ ان کی نظر اپنی بداعمالیوں، عصیاں شعاریوں، نافرمانیوں اور ان کوتاہیوں پر نہیں جو صبح سے لے کر شام تک اور شام سے لے کر صبح تک ان سے صادر ہوتی رہتی ہیں۔چند ساعتیں درود شریف کی قرأت میں گزار کر اپنی نگاہیں انہیں ساعتوں اور ایسی نیکی پر مرکوز رکھنا اور یہ کہنا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ رب کی عبادت گویا معاذ اللہ ظلم ہوگئی، ہمارے نہایت ہی بھدی اور موٹی عقل کی بات ہے۔کیا سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے جنت میں جو لغزش صادر ہوئی اس کے بعد سے زمین پر کوئی نیکی کوئی عبادت کوئی بندگی ان سے صادر نہیں ہوئی۔اور اگر یقینا انہوں نے خدائے پاک کی تسبیح وتہلیل میں وقت گزارا تو ان معترضین کے کہنے کے بموجب اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ظلم میں گزرا ولا حول ولا قوۃ الا بالله العلی العظیم حالانکہ استغفار اور ان دعاؤں کی بار بار تکرار کا منشاء یہ ہے کہ الٰہی ہم نے تیری نافرمانیوں میں گزر بسر کی ہے اس نیک عمل کے صدقے میں ہماری ان کوتاہیوں کو معاف فرما دے۔تو ظلم ہمارے وہ گناہ ہیں جو رات دن ہم سے صادر ہوتے ہیں اور درود شریف ان کی معافی کا وسیلہ جلیلہ۔یہی تصور ہونا چاہیے۔دینی امور میں اپنی عقل کو اپنا راہبر مت بنایئے۔اور اپنی نکمی عقل کے قیاس پر اعتماد مت کیجیے ورنہ تباہی کے سوا اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔لہٰذا امام مسجد کا یہ فعل جائز ودرست ہے اور اس پر اعتراض اور مذکورہ بالا قیاس پر حکم لگانا نہایت درجہ کم فہمی ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

شرعاً صوفی کون ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ:

۱۔ایک آدمی اپنے آپ کو صوفی کہلائے اور اپنی محفل میں ہر وقت دوسروں کی غیبت کرے۔ایسے صوفی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۲۔کیا جاہل مطلق کو از روئے شریعت وطریقت صوفی کہہ سکتے ہیں یا کہ نہیں؟

۳۔کیا داڑھی بوجہ کترانے کے حد شرع سے کم رکھنے والے کو از روئے شریعت وطریقت صوفی کا خطاب دے سکتے ہیں یا نہیں؟

۴۔ جوصوفی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ناروا سلوک کرے اس کے متعلق شریعت کیا کہتی ہے؟
۵۔ جوصوفی دوسروں کی چغلی اور دوسروں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھے اس کے متعلق کیا حکم ہے؟
۶۔ جوصوفی مسلمانوں کے درمیان منافقت ومنافرت پھیلانے کی کوشش کرے اس کی شرعی سزا کیا مقرر ہے؟
۷۔ جوصوفی مولیٰ تعالیٰ کے ذکر وفکر کی محفل کو ناپسند کرے اور ذکر اللہ کرنے والوں کے در پے آزار ہو۔ ایسے صوفی کی عنداللہ کیا سزا مقرر ہے؟
۸۔ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر سنکر جوصوفی جل جائے کیا وہ صوفی کہلانے کا مستحق ہے یا نہیں؟ ایسا صوفی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کا مستحق ہوسکتا ہے یا نہیں؟
۹۔ جوصوفی اپنے گھر میں رنگین ٹی وی سیٹ رکھے اور بمعہ اہل وعیال کے تمام پروگراموں کو جس میں فلمیں بھی شامل ہیں بخوشی دیکھے۔ کیا ایسا صوفی شرعی سزا کا مستحق ہے یا نہیں؟
۱۰۔ جوصوفی اپنے آپ کو صاحب نسبت کہلا کر اس کا لحاظ نہ کرے اور نسبت کو پس پشت ڈال کر خواہشات نفسانی کے پیچھے پڑ جائے ایسے صوفی کے بارے میں شریعت وطریقت کا کیا حکم ہے؟
۱۱۔ جوصوفی غیر شرعی حرکات کرنے والوں کے ساتھ دوستی رکھے اور شب وروز ان سے ہی میل جول رکھتا ہو ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرنے والوں سے بلاوجہ بغض وعناد رکھتا ہو ایسے صوفی کے بارے میں شریعت کا حکم تحریر فرمائیں۔ بینوا، توجروا۔

منظور علی، لطیف آباد نمبر ۶، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ان افعال واعمال کا جو شخص مرتکب اور ان اوصاف وعادات سے جو فرد متصف ہو وہ صوفی ہونا درکنار، صالح ونیک کردار مسلمان کہلانے کا بھی مستحق نہیں۔ بلکہ اگر اس کے دل میں ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عناد ہے تو سخت جری و بیباک، فاسق وفاجر، مرتکب اشد کبائر بلکہ بدمذہب بددین گمراہ اور گمراہ گر ہے۔ اپنے نفس وشیطان کے فریب میں گرفتار اور مسلمانان اہلسنت وجماعت کے عقائد وایمان کو تباہ وبرباد کرنے کے در پے ہے۔ مسلمان ہرگز اس کے فریب میں نہ آئیں۔ اس کے پاس آنا جانا، اٹھنا بیٹھنا، سلام کلام سب حرام اور جو منع کرنے کے باوجود اس سے باز نہ آئے وہ سخت گناہگار اور اسی بے ادب وگستاخ کے ساتھ ایک ہی رسی میں باندھے جانے کے قابل اور عذاب الٰہی کا مستحق ہے۔ قرآن کریم نے ایسوں کے ہی بارے میں فرمایا **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین**۔ یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ اس قماش کے لوگوں کے بارے میں حکم دیا **ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار**۔ ظالموں کی طرف مائل مت ہو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ جلائے گی۔ اور ایسوں کے ہی حق میں احادیث کریمہ میں وارد کہ **ایا کم و ایا ھم لا یضلو نکم ولا یفتنو نکم**۔ انہیں اپنے سے دور رکھو، تم ان سے دور بھاگو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ تو ایسوں کو صوفی سمجھنا، صوفی ماننا، صوفی کہنا، حضرات صوفیائے کرام کی تذلیل وتحقیر ہے۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ عوام الناس کا ایسوں کی صحبت میں اٹھنا بیٹھنا اور ان کی باتیں سننا، ان کی شہرت اور گرم بازاری کا موجب ہے اور اس کا وبال آج نہیں تو کل

انہیں بھگتنا پڑے گا اور روز حشر تو سب عیاں ہو جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

علامات مرشد کامل؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ

۱۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں دامے، درمے، قدمے، سخنے، حصہ لیکر عقیدت ومحبت کا اظہار کرنے والوں سے اگر ایک شخص جو کہ اپنے آپ کو پیر کہلاتا ہو ناراض ہو اور اس خوشی سے بھی ناخوش ہو جو حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر کی گئی ہے تو کیا ایسے پیر کی بیعت جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر ایک پیر صاحب اپنے عیب کے بجائے شب روز دوسرے بزرگوں کی عیب جوئی میں لگا رہے ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ کیا ایسے پیر کی بیعت کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر ایک پیر صاحب مزدوروں سے کام تو بہت زیادہ کروائے اور مزدوری کم دے تو کیا مزدوروں کے حقوق غصب کرنے والے پیر سے بیعت جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ اگر ایک پیر صاحب کسی بات کی تحقیق کئے بغیر بوجہ حسد وبغض وکینہ دوسرے بزرگ پر بہتان لگائے جبکہ اس بزرگ کے اندر وہ بات قطعاً نہ ہو تو بہتان لگانے والے کے بارے میں خدا ومصطفےٰ ﷺ کا کیا حکم ہے؟

۵۔ اگر ایک پیر صاحب ایک شہر میں عرصہ تک رہنے کے باوجود غیر معروف ہو اور اس کے مریدین کا حلقہ بھی محدود ہو دوسرے بزرگ سے یہ صرف اس لیے حسد وبغض اور کینہ رکھتا ہو کہ یہ بزرگ تھوڑے عرصہ میں اپنے روحانی فیض سے معروف ہو گئے ہیں اور ان کے مریدین کا حلقہ بھی بہت وسیع ہو گیا ہے، حسد وبغض اور کینہ رکھنے والے پیر صاحب سے بیعت جائز ہے یا نہیں؟

۶۔ اگر ایک پیر صاحب باجماعت نماز نہ پڑھتا ہو جبکہ مسجد اس کے مکان سے متصل ہی ہو باجماعت نماز نہ پڑھنے والے پیر سے بیعت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

۷۔ اگر ایک پیر صاحب اپنا نام مشہور کرنے کے لیے جھوٹا پروپیگنڈہ کر کے مسلمانوں کے درمیان بالخصوص ہم مسلک ساتھیوں میں انتشار وافتراق پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ شریعت نے ایسے آدمی کی کیا سزا مقرر کی ہے۔ برائے مہربانی ان سوالوں کے جوابات قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا، توجروا۔ عبداللہ قادری نقشبندی

۷۸۶ الجواب: جس شخص کے یہ اعمال وافعال اور احوال ہوں اس کا پیر ہونا واہل بیعت ہونا، درکنار اسے تو زمرہ صالحین اور نیکوکاروں میں شمار کرنا بھی، ان نیکوکاروں اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں کی توہین وتنقیص ہے۔ وہ شخص ان اعمال وافعال کے باعث نرا فاسق وفاجر ہی نہیں بد مذہب وبدعقیدہ بھی ہے۔ اور پیر کے لیے شرط اول یہ ہے کہ وہ فاسق وفاجر نہ ہو۔ بد مذہب وبدعقیدہ نہ ہو۔ کہ بیعت کا مقصد حضور اقدس ﷺ کی غلامی میں ان کے نیکوکار امتیوں کے واسطے سے داخل ہونا ہے

اور جو خود بد عقیدہ ہے اس کا خود سلسلہ غلامی ہی منقطع ہے وہ دوسروں کو ان تک کیا پہنچائے گا۔ مسلمان ہرگز ایسے جاہل و گستاخ و بیباک فاجر کے ہاتھ پر بیعت نہ ہوں۔ اپنے عقیدے و ایمان کی حفاظت کریں جو ہر بڑی دولت سے بڑھ کر عزیز اور قیمتی شے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانا جائز ہے؟

سوال: محترم جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب السلام علیکم ورحمتہ اللہ بعد از ہدیہ سلام ایک مسئلہ پیش خدمت ہے جواب سے متمتع فرمائیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک موقع پر خوشی کرنا مثلاً جلوس نکالنا ذکر الٰہی کرنا اور ذکر رسول کی محفل کا انعقاد کرنا اکیس توپوں کی سلامی اور جلوس یا جلسہ پر گل پاشی جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ ایک شخص مسمی صوبیدار مبارک حسین بدعقیدہ ہے اور شان انبیاء اور اولیائے کرام کا دشمن ہے وہ ان چیزوں کو ناجائز کہتا ہے ایسے بدعقیدہ شخص کے ساتھ نشست و برخاست میل جول جائز ہے یا ناجائز؟ برائے مہربانی وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

چوہدری محمد اقبال، گول مسجد لطیف آباد نمبر ۶ حیدر آباد، ۲۱ فروری ۱۹۲۸ء

۷۸۶ الجواب: جب سائل خود بھی جانتا ہے کہ فلاں شخص بدعقیدہ اور شان اولیائے کرام کا دشمن ہے تو پھر اس کے ساتھ نشست و برخاست کے لیے یہ پوچھنا کہ وہ جائز ہے یا ناجائز، ایک حیرت انگیز بات ہے۔ قرآن کریم نے ایسوں ہی کے بارے میں حکم دیا کہ **فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین**۔ یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھو۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ "یہ حکم تمام بدعقیدہ بدمذہب لوگوں اور بیباک فاسقوں فاجروں سب کو شامل ہے۔ اور ان میں سے کسی کے پاس بیٹھنا جائز نہیں"۔ ایسوں ہی کے بارے میں حدیث شریف میں فرمایا کہ **ایاکم و ایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم** "انہیں اپنے سے دور رکھو اور اپنے آپ کو ان سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں"۔ آدمی میں غیرت ہو تو اپنے ماں باپ، بھائی بہنوں کی عزت و ناموس کے دشمنوں کی صورت بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا، تو جن کے نعلین کے طفیل ہمیں ایمان ملا۔ اسلام ملا اور دونوں جہاں کی نعمتیں ملیں انہیں کے بدگویوں کے ساتھ نشست و برخاست اختیار کرنا ایمان والوں کو کیونکر گوارا ہو سکتا ہے۔ ایسوں کا علاج وہی ہے کہ ان سے میل جول، سلام کلام، لین دین، سب یک لخت ترک کر دیں تا آنکہ وہ سچے دل سے توبہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

(معاذ اللہ) امکان کذب باری تعالیٰ کا عقیدہ رکھنے والا کافر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہمارے علاقہ تحصیل باغ موضع خواجہ

میں ایک شخص کہیں سے مولوی بن کر آیا جس کا نام عنایت اللہ ہے اس شخص نے ایک نئی بات بیان کی ہے جو اس سے قبل ہمارے علاقہ کے کسی پرانے یا نئے مولوی نے کبھی بیان نہیں کی۔ اس شخص کا بیان ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ جب اس بات پر لوگوں نے شور مچایا تو اس شخص نے اس بات کی تائید میں قرآن کریم کی آیہ کریمہ پڑھی۔ ان اللہ علی کل شیء قدیر۔ اور کہا کہ دیکھو یہ آیت میرے قول کی تائید کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جب ہر چیز پر قادر ہے تو جھوٹ بولنا اس کے لیے کون سی مشکل بات ہے۔ چند پڑھے لکھے افراد نے اعتراض کیا کہ اس قول کو صحیح مان لیا جائے تو ہر برائی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے لیے ثابت ہوگی حتیٰ کہ باری تعالیٰ پھر دوسرا الٰہ پیدا فرمانے پر بھی قادر ہوگا جبکہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے اس پر اس نے الٹے سیدھے جواب دیئے۔ برائے کرم قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں دلائل کے ساتھ اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں کہ اس آیہ شریفہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو مذکورہ شخص کے لیے شریعت مطہرہ کے تحت حکم بیان فرمائیں اور عنداللہ اجر پائیں۔

حاجی شیر احمد، تحصیل باغ ضلع پونچھ آزاد کشمیر

۷۸۶ **الجواب:** وہابیہ کی دشنام طرازیوں اور افتراء پردازیوں سے نہ محبوبان خدا محفوظ ہیں اور نہ ظالموں کی بہتان تراشی اللہ جل مجدہ کا لحاظ کرتی ہے۔ ان کے بڑے بھی یہ کہتے یہی لکھتے آئے اور اسماعیل دہلوی نے اسی کو اپنے رسالہ ''یکروزی'' میں لکھا۔ وہابیہ بلکہ ان کے ہم نوا دیوبندیہ کا یہ مسئلہ طشت از بام ہے۔ اس کے رد بہت رسائل میں ہو چکے اور بفضلہ تعالیٰ ''سبحن السبوح'' نے تو ان کے منہ میں پتھر دیدیا۔ مسلمانوں کو سمجھنے کے لیے اتنا ہی بہت ہے کہ جب خدا کا جھوٹ بولنا بھی ممکن ہوا تو اب اس کی کس بات کا اعتبار رہا۔ اب وہابیہ کے نزدیک کیونکر ثابت ہوا کہ قرآن میں جھوٹ نہ بولا۔ کیا اس پر کوئی افسر ہے جس نے روک لیا یا اس کا ڈر کیا۔ یا اس نے خود کہا ہے کہ میرا سب کلام سچا ہے میں نے نہ جھوٹ بولا نہ بولوں۔ کہا کرے۔ جب جھوٹ بول سکتا ہے تو کیا معلوم پہلا جھوٹ یہی کہا ہو۔ یا نبی نے کہدیا ہے کہ خدا کا سب کلام سچا ہے۔ سبحان اللہ۔ جس کے خدا کا سچا ہونا واجب نہیں جھوٹا بھی ہوسکتا ہے تو اس نبی کا سچا ہونا کیوں واجب ہوگیا۔ کیا نبی خدا سے بھی بڑھ کر ہے۔ غرض اب نہ تو قرآن رہا نہ دین۔ نہ ایمان بچا نہ یقین۔ وہابیہ وامام وہابیہ کا یہ ادنیٰ کرشمہ ہے کہ ایک ہی لفظ میں تمام دین وایمان، ونبی وقرآن، سب پر پانی پھیر دیا۔ اور یہ کہنا کہ جھوٹ پر قدرت ہے بایں معنی کہ وہ خود جھوٹ بول سکتا ہے، محال کو ممکن ٹھہرانا اور خدا کو عیبی بتانا بلکہ خدا سے انکار کرنا ہے اور یہ سمجھنا کہ محالات پر قادر نہ ہوگا تو قدرت ناقص ہو جائے گی باطل محض ہے کہ اس میں قدرت کا کیا نقصان۔ نقصان تو اس محال کا ہے کہ تعلق قدرت کی اس میں صلاحیت نہیں۔ اسے یوں سمجھنا چاہیے کہ دوسرا خدا ہونا محال ہے یعنی نہیں ہوسکتا تو اگر یہ زیر قدرت ہو تو موجود ہوسکے گا تو محال نہ رہا۔ اور اس کو محال نہ ماننا وحدانیت کا انکار ہے۔ یونہی فنائے باری محال ہے اگر تحت قدرت ہو تو ممکن ہوگی اور جس کی فنا ممکن ہو وہ خدا نہیں تو ثابت ہوا کہ محال پر قدرت ماننا اللہ کی الوہیت سے انکار کرنا ہے۔ اور کذب، دغا، خیانت، ظلم، جہل، بے حیائی، وغیرہ عیوب سب اس پر قطعاً محال ہیں۔ پھر جھوٹ تو ایسا ناپاک عیب ہے جس سے تھوڑی ظاہری عزت والا بھی بچنا چاہتا ہے۔ بلکہ بھنگی چمار بھی اپنی

طرف اس کی نسبت سے شرماتا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ممکن ہوا تو وہ بھی عیبی ناقص گندی نجاست سے آلودہ ہو سکے گا۔ تو کیا کوئی مسلمان اپنے رب پر ایسا گمان کر سکتا ہے۔ مسلمان تو مسلمان معمولی سمجھ بوجھ والا یہودی اور نصرانی بھی ایسی بات اپنے رب کی نسبت گوارا نہیں کرے گا اور جو خدا کی طرف اس کی نسبت کرے وہ یہودیوں اور نصرانیوں سے بدتر ہے۔ ایسوں ہی کے بارے میں فرمایا کہ ایا کم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم تم ان سے دور رہو انہیں اپنے سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنوں میں نہ ڈال دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

زمین ساکن ہے یا سورج اور چاند؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ: جو مسائل نص قرآنی سے صراحتاً ثابت ہوں کیا ان میں تاویل ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ قرآن کریم کی بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ سورج اور چاند چلتے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک آیت نقل کر دیتا ہوں۔ والشمس تجری لمستقر لھا۔ اور دوسری آیت یہ ہے والقمر قدرنہ منازل۔ ان دونوں آیات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ چاند اور سورج چلتے ہیں مگر ایک صاحب کہتے ہیں کہ زمین اور چاند چلتے ہیں اور سورج رکا ہوا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سورج اور چاند چلتے ہیں۔ ہم کس کی بات مانیں یہ ایک سائل نے سوال کیا تھا ایک صاحب سے انھوں نے جواب میں یہ بات کہی ہمیں تو سورج اور چاند چلتے نظر آتے ہیں قرآن کریم نے عام مشاہدے پر گفتگو فرمائی ہے۔ باقی اگر واقعتاً زمین چلتی ہو جیسا کہ سائنسدان کہتے ہیں تو بھی قرآن کریم کے بیان کے خلاف نہیں کیونکہ وہ لوگ (سائنسدان) اصل واقعہ کو بیان کر رہے ہیں اور قرآن مشاہدہ بیان کر رہا ہے۔ اس بات سے یہ معلوم ہوا کہ انھوں نے اس مسئلہ میں تاویل کی ہے اور ان کو قرآنی مسئلہ میں شک ہے اس لیے تو انہوں نے کہا کہ قرآن مشاہدے پر گفتگو کر رہا ہے اور وہ واقعہ پر۔ تو اصل صحیح مسئلہ کیا ہے اور قرآن کریم کی بہت سی آیات سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ زمین ساکن ہے اور ہرگز نہیں چلتی۔ مثال کے طور پر دو آیات نقل کر رہے ہوں۔

۱۔ الم نجعل الارض مھدا۔ والجبال اوتادا۔

۲۔ ومن اٰیتہٖ ان تقوم السماء والارض بامرہ۔

ان دونوں آیات سے معلوم ہوا کہ زمین ساکن ہے اور چلتی نہیں ہے۔ اب آپ بتائیں کہ اصل مسئلہ کیا ہے؟

محمد اسلم آرائیں، ٹنڈو الہیار

۷۸۲ **الجواب:** یہ غلط ہے کہ زمین و آسمان چکر میں ہیں۔ وہ تو نہیں، مگر ان کے چکر کے قائل چکر میں ہیں۔ اسلامی مسئلہ یہ ہے کہ زمین و آسمان دونوں ساکن ہیں۔ کواکب چل رہے ہیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے ان اللہ یمسک السموات والارض ان تزولا۔ (الآیۃ) یعنی بے شک اللہ زمین و آسمان کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ اور اگر وہ سرکیں تو

اللہ کے سوا انہیں کون روکے۔ بے شک وہ علم والا بخشنے والا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ / ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

جناب حضرت بی بی زلیخا رضی اللہ عنہا کے متعلق گستاخانہ عقیدہ رکھنے والا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء عظام وفقہاء فخام اس مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) بی بی زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوا ہے یا نہیں؟

(۲) فسق زلیخا ثابت ہے یا نہیں؟

(۳) بی بی زلیخا مومنہ ہے یا کافرہ؟ (معاذ اللہ)۔

(۴) بی بی زلیخا کو (معاذ اللہ) رنڈی بدکار کہنے والے پر شرعاً کوئی سزا ہے یا نہیں؟

(۵) بی بی زلیخا کے بارے میں بدگوئی کرنے والے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

بینوا بالبرہان اجرکم عند الرحمن مفتی عبد الخالق، مہتمم مدرسہ مخزن العربیہ، کھٹان خضدار۔ بلوچستان

۷۸۶ الجواب: معتبر ومعتمد تفاسیر میں ہے کہ امارت طلب کرنے کے ایک سال بعد بادشاہ مصر نے حضرت یوسف علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو بلا کر آپ کی تاج پوشی کی اپنا ملک آپ کو تفویض کیا اور قطفیر یعنی عزیز مصر کو معزول کر کے آپ کو اس کی جگہ والی بنایا اور خود مثل تابع ہو گیا کہ آپ کی رائے میں دخل نہ دیتا اور آپ کے ہر حکم کو مانتا۔ اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہو گیا تو بادشاہ نے اس کے انتقال کے بعد زلیخا کا نکاح حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کر دیا۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام زلیخا کے پاس پہنچے اور اس سے فرمایا کہ یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو چاہتی تھی تو زلیخا نے عرض کیا کہ ''اے صدیق مجھے ملامت مت کیجئے۔ میں خوبرو تھی۔ نوجوان تھی۔ عیش میں تھی اور عزیز مصر عورتوں سے سروکار ہی نہیں رکھتا تھا اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ حسن و جمال عطا کیا ہے۔ میرا دل اختیار سے باہر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کیا ہے آپ محفوظ رہے''۔ حضرت امام فخر الدین رازی نے وکذلك مکنا لیوسف فی الارض کے تحت فرمایا و عزل الملك قطفیر زوج المراۃ المعلومۃ ومات بعد ذلك و زوجہ الملك امراتہ۔ فلما دخل علیها قال الیس هذا خیرا مما طلبت۔ فوجدها عذراء فولدت له و لدین افرایم و میشا۔ یعنی نکاح کے بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو فرمایا کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے جو تو نے چاہا تھا۔ آپ نے زلیخا کو باکرہ پایا اور ان سے آپ کے دو صاحبزادے ہوئے افرایم و میشا۔ کیسی صاف صریح شہادت ہے کہ آپ نے زلیخا سے نکاح بھی فرمایا اور ان سے اولاد بھی ہوئی اور یہ کہ آپ نے زلیخا کو باکرہ پایا۔ اب جو ان کی طرف معاذ اللہ فسق و فجور کی نسبت کرتا ہے وہ شیطان رجیم کی اتباع میں اندھا ہو چکا ہے۔ اور یوں بھی کسی پارسا مسلمان عورت پر ایسی تہمت لگانا نص قرآنی سے حرام ہے۔ علمائے کرام لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بهذا الآیۃ کے تحت فرماتے ہیں کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ کسی نبی کی بی بی بدکارہ ہو سکے اور اسے فجور و بدچلنی کی

آلودگی پہنچے۔ اگر چہ اس کا ابتلائے کفر ہونا ممکن ہے۔ کیونکہ انبیاء کفار کی طرف مبعوث ہوتے ہیں تو ضروری ہے کہ جو چیز کفار کے نزدیک بھی قابل نفرت ہو اس سے وہ پاک ہوں۔ اور ظاہر ہے کہ عورت کی بدکاری ان کے نزدیک بھی قابل نفرت ہے (خزائن العرفان بحوالہ تفسیر کبیر وغیرہ) ایسی صاف صریح تصریح کے بعد بھی اگر کوئی بدبخت توبہ نہ کر سکے اور اپنی بات پر جما رہے تو یہ اپنا سر کھپائے اور جہنم میں جانے کا راستہ بنائے۔ مسلمان اس سے سروکار نہ رکھیں۔ امام بنانا درکنار اس سے کوئی رابطہ کوئی علاقہ کوئی تعلق کسی مسلمان کا ہونا ہی نہ چاہیے۔ ایسے گستاخ ایسے بدزبان ایسے گندہ دہن اس آیہ کریمہ کے مصداق ہیں کہ الخبیثت للخبیثین والخبیثون للخبیثات۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

جو یہ کہے کہ میں اللہ ورسول کو نہیں مانتا اس کا حکم

سوال: حلفیہ بیان

ہم تمام لوگ اللہ تعالیٰ کو حاظر وناظر جان کر یہ بیان کرتے ہیں کہ سیف اللہ ولد لطف اللہ ساکن یونٹ نمبر ۸ خواجہ کالونی لطیف آباد نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ورسالت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا ہے۔ تفصیل یہ ہے کہ انوار علی نے سیف اللہ سے جو کہ ہوٹل کا کام کرتا ہے کہا کہ "اللہ کو مانو چائے اچھی بنا کر لاؤ" تو اس نے یہ کہا کہ نہ میں اللہ کو مانتا ہوں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں اس پر میں نے یہ کہا کہ یہ کیا بکتا ہے تو پھر یہی الفاظ دہرائے کہ ہاں نہ میں اللہ کو مانتا ہوں نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مانتا ہوں صرف علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا ہوں اور موقع پر موجود ہم تمام لوگ اس بات پر غصہ ہو گئے اور اس کے بنے ہوئے باپ سے گھر جا کر احتجاج کیا اور کہا کہ یہ شخص مرتد ہو گیا ہے اس سے توبہ کرائیے اور مفتی اسلام کے پاس لیجا کر دوبارہ اسلام قبول کرائیے لیکن انہوں نے ادھر سن کر ادھر نکال دی اور یہ شخص اب بھی مسلمانوں کو اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چائے پلا رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس شخص کی ابھی حال ہی میں شادی ہوئی ہے اور اس نے اپنے نکاح نامہ میں اپنے والد کے نام کے بجائے اپنے بنے ہوئے باپ کا نام لکھایا ہے۔ اس لیے براہ کرم یہ فتویٰ صادر کیجئے کہ آیا یہ شخص سیف اللہ مرتد ہوا یا نہیں اور یہ کہ اس شخص کا نکاح اپنے اصلی باپ کا نام نکاح نامہ میں نہ لکھانے سے ہوا یا نہیں؟

گواہان ۱۔انوار علی ۲۔محمد سلمان شیخ، ۳۔عبدالحمید، ۴۔عبدالرشید،
۵۔عثمان بیگ، ۶۔رحیم الدین، ۷۔قاضی محمد ایوب حسین صدیقی

۷۸۶ الجواب: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص نے یہ باتیں بکیں اگر وہ کلمہ گو ہے تو ان اقوال کے ادا کرتے ہی اسلام سے خارج اور کافر و مرتد ہو گیا اور ایسا کہ جو اس کے ان افعال پر مطلع ہونے کے باوجود اسے مسلمان جانے وہ خود کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہو جائے۔ ا۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے فی الفور قطع تعلق کر لیں۔ اس سے لین دین خرید و فروخت، اس کے پاس آنا جانا، اس کے پاس اٹھنا بیٹھنا سب حرام ہے۔ یوہیں اس کے ہوٹل میں جانا،

چاہئے پانی پینا حرام۔ غالبًا وہ آغا خانی بوہرہ ہے اور وہ تو ہیں ہی مرتد خارج از اسلام۔ پھر اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی خاندانی نسبت کرنا بھی حرام ہے بلکہ باعث لعنت۔ اور اگر وہ مسلمان ہوتا اور وقت نکاح سامنے موجود ہوتا تو نکاح نامہ میں اصل باپ کا نام نہ لکھوانے سے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

کیا ایسا شخص پیر ہو سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ اگر پیر صاحب کی رضامندی سے ان کی آمد پر آتش بازی کی جائے۔ جہاں پیر صاحب خود موجود ہوں اور پیر صاحب خوشی کا اظہار کریں۔ اور سڑک پر ہی پیر صاحب ذکر کرائیں۔ کیا یہ قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہے۔ نیز ایسے پیر کی بیعت کے لیے کیا حکم ہے؟

۲۔ اگر پیر صاحب اپنی تعریف خود کریں یا دوسروں سے کرائیں۔ اور تعریف کرنے والے کی حوصلہ افزائی کریں۔ اور اپنی ولایت کی بے شرع تصدیق کرائیں۔ قرآن وحدیث کی رو سے کیا حکم ہے؟

۳۔ جب مرید آپس میں ملیں۔ یا پیر صاحب سے ملیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ کے بجائے حق اللہ صوفی صاحب یا حق اللہ پیر صاحب کا جملہ ادا کریں۔ اس کے لیے قرآن وحدیث میں کیا حکم ہے؟

۴۔ کوئی بھی شخص صرف داڑھی رکھے مگر نماز پنج وقت فرض کا بھی پابند نہ ہو۔ کیا وہ صوفی کہلانے کا مستحق ہے؟

صوبیدار مبارک حسین، مکان نمبر ۸۲-C-۳/۱۶ چتیل چاڑھی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ۱۔ آتش بازی حرام ہے اور اسے قرآن کریم نے اسراف بتایا اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کا بھائی کہا۔ اس پر خوش ہونا بچوں یا ناواقفوں کا کام ہے یا ایسوں کا جنہیں حکم شرعی کا کوئی لحاظ پاس نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جو ایسے ہوں وہ دوسروں کی رہنمائی کا فرض کیا انجام دیں گے تو پھر بیعت کا فائدہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اپنی تعریف خود کرنا یا دوسروں سے سن کر خوش ہونا جبکہ وہ اس کے مستحق نہیں، خودنمائی اور خود پسندی کی علامت ہے۔ اور پھر اپنی ولایت کی اوروں سے جبکہ وہ خود بے شرع ہوں تصدیق کرانا نفسانی خواہشات کا اتباع ہے۔ ایسے حضرات جلد ہی شیطان کے اغواء میں آجاتے اور ہدایت سے دور جا پڑتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ یہ صراحتًا سنت نبوی کو ختم کرنا اور نئی شریعت کی بنیاد ڈالنا ہے جسے اغوائے شیطان کے سوا اور کوئی نام نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ داڑھی مونڈا کر صوفی بننا ایسا ہی ہے جیسے نماز روزہ کے بغیر اپنے آپ کو اللہ والا سمجھنا۔ دونوں ہی جہالت ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ شیطان کچے دھاگے میں باندھ کر انہیں کھینچ رہا ہے اور یہ کھنچ رہے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

کیا زمین ساکن ہے؟

سوال: جناب مفتی صاحب السلام علیکم

جناب عالی! گذارش یہ ہے کہ مجھے ایک مسئلہ معلوم کرنا ہے کہ آج کل لوگ یہ کہتے ہیں زمین گھومتی ہے اور سورج ایک جگہ قائم ہے۔ لیکن اس کے رد میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام اہلسنت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین رسالے تحریر فرمائے ہیں جن میں ایک کا نام "نزول آیات قرآن بسکون زمین و آسمان" ہے (اس رسالے میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قرآنی آیات سے ثابت کیا ہے کہ سورج گھومتا ہے اور زمین آسمان ساکن ہیں۔ لہٰذا آپ سے عرض ہے کہ آپ قرآن کریم کی ان آیات کی نشاندہی فرما دیجئے مہربانی ہوگی۔

اور میں نے یہ سنا ہے کہ لوگ کہتے ہیں چاند اور سورج نور ہیں اور کچھ کہتے ہیں کہ سائنسدان چاند پر پہنچ کر وہاں سے مٹی اور پتھر وغیرہ لائے ہیں۔ اگر چاند نور ہے تو وہاں پر مٹی پتھر وغیرہ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ براہ کرم جواب عنایت فرمائیں مہربانی ہوگی۔ مجھے اس کی بہت ضرورت ہے۔ محمد خلیل احمد، لطیف آباد نمبر ۱۲، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: اللہ عزوجل کا یہ ارشاد کہ ان اللہ یمسك السموات والارض ان تزولا ...... (الآیہ) ترجمہ "بے شک اللہ آسمان و زمین کو روکے ہوئے ہے کہ سرکنے نہ پائیں۔ اور اگر وہ سرکیں تو اللہ کے سوا انہیں کون روکے، بے شک وہ حلم والا، بخشنے والا ہے"۔ اس مسئلہ پر صاف بیان ہے کہ زمین و آسمان ساکن ہیں۔ اور دیندار مسلمان کو اتنا ہی کافی۔ تفصیل کے لیے اسی رسالہ کا مطالعہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

چاند اور سورج نور ہیں یعنی دوسروں کو روشنی پہنچاتے ہیں۔ نور کے یہی معنیٰ کہ خود روشن ہو اور دوسروں کو روشن کر دے۔ جیسے چراغ بلب فانوس وغیرہ کہ سب نور ہیں کہ دوسروں کو روشن کرتے ہیں۔ تو کیا ان چیزوں کے اجزاء نہیں ہیں اور ضرور ہیں۔ تو چاند کہ خود روشن ہے اور دوسروں کو روشن کرتا ہے اگر اس میں زمین جیسی چیزیں ہوں تو کیا جائے تعجب ہے۔ رہا یہ کہ سائنسدان چاند پر پہنچے اور وہیں سے مٹی پتھر وغیرہ لائے، اسے اللہ جانے اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ نہ ہم اس کی تکذیب کرتے ہیں اور نہ آنکھ بند کر کے اس کی تصدیق پر آمادہ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

بالغ کو اختیار ہے جہاں چاہے رہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین قرآن و سنت کی روشنی میں کہ: ایک لڑکا جس کی عمر ۱۶ سال ہے وہ ٹنڈو الہیار کا رہنے والا ہے اس نے اسلام قبول کیا ہے اور اس کا نام کامران رکھا گیا ہے۔ اور جناب ڈپٹی کمشنر صاحب حیدرآباد کے آرڈر پر ہمارے ادارہ یتیم خانہ معینیہ حیدرآباد کے سپرد کیا ہے۔ اب اس کی والدہ نے ادارہ پر لڑکے کو اپنی تحویل میں لینے کا عدالت میں دعویٰ کیا

ہے۔لڑکے نے ماں کے ساتھ جانے سے انکار کردیا اور نہ ہی ماں سے ملنا چاہتا ہے۔لڑکے کی ماں نے عدالت میں یہ کہا ہے کہ میں ہی بچے کی وارث ہوں اور اس کی تعلیم و پرورش میں خود ہی کراؤں گی اس کو مسلمان ہی رکھوں گی۔ بچے نے عدالت میں مجسٹریٹ صاحب کے سامنے یہ بیان دیا کہ میں اب مسلمان ہو چکا ہوں اور میری ماں کافرہ ہے اس لیے میں اپنی ماں کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور نہ ہی وہ اس کو اپنی ماں تسلیم کرتا ہے۔علمائے دین قرآن وسنت کی رو سے کیا فرماتے ہیں کہ بچہ کس کے پاس رہے۔ماں کے پاس رہے یا آزاد رہے۔ محی الدین محی انصاری۔پختہ قلعہ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: لڑکا چونکہ بالغ ہے اور مسلمان ہو چکا ہے اور بالغ لڑکا شرعاً خود مختار ہے اس کو ماں کے حوالہ نہیں کیا جائے گا اور وہ اپنی مرضی کے مطابق جہاں چاہے رہ سکتا ہے اور اگر نابالغ بھی ہوتا تو بھی سمجھدار ہونے کے بعد کافرہ ماں کے حوالے کرنا جائز نہیں ہوتا۔جیسا کہ شامی (صفحہ نمبر ۶۰۸، جلد) ۲ کے حاشیہ درمختار میں ہے و ھذا قبل البلوغ و اما بعدہ فیخیر بین ابویہ۔لڑکے کو جب انزال ہو گیا وہ بالغ ہے۔خواہ انزال کسی طرح ہو سوتے میں یا بیداری کی حالت میں۔اور انزال نہ ہو تو جب تک اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو جائے وہ بالغ نہیں۔جب پورے پندرہ سال کا ہو گیا تو اب شرعاً وہ بالغ ہے علامات بلوغ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں۔(عالمگیری درمختار وغیرہ) اور جب اس کا بالغ ہونا شرعاً پندرہ سال کی عمر میں تسلیم کرلیا گیا تو بالغ کے جتنے احکام ہیں اس پر جاری ہوں گے۔(درمختار) اور قبول اسلام تو وہ حکم شریعت ہے جس کے لیے بالغ ہونا بھی شرط نہیں۔آخر نہ دیکھا کہ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تقریباً آٹھ سال کی عمر میں مشرف باسلام ہوئے۔اور جب وہ مسلمان ہو چکا تو کسی طرح بھی کافر والدین کے حوالہ نہ کیا جائے گا۔اگرچہ حکم ہے کہ وہ نیک سلوک ان کے ساتھ کرتا رہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ کیم ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

یا اللہ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: مسجد شریف یا کسی اور جگہ یا اللہ جل جلالہ اور یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھنا یا لکھ کر لگانا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن مجید وحدیث شریف کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔ محمد جمیل نظر شیخ، وارڈ ڈی، گدوانی گلی، مکان نمبر ۱۲۵ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: کلمات مذکور بے شک جائز ہیں۔جن کے جواز میں کلام نہ کرے گا مگر سفیہ، جاہل، نادان، و احکام شرع سے ناواقف محض۔یا پھر وہابی، بے دین جس کے مذہب میں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یا علی، یا غوث کہنے والے مسلمان کافر، مشرک اور بدعتی ہیں۔حالانکہ وہ امت مرحومہ کے عام مسلمانوں کو کافر ومشرک بنا کر، خود گمراہی میں بھٹک رہے ہیں۔کلمات مذکورہ صحابہ کرام کے زمانہ مبارکہ سے لیکر تبع تابعین اور آج تک کے تمام علماء فضلاء صوفیائے کرام اور اولیائے عظام میں مقبول ومعمول رہے۔امام نسائی و امام ترمذی و ابن ماجہ و حاکم وبیہقی وغیرہم علمائے محدثین نے ایک روایت کی جس میں

حضور اقدس ﷺ نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یوں کہے اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبیك محمد نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لتقضی لی اللهم فشفعه فی۔" الٰہی میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی محمد ﷺ کے، کہ مہربانی کے نبی ہیں۔ یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا ہو۔ الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما"۔ اس دعائے مبارکہ میں نام اقدس لیکر ندا کرنے کی تعلیم فرمائی۔ اگر یہ شرک و بدعت ہے تو کیا حضور ﷺ، معاذ اللہ شرک و بدعت کی تعلیم دینے کے لیے تشریف لائے۔ حاشا وکلا ہرگز نہیں۔ حضور سید عالم ﷺ کو ندا کرنے کے عمدہ دلائل سے التحیات ہے جسے ہر نمازی نماز کی دو رکعت پر پڑھتا ہے اور اپنے نبی کریم ﷺ سے عرض کرتا ہے السلام علیك ایها النبی ورحمة الله و بركاته۔ سلام آپ (حضور) پر اے نبی۔ اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں۔ اگر ندا معاذ اللہ شرک ہے تو یہ عجیب شرک ہے کہ عین نماز میں شریک و داخل ہے۔ اور جب کلمات تشہد سے ان معنی کا قصد اور انشاء ضروری ہے (یعنی نمازی اس تصور میں غرق ہو جائے کہ میں بالقصد ان کی بارگاہ میں سلام عرض کر رہا ہوں) تو رسول کریم ﷺ کو ندا کرنا جسے وہابیہ شرک کہتے ہیں ایسا جائز ثابت ہوا کہ نماز میں واجب ہے اب منکرین قہر والے عرش سے لڑائی مول لیں کہ تو نے کیوں ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات واجب کی اور اس میں نبی ﷺ پر بالقصد سلام عرض کرنا واجب کیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

اس مجد و ملت پہ لاکھوں سلام کہنا جائز ہے؟

سوال: بخدمت جناب مولنا مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

گزارش یہ ہے کہ لطیف آباد نمبر ۱۲ مسجد اقصیٰ میں جمعہ کے روز زید نے مشہور صلوٰۃ وسلام "مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام" پڑھا۔ اور اس کے آخر میں یہ شعر پڑھا "وہ بریلی کے شاہ، شاہ احمد رضا۔ اس مجد و ملت پہ لاکھوں سلام"۔ اس پر ایک صاحب کو اعتراض ہوا کہ "یہ پڑھنا ناجائز ہے۔ ہم نے نہیں سنا"۔ زید نے انہیں سمجھایا لیکن وہ نہیں مانے۔ برائے کرم آپ اس مسئلہ کا جواب تفصیل سے لکھیں۔ بینوا، توجروا۔ قمر الدین شیخ، لطیف آباد نمبر ۷

۷۸۶ الجواب: انبیائے کرام پر بالاستقلال صلوٰۃ وسلام اجمالاً بھی جائز ہے کہ سلام علی المرسلین۔ اور تفصیلاً بھی یعنی نام بنام کہ سلام علی نوح، سلام علی ابراهیم وغیرہ۔ آیات اس کی دلیل ہیں۔ اور انبیائے کرام کی تبعیت میں امت اور اس کے افراد پر نام بنام، اجمالاً و تفصیلاً، دونوں طرح جائز ہے جیسا کہ عموماً کتابوں میں مذکور اور مسلمانوں کی زبان پر رائج ہے۔ کہ حضور ﷺ کے ذکر شریف سے متصل ہی ان کی آل واصحاب اور تابعین وغیر تابعین اور ان میں بھی نامزد کر کے درود پڑھتے اور لکھتے ہیں۔ "شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام"۔ اور "تا ابد اہلسنت پہ لاکھوں سلام"۔ اور اسی سلام میں صحابہ اور ان میں خصوصاً خلفائے راشدین، اہلبیت کرام اور ان میں خصوصاً ازواج مطہرات اور اولاد امجاد، اولیائے کرام اور ان میں بالخصوص سیدنا غوث اعظم پر

صلوٰۃ وسلام مذکور ہے۔ اور کسی کو آج تک اس پر اعتراض نہ ہوا۔ اور کیونکر ہو کہ وہ شرعاً جائز ہے۔ تو جب وہ جائز ہے یہ بھی جائز ہے۔ اور اگر اعتراض وہابیت کی بنیاد پر ہے تو وہابیت مردود۔ مسلمان اس عمل کو جاری رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

جب ایک ''صَلِّ'' کے بعد درود شریف پڑھ لیا تو واجب ادا ہو گیا

سوال: بخدمت جناب محترم المقام خلیل العلماء مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی مدظلہ العالی

مہتمم دار العلوم احسن البرکات مفتی اعظم سندھ پاکستان۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف

معلوم ہو کہ لانڈھی نمبر ۳، ایریا ۲۔ بی، کراچی نمبر ۳۰، مسجد اجمیر حنفیہ کے امام صاحب درود شریف پڑھتے وقت ان دو کلمات کا اضافہ فرماتے ہیں۔

۱۔ صَلِّ علی۔ اور اس کے اضافہ کرنے سے دوبارہ درود شریف پڑھنا واجب ہے جیسا کہ صلوا علیہ وآلہ یا درود تاج میں آخر میں وسلموا تسلیما کے بعد پڑھنا واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ اور اگر واجب ہوتا ہے تو کلمہ اول یا سبحن ربك رب العزۃ عما یصفون۔ و سلام علی المرسلین والحمد ..... الخ یا پھر وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ و نور عرشہ و زینۃ فرشہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ و ازواجہ وذریاتہ و اھل بیتہ و اولیاء امتہ اجمعین برحمتك یا ارحم ..... الخ۔ بہت کم پڑھتے ہیں اور صلے علی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین مراد ہیں جبکہ مندرجہ ذیل درود میں صحابہ کا کہیں ذکر بھی نہیں۔ اللھم صَلِّ علی سیدنا ومولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارك وسلم۔ وصل علی۔ جبکہ درود وبارک وسلم پر ہی ختم ہوتا ہے تو پھر صل علی کا اضافہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اور صحابہ کرام کیسے مراد ہوئے۔ درود وسلام علیحدہ علیحدہ کلمہ طیبات ہیں یا نہیں یا ایک ہی کلمہ ہے؟

۲۔ قرآن شریف نماز یا نماز سے باہر پڑھتے وقت جہاں وقف ہے وہاں وقف نہ کرنا اور جہاں وقف مجوزہ ہے وہاں وقف تامہ کیسا ہے؟ اور کیا ایسی مندرجہ بالا حالت میں معنی بدل جانے کا احتمال ہے یا نہیں۔ جب کہ امام موصوف سورت انا انزلنہ فی لیلۃ القدر میں اَمرٍ کو اَمرْ اور سلامٌ کو سلمْ کثرت سے پڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم کبھی سَلامٌ کو بھی سلامُ پڑھتے ہیں۔ جواب دے کر مشکور وممنون ومشکور فرمائیں۔ علامہ ازہری صاحب نے فتویٰ نہیں دیا مجبوراً آپ کی خدمت عالیہ میں ارسال کر رہا ہوں۔ فتویٰ نہ دینے کی وجہ معلوم نہیں۔

خادم شما، احقر العلماء، سید محمد فاخر چشتی صابری کاملی

۷۸۲ الجواب: آپ نے سوال میں ہر جگہ صل علی کے درود شریف میں اضافہ کی بابت استفسار کیا۔ یہ کلمہ باوجود غور وتامل فقیر کی فہم میں نہ آیا۔ درود شریف میں صل آخر میں پھر پڑھا جائے تو معنی ہی نہ ہوئے۔ اور علی پڑھا جائے تو یہ

اضافہ بدعت سیئہ۔ اور امام صاحب کی یہ منطق بھی سمجھ میں نہ آئی کہ اس کلمہ سے صحابہ کرام کیونکر مراد و مفہوم۔ آپ امام صاحب سے معلوم کر کے صاف صاف لکھیں کہ وہ کیا پڑھتے ہیں اور کیوں؟

اصل اس باب میں یہ ہے کہ درود شریف میں جہاں صراحتاً اصحاب کا ذکر نہیں، صرف آل کا ذکر ہے وہاں آل ہی میں صحابہ شامل سمجھے جاتے ہیں

کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کل مومن تقی آلی۔ ہر متقی مسلمان میری آل میں ہے۔ اس اعتبار سے صحابہ سے بڑھ کر اور کون شامل ہو سکتا ہے اور آل محمد تو ہیں ہی آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہی وجہ ہے کہ درود شریف کے جن معنوں میں صراحتاً اصحاب کا ذکر نہیں علماء نے اس میں یہ اضافہ کیا بھی نہیں اور جیسا ماثور ہوا وہی معمول رہا۔ مثلاً نماز میں درود ابراہیم۔ ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں صلوٰۃ اور سلام دو باتوں کا حکم ہے تو دو جداگانہ چیزیں ہیں۔ صلوٰۃ سے مشتق کلمہ صَلِّ وَصَلّٰے اللہ پڑھتے ہیں اور سلام سے مشتق کلمات سَلِّمْ اور سَلِّمْ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ درود شریف میں صیغہ امر بمعنی عرض میں آتا ہے اللھم صل وسلم صیغہ امر ہے تو اگر ہر درود شریف کے اس صیغہ سے نیا درود شریف پڑھنا واجب ہو تو آدمی اس سے عمر بھر عہدہ برآ نہ ہو سکے۔ جو پڑھ لیا وہی کافی ہے اور اتنا ہی شرعاً مطلوب۔ کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ وقف اور وصل کی غلطی کوئی چیز نہیں۔ یہاں تک کہ اگر وقف لازم پر نہ ٹھہرا کیا۔ مگر نماز نہ گئی۔ (عالمگیریہ، فتاویٰ رضویہ) اور انا انزلنا میں امام جس طرح پڑھتے ہیں اس میں کوئی قباحت و کراہت بھی نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ / شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

کیا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے محتاج ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک مولوی صاحب کہتا ہے کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کے محتاج ہیں؟ بینوا، توجروا

میر محمد، ڈاکخانہ ہنگورجہ ضلع خیر پور میرس

۷۸۶ **الجواب:** شک نہیں کہ قرآن وحی الٰہی ہے اور وحی الٰہی کی ہر نبی کو احتیاج۔ لیکن یہ طرز تکلم اور طریقہ خطاب اپنے اندر بیباکی اور سخت جرات لیے ہوئے ہے اور یہ طریقہ ان اطراف میں وہابیہ کا ہے۔ بہت سے امور ہیں کہ یقیناً اور واقعۃً ہیں لیکن زبان سے ادائیگی میں سخت احتیاط برتی جاتی ہے۔ مثلاً بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اللہ کو خالق خنزیر کہے تو ایمان کے لالے پڑ جائیں۔ مسلمان ایسے کی بات سنتے ہی کیوں ہیں اور اگر اس کی کوئی علیحدہ مسجد ہے جس میں وہ بیان کرتا ہے تو مسلمانان اہلسنت مل کر اسے تنبیہ کریں کہ وہ ایسے الفاظ زبان سے نہ نکالے۔ اس سے مسلمانوں میں انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ / شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

سرکار دوعالم ﷺ کا نام مبارک سن کر انگوٹھے چومنا / اقامت بیٹھ کر سننا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: حضور پاک ﷺ کے نام مبارک کو سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا کس حدیث سے ثابت ہے۔ طیبہ مسجد میں ایک اشتہار لگوایا گیا تھا جس میں خلفائے راشدین کے حوالہ سے حضور ﷺ کے اسم مبارک کو سن کر انگوٹھے چومنا ثابت بتایا گیا ہے۔ لہٰذا آپ حدیث نقل فرمائیں جس سے مسئلہ مستند طور پر ثابت ہو جائے۔ دیگر یہ کہ تکبیر کھڑے ہو کر سننا کیسا ہے ایک شخص کھڑے ہو کر سنتا ہے اور سب بیٹھے رہتے ہیں لہٰذا یہ فعل کیسا ہے؟

ابوالبرکات، لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۲

۷۸۶ الجواب: علمائے احناف میں مقبول و مستند و معتمد، فقہ حنفی کی مشہور و متداول کتاب ردالمحتار المعروف بہ شامی کے جزء اول میں ہے یستحب ان یقال عند سماع الاولی من الشھادۃ صلی اللہ علیك یا رسول اللہ و عند الثانیۃ منھا قرۃ عینی بك یا رسول اللہ۔ ثم یقول اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ علیہ السلام یکون قائدا لہ الی الجنتہ کذا فی کنز العباد۔ یعنی جب موذن اشھد ان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ انگوٹھوں کو بوسہ دیکر آنکھوں سے لگالے اور کہے ''قرۃ عینی بك یا رسول اللہ، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ اس کی جنت کی جانب رہنمائی فرمائیں گے''۔ اب جو حنفی ہے وہ آپ ہی اسے تسلیم کرے گا اور جو حنفی نہیں یعنی اس میں بے دینی و بدعقیدگی کے جراثیم ہیں وہ ہرگز نہ مانے گا۔ تو بحث فضول۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ بیٹھ جائے جب مکبر حی علی الصلوٰۃ پر پہنچے تو کھڑا ہو۔ کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ (عالمگیری وغیرہ) حکم استحبابی ہے یعنی آدمی کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو گناہ نہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ پر مسلمان آپس میں نزاع پیدا نہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

سنی لڑکی کا نکاح، آغا خانی سے ناجائز ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

جناب کی خدمت عالی میں گذارش یہ ہے کہ ہم قوم شیخ اہلسنت والجماعت حنفی ہیں۔ ہمارے بہنوئی جن کو کہ منا کہتے ہیں اپنی لڑکی کی شادی امین ولد قاسم جو کہ خوجہ قوم سے تعلق رکھتے ہیں آغا خانی ہے اس سے اپنی لڑکی کی شادی کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کے تعاون اور شرعی فتویٰ کی ضرورت ہے کہ آیا اہلسنت والجماعت خوجہ قوم میں نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم شریعت کی رو سے جلد از جلد ہمیں فتویٰ دیا جائے۔ عبدالمجید، کچا قلعہ، شاہ فیصل کالونی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: رافضیوں میں سب سے بدتر فرقہ نصیریہ کی ایک بدترین شاخ کو اس زمانہ میں آغا خانی فرقہ کہا جاتا ہے۔

یہ فرقہ اپنے عقائد ملعونہ کی وجہ سے ایسا کافرو مرتد اور خارج از اسلام ہے کہ ان کے عقائد پر مطلع ہوتے ہوئے جو انہیں مسلمان جانے وہ خود کافرو مرتد ہے۔ اور جب آغا خانی خوجے، کافرو مرتدین ہیں تو ان کے ساتھ بیاہ شادی کو اپنانا کفر کو اپنانا ہے۔ خصوصاً اپنی لڑکی ان کے عقد نکاح میں دینا بدکاری و زنا کاری کے لیے پیش کرنے کے برابر ہے اور جائز سمجھ کر دینا بدترین وبال بلکہ کفر در کفر ہے۔ جو مسلمان ایسے ہیں دوسرے مسلمان ہرگز ان سے کسی قسم کا کوئی تعلق نہ رکھیں۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

جنازے کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ شریف کا ذکر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: جنازے کے ساتھ بلند آواز سے کلمہ شریف کا ذکر کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں آگاہ کریں۔　صوفی نثار احمد، حالی روڈ، حیدر آباد سندھ

۸۶۷ **الجواب:** جنازہ کے ساتھ ذکر بالجہر میں کوئی حرج نہیں۔ کلمہ طیبہ کا پڑھنا اللہ عزوجل کا ذکر ہے اور اللہ عزوجل کا ذکر اصل مقصود اور جملہ عبادات کا مغز ہے۔ قرآن کریم نے کسی قید کے بغیر حکم دیا واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون۔ اللہ کا ذکر بکثرت کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ صدر اول میں غالباً یہ معمول تھا کہ خاموشی سے میت کے ساتھ چلا جائے یہاں تک کہ جنازہ کے ساتھ چلنے میں یہ معلوم نہ ہوتا کہ ہمارے داہنے کون ہے اور بائیں کون۔ ہر شخص اپنی فکر میں مشغول ہوتا کہ اپنے لیے بھی یہ وقت آنا ہے اس وقت کیا ہوگا اور کیسی گزرے گی۔ گویا ہر شخص اس جنازہ کو اپنا ہی جنازہ سمجھتا اور بلاشبہ اس وقت کے مناسب حالت یہی تھی۔ جب زمانہ بدلا اور صدر اول کا سا خوف عام مسلمانوں میں نہ رہا اور خاموش چلنا بہتوں کو باعث پریشانی خیالی ہوا تو اطبائے قلوب نے ذکر لسانی کا اضافہ فرمایا کہ زبان خاموشی سے حرکت میں آکر ذکر الٰہی میں مصروف و کار بند رہے۔ اور جہراً ذکر سے اہل فکر کا ذہن نہ بٹے۔ جب زمانہ اور بدلا اور عامۃ الناس غالباً اس قسم کے رہ گئے کہ ان کی زبانیں بھی ذکر خفی سے خاموش رہنے لگیں بلکہ جنازہ کے ساتھ دنیا کی باتیں شروع ہوگئیں تو علمائے کرام نے کہ اطبائے روحانی ہیں ذکر بالجہر کی اجازت دی کہ اس میں اہل اسلام کا زیادہ نفع ہے اور بلند آواز سے ذکر مسلمانوں کی زبانوں اور کانوں کو مشغول رکھتا لغویات سے روکتا اور ذکر و سماع کی طرف بلاتا ہے۔ تو اب ذکر بالجہر، بلند آواز سے کلمہ، یا درود شریف وغیرہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے افراد سے ہے اور حمد و نعت و ثناء دعا و عظ و پند یہ سب ذکر کی صورتیں ہیں۔ ان میں سے جو بھی اختیار کی جائے جائز ہے اور اسے ممنوع کہنا، نامقبول۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۵ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بندہ کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ:

" اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما "

مندرجہ بالا عبارت کا پڑھنا اور لکھنا کیسا ہے۔ زید کہتا ہے کہ جائز اور موجب فضل رب ہے۔ لیکن بعض لوگ جو عربی سے واقف نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس میں "نحن عباد محمد صلی علیہ وسلما" ہے جس کے معنی ہیں کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بندے ہیں جو کفر ہے۔ لہٰذا شرعی فیصلہ فرمائیں تاکہ اختلاف دور ہو۔ مفتی صالح محمد عباسی، لاڑکانہ

۷۸۲ الجواب: عبد یہاں بمعنی مملوک ہے۔ مملوک یعنی غلام کے لیے عربی میں اور فارسی میں بندہ کا استعمال بکثرت موجود تو عبد بمعنی بندہ کو مطلقاً عین شرک اور کفر کہنا غلط بلکہ گستاخی تک پہنچا تا ہے۔ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا وانکحوا الا یا مٰی منکم و الصالحین من عبادکم۔ رسول اللہ فرماتے ہیں لیس علی المسلم فی عبدہ و خرسہ صدقۃ۔ مسلمان پر اپنے عبد اور گھوڑے میں زکوٰۃ نہیں۔ عجب ہے کہ زید وعمر کے غلام کو اس کا عبد کہنے پر کفر وشرک وارد نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلاموں کو ان کا عبد کہنے پر حکم شرک جڑ دیا جائے۔ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایک خطبہ میں برسر منبر فرمایا "قد کنت مع رسول اللہ ﷺ فکنت عبدہ و خادمہ"۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عبد، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بندہ، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدمت گزار تھا۔ اس حدیث کو شاہ ولی اللہ دہلوی صاحب نے بھی ازالۃ الخفاء میں استناداً ذکر کیا اور اسے مقرر کیا اور مثنوی شریف کا یہ شعر مشہور ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ کو خرید لیا اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے تو عرض کیا کہ

گفت ما دبندگان کوئے تو، کردمش آزادہم بر روئے تو

رہی حدیث مسلم شریف کہ "لا یقولن احد کم عبدی و امتی کلکم عباد اللہ" اسے اس موقع پر پیش کرنا بے محل ہے۔ کہ حدیث شریف میں تعلیم تواضع ہے اور آقاؤں کو ارشاد ہے کہ اپنے غلاموں کو اپنے عبد مت کہو، زید کہ غلام بھی ہے اپنے کو مولی کا عبد یا دوسرے کا عبد کیوں نہ کہے۔ قرآن وحدیث سے بھی گزرا کہ ان میں ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا گیا ہے۔ الغرض عبارت مذکورہ بالا صحیح ہے۔ ہرگز شرک وکفر نہیں جو اسے شرک وکفر کہتا ہے۔ وہ زبردستی مسلمانوں کو کافر و مشرک بنا تا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ر رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

کیا گوتم بدھ، رام چند، کرشن نبی ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہر ملک میں ہر قوم میں کوئی نہ کوئی نبی آیا ہے اور ہندوستان میں بھی نبی آئے ہیں اور یہ ممکن ہے کہ گوتم بدھ، رام چند کرشن نبی ہوں۔ زید یہ دعویٰ کرتا ہے اور یہ بات وہ

آیت قرآنی سے ثابت کرتا ہے اور وہ آیت یہ ہے

۱۔ وان من امة الا خلا فیها نذیر۔ ۲۔ لکل قوم هاد۔

کیا یہ ممکن ہے کہ یہ لوگ جن کے نام سوال میں ہیں نبیوں اور رسولوں میں سے ہوں؟

نور محمد شاہ جہانپوری محلہ پریم نگر ٹنڈو الہیار

۷۸۶ **الجواب:** بات یہ ہے کہ نبوت رسالت میں اوہام وظن کو دخل نہیں۔ الله اعلم حیث یجعل رسالتہٗ اللہ ورسول نے جن کو تفصیلاً نبی بتایا ہم ان پر تفصیلاً نام بنام ایمان رکھتے ہیں اور باقی تمام انبیاء پر اجمالاً۔ لکل امة رسول اور ان من امة الا خلا فیها نذیر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم ہر رسول کو جانیں یا مانیں تو خواہی نہ خواہی اندھے کی لاٹھی کو ٹٹولیں شاید یہ ہو، شاید یہ ہو۔ کاہے کے لیے ٹٹولنا اور کاہے کے لیے شاید، آمنا بالله ورسوله۔ ہزاروں امتوں کا ہمیں نام ومقام تک معلوم نہیں وقرونا بین ذلك كثيرا قرآن کریم یا حدیث شریف میں رام وکرشن کا ذکر تک نہیں ان کے نفس وجود پر سوائے کتب ہنود کے ہماری کتابوں میں کوئی دلیل نہیں کہ یہ واقعی کچھ تھے بھی یا محض اوہام تراشیدہ ہیں پھر جن کتب میں ان کا ذکر ہے انہیں کتابوں میں ان کا فسق وفجور اور لہو ولعب ثابت ہے پھر کیا معنی کہ وجود کے لیے ان کی کتابوں کا اعتبار کیا جائے اور احوال کے لیے انہیں مردود نامقبول مانا جائے اور انہیں نبی رسول گردانا جائے۔ بہر حال زید کا قول شرعاً ہرگز قابل قبول نہیں نہ مسلمانوں کو ایسی باتوں کی طرف توجہ دینے اور کان لگانے کی ضرورت ہے۔ واللہ الہادی وہو تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ر ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

تیجہ، چالیسواں کیا ہے؟/ شب برأت کا حلوہ، محرم میں حلیم اور رجب کے کونڈے نیاز لغیر اللہ/ وہابی کسے کہتے ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مسئلہ ھذا کی بابت کہ کیا یہ قرآن وصحیح حدیث رسول ﷺ کے اعتبار سے جائز ہے یا نہیں۔ مہربانی فرما کر قرآن وصحیح حدیث رسول اکرم ﷺ سے جواب عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

۱۔ گیارہویں شریف میں حضرت پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام پر جانور ذبح کرنا یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا کیسا ہے؟

۲۔ تیجہ چالیسواں آیا کیا سنت رسول اللہ ﷺ ہے یا کسی کی موت پر آپ ﷺ نے یا کسی صحابی نے تیجہ یا چالیسواں کیا ہے؟

۳۔ میلاد شریف اور اس میں قیام (تعظیمی) قرآن وحدیث کی رو سے؟

۴۔ شب برات کا حلوہ اور محرم الحرام میں حلیم نیز رجب میں کونڈے کرنا کیسا ہے۔ قرآن وحدیث کی رو سے؟

۵۔ نیاز لغیر اللہ کیسا ہے۔ قرآن وحدیث کی رو سے؟

۶۔ کھانے پر دیگر آیات قرآنی کے علاوہ خاص کر سورۃ فاتحہ یا قل پڑھنا کیسا ہے؟ (قرآن وحدیث کی رو سے)

۷۔ وہابی کسے کہتے ہیں۔ کیا قرآن وحدیث میں وہاب اللہ کا نام نہیں ہے۔ اگر ہے تو اس کی طرف یاء نسبتی لگا کر منسوب کرنا کیسا ہے؟ (لاہور سے لاہوری ایران سے ایرانی کی طرف منسوب کرنے میں کیا وجہ ہے؟)

نوٹ ہر ایک کا الگ الگ جواب عنایت فرمائیں۔ قرآن وحدیث کی رو سے۔

نثار احمد، لطیف آباد نمبر ۸، عیدگاہ میدان معرفت عبدالقیوم، جامع مسجد

۷۸۶ **الجواب:** سوال نمبر ا میں معترض کا عام مسلمانوں کو، فریب دینا ہے گیارہویں شریف میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے وہ شیخ عبدالقادر جیلانی کے نام پر ذبح کیا جاتا ہے۔ اس لیے معترض نے اپنی طرف سے یعنی غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا کیسا ہے کی بیخ لگا دی۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور ہر جانور اللہ کے نام پر ہی ذبح کیا جاتا ہے مسلمان خوب سمجھ لیں کہ کسی جانور کو اس لیے پالنا کہ اس کو ذبح کر کے کھانا پکوا کر کسی ولی اللہ مثلاً سیدنا غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے گا یہ جائز ہے۔ اور جانور بھی حلال ہے۔ اس کو ما اهل لغير الله میں داخل کرنا جہالت ہے۔ کیونکہ مسلمان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اس نے تقرب الی غیر اللہ کی نیت کی، ہٹ دھرمی، اور سخت بدگمانی ہے۔ مسلمان ہرگز ایسا گمان نہیں رکھتا۔ اس لیے درمختار وغیرہا میں ارشاد فرمایا ہے انا لا نسی الظن بالمسلم انه يتقرب الی آدمی بهذا النحر۔ ہم مسلمانوں پر بدگمانی نہیں کرتے کہ وہ اس ذبح سے آدمی کا تقرب چاہتا ہے۔ ردالمحتار میں ہے اتی علی وجه العبادات لانه مکفر۔ یعنی اس تقرب سے تقرب بروجہ عبادت مراد ہے اس لیے کہ اس میں کفر ہے اور اس کا خیال مسلمان سے دور۔ بہرحال عقیقہ، ولیمہ، اور ختنہ وغیرہ کی تقریب میں جس طرح سے جانور ذبح کرتے ہیں اور بعض مرتبہ پہلے ہی سے فلاں دن مقرر کر لیتے ہیں کہ فلاں موقع پر اور فلاں کام کے لیے ذبح کیا جائے گا جس طرح یہ حرام نہیں اس طرح وہ بھی حرام نہیں۔ رہی بدگمانی وہ تو خبیث دل ہی سے پیدا ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ تیجہ اور چالیسواں یا برسی وغیرہا سب ایصال ثواب کی صورتیں ہیں اب رہی یہ تخصیصات مثلاً تیسرے دن یا چالیسویں دن یہ تخصیصات نہ شرعی تخصیصات ہیں نہ ان کو ضروری سمجھا جاتا ہے۔ یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اسی دن میں ثواب پہنچے گا اگر کسی دوسرے دن کیا جائے گا تو نہیں پہنچے گا یہ تو محض عرفی اور رواجی بات ہے جو اپنی سہولت کے لیے لوگوں نے اختیار کر رکھی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ میلاد شریف یعنی حضور اقدس ﷺ کی ولادت اقدس کا بیان جائز ہے اسی کے ضمن میں اس مجلس پاک میں حضور اقدس ﷺ کے فضائل و معجزات وسیرت وحالات ورضاعت بعثت وواقعات بھی بیان ہو جاتے ہیں۔ ان چیزوں کا ذکر احادیث میں بھی ہے اور قرآن میں بھی ہے۔ اگر مسلمان اپنی محفل میں بیان کریں بلکہ خاص ان باتوں کو بیان کرنے کے لیے محفل منعقد کریں تو اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں اس مجلس کے لیے لوگوں کو بلانا اور شریک کرنا خیر کی طرف بلانا ہے۔ جس طرح وعظ اور جلسوں کے اعلان کئے جاتے ہیں اشتہارات چھپوا کر تقسیم کیے جاتے ہیں اخبارات میں اس کے متعلق مضامین شائع کیے جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے وہ وعظ اور جلسہ ناجائز نہیں ہو جاتے اسی طرح ذکر پاک کے لیے بلوانے سے اس مجلس

کو ناجائز و بدعت نہیں کہا جاسکتا اسی طرح اس مجلس میں بوقت ذکر ولادت درود و سلام پڑھتے ہیں۔ علمائے کرام نے اس قیام کو مستحسن فرمایا ہے اور کیونکر نہ ہو یہ قیام حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر کے لیے ہے جس کا حکم قرآن و حدیث میں جابجا مذکور ہے۔ و تعزروہ و توقروہ وغیرہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ شب برات کا حلوہ اور محرم الحرام کی حلیم اور رجب کے کونڈے یہ سب بروئے احسان اور ایصال ثواب کی صورتیں ہیں اور مسلمانوں میں رائج ہیں۔ اور کسی بات کا اہل اسلام میں بلانکیر رواج پانا خود اس کے جواز کی دلیل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مارأہ المسلمون حسن فھو عند اللہ حسن مسلمانوں میں جو بات اچھی سمجھی جائے وہ اللہ کو بھی پسند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ بزرگان دین کو جو ایصال ثواب کیا جاتا ہے اسے بلحاظ ادب نیاز کہا جاتا ہے لہٰذا جب ایصال ثواب جائز تو یہ بھی جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۶۔ ایصال ثواب کی نیت سے درود شریف کلمہ شریف پڑھنا یا جب اور جہاں سے میسر آئے قرآن شریف پڑھنا سب جائز ہے۔ خواہ کھانا وغیرہ سامنے ہو یا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ اب جو ان باتوں سے منع کرتا ہے وہ خاص قرآن و حدیث سے ثبوت دے کہ کہاں منع لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۷۔ وہاب بلاشبہ اللہ کا نام ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ لیکن وہابی وہ لوگ کہلائے جاتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب کے پیرو ہیں۔ مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور ناکردنی کو ان کے سر پر تھوپنا خدا اور رسول کی شان میں توہین کرنا اولیاء اللہ کی شان گھٹانا اس گروہ کا عام وطیرہ ہے بلکہ یہی ان کا مذہب ہے اللہ ان کے فتنے سے بچائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ۔ سائل نے ہر جگہ لکھا ہے کہ جواب قرآن و حدیث کی رو سے دیا جائے۔ مسلمانو! قرآن و حدیث میں تو سب موجود ہیں اگرچہ ہماری عقلوں کی رسائی نہیں ہوتی لیکن ہر جزئیہ کی نام بنام تصریح اگر فرمائی بھی جاتی تو اس کا حفظ و ضبط کس کے مقدر میں ہوتا۔ اس لیے قواعد کلیہ بیان فرما کر حکم یہ دیا کہ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ نہیں جانتے تو علم والوں سے دریافت کرو اور علماء سے فرمایا کہ تم ہمارے رسول کا کلام دیکھو کہ ہمارا کلام سمجھ میں آئے۔ غرض کہ ہم پر علماء و ائمہ کی تقلید واجب فرمائی اور ائمہ پر رسول ﷺ کی تقلید لازم کی۔ اس لیے گمراہ بددین اپنی بگڑی بنانے کے لیے ہی اپنے دروازے کو بند کر دیتے ہیں کہ ہمیں تو قرآن و حدیث سے ثبوت چاہیے تاکہ عوام کے سامنے اپنی بات کی بیخ مارنے کی گنجائش رہے۔ مسلمانو! تمہارا بھلا اسی میں ہے کہ جو لوگ قوم کے مصلح بن کر قوم میں افراتفری پھیلاتے ہیں اور اس قسم کے مسائل سے مسلمانوں کے جذبات سے کھیلتے ہیں اور فتنہ اٹھاتے ہیں ان سے ترک تعلق کر کے الگ ہو جاؤ اسی میں دنیا اور آخرت کی بھلائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ر ذی الحجہ ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الصلوٰۃ

نحمده ونصلى ونسلم على رسوله الكريم

باب الطہارۃ

قرآن کریم بلند آواز سے کب پڑھنا افضل ہے؟ قرآن کریم کو بے طہارت چھونا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: کلام پاک مسجد میں یا مکان مسکونہ میں بہ آواز بلند پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں تو مندرجہ بالا مقامات پر کس وجہ سے جائز نہیں ہے۔ کیا آہستہ پڑھنا واجب ہے یا فرض ہے۔ اور کلام پاک بے وضو چھونا جائز ہے یا نہیں کیا اس کے ناجائز ہونے کے متعلق کوئی حدیث شریف ہے اگر ہے تو بہار شریعت کے کونسے حصے میں ہے۔ مفصل طور پر ارقام فرما کر تسلی فرمائیں۔

محمد ابراہیم خان صابری قادری، پیش امام محمدی مسجد، یونٹ نمبر ۸ بلاک سی لطیف آباد

۷۸۶ الجواب: ا۔ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے جبکہ کسی نمازی یا مریض یا سننے والے کو ایذا نہ ہو۔ اور مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھیں جیسا کہ عموماً تیجہ وغیرہ کی محفلوں میں سب بلند آواز سے پڑھتے ہیں یہ ناجائز ہے۔ یوں ہی جہاں لوگ کام میں مشغول ہوں بلند آواز سے پڑھنا ناجائز ہے۔ لوگ اگر نہ سنیں گے تو گناہ پڑھنے والے پر ہے۔

(بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۰۳ بحوالہ غنیۃ)

۲۔ قرآن کریم فرماتا ہے لا یمسه الا المطهرون۔ قرآن کریم نہ چھوئیں مگر پاک آدمی۔ اسی لئے علمائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی آیت کو چھونا حرام ہے۔ ہاں اگر جزدان میں ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ کسی ایسے کپڑے سے پکڑنا جو نہ اپنا تابع ہو جیسے کرتے کی آستین دوپٹہ کا آنچل اور نہ قرآن مجید کا جیسے چولی، تو ہاتھ لگانا، جائز ہے۔ بہار شریعت جلد دوم صفحہ ۴۲، ۴۳۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رصفر المظفر ۱۳۹۷ھ

نماز میں ہنسنے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرے شخص نے اس نماز پڑھنے والے کو ہنسا دیا تو آیا اس صورت میں نماز پڑھنے والا گناہگار ہوا یا وہ شخص جس نے نماز پڑھنے والے کو ہنسایا اور اس نماز پڑھنے والے کی نماز ٹوٹ گئی یا نہیں۔ اور وضو ٹوٹ گیا یا نہیں۔ آپ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ عبدالعزیز آرائیں

۷۸۶ الجواب: حالت نماز میں ایسی ہنسی کہ اس کی آواز خود بھی سنے اور آس پاس والے بھی سنیں وضو بھی توڑ دیتی ہے اور

نماز بھی اس سے فاسد ہو جاتی ہے۔ (عامۂ کتب) اور ظاہر ہے کہ اس فساد نماز کا سبب جو شخص ہوا وہ بھی گناہگار ہوا اسے توبہ کرنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۹۷ھ

ناپاک زمین خشک ہونے کے بعد پاک ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک بیت الخلاء ہے اس کو تقریباً سو برس گزر چکے ہیں بیت الخلاء کچی مٹی کا بنا ہوا ہے۔ اس بیت الخلاء کو توڑ کر صاف کر کے اس میں پانی کی مشین لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو کن شرائط پر درست ہے اگر ناجائز ہے تو کن شرائط پر ناجائز ہے۔ قرآن وسنت سے مستفیض فرمائیں۔

حافظ شمس الدین، بھٹی محلہ پھلیلی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زمین ہزار برس تک بھی اگر نجاست میں تر رہے جب خشک ہو جائے گی اور اس پر نجاست کا اثر باقی نہ رہے گا پاک ہو جائے گی اب وہاں نماز بھی پڑھی جائے گی چہ جائیکہ پانی کی مشین لگانا۔ اس قسم کے وسوسوں سے مسلمان کو دور رہنا چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ

احتلام میں جو کپڑے خراب ہوں ان ہی کو پاک کریں

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

گزارش ہے کہ کل زید نے بکر سے کہا کہ مجھے رات کو احتلام ہو گیا تھا۔ احتلام کا اثر صرف نیکر کے تھوڑے سے حصہ پر ہوا تھا۔ لیکن میں نے اس رات چار کپڑے (۱) قمیص (۲) بنیان (۳) نیکر اور (۴) شلوار پہن رکھے تھے۔ اس لئے چاروں کپڑے دھوئے ہیں اور نہایا ہوں۔ اس پر بکر نے کہا کہ زید تم کو نیکر کا صرف وہ حصہ جو احتلام سے متاثر ہوا دھونا چاہیے اور جو حصہ نیکر کا خشک رہا ہو اس کو نہیں دھونا چاہیے۔ اسی طرح قمیص بنیان اور شلوار چونکہ احتلام کے قطروں سے گیلے نہیں ہوئے ہیں اس لئے ان کو دھونا بھی نہیں چاہیے۔ اسی طرح جسم کا وہ حصہ جس پر احتلام کے قطرے گرے ہوں دھونا ضروری ہے باقی حصہ کا دھونا ضروری نہیں۔

۱۔ آپ فتویٰ دیں کہ احتلام کی صورت میں زید کے جسم کا وہ حصہ جس پر احتلام کے قطرے گرے ہوں دھونا ضروری ہے یا پورا جسم۔

۲۔ فتویٰ دیں کہ زید کو نیکر کا صرف وہ حصہ دھونا چاہیے جس پر احتلام کے قطرے گرے ہیں یا پورا نیکر؟

۷۸۶ الجواب: کپڑے اور اس کے جس حصہ پر نجاست لگی ہو صرف وہی کپڑا اور حصہ نجس ہوا نہ کہ تمام کپڑا۔ یونہی بدن کے جس حصہ پر نجاست لگی اسی حصہ سے نجاست دور کرنا فرض ہوا۔ ہاں بربنائے جنابت۔ غسل فرض ہوا تو بدن پر موجود دوسرے کپڑے جن پر نجاست کا کوئی اثر نہیں بدستور پاک ہیں۔ بلکہ موسم گرما میں اگر پسینہ آجائے اور حالت جنابت میں اس

پسینہ سے بدن پر موجود دوسرے کپڑے تر ہو جائیں تب بھی وہ کپڑے پاک ہیں کہ جب کا پسینہ ناپاک نہیں۔ غرض کپڑے کا جو حصہ نجس ہے اسے دھولیں تمام کپڑے دھونے کی ضرورت نہیں۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ رربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

(ہمارا اسلام) کے ایک مسئلہ پر وضاحت

سوال: بخدمت جناب محترم مفتی صاحب، السلام علیکم

بعد عرض ہے کہ بندہ جناب کی خیریت کا خیر خواہ ہے۔ احوال آنکہ جناب کی کتاب (ہمارا اسلام) کا مطالعہ کیا۔ جناب نے جو حصہ دوم دوسرے باب میں صفحہ ۴۲ پر دکھتی آنکھ کے پانی (آنسو) کو نجاست غلیظہ لکھا ہے۔ یہ آپ نے کہاں سے نقل کیا ہے خط کے جواب میں مسئلہ بتفصیل زیر قلم فرمائیں تاکہ ہم بھی تحقیق کر سکیں کیونکہ سب فقہاء نے برائے احتیاط وضو کا دوہرانا لکھا ہے نہ کہ نجاست۔ اور ظاہر روایت تو خلاف ہے برائے کرم مطلع فرما کر علم میں اضافہ فرمائیں۔

نجیب اللہ رضا، بستی خلیل ڈاکخانہ عبد الخلیل تحصیل وضلع ڈیرہ اسماعیل خان

۷۸۱ الجواب: برادرم وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ ملفوف ملا حیرت ہے کہ آپ نے عربی کی کتب فقہیہ درکنار اردو کی مشہور کتاب "بہار شریعت" یا "فتاوی رضویہ" بھی نہ دیکھا۔ بہرحال آپ کی معلومات کے لئے حوالہ جات حاضر ہیں۔ آنکھ کان ناف پستان وغیرہ میں دانہ یا ناسور یا کوئی اور بیماری ہو ان وجوہ سے جو آنسو یا پانی بہے وضو توڑ دے گا۔ (بہار شریعت حصہ دوم وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان صفحہ ۲۵) آنکھ دکھنے میں جو آنسو بہتا ہے نجس و ناقض وضو ہے۔ (بہار شریعت صفحہ ۲۹) ایسے ہی فتاوی رضویہ میں ہے ملاحظہ فرمائیں جلد اول صفحہ ۳۴۔ درمختار صفحہ ۱۳۷ میں ہے وان خرج به ای لوجع نقض لانه دليل الجرح فدمع من عينه رمد اوعمش ناقض۔ اور ردالمحتار میں ہے و عن محمد اذا كان فى عينيه رمد وتسيل الدموع منها آمره بالوضوء لوقت كل صلوة الخ۔ امید ہے کہ حوالہ جات آپ کی تسکین خاطر کے لئے کافی ہوں گے۔ والسلام

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ رربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

جس پر غسل فرض ہو وہ قرآن کو نہ چھوئے

سوال: ناپاکی کی حالت (جو ہم بستر ہونے کی ہوتی ہے) میں قرآن پاک کو ہاتھ میں لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا کفارہ کیا ہوسکتا ہے؟ علماء کرام اور حدیث شریف اس بارے میں کیا فرماتے ہیں۔

مفتی محمود احمد صدیقی میرپور، آزاد کشمیر، ۲۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء

۷۸۲ الجواب: جسے نہانے کی ضرورت ہو اسے قرآن شریف چھونا اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھوئے حرام ہے۔ اس پر توبہ لازم۔ کفارہ کچھ نہیں۔ راہ خدا میں جو چاہے دیدے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ رذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

نفاس کی مدت

سوال: عورت کا حمل تین ماہ میں گر جائے تو کیا وہ عورت ۴۰ دن سے پہلے نماز پڑھ سکتی ہے اور کیا وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ مل سکتی ہے یعنی جماع ہو سکتا ہے ۴۰ دن سے پہلے؟ خلیل الرحمٰن، یونٹ نمبر ۱۱ لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: بچہ پیدا ہونے یا اعضاء بن جانے کے بعد حمل ساقط ہو جانے پر جو خون عورت کو عادۃً جاری ہوتا ہے شرعاً اسے نفاس کہتے ہیں۔کمی کی جانب اس کی کوئی مدت مقرر نہیں۔چند ساعتوں میں بھی ختم ہو سکتا ہے۔اور چالیس دن تو اس کی زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔نہ یہ کہ اس سے قبل نفاس کی مدت ختم ہی نہیں ہوتی۔چلّہ ختم ہو یا ختم نہ ہو جب نفاس ختم ہو گیا تو عورت نہا دھو کر نماز پڑھے اور اب شوہر کے پاس بھی جا سکتی ہے۔(عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ر رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

نماز میں زور سے ہنسنے سے وضو ختم ہو جاتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ: اگر نماز میں اتنی زور سے ہنسی نکل گئی کہ اس نے آپ بھی اپنی آواز سن لی اور اس کے پاس والوں نے سب نے سن لی جیسے کہ کھلکھلا کر ہنسنے میں سب سن لیتے ہیں اس سے وضو بھی ٹوٹ گیا اور نماز بھی ٹوٹ گئی اور اگر ایسے ہوا کہ خود کو آواز سنائی دے مگر پاس والے نہ سن سکیں اگرچہ بہت ہی پاس والا سن لے اس سے نماز ٹوٹ جائے گی اور وضو نہیں ٹوٹے گا اگر ہنسی میں فقط دانت کھل گئے آواز بالکل نہ نکلی تو نہ وضو ٹوٹا اور نہ نماز گئی۔کیا یہ مسئلہ صحیح ہے۔جبکہ ایک صاحب اس مسئلہ پر اعتراض کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہنسی سننے میں آئے یا نہ آئے پڑوسی کا سننا کیا اگر خود جان جائے کہ ہنسی ہوئی تو بھی وضو ٹوٹ گیا اور نماز بھی گئی۔

برائے کرم شریعت محمدی ﷺ کے تحت ہمارا مسئلہ حل کریں اور اصل مسئلہ سے روشناس فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

محمد گل، نیو فروٹ مارکیٹ حالی روڈ، حیدرآباد، ۱۰-۱۱-۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب: فقہ کی تمام ہی کتابوں میں صراحت سے مذکور ہے کہ (۱) بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سنیں، اگر جاگتے میں رکوع سجدہ والی نماز میں ہو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔(۲) اور اگر اتنی زور سے ہنسا کہ خود اس نے سنا پاس والوں نے نہ سنا تو وضو نہ جائے گا نماز جاتی رہے گی۔اور اگر (۳) مسکرایا کہ دانت نکلے اور آواز بالکل نہیں نکلی تو اس سے نماز جائے، نہ وضو۔اب فرض کیجئے کہ آدمی تنہا نماز ادا کر رہا ہے کوئی اور وہاں موجود نہیں کہ اس کے منہ سے قہقہہ یا ہنسی کی آواز سن سکے۔تو کیا نماز و وضو نہ جائے گا۔ضرور قہقہہ کی صورت میں وضو و نماز جاتی رہے گی اور ضحک یعنی ہنسی کی حالت میں صرف نماز۔لہذا ان مسائل کا منشاء یہ ہے کہ اگر وہاں کوئی ہوتا تو اس کی آواز سن لیتا اور وہاں کوئی نہ ہو تو یہ خود ہی اپنے علم و یقین پر فیصلہ کرے گا کہ دوسرا اس آواز کو سن سکتا تو یہ حکم ہوتا۔یا فرض کرلیں کہ آدمی بہرا ہے کہ کچھ نہیں سنتا تو ظاہر ہے کہ وہ اپنے علم و ایقان ہی پر فیصلہ کرے گا کہ یہ ہنسی کی کون سی صورت ہے اور اس کا کیا حکم ہے۔تو دراصل

ان صاحب کا وہ اعتراض نہیں بلکہ مسئلہ کی وضاحت ہے کہ ہنسی (قہقہہ) وہی ہے جو دوسرے کے سننے میں آ سکے۔ یعنی اگر کوئی برابر میں ہوتا تو اس کی آواز سن لیتا۔ اور اس سے نماز جاتی رہتی۔ ظاہر ہے کہ جو آواز آدمی خود سن سکتا ہے وہ اس کا پاس والا بھی سن سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ، یا وہ، بہرا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

قرآن کو ہاتھ لگائے بغیر، غیر مسلم درس قرآن میں بیٹھ سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: حکومت پاکستان نے تمام اسکولوں میں قرآن پاک کی تعلیم کو لازمی قرار دیدیا ہے اور اس پر عمل درآمد بھی شروع ہو گیا ہے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ بعض اسکولوں میں غیر مسلم طلباء بھی زیر تعلیم ہیں چنانچہ کافر ومشرک از روئے قرآن نجس ہیں نیز ناپاک آدمی کو قرآن مجید چھونے اور پڑھنے سے روکا گیا ہے نیز اگر کوئی ہندو بچہ اپنی خوشی سے درس قرآن میں شریک ہونا اور پڑھنا چاہتا ہے تو کیا ایسے طالب علم کو از روئے شرع شریف قرآن پاک کو چھونے اور پڑھنے کی اجازت ہے۔ براہ کرم صحیح جواب سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

منجانب ایک مسلمان مدرس، سائل محمد شفیق خان سرفراز کالونی، ۱۹۸۲ء-۵-۱۱

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم برگزیدہ و پاک کتاب ہے۔ کلام الٰہی ہے۔ بے طہارت اسے چھونا ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ ہاں زبانی پڑھنا اور سننا بلا طہارت بھی جائز ہے۔ اور ہندو کا بچہ وضو کا اہل نہیں۔ وہ وضو کرے بھی تب بھی وضو نہ ہوگا اور اسے قرآن کریم چھونا حلال نہ ہوگا۔ البتہ وہ ہاتھ لگائے بغیر درس میں شریک رہے تو شرعاً اس میں ممانعت کی کوئی وجہ فقیر کی نظر میں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

معذور غسل کی جگہ تیمّم کر سکتا ہے/ مردہ بچے کا غسل

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ ایک شخص کو غسل کی حاجت ہے اور پانی اس کو ضرر کرتا ہے اگر وہ تیمم کرے تو اس تیمم سے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ کیا جنابت کے لئے الگ تیمم ہوگا اور نماز کے لئے الگ۔

۲۔ جو بچہ پیٹ سے مردہ پیدا ہو اس کے لئے غسل کا کیا حکم ہے۔ اس کو بھی غسل دیں اس طرح مختار قول کے مطابق اس بچہ کو بھی غسل دیں جس کے بعض اعضاء نامکمل ہوں اور حمل میں سے گر جائے۔ (عالمگیری) یہ مسئلہ کتاب سے لیا گیا ہے اس کے بارے میں تفصیل سے جواب عنایت فرمائیں۔ عبدالجلیل خان، لطیف آباد نمبر ۱۲، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: جس شخص کو نہانے کی حاجت ہو اور پانی کے استعمال پر قدرت نہ پائے وہ وضو وغسل کی جگہ تیمم کرے۔ اور جبکہ بروجہ شرعی تیمم کر لیا تو اب اس تیمم سے جو مثلاً نماز پڑھنے کی نیت سے کیا گیا ہر نماز فرض ونفل وواجب جائز ہے۔ نیت

البتہ فرض ہے۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ مسلمان کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل وکفن دیں گے اور اس کی نماز بھی پڑھیں گے۔ ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کے لئے غسل وکفن بطریق مسنون نہیں۔ اور نماز بھی اس کی نہ پڑھی جائے۔ (درمختار ردالمحتار وغیرہما) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسجد کی دوکانوں پر بیت الخلاء کی تعمیر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: اکبری مسجد کالی روڈ کی چہار دیواری کے باہر مسجد کی دوکانیں ہیں ان پر امام مسجد کے لئے بیت الخلاء تعمیر کرنا شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ دوکانیں خارج مسجد ہیں اور ان پر ہی بیت الخلاء تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت از روئے شرع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں عبدالستار کالی روڈ، ۱۹۸۳ء۔ ۳۔ ۳

۷۸۶ الجواب: جبکہ یہ بیت الخلاء مسجد کی دوکانوں پر تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اور اس تک آنے جانے میں مسجد کا کوئی حصہ یا مسجد کی چھت استعمال نہ کرنی پڑے تو اس کی تعمیر جائز ہے۔ لیکن ضروری بہت ضروری ہے یہ بات کہ اس کی بدبو سے نمازیوں کو کسی قسم کی اذیت وتکلیف نہ پہنچے۔ نہ کسی طرح ان کا بدن یا کپڑے خراب ہوں۔ مسجد کے نمازیوں سے اس میں مشورہ کرنا اور ان کی رائے کا احترام کرنا بہت سے فتنوں کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ اس سے غافل نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

دائی، میّت کو غسل دے سکتی ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

بعد سلام کے عرض خدمت ہے کہ: ایک عورت جو کہ بچے جنوا کر نال کاٹتی ہو۔ وہ عورت زنانی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ بعض عورتیں اس پر اعتراض کرتی ہیں۔ بچے کا نال کاٹنے والی عورت کو میت کو غسل نہیں دینا چاہیے بعض موقعہ پر ایسا ہوتا ہے کہ بچہ جنوانے والی ملتی ہے نہ میت کو غسل دینے والی ملتی ہے۔ یہ عورت قوم کی خدمت کرتی ہے۔ نہ خاندانی دائی ہے نہ خاندانی غسل دینے والی ہے صرف خدمت خلق کرتی ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ حکم صادر فرمائیں۔

۷۸۶ الجواب: عورت کو غسل دینے والی عورت ایسی ہو جو پوری طرح غسل دے اور خود باطہارت ہو۔ اگر ایسی عورت بچے جنواتی اور اس کا نال کاٹتی ہے تو یہ کوئی جرم تو نہیں۔ اعتراض کرنے والے ناحق اعتراض کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

وضو کا بچا پانی کھڑے ہو کر پینا

سوال: محترم مفتی صاحب، السلام علیکم

آپ پر خدا کی رحمتیں ہوں۔ آپ کا تصنیف کیا ہوا ''سنی بہشتی زیور'' پڑھنے کا اتفاق ہوا اس میں ایک چیز میرے لئے وضاحت طلب ہے امید ہے کہ آپ اس کے بارے میں تفصیل سے لکھ کر میری الجھن کو دور فرمائیں گے۔ صفحہ نمبر ۳۳ کی چودھویں اور پندرھویں لائن ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ کچھ بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا سا پی لیں کہ شفاء بخشتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پینا چاہیے اگر تم نے بھول کر کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو یاد آنے پر انگلی حلق میں مار کر پانی نکال دو۔ آخر وضو کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے میں کیا مصلحت ہے امید ہے کہ آپ جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں گے۔

ایک بات اور صفحہ نمبر ۴۰ پر آپ نے تحریر کیا ہے کہ سوتے میں جو رال منہ سے اگر چہ پیٹ سے آئے بدبودار ہو پاک ہے۔ اس فقرے کی وضاحت فرما دیجئے کیونکہ مجھ ناچیز کے علم میں تو یہ بات ہے انسان کا وضو اونگھنے یا سونے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ محمد احسن بصری، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۸۵ جی پی او، لاہور

عزیزم وعلیکم السلام آپ کے شبہات کے جوابات حاضر ہیں اس فقیر کے حق میں دعائے خیر کریں۔

۷۸۶ الجواب: بے شک حضور اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے ممانعت فرمائی ہے لیکن بخاری و مسلم نے یہ روایت فرمائی ہے کہ ''آپ ﷺ نے زم زم کھڑے ہو کر نوش فرمایا''۔ چنانچہ یہی عوام و خواص میں معمول ہے اور امام بخاری نے یہ بھی روایت کی کہ ''حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو سے فارغ ہو کر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا پھر فرمایا'' عام لوگ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں خود حضور اکرم ﷺ نے بھی یہی عمل کیا جو میں نے کیا ہے''۔ وضو کا بچا ہوا تھوڑا بہت پانی کھڑے ہو کر پینا اسی پر امت کا عمل ہے اور فقہ کی عام کتابوں میں اسے مستحبات میں شمار فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سنی بہشتی زیور حصہ اول کے صفحہ ۴۰ پر متفرق مسائل کے عنوان سے یہ مسئلہ مذکور ہے اور بے شک صحیح ہے اور منشاء اس کا اتنا ہے کہ اس رال سے بدن یا کپڑے ناپاک نہ ہوں گے وضو کے باقی رہنے یا ٹوٹ جانے کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں۔ آپ نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ سونے سے وضو نہ جائے گا۔ پھر غور کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

حالت صحبت کے کپڑے، صرف صحبت سے ناپاک نہیں ہوتے/عورت کا ذبیحہ/نمازی کے آگے سے گزرنا/اقامت میں کھڑے کب ہوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ:

۱۔ مرد اور عورت کے جسم پر جو لباس ہوتا ہے وہ صحبت کرنے کے بعد ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اگر لباس ناپاک ہو جاتا ہے تو

البتہ فرض ہے۔(عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ مسلمان کا بچہ زندہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ باہر ہونے کے وقت زندہ تھا پھر مر گیا تو اس کو غسل وکفن دیں گے اور اس کی نماز بھی پڑھیں گے۔ ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کر ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے۔ اس کے لئے غسل وکفن بطریق مسنون نہیں۔ اور نماز بھی اس کی نہ پڑھی جائے۔(درمختار ردالمحتار وغیرہما) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

مسجد کی دو کانوں پر بیت الخلاء کی تعمیر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: اکبری مسجد کالی روڈ کی چہار دیواری کے باہر مسجد کی دو کانیں ہیں ان پر امام مسجد کے لئے بیت الخلاء تعمیر کرنا شرعاً جائز ہے یا کہ نہیں؟ جبکہ دو کانیں خارج مسجد ہیں اور ان پر ہی بیت الخلاء تعمیر کیا جارہا ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت از روئے شرع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں عبدالستار کالی روڈ، ۱۹۸۳ء۔ ۳۔ ۳

۸۶/۷ الجواب: جبکہ یہ بیت الخلاء مسجد کی دو کانوں پر تعمیر کیا جارہا ہے۔ اور اس تک آنے جانے میں مسجد کا کوئی حصہ یا مسجد کی چھت استعمال نہ کرنی پڑے تو اس کی تعمیر جائز ہے۔ لیکن ضروری، بہت ضروری ہے یہ بات کہ اس کی بدبو سے نمازیوں کو کسی قسم کی اذیت وتکلیف نہ پہنچے۔ نہ کسی طرح ان کا بدن یا کپڑے خراب ہوں۔ مسجد کے نمازیوں سے اس میں مشورہ کرنا اور ان کی رائے کا احترام کرنا بہت سے فتنوں کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔ اس سے غافل نہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

دائی، میّت کو غسل دے سکتی ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

بعد سلام کے عرض خدمت ہے کہ: ایک عورت جو کہ بچے جنوا کر نال کاٹتی ہو۔ وہ عورت زنانی میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟ بعض عورتیں اس پر اعتراض کرتی ہیں۔ بچے کا نال کاٹنے والی عورت کو میت کو غسل نہیں دینا چاہیے بعض موقعہ پر ایسا ہوتا ہے کہ بچہ جنوانے والی ملتی ہے نہ میت کو غسل دینے والی ملتی ہے۔ یہ عورت قوم کی خدمت کرتی ہے۔ نہ خاندانی دائی ہے نہ خاندانی غسل دینے والی ہے صرف خدمت خلق کرتی ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟ حکم صادر فرمائیں۔

۸۶/۷ الجواب: عورت کو غسل دینے والی عورت ایسی ہو جو پوری طرح غسل دے اور خود باطہارت ہو۔ اگر ایسی عورت بچے جنواتی اور اس کا نال کاٹتی ہے تو یہ کوئی جرم تو نہیں۔ اعتراض کرنے والے ناحق اعتراض کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

وضو کا بچا پانی کھڑے ہو کر پینا

سوال: محترم مفتی صاحب، السلام علیکم

آپ پر خدا کی رحمتیں ہوں۔ آپ کا تصنیف کیا ہوا ''سنی بہشتی زیور'' پڑھنے کا اتفاق ہوا اس میں ایک چیز میرے لئے وضاحت طلب ہے امید ہے کہ آپ اس کے بارے میں تفصیل سے لکھ کر میری الجھن کو دور فرمائیں گے۔ صفحہ نمبر ۳۳ کی چودہویں اور پندرہویں لائن ہے جس میں لکھا گیا ہے کہ کچھ بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا سا پی لیں کہ شفاء بخشتا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ پانی ہمیشہ بیٹھ کر پینا چاہیے اگر تم نے بھول کر کھڑے ہو کر پانی پیا ہے تو یاد آنے پر انگلی حلق میں مار کر پانی نکال دو۔ آخر وضو کے پانی کو کھڑے ہو کر پینے میں کیا مصلحت ہے امید ہے کہ آپ جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں گے۔

ایک بات اور صفحہ نمبر ۴۰ پر آپ نے تحریر کیا ہے کہ سوتے میں جو رال منہ سے اگرچہ پیٹ سے آئے بدبودار ہو پاک ہے۔ اس فقرے کی وضاحت فرمادیجئے کیونکہ مجھ ناچیز کے علم میں تو یہ بات ہے انسان کا وضو اونگھنے یا سونے سے ٹوٹ جاتا ہے۔ محمد احسن بصری، پوسٹ بکس نمبر ۱۹۸۵ جی پی او، لاہور

عزیزم وعلیکم السلام آپ کے شبہات کے جوابات حاضر ہیں اس فقیر کے حق میں دعائے خیر کریں۔

۷۸۶ الجواب: بے شک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے ممانعت فرمائی ہے لیکن بخاری و مسلم نے یہ روایت فرمائی ہے کہ ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زم زم کھڑے ہو کر نوش فرمایا''۔ چنانچہ یہی عوام و خواص میں معمول ہے اور امام بخاری نے یہ بھی روایت کی کہ ''حضرت امیر المومنین علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے وضو سے فارغ ہو کر بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پیا پھر فرمایا'' عام لوگ کھڑے ہو کر پانی پینا مکروہ سمجھتے ہیں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یہی عمل کیا جو میں نے کیا ہے''۔ وضو کا بچا ہوا تھوڑا بہت پانی کھڑے ہو کر پینا اسی پر امت کا عمل ہے اور فقہ کی عام کتابوں میں اسے مستحبات میں شمار فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سنی بہشتی زیور حصہ اول کے صفحہ ۴۰ پر متفرق مسائل کے عنوان سے یہ مسئلہ مذکور ہے اور بے شک صحیح ہے اور منشاء اس کا اتنا ہے کہ اس رال سے بدن یا کپڑے ناپاک نہ ہوں گے وضو کے باقی رہنے یا ٹوٹ جانے کا یہاں کوئی تذکرہ نہیں۔ آپ نے یہ کہاں سے سمجھ لیا کہ سونے سے وضو نہ جائے گا۔ پھر غور کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

حالت صحبت کے کپڑے، صرف صحبت سے ناپاک نہیں ہوتے/عورت کا ذبیحہ/نمازی کے آگے سے گزرنا/اقامت میں کھڑے کب ہوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ:

۱۔ مرد اور عورت کے جسم پر جو لباس ہوتا ہے وہ صحبت کرنے کے بعد ناپاک ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اگر لباس ناپاک ہو جاتا ہے تو

کس چیز سے ہوتا ہے؟

۲۔ چوپایوں میں جو جانور حلال ہے اگر وہ جانور اچانک اس حالت پر پہنچ جائے کہ مرنے کے قریب ہو جائے اور اس وقت مردنہ ہو تو اگر اس پر عورت تکبیر کہدے تو وہ جانور حلال اور کھانے کے قابل ہوتا ہے یا نہیں؟

۳۔ بچہ نابالغ مسجد میں داخل ہو کر نمازیوں کے آگے سے گزر جائے یا آگے آ کر بیٹھ جائے تو بچے کی اس کاروائی سے نماز میں کسی قسم کی کوئی کمی تو نہیں ہوئی۔ نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اس سے آگاہ کریں۔

۴۔ چاروں اماموں کے نزدیک اقامت کے اندر چاروں اماموں کے کھڑے ہونے کے طریقہ سے آگاہ کریں کہ کس وقت کھڑے ہوتے ہیں؟

۵۔ لڑکے نے اپنی والدہ کے بجائے کسی مجبوری یا بیماری کی وجہ سے اپنی مامی یا چاچی یا بوا یا خالہ کا دودھ پیا ہے اب اس لڑکے کی شادی مامی، خالہ، بوا، چاچی، کی لڑکی سے ہو سکتی ہے یا نہیں؟ محمد گل، بنگالی کالونی، حیدرآباد

۷۸۲ الجواب: ۱۔ اگر کپڑے پر کوئی نجاست نہ لگے تو وہ علیٰ حالہٖ پاک ہے۔ پیشاب، ودی، مذی، منی یہ سب چیزیں ناپاک ہیں۔ بدن اور کپڑوں پر لگ جائیں تو انہیں بھی ناپاک کر دیتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ ایسی حالت میں اگر عورت اس جانور کو حلال کرے اور بسم الله، الله اکبر پڑھ کر اس کے حلقوم پر چھری پھیر کر بقاعدۂ شرعی اسے ذبح کرے تو وہ جانور حلال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ نمازی کے آگے سے بڑا آدمی بھی گزر جائے تو گزرنے والا گناہگار ہے۔ نمازی کی نماز میں اس سے کوئی خلل نہیں آتا۔ تو بچہ سے کیا خلل آئے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ ہم حنفیہ کا طریقہ حی علی الصلوة یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا ہے۔ دیگر ائمہ میں سے بھی کوئی بھی پہلے کھڑے ہونے کا قائل نہیں ہے۔ بعض قد قامت الصلوة پر اور بعض اقامت ختم ہونے کے بعد کھڑے ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس کی ماں ہوئی۔ اور اس کی تمام اولاد اس کے بھائی بہن۔ اور نکاح جس طرح نسبی بہن سے حلال نہیں یوں ہی دودھ شریک بہن سے بھی جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

کلی اور ناک میں پانی دینے میں شک ہو جانا۔ بسم اللہ اور کلمہ غیر طہارت میں پڑھنا۔ نامحرم سے پانی ڈلوانا

سوال: ایک شخص نے بازار کے حمام میں غسل کیا اور اس کو شک ہو گیا کہ شاید غرارہ اور ناک میں پانی نہیں دیا ہے۔ اسی کے پیش نظر اس نے اپنے شک کو دور کرنے کے لئے گھر آ کر کپڑے پہنتے ہوئے غرارے کئے اور ناک میں پانی بھی دیا جس کی تعداد تین سے زیادہ ہو سکتی ہے کم نہیں ہے۔ جب وہ غرارے ناک میں پانی دے رہا تھا عین اس وقت اس کو شک ہو گیا کہ شاید

انڈرویئر میں پیشاب کا قطرہ آ گیا ہے تصدیق نہیں تھی اس لئے اس شخص نے روزمرہ کے معمول کے مطابق سورہ یسین کا ورد بھی کیا۔اب برائے کرم یہ فرمائیں کہ شریعت کی روشنی میں متذکرہ شخص کا غسل ہوا کہ نہیں اور اس نے یسین شریف جو تلاوت کی وہ ٹھیک ہے یا کیا احکامات ہیں آئندہ کے لئے۔

(۲) ناپاکی کی حالت میں ایک صاحب ہاتھ دھوتے وقت تین مرتبہ بسم اللہ اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں غلط تو نہیں ہے یہ طریقہ۔ اس کا یہ کہنا ہے کہ کلمہ طیبہ وہ ہاتھوں کو پاک کرنے کے لئے پڑھتے ہیں۔

(۳) ایک صاحب کا یہ کہنا ہے مسئلہ نمبر (۱) کے لئے کہ غسل کرنے کے بعد اگر غرارے نہیں کئے ہیں تو اس وقت تک کر لے جب تک کہ اس کا جسم خشک نہیں ہو جاتا جسم کے خشک ہو جانے کے بعد غرارہ کرنے اور ناک میں پانی دینے کے باوجود بھی غسل نہیں ہوگا کیا یہ درست ہے۔ برائے کرم رہنمائی فرمائیں اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ اس بات کا تعلق متذکرہ مسئلہ نمبر (۱) سے تو نہیں ہے۔

(۴) کسی غیر محرم رشتہ دار عورت سے ایک صاحب پانی ڈلواتے ہیں ہاتھوں پر اور غرارہ کرتے ہیں اور ناک میں پانی ڈلواتے ہیں اس لئے کہ ان کو تصدیق ہو جائے کہ انہوں نے واقعی غرارہ اور ناک میں پانی دیا ہے چونکہ ان کو وسوسے آتے ہیں۔ برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ ایسی صورت میں غسل ہو جاتا ہے۔ محمد موسیٰ صدیقی

۷۸۶ الجواب: (۱) غسل میں غرغرہ کے ساتھ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی فرض ہے اگر حمام میں غسل کرتے وقت غرغرہ کیا اور ناک میں پان ڈال لیا تھا تو غسل مکمل ہو چکا تھا اگر کسی نے غسل کرتے وقت کلی اور ناک میں پانی نہیں کیا پھر بعد غسل کے کلی کر لی اور ناک میں پانی ڈال لیا تو پھر بھی غسل مکمل ہو گیا خواہ بدن تر ہو یا خشک ہو چکا ہو غسل مکمل ہونے کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کر سکتا ہے اگر چہ وضو ٹوٹ جائے لیکن چھو نہیں سکتا اگر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو صرف شک سے وضو نہیں ٹوٹتا جب تک یقین نہ ہو جائے۔

(۲) ناپاکی کی حالت میں بسم اللہ اور کلمہ طیبہ پڑھنا منع نہیں ہے۔ مگر بسم اللہ اور کلمہ طیبہ سے ظاہری پاکی حاصل نہیں ہوگی وہ تو صرف پانی سے حاصل ہوگی پاک ہونے کے بعد تلاوت بھی جائز ہے۔

(۴) غیر محرم سے کوئی خدمت بلا اشد ضرورت نہیں لینی چاہئے کیونکہ اجنبیہ کو اجنبی سے پردہ ضروری ہے اس طرح غیر محرم سے بھی پردہ فرض ہے اگر تصدیق کرانی ہے تو کسی مرد سے یا محرمہ سے کرائے غیر محرمہ سے کیا ضرورت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکات النوری عفی عنہ ۱۷، ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الاذان

امام اور مقتدی اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں

۱۔ آج کل اکثر مساجد میں اقامت کے وقت امام اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں جب مکبر حی علی الفلاح کہتا ہے تب کھڑے ہوتے ہیں کیا اس کی کچھ اصل ہے۔

۲۔ عام رواج ہے کہ اقامت شروع ہونے سے قبل امام مصلے پر بیٹھ جاتا ہے۔ ایک کتاب میں پڑھا تھا کہ اقامت شروع ہونے سے پیشتر امام کا مصلے پر بیٹھنا خلاف سنت ہے اب اس میں کونسا قول صحیح اور سنت ہے۔ مستند اور معتبر کتابوں کے حوالے درکار ہیں۔ بینوا توجروا سید محمود علی شاہ نعل بندگی، نزد پکا قلعہ حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب:** مسجد میں جو لوگ ہوتے ہیں انہیں یہی حکم ہے کہ بوقت اقامت بیٹھے رہیں جب تکبیر کہنے والا "حی علی الصلوۃ" یا "حی علی الفلاح" تک پہنچے تو کھڑے ہوں۔ فقہ حنفی کی معتبر و مستند کتابوں میں بھی یہی مذکور ہے۔ وقایہ میں ہے یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوۃ و یشرع عند قد قامت الصلوۃ۔ محیط و ہندی میں ہے یقوم الامام والقوم اذا قال الموذن حی علی الفلاح عند علماء ناالثلثۃ۔ معلوم ہوا کہ یہی حکم امام کے لیے بھی ہے اسی سے علماء نے کھڑے ہو کر تکبیر سننے کو مکروہ فرمایا۔ یہانتک کہ علماء فرماتے ہیں اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ الموذن قولہ حی علی الفلاح۔ (جامع المضمرات، عالمگیری، درمختار) یعنی جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام (پورا ہونے) تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہانتک کہ مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ امام جب تک مصلے پر نہ پہنچ جائے اس وقت تک تکبیر نہ کہنا خلاف سنت ہے۔ (بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

سوال: مخدوم و مکرم بندہ، السلام علیکم

گزارش خدمت فیض درجت ہے کہ نماز باجماعت میں جب مکبر تکبیر کہنا شروع کرے تو امام اور مقتدیوں کو کب کھڑے ہونا چاہیے۔ حنفی عقائد سے شرعی احکام کی وضاحت فرما کر داخل حسنات ہوں۔ یعنی فوراً کھڑا ہونا چاہیے یا حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہیے؟ خادم حشمت اللہ بیگ، کوارٹر نمبر 291/D یونٹ ۹ لطیف آباد، حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب:** امام کے لیے اس میں خاص حکم ہے اور مقتدیوں کو بھی حکم ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں۔ حی علی الفلاح پہ کھڑے ہوں۔ تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے۔ یہانتک کہ عالمگیری وغیرہ میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص ایسے وقت میں مسجد میں آئے کہ تکبیر ہو رہی ہو تو فوراً بیٹھ جائے اور حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہو۔ اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلوۃ ادھر مکبر نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے اور ادھر جماعت کھڑی ہوئی۔ اس نے کہا قد قامت الصلوۃ اور جماعت قائم ہو گئی۔ (کذا فی الفتاوی الرضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ر صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

سوال: بشرف عزت مولوی ومفتی صاحب دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کا کہنا ہے کہ تکبیر بیٹھ کر سننا چاہیے لیکن بکر کہتا ہے کہ تکبیر کا کھڑے ہو کر سننا افضل ہے باوجودیکہ زید نے کئی معتبر کتابوں کا حوالہ بھی دیا لیکن بکر نے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا مفتیٔ ملت سے التماس ہے کہ احادیث کے حوالے سے فتویٰ صادر فرمائیں تاکہ بکر مطمئن ہو سکے۔

محمد احمد، یونٹ نمبر ۵، لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** زید حق پر ہے۔ کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے۔ یہانتک کہ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے تو یہ خیال نہ کرے کہ چند کلمے رہ گئے ہیں پھر کھڑا ہونا ہوگا۔ بلکہ فوراً بیٹھ جائے یہانتک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے کہ یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوۃ۔ محیط و ہندی میں ہے یقوم القوم والامام اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علماء نا الثلثة هو الصحیح۔ جامع المضمرات وعالمگیریہ وردالمحتار میں ہے اذا دخل الرجل عند الاقامة یکره له الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح اسی طرح بہت سی کتب میں ہے۔ اور اس میں راز، مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلوۃ ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو۔ ادھر یہ کھڑا ہوا۔ ادھر اس نے کہا قد قامت الصلوۃ جماعت کھڑی ہوئی اور جماعت قائم ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ر صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

جو اذان وقت سے پہلے ہوئی اس کا دہرانا لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ۱۔ مسجد میں قبل از وقت اذان دی گئی تو وقت ہونے پر دوبارہ اذان دی جائے یا بغیر اذان لوٹائے جماعت کر لی جائے۔

۲۔ آفتاب غروب ہونے کے بعد سے شفق غائب ہونے تک کتنا وقت لگ جاتا ہے یعنی عشاء کی اذان غروب آفتاب کے کتنے عرصہ بعد دی جائے۔ بینوا توجروا شیخ عبداللہ

۷۸۶ **الجواب:** وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے۔ قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اثنائے

اذان میں وقت آ گیا تو اعادہ کیا جائے۔(ردالمحتار وغیرہ)

۲۔ غروب آفتاب اور غروب شفق کے درمیان کا وقت ان شہروں میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔ اور قدیم سے مسلمانان اہلسنت و جماعت کا یہ معمول چلا آ رہا ہے کہ مغرب و عشاء کی اذان کے درمیان کم از کم ڈیڑھ گھنٹے کا توقف کیا جاتا ہے اور اسی میں احتیاط ہے ورنہ عوام کالانعام کو اس کی تمیز کہاں کہ وقت مغرب کب ختم ہوا اور وقت عشاء کب شروع ہوا؟ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱/ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

داڑھی منڈے کی اذان

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس صورت مسئولہ میں کہ: داڑھی منڈانے والے کا اذان دینا مکروہ ہے یا نہیں؟ بینوا بالبرہان توجروا عند الرحمن۔ سائل۔ فصیح الدین الرحمٰن شیروانی، بھائی خان چوک، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی ترشوانا یا منڈانا فسق ہے اور ترشوانے یا منڈانے والا فاسق۔ اور فاسق اگرچہ عالم ہی ہو اس کی اذان مکروہ، اس اذان کا اعادہ کیا جائے۔(درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲/ جمادی الاخریٰ ۱۳۸۴ھ

وقت اقامت کب کھڑے ہوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جب فرائض کے لیے اقامت کہی جائے تو ائمہ و قوم کو کب کھڑا ہونا چاہیے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اقامت کے شروع ہوتے ہی سب کو کھڑا ہو جانا چاہیے کیونکہ ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ بعض حضرات اس بات پر مصر ہیں۔ کس کا قول حق و صواب ہے۔ بحوالہ کتب مع عبارات جواب سے حکم شرع شریف سے آگاہ فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی قاری حافظ نور محمد امام و خطیب مسجد پیر حاجی شاہ رحمۃ اللہ علیہ صدر بازار حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** امام اور مقتدیوں کو چاہیے کہ تکبیر بیٹھ کر سنیں حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے اس میں راز تکبیر کہنے والے کے اس قول کی مطابقت ہے۔ قد قامت الصلوۃ ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو جماعت کھڑی ہوئی، اس نے کہا قد قامت الصلوۃ تو جماعت قائم ہوگئی۔ یہاں تک کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور کوئی شخص باہر سے آیا تو یہ خیال نہ کرے کہ چند کلمات رہ گئے پھر کھڑا ہونا پڑے گا بلکہ فوراً بیٹھ جائے اور علی الفلاح پر کھڑا ہو۔ عالمگیریہ میں ہے اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار قائماً ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح۔ کذا فی المضمرات۔(فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

حی علی الصلوۃ پر دائیں بائیں گردن کرنا چاہیے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: فرض نماز میں جو تکبیر کہی جاتی ہے اس میں مؤذن کو حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے موقع پر گردن کو دائیں بائیں گھمانا چاہیے یا نہیں؟ کسی کتاب کے حوالے سے بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام عبدالوحید خان گھڑی ساز لطیف آباد یونٹ نمبر ۸

۷۸۶ الجواب: اقامت مثل اذان ہے لہٰذا اقامت میں بھی حی علی الصلوۃ اور حی علی الفلاح کے موقع پر دائیں بائیں منہ پھیرے (بہار شریعت بحوالہ درمختار) یہ صرف ایک امر مستحب ہے اس کی خاطر باہم لڑنا جھگڑنا اور انتشار پھیلانا سخت ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: فرض نماز میں تکبیر کے وقت امام اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں اور حی علی الصلوۃ کہنے پر کھڑے ہوتے ہیں کیا یہ درست ہے یا یہ کہ تکبیر شروع ہو تو امام اور مقتدی کھڑے ہو جائیں یہ درست ہے۔ ان دونوں میں کونسا عمل درست ہے کسی کتاب کے حوالے سے بتائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

فقط خاکسار احمد یوسف وقاضی سراج الدین لطیف آباد نمبر ۱۰، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اقامت کے وقت جو لوگ مسجد میں موجود ہیں وہ بیٹھے رہیں۔ اس وقت اٹھ کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے اور جب حی علی الفلاح کہا جائے اس وقت کھڑے ہوں۔ (عالمگیری) آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک مصلے پر امام کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی یہ خلاف سنت ہے۔ (بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ر رجب المرجب ۱۳۸۷ھ

مسجد کے اندر اذان پڑھنا منع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اذان پنجگانہ اور اذان برائے خطبہ جمعہ مسجد کے اندر پڑھنا جائز ہے یا مکروہ ہے، یا مکروہ تنزیہی ہے یا مکروہ تحریمی ہے؟ برائے کرم وضاحت سے تحریر فرمائیں۔

عبداللہ، ٹیلی گراف، کوٹری

۷۸۶ الجواب: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ اقدس میں یہ اذان مسجد سے باہر دروازہ پر ہوتی تھی حضور اقدس ﷺ کے سامنے مواجہ اقدس یعنی چہرۂ انور کے مقابل ہوتی تھی اور ایسا ہی معمول سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

عنہما کے زمانے میں رہا۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ہے عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالی عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر و عمر۔ اور کہیں یہ منقول نہیں کہ حضور اقدس ﷺ یا خلفائے راشدین نے مسجد کے اندر اذان دلوائی ہو۔ اسی لیے مسجد کے اندر اذان کا ہونا ائمہ کرام نے ممنوع و مکروہ مانا خلاف سنت جانا۔ فقہ حنفی کی معتبر اور مشہور کتابوں میں یہ مضمون مذکور ہے لا یؤذن فی المسجد۔ فتاویٰ قاضیخان، فتاوی عالمگیری، بحر الرائق، غنیۃ اور طحطاوی علی مراقی الفلاح۔ سب فرماتے ہیں یکرہ ان یؤذن فی المسجد۔ یہاںتک کہ زمانہ حال کے ایک عالم مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں لکھتے ہیں قولہ بین یدیہ ای مستقبل الامام فی المسجد کان او خارجہ و المسنون ھو الثانی۔ صاف تصریح ہے کہ باہر ہونا سنت ہے باہر نہ ہونا خلاف سنت ٹھہرا۔ مولیٰ عزوجل اس سنت کریمہ کے زندہ کرنے کی ہم مسلمانوں کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ر جمادی الاخریٰ ۱۳۸۷ھ

بے وضو اذان کا حکم، بے بنیاد الزام لگانے والا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے متعلق کہ: جو مؤذن بے وضو اذان دینے کا عادی ہو بلکہ بحالت جب بغیر غسل کئے بھی اذان دیتا ہو اس کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے اور بے وضو یا بحالت جنابت بغیر غسل کے اذان ہونے سے کیا نقصان ہوتا ہے۔ بینوا توجروا سائل۔ حافظ قطب الدین، شاہی بازار، حیدرآباد

۲۔ جو شخص ذاتی عناد اور تعصب کی وجہ سے بلا ثبوت شرعی اپنے استاد پر بے بنیاد غلط جھوٹے الزام لگاتا رہتا ہے۔ اس کے لیے شریعت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا

۷۸۲ الجواب: بے وضو اذان کہنا اگرچہ صحیح ہے بایں معنی کہ اس کا اعادہ نہ کیا جائے لیکن بے وضو اذان کہنا مکروہ ہے۔ یونہی جب کی اذان مکروہ ہے اور اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (درمختار و مراقی الفلاح وغیرہ) لیکن اس صحت کے معنی یہ نہیں کہ آدمی اس کا عادی بن جائے اور کوئی مؤذن اس کا عادی ہو تو اسے اس منصب سے جدا کیا جائے اور اس کی جگہ کسی مرد صالح پرہیزگار کو مقرر کیا جائے ایسے لوگوں کا کیا اعتبار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ قرآن کریم نے ہر اس شخص کے لیے جو دوسروں پر تہمتیں باندھے اور بلا ثبوت شرعی دوسرے مسلمانوں پر الزام لگائے یہ فیصلہ فرمایا کہ انما یفتری الکذب الذین لا یومنون۔ یعنی افتراء کرنا بے ایمانوں کا کام ہے۔ قرآن کریم نے غیبت کو اپنے مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کے برابر ٹھہرایا افتراء و بہتان تو اس سے بڑھ کر ہے۔ آدمی خود اندازہ لگا سکتا ہے کہ کتنا شدید جرم اور وبال الٰہی کا باعث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مؤذن کی صرف تنخواہ لے کام نہ کرے اور کہیں اور امام ہو کیا حکم ہے؟

سوال: محترمی جناب قبلہ مفتی صاحب، السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ پر شرعی طور پر ہماری رہنمائی فرما کر جواب تحریر فرمائیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہماری مسجد میں جو مؤذن صاحب ہیں یہ صاحب ایک دوسری مسجد میں پیش امام کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں یہ سلسلہ اکتوبر ۱۹۶۷ء سے جاری ہے اس عرصہ میں مؤذن صاحب نے شاذ و نادر ہی کبھی اذان کہی ہو اور نہ کبھی جماعت میں تکبیر کہتے ہیں۔ اذان بھی اور لوگ کہتے ہیں۔ اور تکبیر بھی۔ وظیفہ برابر ہر ماہ ہماری مسجد سے وصول کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں بیک وقت دو مسجدوں میں اپنے فرائض انجام دینا اور ہر دو جگہ سے وظیفہ حاصل کرنا جبکہ وہ ہماری مسجد میں مستقل طور پر مؤذن ہیں۔ کہاں تک شرعی طور پر جائز اور ناجائز ہے۔ جواب اس پرچہ پر تفصیل کے ساتھ عنایت فرمائیں۔

آپ کا خادم۔ عبدالغفار خان

۷۸۲ الجواب: علمائے متقدمین نے اذان پر اجرت لینے کو حرام بتایا۔ مگر علمائے متاخرین نے لوگوں میں سستی دیکھی تو اجازت دی۔ اور اب اسی پر فتویٰ ہے۔ کہ اگر مؤذن کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مسجدوں میں اذان کا سلسلہ بند ہو جائے گا۔ تو ایک دینی ضرورت کی بناء پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے اور جب شخص مذکور اس خدمت کو انجام ہی نہیں دیتا تو ظاہر ہے کہ اس مسجد سے تنخواہ لینا کسی کے نزدیک جائز نہیں۔ بلکہ منتظمین مسجد چاہیں تو اکتوبر ۱۹۶۷ء سے دی ہوئی رقم جو اس شخص کو معاوضہ کے طور پر دی گئی واپس لے سکتے ہیں۔ اور جبکہ یہ شخص غلط طریقہ پر مسجد سے مشاہرہ وصول کرتا رہا تو ایسا شخص امامت کے بھی لائق نہیں جبتک کہ توبۂ شرعیہ نہ کرے مسلمان ہرگز اسے اپنا امام نہ بنائیں۔ بلکہ خدمت اذان بھی اسے نہ سونپیں کہ شخص مذکور ہوس کا شکار ہے اور جائز و ناجائز کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ ان حالات کے معلوم ہونے کے بعد جو لوگ اسے امام بنائیں گے گنہگار ہوں گے اور وہ نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ ذی قعد ۱۳۸۸ھ

اذان سے قبل درود شریف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس صورت مسئولہ میں کہ: اذان سے قبل اکثر مساجد میں درود شریف پڑھتے ہیں کیا مؤذن کے لیے اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو اس کے ثبوت معتبر کتابوں سے فرمائیں۔

محمد اکرم خان، گاڑی کھاتہ

۷۸۳ الجواب: اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ہے بلکہ مستحب و باعث برکت و ثواب ہے۔ درمختار اور پھر اس کی شرح ردالمحتار میں ہے **و مستحبة فی کل اوقات الامکان ای حیث لا مانع**۔ یعنی درود شریف پڑھنا ہر اس وقت و مقام پر جائز ہے جہاں شرعاً پڑھنا منع نہ ہو۔ اب جو اسے ناجائز کہتا ہے وہ دلیل دے کہ فقہائے کرام نے اذان سے پہلے

درود شریف پڑھنے سے کہاں منع فرمایا ہے۔ ورنہ شرعاً اس کی بات مردود و نا قابل اعتبار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ / ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ

وقت سے پہلے اذان دی تو لوٹانا ضروری ہے

سوال: قبلہ محترم مفتی محمد خلیل خان صاحب صدر مدرسین دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد، السلام علیکم

گذارش یہ ہے کہ ہمارے محلہ کی مسجد جو کہ اہلسنت والجماعت اور حنفی مسلک کے موافق ہے یہاں پر ۸ اگست سے عصر کی اذان کا وقت ۵ بجے مقرر کیا گیا ہے اور جماعت کا وقت ۵ بج کر ۱۵ منٹ مقرر کیا گیا ہے جبکہ اوقات دائمی نماز کا نقشہ ۸ اگست کو عصر کا وقت ۵ بج کر ۱۲ منٹ بتاتا ہے اور آج بھی ۱۵ اگست کو عصر کا وقت ۵ بج کر ۱۱ منٹ بتاتا ہے۔ برائے کرم یہ بتائیں کہ ۵ بجے اذان عصر کہنے سے اذان ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور نماز ۵ بجکر ۱۵ منٹ پر ادا ہو جاتی ہے یا نہیں یا نماز میں کوئی نقص تو نہیں ہوتا مہربانی کر کے یہ بتائیں کہ ہماری نماز اس مسجد میں پڑھنے سے ہو جاتی ہے یا نہیں۔ نہیں تو ہم لوگ دوسری جگہ تھوڑی دور مسجد میں جہاں اذان عصر ۵ بجکر ۱۵ منٹ پر ہوتی ہے وہاں پڑھیں اس بات کی طرف توجہ دیتے ہوئے مسجد کے متولی صاحب کو کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ وقت ٹھیک ہے۔ امید ہے کہ مذکورہ مسئلہ کو صحیح سمجھائیں گے۔

فقط آپ کا احسان مند عبد الغفار معرفت عبد الغنی حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان الصلوۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتا۔ یعنی نماز کا وقت باندھا ہوا فرض ہے۔ نماز وقت ہی میں ادا کی جائے گی اور وقت ہی میں ادا کرنا فرض ہے اور اذان اسی بات کا اعلان ہے کہ نماز کا وقت ہو چکا۔ اس لیے اذان اگر قبل از وقت دی جائے تو یہ اذان نہ ہوئی بلکہ عام خاص مسلمانوں کو مغالطہ دینا ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ قبل از وقت اذان کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اثناء اذان میں وقت آگیا تو اذان نئے سرے سے کہی جائے گی۔ در المختار میں فرمایا کہ فیعاد اذان وقع قبلہ۔ یعنی اگر اذان وقت سے پہلے کہی گئی تو اس کا دوبارہ کہنا لازم ہے ایسا ہی دوسری کتابوں میں مذکور ہے اور اذان قبل از وقت کہی گئی لیکن نماز وقت میں پڑھی گئی تو نماز تو ہو جائے گی لیکن خلاف سنت متواترہ ہوگی اور سنت موکدہ متواترہ کا ترک کرنا گناہ اور محرومی و شقاوت کا باعث ہے۔ متولی مسجد اگر اپنی ضد سے باز نہ آئے تو آپ دوسری مسجد میں جہاں کا امام سنی اور صحیح العقیدہ اور صحیح القراۃ ہو اور فاسق معلن نہ ہو جا سکتے ہیں۔ ھکذا فی غنیۃ المستملی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

اذان مسجد سے باہر ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ: دور حاضر میں عام طور پر اذان اندرون مسجد پڑھی جاتی ہے خصوصاً جن مساجد میں لاؤڈ اسپیکر ہیں۔ دیگر جمعہ کے دن اذان ثانی خطیب کے سامنے صحن مسجد میں پڑھی جاتی ہے اور تقریباً

۹۵ فیصدی اس پر عمل ہے۔ برائے کرم ازروئے شرع شریف صحیح مسئلہ سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور عندالناس مشکور ہوں۔ حافظ سراج الدین واحدی خطیب مسجد عثمانیہ، نائن کاپڑ حیدرآباد سندھ ۲۰ ستمبر ۱۹۷۰ء

۷۸۶ الجواب: اذان مئذنہ (اذان دینے کی جگہ جو خارج مسجد بنائی جاتی ہے) پر کہی جائے یا مسجد سے خارج۔ اور مسجد میں اذان نہ کہے۔ (عالمگیری) مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے (غایتہ البیان، فتح القدیر، طحطاوی علی مراقی الفلاح) یہ حکم اذان کے لیے ہے فقہ کی کسی کتاب میں کوئی اذان اس سے مستثنیٰ نہیں۔ اذان ثانی جمعہ بھی اسی میں داخل ہے۔ امام ابن الہمام نے یہ مسئلہ خاص باب جمعہ میں لکھا (بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ

اذان سے قبل یا بعد صلوٰۃ وسلام پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: اذان سے قبل یا بعد صلوۃ وسلام پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ اگر جائز ہے تو احادیث کی روشنی میں جواب تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں اس مسئلہ پر کافی بحث ہوتی ہے کہ یہ صلوٰۃ وسلام کے الفاظ اذان کے مشابہ ہوجاتے ہیں لہٰذا اذان میں اور صلوٰۃ وسلام میں کیا فرق رہا۔ بعض مساجد میں یہ صلوٰۃ وسلام ہوتا ہے جس پر کافی اعتراض ہوتا ہے۔ امید ہے کہ تسلی بخش جواب تحریر فرمایا جائے گا۔

زاہد اختر خانزادہ، ٹنڈو الہیار ضلع حیدرآباد سندھ نزد مدینہ مسجد

۷۸۷ الجواب: ا۔ حدیث شریف میں ہے کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بحمد اللہ والصلوۃ علیَّ فھو اقطع ابتر محوق من کل برکۃ۔ اس حدیث شریف کو حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے شرح وقایہ کے حاشیۂ دیباچہ میں نقل فرما کر، یہ ارشاد فرمایا کہ وفی سندہ ضعف لکن یعمل بہ فی الفضائل۔ حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ ہر وہ کام جو دین ودنیا میں اہمیت رکھتا ہے اگر وہ حمد الٰہی اور درود شریف سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ناقص وناتمام اور برکت سے محروم رہتا ہے۔ اب اذان اگر شریعت میں اہمیت رکھتی ہے تو اس حدیث شریف کی رو سے اس سے پہلے درود شریف پڑھنا شرعاً مطلوب ہے۔ اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ایسی چیز سے روکتا ہے جو مطلوب شرعی ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وارد کہ ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ یعنی جس کام کو مسلمان نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے۔ اور ظاہر ہے کہ عوام وخواص مسلمین اذان سے قبل درود شریف کو بہ نیت تعظیم رسالت مآب ﷺ پڑھتے اور اسے نیک سمجھتے ہیں تو اس سے منع وانکار نہ کرے گا مگر وہ کہ خیر وبھلائی وتعظیم سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے۔ اب رہا یہ کہ کلمات درود، کلمات اذان سے مشتبہ ہوجاتے ہیں تو اولاً مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اذان کا آغاز اللہ اکبر سے ہوتا ہے تو اب اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں۔ پھر بھی کلمات درود شریف پست آواز سے ادا کئے جائیں تو اس شائبہ کا پتہ ہی کٹ جاتا ہے۔ بالجملہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز ودرست ہے جو اس سے منع کرتا ہے

وہ شریعت پر افتراء کرتا ہے یا جاہل محض ہے ورنہ تجاہل عارفانہ میں گرفتار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

۷۸۶ الجواب نمبر ۲۔ کسی شے کے جائز ہونے کو اتنا کافی ہے کہ شرع میں اس کی ممانعت نہ آئی۔ جس چیز کو اللہ و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منع نہ فرمائیں اسے منع کرنا خود شارع و صاحب شریعت بننا اور نئی شریعت گڑھنا ہے اور جب کہ اذان و تکبیر سے پہلے یہ درود شریف بہ نیت تعظیم و محبت پڑھا جاتا ہے تو ضرور پسندیدہ و محبوب ہوگا کہ ہر مباح اچھی نیت سے مستحب و مستحسن ہو جاتا ہے کمافی بحرالرائق و ردالمحتار وغیرہما۔ پھر افعال تعظیم و محبت میں ہمیشہ مسلمانوں کے لیے راہ احداث کشادہ ہے جتنے نئے طریقے ایجاد کیے جائیں جن سے ممانعت نہ ہو سب خوب و مستحسن ہیں۔ جس طرح چاہیں محبوبان خدا کی تعظیم بجالائیں جب تک کسی خاص صورت سے شرعاً ممانعت نہ ہو جیسے سجدہ۔ وہاں خاص حکم کا ثبوت مانگنے والا اللہ عزوجل کا مقابلہ کرتا ہے کہ مولی عزوجل نے مطلق، کسی قید و حد کے بغیر انبیاء و اولیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والثناء کی تعظیم کا حکم فرمایا۔ والہذا ہمیشہ علمائے کرام و ائمہ اعلام امور تعظیم و محبت میں ایجادوں کو پسند فرماتے اور انہیں ایجاد کنندہ کی منقبت میں گنتے آئے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ اکابر نے فرمایا کل ماکان ادخل الادب والا جلال کان حسنا۔ جو بات ادب و تعظیم میں جتنی زیادہ دخل رکھتی ہے خوب ہے۔ ان بلاد میں درود شریف وغیرہ امور خیر سے روکنا صرف بر بنائے وہابیت ہے تو وہابیت ضرور مردود و ملعون ہے۔ سنی مسلمان اسے ہرگز ترک نہ کریں۔ ان امور سے ان کے انکار کا منشاء ہی وہی ہوتا ہے کہ ان کے سینے تو ہین سے پر اور تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے دلوں پر شاق، ورنہ فحاشی و عریانی، قمار و شراب خوری اور تماش بینی کے خلاف مورچہ کیوں نہیں بناتے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

امام و مقتدی کب کھڑے ہوں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: امام اور مقتدیوں کو اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا چاہیے یا حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہونا چاہیے۔ حدیث کی روشنی میں بادلائل جواب عنایت فرمائیں۔ محمد سلیم صادق آباد، ۱۹۸۰ء 9.16.

۷۸۶ الجواب: کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے۔ یہاں تک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلاۃ و یشرع عند قد قامت الصلوٰۃ۔ محیط و ہندیہ میں ہے یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علماء نا الثلثۃ ھو الصحیح۔ جامع المضمرات و عالمگیریہ و ردالمحتار میں ہے اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی

الفلاح۔ اس طرح اور بہت سی کتب میں ہے۔ ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے مقتدی تکبیر بیٹھ کر سنیں بلکہ امام مسجد میں موجود ہے تو وہ بیٹھا رہے اور امام و مقتدی حی علی الفلاح پر کھڑے ہوں۔ اور اس میں راز مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلوۃ۔ ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو، جماعت کھڑی ہوئی۔ اس نے کہا قد قامت الصلوۃ جماعت قائم ہوگئی۔ اب جو اس کے خلاف کہتا ہے ایسی ہی مستند و مشہور علمائے متقدمین کی کتابوں اور فتوائے علماء کرام سے حوالہ دے۔ اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہرگز حوالہ نہ دے سکے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ   ۷ / ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

ایک مسجد میں دو مرتبہ اذان کہنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک مسجد ہے اس میں ایک وقت میں دو اذانیں دینا جائز ہے یا نہیں؟ جواب تحریر فرمائیں مہربانی ہوگی۔   مولوی محمد بچل، فتح چوک کان روڈ سائٹ ایریا

۷۸۶ الجواب: اگر وہ مسجد، شارع عام یا اسٹیشن یا سرائے، غرض ایسی جگہ ہے جس کے نمازی مقرر نہیں۔ وقت پر جو لوگ گزرے یا اترے یا آئے، وہ نماز پڑھ گئے، ایسی مسجد میں بالا جماع تکرار جماعت بھی جائز ہے اور اذان جدید و تکبیر جدید بھی بلکہ یہی شرعاً مطلوب ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں، نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں اگرچہ ایک وقت میں دو یا زائد جماعتیں ہو جائیں، تو ہر جماعت کے لیے ہر بار اذان کہی جائے گی۔ اگر وہ مسجد، مسجد محلہ ہے کہ ایک محلہ خاص سے اختصاص رکھتی ہے مگر جماعت اولی جس نے پڑھائی وہ فاسد العقیدہ، یا فاسق معلن، یا نرا جاہل، بے علم، نماز و طہارت کے مسائل سے غافل، تھا یا قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا تھا جس سے معنی فاسد ہوں تو ان صورتوں میں کہ جماعت اولی بطریق سنت ادا نہ ہوئی تو جماعت ثانیہ کی اجازت ہے اور اس کے لیے دوبارہ اذان کہی جائے تا کہ جماعت مسلمین بروجہ مسنون ادا ہو۔ ہاں اگر مسجد میں اہل محلہ نے اذان و اقامت بروجہ سنت کے ساتھ، امام سالم العقیدہ، متقی، مسائل دان، صحیح خواں کی اقتداء میں نماز ادا کر لی پھر باقی ماندہ لوگ آئے تو اس صورت میں، دوبارہ اذان کہنا ہمارے علماء کے نزدیک ممنوع و بدعت ہے، اگرچہ محراب سے ہٹ کر دوبارہ جماعت ہو سکتی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ درمختار و عالمگیریہ وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی عنہ   ۲۰ / رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

اذان سے پہلے صلوٰۃ وسلام

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب اہلسنت والجماعت دام اقبالہ

جناب عالی! گذارش اہل جماعتی، کثیر التعداد سنت و جماعت رحمانی مسجد یونٹ نمبر ۱۲ جناح کالونی حیدر آباد کی ہے کہ اکثریت اہلسنت و جماعت کی ہے اور سابق مؤذن اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام ہمیشہ سے پڑھتا چلا آ رہا تھا وہ مؤذن فوت ہو گیا بعدہ طالبعلم مسجد مذکورہ کو چند لوگ ورغلا کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے سے منع کرتے ہیں۔ جبکہ مسجد میں اکثریت اہلسنت و

جماعت کی ہے براہ کرم صلوٰۃ وسلام کی بابت تصدیق فرمائیں۔عین نوازش ہوگی۔

رفیق الدین، عبدالحمید، عاشق شکور، عبدالرزاق، عثمان، محمد ایوب

۷۸۶ الجواب: حدیث شریف میں ہے کل امر ذی بال لا یبدأ فیه بحمد الله والصلوة علی فهو اقطع ابتر مححوق من کل برکة۔ اس حدیث شریف کو حضرت مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے شرح وقایہ کے حاشیہ میں دیباچہ میں نقل فرما کر یہ ارشاد فرمایا کہ وفی سندہ ضعف لکن یعمل به فی الفضائل۔ حاصل اس حدیث شریف کا یہ ہے کہ ہر وہ کام جو دین و دنیا میں اہمیت رکھتا ہے اگر وہ حمد الٰہی اور درود شریف سے شروع نہ کیا جائے تو وہ ناقص و ناتمام اور برکت سے محروم رہتا ہے اب اذان اگر شریعت میں اہمیت رکھتی ہے تو اس حدیث شریف کی رو، سے اس سے پہلے درود شریف پڑھنا، شرعاً مطلوب ہے اب جو اس کا انکار کرتا ہے وہ ایسی چیز سے روکتا ہے جو مطلوب شرعی ہے۔دوسری حدیث شریف میں ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود سے وارد کہ ماراہ المسلمون حسنا فهو عند الله حسن۔ یعنی جس کام کو مسلمان نیک سمجھیں وہ خدا کے نزدیک نیک ہے اور ظاہر ہے کہ عوام وخواص مسلمین اذان سے قبل درود شریف کو بہ نیت تعظیم رسالت ﷺ پڑھتے اور اسے نیک سمجھتے ہیں تو اس سے منع وانکار نہ کرے گا مگر وہ کہ خیر و بھلائی و تعظیم سے روکنے والا ہوگا اور یہ کام شیطان کا ہے۔اب رہا یہ کہ کلمات درود کلمات اذان سے مشتبہ ہو جائیں گے تو اولاً مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اذان کا آغاز الله اکبر سے ہوتا ہے تو اب اشتباہ کی گنجائش ہی نہیں۔پھر کلمات درود پست آواز سے ادا کیے جائیں تو اس شائبہ کا پتہ ہی کٹ جاتا ہے۔بالجملہ اذان سے پہلے درود شریف پڑھنا جائز و درست ہے جو اس سے منع کرتا ہے وہ شریعت پر افتراء کرتا ہے یا جاہل محض ہے ورنہ تجاہل عارفانہ میں گرفتار۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸/ ۱۲/ ۱۹۸۳ء

عصر اور عشاء کی سنّت اور نفل کا حکم

سوال: قبلہ محترم مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف بحمد اللہ تعالیٰ بخیر وعافیت ہوں گے جناب والا کے حضور درج ذیل سوالات پیش کر رہا ہوں قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات سے آگاہ فرمائیں بڑی کرم نوازی ہوگی۔

۱۔ کیا نماز عصر کی سنت اور عشاء کی چار سنتیں اور چار نفل پڑھنے کا ثواب اور نہ پڑھنے پر کوئی پکڑ نہیں؟ یہ رعایت ہر خاص و عام کے لیے ہے یا صرف ان حضرات کے لیے جو پابندی سے پانچ وقت کی نمازیں ادا کرتے ہیں؟

۲۔ اقامت بیٹھ کر سننا اور حی علی الصلوة پر نماز کے لیے کھڑا ہونا کیا حدیث شریف میں ہے اور اقامت شروع سے کھڑے ہو کر سننا کیا مکروہ قرار دیا گیا ہے تو کیا نماز میں خلل واقع نہیں ہوتا اور وہ نماز جس کی اقامت مکروہ قرار دی جائے وہ نماز قبول ہونے کا درجہ رکھتی ہے یا نہیں؟

۳۔ لوگ موجودہ دور میں جھوٹ اور بات بات میں ایک دوسرے کے ساتھ مکر وفریب کر رہے ہیں اور روپیہ کمانے میں کسی برے سے برا کام کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور ایسے شخص کو قرآن اور حدیث کی بات بتائی جاتی ہے تو وہ نعوذ باللہ اس کے نزدیک ایک ناول ہے اور اس کی زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ اور اپنی عادت پر بدستور قائم ہے۔ اس کی حیثیت اللہ کے نزدیک کیا ہے؟　فقط والسلام دعاؤں کا طالب　شاہ خلیل حسنین زبیری

۷۸۶ الجواب: نفل و مستحب کی بجا آوری پر ثواب کا ملنا اور ان کے نہ کرنے پر کوئی گرفت اور اخروی مواخذہ نہ ہونا انشاء اللہ امت کے ہر فرد مسلم کیلئے ہے۔ کسی کی اس میں کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اذان اور پھر نماز قائم ہونے پر اقامت جسے تکبیر کہتے ہیں نہ نماز کے ارکان و فرائض میں ہے اور نہ شرائط میں۔ یوہیں بیٹھ کر سننا فرض ہے نہ واجب ولازم کہ اس کے ترک پر گناہ لازم آئے۔ البتہ عالمگیریہ وغیرہ میں کھڑے ہو کر تکبیر سننے کو مکروہ قرار دیا یعنی مکروہ تنزیہی یعنی اس کا کرنا شرع کو پسند نہیں مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعید فرمائے۔ ولہذا اگر خود نماز میں ایسے مکروہ کا وجود پایا جائے تو نماز میں کوئی ایسی خرابی نہ پیدا ہوگی جس کے باعث نماز نہ ہونے یا اس کے دوبارہ پڑھنے کا حکم دیا جائے۔ یہ حکم مکروہ تحریمی کے لیے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ کسی حکم شرعی کا بجا نہ لانا اور بات ہے اور اس کا انکار یا اس کی توہین واہانت اور بات۔ لہذا اگر اس کا قصد کسی حکم شرعی کا تمسخر اڑانا نہیں اور نہ اس کے حرکات وسکنات سے توہین کا پہلو نکلتا ہے تو اس کا معاملہ خدا اور رسول پر چھوڑیں۔ آپ یا میں ایسوں کا کیا بگاڑ سکتے ہیں۔ مولائے کریم ہمیں راہ راست پر قائم ودائم رکھے اور خاتمہ بالخیر فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۸ر ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

اقامت کس جگہ پڑھی جائے؟

سوال: گرامی قدر جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج اقدس، ذیل میں مسئلہ ارسال خدمت کر رہا ہوں براہ مہربانی پہلی فرصت میں جواب سے مستفیض فرمائیں۔ آپ نے جو "سنی بہشتی زیور" تحریر فرمایا ہے اس کی قیمت رعایتی اور ڈاک خرچ واپسی ڈاک ضرور تحریر کریں اس کے علاوہ اگر آپ کی کوئی تصنیف ہو اس کا نام بمعہ قیمت تحریر فرمائیں۔　والسلام

مسئلہ:۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: تکبیر برائے جماعت مسجد میں کس جگہ ہونی چاہیے براہ مہربانی جواب مع حوالہ اور عبارت تحریر فرمائیں۔ بہشتی زیور اشرفعلی تھانوی میں صرف اتنا تحریر ہے کہ مکبر جہاں تکبیر شروع کرے وہیں ختم کرے جس کے نتیجے میں یہ دیکھا گیا کہ تکبیر کبھی تو پہلی صف کے شروع میں (بائیں جانب) امام سے تقریباً پانچ چھ فٹ کے فاصلے پر اور کبھی صف کے آخر میں (دائیں جانب) چار پانچ فٹ کے فاصلے پر اور کبھی دوسری صف میں جہاں مکبر کا دل چاہا تکبیر کہدی کیا ایسا کرنا درست ہے اور تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں یا تکبیر امام کے عین پیچھے صف اول میں ہونی چاہیے۔ تفصیل سے

تحریر فرمائیں۔ صوفی مشتاق احمد قادری یوسفی، تحصیلدار پٹولا اسکول پشین بلوچستان

۷۸۶ الجواب: اقامت کی نسبت تعیین جہت کہ دائیں جانب ہو یا بائیں۔ پہلی صف میں ہو یا دوسری میں، امام کے مقابل ہو یا ہٹ کر، فقیر کی نظر سے نہ گذری۔ بلکہ ہمارے ائمہ تصریح فرماتے ہیں کہ افضل یہ ہے کہ امام خود اذان و اقامت کہے۔ (در مختار وغیرہ) ہاں اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ امام کے محاذاۃ میں، پھر جانب راست مناسب تر ہے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ر شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

حی علی الصلوٰۃ میں ت کو پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ۱۔ زید اذان دیتا ہے **حی علی الصلوٰۃ** کی ادائیگی میں بغیر ''ۃ'' کی آواز نکالے یعنی **حی علی الصلو** کہتا ہے برخلاف اقامت کہتے وقت پوری شدت کے ساتھ ''ۃ'' کی آواز نکالتا ہے اس طرح **حی علی الصلات** اور **قد قامت الصلات**۔ تشریح فرمائیں شریعت مطہرہ کی روشنی میں کہ یہ عمل جائز ہے۔ جبکہ اذان اور اقامت دونوں میں یہ کلمات ہیں (اقامت میں صرف **قد قامت الصلوٰۃ** کا اضافہ ہے)

۲۔ مذکورہ زید بوقت اقامت نہایت عجلت کے ساتھ تکبیر کہتا ہے آیا تکبیر کہنے میں عجلت کرنی چاہیے یا ٹھہر ٹھہر کر کہ نمازی بہ اطمینان صفیں درست کرلیں۔ مذکورہ سوالات کے جوابات ارسال فرما کر بے چینی اور انتشار کا ازالہ فرمائیں۔

امجد علی معرفت عبدالحفیظ کرانہ مرچنٹ، لیاقت روڈ، کوٹری، سندھ

۷۸۶ الجواب: (۱) اذان و اقامت کے کلمات میں جزم یعنی آخر میں وقف، یعنی اسے ساکن بغیر کسی حرکت پڑھنا شرعاً مطلوب اور زمانۂ اقدس سے مسلمانوں میں معمول ہے۔ اس کے خلاف کرنا، سنت متوارثہ کو چھوڑنا ہے۔ اسی لیے **اللہ اکبر** سکون سے پڑھتے ہیں۔ حرکت نہیں دیتے۔ اور گول ''ۃ'' حالت وقف میں ''ہ'' پڑھی جاتی ہے۔ لہٰذا ''ہ'' ہی پڑھنا چاہیے ''ۃ'' پڑھنا غلط ہے۔ (نور الایضاح وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اذان میں ہر کلمہ کے بعد جو سکتہ کیا جاتا ہے وہ اقامت میں نہیں یعنی اقامت کے کلمات جلد جلد کہے جائیں مگر نہ ایسے کہ حروف کٹ جائیں اور صاف سننے میں نہ آئیں۔ (در مختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ر ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

وقت سے پہلے اذان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ہماری مسجد میں عام طور پر لوگ اذان جمعہ نقشہ میں دیئے گئے وقت سے پانچ منٹ قبل پڑھ دیتے ہیں اور ایک بجے نماز جمعہ کھڑی ہو جاتی ہے اس صورت میں پڑھی گئی اذان سے جمعہ درست ہوا یا نہیں اور یہ اذان ہوئی یا نہیں نیز اب تک جو جمعے پڑھے گئے ہیں ان کا کیا حکم ہے؟ یاد رہے کہ آٹھ ماہ سے بارہ بج کر پینتیس منٹ پر اذان ہوتی رہی ہے۔ اتنے عرصے کی اس اذان اور نمازوں کا حکم شرعی کیا ہے؟ قاری محمد سراج، عثمانی مسجد ۸۱/۱/۱۹۶۶ء

۷۸۶ الجواب: اذان عرف شرع میں، الفاظ مقررہ کے ذریعہ اس بات کا اعلان ہے کہ نماز کا وقت ہو چکا تو وقت سے پہلے ہی اذان کہہ دینا، مسلمانوں کو دھوکہ دینا ہے اور بعض اوقات یہ عام مسلمانوں کے لیے گناہ کا باعث بھی ہو سکتا ہے مثلاً جو شخص پہلے سے باوضو ہے وہ اذان سن کر نماز شروع کر دے تو خواہ مخواہ گناہگار ہوگا کہ اس وقت کی نماز کا یا نفل کا وقت شروع ہی نہ ہوا۔ اور خاص کر نماز ظہر و جمعہ میں، کہ ضحوۂ کبری کے وقت سجدۂ تلاوت بھی حرام ہے نہ کہ نماز۔ بہر حال اب تک جو ہو چکا اس سے توبہ کریں اور آئندہ صحیح وقت پر اذان کہیں۔ بلکہ کمال احتیاط یہ ہے کہ نقشہ میں دیئے ہوئے اوقات کے پانچ منٹ بعد اذان کہی جائے۔ جو نمازیں اس اذان سے پڑھی گئیں وہ بلا اذان ہوئیں اور اس کا وبال نہ صرف محلہ پر، بلکہ جان بوجھ کر خاموشی اختیار کرنے والوں پر ہے۔ البتہ ان نمازوں کا اعادہ نہیں۔ مسئلہ شرعی یہی ہے کہ وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آ گیا تو اعادہ کیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

واللہ تعالیٰ اعلم　العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۰ر ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

قرآن خوانی کی اجرت لینا۔ تراویح کے امام کی عمر۔ نابالغ بچوں کی قرآن خوانی

سوال: عالی جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب السلام علیکم

بعد سلام کے عرض خدمت یہ ہے چند سوالات ارسال کر رہا ہوں ان کا جواب قرآن وسنت کے مطابق دیا جائے۔

۱۔ کچھ لوگ دوکانوں پر قرآن شریف پڑھنے کے لیے ماہانہ طے کرتے اور قرآن خوانی کے لیے پیسے مقرر کرتے ہیں جب قرآن شریف ختم کرتے ہیں۔ آیت کریمہ کے لیے چار سو یا پانچ سو روپے مقرر کرتے ہیں جب آیت کریمہ کا ختم کرتے ہیں۔ شبینہ کے لیے رمضان شریف میں ایک پارہ دس روپے یا پندرہ روپے کے حساب سے لیتے ہیں جب شبینہ میں شرکت کرتے ہیں۔

۲۔ اذان کے اول اور آخر سلام پڑھا جاتا ہے کیا یہ درست ہے۔ نماز پڑھنے کے دوران تلاوت قرآن شریف کے دوران صلوٰۃ وسلام شروع کر دیتے ہیں کیا ہم اس وقت نماز اور تلاوت موقوف کر دیں؟

۳۔ رمضان شریف میں تراویح پڑھانے والے بچے کی عمر کتنی ہونی چاہیے حافظ بچے کی؟

۴۔ ہمارے مدرسہ میں ختم قرآن شریف، ختم درود شریف، ختم آیت کریمہ ہوتا ہے بغیر کسی معاوضہ اور بغیر کسی شرط کے تبرک بھی ختم کرانے والے کی مرضی پر ہوتا ہے اگر وہ چاہے تو تبرک تقسیم ہوتا ہے ہمارے مولوی صاحب تعلیم دینے کی کوئی فیس یا اور کسی صورت میں معاوضہ نہیں لیتے ہیں آیت کریمہ کے لیے چند لوگوں نے کہا ہے کہ بچوں سے اس کا ختم نہیں کرایا جائے اس سے بچوں کو نقصان ہوتا ہے بچوں کی عمر دس سے پندرہ سال تک ہوتی ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟

عبدالغنی، سیکریٹری مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن اہلسنت وجماعت، للوانی گلی شاہی بازار حیدرآباد ۱۹۸۲ء۔۸.۲۹

۷۸۶ الجواب: دوکان مکان اور قبرستان میں تلاوت قرآن پر اجرت طے کرنا اور اسے وصول کر کے اپنے تصرف میں لانا، یونہی ختم قرآن، یا ختم آیہ کریمہ وکلمۂ طیبہ اور ختم قادریہ وختم خواجگان کے لیے اجارہ کرنا ضرور حرام وناجائز ہے۔ بلکہ

طے کر لینا ہی نہیں اگر عادت ورواج کے مطابق ان لوگوں کو معلوم ہے کہ پڑھنے پر کچھ نہ کچھ ضرور ملے گا۔اور پڑھوانے والوں کو معلوم ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ دینا ہوگا، تب بھی یہ اجرت میں داخل ہے۔دینے والا اور لینے والا دونوں گنا ہگار ہیں۔فان المعروف کالمشروط۔ہاں اس کے جواز کی دو صورتیں ہیں۔صراحتاً عادت ورواج کی نفی کر دیں تو مشروط نہیں رہے گا۔ مثلاً پڑھنے والے سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا۔یا وہ صاف صاف کہہ دیں کہ میں لونگا کچھ نہیں۔پھر جو چاہیں دیدیں وہ اجرت میں داخل نہ ہوگا لان الصریح یفوق الدلالة کما فی الخانیة وغیرھا اور دوسری صورت یہ ہے کہ پڑھنے والے کو وقت مقررہ کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو منا سب کام چاہیں گے لینگے اور تنخواہ واجرت یہ دیں گے۔پھر ان سے یہ کام لیا جائے اب یہ اجرت بلا شبہ جائز ہے کہ اس کے وقت کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن، وختم آیہ کریمہ وغیرہ کے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ ان امور کو خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور اجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے۔(فتاوی رضویہ و در مختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔اذان کے بعد تو درود شریف پڑھا ہی جاتا ہے۔اذان سے قبل بھی جائز ہے کہ یہ ایک عبادت ہے جس کو کسی وقت سے مقید نہیں کیا گیا کہ فلاں وقت پڑھو فلاں وقت نہ پڑھو۔تو جب بھی پڑھا جائے گا حکم قرآنی کی تعمیل ہوگی۔جبتک شریعت ہی سے کوئی ممانعت وارد نہ ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔صلوٰۃ وسلام پڑھنے والے اس کا خیال رکھیں کہ کسی کی عبادت میں خلل واقع نہ ہو اور قرآن کریم ونماز پڑھنے والوں کو معلوم ہے کہ یہاں فلاں وقت صلوٰۃ وسلام ہوگا تو مسجد کے کسی گوشہ میں جا کر نماز وغیرہ پڑھ لیں۔اس کار خیر پر اعتراض نہ کریں کہ وہ بھی باعث برکت ہے۔اور اس کے طفیل رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔امامت خواہ فرض نماز کی ہو یا تراویح کی، امام کا عاقل و بالغ ہونا ضروری ہے اور لڑکا جب پندرہ سال کا کامل ہو جائے تو وہ شرعاً بالغ ہے۔ہاں اس عمر سے قبل ہی وہ اپنا بالغ ہونا ظاہر کرے مثلاً چودہ سال کی عمر میں کہے کہ میں بالغ ہوں تو اس کی بات مانی جائے گی۔اب اگر وہ امامت کا اہل ہو کہ کم از کم نماز کے فرائض و واجبات اور مفسدات و مکروہات سے واقف ہو تو اسے تراویح بلکہ فرض نماز میں بھی امام بنایا جا سکتا ہے۔(در مختار وغیرہ)

۵۔سمجھدار نابالغ بچے کہ ختم قرآن وغیرہ میں شرکت کریں اور کسی معاوضہ وغیرہ کے لالچ میں نہ پڑھیں تو بے شک ان کا پڑھنا معتبر ہے۔ہاں محض ناواقف بچے جو آداب تلاوت وقرات وختم سے واقف نہیں انہیں اس میں شریک نہ کریں۔ممکن کہ کوئی بے ادبی ان سے سرزد ہو جائے اور نقصان اٹھائیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ر شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

وقت سے پہلے اذان، اذان نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک مسجد میں جہاں باقاعدہ نماز پنجگانہ ادا کی جاتی ہے جیسے آج کل نماز

عصر کا وقت چار بجکر گیارہ یا بارہ منٹ پر اور عشاء کا وقت سات بجکر ۱۴ یا ۱۵ منٹ پر شروع ہوتا ہے لیکن اس مسجد میں عصر کی اذان چار بجکر دس منٹ اور عشاء کی اذان سات بجکر دس منٹ پر دی جاتی ہے۔ میں نے یہ مسئلہ دیکھا تھا کہ اذان وقت سے پہلے شروع کی گئی یا وقت سے پہلے ہوگئی۔ تو دوبارہ دی جائے۔ ایک مولانا سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ بغیر اذان کے نماز نہیں ہوتی۔ تو معلوم یہ کرنا ہے کہ اس اذان سے نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ وہاں کے امام صاحب سے کہا گیا تو انہوں نے کہا کہ دو چار منٹ سے کوئی فرق نہیں ہوتا۔ (براہ کرم مسئلہ کا جواب جلد سے جلد عنایت فرمائیں) بینوا توجروا

محمد خلیل احمد خان، لطیف آباد نمبر ۱۲ حیدرآباد

۷۸۶الجواب: اذان عرف شرع میں اس بات کا اعلان ہے کہ نماز کا وقت ہو چکا۔ مسلمان نماز کی تیاریاں کریں۔ اس اعلان کے لیے الفاظ مقرر ہیں۔ اور جب اذان، نماز کا وقت ہو جانے کا اعلان ہے تو حکم شرعی ہے کہ وقت ہونے کے بعد اذان کہی جائے۔ قبل از وقت کہی گئی یا وقت شروع ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آ گیا تو دونوں صورتوں میں از سر نو اذان کہی جائے (درمختار وغیرہ عامہ کتب) لہٰذا جو اذان وقت سے پہلے ہوئی وہ اذان نہ ہوئی بلکہ مسلمانوں کو مغالطہ دینا ہوا۔ اور اس اذان سے جو نماز پڑھی گئی وہ خلاف سنت ادا ہوئی۔ مگر جماعت اولیٰ نہ کہلائے گی اور اہل محلہ پر ترک سنت کا وبال الگ رہا۔ اور جن صاحب نے یہ کہا کہ دو چار منٹ سے کوئی فرق نہیں پڑتا انہوں نے شریعت گڑھی ورنہ حوالہ دیں کہ کس نے لکھا اور کہاں لکھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

اذان غلط ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ مسجد کی اذان گھر میں جماعت کو کافی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں

۱۔ اگر ایک دفعہ اذان غلط دی گئی اور اس کو اگر دوبارہ نہ لوٹایا جائے اور اس اذان کے ساتھ نماز پڑھ لی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

۲۔ جو شخص اکیلا گھر میں یا جنگل میں بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھے تو اس کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر کسی مسجد یا کسی مقام پر بغیر اذان اور اقامت کے نماز پڑھ لی جائے۔ جماعت کی تو ہوگی یا نہیں؟

محمد سلیم آرائیں، ٹنڈو الہیار سندھ

۷۸۶الجواب: اتفاقاً ایسا ہو جائے تو نماز پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ اور اگر مؤذن غلط اذان کہنے کا عادی ہے یا تو وہ اذان کے کلمات، موسیقی کے قواعد پر ادا کرتا ہے جیسا کہ آج کل عموماً حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح میں اتار چڑھاؤ کے ساتھ اذان ہونے لگی ہے تو یہ بے شک حرام ہے۔ اسے معزول کریں یا اسے مجبور کریں کہ اذان صحیح طور پر کہے۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔گھر پر نماز پڑھنے والے کے لیے مسجد کی اذان کافی ہے اور کہہ لینا مستحب ہے (ردالمحتار) اور اگر آدمی بیرون شہر وقریہ، باغ یا کھیتی وغیرہ میں ہے اور وہ جگہ قریب ہے تو بھی گاؤں یا شہر کی اذان کفایت کرتی ہے پھر بھی اذان کہہ لینا مستحب ہے۔اور جو قریب نہ ہو تو کافی نہیں۔قریب کی حد یہ ہے کہ یہاں کی اذان کی آواز وہاں تک پہنچتی ہو۔(عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔مسجد میں بلا اذان واقامت جماعت (سے نماز) پڑھنا مکروہ ہے (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

اذان پڑھنے والے کو ہٹا کر خود اذان پڑھنا۔اذان واقامت میں وقفہ کتنا ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں

۱۔ایک آدمی مخصوص جو کہ اذان دے رہا ہے اور دوسرا آدمی پیچھے سے اس کو ہٹادے اور خود اذان دینے کے لیے کھڑا ہو جائے تو وہ عالم یا فاسق ہی کیوں نہ ہو اس کی اذان ہو جائے گی؟

۲۔تکبیر کہنے سے پہلے مؤذن کو کسی اشارے کی ضرورت ہے چاہے وہ عالم ہو یا مسجد کی کمیٹی کا صدر کہ اب ٹائم ہو گیا ہے کھڑا ہو جا؟

۳۔اذان سے پہلے یا بعد اگر ہم درود شریف پڑھیں جو کہ نماز میں پڑھا جاتا ہے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے؟

۴۔اذان سے پہلے درود وسلام پڑھنے کے ایک منٹ بعد یا آدھا منٹ بعد رک جائے تو اس میں کوئی حرج تو نہیں کہیں یہ اذان کا ایک جز تو نہیں ہے۔سنا ہے اس کے نہ پڑھنے سے اذان ادھوری ہو جاتی ہے مکمل نہیں ہوتی ہے؟

۵۔نماز سے پہلے اذان کتنی دیر پہلے دینی چاہیے کوئی سی اذان ہو اس کی حد اور مقدار بتایئے۔مثلاً صبح کی اذان ہے نماز سے کچھ دیر پہلے دی تھی یعنی کہ دس پندرہ منٹ پہلے تو کیا اذان ہو جائے گی؟

محمد طیب سیال قادری مدینہ مسجد، پرانا مچھلی ہٹ شاہی بازار حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اگر اذان دینے والا اذان کا اہل ہے تو اسے اذان سے روک کر خود اس کی جگہ اذان دینے کو کھڑا ہونا خوامخواہ فتنہ وفساد کا دروازہ کھولنا ہے اور اپنے مسلمان بھائی کو اذیت پہنچانا بھی۔مگر اذان ہو جائے گی۔اور اگر یہ دوسرا فاسق معلن ہو مثلاً داڑھی منڈاتا یا حد شرع سے کم رکھتا اور کترواتا ہے تو اس کی اذان کو شرع نے معتبر نہ مانا۔اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے گا۔یعنی دوبارہ کوئی ایسا آدمی اذان کہے جو فاسق معلن نہ ہو۔بلکہ صالح پرہیزگار ہو۔(درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔مؤذن اگر کسی اور جائز کام میں مصروف ہو تو اسے تکبیر کہنے کے لیے زبانی بھی کہا جا سکتا ہے اور اشارہ بھی کیا جا سکتا ہے۔یہ تو کوئی ایسا مسئلہ نہیں کہ اس پر بحث کا دروازہ کھولا جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔اذان سے قبل درود شریف پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔مگر درود واذان میں فاصلہ رکھیں یا درود پست آواز سے پڑھیں۔اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ وہابیہ کو خوامخواہ اعتراض کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔وجہ اس کی یہ ہے کہ شرع میں اس کی کوئی ممانعت نہ آئی۔اور جب شرع منع نہیں کرتی اور مسلمان اسے کار ثواب سمجھ کر کرتے ہیں تو دوسرے کو منع کرنے کا کیا حق ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ یہ کہنا محض بیجا ہے کہ درود شریف کے بغیر اذان ادھوری رہ جاتی ہے۔ شرعاً اتنا ہی کافی ہے کہ شریعت اس سے منع نہیں کرتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ اذان واقامت کے درمیان وقفہ کرنا یعنی اتنی دیر تک ٹھہرنا کہ جو لوگ پابند جماعت ہیں وہ ضروریات سے فارغ ہو کر آجائیں سنت ہے اور اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا مکروہ۔ مغرب کے علاوہ، دس پندرہ منٹ کا وقفہ کافی ہے۔ فجر میں اس سے زیادہ وقفہ پر عمل ہے اور یہ صحیح ہے۔ مگر مغرب میں یہ وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی کے برابر ہو۔ البتہ وقت سے پہلے اذان کہہ دی تو یہ معتبر نہیں وقت ہو جانے پر دوبارہ کہی جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

اذان میں سہو ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ: اذان میں اگر ابتدائی چار مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے بجائے سہواً دو مرتبہ کہا جائے یا اشھد ان لا الہ الا اللہ صرف ایک مرتبہ کہا جائے اسی طرح حی علی الصلوۃ و حی علی الفلاح ایک ایک مرتبہ کہا جائے تو اذان کا اعادہ لازم ہوگا یا نہیں۔ اور اشھد ان محمداً رسول اللہ ایک مرتبہ بھی نہ کہا تو اذان کا اعادہ لازم ہے یا نہیں؟ رضا محمد عباسی، امام مصری شاہ مسجد، ٹنڈو طیب حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: اذان عرف شرع میں ایک خاص قسم کا اعلان ہے۔ جس کے الفاظ مقرر ہیں اور بعض مکرر۔ تو جب اس طریق مسلمین اور طریقہ معہودہ و معروفہ بین المسلمین کے خلاف الفاظ ادا کیے جائیں گے انہیں اذان نہ کہا جائے گا اور اذان کہ جماعت مستحبہ کے لیے سنت موکدہ قریب بواجب ہے ادا نہ ہوگی۔ خصوصاً جب کہ بعض کلمات اذان کو سرے سے ترک کر دیا جائے۔ شرعاً ایسی ہر اذان کے اعادہ کا حکم دیا جائے گا۔ تاکہ مسلمانوں میں انتشار و افتراق برپا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

رمضان میں اذان وقت سے پہلے۔ سفر میں سنت نہ چھوڑے۔ نوچندی جمعرات۔ پرانی مسجد کا سامان۔ سیّدہ کا نکاح غیر سیّد سے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین درج ذیل مسائل کے متعلق کہ:

۱۔ رمضان شریف کے مہینے میں اذان ٹائم سے پندرہ منٹ یا بیس منٹ پہلے دینا درست ہے؟

۲۔ سفر میں جو نماز قصر کر کے پڑھنے کا حکم ہے اس میں سنت بھی قصر کرنی چاہیے یا نہیں؟

۳۔ سفر کی حالت میں گورنمنٹ ملازم چھٹی لے کر گھر جاتا ہے وہاں پر نماز قصر کر کے پڑھنی چاہیے یا پوری؟

۴۔ نوچندی منانا ہم مسلمانوں کو کہاں تک درست ہے؟

۵۔اگر پرانی مسجد کو شہید کر کے نئے سرے سے تعمیر کرایا جائے تو پرانا سامان فروخت کر کے اسی مسجد میں وہ روپیہ لگا سکتے ہیں کہ نہیں یا اس سامان کو کیا کرنا چاہیے؟

۶۔سید بخاری اپنی لڑکی کا رشتہ کسی دوسری مسلمان قوم کو دے سکتا ہے کہ نہیں اگر اس کی قوم برادری نہ ہو؟

عبدالحمید، بنگالی کالونی مدینہ مسجد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اذان، شریعت میں نام ہے، مخصوص الفاظ سے اس اعلان کا، کہ نماز کا وقت شروع ہوگیا ہے۔تو جو اذان وقت سے پہلے دی گئی وہ اذان نہیں۔رمضان میں ہو یا رمضان کے علاوہ۔واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔قصر، مسافر کے لیے صرف چار رکعتی فرض میں ہے۔سنتیں پوری پڑھے اور نہ پڑھ پائے تو چھوڑ دے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔مسافر اپنے وطن میں آتے ہی مقیم ہوجاتا ہے اگرچہ نیت نہ کرے۔تو وہ قصر نہیں بلکہ پوری نماز پڑھے گا۔

۴۔نوچندی جمعرات کا منانا، شریعت میں کوئی خصوصی حکم نہیں رکھتا۔نیاز، درود، فاتحہ، بیان، تقریر، وعظ، میلاد، ہر تاریخ میں ہر ماہ میں ہر شب و روز میں ہوسکتا ہے۔نوچندی جمعرات میں بھی۔اور منانے کا مطلب کچھ اور ہے تو فقیر کے علم میں نہیں۔سائل بیان کرے اور جواب لے۔ البتہ عاملین کے یہاں اس کی اہمیت اور راتوں پر زیادہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ پرانی مسجد کو دوبارہ تعمیر کیا جائے تو اس کا پرانا سامان مثلاً اینٹیں لکڑیاں تختے وغیرہ کہ اب اس عمارت مسجد کے کام نہیں آسکتے اور دوسرے وقت حاجت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں کہ بعد میں کام آجائیں گے ان کے ضائع ہونے کا خوف ہو تو ان دونوں شرطوں سے ان کو فروخت کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔اب جو قیمت اس کی وصول ہو وہ محفوظ رکھی جائے تاکہ عمارت ہی کے کام میں لاسکیں۔کسی اور کام میں مثلاً امام و مؤذن کی تنخواہ میں یہ رقم صرف نہ کریں۔واللہ تعالیٰ اعلم

۶۔باپ دادا کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی نابالغ لڑکی کا نکاح اپنی برادری سے باہر غیر کفو میں کر دے۔لیکن باپ دادا کے علاوہ کسی اور کو اس کی اجازت نہیں۔یونہی اگر لڑکی بالغ ہو تو اس کی اجازت کے بغیر باپ دادا بھی اس پر جبر نہیں کر سکتے۔اگرچہ اپنی برادری میں کسی مرد سے اس کا نکاح کرتے ہوں۔لڑکی کی اجازت ضروری ہے۔ورنہ نکاح نہ ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲؍ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

اذان سے قبل صلوٰۃ وسلام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان اسلام کہ: عام طور پر یہاں مؤذن حضرات اذان سے قبل لاؤڈ اسپیکر پر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں۔زید کہتا ہے کہ اگر مؤذن صلوۃ وسلام پڑھنا چاہتا ہے تو آہستہ سے پڑھ لے بہ آواز بلند نہ پڑھے اور اذان کے ساتھ اس کو نہ ملائے۔ بعد اذان کچھ دیر قبل از جماعت پڑھ لے تو بہتر ہے۔اور مرکز اہلسنت بریلی شریف میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے وقت سے آپ کے ہر دو شاہزادگان و جانشینان رحمۃ اللہ علیہما کے زمانے تک کسی اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھا گیا۔تو یہ مسلک اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے خلاف بھی ہے۔زید کا یہ قول کہاں تک عند الشرع صحیح ہے۔بینوا، توجروا

حافظ نصیب اللہ، امام مسجد سدرہ لطیف آباد نمبر ۱۲ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زید کی یہ بات درست ہے کہ اذان واقامت سے قبل درود شریف یا تو پست آواز سے پڑھے یا دونوں میں فاصلہ رکھے تاکہ دونوں میں امتیاز رہے۔ اور عوام الناس کو درود شریف اذان واقامت کا جزو نہ معلوم ہو۔ (کمافی فتاوی الرضویہ فی باب الاقامۃ) البتہ کسی مقام پر اس پر عمل نہ ہونا اور بات ہے اور مسلک علماء کے خلاف ہونا اور بات ہے تو ایک کو دوسرے میں خلط ملط کرنا درست نہیں ورنہ حرج عظیم پیدا ہوگا۔ وھو مدفوع واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا

سوال: بحضور جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب السلام علیکم

بعد آداب گذارش احوال یہ ہے کہ آج کل یہ رواج عام پڑ گیا ہے کہ کسی مسجد میں تو تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں اور بعض جگہ امام اور مقتدی سب بیٹھے رہتے ہیں حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہوتے ہیں۔ آپ ہم کو قرآن یا حدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کونسا عمل درست ہے۔ مہربانی آپ کی دعاؤں کا طالب حبیب خان، دولت پور

۷۸۶ الجواب: اقامت شروع ہونے پر جو لوگ حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہوتے ہیں وہ حق پر ہیں۔ کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ ہے۔ یہاں تک کہ علماء حکم فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے یہاں تک کہ مکبر حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو وقایہ میں ہے یقوم الامام و القوم عند حی علی الصلوۃ۔ محیط وہندی میں ہے یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علماء ناالثلثۃ ھو الصحیح۔ عالمگیریہ و ردالمحتار میں ہے اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ له الانتظار ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قوله حی علی الفلاح اور اس میں راز، مکبر کے اس قول کی مطابقت ہے کہ قد قامت الصلوۃ (نماز قائم ہوگئی) ادھر اس نے حی علی الفلاح کہا کہ آؤ مراد پانے کو کہ جماعت کھڑی ہوگئی۔ لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مسئلہ ایسا نہیں کہ اس پر بحث وتمحیص کے دروازے کھولے جائیں اور مسلمانوں میں انتشار وافتراق پھیلایا جائے۔ عموماً اس میں اختلاف یا ناواقف سنی مسلمان کرتے ہیں یا وہابیہ زمانہ۔ ناواقف سنی مسلمان کو سمجھایا جائے کہ یہ سنت کا ثواب کیوں ہاتھ سے جانے دیتا ہے وہ سمجھ جائے گا تو اس سے الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور وہابیہ کو کتنا ہی سمجھایئے وہ اپنے بڑوں کے مقابلے میں کسی کو نہیں مانتے تو ان سے بحث بھی لاحاصل۔ مولی کریم صدقہ اپنے محبوب کا ہم کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اسی پر خاتمہ فرمائے۔ آمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

ٹیپ ریکارڈ سے اذان سن کر جماعت کرانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک خطیب مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سنتا ہے یعنی نعتیں اور تقریریں اور اذان بھی کبھی کبھی ٹیپ ریکارڈ سے سنتا ہے اور اسی اذان سے وہ نماز پڑھتا ہے۔ کیا ٹیپ ریکارڈ کی اذان سے نماز درست ہے یا نہیں اور مسجد میں ٹیپ ریکارڈ سننا اور سنانا درست ہے یا نہیں؟ نور محمد انصاری، محلہ عثمان آباد حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: امام صاحب آج ٹیپ کی آواز پر اعتبار کر کے ٹیپ ریکارڈ کی اذان پر ہی نماز پڑھا رہے ہیں تو کل امامت کے لیے بھی ٹیپ ریکارڈ کو استعمال کر سکتے ہیں۔ تو نماز و جماعت کیا ہوئی ایک مذاق بن گیا کہ جس طرح چاہیئے اسے اپنی مرضی کے مطابق ڈھال لیجئے۔ یہ امام صاحب امت میں ایک نیا فتنہ پیدا کر رہے ہیں قبل اس کے کہ اس فتنہ میں جان پڑے ان امام صاحب کو سختی سے پکڑیئے۔ اگر وہ توبہ کر لیں اور اس حرکت سے باز آجائیں فبہا۔ ورنہ انہیں "باعزت طور پر" کہ دوسروں کو عبرت ہو مسجد سے خارج کر دیجئے تاکہ یہ فتنہ اپنی موت آپ مرجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

مقتدی کب کھڑے ہوں؟ داڑھی منڈانے والے کی اذان

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ اقامت کے دوران حی علی الصلوۃ پر کھڑے ہونا ضروری ہے۔ یا شروع اقامت سے کھڑا ہونا چاہیے۔

۲۔ داڑھی منڈانے والے کی اذان اور اقامت جائز ہے یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ فقہ اور حدیث کی روشنی میں۔

حافظ کریم بخش، جامع مسجد باغ والی گڈس ناکہ حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: دوران اقامت حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا ضروری نہیں کہ اس کے ترک پر گناہ لازم آئے بلکہ مستحب ہے اور مطلوب شرعی و باعث ثواب۔ اور کھڑے ہو کر تکبیر سننا مکروہ تنزیہی ہے کہ جس نے ایسا کیا، برا کیا۔ نہ کرتا تو اچھا تھا اور شرعاً پسندیدہ ہوتا۔ یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص مسجد میں آیا اور تکبیر ہو رہی ہے وہ اس کے تمام تک کھڑا نہ رہے بلکہ بیٹھ جائے۔ یہاں تک کہ مکبر حی علی الفلاح تک پہنچے اس وقت کھڑا ہو۔ وقایہ میں ہے یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوۃ و یشرع عند قد قامت الصلوۃ محیط و ہندی میں ہے یقوم الامام و القوم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثۃ ھو الصحیح۔ جامع المضمرات و عالمگیریہ و ردالمحتار میں ہے اذا دخل الرجل عند الاقامۃ یکرہ لہ الانتظار لکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی علی الفلاح۔ اسی طرح بہت کتب میں ہے۔ غرض حق حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ داڑھی منڈانا فسق اور علانیہ گناہ ہے اور اس کا مرتکب، فاسق معلن، علی الاعلان گناہ کا مرتکب۔ اور فاسق کی اذان، مکروہ اگرچہ وہ عالم ہو۔ پھر اسے مکروہ تحریمی کہیئے یا تنزیہی۔ فیصلہ علمائے کرام کا یہی ہے کہ اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے تاکہ اذان

بروجہ کمال ادا ہو اور ناقص نہ رہے۔(ردالمحتار وغیرہ) اور حکمت اس حکم کی جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ فسق پر جری نہ ہوں اتنی بات تو ان کے دل میں کھٹکتی رہے کہ اس فعل کی برائی اس حد تک ہے کہ اس کی اذان شرعاً قابل اعادہ ہے کہ دہرائی جائے۔کیا عجب کہ یہی تازیانہ انہیں اس فعل سے باز رکھے اور وہ صالح بن جائیں۔البتہ اقامت کا اعادہ نہ کیا جائے کہ اذان کی تکرار مشروع ہے اقامت کی نہیں۔(درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

اقامت کس طرف کھڑے ہو کر کہیں

سوال: جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم: بعد آداب گذارش احوال یہ ہے تکبیر عموماً ہم نے سنا کہ پیش امام کے داہنے طرف کھڑے ہو کر پڑھنی چاہئے ایک شخص معلوم کرنا چاہتا ہے کہ یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔آپ سے گذارش ہے کہ اس مسئلہ کا حل ہم کو روانہ کریں۔ حبیب خان کارپینٹر، دولت پور صفن، ضلع نواب شاہ

۷۸۶ **الجواب:** اقامت امام کی محاذات (مقابل) میں کہی جائے۔یہی سنت ہے وہاں جگہ نہ ملے تو داہنی طرف لفضل الیمین علی الشمال ورنہ بائیں طرف کہے۔لحصول المقصود بکل حال۔لہٰذا سنت طریقہ امام کے پیچھے اقامت کہنا ہے ورنہ دائیں طرف یا پھر بائیں طرف بھی جائز ہے۔(فتاوی رضویہ، جلد دوم، صفحہ ۳۴۰) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

اقامت بیٹھ کر سنیں / مصافحہ اور معانقہ جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک امام صاحب جو کہ عالم دین بھی ہیں۔وہ نماز (فرض) شروع کرنے سے پہلے ایک فعل ایسا کرتے ہیں جسے شریعت مطہرہ نے مکروہ قرار دیا جو کہ احادیث کریمہ سے ثابت ہے۔اور دوران نماز ایک فعل ایسا کرتے ہیں جو کہ ناجائز ہے۔معلوم یہ کرنا ہے کہ اس طرح ان امام صاحب کی نماز میں کوئی فرق تو نہیں آتا اور مقتدیوں کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں۔معلوم ہو کہ یہ ایک مستقل عمل ہے۔اس بارے میں ذرا تفصیل سے جواب تحریر فرمائیں۔اور وہ افعال تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر سننا (امام اور مقتدیوں کا) اور دوران نماز چین والی گھڑی کا استعمال؟

(۲) گھڑی کی چین دوران نماز اور نماز کے علاوہ ناجائز ہے۔اس بارے میں کسی معتبر حوالے سے جواب عنایت فرمائیں کیونکہ اخبار جنگ کے جمعہ ایڈیشن کے" آپ کے مسائل اور ان کا حل" کے کالم میں مولوی صاحب نے یہ فتوی دیا ہے کہ گھڑی کی چین جائز ہے اور اس سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی۔یہ فتوی ساتھ ہی منسلک ہے اس کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔

(۳) عیدین میں معانقہ اور مصافحہ کرنا کیسا ہے؟ آیا یہ سنت ہے یا بدعت۔اگر بدعت ہے تو کونسی۔حسنہ یا سیئہ؟ کیونکہ اخبار

جنگ ہی کے جمعہ ایڈیشن کے " آپ کے مسائل اوران کا حل " کے کالم میں یہ لکھا ہے کہ یہ کوئی ضروری چیز نہیں۔ اوراسے سنت سمجھنا صحیح نہیں۔ اور کار ثواب سمجھنا بلاشبہ بدعت ہے۔ اور محض ایک مسلمان کی دلجوئی کیلئے یہ رسم ادا کی جائے تو امید ہے کہ گناہ نہ ہوگا۔ یہ کہاں تک صحیح ہے؟ یہ تحریر بھی ساتھ ہی منسلک ہے۔ اس تحریر کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ مہربانی ہوگی۔ سائل۔ محمد خلیل احمد سعید، لطیف آباد نمبر ۱۲ حیدرآباد، سندھ، ۱۴ اکتوبر، ۱۹۸۲ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموافق للصواب: (۱) اقامت کے وقت کھڑے ہوکر تکبیر سننا مکروہ ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہوکر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے اور جب مکبّر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت کھڑا ہو یونہی جولوگ مسجد میں ہیں وہ بھی بیٹھے رہیں اس وقت اٹھیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے یہی حکم امام کیلئے ہے۔ (عالمگیری) آج کل اکثر جگہ یہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے ہیں یہ خلاف سنت ہے (بہار شریعت)

(۲) سونے چاندی کی زنجیر گھڑی میں لگا کر اس کو گلے میں پہننا یا کاج میں لگانا یا کلائی پر باندھنا منع ہے (ردالمحتار) بلکہ دوسری دھات مثلاً تانبے پیتل، لوہے وغیرہ کی چینوں کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ ان دھاتوں کا بھی پہننا ناجائز ہے (بہار شریعت) اور جب ناجائز ہے تو نماز آپ ہی مکروہ تحریمی۔ جو جائز کہتے ہیں آپ ان کی نہ سنیں کہ بلا دلیل شرعی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مصافحہ سنت ہے اوراس کا ثبوت تواتر سے ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث میں ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو حرکت دی اس کے تمام گناہ گر جائیں گے جتنی بار ملاقات ہو، ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر وعصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا اس سے مراد بدعت حسنہ ہے (درمختار، ردالمحتار)

بعد نماز عیدین مسلمانوں میں معانقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اظہار خوشی کا ایک طریقہ ہے یہ معانقہ بھی جائز ہے (بہار شریعت) واللہ اعلم بالصواب احمد میاں برکاتی، مدرس ونائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ احکم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۵ ذی الحج ۱۴۰۲ھ

قبلہ کا بیان

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: قبلہ نما کے لحاظ سے حیدرآباد میں قبلہ بارہ ڈگری پر ہوتا ہے لیکن جامع مسجد عثمانیہ حیدرآباد کا محراب جو بنایا گیا ہے وہ ساڑھے گیارہ اور بارہ ڈگری کے درمیان ہوتا ہے آیا اس صورت میں نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ مسئلہ شرعیہ سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔

السائل: محمد اقبال قادری، عثمان آباد، حیدرآباد، ۲۸۔۱۱۔۱۹۸۲ء

۷۸۶ **الجواب:** مکہ مکرمہ کے رہنے والوں کے لئے تو بعینہٖ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنا، شرط ہے جبکہ یہ تحقیق ممکن ہو اور جسے یہ تحقیق ممکن نہ ہو، بعینہٖ کعبہ معظمہ کی طرف منہ کرنا اس کے لئے شرط نہیں۔ بلکہ جہت کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے (عامہ

کتب) تو دوسرے شہر والوں کے لئے بھی صرف جہت کعبہ کو منھ کرنا، شرط نماز ہے۔ یعنی نمازی کے مونھ کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ کی سمت میں واقع ہو۔ تو اگر قبلہ سے کچھ معمولی سا انحراف ہے مگر مونھ کا کوئی حصہ کعبہ کے مواجہہ میں ہے تو نماز ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔ صورت مسئولہ میں یہ معمولی سا انحراف، نمازی اور مسجد کے لئے مضر نہیں۔ ایسے ہی مواقع کے لئے حدیث شریف میں ارشاد ہو کہ الدین یسر دین میں آسانی ہی آسانی ہے۔ تو جہاں شریعت آسانی دے وہاں تنگی پیدا کرنا، مسلمانوں پر بڑی زیادتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱، صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

مغرب اور عشاء میں فاصلہ

سوال: مکرمی جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب، صدر مدرس دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد، دام اقبالہ

جناب والا خدمت اقدس میں عرض ہے کہ: عصر کی سنت وعشاء کی اول چار سنت کے متعلق کیا حکم ہے اور ان کے پڑھنے کی ترکیب کیا ہے۔ برائے کرم اس کے متعلق بیان فرما کر مشکور فرمائیں۔ نیز مغرب اور عشاء کی اذان میں کم سے کم کتنا وقت ہوتا ہے۔ خادم۔ عبدالحنان خان، گھوٹکی، ضلع سکھر

۷۸۶ الجواب: چار رکعت والی سنت غیر مؤکدہ نیز نوافل کے قعدہ اولی میں درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سبحنک اور اعوذ بھی (درمختار) کہ نفل سنت غیر موکدہ کا ہر شفع (یعنی دو رکعت) علیحدہ علیحدہ نماز ہے (عالمگیری) واللہ اعلم

(۲) وقت مغرب غروب آفتاب سے غروب شفق تک ہے اور ظاہر ہے کہ مغرب وعشاء کے درمیان کوئی وقت فاصل نہیں مغرب کا وقت ختم ہوتے ہی عشاء کا وقت شروع ہو جاتا ہے تو اب عشاء کی اذان بھی درست ہوگی۔ اور غروب آفتاب سے غروب شفق تک کا وقت ان بلاد میں کم سے کم ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۲۰ منٹ ہوتا ہے۔ اس تفصیل سے چونکہ عوام عموماً ناواقف ہوتے ہیں اس لئے ان کی سہولت اس میں ہے کہ ہر موسم میں اذان مغرب اور اذان عشاء میں ڈیڑھ گھنٹہ کا فاصلہ رکھیں کہ عموماً اذان مغرب غروب آفتاب کے ۵ یا ۷ منٹ کے بعد کہی جاتی ہے اور اس میں احتیاط ہے اس لحاظ سے عشاء کی اذان اپنے اول وقت میں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۸۲ھ

دن کی مقدار اور وقت نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام کہ: اوقات مکروہہ ثلثہ میں کوئی نماز جائز نہیں۔ اس میں بعد طلوع ۲۰ منٹ تک اور قبل الغروب ۲۰ منٹ ہیں مگر نصف النہار کا کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کتنا وقت ہے جس میں نمازیں جائز ہیں اور نصف النہار کسے کہتے ہیں اور ضحویٰ صغریٰ وکبریٰ اور زوال کیا ہیں کتب فقہ حنفیہ سے اس کی وضاحت فرمادیں۔ بینوا، توجروا عند اللہ عزوجل وبحرمت سید الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء المستفتی غلام محمد تمبا کو فروش پھیلی بازار، حیدر آباد

۷۸۲ **الجواب:** عرف عام میں دن کا آغاز طلوع آفتاب سے مانا جاتا ہے اور دن کی انتہا غروب آفتاب پر شمار کی جاتی ہے۔ اور شرع شریف میں دن کا آغاز طلوع صبح صادق سے ہوتا ہے اور غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ پہلے کو نہار عرفی اور دوسری کو نہار شرعی کہتے ہیں۔ نہار شرعی، عرفی سے بمقدار مدت فجر زیادہ ہوتا ہے۔ اب نہار عرفی و نہار شرعی کے برابر برابر دو حصے کیے جائیں تو ظاہر ہے کہ نہار شرعی کا نصف ہوگا، اسی کو زوال سے تعبیر کرتے ہیں یہ وقت ہمارے بلاد میں انتہا درجے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے اور کم از کم ۳۹ منٹ رہتا ہے۔ احکام شرعیہ میں اسی وقت کا اعتبار ہے۔ اسی وقت نماز مکروہ ہے یعنی آفتاب ڈھلنے سے یہ وقت کم از کم ۳۹ منٹ اور ۴۸ منٹ پہلے کے درمیان دائر رہتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ صفر المصفر ۱۳۸۳ھ

وقت نماز کب شروع ہوتا ہے؟

سوال: محترم جناب مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم: بعد سلام کے امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہونگے احوال یہ ہے کہ ہمیں ایک مسئلہ درپیش ہے جو کہ آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کر رہا ہوں امید ہے کہ جناب رہنمائی فرمائیں گے۔

مسئلہ: ہمارے علاقہ میں عصر کی نماز کا وقت چار بجکر اٹھاون منٹ پر ہے اگر کوئی شخص ساڑھے چار بجے یا پونے پانچ بجے نماز ظہر ادا کرلے تو کیا اس کی نماز ہو جائے گی یا نہیں اور اس وقت نماز پڑھے یا نہ پڑھے۔ اس کے مطابق فتویٰ ارسال کریں نوازش ہوگی۔ برائے مہربانی جواب جلد روانہ فرمائیں۔ محمد ادریس، ریڈیو سروس، ہسپتال روڈ، شہداد پور

۷۸۲ **الجواب** ہوالموفق للصواب: آپ نے عصر کا جو وقت لکھا ہے وہ کسی خاص تاریخ کا ہے۔ آپ اس مسئلہ کو یوں ذہن نشین کریں کہ نمازوں کے اوقات مختلف ہوتے ہیں اور ان میں موسم کے لحاظ سے کمی بیشی ہوتی ہے۔ لہٰذا ساڑھے چار یا پونے پانچ وقت مقرر نہیں کر سکتے۔ یاں دائمی نظام الاوقات میں وقت دیکھیں جو وقت عصر کے شروع ہونے کا ہے وہی ظہر کے وقت کا آخری لمحہ ہے اور اس آخری لمحہ تک ظہر پڑھی جائے تو ادا ہو جائے گی۔ لیکن اتنی تاخیر بھی نہ کرے کہ وقت ہاتھ سے نکلنے کا خطرہ ہو جائے۔ ہاں احادیث میں گرمیوں میں ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے جو مستحب ہے۔ اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ وقت تنگ نہ ہو جائے۔ واللہ اعلم فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرہ الحمید ۲۰، فروری ۱۹۸۴ء

۷۸۲ **الجواب** صحیح: العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

داڑھی منڈانے والے کی اذان کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں علماء اہلسنت اور محدثین کرام کہ: جو شخص داڑھی منڈواتا ہو۔ اس سے اذان کہلوانا جائز ہے یا ناجائز بمع حوالہ جواب تحریر فرمائیں۔

۷۸۲ **الجواب:** داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا فسق و گناہ ہے اور اس کا مرتکب گناہگار و فاسق معلن اور گناہ کبیرہ کا مرتکب یعنی جبکہ اس کا عادی ہو۔ (درمختار وغیرہ) اور فاسق معلن اگرچہ عالم ہو اس کی اذان مکروہ ہے۔ حکم ہے کہ

اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ درمختار میں ہے ویکرہ اذان جنب واقامته .... فاسق ولو عالماً اور دلیل میں اس کی یہ ہے لعدم قبول قوله فی الدیانات کہ دینی امور میں فاسق کا قول مقبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

داڑھی منڈے شاگرد کو مجلس درس سے نکالنا جائز ہے مگر مسجد سے نکالنا منع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور محدثین کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک استاد نے اپنے شاگردوں کو داڑھی نہ رکھنے پر قرآن پاک پڑھنے سے اٹھا دیا ہے۔ اب اگر وہ شاگرد مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت سے آئیں تو وہ مسجد سے بھگا سکتا ہے یا نہیں؟ بمع حوالہ تحریر فرمائیں۔ وہ استاد اس مسئلہ پر قرآن پڑھنے سے اٹھا سکتا ہے یا نہیں؟

سائل محمد اعظم خان، مکان نمبر 76B-2109 محلہ مکھی آباد، ریلوے اسٹیشن روڈ، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: استاد کو حق تھا کہ وہ اسے اپنی مجلس درس یا درسگاہ سے اٹھا دے اور اسے سبق نہ دے یا اسباق میں شریک نہ کرے کہ وہ اس کی مجلس ہے اور وہاں بحکم شرعی اس کا حکم نافذ و جاری۔ اگرچہ اب ایسی تعزیر کا الٹا اثر بھی ہوتا ہے کہ شاگرد، علم ہی سے محروم رہ جاتا ہے۔ مگر مسجد سے نکالنے کا اسے کوئی حق نہیں کہ مسجدیں کسی کی ملک نہیں اور وہاں کسی کا حکم نافذ نہیں۔ بندہ اپنے مولیٰ کے گھر آتا ہے دوسرا روکنے والا کون۔ حکم شریعت مطہرہ ہی کیلئے ہے نہ کہ ماوشما کیلئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ذی قعد ۱۴۰۱ھ

داڑھی کتروانے والا موذن

سوال: کوئی شخص داڑھی نہیں رکھتا ہے اگر رکھتا ہے تو وہ ایک مٹھی سے چھوٹی ہے۔ آیا وہ مسجد میں موذن کی حیثیت سے اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کے مطابق تحریری فیصلہ صادر فرمائیں۔ عبدالحمید خان الوری، رحمانیہ مسجد، کچا قلعہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: داڑھی منڈانا اور حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا فسق علی الاعلان ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کی اذان کا دہرانا لازم۔ تو ایسے کو موذنی کا منصب نہیں سونپا جا سکتا۔ (درمختار وردالمحتار وغیرہ)

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

علانیہ داڑھی منڈوانا

سوال: جناب عالی مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری مدظلہ، السلام علیکم، امید ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے دیگر احوال ہے کہ اگر بغیر داڑھی والے صاحب اذان کہیں۔ یا تکبیر پڑھیں تو ان کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ ان کی اذان دینا یا تکبیر پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی اس کا فتویٰ دیکر مشکور فرمائیں۔

السائل سید اشتیاق علی قادری چشتی، کھاتہ چوک، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی منڈانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ علانیہ ایک فعل ناجائز کا ارتکاب کرنے والا۔ اور فاسق معلن اگرچہ عالم ہی ہو اس کی اذان مکروہ ہے حتیٰ کہ حکم ہے کہ اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ البتہ تکبیر کہے تو تکبیر کا اعادہ نہیں۔ اس لئے کہ اذان کی تکرار مشروع ہے۔ اور اقامت دوبار نہیں۔ (درمختار۔ عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۸ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

داڑھی منڈے کی اذان سے جماعت خلاف سنت ہوگی

سوال: بخدمت جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، السلام علیکم، دیگر عرض یہ ہے کہ اس مسئلہ کے بارے میں علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ

اگر کوئی داڑھی منڈانے والا شخص کسی مسجد اہل سنت و جماعت میں اذان دے رہا ہو تو وہ اذان جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو اذان کو دہرانا ضروری ہے یا نہیں؟ اگر نہیں دہرایا اذان کو تو نماز با جماعت ہو جائے گی یا نہیں۔ برائے کرم ذرا وضاحت کے ساتھ مجھ کو اس بارے میں فتویٰ دیکر شکریہ کا موقع دیں۔ عین نوازش ہوگی۔

العارض، چوہدری عبدالوہاب، مکان نمبر 31/318-F فوجداری روڈ، حیدرآباد، 29/06/1983

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی منڈانا، یا حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن، اذان کا اہل نہیں۔ حتی کہ اگر اس نے اذان کہی تو حکم ہے کہ اس اذان کا اعادہ کیا جائے۔ اسے دہرائیں۔ اگر فاسق کی اذان کا اعادہ نہ کیا گیا اور جماعت سے پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی۔ مگر جماعت مسنونہ کا ثواب حاصل نہ ہوگا۔ گویا وہ جماعت، بغیر اذان ہوئی۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

داڑھی منڈے کی اذان دوہرانا ضروری ہے۔ ایک عالم کے سوال کا جواب

سوال: جناب اعلیٰ مفتی صاحب، السلام علیکم کے بعد عرض ہے کہ آپ خیریت سے ہونگے اور آپ کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔

عرض ہے کہ درجہ ذیل سوالوں کا جواب فتویٰ میں دیکر بندہ عاجز کو ذہنی سکون عطا فرمائیں۔

(۱) داڑھی والے ان پڑھ موجود ہیں بغیر داڑھی والے پڑھے ہوئے حضرات اذان دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) اگر داڑھی والے حضرات موجود نہیں ہیں اور بغیر داڑھی والے حضرات نے اذان دے دی اور داڑھی والے باعلم انسان اوپر سے آگئے تو اعادہ واجب ہے یا نہیں؟

(۳) مثلاً مسجد میں سب حضرات داڑھی کے بغیر موجود ہیں اور اذان کا وقت ہو چکا ہے تو اذان دے سکتے ہیں یا نہیں یا امامت کرا سکتے ہیں یا نہیں۔ یا تکبیر کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ مہربانی فرما کر ان سوالوں کا حل کریں　　بندہ عاجز

عالمگیری کے مطابق اعادہ واجب نہیں۔اس کی عبارت مذکور دیکھیں اسی طرح شامی کی مذکورہ عبارت کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے۔اب جب کہ یہ اختلافی مسئلہ ہے تو آپ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔مہربانی فرما کر آگاہ کریں۔والسلام

نمبرا ویکرہ اذان الفاسق ولا یعاد۔ ھکذا فی الذخیرۃ (عالمگیری صفحہ نمبر ۵۳، سطر نمبر ۶)

نمبر۲ و یعاد اذان الجنب (الخ) زاد القھستانی والفاجر و الراکب و القاعد والماشی والمنحرف عن القبلۃ وعلل للوجوب فی الکل بانہ غیر معتمد بہ وانذب بانہ معتمد بہ الا انہ ناقص قال وھو الاصح کما فی التمرتاشی

ناچیز بندہ سید قاری مکمل شاہ، پیش امام جامع مسجد سبحانی، مکرانی پاڑہ، یونٹ نمبر ۷ لطیف آباد، حیدرآباد، سندھ

مؤرخہ 06/11/1983 بوقت عشاء ساڑھے دس بجے

۷۸۶ الجواب: سوال داڑھی منڈانے سے متعلق تھا۔جواباً لکھا گیا کہ داڑھی منڈانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کی اذان مکروہ تحریمی۔آپ نے عالمگیری کی عبارت نقل کی کہ ویکرہ اذان الفاسق ولا یعاد۔ ھکذا فی الذخیرۃ۔لیکن ذرا نظر کو اور وسعت دیجئے تنویر الابصار میں ہے ویکرہ اذان الفاسق۔ اور کراہت علی الاطلاق، تحریم پر محمول۔لاجرم نتیجہ یہی کہ جب اس کی اذان مکروہ تحریمی ہے تو اس کا اعادہ لازم۔ وفی القھستانی واعلم ان اعادۃ اذان الجنب والمراۃ والمجنون والسکران و الصبی والفاجر والماشی والمنحرف عن القبلۃ واجبۃ لانہ غیر معتد بہ وقیل مستحبۃ فانہ معتد بہ الا انہ ناقص قال وھو الاصح کما فی التمرتاشی۔ یہ عبارت آپ نے خود نقل کی۔ خلاصہ اس کا بھی یہی کہ اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے اگرچہ اسے مستحب قرار دیا۔تا کہ اذان بروجہ کمال ادا ہو اور نقص سے محفوظ رہے۔ردالمحتار میں جہاں یہ عبارت ہے وہیں اس سے آگے اس پر مفصل بحث ہے جس کے آخر میں فرمایا فیعاد اذان الکل ندباً علی الاصح۔تو جب علماء اس باب میں قول فیصل فرما چکے کہ اس کی اذان کا اعادہ کرنا ہی صحیح ہے تو ہم کیا اور ہماری تحقیق کیا۔البتہ فقیر اس بات میں اتنا اور عرض کرتا ہے کہ حکمت اس حکم کی جو سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ لوگ فسق پر جری اور بیباک نہ ہوں کم از کم اتنا تو سمجھیں کہ اس فسق کی برائی اس حد تک ہے کہ اس کی اذان بھی مقبول نہیں بلکہ اس کے اعادہ کا حکم ہے۔کیا عجب کہ یہی تازیانہ انہیں اس سے باز رکھے اور وہ توبہ کر کے صالح بن جائیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الصلوٰۃ

سجدہ میں انگوٹھا ہلانا

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب قبلہ، دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد، دام اقبالہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ پر کہ: زید نے نماز کے درمیان میں اپنے داہنے پاؤں کے انگوٹھے کو ادھر ادھر کھسکایا بکر نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے زید سے کہا کہ ایسا کرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ یہ سنتے ہی زید نے کہا کہ تم مجھے مسئلہ دکھلا دو ورنہ میں تسلیم کرنے سے قاصر ہوں۔ لہٰذا التماس ہے کہ علمائے وقت حضرت قبلہ مفتی صاحب اس مسئلہ پر فتوی صادر فرمائیں۔ (بینوا توجروا)

۷۸۶ الجواب: سجدے میں فرض ہے کہ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہو۔ اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے۔ (فتاوی رضویہ) سجدے کے علاوہ داہنے پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرنا مرد کیلئے سنت ہے۔ (عامہ کتب) سجدے کے علاوہ تشہد کی حالت میں اگر انگلیاں قبلہ رو نہ رہیں تو ترک سنت ہوا۔ اور ترک سنت سے نماز فاسد نہیں ہوتی بلکہ عین حالت سجدہ میں بھی اگر انگوٹھا قبلہ رخ رہا لیکن اپنی جگہ سے کھسک گیا تو بھی نماز فاسد نہ ہوئی۔ کہ فرض ادا ہو گیا۔ عوام میں یہ بھی مشہور ہے کہ سیدھے پیر کا انگوٹھا اپنی جگہ جما رہنا فرض ہے۔ یہ حالت ہر وقت کیلئے نہیں بلکہ صرف اپنے فرض یعنی سجدہ کیلئے ہے۔ اور اس میں وہی تفصیل ہے جو مذکور ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۹ شعبان المعظم ۱۳۸۳ھ

نمازی کے سامنے شیشہ ہونا کیسا؟

سوال: (۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک مسجد میں بطور زینت شیشہ لگایا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے صورت شکل نظر آتی ہے۔ اس میں اب کیا ہو سکتا ہے؟

(۲) مسجد میں بطور زینت شیشہ لگایا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ مفصل مدلل بیان فرمائیں۔

طالب فتوی۔ اسماعیل، پشاوری محلہ، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: ایسی چیز کے سامنے نماز پڑھنا جو نماز میں دل کو مشغول رکھے اور آدمی کی توجہ اس سے بٹے مکروہ ہے۔ مثلاً زینت کے لئے محراب میں شیشے اگر اس طرح سے لگائے گئے ہیں کہ آدمی کی نظر اس پر خواہ مخواہ پڑتی ہی ہے تو یہ مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۷ ربیع الآخر ۱۳۸۷ھ

سجدہ سہو کے مسائل / رومال سے وضو کا پانی صاف کیا تو سر پر باندھ سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ: زید ظہر کی نماز میں یہ خیال کر کے کہ چار رکعت پوری ہوگئی تیسری میں بیٹھ گیا تو مقتدی نے اٹھنے کو کہا تو زید فوراً چوتھی رکعت کیلئے اٹھ کھڑا ہوگیا تو اب زید پر سجدہ سہو کرنا واجب ہے یا نہیں؟

(۲) وضو کر کے بعد میں رومال سے ہاتھ منہ صاف کئے ہوں تو اس رومال کو سر پر باندھ کر نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

عبدالغفار خان، ٹنڈو الہیار

۷۸۶ الجواب: (۱) اگر بقدر ایک رکن کے وقفہ پایا نہ گیا تو سجدہ سہو واجب نہیں نماز درست ہوگی۔ واللہ اعلم

(۲) وضو کے بعد ہاتھ مونھ پونچھ کر وہ رومال صرف تر ہوگیا نجس نہ ہوا۔ لہٰذا سر پر باندھ کر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۴ھ

قضائے عمری کا طریقہ

سوال: محترم مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم، عرض یہ ہے کہ برائے کرم قضائے عمری کا طریقہ تحریر فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ احقر العباد حکیم الشمس، رحمانی گلی حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: قضاء ایک روز کی نماز کی فقط بیس رکعتوں کی ہوتی ہے سترہ (۱۷) فرض اور تین (۳) وتر۔ اور قضا میں یوں نیت کرنی ضروری ہے۔ کہ نیت کی میں نے پہلی فجر کی جو مجھ سے قضا ہوئی یا پہلی ظہر جو مجھ سے قضا ہوئی اسی طرح ہمیشہ ہر نماز میں کریں اور جس پر قضاء نمازیں بہت کثرت سے ہیں وہ آسانی کیلئے اگر یوں ادا کرے تو جائز ہے کہ ہر رکوع اور ہر سجدہ میں صرف ایک بار پوری طرح سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی کہے۔ دوسری تخفیف یہ ہے کہ فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعتوں میں الحمد شریف کی جگہ فقط تین بار سبحان اللہ کہہ کر رکوع میں چلے جائیں البتہ وتر کی تینوں رکعتوں میں الحمد اور سورت دونوں ضرور پڑھی جائیں۔ تیسری تخفیف یہ ہے کہ پچھلی التحیات کے بعد دونوں درودوں اور دعا کی جگہ صرف اللھم صل علی محمد و آلہ کہہ کر سلام پھیر دیں۔ چوتھی تخفیف یہ ہے کہ وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت کی جگہ اللہ اکبر کہہ کر فقط تین بار رب اغفرلی کہہ لیں (فتاویٰ رضویہ) اور وتر کی قضاء میں دعائے قنوت کیلئے ہاتھ نہ اٹھائے جب کہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہونگے (عالمگیری) اور آدمی جس وقت نفل پڑھتا ہو انہیں چھوڑ کر ان کے بدلے میں قضاء نمازیں پڑھے کہ بری الذمہ ہو جائے البتہ سنت موکدہ نہ چھوڑے۔ (درالمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم رجب المرجب ۱۳۸۸ھ

مسائل سہو

سوال: حضرت قبلہ مفتی محمد خلیل خان البرکاتی صاحب، مزاج گرامی! کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین اس

مسئلہ میں کہ

(۱) چار رکعت والی سنت سے پہلے دوگانہ میں یا پچھلے دوگانے میں سورۃ ملانا بھول جائے یا فاتحہ پڑھنا بھول جائے تو سجدۂ سہو سے اس کی تلافی ہوسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) اگر کوئی شخص چار رکعت والی سنت میں قعدہ اولیٰ بھول جائے اور پھر قعدہ اخیرہ کر کے پھر بھول کر پانچویں سجدے کو مقید کر لیا۔ پھر اس کو یاد آیا پھر اس نے التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دیا آیا اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں؟ ازراہ کرم مہربانی فرما کر بحوالہ کتب فقہ حنفی مدلل جواب ارقام فرمائیں یہ حقیر آپ کا بے حد ممنون ہوگا۔

العبد محمد یوسف قادری حسنی، ۲۶ جنوری ۱۹۷۹ء

۷۸۶ **الجواب:** سنت ونوافل کی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنا ایک واجب ہے اور سورۃ ملانا دوسرا واجب ہے۔ اور ترک واجب سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے بعدہ نماز درست اور ظاہر ہے واجبات نماز میں سے کوئی واجب سہواً ترک ہوجائے تو اس کی تلافی سجدہ سہو سے ہو جاتی ہے۔ ہاں سورۃ فاتحہ پڑھنا بھول گیا اور سورۃ شروع کر دی اور بعد ایک آیت پڑھ لی اور اب یاد آیا کہ الحمد نہیں پڑھی تو الحمد پڑھ لے اور اس کے بعد سورۃ پڑھے اور سجدہ سہو آخر میں کرے۔ انشاء اللہ تعالیٰ نماز ہو جائے گی۔

(درمختار، عالمگیری، بہار شریعت) واللہ اعلم بالصواب

(۲) خطرات سے سلامتی کی راہ یہ ہے کہ اگر وہ سنت غیر موکدہ تھیں تو دو رکعت کی اور موکدہ تھی تو چاروں رکعت کی قضاء کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ربیع الاول شریف ۱۳۸۹ھ

اذان فجر سے قبل اشعار پڑھنا

سوال: ایک شخص مسجد سرفراز میں روزانہ صبح اذان سے پہلے یہ مختلف اقسام کی صدائیں لگاتا ہے اور عجیب عجیب اقسام کی باتیں کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مختلف اشعار پڑھتا ہے جن کی تشریح مندرجہ بالا صفحات پر ہے۔ اس کے لئے ہم جاننا چاہتے ہیں کہ مفتی دین کا فتویٰ کیا ہے؟ برائے مہربانی مفتی صاحب اس سوال کا جواب بالقلم تحریر فرما کر روشنی ڈالیں۔ عین نوازش ہوگی۔

۷۸۶ **الجواب:** بے شک ایسی صورت میں جو سوال کے ہمراہ مسلک پرچہ میں بیان کی گئی ہیں اس شخص کو جہراً پڑھنے سے روک دینا چاہئے۔ اس سے دو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اولاً نماز تہجد ادا کرنے والوں یا دوسرے اذکار میں مثلاً تلاوت قرآن پاک میں مشغول ہونے والوں کی نماز و تلاوت میں خلل اندازی۔ ثانیاً جو لوگ سور ہے ہیں ان کی نیند خراب کرنا اور یہ دونوں باتیں ممنوع ہیں۔ بلکہ شخص مذکورہ اگر صرف قرآن کریم کی تلاوت بھی کرے اور اس سے لوگوں کی نماز یا نیند میں خلل آئے تو باآواز بلند پڑھنے سے روک دینا چاہئے۔ ردالمحتار میں ہے **لو قرأہٗ علی السطح والناس نیام .... یکون سبباً لاعراضھم عن سماعہ اولانہ یوذیھم بایقاظھم** یعنی اگر کسی شخص نے چھت پر باآواز بلند قرآن کریم پڑھا جبکہ اور لوگ سو رہے ہوں تو یہ گناہ ہوگا اس لئے بھی کہ یہ شخص قرآن کریم غور سے نہ سنے جانے کا سبب بنا اور اس لئے بھی کہ اس نے اپنی بلند آواز سے سونے

والوں کو جگا کر انہیں ایذا دی۔ (ہکذا فی الفتاوی الرضویہ لامام اہل السنۃ احمد رضا بریلوی) واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ

فجر کی سنت رہ گئی، کب پڑھے؟

سوال: اگر کوئی شخص بغیر سنت پڑھے فجر کی جماعت میں شامل ہو جاتا ہے تو اب اس کا قبل از طلوع آفتاب سنت پڑھنا کیسا ہے جبکہ زید اس کو جائز قرار دیکر بکر کو بہت پریشان کر رہا ہے۔

۷۸۲ الجواب: نماز فجر کے بعد سے طلوع آفتاب تک اگر چہ وقت وسیع باقی ہو اگر چہ سنت فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہتا ہو جائز نہیں ہے۔ عالمگیری، درالمختار وغیرہ میں ہے ولو افسد سنة الفجر ثم قضا ها بعد صلوة الفجر لم یجزۂ۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی الحج ۱۳۸۹ھ

سجدہ کی جگہ رومال رکھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس صورت مسئولہ میں کہ: ایک آدمی داخل نماز میں جب صف کم پڑتی ہو مسجد میں ہو اور اس کا سجدہ زمین پر جارہا ہے لہٰذا وہ سردی وگرمی کی وجہ سے اپنا رومال سجدہ کی جگہ ڈال دیتا ہے۔ کیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بینو ابالبرھان توجروا عندالرحمن الراقم: عبدالرحمٰن خان، لونگ بھگت۔ لین

۷۸۲ الجواب: رومال وغیرہ کو بچھا کر سجدہ کرنا اگر اس لئے ہو کہ چہرہ پر خاک نہ لگے تو مکروہ تنزیہی ہے اور براہ تکبر ہو تو مکروہ تحریمی ہے۔ ہاں اگر گرمی یا سردی سے بچنے کے لئے کپڑا بچھا کر سجدہ کیا تو حرج نہیں۔ (بہار شریعت بحوالہ عالمگیری)
واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی الحج ۱۳۸۹ھ

رفع یدین منسوخ ہو گیا

سوال: مکرمی ومحترمی مفتی جناب مفتی محمد خلیل خاں صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ: رفع یدین حضور ﷺ نے کب کیا؟ اور کیوں کیا کب تک کیا گیا؟ اور پھر کب ترک کیا گیا کیوں ترک کیا؟ از راہ کرم مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔
السائل بحکم۔ پیرومرشد حضرت گلاب شاہ

۷۸۲ الجواب: ابوداؤد وترمذی علقمہ سے راوی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کیا میں تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں جو رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی۔ پھر نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اٹھائے مگر پہلی بار یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔ ایسا ہی دار قطنی اور ابن عدی کی روایت میں ہے۔ اور مسلم واحمد کی روایت ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں "یہ کیا بات ہے کہ تمہیں ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں جیسے چنچل گھوڑے کی دمیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔" باقی تمام مراحل ائمہ کرام نے طے فرمادے

ہیں ہمیں تو صرف ان کے ارشادات بس ہیں کہ وہ ارکان شریعت ہیں وہ وہی فرماتے ہیں جو حضور ﷺ کے ارشادات سے ماخوذ ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۹۶ھ

رفع یدین منسوخ ہے

سوال: از مصطفےٰ مسجد یونٹ نمبر ۵ شاہ لطیف آباد، کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس سلسلہ میں کہ: حضور ﷺ نے رفع یدین کیا تھا یا نہیں۔ اگر کیا تو کیوں۔ پھر ترک کیا تو کیوں؟ حوالہ کتاب سے مطلع فرمایا جائے۔

نیاز مند۔ فاروق علی خان، نگراں مصطفےٰ مسجد، ۶ رجون ۱۹۷۶ء

۷۸۶ الجواب: ابوداؤد و ترمذی علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کیا میں تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں جو رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی۔ پھر نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اٹھائے مگر پہلی بار یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھائے پھر نہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اور مسلم و احمد جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرماتے ہیں حضور ﷺ "یہ کیا بات ہے کہ تمہیں ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں جیسے چنچل گھوڑے کی دُمیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔" یہ تو ہیں احادیث کریمہ۔ اب رہے دوسرے امور کہ اگر حضور ﷺ نے رفع یدین کیا تو کیوں اور ترک کر دیا تو کیوں۔ یہ باتیں نہ آپ سے متعلق ہیں نہ ان کے جاننے کے آپ مکلف۔ ائمہ کرام نے یہ سب مرحلے طے فرمادئے ہیں وہ ارکان شریعت ہیں اور وہی فرماتے ہیں جو حضور ﷺ کے ارشادات سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ جمادی الاخری ۱۳۹۶ھ

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

سوال: محترم جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

جناب عالی! ایک مسئلہ جس کے لئے فتویٰ درکار ہے، مسئلہ یہ ہے کہ آیا صلوٰۃ التسبیح باجماعت پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ تحریری فتویٰ فرمائیں۔ فقط محمد حنیف صدیقی، پھلیلی بازار، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** یہ نماز نفل نماز ہے اور نفل باجماعت ممنوع و مکروہ ہے تنہا پڑھیں۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

علم مولا کیا ہے؟ کامل نماز کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام

(۱) بعض شخص جو بغیر علم ہیں جو بسم اللہ شریف اور الحمد شریف صحیح نہیں پڑھ سکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "ایسے پڑھنے کی کیا ضرورت ہے جیسے علم مولا ہو" اور یہ اشعار پڑھتے ہیں "علم مولا ہو جسے وہ مولوی"

(۲) علم الیقین اور عین الیقین نماز وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر پڑھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو دیکھتا نہیں ہے وہ نماز نہیں ہے۔
(۳) کیا علم سینہ ہو اور وہ قرآن شریف اور احادیث شریف سے لاعلم ہو سکتا ہے۔ اور لاعلم ہو سکتا ہے تو اس کیلئے کیا حکم ہے۔
(۴) اور اگر ہم سے کہے کہ اللہ تعالیٰ کو دکھادیں تو کیا یہ لوگ حق پر ہیں۔ مولانا حبیب اللہ، الیاس آباد، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: اگر کوئی شخص یہ سمجھتا ہے کہ ''علم مولیٰ'' قرآن کریم، احادیث کریمہ اور فقہ اسلامیہ سے الگ کوئی چیز ہے کہ اس کے سامنے ان سب کی کوئی حاجت نہیں تو وہ ضرور گمراہ بددین ہے اور جاہل مضل۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے سے دور بھاگیں کہ مسخرہ شیطان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ہاں کامل نماز جو خاصہ عارفین ہے وہ تو یہی ہے کہ نمازی جلوۂ حق میں گم ہو جائے۔ لیکن اگر ایسا مقام حاصل نہ ہو اور آدمی حکم شرع کے مطابق، نماز کے ارکان وواجبات وسنن وآداب بجالائے تو یہ یقیناً نماز ہے اور عندالشرع مقبول۔ اب جو اسے نماز نہ کہے وہ نئی شریعت گڑھتا ہے اور بندۂ شیطان ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اس کا جواب، جواب نمبر ا سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ڈھول خالی ہے فقط آواز ہے۔ آں راکہ خبر شد خبرش باز نیامد۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

نماز میں رومال دونوں طرف لٹکانا مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ مسائل کے بارے میں کہ
(ا) اگر کسی نے نماز میں رومال سر پر اس طرح ڈالا کہ اس کے دونوں کونے لٹکتے رہے تو آیا ایسی صورت میں نماز ہوگی یا نہیں؟
(۲) ڈاڑھی منڈے یا کترنے والے کی اذان ہوگی یا نہیں؟ بہ دلائل مسئلہ کی وضاحت فرمائیں

عبدالرشید رضوی نوری، رشی گھاٹ روڈ، حیدر آباد سندھ

۷۸۶ الجواب: نماز میں رومال یا شال یا چادر وغیرہ کے کنارے دونوں مونڈھوں سے لٹکتے ہوں یہ ممنوع ومکروہ تحریمی ہے۔ ہاں ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے تو حرج نہیں اور اگر ایک ہی مونڈھے پر ڈالا اس طرح کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانے میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے تو یہ بھی مکروہ ہے (درمختار، ردالمحتار) اور جب ایسا کرنا نماز میں مکروہ تحریمی ہے تو نماز بھی مکروہ تحریمی اور اس کا اعادہ واجب شریعت کا قاعدہ کلیہ ہے کہ **کل صلوۃ ادیت مع الکراھۃ تحریماً تعاد**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) فاسق معلن اگرچہ عالم ہو اس کی اذان مکروہ ہے۔ اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۹۹ھ

چین والی گھڑی میں نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا یا امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ازراہِ کرم اس مسئلہ پر تفصیل سے آگاہ کیا جائے۔ حافظ سید حشمت علی، لطیف آباد نمبر ۵

۷۸۶ الجواب: جدید روشنی سے متاثر ہو کر بعض حضرات نے کھینچ تان کر گھڑی کی چین کا استعمال بلاکراہت جائز قرار دیدیا۔ علمائے محققین اس کے قائل نہیں۔ یہ فقیر بے نوا بھی انہیں کے اتباع میں اس کا استعمال مکروہ تحریمی ضرور قرار دیتا ہے اور جو چیز مکروہ تحریمی ہے اس کا استعمال وتلبس، نماز میں ضرور کراہت لاتا ہے جیسے ریشمی کپڑا پہن کر نماز ادا کرنا کہ مکروہ تحریمی قریب بہ حرام ہے۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ زنجیر کا استعمال اگرچہ بٹن کے ساتھ ہو مرد کیلئے ناجائز ہے اس لئے کہ زنجیر زیور کے حکم میں ہے۔ ہاں اگر چین والی گھڑی کو کلائی پر نہ باندھا جائے بلکہ جیب میں پڑی رہتی ہے تو ناجائز نہیں کہ ان کے پہننے کی ممانعت ہے رکھنا منع نہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں بہار شریعت حصہ ۱۶، صفحہ ۵۱) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

مچھلی کی تصویر سامنے ہو تو نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک آدمی نے مچھلی کی تصویر مسجد کی دیوار کے ساتھ لٹکائی ہوئی ہے یا پوری نہیں لیکن مچھلی کا سر اس کو پورے طور پر دکھائی نہیں دیتا اور پچھلا حصہ پورے طور پر معلوم ہوتا ہے۔ کیا ایسی تصویر مسجد میں لٹکانی جائز ہے یا نہیں۔ اور کیا نماز میں بھی کچھ خلل پڑتا ہے یا نہیں؟ عبدالقادر

۷۸۶ الجواب: نمازی کے سامنے ایسی چیز کا ہونا جو اس کے دل کو مشغول رکھے مکروہ ہے نمازی جب اسے برا سمجھتے اور تصویر کہتے ہیں تو اس کو علیحدہ رکھنا ہی مسلمانوں کے حق میں بہتر ہے اور اگر یہ واقعی تصویر ہے تو کراہت اور شدید اور حکم اور سخت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ ربیع صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

سنت غیر موکدہ کا طریقہ

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

جناب عالی! گذارش یہ ہے کہ سنت غیر موکدہ جو کہ عصر کے فرض سے پہلے اور عشاء کے فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہیں ان کو پڑھنے کا طریقہ کیا ہے کیا قعدہ میں بیٹھ کر التحیات سے عبدہ ورسولہ تک پڑھ کر کھڑے ہو جائیں یا پورا درود ابراہیم اور دعا پڑھ کر اٹھنا چاہیے اور تیسری رکعت شروع کرنے سے پہلے ثناء سے شروع کریں گے یا سورہ فاتحہ سے۔ آپ اس کی مفصل طور سے وضاحت فرمائیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔ فقط آداب حافظ محمد امین، شاہی بازار

۷۸۶ الجواب: سنت غیر موکدہ اور نوافل کے قعدہ اولیٰ میں درود شریف پڑھنا اور تیسری رکعت میں سبحنك اور اعوذ

پڑھنا مستحب ہے۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

چلتے ٹرک پر نماز کیسی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: میں ایک ٹرک پر کام کرتا ہوں اور بار ہا ایسا ہوتا ہے کہ ٹرک چلتے پر نماز پڑھنی پڑتی ہے اور اس میں قبلہ کا کوئی تعین نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے رخ تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ آیا ایسی صورت میں نماز کس طرح پڑھی جائے گی۔ عبدالرشید آرائیں، ٹنڈوالہیار، 25/08/1980

۷۸۶ الجواب: نماز میں قیام فرض ہے اور قبلہ کو منھ کرنا شرط۔ اور جب نماز کے فرائض اور شرائط نہ ادا ہوسکیں گے تو نماز کس طرح ہوسکتی ہے۔ چارہ کار یہی ہے کہ ٹرک روک کر وقت میں نماز ادا کی جائے۔ ہاں نفل نماز میں گنجائش ہے وہ ٹرک پر پڑھی جاسکتی ہے۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

عورت سجدہ کس طرح کرے؟/فوت شدہ شخص کا وارث نہ ہو تو وہ رقم کسی مستحق کو دی جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) عورت کو سمٹ کر سجدہ کرنا ضروری ہے۔ ایسی حالت میں پاؤں کی انگلیوں کا پیٹ زمین پر جمانا ضروری ہے یا نہیں۔ مردوں کیلئے تو فرض ہے یا شرط ہے مگر عورت اس مسئلہ میں مستثنیٰ ہے یا نہیں اور انگلیوں کے پیٹ اس کو زمین پر جمانا فرض ہے یا نہیں یا شرط ہے۔ برائے کرم جواب بحوالہ ہو۔

(۲) ایک شخص کسی کے پاس ملازم تھا وہ فوت ہوگیا اور اپنے پیچھے کوئی اولاد اور وارث نہیں چھوڑا جس کے پاس وہ نوکر تھا، 3000 (تین ہزار) روپے تنخواہ کے اس کے پاس جمع تھے ان روپوں سے مسجد کا کوئی سامان خریدا جاسکتا ہے یا نہیں یعنی وہ روپے مسجد پر خرچ ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اگر مسجد پر خرچ نہیں ہوسکتے ہیں تو پھر ان کو کیا جائے گا۔ برائے مہربانی جواب جلد عطا کیا جائے۔

۷۸۶ الجواب: عامہ متون و شروح اور کتب فتاویٰ میں مذکور ہے کہ **والمرأۃ تنخفض و تلزق بطنها بفخذها وتفترش ذرا عیها بارض**۔ (درمختار، ردالمحتار) اور دلیل سب کی یہی ہے کہ **لانها استرلها** اور ظاہر ہے کہ جب عورت سمٹ کر سجدہ کرے گی یعنی سجدہ میں اس کے بازو کروٹوں سے پیٹ ران سے ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے ملی ہونگی تو اس میں ستر پوشی زیادہ ہوگی تو اس کی پیر کی انگلیاں قبلہ رخ نہ ہونگی اور نہ زمین پر جمی ہونگی کہ پنڈلیاں زمین سے تی ہیں یہ مسئلہ بہار شریعت حصہ دوم میں نماز کی سنتوں کے بیان میں ہے اور سنی بہشتی زیور میں بھی۔ ملاحظہ ہو صفحہ نمبر ۸۰۔ یہ مسئلہ خوب صاف و روشن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ روپیہ مسجد میں نہ لگائیں بلکہ فقراء کو دیں۔ یہی حکم ہے اس مال جس کا حقدار نہ ملے جیسا کہ احکام شریعت میں ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

جائے نماز پر شبیہ کعبہ ہو تو نماز پڑھنا جائز ہے

سوال: ایک صاحب کہتے ہیں کہ جن نمازوں پر کعبہ کی شبہ ہو اس پر نماز نا جائز ہے، کیا یہ قول صحیح ہے؟

سائل: محمد رمضان برکاتی کراچی

۷۸۶ **الجواب:** قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے **یاایھا الذین آمنوا اجتنبوا کثیراً من الظن ان بعض الظن اثم** اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچو۔ بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔ اور فرماتا ہے **ولا تقف ملیس لك به علم** بے یقین بات کے پیچھے نہ پڑو۔ اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں **ایاکم والظن فان الظن الکذب** (الحدیث) گمان سے بچو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے۔ اور فرماتے ہیں **افلا شققت قلبه حتی تعلم اقالها ام لا** تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھا کہ دل کے عقیدے پر اطلاع پاتا۔ ان آیات واحادیث سے صاف روشن ہے کہ محض اپنے قیاس وگمان پر کسی فعل پر کوئی حکم جڑ دینا محض جہالت وجرأت وحرام قطعی ہے اور مسلمانوں پر ناحق بدگمانی ہے۔ ان جانمازوں اور صفوں پر نمازیں پڑھنا، نہ صرف یہ کہ عوام الناس میں معمول ہے بلکہ پچاسیوں سال سے علماء وفضلاء اور خواص امت کا اس پر عمل رہا اور اب بھی ہے۔ تو محض اپنے قیاس پر یہ حکم لگا دینا کہ ان پر نماز نہیں ہوتی یا ان کا بچھانا اور استعمال کرنا جائز نہیں، تمام امت کو ایک ناجائز فعل میں مبتلا رہنے کا حکم لگانا ہے اور یہ بڑی سخت اور معیوب اور قابل مواخذہ حرکت ہے۔ اور اگر ان کی بے ادبی کا ایسا ہی خیال ہے کہ تو پھر کسی بھی جانماز پر جس پر محراب بنی ہوں یا کسی بھی فرش زمین پر جہاں ایسے نقوش کندہ ہوں نماز جائز نہ ہوگی کہ محراب وغیرہ کی بے حرمتی کا شائبہ یہاں بھی پایا جاتا ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں اصلاً کوئی بے حرمتی نہیں۔ اور جو ایسا کرے وہ خود ہی اپنی عاقبت خراب کرے گا۔ بالجملہ ایسے مصلوں اور صفوں کا استعمال جائز ہے جو ناجائز کہتا ہے وہ دلیل شرعی لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

وتر کی رکعت تین ہیں۔ رفع یدین منسوخ ہے

سوال: عرض یہ ہے کہ ہمارے خاندان میں ایک لڑکا اہلحدیث ہو گیا ہے اور وہ سارے خاندان میں اپنے مسلک کی تبلیغ کر رہا ہے۔ چونکہ ہمارے خاندان میں تقریباً سب حنفی ہیں اس لئے وہ سب سے بے جا بحث کرتا ہے کبھی فاتحہ نیاز سے روکتا ہے کبھی عید میلاد النبی ﷺ کو برا کہتا ہے کبھی بزرگان دین کی شان میں گستاخیاں کرتا ہے منع کرنے پر دلائل پیش کرتا ہے چونکہ ہمیں واقفیت نہیں ہے اسلئے خاموش ہو جاتے ہیں۔ وہ چیلنج کرتا ہے کہ مجھے کہیں بھی لے چلو ایک بار ہم اسے اپنی مسجد کے مولوی صاحب کے پاس لے گئے اس نے مولوی صاحب سے سوال کیا کہ حضرت یہ بتلائیں کہ عشاء میں جو حنفی حضرات تین رکعت وتر پڑھتے ہیں یہ طریقہ کونسی حدیث میں لکھا ہے جس کا مولوی صاحب کوئی جواب نہیں دے سکے چنانچہ وہاں بیٹھے ہوئے دو افراد جو پہلے حنفی تھے وہ بھی اہلحدیث ہو گئے اور اب وہ بار بار کہتا ہے دیکھو تمہارے مولوی بھی جواب نہیں دے سکے۔ اسے

اپنے اس اعتراض پر بہت ناز ہے وہ بھی چیلنج کرتا ہے کہ تم اس کا جواب قیامت تک نہیں لاسکو گے میں نے یہ طویل خط اس لئے لکھا ہے کہ کوئی مستند عالم مدلل جوابات کے ساتھ اس اعتراض کا جواب دے کہ ہم جو وتر پڑھتے ہیں۔ اس کے رفع یدین کا طریقہ کہاں لکھا ہے اگر اس خط کا آپ نے جواب دیا تو بندے پر بڑا احسان ہوگا۔ شدت سے خط کے جواب کا انتظار کروں گا۔ (جوابی لفافہ ارسال کر رہا ہوں)

فقط والسلام۔ ناچیز انصار خاں، میرا پتہ۔ کامران جنرل اسٹور، نزد الغریب ہوٹل، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** نسائی شریف میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ کان یوتر ثلثاً یقرأ فی الاولی سبح اسم ربك الاعلی وفی الثانیۃ قل یاایھا الکفرون وفی الثالثۃ قل ھو اللہ احد ویقنت قبل الرکوع۔ ترجمہ سرکار تین رکعت وتر پڑھتے تھے پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلی دوسری میں قل یاایھاالکفرون تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے تھے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔ اسی طرح کی روایت ابونعیم کی جلد میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور طبرانی میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آئی ہیں۔ قال النبی علیہ السلام لاترفع الایدی الافی سبع مواطن تکبیرۃ الافتاح وتکبیرۃ القنوت وتکبیرات عیدین وذکر الا ربع فی الحج روی الطبرانی مرفوع۔ ترجمہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صرف سات جگہ پر ہاتھ اٹھائے جائیں تکبیر تحریمہ۔ دعائے قنوت کی تکبیر، عیدین کی تکبیروں میں اور چار مقام حج میں ذکر فرمائے۔ اس حدیث کو طبرانی نے مرفوعاً نقل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

نفل کے مسائل

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: امام تراویح پڑھاتے ہوئے دوسری رکعت کا قعدہ چھوڑ کر تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہوگیا اور پھر ایک مقتدی کے لقمہ دینے پر واپس ہوا تو آیا ایسی صورت میں سجدہ سہو واجب ہوا یا نہیں۔ شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں نوازش ہوگی۔ سائل، نورالدین قادری، رشی گھاٹ روڈ، حیدرآباد، سندھ، 07/08/1980

۷۸۶ **الجواب:** نفل کا اطلاق سنت موکدہ پر بھی آیا ہے اس لئے نفل کے تمام احکام ان پر جاری ہیں اور نفل نماز کا ہر قعدہ، قعدہ اخیرہ ہے۔ صورت مسئولہ میں جب تک کہ تیسری کا سجدہ نہ کیا تھا کہ امام واپس قعدہ میں آگیا اور سجدہ سہو کر لیا تو نماز ہوگئی۔ اور تیسری کا سجدہ کر لیا یا پہلی صورت میں سجدہ سہو نہ کیا تو نماز نہ ہوئی دوبارہ پڑھی جائے۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رمضان المبارک، ۱۴۰۰ھ

مسجد محلہ میں نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین وعلمائے دین اس مسئلہ میں کہ: اگر محلہ میں جامع مسجد اہلسنت و جماعت کے ہوتے ہوئے اگر لوگ اسی محلہ کے ایک مدرسے میں پنج وقتہ باجماعت نماز ادا کرتے ہوں تو کیا ان کی نماز ہو جائے گی جبکہ

مدرسے میں زکوٰۃ، فطرہ، کھالیں اور چندہ وغیرہ شامل ہے۔ مولوی صاحب جو کہ مدرسہ میں پڑھاتے اور امامت کرتے ہیں پہلے اسی محلہ کی مسجد میں خطیب و امام کی حیثیت سے دو سال مقرر رہے۔ لیکن پھر کمیٹی نے انہیں امامت سے ہٹا کر دوسرے مولوی صاحب کو مقرر کر دیا اور اب اسی مسجد کے کچھ مقتدی مسجد کو چھوڑ کر مدرسہ میں پنج وقتہ باجماعت نماز کیلئے جانے لگے ہیں اور اس طرح دین میں تفرقہ کی صورت پیدا ہوگئی ہے لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کریں۔ بینوا توجروا۔

جاوید احمد، ڈھولن آباد، میر پور خاص

۷۸۶ **الجواب:** بلا وجہ شرعی، اپنی کسی دنیاوی رنجش کے باعث، مسجد محلہ میں نماز ادا نہ کرنا، بلکہ دوسرے مسلمانوں کو اس مسجد میں جانے اور وہاں نماز پڑھنے سے روکنا سخت گناہ ہے۔ لقولہ تعالی ومن اظلم ممن منع مسجد الله ان یذکر فیھا اسمه وسعی فی خرابھا۔ اس سے بڑھ کر ظالم کون، جو اللہ کی مسجدوں کو روکے، ان میں اللہ کا نام لئے جانے سے۔ اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ اور ظاہر ہے کہ مسلمانوں کو مسجدوں میں جانے سے روکنے کی تدابیر کرنا، اس کی ویرانی ہی کی کوشش ہے۔ پھر بھی اگر ان لوگوں نے مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ نماز پڑھی تو ادائے فرض میں اصلاً شبہ نہیں۔ لقولہ ﷺ جعلت لی الارض مسجداً (الحدیث) ساری زمین میرے لئے مسجد بنا دی گئی۔ رہی یہ بات کہ یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے ہوئے یا نہیں؟ یہ ان کی نیت پر موقوف ہے۔ اگر ان کا مقصود اپنی نماز باجماعت ادا کرنا نہ ہے دوسروں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا تو یہ لوگ جماعت میں پھوٹ ڈالنے والے بھی نہیں ٹھہر سکتے۔ اور اگر نیت یہ نہیں بلکہ اس سے مقصود پہلی مسجد کو نقصان پہنچانا اور اس کی جماعت کو متفرق کر دینا ہے تو بے شک، نہ اس میں نماز کی اجازت نہ اس کے قائم رکھنے کی اجازت اور اس صورت میں یہ لوگ ضرور، جماعت مسلمین میں تفریق کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام و قطعی گناہ ہے۔ مگر نیت امر باطن ہے اور مسلمان پر بدگمانی حرام۔ اور ہرگز کسی مسلمان سے یہ توقع نہ رکھیں کہ وہ مسلمانوں میں تفریق کا وبال عظیم اپنے سر لادے۔ ہاں اگر پہلا امام بدمذہب گمراہ، مثلاً وہابی یا رافضی یا غیر مقلد یا نیچری وغیرہ ہے تو ان کی عادت معلوم و معروف۔ وہ مسجدوں میں آتے، مسلمانوں کی سی کہتے سنتے اور آخر کار اپنے کل پرزے نکالتے اور عوام مسلمین کو بہکانا شروع کر دیتے ہیں اور مسمانوں کو ان کے قدیم عقائد سے ہٹا کر اپنے مذہب ناپاک کی طرف بلاتے ہیں۔ اگر واقعتاً ایسا ہے تو وہابیت مردود۔ نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز، نماز۔ نہ ایسے لوگوں کا ساتھ دینا مسلمانوں کو جائز ہوا۔ جو ایسوں کا ساتھ دیں گے انہیں کے ساتھ باندھے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

عورت گھر میں نماز کس جگہ پڑھے

سوال: کیا عورتیں پنجوقتہ نماز اور جمعہ پڑھنے مسجد میں جا سکتی ہیں؟ یا کسی مدرسے میں اپنی جماعت کر سکتی ہیں؟ اپنی تراویح الگ پڑھ سکتی ہیں کہ امام بھی عورت ہو، یا اپنا جمعہ الگ قائم کر سکتی ہیں۔ سائلہ۔ اُم حبیبہ زوجہ محمد رمضان برکاتی۔ کراچی

۷۸۶ الجواب: حضور اکرم سید عالم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عورت کا دالان میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور کوٹھری میں نماز پڑھنا، دالان میں پڑھنے سے بہتر ہے۔ (ابوداؤد) اور یہ اس لئے کہ عورت، عورت ہے یعنی غیروں سے چھپانے اور ان کی نظروں سے بچانے کی چیز۔ یہی وجہ ہے کہ غیروں کے گھر تو غیروں کے گھر، خاص اپنے گھروں کے متعلق ارشاد ہوا کہ "عورتوں کو بالا خانوں پر نہ رکھو"۔ وجہ وہی اڑتی چڑیا کے پر کترنا ہیں۔ اسی باعث عورتوں کا، گھر کے دروازے پر، مسجد صالحین میں، ادائے عبادت کیلئے جانا، اور ادائیگی نماز کے بعد دو قدم چل کر گھر میں واپس آ جانا، ممنوع و ناجائز، گناہ و حرام ہے۔ کہ فتنہ وہی نہیں جو عورت کے دل سے، عورت کی طرف سے پیدا ہو۔ وہ بھی ہے اور اس سے سخت تر، وہ جو فاسقوں اور فاجروں کی طرف سے اندیشہ ہو تو یہاں عورتوں کی پارسائی کیا کام دے گی اگر چہ وہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ کتب آثار و احادیث میں مروی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جمعہ کے روز کھڑے ہو کر، کنکریاں مار مار کر عورتوں کو مسجدوں سے نکالتے۔ بلکہ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع فرماتے کہ خبردار عورتیں مسجد میں نماز پڑھنے نہ آئیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر زمانہ اقدس میں حالت یہ ہوتی جو آج عورتوں میں پائی جاتی ہے تو حضور ﷺ عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔ غرض صحابہ و تابعین کے زمانے سے ہی اس کی ممانعت شروع ہو چکی تھی اور جب فساد پھیلتا گیا تو حکم ممانعت، بوڑھی اور جوان، سب عورتوں کو عام ہو گیا۔ ظاہر کہ جب عورتوں کو، مسجد میں جانے ہی کی اجازت نہیں تو ان کی تنہا جماعت اور وہ بھی نماز جمعہ کی، کیونکر شرعاً بلا دغدغہ روا ہو گی۔ تمام متون و شرح و کتب فتاوی میں مذکور ہے کہ عورت کو مطلقاً امام ہونا ہی مکروہ تحریمی ہے۔ فرائض ہوں یا نوافل یہ حکم سب کو شامل ہے۔ نور الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے ویکرہ تحریماً جماعۃ النساء ولو فی التراویح۔ تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق میں ہے کرہ جماعۃ النساء وحدھن۔ دونوں عبارتوں کا حاصل وہی کہ عورتوں کی جماعت اگر چہ نماز تراویح میں ہو مکروہ تحریمی ہے یعنی گناہ و حرام۔ اور وجہ اس کی وہی حدیث کہ ابھی گزری کہ عورت کا دالان میں نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور تہ خانوں یا کوٹھری میں، دالان سے بہتر ہے۔ پھر جب عورتوں کی جماعت مطلقاً مکروہ تحریمی ہے تو نماز جمعہ میں یہ کراہت اور شدید تر ہو جائے گی کہ نماز جمعہ عورت پر فرض نہیں اور امامت اور بھی زیادہ کراہت شدیدہ کی موجب ہو گی کہ نماز جمعہ کی امامت، صرف وہی مرد کرا سکتا ہے جسے بادشاہ اسلام نے مقرر کیا ہو یا عام لوگوں نے اسے یہ منصب سپرد کیا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ عورتوں کو امامت کا حق اور وہ بھی امامت جمعہ کا، نہ بادشاہ اسلام اسے تفویض کر سکتا ہے نہ علماء و فقہا اور نہ عامۃ الناس۔ تو عورتوں کا، گھروں سے نکل کر، کسی مدرسہ یا کوارٹر بلکہ خود مسجد میں جمع ہو کر نماز جمعہ، کسی عورت کی اقتداء میں ادا کرنا، احکام شریعت کو منھ چڑانا اور ان کا مذاق اڑانا ہے۔ تو جو لوگ بھی اس فعل ناجائز و مکروہ میں ان ناقصات العقل والدین کی اعانت کریں گے وہ خود بھی اس جرم میں شریک اور گناہگار ہوں گے۔ قال اللہ تعالی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی، دار العلوم احسن البرکات 03/06/1980

۷۸۶ **الجواب** حق وصواب والمجیب ماجور علیہ ومثاب۔ محمود احمد صدیقی، مدرس دار العلوم احسن البرکات
الجواب الصحیح ھذا۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

نماز میں پائنچہ پلٹنا، کپڑا اڑسنا گھرسنا منع ہے

سوال: بگرامی خدمت فیض رحمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم، کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہا شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: پاؤں کے گٹے نماز میں کھلے ہوئے رہنے کی وجہ سے شلوار کو اوپر اڑس لے یا نیچے پائنچہ کو لوٹ لیا جاوے تو نماز ہوتی ہے یا نہیں۔ بروئے شریعت جواب سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

اسلام احمد خان علی گڑھی، نیو کلاتھ مارکیٹ دوکان نمبر ۲۸، حیدرآباد، سندھ،
۱۵ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ، یوم یکشنبہ بمطابق ۲۲، مارچ ۱۹۸۱ء

۷۸۶ **الجواب:** شلوار کو اوپر اڑس لینا یا اس کے پائنچہ کو نیچے سے لوٹ لینا، یہ دونوں صورتیں کف ثوب یعنی کپڑا اسمیٹنے میں مُخل ہیں اور کف ثوب یعنی کپڑا اسمیٹنا مکروہ حالت نماز میں داخل اور نماز اس حالت میں ادا کرنا، مکروہ تحریمی واجب الاعادہ کہ دہرانا واجب جبکہ اسی حالت میں پڑھ لی ہو۔ درمختار میں ہے وکرہ کفہ ای رفعہ ولو لتراب۔ اور اصل اس باب میں کپڑے کا خلاف معتاد استعمال ہے۔ یعنی اس کپڑے کے استعمال کا جو طریقہ ہے اس کے برخلاف اس کا استعمال۔ کما فی العلمگیریۃ۔ ہاں اگر شلوار تہبند وغیرہ کو ٹخنے کھولنے کی نیت سے، اوپر کھینچ کر باندھ لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ شرعاً مطلوب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب نماز پڑھو تو لٹکتے کپڑے اٹھالو۔ (البخاری فی التاریخ والطبرانی فی الکبیر) واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مسائل قرأت/ چندہ مسجد/ قرآن خوانی کے بعد کھانا کھانا

سوال: ۱۔ آیات قرآنیہ میں اگر ایک آیت کا آخری حصہ، دوسری آیت کے پہلے حرف سے ملا دیا جائے تو کیا نماز ہو جاتی ہے۔ یا فاسد ہو جاتی ہے؟

۲۔ اگر مسجد کے برآمدے میں امام کھڑا ہو اور مقتدی صحن میں تو امامت کا کیا حکم ہے؟ یا کچھ مقتدی برآمدے میں ہوں تو کیا حکم ہے؟

۳۔ امام مسجد کو جو تنخواہ دی جاتی ہے اس کے لئے چندہ کیا جاتا ہے، یوں ہی بعض چھوٹی مسجدوں میں جہاں آمدنی کم ہوتی ہے امام کی تنخواہ کیلئے چندہ اکثر محلوں ہی سے کیا جاتا ہے اور مسجد کی بجلی، پانی، گیس، وغیرہ میں صرف کیا جاتا ہے بعض حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے چندے میں اچھا برا ہر قسم کا پیسہ ہوتا ہے کہ محلہ میں شرابی، جواری، چرسی اور سٹہ باز وغیرہ سب قسم کے لوگ رہتے ہیں اور وہ سب ہی چندہ دیتے ہیں۔ اس لئے یہ پیسہ متذکرہ بالا امور میں صرف کرنا درست و جائز نہیں ہے۔ اس بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

۴۔ بعض لوگ جو ظاہری فاسق و فاجر ہوتے ہیں، قرآن خوانی میں طلبہ کو بلاتے ہیں اور کبھی علماء کو بھی بلاتے ہیں، پھر بعد میں

کھانا کھلاتے ہیں۔ کیا یہ کھانا کھانا جائز ہے؟ اور کیا علماء کو ایسی جگہ جانا چاہئے؟

احمد حسین انصاری، مکان نمبر ۲۱۸۳/۔سی لانڈھی، کراچی

معرفت مرکزی انجمن رضائے مصطفےٰ، متصل محمدی جامع مسجد، C-2 لانڈھی، کراچی نمبر 30

۷۸۶ الجواب: (۱) کسی حرف کو دوسرے کلمہ کے ساتھ وصل کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یوہیں وقف و ابتداء کا بے موقع ہونا بھی مفسد نماز نہیں اگرچہ وقف لازم ہو، مگر خواہ مخواہ عوام میں اپنی قابلیت کی دھاک بٹھانے کو، ایسا کرنا ہے، بہت قبیح۔ لہٰذا امام کو حکم ہے کہ صرف وہی قرات اختیار کرے جس سے عوام روشناس ہیں۔ اور عوام الناس جس سے ناآشنا ہوں وہ نہ پڑھے کہ اس میں ان کے دین کا تحفظ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) محراب و مسجد و برآمدہ وغیرہ میں آکر امام کے ساتھ اگر اور لوگ بھی ہوں تو قطعاً کوئی مضائقہ نہیں۔ (بہار شریعت وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مسجد کی تعمیر میں چندہ دینے والے، کچھ نہ کچھ خدا کا خوف رکھتے ہیں اور ایسے پاک کاموں میں، پاک پیسہ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ آپ کو اس تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں کہ یہ پیسہ کس کمائی کا ہے لیجئے اور صرف کیجئے۔ ہاں کوئی ایسا شخص ہو جس کے پاس جائز آمدنی کا کوئی ذریعہ نہ ہو تو اس سے چندہ نہ لیں۔ تاکہ دل میں اضطراب نہ ہو۔ اور لینا، حرام اس سے نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی سے قرض لیکر آپ کو دے۔ یا اس کے پاس کوئی ذریعہ پوشیدہ، حلال و جائز آمدنی کا بھی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر یہ کھانا قرآن خوانی کی اجرت میں نہ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں؟ کیا فاسق و فاجر مسلمان نہیں۔ ہاں علماء وا کابر ملت، بیباک اور فسق و فجور میں مستغرق مسلمانوں کی دعوت میں نہ جائیں کہ شرعاً ممنوع ہے۔ یونہی اگر دعوت کرنے والوں کا مقصود، محض تفاخر ہو کہ میری واہ واہ ہوگی تو ایسی دعوتوں میں شریک نہ ہونا بہتر ہے۔ خصوصاً اہل علم کو۔ (ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵/ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

سجدہ کی جگہ رومال رکھنا

سوال: اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں

اکثر لوگ نماز پڑھتے وقت رومال اپنے سامنے رکھ لیتے ہیں اس سے نماز میں کوئی نقص ہوتا ہے یا نہیں۔ ہمارے یہاں مسجد میں ایک صاحب کا کہنا ہے کہ یہ اسرائیلیوں کا طریقہ ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے اور وہ کہتے ہیں مجھے یہ بات کسی عالم نے بتائی ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر کسی معتبر حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

السائل۔ عبدالجلیل خاں، لطیف آباد نمبر ۱۲، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: اگر مقصود اس سے یہ ہے کہ چہرہ پر خاک نہ لگے تو مکروہ ہے۔ اور براہ تکبر ہو تو کراہت تحریم۔ اور گرمی سے بچنے کیلئے ہو تو حرج نہیں۔ (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی القعدہ ۱۴۰۱ھ

عورت کو سجدہ میں انگلیاں کھڑا رکھنے کے مسئلہ پر خلیل ملت کا جواب

سوال: مولانا حافظ اسحاق صاحب کو سنی بہشتی زیور کے ایک مسئلہ پر اشتباہ ہوا تو انہوں نے، گجرات کے ایک عالم سے فتویٰ منگوایا جو درج ذیل ہے۔

۷۸۶ گرامی قدر جناب حافظ مولانا اسحاق صاحب زید مجدہ

وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ تمہاری خیریت معلوم کر کے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ تمہیں بمعہ اہل وعیال خیریت سے رکھے اور دلی سکون عطا فرمادے آمین۔ یہاں پر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے بالکل خیریت ہے صورت احوال یہ ہے کہ (۱) تمہارے سوال کا جواب جو میرے ناقص ذہن میں آیا ہے لکھ رہا ہوں اگر صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اگر غلط ہے تو میری طرف سے۔ کیا عورت سجدہ میں پاؤں کھڑا کرے گی یا نہیں۔ صورت یہ ہے کہ علامہ شامی نے 25 (پچیس) مقام بتائے ہیں جن میں عورت مرد کی مخالفت کرتی ہے اور بنیاد اس کی یہ ہے کہ ہر وہ کام جو عورت کیلئے ستر کا باعث ہو اس میں عورت مرد کی مخالفت کرے گی۔ اسی لئے عورت کے سجدہ میں یوں فرمایا کہ والمرأۃ تنخفض فلا تبدی عضدیھا۔ وتلصق بطنھا بفخذیھا لانہ استر۔ یعنی عورت سجدہ میں پست رہے گی اپنے بازوؤں کو علیحدہ نہیں رکھے گی (بلکہ اپنی کلائیاں زمین پر بچھائے گی) اور اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ ملا کر رکھے گی یہ اس لئے کہ ایسا کرنا عورت کے لئے بہت زیادہ پردہ کا باعث ہے۔ اور انہی مقامات میں سے ایک مقام یہ ہے کہ وذکر فی البحر انھا لا تنصب اصابع القدمین۔ یعنی عورت اپنے پاؤں کی انگلیاں کھڑا نہ کرے گی۔ نیز یہ مسئلہ تو ہر عالم کو معلوم ہوگا کہ عورت کے پاؤں تلووں سمیت ستر میں داخل ہیں جس کی وجہ سے نماز میں پاؤں کو چھپانا فرض ہے اور مردوں کی طرح کھڑا کرنے میں پاؤں ننگے رہیں گے لہٰذا مسئلہ یہی ہوا کہ عورت مردوں کی طرح قعدہ میں نہیں بیٹھے گی۔ واللہ اعلم بالصواب وھو الموفق للسداد۔ (شامی جلد اول صفحہ ۳۷۳)

الراقم سید علی، مسجد میاں جلال الدین، محلہ خواجگان، گجرات، 22/04/1981

جواب خلیلِ ملت

۷۸۶ **الجواب:** مکرم وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

فتاویٰ امجدیہ کی زیارت سے یہ فقیر اب تک محروم ہے۔ آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ حضرت صدر الشریعۃ رحمتہ اللہ علیہ کا فتویٰ اس کے صراحۃً خلاف ہے جو فقیر نے بہار شریعت سے سمجھا اور اسے سنی بہشتی زیور میں نقل کیا۔ مگر طحطاوی علی الدر المختار اور پھر شامی کی عبارت کا جو صراحۃً فقیر کی تائید میں ہے غور سے مطالعہ کیا اور فقیر اب اس پر قائم ہے کہ بات وہی صحیح ہے جسے فقیر نے بہار شریعت سے سمجھا اور جس کا فتویٰ دیا۔ طحطاوی میں تصریح ہے وظاھر انہ لا یقل فی حقھا وضع بعض الاصابع۔ اب رہی اجازت فیہ ما فیہ الخ یہ سابقہ عبارت کی نفی نہیں کرتی۔ پھر جبکہ عورت کے حق میں بحالت سجدہ پنڈلیاں، زمین سے ملانا مطلوب ہے تو نصب قدمین کی صورت میں یہ کسی طرح متصور نہیں۔ آپ خود بھی تجربہ کرلیں نصب قدمین ہوگا تو پنڈلیاں زمین سے اٹھی

رہیں گی۔ کوئی صاحب فقیر کی تسلی فرما دیں تو فتوی سے رجوع، ممنوع نہیں۔ بہشتی زیور میں جن مضامین کے اضافہ کی آپ نے خواہش کی ہے فقیر اسمیں کوشاں ہے اور عنقریب بشرط صحت وزندگی انشاء اللہ تعالیٰ اس نہج پر کام شروع ہو جائے گا۔

ہمارا اسلام جلد دوم آپ کی نظر سے نہیں گزری یہ حامد اینڈ کمپنی نے شائع کر دی ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس کا مطالعہ بھی عوام کے حق میں بہت مفید ہوگا۔ یہ کتاب الحج پر ختم ہے۔

فقیر اتنی بات نہایت صریح اور واشگاف الفاظ میں لکھتا ہے کہ اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کی تحقیق کو یہ فقیر اپنے علم کے مطابق حرف آخر سمجھتا ہے۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ مرور زمانہ سے کسی حکم میں تبدیلی آجائے لیکن وہ اس تحقیق کے خلاف نہ ہوگا۔ قوالی جس طرح آجکل مروج ہے اور رسم بن چکی ہے اس کے جواز کا فتوی تو غالباً کسی نے نہ دیا ہوگا نہ دیا ہے۔ مشائخ چشت سے جو سماع ثابت ہے اس سماع کو اس قوالی سے کوئی نسبت نہیں۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ کو مجدد مانتے ہوئے ان کی تحقیق کے خلاف کوئی تحقیق کسی مجدد کا ہی کام ہو سکتا ہے اور وہ اس صدی کا ابھی ظاہر نہیں۔ امید کرتا ہوں کہ یہ چند سطور انشاء اللہ تعالیٰ آپ کے شبہات کو رفع کر دیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم ھو الموفق وبیدہ التوفیق۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ جمادی الاولی ۱۴۰۱ھ

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین اہلسنت وجماعت کہ: صلوٰۃ التسبیح کی جماعت ہوسکتی ہے یا نہیں اگر ہوسکتی ہے تو ارشاد فرمائیں اور اگر نہیں ہوسکتی ہے تو حدیث اور قرآن کی روشنی میں فتوی دیکر امت محبوب کی مدد فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ اور زیادہ یہ بھی ہوتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر اس کا اعلان بھی ہوتا ہے کہ جس کو باجماعت صلوٰۃ التسبیح پڑھنا ہو وہ مسجد میں آجائے اور لاؤڈ اسپیکر پر تسبیح زور زور سے امام پڑھتا ہے اور مقتدی بھی کیا ارشاد ہے حدیث وقرآن کی روشنی میں ارشاد فرما کر شکریہ کا موقع دیں عین نوازش ہوگی۔ سائل۔ محمد صدیق۔ بکرامنڈی، متعلم مدرسہ سعیدیہ غوثیہ، حیدر آباد

۷۸۲ الجواب: ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے نزدیک، نوافل کی جماعت بتداعی مکروہ ہے۔ اس حکم میں صلوٰۃ التسبیح بھی داخل کہ وہ بھی تنہا پڑھی جائے اگرچہ امام حاضر ہو۔ (کمافی الشامی) مگر یہ کراہت اس وقت ہے کہ چار یا چار سے زیادہ مقتدی، اس جماعت میں موجود ہوں۔ ورنہ کراہت نہیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا اس وقت ہوگا جبکہ کسی خاص موقع پر موجود دو تین مقتدیوں کو جماعت کا خیال آجائے۔ لیکن جب اس کا اعلان کیا جائے اور وہ بھی بلائے بد، لاؤڈ اسپیکر سے، تو ظاہر ہے کہ کراہت کو خود دعوت دی جارہی ہے اور ریاء ونمائش کی اس عبادت پر ملمع کاری کی جارہی ہے۔ تداعی کہ وجہ کراہت ہے اس کے معنی علماء کے نزدیک یہی تو ہیں کہ لوگوں کو بلایا جائے اور جماعت نفل کیلئے جمع کیا جائے۔ اور یہی حکم شب برات میں نفل باجماعت کا ہے۔ اور وہ جو بعض مشائخ سے اس کا پڑھنا ثابت ہے وہ اسی پر محمول کیا جانا چاہئے کہ دو تین مقتدیوں کے ساتھ۔ اس مسئلہ کی توضیح کیلئے ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ جلد سوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ر شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

سجدہ سہو کا مقام

سوال: محترم المقام حضرت مولانا مکرم و معظم دامت برکاتہم مہتمم، دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد، پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بصد ادب و احترام خدمت اقدس میں گذارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ حل فرمائیں۔ امام دوسری یا آخری رکعات کے قعدہ میں بیٹھنے کی بجائے رکوع کی حالت تک کھڑا ہو جاتا ہے۔ لقمہ ملنے یا از خود یاد آنے پر بیٹھ جاتا ہے۔ اور نماز پوری کر کے سلام پھیر لیتا ہے۔ متوجہ کرنے پر کہتا ہے کہ جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو جائے سجدہ سہو واجب نہیں۔ کیا یہ نماز درست ہوئی یا فاسد؟ جواب بالصواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ (جواب کیلئے لفافہ ہمراہ ہے)

فقط والسلام محمد اسماعیل خان، عمر کوٹ آئل ٹریڈرز، عمر کوٹ سندھ ضلع تھرپارکر

۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ بمطابق ۱۸ جولائی ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب: تین یا چار رکعتی نماز میں قعدۂ اولیٰ واجب ہے اور قعدۂ اخیرہ ہر نماز میں فرض۔ اور دونوں کے احکام جداگانہ۔ مثلاً فرض میں قعدۂ اولیٰ بھول گیا تو جب تک سیدھا نہ کھڑا ہوا لوٹ آئے اور سجدہ سہو نہیں۔ اور اگر سیدھا کھڑا ہو گیا تو نہ لوٹے۔ آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اور اگر قعدہ اخیرہ بھول گیا تو جب تک اس رکعت زائد کا سجدہ نہ کیا ہو، لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے۔ اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا۔ لہٰذا فرض نماز دوبارہ پڑھے۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

نماز میں انگوٹھا ہل جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: نماز پڑھتے وقت اگر سیدھے پاؤں کا انگوٹھا ہل جائے تو نماز میں کوئی فرق آئے گا یا نہیں۔ یا زمین سے اٹھ جائے۔ سننے میں یہ آیا ہے کہ اگر انسان کا خون پلید نہ ہو تو میں انگوٹھے میں میخ گاڑ دیتا کہ ہلے نہیں۔ یہ قول حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا کسی صحابی کا ہے یا نہیں؟ یا فقہ میں ہے؟

سائل۔ محمد عثمان، لطیف آباد نمبر ۸، حیدر آباد، ۳/۲۲/۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: انگوٹھا خواہ انگلی، بلکہ پاؤں کا پورا پنجہ، اگر اپنی جگہ سے ہل جائے یا سرک جائے تو اس سے نماز میں فساد نہیں آتا۔ پیر کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر جمنا سجدہ میں شرط ہے اور ہر پیر کی تین انگلیوں کا پیٹ جمنا واجب اور ہر پاؤں کی تمام انگلیوں کا پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے۔ اگر بقدر ایک تسبیح بھی اس پر عمل جاری رہے نماز ہو گئی اگرچہ بعد میں اس میں حرکت آ گئی۔ عوام میں جو مشہور ہے وہ اس لئے ہے کہ آدمی اس سے غافل نہ رہے۔ مگر لوگ پھر بھی غافل ہیں۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

تراویح میں سجدہ سہو/مسجد میں اعتکاف میں داڑھی منڈوانا/غسل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: (۱) پیش امام دو، تراویح پڑھا کر کھڑا ہوگیا۔ اور اتنی دیر کھڑا رہا کہ تین بار "سبحان اللہ" کہا جاسکتا تھا۔ مقتدیوں کے لقمہ دینے کے بعد امام بیٹھ گیا اور سجدہ سہو کرلیا تو کیا نماز ہوگئی؟ (۲) کچھ جوان لڑکے اعتکاف میں بیٹھے ہیں۔ وہ اس عرصہ میں کہ اعتکاف میں بھی ہوں حجامت اور شیو کرنا چاہتے ہیں۔ تو کرواسکتے ہیں یا نہیں؟ (۳) کچھ آدمی اعتکاف میں بیٹھے ہیں وہ نہا سکتے ہیں یا نہیں؟

نعیم الدین ولد علیم الدین، 27/08/1981

۷۸۶ **الجواب:** (۱) سجدہ سہو کرلیا تو نماز ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) شیو کرنا، داڑھی منڈانا، مسجد میں اور حالت اعتکاف میں، گناہ در گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) غسل جنابت کے علاوہ، کسی اور غسل کی اجازت فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

تراویح میں سجدہ تلاوت

سوال: کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ پر علمائے دین وشرع متین کہ: ہمارے محلہ کی ایک مسجد میں حافظ صاحب نے دوران تراویح نویں پارہ کے سجدہ کے متعلق بتایا کہ دوسری رکعت میں سجدہ ہے مگر پھر منع فرمادیا اور مولوی صاحب نے بھی ان کی تائید کی مگر سجدہ کی آیت بھی پڑھ لی اور سجدہ ادا نہیں کیا۔ بعد نماز کے جب ان سے معلوم کیا گیا تو انہوں نے بڑے اصرار کے ساتھ کہا کہ سجدہ رکوع میں ہی ادا ہوگیا ہے لہٰذا اب ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا برائے مہربانی اس مسئلہ کی تفصیلاً وضاحت فرمائیں۔

حافظ محمد ناصر، رشی گھاٹ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** بیشک نماز کا سجدہ تلاوت، سجدہ سے بھی ادا ہوجاتا ہے اور رکوع سے بھی۔ مگر رکوع سے جب ادا ہوگا کہ فوراً کرے۔ فوراً نہ کیا تو سجدہ کرنا ضروری ہے اور فوراً کا مطلب ہے ایک دو آیت پڑھ کر۔ لہٰذا امام صاحب نے اگر آیت سجدہ پڑھی اور ایک یا دو آیت پڑھ کر رکوع کرلیا تو نماز ہوگئی (عالمگیری)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۱ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

فرض میں تاخیر سے سجدہ سہو لازم

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ: دو رکعت والی نماز کے قعدہ میں امام صاحب بیٹھنے کی بجائے کھڑے ہوگئے۔ مقتدی کے اللہ اکبر کہنے پر پھر واپس قعدہ میں بیٹھ کر سجدہ سہو کیا۔ کیا نماز ہوگئی؟

ایک مقتدی کا کہنا ہے کہ چونکہ فرض ترک ہوگیا اس لئے نماز دہرانی چاہئے۔ واجب ترک ہونے پر سجدہ سہو سے نماز درست ہوتی ہے۔ حضور والا صحیح صورت حال سے مطلع فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

احقر مستفتی حکیم اظہار حسین، ۹۰۴۔ ہاشمی کالونی، لطیف آباد نمبر ۴، ۱۴ جولائی ۱۹۸۱ء

۷۸۶ **الجواب:** صورت مسئولہ میں فرض ترک نہیں ہوا بلکہ مؤخر ہوگیا۔ یعنی ادا کرنے میں تاخیر ہوگئی ہاں اگر امام صاحب اس زائد رکعت کا سجدہ کر لیتے تو وہ نماز فرض کی حیثیت میں نہ رہتی بلکہ نفل ہو جاتی اور اس وقت امام کو چاہئے کہ ایک رکعت اور ملائے تاکہ شفع پورا ہو جائے۔ درمختار وغیرہ میں ہے کہ قعدۂ اخیرہ بھول گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

چار رکعتی سنت غیر موکدہ میں قعدہ اولی میں کہاں تک پڑھا جائے صلوٰۃ التسبیح کی جماعت، امام منبر پر کب بیٹھے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ ان مسئلوں کے کہ

(۱) چار رکعت والی غیر مؤکدہ سنتوں میں دو رکعت کے بعد قعدہ اولی یعنی اس میں التحیات عبدہ ورسولہ تک پڑھنا ہے یا کہ درود شریف اور دعا بھی پڑھنی ہے اس کا جواب مدلل اور تفصیل کے ساتھ عنایت فرما دیں۔

(۲) صلوٰۃ التسبیح کیا اس کی نماز با جماعت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات کو محلہ کے ہر خاص و عام آ جاتے ہیں کچھ علماء کہتے ہیں کہ نماز با جماعت ادا نہ کریں اور کچھ علماء فرماتے ہیں کہ با جماعت کوئی حرج نہیں۔

(۳) آیا کہ خطیب خطبہ شروع کرنے سے پہلے ممبر پر بیٹھ سکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ مکروہ ہے یعنی تقریر کرنے کے بعد سنتیں پڑھ کر یا سنتیں پہلے پڑھ لی ہوں تو ممبر پر ہی بیٹھا رہے لوگ سنتیں پڑھ رہے ہوں امام کے سامنے دو آدمی بیٹھے ہوں جو کہ پہلے ہی سنتیں پڑھ چکے ہیں دوسرے لوگ ان کے پیچھے پڑھ رہے ہیں۔

(۴) جمعہ کی دوسری اذان مسجد کے اندر بھی ممبر کے سامنے ہونی چاہیے۔ اس کے بارے میں بالتفصیل حوالہ کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ شکریہ حافظ محمد اویس قادری سبحانی، سٹلائیٹ ٹاؤن میر پور خاص

۷۸۶ **الجواب:** جو سنت غیر مؤکدہ چار رکعتی ہے اس کے قعدہ اولی میں یوں ہی چار رکعت والے نفل کے قعدہ اولی میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا اور تیسری رکعت میں سبحان اور اعوذ پڑھنا مستحب ہے کہ پڑھ لیگا تو مزید ثواب پائیگا نہ پڑھیگا تو کوئی جرم و گناہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس کی نماز کی بہت فضیلت اور بڑا ثواب ہے مگر تنہا تنہا پڑھیں ہاں اگر کسی اعلان و رواج کے بغیر دو تین آدمی ملکر با جماعت ادا کر لیں تو بھی بلا کراہت جائز ہے اور اگر امام کے سوا چار یا زیادہ مقتدی ہوں تو یہ جماعت مکروہ ہے مگر یہ کراہت تنزیہی کہ نہ کرنا بہتر تھا تحریمی نہیں کہ گناہ و ممنوع ہو۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) ظاہر ہے کہ جب امام خطبہ سے پہلے ممبر پر بیٹھے گا تو سنتیں پڑھنے والوں کے چہرے اس کے مقابل ہونگے اور ان کے دل کو مشغول رکھیں گے اور یہ مکروہ ہے۔ پھر علماء کرام صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ خطیب جب ممبر پر بیٹھے تو اس کے سامنے

دوبارہ اذان کہی جائے اس سے معلوم ہوا کہ امام کو خطبہ دینے سے پیشتر ممبر پر ہونا غیر مشروع ہے جب لوگ سنتیں پڑھیں اور اس کے مقابل کسی نمازی کا چہرہ نہ ہو اس وقت خطبہ کیلئے ممبر پر جائے۔ جمعہ کیلئے ممبر کا ہونا ضروری بھی تو نہیں اگر ممبر نہ ہو تو اب امام کیا کرے کیا خوامخواہ اسی جگہ بیٹھا رہے۔ فقیر کی نظر میں نہ ایسا کوئی قول ہے علماء متاخرین میں سے کسی کا ایسا عمل کہ خطیب پہلے ہی سے ممبر پر جا بیٹھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اذان مئذنہ پر کہی جائے یا خارج مسجد مسجد میں اذان نہ کہے کہ مکروہ ہے۔ مگر دوسری اذان خطیب کی سیدھ میں اس کے مقابل ہو۔ (فتح القدیر و عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ

عورت نماز میں کس طرح بیٹھے، رات میں زوال، وتر کے بعد نفل کب پڑھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اسلام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: (۱) عورت کو نماز پڑھتے وقت تشہد میں کس طرح بیٹھنا چاہئے یعنی مردوں کی طرح ایک پاؤں، بایاں بچھا کر اور دایاں پاؤں کھڑا کر کے؟ یا دونوں پیر دائیں جانب نکال کر بیٹھے؟ (۲) کیا رات کے وقت زوال ہوتا ہے یا نہیں؟ (۳) جو شخص وتر بعد نماز تہجد پڑھے عشاء کی نماز کے بعد دو نفل بعد وتر پڑھے جاتے ہیں کس وقت پڑھے اور کس طرح نیت کرے؟ فقط: صوفی مشتاق احمد تحصیلدار، بلوچستان

۷۸۲ الجواب: (۱) فقہ کی تمام کتابوں میں ہے کہ عورت سمٹ کر سجدہ کرے یا بازو کروٹوں سے ملا دے پیٹ ران سے ران پنڈلیوں سے اور پنڈلیاں زمین سے (عالمگیری وغیرہ) یعنی عورت گٹھری بن کر سجدہ کرے۔ (فتاویٰ رضویہ) اور یہ کیفیت اسی وقت ہو سکتی ہے کہ عورتیں سجدے میں دونوں پیر دائیں جانب نکالے رکھے اور تشہد میں عورت کیلئے ہر کتاب میں صراحۃً مذکور ہے کہ وہ دونوں پاؤں داہنی جانب نکال کر بیٹھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) زوال کے معنی ہیں آفتاب کا ڈھلنا۔ تو اگر رات میں سورج نکلتا ہو اور غروب ہوتا ہو تو پھر اسے زوال بھی ہوگا۔ صوفی صاحب یہ بات جاہلوں میں زبانوں پر آتی ہے۔ آپ کیسے بہک گئے۔ الحاصل رات میں کوئی ایسا وقت نہیں کہ اس میں نماز پڑھنا خراب و ناجائز ہو۔ جیسا کہ زوال کے وقت کا حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وتر خواہ اول شب میں پڑھے یا بعد نماز تہجد۔ اس کے دو رکعت نفل پڑھنا بہتر ہے اس کی نیت وہی عام نوافل کی طرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ جمادی الاولی ۱۴۰۳ھ

چار رکعت والے نفل اور سنت غیر موکدہ کا طریقہ مستحبہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کا کہنا ہے کہ نوافل اور سنت غیر موکدہ میں قعدہ اولی میں بھی تشہد کے بعد درود اور دعا پڑھنی چاہئے۔ یونہی تیسری رکعت میں قرات سے قبل ثنا اور تعوذ بھی پڑھی جائے۔ جبکہ بکر کے ذہن میں یہ بات ہے کہ عمل تو اس کے خلاف ہے اور غالباً کوئی بھی نوافل میں قعدہ اولی میں اس طرح نہیں کرتا اور نہ کسی

حدیث سے یہ مسئلہ ثابت۔ لہٰذا اس کی ضرورت نہیں ہے۔ برائے کرم مطلع فرمائیے کہ زید اور بکر میں سے کون صحیح ہے؟

سائل حکیم عبدالحق، اعظم دواخانہ، شاہ مکی روڈ، حیدرآباد، سندھ، ۲۳ / ۶ / ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب: چار رکعت نوافل اگر ایک نیت سے پڑھے جائیں تو قعدہ اولیٰ میں درود شریف اور تیسری رکعت میں سبحٰنک اللھم الخ پڑھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ فقہ کی مشہور کتاب درمختار میں ہے **وفی البواقی من ذوات الاربع یصلی علی النبی** ﷺ **یستفتح ولو نذراً لأن لان کل شفع صلوۃ**۔ یعنی سنت ظہر کے علاوہ باقی اور چار رکعت والی سنتوں یا نفلوں میں بعد التحیات کے، درود شریف بھی پڑھے اور تیسری کیلئے کھڑا ہو تو ثنا اور تعوذ بھی پڑھے۔ اس لئے کہ نفل نماز کی ہر دو رکعت ایک جداگانہ نماز ہے۔ یہ حکم استحبابی ہے لہٰذا اس پر عمل ترک ہو جائے وہ شرعاً قابل گرفت نہیں۔ اور عوام کا عمل تو کوئی سند نہیں البتہ خواص جنہیں مسائل شرعیہ پر وقوف ہے ان کا معمول یہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔ فقہائے کرام پر مولائے کریم کی ہزار ہا رحمتیں کہ ان حضرات نے ہمیں قرآن وسنت کی طرف رہنمائی فرما کر، ہمیں اس بات سے مستغنی کر دیا کہ ہم ہر مسئلہ پر قرآن وحدیث کی سند مانگیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

رفع یدین منسوخ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ: (۱) رفع یدین کے بارے میں حدیث سے بتائیں کہ منسوخ ہوگئی ہے۔ (۲) عورتوں اور مردوں کی نماز میں فرق ہے اس کی حدیث سے تصدیق فرمائیں کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد ناف پر۔ عورتیں گٹھری بن کر سجدہ کریں اور مرد پشت اونچی کریں۔

نعیم اختر، C-20/7 نزد لال مسجد، ملیر کالونی کراچی، 15/01/1984

معرفت محمد صادق قادری چشتی صابری

۷۸۷ الجواب: (۱) حضور اقدس ﷺ سے رفع یدین بھی ثابت ہے۔ اور رفع یدین نہ کرنا بھی۔ اور ظاہر ہے کہ حضور ﷺ سے ان دونوں کا ثبوت مختلف اوقات میں ہے۔ اور ائمہ حنفیہ نے اپنی کتابوں میں یہ بات صاف تحریر فرما دی ہے کہ حضور ﷺ نے آخر عمر شریف میں رفع یدین ترک فرما دیا تھا۔ چنانچہ مسلم واحمد، جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ ''یہ کیا بات ہے کہ تمہیں ہاتھ اٹھائے دیکھتا ہوں جیسے چنچل گھوڑے کی دُمیں۔ نماز میں سکون کے ساتھ رہو۔'' اور ابو داؤد و ترمذی، علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ کیا تمہیں وہ نماز نہ پڑھاؤں، جو رسول اللہ ﷺ کی نماز تھی۔ پھر نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اٹھائے مگر پہلی بار۔'' یعنی تکبیر تحریمہ کے وقت۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ پہلی مرتبہ ہاتھ اٹھاتے، پھر نہیں۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اور دار قطنی وابن عدی کی ہے کہ عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں۔'' میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے ساتھ

نماز پڑھی، تو ان حضرات نے ہاتھ نہ اٹھائے، مگر نماز شروع کرتے وقت۔'' غرض یہ تمام مرحلے ائمہ کرام نے طے فرما دئے ہیں۔ ہمیں تو ان کے ارشادات بس ہیں کہ وہ ارکان شریعت ہیں اور احادیث کریمہ ان کی نگاہوں میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ارشاد گرامی ہے کہ نماز میں سنت یہی ہے کہ آدمی اپنی دائیں ہتھیلی، بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے، ناف کے نیچے (ابوداؤد وامام احمد) اور عورت کیلئے چونکہ سینے پر ہاتھ رکھنا، اس کیلئے زیادہ پردہ پوش ہے کہ سینے کا ابھار، ہاتھوں سے چھپ جاتا ہے، اس لیے عورت کیلئے یہی مطلوب شرعی مانا گیا۔ مرد اور عورت کے سجدے میں جو فرق ہے وہ بھی اسی بات پر مبنی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ'' نبی کریم ﷺ کا گزر دو عورتوں پر ہوا جو نماز میں مصروف تھیں۔ ان سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تم دونوں سجدہ کرو تو بدن کے ایک حصے کو دوسرے سے ملاؤ۔ اس لیے کہ عورت اس حکم میں مرد کی مانند نہیں۔ عورت تو خود ایک پردہ میں رہنے والی شے ہے۔'' اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کیلئے سجدہ کا مسنون طریقہ، مرد کے طریقہ سے جدا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

سجدہ کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس بارے میں کہ: ہمارے محلہ کی مسجد کے امام صاحب کی گھٹنوں کی تکلیف کی وجہ سے سجدے میں دونوں پاؤں کی انگلیاں زمین سے اٹھ جاتی ہیں اور قعدہ میں دونوں پاؤں ایک طرف کر کے بیٹھتے ہیں اس حالت میں امام صاحب کی اور مقتدیوں کی نماز صحیح ادا ہو جاتی ہے یا نہیں۔ بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ معذور امام صاحب کے پیچھے نماز درست نہیں۔ لہٰذا مہربانی فرما کر اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

فقط العبد حاجی محمد یٰسین، متولی نورانی مسجد، سرے گھاٹ، حیدرآباد، مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: سجدہ میں پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگانا شرط، ہر پاؤں کی تین انگلیوں کا پیٹ جمانا واجب، اور پانچوں کا پیٹ جمانا کہ انگلیاں قبلہ رخ رہیں، سنت ہے۔ حالت عذر میں اگر سنت ترک ہو جائے تو بھی شرعاً ایسا آدمی امامت کر سکتا ہے۔ لیکن واجب وفرض کی ادائیگی پر قادر نہ ہو تو اپنے حق میں معذور ہے، خود اس کی اپنی نماز ہو جائے گی لیکن دوسروں کی امامت کا وہ اہل نہیں۔ غیر معذوروں کی امامت نہیں کر سکتا۔ قعدہ میں دونوں پاؤں ایک طرف کر کے بیٹھ جانا، ترک سنت ہے، صرف اتنی بات ہوتی تو سب کی نماز ہو جاتی۔ لیکن یہاں تو واجب ترک ہو رہا ہے، فرض چھوٹ رہا ہے تو نماز دوسروں کی اس کی اقتداء میں کیونکر درست ہوگی۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

نماز میں ٹخنے چھپ جانا

سوال: اکثر لوگوں کو کہتے سنا ہے کہ اگر نماز کی حالت میں ٹخنہ ڈھکا ہوا ہو تو نماز نہیں ہوتی۔ دوسرا اگر نماز کی حالت میں تہبند یا

شلوار اوپر کی طرف اُڑسی ہوئی ہو تو بھی نماز نہیں ہوگی نماز سے پہلے یا بعد نہیں سنا۔ ان مسائل کے بارے میں آپ کے قرآن پاک اور حدیث پاک کی روشنی میں کیا تاثرات ہیں وضاحت فرمادیں۔

فقیر حافظ محمد علی قادری، خطیب مسجد قریش، ٹھیٹھر اگلی، شاہی بازار

۷۸۶ الجواب: تہبند یا شلوار یا پینٹ وغیرہ اتنا نیچا ہو کہ اس سے ٹخنے چھپ جائیں تو نماز تو ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جب نماز پڑھو تو لٹکتے کپڑے کو اٹھالو۔ کہ اس میں سے جو شے زمین کو پہنچے گی وہ نار میں ہے۔ اور اٹھانے کا مطلب ہے اوپر کھینچنا۔ نہ کہ اڑس لینا۔ کہ اڑس لینا کف ثوب ہے۔ اور کف ثوب، میں کراہت اور زیادہ۔ کہ علماء نے اسے مکروہ تحریمہ میں ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

فجر اوّل وقت میں پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: شرائط نماز میں وقت کا ہونا بھی ایک شرط ہے اور مذہب احناف کے اصول پر تمام سال جس طرح عمل ہوتا رہتا ہے وہی درست ہے لیکن کسی خاص مدت کیلئے اصول احناف کو نظر انداز کر کے اپنے مفاد کو ترجیح دینا از روئے شریعت کیسا ہے؟ مثلاً نماز فجر تمام سال طلوع آفتاب سے آدھے گھنٹے قبل پڑھی جاتی ہے اور ماہ رمضان میں جماعت کے چند سرکردہ افراد کی خوشنودی کی خاطر طلوع آفتاب سے تقریباً سوا گھنٹے یا ایک گھنٹے قبل پڑھی جاتی ہے تاکہ تاجر طبقہ کو آرام کیلئے آدھا گھنٹہ مل جائے تو ایسی صورت میں مذہب احناف کے اصول سے انحراف لازم آتا ہے لہٰذا براہ کرم صحیح جواب سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام علیک ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، السائل خطیب مسجد عثمانیہ نائن کارپڑ، حیدرآباد، مورخہ ۴ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

۷۸۶ الجواب: فجر کا وقت، طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔ اس دوران جب بھی نماز پڑھی جائے گی بلا شک وشبہ درست ہوگی۔ البتہ فجر میں تاخیر مستحب ہے یعنی اسفار میں جب، خوب اجالا پھیل جائے اور زمین روشن ہو جائے شروع کرے۔ ہمارے نزدیک یہی مسنون ہے کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے۔ وجہ اس کی نمازیوں کی کثرت ہے۔ اب اگر نمازیوں کی کثرت اول وقت میں متوقع ہو جیسے کارخانوں اور فیکٹریوں کے قریب کی مسجدیں کہ لوگ یہی چاہتے ہیں کہ اول وقت نماز پڑھ کر، اپنے اپنے کاموں پر جائیں۔ اور اس بناء پر فجر اول وقت میں پڑھادی تو یہ مذہب حنفی کا ترک کرنا نہ ہوا۔ یونہی رمضان المبارک کے ایام میں، اول وقت نماز پڑھ لی جائے تو نمازیوں کی کثرت ہوگی اور ثواب زیادہ ملے گا، تو یہ اسی حکمت پر عمل ہوا، جس کے لیے اجالے میں نماز پڑھنا مستحب تھا۔ تو مذہب حنفی کا ترک کہاں لازم آیا۔ مسلمانوں کے ساتھ نیک گمان کرنا چاہیے۔ آپ نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ تاجروں کے آرام کی خاطر ایسا کیا گیا۔ یہ کیوں نہ سمجھے کہ کثرت ثواب کی نیت سے کیا گیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

معذور صف میں کہاں بیٹھے؟

اوال محترم جناب مفتی صاحب، السلام علیکم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: (۱) میرے پیروں میں سخت درد ہے بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہوں کہ نہیں؟ (۲) جہاں جگہ مل جائے بیٹھ جاؤں یا آخر صف میں بیٹھوں۔ جہاں جگہ مل جائے وہاں بیٹھ جاتا ہوں تو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آخر صف میں بیٹھو۔ مہربانی فرما کر حکم شرعی سے مطلع فرمائیں کہ جہاں جگہ مل جائے بیٹھ سکتا ہوں یا نہیں؟
اس کا جواب ضرور دیں۔ سائل۔ حاجی عبدالواحد معرفت ظہور احمد، مکان نمبر 1835 بتاشہ گلی، حیدرآباد

۷۸۱ الجواب: آدمی اگر عصا یا دیوار کے سہارے بھی کھڑا نہ ہو سکے تو اسے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی اجازت ہے لیکن اگر کچھ دیر بھی کھڑا ہو سکتا ہے اگر چہ اتنا ہی کھڑا ہو کہ تکبیر تحریمہ کہہ سکے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا ہی کہے پھر بیٹھ جائے اور اپنی نماز پوری کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو لوگ واقعۃً کھڑے ہو کر نماز پڑھنے پر قادر نہیں وہ صف میں جہاں چاہیں بیٹھ کر نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن حکم شرعی یہ ہے کہ صف کے دائیں یا بائیں بیٹھیں تا کہ کاہلوں کو کوئی سند ہاتھ نہ آئے اگر محض کاہلی کی وجہ سے آدمی بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو نماز سب کی مکروہ ہوگی اس لئے اسے درمیان میں نہیں بلکہ کنارہ پر بٹھایا جائے گا تا کہ دوسروں کی نمازیں کراہت سے محفوظ رہیں اور جو لوگ دیوار کے سہارے سے کھڑے ہو سکتے ہیں ان کیلئے تو قطعاً یہی حکم ہوگا کہ وہ کنارے پر رہیں اور کھڑے ہو کر جب تک پڑھ سکیں پڑھیں۔ یہ بیٹھ کر پڑھیں گے تو ان کی نماز نہ ہوگی اور قطع صف ہوگی تو دوسروں کی نمازیں بھی خراب ہونگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

سجدہ سہو کب لازم ہے/ امردوں کو کس رنگ کے کپڑے جائز ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ درج ذیل مسائل کے کہ: (۱) الف۔ سہو کی کیا تعریف ہے؟ ب۔ کتنی قسمیں ہیں؟ ج۔ کن کن حالات میں لازم ہے؟ (۲) اگر زید نے عصر کی نماز میں جو کہ سری ہے جہر کر دیا اور یہاں تک قرأت کی الحمد لله رب العا اور پھر مقتدی نے لقمہ دیا تو کیا سجدہ سہو لازم آگیا یا نہیں اور اگر سجدہ سہو نہ کیا تو کیا حکم ہے؟ صفحہ کا حوالہ دے کر مشکور فرمائیں۔ (۳) کیا امام کو بغیر پٹکا جو کہ سنت رسول ہے نماز پڑھنا جائز ہے؟ (۴) کیا امام کو ٹخنوں کے نیچے تک شلوار پہننا جائز ہے اور امامت کے وقت شلوار کو اونچا کر لے کیا یہ بھی جائز ہے؟ ٹخنوں سے نیچے تک شلوار پہننے کے متعلق کسی کی روایت سے حدیث میں بیان دیا گیا ہے مہربانی فرما کر مفصل بیان فرمائیں۔ (۵) کیا امام کو رنگین اور ریشمی کپڑے پہننا جائز ہیں۔ فقط حافظ محمد اسماعیل، مبارک منزل، مکان نمبر 101 بلاک E، یونٹ نمبر ۸، لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۲ الجواب: واجبات نماز میں سے جب کوئی واجب رہ جائے یا مقدم موخر یا مکرر ہو جائے اس کی تلافی کیلئے جو سجدہ شریعت نے مقرر کیا ہے اسے سجدہ سہو کہتے ہیں۔ واجب کی تاخر، رکن کا تقدم یا تاخر یا اس کی تکرار یا واجب میں تغیر وتبدیل یہ

سب بھی ترک واجب ہیں۔ اور قصداً واجب ترک یا فرض ترک ہو گیا تو سجدہ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔ ترک واجب کی صورت میں اعادہ واجب ہے۔ اور فرض ترک ہو گیا تو نماز جاتی رہی (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایک جہری نماز میں بقدر جواز نماز یعنی ایک آیت کی مقدار آہستہ پڑھی، یا سری نماز میں جہر سے پڑھی تو سجدہ سہو واجب ہے۔ صورت مذکورہ میں الحمد للہ رب العالمین مقدار آیت نہیں ہے تو سجدہ سہو لازم نہیں۔ (درمختار)

(۳) اس میں شک نہیں کہ بغیر عمامہ کے نماز جائز ہے اور عمامہ کے ساتھ افضل ہے مگر اس کے باوجود پٹکا نہ ہونے سے نماز میں کوئی کراہت نہیں آتی۔ صرف ترک اولیٰ ہوا جو مکروہ نہیں تاوقتیکہ اس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) شلوار کا گٹوں سے نیچا رکھنا اگر براہ تکبر ہے تو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی ہے۔ البتہ شلوار کو اڑس لینا جیسا کہ عموماً لوگ کر لیتے ہیں یہ کف ثوب ہے اس سے نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے یا اوپر کی طرف شلوار اٹھالیں تو یہ شرعاً مطلوب ہے لیکن امام کو آخر اس کی ضرورت ہی کیا ہے کہ وہ نیچی پہنے اسے اس وعید سے ڈرنا چاہیے جو ٹخنوں سے نیچے ازار کی بابت آئی کہ وہ جہنم میں ہے (فتاوی عالمگیریہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب نماز پڑھو تو لٹکتے کپڑے کو اٹھالو کہ اس میں سے جو شے زمین کو پہنچے گی وہ نار میں ہے۔ (بخاری فی التاریخ والطبرانی) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) کسم یا زعفران کا رنگا کپڑا پہننا مرد کو منع ہے باقی رنگ مردوں کو بھی جائز ہیں مگر حکم یہ ہے کہ شوخ رنگ کے کپڑے خصوصاً جن رنگوں میں زنانہ پن ہو مرد اس کو نہ پہنے۔ خصوصاً علماء ائمہ کرام کو تو ایسے کپڑے پہننے چاہییں کہ وہ پہچانے جائیں تا کہ لوگوں کو اس سے استفادہ کا موقع ملے اور علم کی وقعت لوگوں کے ذہن نشین ہو، رہا ریشمی کپڑا یعنی جو خاص ریشم کا ہو وہ مرد کیلئے حرام ہے لیکن آج کل جو کپڑے ریشمی کہے جاتے ہیں وہ مصنوعی ریشم کے ہیں ان سے بھی بچنا چاہیے تا کہ دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ نہ بنے۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

نماز میں پائنچہ پلٹنا/ سجدہ سہو کب لازم ہے؟ دونوں پیروں میں کتنا فاصلہ ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس سلسلہ میں کہ: (۱) نماز میں پاجامہ کو نیچے سے پلٹنا یا اوپر سے نیفے میں موڑنا؟ (۲) الحمد شریف ختم ہونے کے بعد دوسری سورت ملانے میں اگر دیر ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ (۳) نماز میں کھڑے ہونے میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیے؟ سائل۔ اسرار حسین، لطیف آباد نمبر ۱۱، بریلی کالونی، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: (۱) پاجامہ یا شلوار وغیرہ کو نیچے سے پلٹنا، یا اوپر سے نیفہ میں اڑس لینا، دونوں کف ثوب یعنی کپڑا سمیٹنے میں داخل ہیں۔ اور کف ثوب نماز میں مکروہ تحریمی۔ شلوار وغیرہ اولاً تو اتنا نیچی ہونی ہی نہ چاہیے کہ ٹخنے چھپ جائیں۔ اور ہے تو اوپر کھینچ لینے سے کراہت سے نجات مل جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار، سورت ملانے میں تاخیر ہو گئی تو سجدہ سہو واجب ہو گیا۔ اس سے کم کی تاخیر میں نماز صحیح

ہے۔سجدہ سہو کی حاجت نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم
(۳)دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ رکھیں۔یہی مسنون و مستحب ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

سجدہ کرنے کا صحیح طریقہ

سوال: بخدمت جناب عالی مفتی اعظم سندھ صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم، گذارش یہ ہے کہ: اگر ایک پیش امام صاحب نماز کی جماعت کرواتے ہوئے بلا عذر یا عذر سے اپنے گھٹنوں سے پہلے ہاتھ زمین پر ٹیک لے تو نماز ہوجاتی ہے یا نہیں اور مقتدی حضرات ایسی حالت میں کیا کریں۔مہربانی فرما کر شریعت کی رو سے مطلع فرمائیں۔کیونکہ ہمارے گاؤں کی مسجد میں یہ مسئلہ ایک شخص نے اٹھایا ہے۔ نوازش بندہ ہاشم علی ولد عبدالعزیز آرائیں، مکان F-45/549 ویسٹ کچہ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** سجدہ میں جاتے وقت زمین پر پہلے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی۔اور جب سجدہ سے اٹھے تو اس کا برعکس کرے۔رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کو جاتے تو پہلے گھٹنے رکھتے پھر ہاتھ۔اور جب اٹھتے تو پہلے ہاتھ اٹھاتے پھر گھٹنے۔یہی مسنون ہے۔اس کے خلاف کرنا ترک سنت ہے۔اب اگر کسی عذر کے باعث ہو تو نماز میں کوئی کراہت نہیں۔ ہاں اس کی عادت نہ ڈالی جائے۔اور بہر حال اس سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔(عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی الحجہ ۱۴۰۳ھ

سنت غیر مؤکدہ کا ترک کرنا / معذور کون ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ
(۱)غیر موکدہ سنت جو چھوڑ دی جاتی ہیں وہ چھوڑ دینا درست ہے یا ادا کرنا درست ہے؟ (۲)ثنا جو نماز میں پہلے پڑھی جاتی ہے وہ پہلی رکعت میں پڑھی جاتی ہے یا کہ ہر رکعت میں پڑھی جائے اور فرضوں میں پڑھی جاتی ہے یا کہ سنتوں میں نفل وتر میں بھی پڑھی جاتی ہے؟ (۳)طلاق کس طریقے سے دینا درست ہوتی ہے گواہوں کے بغیر اکیلے میاں بیوی طلاق دے سکتے ہیں یا نہیں؟ (۴)اگر عورت حاملہ ہو تو اس کو طلاق ہوسکتی ہے یا نہیں اگر ہوجاتی ہے تو اس کے شرائط کیا ہیں؟ (۵)شرعی طور پر مسلمان کو تجارت میں کم سے کم ایک روپیہ پر کتنا منافع لینا جائز ہے؟ (۶)اگر کسی مومن مسلمان کو پیٹ کی بیماری کی وجہ سے بار بار ہوا خارج ہو تو نماز اور قرآن پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ عبدالحمید، مدینہ مسجد، بنگالی کالونی، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** سنت غیر مؤکدہ پر عمل کرنا بھی شرعاً مطلوب، پسندیدہ اور باعث ثواب ہے۔اسے چھوڑ دینا اس ثواب سے محرومی ہے اگرچہ اس ترک پر مؤاخذہ و عتاب نہ ہو۔تو آتا ثواب بلاوجہ کیوں چھوڑے۔واللہ اعلم
(۲)فرض، واجب اور سنت مؤکدہ میں، ثناء صرف پہلی رکعت میں پڑھیں، ہر رکعت میں نہیں۔البتہ سنت غیر موکدہ یا نفل میں، جب تیسری کیلئے کھڑا ہو تو ثناء پڑھنا مستحب ہے۔(درمختار) واللہ اعلم

(۳) شوہر اگر تنہائی میں، یا صرف بیوی یا کسی اور کے روبرو، طلاق دیدے اور اسے اس کا اقرار ہو تو طلاق معتبر ہوگی۔ گواہوں کی ضرورت اس لیے پیش آتی ہے کہ وہ اگر انکار کردے تو گواہوں سے طلاق ثابت کی جاسکے گی (درمختار وغیرہ) واللہ اعلم

(۴) طلاق واقع ہونے کیلئے عورت کی جانب سے کوئی شرط نہیں۔ حاملہ ہو اور شوہر طلاق دیدے تو ضرور اس پر طلاق پڑ جائے گی۔ البتہ اس کی عدت، وضع حمل ہے کہ جب بچہ پیدا ہوگا عدت گزر جائے گی۔ اگر چہ طلاق کے فوراً بعد (عامۂ کتب) واللہ اعلم

(۵) بیع میں دھوکہ دہی فریب اور جھوٹ شامل نہ ہو تو منافع کی کوئی حد مقرر نہیں کہ اس سے زیادہ لینا حرام ہو جائے۔ واللہ اعلم

(۶) ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہو کہ نماز کا پورا وقت، شروع سے آخر تک اس حالت میں گزر جائے کہ وضو کرکے، کوشش کے باوجود نماز فرض ادا نہ کرسکے کہ ادھر وضو کیا ادھر ٹوٹ گیا، تو شرعاً ایسا شخص معذور ہے۔ اور ایسے معذور کیلئے حکم یہ ہے کہ وقت میں وضو کرے اور آخر تک یعنی جبتک اس نماز کا وقت باقی ہے اس وضو سے نماز و تلاوت کرتا رہے۔ اس بیماری سے اس کا وضو نہ جائے گا، جیسے قطرے کی بیماری یا ہوا کا خارج ہوتے رہنا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

مسجد کی ٹوپی میں نماز پڑھنا

سوال: مکرمی و محترمی جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب دامت برکاتہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! آجکل اکثر مساجد میں کھجور کی ٹوپیاں بعض حضرات ڈال دیتے ہیں ان کو اوڑھ کر اکثر حضرات نماز فرض اور سنت نفل وغیرہ پڑھتے ہیں اور اکثر ٹوپیاں ٹوٹی ہوئی بھی ہوتی ہیں لیکن انہی کو پہن کر نماز پڑھ لیتے ہیں حالانکہ اس پوزیشن سے وہ حضرات کسی دوسرے مقام پر جاتے ہوئے شرم بھی محسوس کرتے ہیں تو کیا ایسی صورت سے نماز فرض باجماعت یا تنہا پڑھنا مساجد یا گھر میں جائز ہے یا نہیں اور اگر نماز ایسی حالت میں ہو جاتی ہے تو کیا مکروہ ہوتی ہے اور مکروہ کی کون سی قسم ہوتی ہے جواب باصواب سے ضرور بالضرور آگاہ کریں نوازش ہوگی۔ **بینوا بالکتاب توجروا فی یوم الحساب**

فقط والسلام از جانب حافظ فہیم الدین، انور انڈسٹریل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ، حیدر آباد، سندھ، 14/11/1982 بروز اتوار

۷۸۶ الجواب: فقہائے کرام ارشاد فرماتے ہیں **وتکرہ الصلوۃ فی ثیاب البذلہ** ۔ کام کاج کے کپڑوں میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ یعنی جو کپڑے میلے کچیلے ہوں خواہ ایسے کہ انہیں پہن کر آدمی بڑوں کے روبرو نہ جاسکے۔ **مالا یذھب بہ الی الکبراء** ۔ اور اس قول آخر سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جس حالت و ہیئات میں آدمی بڑوں کے سامنے جاتے ہوئے شرمائے ان میں نماز نہ پڑھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسے موقع کیلئے ارشاد فرمایا کہ "اگر میں تمہیں کسی کے پاس، کسی کام سے بھیجوں، تو کیا تم ایسے کپڑوں میں جاسکو گے؟ عرض کیا "نہیں"۔ فرمایا تو پھر خدائے قدوس کے دربار میں ان کپڑوں میں کیوں جاؤ" اور ظاہر ہے کہ ایسی ٹوپی خصوصاً جبکہ وہ ٹوٹی ہوئی ہو، آدمی مسجد سے باہر سر پر رکھنا بھی گوارا نہیں کرتا، بڑوں کے سامنے جانا درکنار، تو نماز میں وہ کیوں اسے گوارا کرتا ہے۔ **اللہ احق ان تتزین لہ**۔ اور بہر حال یہ ایک

ناپسندیدہ فعل ہے لیکن نہ ایسا کہ اس پر وعید آئی ہو۔ لہٰذا مکروہ تنزیہی ہے جس کا ماحصل یہی کہ کرنا نہ چاہیے۔ گوارا نہ ہونا چاہئے۔ اس سے بچنا چاہئے۔ اور جب کہ وہ مکروہ تنزیہی ہے تو اس کے باعث مسجد و جماعت کو چھوڑنا جائز نہیں کہ نماز باجماعت واجب ہے اور اس کا بلاعذر شرعی ترک کرنا گناہ۔ نماز کا اہتمام کریں۔ اور کچھ نہ ہو تو کپڑے کی ٹوپی ہی جیب میں رکھیں تا کہ بوقت نماز کام آسکے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

تصویریں لگی ہوں تو نماز کا حکم/کن مردوں سے پردہ ہے/عورتوں کا جماعت سے جمعہ اور عید پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) جس گھر میں تصویریں فریم میں لگی ہوں یا ویسے ہی لگی ہوں اس گھر میں اگر نماز پڑھیں تو نماز میں کوئی خرابی تو نہیں ہوگی؟

(۲) عورتوں کو کن مردوں سے پردہ کرنا چاہئے اور کن مردوں سے نہیں؟

(۳) اگر عورتیں عید کی نماز پڑھیں تو کیا وہ نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ اس طرح جمعہ کی نماز ہوگی یا نہیں؟ مکمل تفصیل سے بیان فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے عظیم فرمائے۔ والسلام مولانا نور محمد، ٹنڈو الہیار

۷۸۶ **الجواب:** جس گھر میں جاندار کی تصویر ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے خواہ وہ فریم میں ہو یا یونہی دیوار وغیرہ پر چسپاں کردی جائے اور مقصود اس سے گھر کی زینت ہو اور جس مقام پر جاندار کی تصویر ہو خواہ دائیں یا بائیں خواہ آگے یا پیچھے خواہ سر پر وہاں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے کہ دوبارہ صحیح طور پر اس کا پڑھنا واجب ہوتا ہے۔ (عامۂ کتب) واللہ اعلم

(۲) ہر وہ مرد جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہو سکے اور جسے شرع میں محرم کہتے ہیں اس کے علاوہ جتنے مرد ہیں وہ سب اجنبیوں کی طرح ہیں اور پردہ ان سے لازم ہے حتیٰ کہ چچا ماموں پھوپھی وغیر محرم رشتہ داروں کے بیٹے کہ یہ بھی اجنبیوں کے حکم میں ہیں اور ان سے بہر حال احتیاط لازم۔ حکم شرعی حاکم ہے۔ ہمارے رسم و رواج جو خلاف شرع ہوں وہ خلاف شرع ہی رہیں گے ہند و پاک کے علاقوں میں جو کچھ ہوتا ہے وہ ہرگز شرعاً پسندیدہ نہیں ہے۔ اور اتنا کرنا کیا دشوار ہے کہ موٹے دوپٹہ سے اپنا سر، کان، گردن، گلا، سینہ وغیرہ ڈھانپ لیا جائے چہرہ کی ٹکلی کھلی رہے تو گھر میں رشتہ داروں کے سامنے آنے میں زیادہ مضائقہ نہیں اور اجنبی مردوں کے سامنے آنا کسی طرح جائز نہیں۔ واللہ اعلم

(۳) عورتوں پر نہ جمعہ نہ عیدین بلکہ انہیں تو مسجدوں سے روکا جائے گا کہ خوف فتنہ ہے اور پڑھ لیں تو نماز ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸/ذی القعدہ ۱۴۰۳ھ

زراعت کی زمین وطن ہے یا نہیں؟ وطن اصلی کیا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ان مسائل میں کہ: (۱) جہاں زید کی جگہ، ایسی ہو کہ وہاں زمین کاشت کراتا ہے، اگر زید وہاں چند دن کو جائے تو نماز قصر کرے یا پوری کرے، وہ جگہ اس کی رہائش سے مسافت قصر کے فاصلے پر ہے۔

(۲) بکر بغرضِ تعلیم یا برائے معاش اپنے گھر سے دور رہتا ہے۔ جب گھر جائے تو نماز پوری کرے یا قصر کرے؟
(۳) مختلف جگہوں پر مستقل مکانات اور رہائشگاہیں ہیں اور ہر جگہ اس کی زمین یا اسکا کاروبار ہے۔ اور وہ اپنے اہل وعیال سمیت کبھی کسی جگہ کبھی کسی جگہ رہتا ہے۔ مثلاً اس کے کراچی، حیدرآباد ولائلپور میں کارخانے یا دوکانیں ہیں اور ہر جگہ اس کی مستقل رہائش گاہ بھی ہیں۔ اور وہ خاص طور پر کسی ایک مکان میں نہیں رہتا ہے۔ جتنے دن جس مکان میں جی چاہا رہا اور یہ بھی یاد رہے کہ اس کا پیدائشی وطن ہندوستان ہے وہ وہاں سے ہجرت کر کے یہاں آیا ہے اور اب تک اس کے والدین اور بھائی وغیرہ ہندوستان میں ہیں۔ تو اس صورت میں اس کا وطن اصلی کہاں ہے؟ کراچی یا حیدرآباد یا لائل پور یا تینوں شہر اس کے وطن اصلی ٹھہریں گے۔ شریعت فقہ حنفی سے بحوالۂ کتب جواب عنایت فرمائیں اور مشکور کریں۔ بینو بالبرهان توجروا عند الرحمن عرضدار، ایک سائل۔ محمد فاروق برکاتی۔ کراچی، 22/08/1978

۷۸۶ **الجواب:** (۱) وہ جگہ جہاں زید کی زمین کاشت ہوتی ہو، نہ اس کا وطن اصلی ہے نہ وطن اقامت۔ پندرہ روز سے کم عرصہ کیلئے وہاں رہنا پڑے تو زید قصر ہی کرے گا۔ اذا لمعتبر .... الدار۔ (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اس بات میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ آدمی یہاں اور اس کے والدین کسی شہر میں رہتے ہیں اور وہ اس شخص کی جائے ولادت نہیں اور نہ اس کے اہل وعیال وہاں ہوں تو وہ جگہ اس کیلئے وطن نہیں۔ (ردالمحتار) لہٰذا بکر اگر بسلسلہ تعلیم یا ذریعہ معاش کسی اور جگہ مقیم ہے اور وہیں رہتا ہے تو وہ جب اپنے والدین کے پاس جائے اور نیت اقامت نہ کرے یعنی اس کا ارادہ اپنے والدین کے پاس پندرہ روز کا قیام کا نہیں تو وہ یہاں قصر ہی کرے گا۔ پوری نماز ادا کرنا اس کیلئے جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وطن اصلی ہونے کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ یا اس کی پیدائش اس جگہ کی ہو یا اس کے گھر کے لوگ اہل وعیال وغیرہ وہاں رہتے ہوں یا وہاں سکونت اختیار کر لی اور یہ ارادہ ہے کہ یہاں سے نہ جائے گا۔ لہٰذا عمر کے اگر مختلف مقامات پر مکانات ہیں یا زمین ہیں یا اس کا کاروبار ہے تو وطن اصلی وہ جگہ مانی جائے گی جہاں اس کے اہل وعیال رہتے ہوں۔ دوسرے مقامات پر اگر پندرہ روز اقامت کی نیت سے جائے گا نماز پوری پڑھے گا کہ اب وہ اس کا وطن اقامت ہے ورنہ قصر ہی کرے گا۔ لان المعتبر فی کونه وطناً اصلیاً الاهلی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ

قصر کی مسافت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید روزانہ کاروباری حیثیت سے ۶۰ میل سفر کرتا ہے یعنی دونوں طرف کا سفر کل ۱۲۰ میل ہوتا ہے تو کیا اس کے اوپر نماز قصر جائز ہے یا ناجائز؟ اس فتوی کا جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔ بینوا توجروا۔ فقط والسلام حافظ سرفراز علی، ٹنڈو الہیار

۷۸۶ **الجواب:** آدمی جب اپنے وطن سے بہ نیت کاروبار کسی شہر کے قصد پر چلا جو کم از کم 57-1/2 (ساڑھے ستاون) میل

کے فاصلے پر واقع ہے اور وطن کی آبادی سے دور نکل گیا اس وقت سے قصر واجب ہے۔ راستہ بھر قصر ہی کرے گا اور جبکہ اس شہر میں قیام کا ارادہ نہیں بلکہ وہاں سے واپس آنے یا کہیں اور جانے کا قصد ہے تو وہاں جبتک ٹھہرے گا اس قیام میں بھی قصر کرے گا یونہی واپسی میں راستے میں راستے بھر قصر کریگا اور جب اپنے وطن کی آبادی میں آ گیا قصر جاتا رہا۔ (ہکذا فی الفتاوی الرضویہ)

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

قصر کیلئے مسلسل سفر شرط ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: میں تحصیل ہال بندولیٹ میں نائب تحصیلدار ہوں جس کی بناء پر اکثر اوقات دورے پر رہنا پڑتا ہے اور جب ہیڈ کوارٹر سے نکلتا ہوں تین دن تک اور کبھی ہفتہ تک، دورے (سفر) کی مدت ہوتی ہے جو شرعی لحاظ سے تین منزل سے زیادہ ہوتا ہے کیا اس دورے (ڈیوٹی) کے دوران مجھے نماز قصر کرنی چاہیے یا پوری پڑھنی چاہیے۔ اسی طرح اگر بادشاہ یا صدر اپنی حکومت میں دورے پر نکلے تو قصر نماز کرے یا پوری پڑھے۔ جواب بحوالہ اور مفصل دیں۔ صوفی مشتاق احمد قادری یوسفی، نائب تحصیلدار

۷۸۶ الجواب: دورہ غالباً جس طور پر ہوتا ہے کہ آٹھ آٹھ دس دس کوس یا میل کی نیت چلتے اور ایک جگہ پہنچ کر وہاں رکتے پھر دوسرے مقام کو روانہ ہوتے ہیں یہ حالت، حالت سفر نہیں اگر چہ اس میں سو کوس کا فاصلہ ہو جائے۔ اگر چہ اس طرح دنیا بھر کا گشت کر آئے۔ جب تک ایک نیت سے پورے چھتیس (۳۶) کوس یعنی ساڑھے ستاون میل (انگریزی کے نہ چلے) یعنی بیچ میں کہیں ٹھہرنے کی نیت نہ ہو تو وہ مسافر نہ ہوا۔ ہاں جو شرعاً مسافر ہو گیا وہ جہاں ہے وہاں بھی قصر کریگا اور وہاں سے ایک ہی میل یا کم ہو جائے خواہ زیادہ تو، وہاں بھی قصر کریگا جب تک پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت محل اقامت میں نہ کرے۔ یہ حکم بادشاہ و رعیت، حاکم و محکوم سب کو عام ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

قصر کب کرے؟/غسل میں کلمہ پڑھے؟

سوال: جناب مفتی صاحب، دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد، کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) بکر حیدرآباد سے کراچی جا کر ایک یا دو روز قیام کرتا ہے بتایئے وہ پنج وقتہ نماز قصر پڑھے؟ اور کیسے پڑھے؟ (۲) خود نماز نہ پڑھے اور دوسروں کو تلقین کرے کیسا ہے؟ (۳) نہاتے وقت کلمہ وغیرہ پڑھنا درست ہے؟

۷۸۶ الجواب: شرعاً مسافر وہ شخص ہے جو تین دن کی راہ تک جانے کیلئے گھر سے باہر ہوا اور خشکی میں میل کے حساب سے اس کی مقدار تقریباً 57-1/2 (ساڑھے ستاون) میل ہے لہٰذا حیدرآباد سے کراچی جانے والا حیدرآباد کی آبادی سے نکلتے ہی مسافر ہے۔ اور جب تک پورے پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ کرے وہ مسافر ہی رہے گا اور اس پر واجب ہوگا کہ نماز

قصر کرے یعنی چار رکعت والے فرض کو دو رکعت پڑھے اگر قصداً چار پڑھے گا تو گناہگار ہوگا۔ سنتوں میں قصر نہیں بلکہ پوری پڑھی جائیں گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز نہ پڑھنا سخت گناہ اور دنیا و آخرت میں محرومی کا باعث ہے لیکن دوسرے سے نماز کیلئے کہنا تو کوئی جرم و گناہ نہیں کہ اس پر اعتراض ہو اور اس کی بات نہ سنی جائے۔ ہاں خود نماز پڑھے اور دوسروں کو تلقین کرے تو زیادہ موثر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) نہاتے وقت بالخصوص غسل خانہ میں آدمی برہنہ ہوتا ہے دعائیں وغیرہ نہ پڑھے باہر آ کر پڑھے یا فارغ ہو کر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

یکم رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الامامۃ

مقتدی کے لئے آداب

سوال: علماء کرام ومفتیان عظام دریں حالات کیا فرماتے ہیں کہ

۱۔ ایک شخص جو قوم سے قصاب ہے ناخواندہ ہے نماز یاد نہیں ہے اپنی محلہ کی مسجد کو ترک کر کے ہر وقت دوسروں کی مسجد میں کسی خاص ذاتی مفاد کی وجہ سے نماز پڑھتا ہے اور جماعت میں امام کے نزدیک پنکھا چلانے پر ضد کر کے نماز پڑھتا ہے۔

۲۔ جماعت کی نماز سے امام جب سلام پھیرتا ہے تب یہ شخص فوراً کلمہ شہادت کی بڑے زور کے ساتھ تین چار بار بالجہر ضرب لگاتا ہے جس کی وجہ سے دیگر نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔

۳۔ قبل از دعا امام صاحب سے پیشتر ربنا آمین کا بھی نعرہ شروع کر دیتا ہے اور یا ''حق'' کا بھی بہت زور سے استعمال کرتا ہے جبکہ امام درود شریف پڑھتا ہے۔

۴۔ یہ شخص ایک مخصوص جگہ پر پنکھے کے نیچے امام کے پیچھے ضداً نماز پڑھتا ہے اور اس کی جگہ پر کوئی دیگر بیٹھ جائے تب ناراض ہوتا ہے۔

۵۔ ہر قسم کی غلط تکلیف دہ حرکات سے اگر کوئی منع کرتا ہے تب فوراً آمادہ فساد ہو کر فحش گالیاں دیتا ہے جس کی وجہ سے عموماً مسجد کے اندر فساد ہو جاتا ہے اور اندیشۂ نقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ تمام مفصل حالات تحریر فرمائیں اور اس شخص کی یہ حرکات جن سے اندیشہ نقص امن بھی ہے اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں؟

دعا گو عبداللہ خان عبدالکریم خان، مکان نائن کا پڑ حیدرآباد سندھ

۷۸۲ الجواب: مسجد محلہ میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو مسجد جامع سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہو (بہار شریعت بحوالہ صغیری وغیرہ) لہٰذا بلا وجہ شرعی مسجد محلہ کو چھوڑنے کی اجازت نہیں بالخصوص جبکہ دوسری مسجد کے نمازی اس سے شاکی ہوں۔ واللہ اعلم

۲۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے عقلمند لوگ میرے قریب ہوں۔ (مسلم شریف) یعنی سنی صالح لائق امامت، کہ ضرورتاً امام کی نیابت کر سکے۔ اور مسجد میں کوئی جگہ اپنے لئے خاص کر لینا کہ وہیں نماز پڑھے یہ مکروہ ہے (عالمگیری وغیرہ) ظاہر ہے کہ اس کے لئے لڑنا جھگڑنا اور ضد کرنا اور زیادہ مکروہ۔ واللہ اعلم

۳۔ ذکر بالجہر جائز ہے لیکن نمازیوں کی نماز میں کوئی خلل واقع نہ ہو تو ذکر جائز ہے ورنہ آہستہ کرنا چاہیے تاکہ نمازیوں کو ایذاء

نہ ہو۔ واللہ اعلم

۴۔ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ مسجدوں کو جھگڑے اور آواز بلند کرنے سے بچاؤ۔ فقہائے کرام کا ارشاد ہے کہ اس شخص کو جو لوگوں کو زبان سے ایذاء دیتا ہو مسجد سے روکا جائے گا۔ (درمختار وردالمحتار وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸؍ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

لقمہ دینے کے لئے السلام علیکم نہ کہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ۱۔ امام چار رکعتیں پڑھ کر کھڑا ہوتا ہے اور مقتدی بیٹھے رہتے ہیں ایک صاحب لقمہ دیتے ہیں ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ'' لیکن امام صاحب نے کوئی سماعت نہیں کی دوبارہ چند شخصوں نے ایک وقت میں لقمہ دیا مذکورہ بالا الفاظ کی طرح یا اللہ اکبر کہا امام صاحب واپس بیٹھ جاتے ہیں اور سجدہ سہو ادا کرنے کے بعد نماز پوری کردی آیا نماز ہوئی یا نہیں؟

۲۔ ایک شخص نے جماعت میں تین رکعت نماز پڑھی امام صاحب کے سلام کے ساتھ بھول کر دونوں طرف سلام پھیر دیا اور فوراً کھڑا ہو گیا ایک رکعت سجدہ سہو کے ساتھ ادا کی نماز ہو گی یا نہیں؟

۳۔ ایک شخص نے جماعت کے ساتھ فرض نماز ادا نہیں کی وہ شخص وتر جماعت سے ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ وتر نماز رمضان المبارک کے علاوہ جماعت سے ادا کیوں نہیں کیے جاتے؟ رسول بیگ ٹیلر حسین آباد

۷۸۶ **الجواب:** ۱۔ اگر بغیر تشہد قعدہ اخیرہ کر چکا ہے اور کھڑا ہو گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے اور سجدہ سہو کر کے سلام پھیر دے اور قعدہ اخیرہ بھول گیا تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو لوٹ آئے۔ اور سجدہ سہو کرے اور اگر اس رکعت کا سجدہ کر لیا تو سجدہ سے سر اٹھاتے ہی وہ فرض نفل ہو گیا لہٰذا فرض نماز دوبارہ پڑھے۔ (درمختار وغیرہ) واللہ اعلم

۲۔ اگر مسبوق نے امام کے ساتھ سہواً سلام پھیر دیا اور یہ سلام امام کے ساتھ معاً بلا وقفہ تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب نہیں اور اگر سلام امام کے کچھ دیر بعد پھیرا تو کھڑا ہو جائے اور اپنی نماز پوری کر کے سجدہ سہو کرے۔ (درمختار وردالمحتار) واللہ اعلم

۳۔ اگر نماز عشاء جماعت سے نہ پڑھی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو حکم ہے کہ وتر تنہا پڑھے۔ (درمختار وردالمحتار) واللہ اعلم

۴۔ آپ حکم شرعی پوچھیے حکمت کے آگے نہ لگئے۔ واللہ اعلم

تنبیہ:۔ امام صاحب کو لقمہ سبحان اللہ کے الفاظ سے دینا چاہیے جن صاحب نے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہہ کر لقمہ دیا ان کی نماز جاتی رہی کہ سلام دوران نماز قصداً یا سہواً نماز کو فاسد کر دیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲؍ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

مغرب میں فلق اور ناس کی قرأت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس صورت مسئولہ میں کہ: مغرب کی نماز فرض میں امام کو معوذتین

(قل اعوذ برب الفلق قل اعوذ برب الناس) پڑھنا کیسا ہے۔ کیونکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ یہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ اگر مغرب کے فرض میں معوذتین کو پڑھا گیا تو فرض عشاء کی قرات کے لئے پھر پیچھے سے پڑھنا پڑھے گا۔ اور یہ خلاف ترتیب مغرب وعشاء کے درمیان پڑھنا ناجائز ہے اب عرض ہے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ اور کیا یہ خلاف اولی تو نہیں۔ بحوالہ کتب جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقعہ دیں۔ بینوا بالبرہان، توجروا عند الرحمن

عرضدار مولوی برہان الدین چشتی، حیدرآباد، ۱۹۶۹-۵-۱۰

۷۸۶ الجواب: سائل نے جن بعض حضرات کا یہ خیال مذکورہ بیان کیا، وہ کوئی ایسے حضرات ہیں جو اپنی علمی قابلیت کے زعم میں اپنے قیاسات فاسدہ سے مسائل شرعیہ گڑھ کر بیان کرتے ہیں اصل مسئلہ" یہ ہے کہ ایک ہی نماز کی رکعتوں میں قرآن کریم اس طرح پڑھنا کہ دوسری رکعت میں پہلے والی سے اوپر کی سورت پڑھے یہ مکروہ تحریمی ہے۔ مثلاً پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکفرون پڑھی اور دوسری میں الم ترکیف (درمختار) دوفرض نمازوں کے لئے یہ قید نہیں قول مذکور نامسموع بلکہ غور فرمایئے تو مردود ہے کہ مغرب میں قصار مفصل اور عشاء میں اوساط مفصل کا پڑھنا سنت ہے (درمختار وغیرہ) لم یکن سے آخر تک کی سورتوں کو قصار مفصل اور سورۂ بروج سے لم یکن تک کی سورتوں کو اوساط مفصل کہتے ہیں۔ (عامہ کتب متون وشروح) اب یہ حضرات کیا اس طریق مسنون کو اپنے اس قیاس فاسدہ کی بناء پر ناجائز قرار دیں گے۔ دوفرض نماز تو دوفرض نمازیں، ایک ہی وقت کی دونمازوں میں بھی یہ ترتیب کہیں وارد نہیں۔ جو یہ حضرات بیان کرتے ہیں وہ ترتیب صرف ایک ہی وقت کی نمازوں کی رکعتوں کے لئے ہیں نہ کہ مطلق۔ مثلاً جس نے مغرب کی دونوں رکعتوں میں قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھی وہ فرضوں کے بعد سنتوں میں اور سنتوں کے بعد نفل میں یقیناً اس سے اوپر کی سورتوں کو پڑھ سکتا ہے۔ مثلاً الم ترکیف اور لا یلاف قریش۔ اور ان حضرات کو اصرار ہے تو کتب فقہیہ کے حوالہ سے بیان فرمائیں ورنہ مسلمانوں کو غلط مسائل بتا کر فتنہ نہ بپا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وھوالموفق للصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

نماز کے بعد مصافحہ کرنا

سوال: علماء دین آپ سے ہماری اپیل ہے کہ ہماری چھوٹی سی مسجد توکل کی جماعت میں مصافحہ کرنے سے انتشار پیدا ہوا ہے اس لئے آپ سے گذارش ہے کہ بعد جمعہ اور فجر مصافحہ کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اور مسجد کے اندر سنت وغیرہ پڑھنا لازم ہے یا نہیں؟ اس کے لئے ہم فتوی لینا چاہتے ہیں۔ ہمارا پتہ یہ ہے

توکل مسجد، حیدرآباد گاڑی کھاتہ قاضی قیوم روڈ، فضل پروپژن اسٹور مولانا محمد سومار کو ملے

۷۸۷ الجواب: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت تواتر سے ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے ایک حدیث یہ ہے کہ جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو حرکت دی اس کے تمام گناہ گر جائیں گے۔ جتنی بار

ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا سنت ہے، اور مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر وعصر کے بعد یونہی جمعہ کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا اس سے مراد بدعت حسنہ ہے۔ (درمختار)۔ واللہ اعلم

۲۔ نفل نماز گھر پر پڑھنا افضل ہے مگر تراویح وتحیت المسجد اور واپسی سفر کے دو نفل ان کو مسجد میں پڑھنا بہتر ہے اور اگر یہ خیال ہو کہ گھر جا کر کاموں کی مشغولیت کے سبب نوافل فوت ہو جائیں گے یا گھر میں جی نہ لگے گا اور خشوع کم ہو جائے گا تو مسجد میں پڑھے۔ (درمختار) اور نوافل کے احکام سنتوں کو بھی شامل ہیں۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۸۸ھ

صرف ٹوپی سے نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ عمامہ شریف کو سنت مستحبہ جانتے ہوئے خالی ٹوپی گاہے گاہے پہننی جائز ہے یا گمراہی؟

۲۔ جو شخص خالی ٹوپی پہننے کو علامت مشرکین اور گمراہی کہتا ہے اس کے بارے میں کیا حکم؟

۳۔ عمامہ شریف سنت ھدیٰ واجب ہے یا سنت لازمہ متواترہ دائمہ مستحبہ، بالدلائل بیان فرمائیں؟ فقط السائل: مولوی نور محمد

۷۸۲ **الجواب:** عمامہ مستحبات نماز سے ہے اور ترک مستحب سے خلل در کنار کراہت بھی لازم نہیں آتی۔ ذلك لان التعمم من سنن الزوائد و سنن الزوائد حکمها حکم المستحب۔ درمختار میں لکھا ہے کہ لها اداب ترکه لا یوجب اساءة ولا عتابا کترك السنن الزوائد لکن فعلها افضل۔ ھکذا فی الفتاوٰی الرضویه (ج ۳ صفحہ ۴۵۱)۔ اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وہ استحباب عمل سے ہے، محمود اور مقام آداب کے مناسب۔ رہا نماز کے علاوہ عمامہ کا استعمال اس کے متعلق علامہ ملا علی قاری نے بعد، ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ارشاد فرمایا۔ ھذا کله یدل علی فضیلة العمامة مطلقا نعم مع القلنسوة افضل و لبسها و حدها مخالف للسنة کیف وھی زی الکفرة و کذا المبتدعة فی بعض البلدان۔ ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقاً ثابت ہوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنت ہے اور کیونکر نہ ہو کہ وہ کافروں اور بعض بلاد کے بدمذہبوں کی وضع ہے کذا افادہ الفاضل البریلوی فی فتاوٰی رضویه (ج ۳ صفحہ ۷۷) لیکن خالی ٹوپی کو مطلقاً مشرکین کی علامت کہنا غلط ہے بلکہ وہ قلنسوۃ جو خاص مشرکین اور مجوسیوں کی علامت ہے اس سے بچنا ضروری ہے کما بینه فی الفقه الاکبر، اور ایسی ٹوپی جو مشرکین کی علامت نہیں اس سے امامت اور نماز بلا کراہت جائز ہے اور درست ہے۔ اگرچہ مقتدی عمامہ کے ساتھ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۸ھ

فرض میں سجدہ کی آیت پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: اگر کوئی امام فرض نمازوں میں تسلسل کے ساتھ قرآن پاک پڑھتا ہو اور آیت سجدہ میں مقتدیوں کو آگاہ کر کے سجدہ تلاوت بھی کرتا ہو آیا ایسی صورت میں فرض نماز ہوگی یا نہیں؟ برائے نوازش تحریری مدلل فیصلہ فرمادیں۔ حافظ نور بخش کھاتہ چوک حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: نماز فرض ہو خواہ نفل قرآن کی کسی آیت کے پڑھنے کی ممانعت نہیں نہ کسی سورت کا پڑھنا ممنوع۔ اگرچہ اس آیت میں آیت سجدہ ہو البتہ نماز میں امام نے آیت سجدہ پڑھی تو اس کا سجدہ نماز ہی میں واجب ہے۔ امام پر بھی اور مقتدیوں پر بھی۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴/ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ

امام نیت کس طرح باندھے؟

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین وفقہائے شرع متین بیچ اس مسئلہ کہ: امام مسجد کے نیت باندھنے کا طریقہ کیا ہے۔ امام جب نماز پڑھائے گا تو نیت کس طرح سے باندھے گا؟ حاجی عظمت اللہ خان، لطیف آباد حیدرآباد، ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

۷۸۶ الجواب: امام کی نیت مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں یہاں تک کہ امام نے قصد کرلیا کہ میں فلاں کا امام نہیں ہوں اور اس نے اس کی اقتداء کی، نماز ہوگئی۔ مگر امام نے امامت کی نیت نہ کی تو ثواب جماعت نہ پائے گا (عالمگیری ودرمختار) لہٰذا امام بوقت امامت نیت یوں کرے کہ میں امام اس جماعت کا۔ اب اس جماعت میں ہر وہ شخص شامل ہے جو ختم نماز تک اس میں شریک ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

بغیر عمامہ کے امامت/گھڑی میں چین کا حکم

سوال: ۱۔ اگر پیش امام بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھ کر نماز پڑھتا ہے تو اس کا نماز پڑھنا کیسا ہے۔ جبکہ زید اس کو بلا کراہت جواز کا فتویٰ دیتا ہے۔ تو بغیر ٹوپی کے عمامہ باندھنا کیسا ہے؟

۲۔ دستی گھڑی بمع چین (لوہا، پٹا) پہن کر نماز پڑھنا و پڑھانا کیسا ہے۔ جبکہ زید اس کے جواز و بلا کراہت کا فتویٰ تحریر کر دیتا ہے۔ لہٰذا مہربانی فرما کر ان تینوں مسائل کو فقہ حنفی کی روشنی میں بمع حوالہ تحریر فرمادیں اور ایسے شخص پر کون سا فتویٰ لگتا ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ کس مذہب کا پابند ہے ایسے فتویٰ جاری کرنے والا کیا حنفی اہلسنت والجماعت ہے یا نہیں؟ احقر الناس محمد بشیر

۷۸۶ الجواب: ۱۔ یہ فعل خلاف سنت ہے حدیث شریف میں ہے الفرق بیننا و بین المشرکین العمائم علی

القلانس۔یعنی ہم میں اور مشرکوں میں ایک فرق یہ ہے کہ ہمارے عمامے ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنے اور پڑھانے پر جو شخص فتوی دیتا ہے اس سے کتابوں کے حوالے کا مطالبہ کریں اور وہ یہ دکھائے کہ کس کتاب میں اسے جائز بلا کراہت لکھا ہے۔ہمارے علمائے محققین تو اس سے نماز مکروہ تحریمی فرماتے ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

قنوت نازلہ

سوال: قنوت نازلہ پڑھنے کا کیا حکم ہے اور کیا طریقہ ہے؟ حافظ محمد جمیل قادری حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: قنوت نازلہ کے بارے میں تحقیق یہ ہے کہ فجر کی نماز کی دوسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے پڑھی جائے۔بعد قرأت قرآن امام ومقتدی ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہیں اور سب آہستہ دعائے قنوت پڑھیں۔جس مقتدی کو یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔امام کا جہر سے پڑھنا اور مقتدیوں کا اونچی آواز سے آمین کہنا یا فجر کے علاوہ کسی اور نماز میں قنوت نازلہ پڑھنا مذہب حنفی کے خلاف ہے۔(فتاوٰی رضویہ فتح القدیر وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۹۷ھ

صلوٰۃ التسبیح کی جماعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: کیا صلوٰۃ التسبیح کی جماعت کرانا جائز ہے یا کہ نہیں؟ حالانکہ ہر نفل کی جماعت سوائے صلوٰۃ استسقاء کے کوئی نماز جائز نہیں؟ زید کہتا ہے کہ نفل کی نماز مکروہ ہے اور اگر لوگ زیادہ تنگ کریں کہ نماز نفل جماعت کے ساتھ ہونی چاہیے تو پڑھی جاسکتی ہے؟ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر جواب سے مستفیض فرمائیں۔ غلام قادر چشتی، پریٹ آباد، حیدر آباد، ۱۹۷۹ء۔۷۔۱۶

۷۸۶ الجواب: تراویح وکسوف واستسقاء کے سوا، نفل نماز باجماعت میں ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا مذہب مشہور جو عامہ کتب میں مذکور ہے وہ یہ ہے کہ بلا تداعی مضائقہ نہیں۔اور تداعی کے ساتھ مکروہ ہے اور تداعی کے معنی ہیں ایک دوسرے کا بلانا اور جمع کرنا۔اور جب یہ ہوگا کہ اس کا خاص اہتمام ہو لوگوں کو جمع کیا جائے اور پھر نفل نماز باجماعت پڑھی جائے تو ظاہر ہے کہ اس میں لوگ زیادہ ہی آئیں گے حالانکہ کراہت سے خالی ہونے کے لئے یہ بھی درکار ہے کہ امام کے سوا چار یا زیادہ مقتدی نہ ہوں۔تین ہوں تو کوئی کراہت نہیں۔پھر اظہر یہ ہے کہ یہ کراہت صرف تنزیہی ہے یعنی خلاف اولی۔تحریمی نہیں کہ گناہ وممنوع ہو۔اسے ناجائز کہنا اور ہر حال میں ناجائز سمجھنا زیادتی بلکہ حکم شریعت اپنی طرف سے گڑھنا ہے۔ ردالمحتار میں ہے **فی الحلیة الظاہر ان الجماعة فیه غیر مستحبة ثم ان کان ذلك احیانا کان مباحا غیر مکروه و ان کان علی سبیل المواظبة کان بدعة مکروهة لانه خلاف المتوارث**۔علماء فرماتے ہیں کہ دو مقتدی ہوں تو بالاجماع جائز ہے اور پانچ میں بالاتفاق مکروہ۔اور تین اور چار میں مشائخ کا اختلاف ہے اور اصح یہ ہے کہ تین

مقتدیوں میں بھی کراہت نہیں۔ چار یا زائد میں ہے۔لوگوں کا اصرار ہو تو ابھی گزرا کہ تین مقتدی ہوں تو کوئی کراہت نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷/ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

جب لوگ کام کاج میں ہوں تو تلاوت بلند آواز سے نہ ہو

سوال: ۱۔ ہماری مسجد کے امام صاحب، جو عالم تو نہیں ہیں، مگر مقرر ہیں اور وعظ کہہ لیتے ہیں، وہ بسا اوقات کچھ ایسے کلمات درود شریف میں شامل کر لیتے ہیں، جو لوگوں کو شبہ میں ڈال دیتے ہیں، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

۲۔ آج کل بہت سی مسجدوں میں، لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینہ ہوتا ہے اور قرآن پڑھا جاتا ہے۔ اللہ کے حکم کے مطابق ہر مسلمان پر قرآن کریم کا سننا اور چپ رہنا فرض ہے۔مگر مسجد کے باہر اس پر عمل نہیں ہوتا بلکہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے رہتے ہیں ایسی صورت میں نہ سننے والے گناہگار ہوتے ہیں اور جب کوئی نہ سنے تو پڑھنے والا گناہگار ہوتا ہے۔کلام پاک کا بلند آواز پڑھنا اس وقت افضل ہے جبکہ کسی نمازی بیمار اور سونے والے کو تکلیف نہ پہنچے۔علاوہ ازیں ایک سنت مکبر کھڑا کرنے کی ضائع اس کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔کلام پاک میں چودہ سجدہ تلاوت ہیں جو واجب ہیں کہ جو سنے ادا کرے، سمجھے نہ سمجھے، ان کا ادا نہ کرنے والا گناہگار ہوگا اور جس کے ذریعہ یہ واجب ہو وہ بھی اس میں شامل ہے۔اسی لئے تراویح میں اکثر ائمہ سجدہ تلاوت والی رکعتوں میں لاؤڈ اسپیکر بند کر دیتے ہیں۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ فرض کے مقابلے میں واجب کو زیادہ ترجیح دیتے ہیں۔صورت بالا کے پیش نظر لاؤڈ اسپیکر کا استعمال کیسا ہے اور ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے جو فرض کے مقابلے میں واجب کو ترجیح دے۔تشریح فرما کر مشکور فرمائیں۔

احمد حسین انصاری، مکان نمبر 183، معرفت انجمن رضائے مصطفےٰ متصل محمدی جامع مسجد 2-C لانڈھی کراچی

۷۸۶ الجواب: امام صاحب سے کہئے کہ مسلمانان اہلسنت پر رحم فرمائیں۔اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے مسلمانوں میں فتنہ پھیلے یا انتشار برپا ہو۔جبکہ وہ خود عالم دین نہیں تو وہی صیغے درود شریف کے استعمال کریں جو عام مسلمانوں میں معمول اور اکابر ملت میں مقبول رہے ہیں۔اور آپ سے یہ التماس ہے کہ ذرا ذرا سی باتوں پر اتنے مشتعل نہ ہوں ورنہ چپقلش بڑھے گی اور نفسانیت کو فروغ ہوگا۔دار العلوم امجدیہ میں دونوں صاحبان چلے جائیں مسئلہ صاف ہو جائے گا۔اور سب کا بھلا ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔لاؤڈ اسپیکر کے بارے میں جو کچھ آپ نے لکھا صحیح ہے اور یہ بھی اس آلہ کے نماز میں استعمال کے ناجائز ہونے کی ایک بڑی دلیل۔جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم سننے کے لئے کوئی فارغ نہ ہو وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے۔ایک تو وہی دخل اندازی نماز وغیرہ۔دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کے لئے پیش کرنا۔ (فتاوی رضویہ جلد سوم صفحہ) ۵۹۶ اب اس کا رونا کس کس کے سامنے روئیں اور جائیں تو کہاں جائیں والی اللہ المشتکی و علیہ التکلان۔واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵/ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

جمعہ کے دونوں خطبوں کے درمیان کلام وتقریر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: جمعہ کے پہلے اور دوسرے خطبے کے درمیان تقریر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن اور حدیث پاک کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ حافظ محمد علی قادری مسجد قریش

۷۸۶ الجواب: جب امام خطبہ کے لئے منبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت سے ختم نماز تک نماز واذکار اور ہر قسم کا کلام منع ہے۔ ہاں خطیب امر بالمعروف کر سکتا ہے نہ کہ تقریر و بیان۔ مثلاً کسی کو کوئی غلط کام کرتے دیکھے تو آہستگی سے منع کر دے بلکہ ہاتھ یا سر کے اشارے سے بہتر ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں خطبوں کے مابین تقریر غیر عربی میں ہوگی تو خطبوں میں اجنبی شے داخل ہوئی اور فصل باجنبی ناجائز ہے یہاں تک کہ اگر فصل طویل حاصل ہو تو خطبہ زائل۔ اور اس کا اعادہ لازم ورنہ نماز باطل۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

امام کتنی لمبی دعا کرے؟

سوال: گرامی قدر محترم مفتی خلیل صاحب، السلام علیکم

محترم ایک مسئلہ کے سلسلے میں آپ سے رجوع کر رہا ہوں رہنمائی فرما کر ممنون فرمائیں۔

تنازعہ کچھ یوں ہے کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں جناب پیش امام صاحب جماعت اور دعا سے فارغ ہو کر کچھ دیر بعد دیگر نمازیوں سے پہلے، بقیہ نماز ختم کر کے، پھر اجتماعی دعا شروع کر دیتے ہیں جس کی بناء پر بقیہ نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ پیش امام صاحب سے جب اس سلسلے میں بات کی کہ اگر آپ ایسا نہ کیا کریں تو بہتر ہے چونکہ کوئی آہستہ نماز پڑھتا ہے تو کوئی جلدی ہر شخص آپکے ٹائم پر نماز نہیں ختم کر سکتا۔ لیکن وہ اس بات پر مصر رہے کہ میں یہ شریعت کی رو سے ٹھیک کرتا ہوں۔ آپ سے گذارش ہے کہ اس سلسلے میں رہنمائی فرمائیں کہ آیا امام صاحب کا اس طرح دعا مانگنا شریعت کی رو سے ٹھیک ہے یا غلط؟ فرزند علی خاں، یونٹ نمبر ۲ لطیف آباد، ۱۹/اکتوبر ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: ظہر و مغرب اور عشا کے فرضوں کے بعد مختصر دعاؤں پر اکتفا کر کے سنتیں پڑھی جاتی ہیں۔ ان اوقات میں زیادہ طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہونا چاہیے۔ البتہ فجر و عصر کے بعد سنتیں نہیں تو ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے۔ امام خواہ مقتدی جس قدر ذکر اذکار، واوراد، اور دعائیں پڑھنا چاہے پڑھے۔ مگر مسلمانوں میں یہ رسم پڑ گئی ہے اور ضرور محمود و پسندیدۂ شرع مبین ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ مل کر دعا مانگتے ہیں۔ اور اگر وہ دعا میں دیر کرے تو مقتدی منتظر نظر آتے ہیں۔ امام کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے۔ حالانکہ امام کے سلام پھیرتے ہی مقتدی پر امام کی اطاعت لازم نہ رہی۔ اسے اختیار ہے کہ وہ دعائے امام کا انتظار کرے یا نہ کرے۔ اگر انتظار کیا فبہا۔ ورنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا۔ یوہیں امام بھی اگر مقتدیوں کی رعایت کرے اور دعا میں قدرے توقف کرے کہ دعا میں زیادہ مسلمان شریک ہو جائیں تو مصلحت شرعیہ کے عین مطابق ہے۔ خصوصاً جبکہ عین حالت نماز میں امام پر مقتدیوں کی

رعایت مطلوب۔ بلکہ حالت دعا میں بھی مقتدیوں کی رعایت ملحوظ رکھنے کا حکمِ شرعی۔ مثلاً یہی کہ اگر مقتدی امام کے ساتھ دعا میں مشغول ہوں اور ختم کے منتظر ہوں تو امام اس قدر دعا میں طول نہ کرے کہ وہ گھبرا جائیں۔ الغرض امام اگر دوسرے مقتدیوں کی فراغت کا قدرے انتظار کر کے ان کے ساتھ دعا میں مشغول ہو تو بہت مناسب ہے۔ اگرچہ اس پر لازم نہیں۔ وہ تنہا دعا کر کے اٹھ جائے یا ذکر و اذکار میں مشغول ہو جائے تو جماعت کے ساتھ دعا نہ کرنے میں اس پر کوئی گناہ نہیں۔ لیکن دوسرے مسلمان کی دلجوئی خصوصاً جبکہ خود اس کے لئے باعث برکت ہے عین مطلوب شرع ہے۔ امام اسے ہاتھ سے نہ جانے دے۔ ورنہ پھر آہستہ دعا کرے تاکہ دوسرے نمازیوں کی نماز وغیرہ میں خلل نہ پڑے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ محرم الحرام سنہ ۱۴۰۰ھ

نماز کے بعد اجتماعی دعا

سوال: مکرمی و محترمی سیدی فقیہ العصر حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی مدظلہ العالی، السلام علیکم بعد از سلام عرض خدمت ہے کہ ایک استفتاء بھیج رہا ہوں امید واثق ہے کہ جواب سے ضرور نوازیں گے۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ نماز سنن و نوافل کے بعد بہیت اجتماعی دعا مانگنا مستحب ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر دعا مکرر یعنی تین بار مانگا جائے تو کیا یہ بھی مستحب ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

(مولانا) سید طاہر شاہ میاں، مدین سوات

۷۸۶ **الجواب:** قاعدہ کلیہ اس قسم کے مسائل میں یہ ہے کہ جس امر سے شریعتِ مطہرہ نے منع نہ فرمایا، ہرگز ممنوع نہیں ہو سکتا۔ جو اس سے منع کرے وہ خاص اس مسئلہ میں دلیل شرع متین لائے۔ اثبات ممانعت اس کے ذمہ ہے جسے وہ انشاء اللہ تعالیٰ کبھی پیش نہ کر سکے گا۔ اور جائز کہنے والوں کو اسی قدر کافی و وافی ہے۔ مگر اس مسئلہ پر تو بحمدہ تعالیٰ دلائل قائم ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے فاذا فرغت فانصب والی ربك فارغب۔ اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں عالم القرآن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ فراغ سے مراد، نماز سے فارغ ہونا اور نصب سے دعا میں جد و جہد کرنا ہے۔ یعنی باری عزوجل حکم فرماتا ہے کہ "جب تو نماز پڑھ لے تو اچھی طرح دعا میں مشغول ہو اور اپنے رب کے حضور الحاح و زاری کر"۔ ایسا ہی تفسیر جلالین میں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ آیہ کریمہ مطلق ہے۔ اس میں کوئی قید نہیں کہ فلاں نماز کے بعد دعا مانگو فلاں نماز کے بعد نہیں۔ تو یہ آیت نماز و واجب و نفل، سب کو شامل ہے خواہ تنہا ادا ہوں جیسے نوافل۔ یا با جماعت پڑھی جائیں جیسے نماز پنجگانہ۔ (اس مسئلہ میں تفصیل کے لئے دیکھئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ "سرور العید السعید") واللہ تعالیٰ اعلم

۷۸۶ رسالہ مرسلہ "دعا بعد السنن والنوافل" فقیر نے جستہ جستہ پڑھا حق و صواب اور مذہب مہذب اہلسنت و جماعت کی تائید و نصرت پر مشتمل پایا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قبول حق کی توفیق بخشے، حق پر چلائے، حق پر خاتمہ فرمائے، اور اہل حق کے

ساتھ اٹھائے۔ آمین العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ مئی ۱۹۸۴ء

اصلاح کے بعد امامت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک امام جو کہ عرصہ ۱۴ یا پندرہ سال سے ایک مسجد کی امامت پر فائز تھے اب تقریباً تین چار ماہ ہوا کہ انہوں نے ایک بیوہ سے عقد کر لیا اس کے ایک بچہ پیدا ہوا جب لوگوں نے انتشار پھیلایا تو معلوم ہوا کہ یہ بچہ امام صاحب کا ہی نطفہ ہے۔ لہٰذا اب مستند کتابوں کے حوالے سے یہ بتایا جائے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ امام صاحب نے اس سابقہ گناہ سے توبہ کر لی ہے۔ محمد سلیمان واہل محلہ، ۱۴ نومبر ۱۹۶۲ء

۷۸۶ الجواب: اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا اور گناہ بخشتا ہے ۔ ھو الذی یقبل التوبة (الآیة) تو جب بعد توبہ یہ ظاہر ہو کہ امام نے اپنی اصلاح کر لی تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں اور جو لوگ اس توبہ کو نہ مانیں وہ گناہگار ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

داڑھی اور بھنویں منڈوانے والا پیر

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ۱۔ ایک پیش امام مسجد جو کہ پیری مریدی بھی کرتے ہیں اور امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ اور جس شخص کو بیعت طریقت میں شامل کرتے ہیں تو پہلے اس کی ڈاڑھی مونچھیں اور بھنویں منڈاتے ہیں اس طریقہ بیعت کو اختیار کرتے ہوئے کیا وہ امامت کے فرائض بھی انجام دے سکتے ہیں اور ان کی امامت میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ ایک بزرگ سلسلہ قادریہ نقشبندیہ سے تعلق رکھتے ہیں اور صاحب اجازت ہیں اور اپنے سلسلہ میں باقاعدہ بیعت کرنے کے مجاز ہیں اور نہایت متقی و پرہیزگار ہیں اور ان کی عمر تقریباً پچاسی برس کی ہے عمر کے تقاضہ کے مطابق ضعف بصارت ضرور ہے چل پھر سکتے ہیں اور تمام کام کرتے ہیں اخبار کی موٹی سرخیاں پڑھ لیتے ہیں مگر باریک عبارت آئی گلاس کے شیشے سے پڑھ سکتے ہیں۔ کچھ صاحبان معترض ہیں کہ وہ ایسی صورت میں جبکہ ضعف بصارت ہے کسی شخص کو مرید نہیں کر سکتے ان کا یہ اعتراض کس حد تک درست ہے آیا وہ مرید اور طالب کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: داڑھی مونڈھنا یا منڈھوانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فسق کا حکم دینے والا اس جرم میں برابر کا شریک بلکہ اس سے فسق میں ایک قدم آگے ہے۔ تو خود فاسق و معلن ہوا اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ و ناجائز ہے اس کے پیچھے نماز کی اصلاً اجازت نہیں۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے انهم لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریمة ۔ بلکہ جب وہ علی الاعلان اپنے مریدین ومتوسلین کو خلاف شرع امور کا حکم دیتا ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت بھی درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ جبکہ یہ پیر صاحب متقی و پرہیزگار اور مُجاز و ماذون ہیں تو صرف ضعف بصر کی بناء پر ان کے ہاتھ بیعت ہونے میں کوئی خرابی

نہیں۔ وہ بلاشبہ دوسروں سے بیعت لے سکتے ہیں۔ لوگوں کا انکار محض ناواقفی کی بناء پر ہے یا اوہام فاسدہ پر۔ جن کا کوئی اعتبار نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

مسجد میں پلنگ پر سونا اور چائے بنانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ھذا میں

۱۔ مسجد کے اندر پلنگ پر سونا جائز ہے یا نہیں اور مسجد کے اندر چائے وغیرہ بنانا جائز ہے کہ نہیں؟

۲۔ اگر پیش امام مسجد نے زبر کی جگہ زیر پڑھا اور پیش کی جگہ زیر پڑھا اور واؤ کی جگہ ف پڑھا تو لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں اگر امام نے لقمہ نہ لیا تو اس حالت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

۳۔ مؤذن صاحب نے اذان پڑھی تو ابتدا سے انتہا تک غلط پڑھی تو اس صورت میں اذان ہوئی یا نہیں؟ برائے کرم از روئے شریعت جواب مرحمت فرمائیں۔ ضیاء الدین یونٹ نمبر ۹، کوارٹر نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب:** ظاہر ہے کہ مسجد یں سونے، کھانے پینے، کو نہیں بنیں تو غیر معتکف کو، ان میں ان افعال کی اجازت نہیں، اور بلاشبہ اگر ان افعال کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے اور قلوب ادب و ہیبت سے خالی، مسجد یں چوپال ہو جائیں گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی۔ بالخصوص چار پائی بچھا کر مسجد میں سونے اور وہاں چائے وغیرہ بنانے سے کہ مسجد میں ایسا کھانا پینا بھی جس سے مسجد ملوث ہو مطلقاً ناجائز ہے اگرچہ معتکف ہو۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ اعلم

۲۔ اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کو لقمہ لینا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ زیر زبر پیش یا کسی حرف کی تبدیلی سے معنی فاسد ہو جائیں تو نہ امام کی نماز ہوگی نہ مقتدیوں کی۔ اور امام کی اگر یہ عادت ہو تو اس پر یہ لازم ہے کہ صحیح طور پر پڑھنے کی کوشش کرے ورنہ فساد معنی کی صورت میں کسی کی نماز نہ ہوگی اور اس قسم کی جتنی نمازیں پڑھی ہوں گی سب کی قضا لازم ہوگی (بہار شریعت بحوالہ ردالمحتار وغیرہ) واللہ اعلم

۳۔ اگر اذان کہنے والا کلمات اذان کو قواعد موسیقی پر یعنی لے سے ادا کرتا ہے یا کلمات اذان میں لحن پیدا کرتا ہے مثلاً اللہ اکبر کے ہمزہ کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھتا ہے تو یہ حرام و ناجائز ہے اگر مؤذن اس قسم کی غلطیوں کی اصطلاح نہ کرے تو اذان کہنے کا اہل نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ ذی قعد ۱۳۸۶ھ

امام کی صفات

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک امام وعدہ خلافی کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ جبکہ وہ ایک جامع مسجد اور درگاہ کا خطیب بھی ہے کیا ایسے وعدہ خلاف اور جھوٹے امام کے پیچھے نماز شرعاً درست ہے۔ اس لئے آپ تحریراً جواب عنایت فرمائیں تاکہ دوسروں کی نمازیں ضائع ہونے سے بچ جائیں۔

حکیم سید محفوظ علی، سیکریٹری اہلسنت والجماعت حیدر آباد سندھ، ۲۶ جولائی ۱۹۶۴ء

۷۸۶ الجواب: نماز حکم شرعی ہے۔ احکام شرعی کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔ کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جب چاہا کرلیا اور جسے چاہا امام بنا دیا۔ سوال میں جو امور مذکور ہوئے وہ فسق و گناہ کبیرہ ہیں اور ان کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن ہرگز صالح امامت نہیں۔ (عامۂ کتب) متون و شروح حواشی میں مذکور کہ والفاسق تکرہ الصلوۃ خلفہ۔ فاسق کو امام بنانا گناہ، اسے امام بنانا ناجائز۔ اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ غنیۃ المستملی وغیرہ میں فرمایا۔ لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ و تساھلہ فی الا تیان بلواز مہ فلا یبعد منہ الا خلال ببعض شروط الصلوۃ و فعل بما ینا فیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ۔ یعنی اگر لوگوں نے کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا (اگرچہ وقتی طور پر سہی) تو وہ گناہگار ہونگے اس لئے کہ اسے مقدم کرنا مکروہ تحریمی (قریب بہ حرام) ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ فاسق چونکہ امور دینی کا اہتمام نہیں کرتا اور لوازم دینی کی تعمیل میں تساہل برتتا ہے تو کیا بعید ہے کہ وہ شرائط نماز میں خلل انداز ہو بلکہ منافی نماز افعال کا مرتکب ہو بلکہ اس کے فسق کے مدنظر یہی غالب ہے۔ تو ایسے شخص کو افضل الاعمال نماز، ومناجات بارگاہ بے نیاز، میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرأت ہے کہ لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے اور یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں خوش آئے کہ خدا تمہاری نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تم میں سے بہتر تمہاری امامت کریں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں۔ تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان۔ (حاکم فی المستدرک) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

گھڑی میں چین کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ہماری مسجد کے پیش امام صاحب کلائی کی گھڑی میں چین باندھتے ہیں۔ کیا ان کا چین باندھنا درست ہے یا نہیں؟ اس فتوی کا جواب دیکر عنداللہ مشکور و ممنون فرمائیں۔

محمد رفیق، لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۲ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: فقیر کی نظر سے اس باب میں کوئی صریح حکم کتب فتاویٰ میں نہ گذرا۔ البتہ مقتدر و مستند و معتمد علمائے اہلسنّت اس مسئلہ میں شدت اختیار کرتے ہیں اور اس طور پر نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی قرار دیتے ہیں۔ لہٰذا فقیر بھی یہی فتوی دیتا رہا ہے کہ اس کا استعمال بہ حالت نماز ہرگز نہ کیا جائے۔ بالخصوص امام کہ وہ مقتدیوں کی نماز کا ضامن ہے ہرگز اسے استعمال نہ کرے بلکہ بیرون نماز بھی اس سے پرہیز کرے اسی میں احتیاط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۳۸۴ھ

داڑھی منڈوانے والے اور انگریزی بال والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ایک شخص ڈاڑھی کٹواتا ہے اور انگریزی بال بنواتا ہے کیا اس کو امامت یا مؤذنی کرنا جائز ہے یا نہیں؟
۲۔یہ کہ ایک شخص زمین والا ہے وہ لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو بہت غریب بیان کرتا ہے اور لوگوں سے زکوٰۃ وصدقات وغیرہ بھی لیتا ہے کیا اس کو لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور جو دیتے ہیں انکی زکوٰۃ وصدقات ادا ہوئے یا نہیں؟
۳۔یہ کہ ایک شخص کے گھر میں پردہ نہیں ہے کھیتی وغیرہ کا کام بھی اس کے گھر کے لوگ کرتے ہیں یعنی کہ عورتیں۔ایسے شخص کو امامت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب مفصل ثبوت کے ساتھ تحریر فرمائیں۔عین نوازش ہوگی۔

گلاب خاں، گولارچی، بتاریخ ۲۶ شوال ۱۳۸۴ ھج

۷۸۶الجواب: داڑھی منڈانا فسق ہے اور اس کے منڈانے یا حد شرح سے کم کتروانے والا فاسق معلن۔اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ، اور پھیرنی واجب ہے۔یونہی فاسق کی اذان مکروہ ہے اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔(درمختار)
۲۔یہ زمین والا امام اگر غنی ہے اور صدقات فطرہ وزکوٰۃ لیا کرتا ہے تو فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور جو شخص مالک نصاب ہو اور وہ چیز حاجت اصلیہ سے فارغ ہو ایسے کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں اگر بے سوچے سمجھے زکوٰۃ غنی کو دیدی اور بعد میں معلوم ہوا کہ اسے نہیں دے سکتے تھے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔(عالمگیری وغیرہ)
۳۔جس شخص کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اس طرح کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلاً سر کے بال بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصہ اور شوہر اس بات پر مطلع ہے اور منع نہیں کرتا تو وہ خود فاسق ہے اور اگر مرد اسے اپنی حد قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ نہیں مانتی تو شوہر پر کچھ الزام نہیں۔(هكذا حققه فى الفتاوى الرضويه)۔
واللہ تعالیٰ اعلم — العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ — ۲۷ شوال المکرم ۱۳۸۴ ھج

مقتدی کے سہو سے، سجدہ واجب نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کی بابت
ایک مقتدی پہلی رکعت میں امام کے ساتھ آکر ملا یہ پہلی رکعت والا مقتدی امام کی تقلید کی نیت کے بعد پوری سبحانك اللهم ولا اله غيرك تک پڑھ گیا اور بعد میں خاموش ہوگیا اس وقت امام قرأت پڑھ رہا تھا اور یہ مقتدی اپنے امام کی قرأت سنتا رہا اور اس مقتدی نے اپنے امام کے ساتھ پوری چار رکعت ادا کی آیا اس مقتدی کی نماز کامل ہوئی یا ناقص؟ آپ کتب فقہ یا حدیث سے دلیل دیکر اس سوال کا جواب عنایت فرمادیں۔ بینوا، توجروا۔ سائل: محمد عثمان

۷۸۶الجواب: امام نے بالجہر قرأت شروع کردی تو مقتدی ثناء نہ پڑھے بلکہ بغیر ثناء پڑھے امام کے ساتھ نماز میں شامل ہوجائے اگرچہ امام کی آواز نہ سنتا ہو۔(عالمگیری وغیرہ) اب جبکہ مقتدی نے ثناء پڑھ لی اور سہواً ایسا ہوا تو کوئی حرج نہیں کہ اگر مقتدی سے بحالت اقتداء سہو واقع ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں۔(عامہ کتب) ہاں اگر قصداً ایسا کیا تو برا کیا لیکن نماز بہرحال

ہوگئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ

امام نے ہندو کا رول ادا کیا، تو وہ گمراہ ہے

سوال: جناب مولانا صاحب السلام علیکم مؤدبانہ گزارش یہ ہے کہ آپ سے ایک سوال ہے وہ یہ ہے کہ میں موئن جودڑو آثار قدیمہ کیمپ میں رہتا ہوں یہاں پر عجائب گھر ہے اس میں ایک نوکر ہے جو کہ یہاں پر مسجد میں امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں کچھ شریعت سے بھی واقف ہیں اور کوئی ایسا آدمی اس قابل نہیں ہے جو کہ امامت کے فرائض انجام دے لہٰذا ہم بھی اس کے پیچھے نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور یہاں پر کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو اس پیش امام کی برائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس میں یہ برائی ہے کہ ساٹھ سال کی عمر میں بھی شادی شدہ نہیں ہے غیر شادی شدہ ہے دوسرے یہ کہ جو کماتا ہے لڑکوں کو کھلاتا ہے اور تیسرے یہ کہ اس پیش امام نے ایک کام ایسا کیا جو شریعت کے خلاف ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر فلم انڈسٹری والے فلم بنانے آئے تھے جو کہ دستاویزی ہے تو اس پیش امام نے پیسوں کے لالچ میں پہلے زمانے کے ہندو راجہ کا بالکل ننگا ہو کر رول ادا کیا اور ساڑھی باندھ کر تلک لگا کر اور ننگی عورتوں سے خود کو سجدہ کرایا دیکھنے میں یہ ایک نمونہ تھا مگر یہ شریعت کے خلاف تھا مگر دولت کے لالچ نے یہ کام اس سے کرایا ہے اور بھی دو چار باتیں ہیں جو میں نہیں لکھ سکتا لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ جلد سے جلد جواب دیں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟ فقط محمد رفیق، لاڑکانہ

۷۸۶ الجواب: جس شخص کے وہ حالات و عادات ہوں کہ اپنی کمائی لڑکوں پر اڑائے اور دولت کے لالچ میں ساڑھی باندھ کر برہنہ ہو کر تلک لگا کر عورتوں سے سجدہ کرائے وہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ ہے ایسے شدید فاسق کو افضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرأت ہے ایسے کو امام بنانے والے گناہگار ہوں گے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ہرگز ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں گر ناواقفی کی بناء پر پڑھ لی تو اعادہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ ذیقعد ۱۳۸۴ھ

جہری نماز میں قرأت جہر سے نہ کی تو دوبارہ پڑھیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: پیش امام نے بوقت مغرب اول رکعت میں سورہ فاتحہ خاموشی سے پڑھی اور دوسری رکعت میں بالجہر پڑھی۔ سجدہ سہو نہ کیا کیا ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟

حافظ حسین خان، یونٹ نمبر ۸، لطیف آباد، مورخہ ۹ محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

۷۸۶ الجواب: ایسی صورت میں نماز کو لوٹانا ضروری ہے۔ محمد محمود غفرلہ (مہر مفتی محمود صاحب)

الجواب فجر و مغرب و عشاء کی دو پہلی رکعتوں میں امام پر جہر واجب ہے۔ (درمختار) اب جبکہ امام نے مغرب کی پہلی رکعت میں جہر ترک کیا تو ترک واجب لازم آیا اور واجبات نماز میں جب کوئی واجب بھولے سے رہ جائے تو اس کی تلافی سجدۂ سہو سے واجب ہے۔ صورت مسئولہ میں چونکہ امام نے سجدۂ سہو نہیں کیا اس میں نماز کا اعادہ لازم و ضروری ہے اگر اعادہ نہ

کیا گیا تو گناہ لازم آئیگا۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۹ر محرم الحرام ۱۳۸۵ھ

لقمہ دینے کی وجہ سے سلام پھیر دیا نماز کا کیا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مسائل ذیل میں کہ: (۱) ایک امام صاحب نے مغرب کی نماز یا عشاء کی نماز کی نیت باندھ کر سورہ فاتحہ پڑھی بعدازاں سورہ رحمٰن کا رکوع شروع کیا اس میں سہو ہوا لقمہ ملنے پر لقمہ لینے سے قاصر رہے اور دونوں طرف سر کر کے سلام پھیر دیا۔ ایسی صورت میں اس کو نیت توڑنی چاہیے یا نہیں اور مقتدیوں کو کیا کرنا چاہیے؟

(۲) دوسرے امام صاحب جب سجدہ میں جاتے ہیں تو اللہ اکبر صحیح نہیں کہتے ہیں بلکہ آللہ اکبر کہتے ہیں یہ ان کا ہر نماز کا معمول ہے۔ دوئم غیر المغضوب علیھم اور ولا الضالین میں ضاد کے بجائے زواد کہتے ہیں اس کا اثر نماز پر کیا پڑتا ہے؟　۲۵۔۶۔۱۹۶۵ء

۷۸۶ الجواب: ۱۔ امام اگر بقدر حاجت پڑھ چکا ہے تو رکوع کردے ورنہ کسی دوسری سورت کی طرف منتقل ہو جائے یا دوسری آیت شروع کردے بشرطیکہ اس کا وصل مفسد نماز نہ ہو۔ (عالمگیری ردالمحتار) اور جبکہ امام نے اس صورت میں سلام پھیر دیا تو نماز فاسد ہوگئی اور مقتدیوں کی بھی گئی اگرچہ وہ سلام نہ پھیریں۔ واللہ اعلم

۲۔ اسم اللہ کو بصورت آللہ پڑھنا مفسد نماز ہے اگرچہ کسی مقام پر پڑھا جائے۔ واللہ اعلم

۳۔ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا اگر اس وجہ سے ہے کہ اس کی زبان سے حرف ادا نہیں ہوتا تو مجبور ہے اس پر کوشش کرنا فرض ہے اور زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی امامت کا اہل نہیں اور اگر لاپرواہی سے ہے جیسے آجکل کے اکثر حفاظ وائمہ مساجد کہ ادا کرنے پر قادر ہیں مگر بے خیالی میں تبدیل حروف کر دیتے ہیں تو اگر معنی فاسد ہوں نماز نہ ہوئی اور بہر صورت غلط خواں اگر صحیح پڑھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا تو نماز اس کی خود کی بھی نہیں ہوتی دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہوگی اور جو شخص قصداً "ض" کی جگہ ظ پڑھتا ہے اس کی نماز بلاشبہ فاسد و باطل ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۵ھ

بغیر ثبوت، چوری کے الزام سے امامت پر اثر نہیں ہوتا

سوال: بخدمت جناب قبلہ مفتی خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان صاحب

صدر المدرسین دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد

جناب والا! بعد آداب عرض ہے کہ ایک مسئلہ جناب کی خدمت والا میں عرض کرتا ہوں براہ کرم اس درخواست کی پشت پر جواب دیں عنایت فرمائیں۔

(۱) کوئی دو ماہ کا عرصہ ہوا کہ ہماری مسجد رضائے ربانی سے ایمپلی فائر چوری ہو گیا تھا ہم نے تمام کوششیں کیں اور ساتھ ہی ہم

نے بزرگان دین سے مدد مانگی اور دعائیں مانگیں اور حضور ﷺ کے برکات سے وہ شخص بعد نماز عشاء خود مسجد میں رکھ گیا اب ہمارے محلہ کے چند حضرات الزام لگاتے ہیں کہ مسجد کمیٹی اور پیش امام کا ہاتھ ہے اور اسی نے چرایا ہے اس لئے وہ کہتے ہیں کہ امام کو یہاں سے ہٹایا جائے ہم نے ان کو جواب دیا ہے کہ جب تک آپ لوگوں نے آنکھوں سے نہیں دیکھا تو پھر الزام کیسے لگاتے ہو۔ اب براہ کرم اس کا تفصیل کے ساتھ جواب مرحمت فرمائیں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمائیں کہ کون کون سی غلطی پر امام ہٹانا چاہیے اور بلا دیکھے کسی پر الزام لگانے والے کو کیا سزا دینا چاہیے؟

(۲) مسجد کا لاؤڈ اسپیکر کس کس کام میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ جلسہ میلاد النبی ﷺ یا کسی اور تقریب کا اعلان ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۳) اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مولانا صاحب ہم کو سلام نہیں کرتے لہٰذا امام صاحب کو ہٹانا چاہتے ہیں تو یہ بات شرعاً جائز ہے کہ سلام نہ کرنے پر امام صاحب کو ہٹا دیا جائے؟ برائے کرم اس سے ہمیں مطمئن فرمائیں تا کہ یہ بات مخالفین کو دکھا سکیں۔

(۴) جو لوگ تاش کھیلتے ہیں کیا ان کو اس وقت سلام کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط والسلام جناب کا خادم: عتیق علی لیاقت اشرف کالونی، حیدرآباد

۷۶۸ **الجواب** ۱۔ چوری کے ثبوت کے دو طریقے ہیں ایک دیکھے یا چور خود اقرار کرے۔ دوسرا یہ کہ دو مرد گواہی دیں کہ فلاں شخص کو ہم نے فلاں چیز چراتے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور مدعی اگر گواہ پیش نہ کر سکے تو چوری کا الزام جس شخص پر ہے اس سے قسم لیجائے اگر قسم کھانے سے انکار کرے تو بلاشبہ یہ مجرم قرار پائے گا اور ان صورتوں میں کوئی صورت نہ ہو تو محض اپنے گمان سے کسی کو چور قرار دینا یہ مسلمان کی شان سے بعید ہے ایسوں پر لازم ہے کہ یا تو گواہ پیش کریں ورنہ توبہ کریں۔ واللہ اعلم

۲۔ جب امام امامت کا اہل نہ رہے مثلاً اس کا فاسق یا بدمذہب و بدعقیدہ ہونا ثابت ہو جائے یا یہ کہ وہ ارکان نماز صحیح طور پر ادا نہیں کرتا یا قرأت میں ایسی غلطیاں کرتا ہے جس سے نماز فاسد ہو جائے تو امام کو امامت سے علیحدہ کرنا واجب و لازم ہے پھر بھی جو الزام امام پر لگایا جائے اسے ثابت کرنا ہوگا اور محض اپنے گمان کے پیچھے لگنا اور کسی کو ناحق مجرم قرار دینا غضب الٰہی کو خریدنا ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ مسجد کا لاؤڈ اسپیکر ہر اس جائز کام میں صرف کیا جا سکتا ہے جس کیلئے خریدا گیا۔ مثلاً میلاد شریف وغیرہ کا اعلان بھی اس میں داخل ہے کسی دنیاوی تقریب کیلئے اعلان نہ کیا جائے۔ واللہ اعلم

۴۔ جو شخص اعلانیہ فسق کرتا ہے یعنی فاسق معلن ہے اسے سلام نہ کیا جائے اور اس کا مقصد صرف زجر و توبیخ ہے کہ وہ اس فسق سے باز آ جائے لہٰذا اگر پیش امام نے اس نیت سے ایسے لوگوں کو سلام نہ کیا تو یہ کوئی جرم نہیں بلکہ حکم شریعت کا اتباع ہے البتہ اگر یہ اندیشہ ہو کہ سلام نہ کرنے کی صورت میں لوگ ایذاء پہنچائیں گے تو یہ ایک مجبوری ہے اور سلام کر لینا بہتر ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۸۵ھ

نماز میں امامت کے لئے دو مصلّے ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: مسجد زیر تعمیر ہے اور فرش ابھی نہیں ہوا ہے کنکریٹ پڑی ہوئی ہے اس پر دبیز چٹائیاں نماز کے واسطے ڈالی ہوئی ہیں لیکن امام صاحب کے واسطے اسی چٹائی پر ایک اور چٹائی کو دوہرا کر کے ڈال دیا گیا اور اسپر مصلی بچھا دیا گیا ہے لہٰذا اس طرح نماز فرض ادا ہو سکتی ہے یا نہیں برائے کرم مدلل ومفصل مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپکو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔ مصلیان شاہی مسجد، شاہی بازار، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ظاہر ہے کہ امام سردار ہوتا ہے اور مقتدی اس کے پیرو۔ اور یہ بھی معلوم کہ امامت ایک قابل تعظیم منصب ہے تو امام معظم ومکرم ولائق عظمت ہے۔ اسی عظمت واکرام کے پیش نظر مسلمانوں میں قدیم سے معمول ہے کہ امام کا مصلی مقتدیوں کے مصلوں اور جانمازوں سے بہتر اور جاذب نظر ہوتا ہے۔ اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا اور نہ اسے معیوب سمجھتا ہے۔ اسی بنا پر اگر امام کی جگہ پر چٹائی دوہری کر دی اور اس پر ایک مصلیٰ بھی ڈال دیا تو کوئی حرج نہیں بلکہ امام کا حق ہے۔ نماز کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوئی کراہت نہیں اسپر اعتراض کرنے والے یا ناواقف محض ہیں یا ان کا منشا ایک فتنہ بر کرنا ہے۔ بہر حال اگر اس سے مسلمانوں میں فتنہ برپا ہو اور انتشار پھیلنے کا اندیشہ ہو تو محض فتنہ فرو کرنے کی نیت سے ہٹا دیا جائے نہ اس لئے کہ اس سے نماز کی ادائیگی میں کوئی فرق پیدا ہوتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ — یکم ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ

قرأت درست نہ ہونے پر نماز کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) اگر کسی مسجد کا امام قرآن کریم درست نہ پڑھتا ہو۔

(۲) نماز میں جنبش کرتا ہو۔

(۳) نماز تنہا پڑھتا ہو تو بجائے دو کے تین سجدے کرتا ہو۔ جب انہیں ٹوکا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنا بھی ہوش نماز پڑھتے وقت نہیں رہتا۔

(۴) جو امام خطبہ اردو میں پڑھتا ہو۔

(۵) جو مسائل متعلقہ نماز سے قطعاً واقفیت نہیں رکھتا۔ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے کیا ایسا امام قابل امامت ہے؟

المستفتیان نمازیان رحمانی مسجد، بریلی کالونی یونٹ نمبر ۱۱ لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۷ الجواب: اگر امام مسجد قرآن کریم ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اگر غلط پڑھنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص قواعد تجوید، وصحیح مخارج حروف، سے واقف نہیں تو عجب نہیں، کہ اس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسی تغییر ہو جائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر فساد نماز کا موجب ہو تو بلا ضرورت شرعیہ ایسے شخص کو امام بنانا نماز

میں کہ عمادا سلام اور افضل اعمال سے ہے۔ بے احتیاطی اور امر شرع میں مداہنت اور سہل انگاری ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں خوش آئے کہ خدا تمہاری نماز قبول کرے تو چاہیے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان (مدارک) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نماز میں دائیں بائیں جھومنا مکروہ ہے۔ (حلیہ)

(۳) عبادت وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے اقوال مبارک کے مطابق ہو حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں صلوا کما رأیتمونی اصلی تم اس طرح نماز پڑھو کہ جیسا مجھے نماز پڑھتا دیکھو۔ اب جو شخص اس میں حرکت کرے اور تنبیہ پر وہ جواب دے تو ہرگز اہل امامت نہیں اور اس کا جواب محض بکواس ہے مسلمان اسے ہرگز امام نہ بنائیں ایسا شخص فتنہ ہے اور فتنہ سے دور رہنا ہر مسلمان پر لازم ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اردو میں خطبہ خلاف سنت ہے اور مکروہ۔ واللہ اعلم

(۵) ظاہر ہے کہ ایسا شخص ہرگز ہرگز امامت کا اہل نہیں وہ نماز فاسد کرے گا اور اس کے علم میں نہ آئے گا کہ نماز فاسد ہو گئی۔ اس کا جواب نمبر ا سے بھی ظاہر ہے۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ / ذوالحجہ ۱۳۸۵ھ

امام پر جھوٹ یا چوری کا الزام ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ ان مسائل کے کہ

(۱) جو امام مسجد میں جھوٹ بولے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام مسجد میں چوری کرے چوری کا خیال یعنی نیت رکھتا ہو تو اس کے پیچھے نماز ہے یا نہیں؟ محمد رفیق، پکا قلعہ، حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب:** جھوٹ بولنا، چوری کرنا، گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی، کہ پڑھ لی تو پھیرنا واجب۔ عامۂ کتب فتاوی میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون وایضا قالوا کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

سگریٹ نوشی والے کی امامت کا حکم

سوال: جناب قبلہ مفتی خلیل صاحب، السلام علیکم

برائے کرم نوازی مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب مدلل اور مفصل تحریر کریں عین نوازش ہوگی۔

(۱) میں اسلام کی رو سے جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ایسے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے جو سگریٹ نوشی کرتا ہو اور واہیات قسم کی گالیاں دیتا ہو۔

(۲) کچھ آدمیوں کو یہ معلوم ہے اس امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی اور بہت سے آدمیوں کو معلوم نہیں ہے اگر جاننے والا بے جاننے والوں کو بتائے تو اسے کیا کرنا چاہیے۔ اس امام کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں جب کہ وہ بھی جانتا ہو واقعی، اس امام کی عادت ٹھیک نہیں ہے تو کیا اس شخص کی نماز ہوگی؟

(۳) بہت سے آدمی ایسا کرتے ہیں کہ امام کے پیچھے پڑھنے کیلئے دل نہیں چاہتا مگر پھر بھی وہ مجبوری میں جماعت سے نماز ادا کر لیتے ہیں تو کیا اس سے نماز ہوجائے گی اور جماعت کا وہی ثواب ملے گا سنا ہے کہ نماز تو اللہ تعالیٰ کی ہے اس لئے نماز تو ہوجائے گی کیا یہ درست ہے؟

۷۸۶ الجواب: بیڑی، سگریٹ، حقہ پینے میں حرج نہیں کہ اس سے امام کی امامت پر حرف آئے البتہ بیڑی سگریٹ حقہ یا تمباکو کی بو جب تک منہ میں باقی رہے مسجد میں جانا حرام ہے یہ ہر نمازی کیلئے ہے خواہ امام ہو یا مقتدی البتہ اگر امام فحش گو ہے کہ گالی گلوچ کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) اگر امام کی طہارت و نماز صحیح ہے اور سنی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق معلن نہیں یعنی علی الاعلان فسق و فجور کا مرتکب نہیں ہوتا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے اسے امامت سے معزول نہ کیا جائے البتہ جو لوگ اس کی برائی سے واقف ہیں وہ اسے آگاہ کریں اور توبہ کرالیں اور دوسروں پر ظاہر نہ کریں اگر باز آجائے تو فبہا ورنہ دوسروں کو آگاہ کریں اور امام نہ بنائیں ہاں اگر وہ خود علانیہ فسق و فجور کرتا ہے اور کوئی باک نہیں لاتا تو دوسروں کو آگاہ کر کے یا نمازی اس سے توبہ شرعیہ لیں ورنہ معزول کردیں کہ فاسق و فاجر کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ ہاں اگر اس امر کے اظہار میں فتنہ بڑھنے کا اندیشہ ہو تو جس کے علم میں اس کی وہ خسیس حرکتیں ہوں، وہ نماز کسی اور امام صالح کے پیچھے ادا کرے۔ مگر محض افواہ کے باعث کسی کے خلاف بدگمانی جائز نہیں۔ واللہ اعلم

(۳) کسی امام کے پیچھے اگر بربنائے شرعی نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہتا یعنی وہ بات ایسی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے کوئی شخص شرعاً امامت کا اہل نہیں تو اسے امام نہ بنایا جائے اب اگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم مجبوری میں پڑھتے ہیں تو وہ مجبوری بیان کی جائے۔ تاکہ حکم شرعی واضح ہو۔ محض سستی اور لاپرواہی کا نام مجبوری رکھ لینا آدمی کو مجبور نہیں بنا دیتا۔ ہاں نماز تو بیشک اللہ کیلئے ہے مگر نماز حکم شرعی ہے۔ احکام شرعی کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جہاں اور جس کے پیچھے چاہے نماز ادا کرے۔ اب دیکھئے نا کہ شریعت مطہرہ میں فاسق معلن کو امام بنانا جائز نہیں۔ عامہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ **فی تقدیمه تعظیمه و قد وجب علیهم اهانته شرعاً۔** واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ محرم الحرام ۱۳۸۶ھ

داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو امامت کیسی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع فقہ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: جو امام اپنی داڑھی ترشوا کر ایک مشت

سے کم رکھے یعنی قصداً وہ ایسا فعل کرتا ہو جائز سمجھ کر تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسی ہے اور اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟
بینوا، توجروا

الجواب: داڑھی کتروانا یعنی ایک مشت سے کم رکھنا فسق ہے اور داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

داڑھی حدِ شرع سے کم ہو تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک امام کے متعلق لوگوں کو یہ شبہ ہوا کہ یہ اپنی داڑھی کٹواتا ہے امام سے جب اس بارے میں کہا گیا تو اس نے سب کے سامنے بلکہ ایک مفتی صاحب کے روبرو جاکر یہ حلفیہ بیان دیا کہ میں داڑھی نہیں کٹواتا اور جو شخص کٹواتا ہے میں اسے بہت برا جانتا ہوں دو ایک ماہ بعد پھر لوگوں کو شبہ ہوا اور انہوں نے امام سے اپنی تسلی کرنی چاہی تو امام نے یہ اعتراف کیا کہ میں وہ بال کٹوا دیتا ہوں جو بڑھ جاتے ہیں ایسی صورت میں جبکہ امام مذکور کا اپنے اقرار سے داڑھی کٹوانا اور جھوٹا ہونا ثابت ہو گیا اس کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں شرع شریف میں کیا حکم ہے۔
بینوا، توجروا شمس الدین بی ڈی ممبر حیدرآباد، ۲۴ اپریل ۱۹۶۷ء

الجواب: امام مذکور کی امامت تین وجوہ سے ممنوع و مکروہ ہے (۱) وہ داڑھی حد شرع سے کم رکھتا یعنی کٹاتا ہے اور داڑھی منڈانا فسق ہے اور فسق کا مرتکب ہو کر بلا توبہ صحیح نماز پڑھانا، گناہ بلکہ اسے امام بنانا بھی گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ (فتاویٰ رضویہ) (۲) وہ جھوٹا ہے اور جھوٹا آدمی گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق معلن ہے لہٰذا وہی حکم سابق اس کیلئے اور شدید تاکیدی ہوا۔ (۳) حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس امام کی نماز سر سے ایک بالشت بھی اونچی نہیں جاتی جو قوم کی امامت کرے اور لوگ اسے برا جانتے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ

رشوت کے مرتکب کے پیچھے نماز کیسے ہوگی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ: جو پیش امام رشوت دینے کا مرتکب ہوا ہو۔ اور نمبر دو، ایک بیان کے برعکس دوسرا اور غلط بیان دے اس کے پیچھے نماز پڑھنا بروئے شریعت جائز ہے یا نہیں ایسے امام کیلئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ تفصیل احادیث قوی اور قرآن و روایت کے حوالے سے ثابت فرمائیں۔ احقر محمد رفیق، حیدرآباد

الجواب: رشوت لینا بھی حرام اور دینا بھی حرام۔ اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنا واجب۔ غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ یونہی غلط بیان دینا جھوٹ ہے اور جھوٹا آدمی مرتکب کبیرہ و فاسق۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

نابینا کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل کے بارے میں کہ:
(۱) ایک شخص نابینا ہے وہ امامت کرتا ہے اور مقتدی بینا اور غیر معذور ہیں تو کیا بروئے شریعت ایسے معذور شخص کے پیچھے ان غیر معذور مقتدیوں کی نماز ہوسکتی ہے؟
(۲) اگر معذور کے پیچھے کسی وجہ سے نماز پڑھنے کا اتفاق ہو یا بعد ادائیگی نماز یہ علم ہو کہ نماز معذور کے پیچھے پڑھی تو کیا ایسی صورت میں موافق شریعت اس نماز کا اعادہ کرنا ضروری ہے یا نہیں؟
(۳) ایک شخص یہ کہے کہ میری نماز سب کے پیچھے ہوجاتی ہے اور اس کا فعل بھی اسی قول کے مطابق ہے کہ وہ اپنے عقیدہ میں درود شریف پڑھنے والے اور نہ پڑھنے والے کو برابر سمجھتا ہے اور اسی وجہ سے جو شخص، بعد نماز دعا کے وقت درود شریف نہیں پڑھتا اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں اس کو قطعی کوئی اعتراض نہیں۔ صلوۃ وسلام جب کھڑے ہوکر پڑھا جاتا ہے تو وہ شرکت نہیں کرتا بلکہ بیٹھ جاتا ہے تو کیا اس کا یہ فعل درست ہے یا صراط مستقیم سے بھٹکا ہوا ہے۔ بینوا، توجروا

احقر سید لیٰسین علی، اکترائی گھٹی حیدرآباد، ۲۰-۶-۱۹۶۷ء

۷۸۶ **الجواب:** (۱) نابینا اگر سنی صحیح العقیدہ ہو طہارت کا خیال رکھتا اور قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو تو بلا شبہ امام ہوسکتا ہے ہاں اگر جماعت میں اس کے سوا دوسرا صحیح القرأۃ صحیح العقیدہ جو فاسق معلن نہ ہو حاضر ہے تو نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہے۔ (در مختار وغیرہ) واللہ اعلم
(۲) اس کا جواب نمبر ا سے ظاہر ہے۔ واللہ اعلم
(۳) ان بلاد میں صلوۃ وسلام پر اعتراض کرنے والے یا اس میں شرکت سے جی چرانے والے یا نماز پنجگانہ کے بعد درود شریف نہ پڑھنے والے (جبکہ اس کا پڑھنا سنی مسلمانوں میں معمول بلکہ سنیت کی علامت سمجھا جاتا ہے) عموماً وہابی ہیں یا وہابیوں کی صحبت میں بیٹھنے والے اور مرتکب گناہ ہیں جب کہ وہابیت ملعون ہے اور جو شخص وہابیہ اور اہل سنت علماء کو یکساں سمجھتا ہے تو اسی قدر بات اس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اس کے پیچھے نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ فتح القدیر میں ہے **روی محمد عن ابی حنیفۃ و ابی یوسف رضی اللہ تعالی عنہم ان الصلوۃ خلف اھل الھواء لا تجوز۔** واللہ تعالیٰ اعلم (ھکذا فی الفتاویٰ الرضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ محرم الحرام ۱۳۸۷ھ

عصر میں قرأت جہر سے شروع کردی کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: پیش امام نے عصر کی نماز میں بھول کر اَل پڑھا اور یاد آنے پر حسب دستور پڑھا اس صورت میں سجدۂ سہو لازم آتا ہے یا نہیں اور اگر سجدۂ سہو نہ کیا جائے تو نماز میں کوئی خرابی تو

واقع نہیں ہوتی؟ مسئلہ شرع سے مطلع فرمائیں۔ العبد غلام محی الدین خان قادری

۷۸۶ **الجواب:** امام نے جہری نماز میں ایک آیت آہستہ پڑھی یا سری نماز (جیسے ظہر وعصر) میں ایک آیت جہر سے پڑھی تو سجدۂ سہو واجب ہے اور اگر ایک کلمہ جہری نماز میں آہستہ یا سرّی نماز میں جہر سے پڑھا جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو معاف ہے۔ (بہار شریعت بحوالہ عالمگیری و ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ

گمشدہ چیز کا اعلان مسجد میں کیسا ہے؟ عالم پر اعتراض

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) گمشدہ چیز کے بارے میں مسجد میں اعلان کرنے کا کیا حکم ہے اور اعلان کرنے والے کے بارے میں کیا حکم ہے۔

(۲) زید علمائے کرام کو ذلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے حالانکہ وہ خود اسی عالم کے پیچھے نماز پڑھتا ہے جس کی توہین کرتا ہے اور دوسروں کے سامنے بھی اس عالم دین کی حقارت کو بیان کرتا ہے۔ اور سننے والے اس بات کو خندہ پیشانی سے سنتے ہیں ان تمام کے بارے میں شرع مطہرہ کا کیا حکم ہے از روئے قرآن وحدیث وفقہ بیان فرمائیں۔ بینوا توجروا

حاجی مشتاق احمد، متولی مسجد اسلام آباد چوک حیدرآباد، ۱۶ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ

۷۸۶ **الجواب:** جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا اور دوسرے اوراد میں مشغول ہو کہ باآواز بلند پڑھنے سے اس کی نماز میں خلل آئے گا وہاں قرآن مجید ووظیفہ بھی ایسی آواز سے پڑھنا منع ہے تو اعلان کرنا کیونکر مناسب وروا ہوگا۔ ہاں اگر کوئی ایسی ضرورت ہی لاحق ہو جائے کہ مسجد میں اعلان کے بغیر چارہ نہیں تو اور بات ہے پھر بھی جہاں تک بن پڑے اس سے پرہیز کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو شخص حقیقتاً عالم دین، ہادی خلق، سنی صحیح العقیدہ ہو عوام کو اس پر اعتراض، اس کے افعال میں نکتہ چینی، اس کی عیب بینی حرام حرام اور باعث سخت محرومی اور بدنصیبی ہے۔ اول تو لاکھوں مسائل واحکام، فرقِ نیت سے بدل جاتے ہیں۔ عوام بیچارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگا دیتے ہیں اور ''کار پاکان را قیاس از خود مگیر'' کے مورد بنتے ہیں اس سے قطع نظر بھی ہو تو جاہل کو سنی عالم پر اعتراض کا کوئی حق نہیں۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۸۷ھ

سیاہ خضاب کا حکم۔ سجدے میں پیر رکھنے کا طریقہ۔ ہاتھ کب باندھے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین حسب ذیل مسائل کے معاملے میں

۱۔ داڑھی کے بال سفید ہیں اس کو سفید ہی، رکھنا یا اس پر کالا خضاب، لگانا کونسا عمل جائز، امر افضل ہے؟ بینوا، توجروا

۲۔ بوقت ادائیگی نماز کیا جب رکوع میں جائے تو بائیں پیر کے ٹخنے کو دائیں پیر کے ٹخنے سے یعنی دونوں پیروں کے ٹخنوں کو

ملانا ضروری ہے؟ بینوا، توجروا

۳۔ نماز پڑھتے وقت بوقت سجدہ دونوں پیروں کو ملانا چاہیے یا علیحدہ علیحدہ کونسا طریقہ درست موافق شریعت ہے؟ بینوا، توجروا

۴۔ بوقت ادائیگی نماز داہنے پیر کا انگوٹھا ابتدائے نماز سے باہر آنے تک ایک ہی جگہ بدستور قائم رہنا چاہیے یا زمین سے رگڑ کر آگے پیچھے کرنا جبکہ زمین سے نہ اٹھا گیا ہو۔ بینوا، توجروا

۵۔ اگر کوئی پیش امام ان تمام مندرجہ بالا باتوں کو کرتا ہو اور دوسروں سے یہ کہے کہ ایسا کرنا مستحب اور سنت موکدہ ہے تو یہ کیسا ہے۔ بینوا، توجروا

نماز کی نیت کرنے کے بعد یعنی کانوں سے ہاتھ ہٹا کر پہلے سیدھے لٹکا کر بعد میں زیر ناف باندھنا چاہیے یا نیت کے بعد زیر ناف باندھ لئے جائیں اگر نیت کے بعد دونوں ہاتھوں کو لٹکایا جائے جس طرح عیدین کی نماز میں لٹکاتے ہیں اور بعد میں باندھتے ہیں یہ عمل کیسا ہے۔ بینوا و توجروا محمد مناف خان لودھی، ۲۰ فروری ۱۹۶۷ء

۷۸۶ الجواب: (۱) صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاریٰ خضاب نہیں کرتے تم ان کی مخالفت کرو یعنی خضاب کرو۔ اور ابوداؤد و نسائی میں مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آخر زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے۔ وہ لوگ جنت کی خوشبو نہ پائیں گے اور طبرانی میں ہے کہ مسلمان کا خضاب سرخی ہے اور کافر کا خضاب سیاہی ہے۔ جیسا کہ ابن النجار کی روایت ہے کہ سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے کیا۔ ان احادیث کی بناء پر اہل تحقیق اور اکابر علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ سیاہ خضاب حرام ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے۔ **لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔** واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بعض روایت میں ثابت ہوتا ہے کہ رکوع میں ٹخنے ملائے جائیں یعنی جب کہ کوئی عذر نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) مستحب یہ ہے کہ دونوں پیروں میں از اول تا آخر کم از کم چار انگل کا فاصلہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) نماز یا سجدہ میں انگوٹھا آگے پیچھے ہو جائے تو نماز میں فساد نہیں آتا کم از کم ایک انگلی خواہ انگوٹھے کا پیٹ زمین پر لگا رہے ورنہ نماز فاسد ہوگی۔ ہر پیر کی تین انگلیوں کا پیٹ لگانا واجب ہے اور ہر پیر کی پانچوں انگلیوں کا پیٹ زمین سے لگانا سنت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) فقیر کی نظر سے کہیں نہیں گزرا کہ پیر کو آگے پیچھے رگڑنا یا ہٹانا سنت ہے جو مدعی ہے وہ ثبوت پیش کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ باندھ لینا سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا، ترک سنت ہے ایسا کرنا نہ چاہیے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ رصفر المظفر ۱۳۸۸ھ

سیّد امام کا زکوٰۃ لینا۔ سیاہ خضاب لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اور مفتیان شرع دریں مسئلہ کہ: ہماری مسجد واقع نزد گلشن ہوٹل فقیر کا پڑ روڈ حیدر آباد، وہاں محکمہ اوقاف کی طرف سے پیش امام مقرر ہے۔ اہل محلہ نے حسب ذیل وجوہات کی بناء پر ان کے پیچھے نماز ادا کرنی چھوڑ دی ہے اور انفرادی طور پر آگے پیچھے نماز ادا کیا کرتے ہیں۔ امام مذکور کو بارہا ان امور کی طرف توجہ دلائی لیکن جماعتیوں کی تمام کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور امام مذکور اپنی حرکات پر ابھی تک قائم ہے تقریر میں الفاظ متعصبانہ ہوتے ہیں اور فرقہ پرستی کو ہوا دیتے ہیں نماز ادا کرتے وقت کبھی دایاں پاؤں اٹھاتے ہیں اور کبھی بایاں پاؤں۔ امانت میں خیانت کرتے ہیں جس کا ثبوت موجود ہے۔ صاحب نصاب ہو کر زکوٰۃ لیتے ہیں۔ شریعت مطہرہ سادات کرام کو زکوٰۃ لینے سے منع فرماتی ہے لیکن مذکورہ پیش امام سید ہونے کے باوجود زکوٰۃ لیتے ہیں۔ سیاہ خضاب جائز کہنے کے ساتھ خود بھی لگاتے ہیں۔ پانچ وقت نمازوں میں بالکل پابند نہیں پانچ وقتوں کے بجائے تین وقتوں کی نماز پڑھاتا ہے۔ اور بقیہ دو وقت کی کہیں باہر ادا کرتا ہے نمازی اس کی ان حرکات کی وجہ سے بہت ناراض ہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں۔ اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں اور اس کو ہٹانے کے لئے نمازی جانب حق ہیں یا نہیں؟ اہل محلہ، ۱۶ جولائی ۱۹۶۹ء

۷۸۶ الجواب: جس شخص کے وہ حالات واقوال وافعال ہوں وہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ بدعقیدہ ہے مسلمانوں کو لازم ہے کہ اس کو مسجد سے نکال دیں ایسے کو امام بنانا گناہ ہے اور نماز اس کے پیچھے کم از کم سخت مکروہ ہے جبکہ اس کے فسق اور بیباکی کا عالم یہ ہے کہ وہ امانت میں خیانت کرتا ہے صاحب نصاب ہونے کے باوجود بھی زکوٰۃ لیتا ہے سادات کیلئے زکوٰۃ لینے کو جائز بتاتا ہے سیاہ خضاب کرتا ہے اور اس کو روا جانتا ہے اور نماز با جماعت کا پابند بھی نہیں اور پھر لوگوں میں انتشار پھیلاتا ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ ربیع الاوّل شریف ۱۳۸۸ھ

امامت کی شرائط

سوال: مکرمی جناب مفتی صاحب دام عنایتکم، السلام علیکم، گزارش ہے کہ

شریعت کی رو سے امام مسجد کو کن کن اصولوں کا پابند ہونا لازم ہے مثلاً داڑھی، اور شریعت کی رو سے رکوع سجود اور جب وہ رکوع میں جائے تو کپڑوں کا اٹھانا وغیرہ؟ از روئے شریعت مفصل احکامات سے ممنون ومشکور فرمائیں۔ فقط والسلام

۷۸۶ الجواب: ہر جماعت میں اسی شخص کو امام کیا جائے جو کہ سنی صحیح العقیدہ ہو فاسق معلن اور بدعقیدہ نہ ہو اور قرآن کریم صحیح طور پر پڑھتا ہو یعنی حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد لازم نہ آئے اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائل نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحب حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی وخوش اسلوبی سے پائی جائے۔ حد شرع سے داڑھی کم رکھنے یعنی داڑھی کتروانے والے اور منڈوانے والے کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ربیع الاوّل ۱۳۸۸ھ

امام کی داڑھی حدِ شرع سے کم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں لیکن ان کی داڑھی مبارک حد شرع سے کم ہے کیا ایسے آدمی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواب میں معتبر کتاب کا حوالہ ہونا چاہیے۔

۷۸۲ **الجواب:** داڑھی منڈانا فسق ہے اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے یہی حکم داڑھی حد شرع سے کم رکھنے والے یعنی کتروانے والا کا ہے۔اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریم۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ / ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ

جب لوگ نماز پڑھیں تو امام کا چہرہ ان کی طرف نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک امام صاحب نے تقریر کے اختتام پر لوگوں سے کہا کہ سنتیں پڑھو اور خود منبر پر بیٹھے رہے کیا اس میں کوئی قباحت ہے یا نہیں؟

۷۸۲ **الجواب:** ہاں اس میں قباحت ہے اور وہ یہ کہ جو لوگ سنتیں پڑھیں گے ان میں سے بعض کا منہ اس کے سامنے ہوگا جس سے نمازی کا دھیان بٹے گا اور ایسی چیز کا سامنے ہونا جس سے نمازی کا دھیان بٹے مکروہ تنزیہی ہے۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری غفی عنہ ۵ / ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ

قرأت کے احکام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک حافظ صاحب پنجگانہ نماز میں قرأت قرآن، اس تیزی سے پڑھتا ہے جیسی تیزی سے تراویح میں قرآن پڑھا جاتا ہے۔کیا ایسی قرأت نماز پنجگانہ میں کرنا جائز ہے؟ کیا اس کے پیچھے جماعت اور فرض نماز ہوسکتی ہے؟

۷۸۲ **الجواب:** قرآن عظیم کو ٹھہر ٹھہر کر آہستگی پڑھنا چاہیے کہ سننے والا چاہے تو ہر کلمہ کو جدا جدا گن سکے ۔ کما قال الله تعالى ورتل القرآن ترتيلا۔اور حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن کو سوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو۔اور شعر کی طرح سے گھاس نہ کاٹو۔عجائبات کے پاس ٹھہرتے جاؤ۔اور اپنے دلوں کو تدبر سے حرکت دو، یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب یہ دھیان ہے کہ جلدی سے ختم کردے۔درمختار میں ہے کہ یقرء فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا ایسے جلد باز کو امام بنانا خطرے سے خالی نہیں کہ عجلت کے باعث ایسی غلطیاں کرے گا جن سے نماز کا فاسد ہونا لازم آتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ / ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ

فسق کے چند طریقے

سوال: کیا فرماتے ہیں فقیہان دین اہل سنت و جماعت اس مسئلہ کے متعلق کہ: ہماری مسجد کے امام کے حسب ذیل حالات ہیں کیا ایسی صورت میں اس کی امامت جائز ہے اور عام مسلمان اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

۱۔رشوت لیکر نکاح درج رجسٹر کرتا ہے سرکاری فیس کے علاوہ ۵۰-۵۰ روپے لیکر اندراج کرتا ہے اور تحریری ثبوت موجود ہے۔

۲۔امانت میں خیانت کرتا ہے انجمن اہلسنت کی طرف سے جو چندہ جمع کرنے کی رسید بک اس کے پاس ہے اس میں جو کاپی چندہ دہندہ کو دیتی ہے اس میں پوری رقم درج ہے اور ریکارڈ والی کاپی پر کم درج ہے جس کا ثبوت رسید بک میں موجود ہے۔

۳۔منکوحہ عورت نے اپنے خاوند پر تنسیخ نکاح کا دعوی کیا خاوند حاضر عدالت نہیں ہوا عدالت نے یکطرفہ فیصلہ دیا اور عورت کو نکاح ثانی کی اجازت دیدی خاوند نے طلاق نہیں دی۔حکم عدالت کے بعد مدت عدت پوری ہونے سے پہلے دوسرے شخص سے نکاح پڑھا دیا۔

۴۔نکاح رجسٹر پہ جو پرت لڑکے کو دی اس پر اور فیس درج کردی اور جو کمیٹی کے دفتر میں دی اس پر اور فیس درج ہے۔امام مسجد خود ہی نکاح رجسٹرار ہے۔

۵۔امام مسجد کے پاس زیر تعلیم جو طالبات ہیں ان پر بدچلنی کے لئے دست درازی کرتا ہے۔جس کے متعلق خاص لوگوں کو علم ہے لوگوں نے بے عزتی کی خاطر کوئی قدم نہیں اٹھایا لیکن بات بالکل ٹھیک درست ہے۔ محمد عمر خان

۷۸۶ الجواب: جس شخص کے وہ حالات و عادات اور اقوال و اعمال ہوں وہ فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ بد دین ہے عدت کے اندر نکاح حرام و ناجائز قطعی ہے جس کی حرمت پر خود قرآن عظیم نے کہا۔قال الله تعالى **والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء**۔رہا یہ امر کہ نکاح جو یکطرفہ ہوا کیسا ہے؟ جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے، واضح رہے کہ خلع کی تکمیل کے لئے شوہر کا قبول کرنا لازم ہے۔مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسے معزول کریں اس کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ ہے جب اس کے فسق و بے باکی کی حالت یہ ہے تو کیا اعتبار بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو یا جاڑے کے دنوں میں ایسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے نماز پڑھاتا ہو۔غنیۃ شرح منیہ میں ہے **انهم لو قدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه و تساهله في الاتيان بلوازمه**۔قصہ مختصر یہ کہ جس کی یہ حالت ہے اس کے پیچھے نماز کی اصلاً اجازت نہیں۔(فتاوی رضویہ)۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲؍جمادی الاخریٰ ۱۳۸۸ھ

پندرہ سال کا لڑکا امامت کرسکتا ہے

سوال: محترم قبلہ و کعبہ ذوالمجد والکرم صاحب العلم والکمال شیخ الحدیث مفتی دین شرع مبین، آداب و سلام گذارش ہے کہ شیخ الحدیث صاحب اس سلسلے میں کیا فرماتے ہیں کہ: ایک شخص بنام حافظ نور الاسلام ولد حاجی عبد

الرحیم شاہ کی تاریخ پیدائش ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ ہے اب اس کی عمر ۱۶ سال سے زیادہ ہے اور اس آنے والے رمضان المبارک کے مہینے میں تراویح پڑھانے کے لئے اور پیش امام کی غیر موجودگی میں وقت ضرورتاً نماز پڑھانے یعنی امامت کرنے کی وضاحت فرمائیں کہ اس حافظ صاحب کی امامت جائز ہے یا نہیں جبکہ ابھی تک داڑھی نہیں نکلی ہے؟ تفصیل وضاحت کے ساتھ بیان فرمائیں تاکہ شک وشبہ باقی نہ رہے کہ علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں بمعہ مہر و دستخط جواب تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ تاریخ ۱۰.۱۲.۱۹۶۷ء

۷۸۶ الجواب: امامت کے لئے بالغ ہونا شرط ہے اور بلوغ کی مدت زیادہ سے زیادہ پندرہ سال ہے جب بچہ پورے پندرہ سال کا ہو جائے گا وہ شرعاً بالغ قرار پائے گا خواہ اس کے چہرے پر داڑھی آئی ہو یا نہ آئی ہو۔ صورت مسئولہ میں اگر حافظ نور الاسلام امامت کا اہل ہے یعنی صحیح العقیدہ غیر فاسق سنی ہے اور صحیح القرأت ہے کہ قرآن کریم صحیح پڑھتا ہے تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں لوگوں کا اعتراض محض اس بناء پر کہ اس کے چہرے پر داڑھی نہیں بیجا ہے نماز اس کے پیچھے قطعی بلا شک وشبہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ

سولہ سالہ حافظ کی امامت/ استعمال شدہ ڈھیلے کا دوبارہ استعمال/ امامت کی نیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ایک حافظ قرآن جس کی عمر سولہ سال ہے داڑھی ابھی نہیں نکلی اس قسم کے حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے یا نہیں اور ایسا حافظ پیش امام مقرر کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) پیشاب کے استنجے کا استعمال شدہ ڈھیلا استنجے کے لئے دوبارہ استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) ایک پیش امام جب نماز پڑھانے کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو مقتدی کی نماز پڑھانے کی نیت کس طرح کرتا ہے اور کیا الفاظ ادا کرتا ہے۔ صاف الفاظ میں نیت کا بیان فرمائیں؟ بینوا، توجروا محمد حسین، محلہ دڑی نیازی گلی مکان نمبر ۱۱۵۷، لاڑکانہ

۷۸۶ الجواب: اگر ایسا امام جس کے چہرہ پر داڑھی نہیں آئی، اور سولہ برس عمر رکھتا ہے، فاسق معلن نہیں، قرآن مجید صحیح قابل جواز نماز پڑھتا ہے، اور عقائد گمراہان کا مخالف یعنی سنی صحیح العقیدہ ہے، غرض اس میں کوئی ایسی بات نہیں جس کے سبب اس کی نماز باطل یا امامت باعث گناہ ہو، تو اس کی امامت شرعاً درست ہے اور وہ قابل امامت ہے ہاں اگر ایسا خوبصورت ہو کہ فساق کے لئے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے ناجائز و گناہ نہیں۔ درمختار میں ہے تکرہ خلف امرد ردالمحتار میں ہے قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جس ڈھیلے سے ایک بار استنجاء کر لیا اسے دوبارہ کام میں لانا مکروہ ہے مگر دوسری کروٹ اس کی صاف ہو تو اس سے دوبارہ استنجاء کر سکتے ہیں اور پیشاب خشک ہو جائے تو ڈھیلا پاک ہو گیا دوبارہ سہ بارہ کام میں لا سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) امام کو نیت امامتِ مقتدی، نماز صحیح ہونے کے لئے ضروری نہیں مگر امام نے امامت کی نیت نہ کی تو ثواب جماعت نہ پائے گا اور یہ نیت وقت شرکت بھی کرسکتا ہے اس لئے نیت یوں ہونی چاہیے نیت کی میں نے .... رکعت نماز فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف میں امام اس جماعت کا اللہ اکبر۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ شوال المکرم ۱۳۸۸ھ

نمازی حضرات، امام کا انتظار کتنی دیر تک کریں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: امام مسجد مقرر وقت پر تشریف نہیں لائے جو کہ نماز کا وقت مقرر کیا ہوا ہے اور اس وقت مؤذن مسجد یا اور کوئی آدمی بھی موجود نہیں جو کہ نماز پڑھا سکتے ہوں آیا ایسے وقت امام کا انتظار پانچ منٹ تک کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کسی حوالہ سے جواب عنایت فرمائیں۔

فقط والسلام، مولا بخش وجانی، حاجی امید علی روڈ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اگر وقت میں گنجائش ہے اور آخر وقت مستحب تک تاخیر حاضرین پر شاق نہ ہوگی کہ سب اس پر راضی ہیں تو جہاں تک تاخیر ہوا تنا ہی ثواب ہے کہ سارا وقت ان کا نماز میں ہی لکھا جائے گا۔ صحیح احادیث کریمہ میں وارد کہ صحابہ کرام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انتظار کرتے لہٰذا پانچ منٹ تک امام کا انتظار مقتدیوں پر شاق نہیں ہونا چاہیے ہاں امام سے استدعا کریں کہ وقت معین پر تشریف لایا کیجئے۔ کذا فی الفتاویٰ الرضویہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

ٹوپی اور تہبند پہن کر امامت کرانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ٹوپی اور تہبند باندھ کر نماز کی جماعت پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) داڑھی منڈے کے پیچھے نماز جماعت سے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ سائل: عبدالمجید، ابڑو

۷۸۶ الجواب: ٹوپی پہن کر نماز پڑھانا بلا کراہت جائز ہے اگرچہ مقتدیوں کے سر پر عمامہ ہو ہاں عمامہ باندھ کر نماز پڑھنا زیادہ ثواب کا موجب ہے یونہی بدن پر کرتا وغیرہ ہو تو تہبند باندھ کر نماز پڑھانے میں ادنیٰ درجہ کی بھی کراہت نہیں ہاں بدن پر کرتا یا قمیص نہ ہو تو تہبند باندھ کر نماز پڑھنا اور پڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم

(۲) داڑھی منڈانا یا کتروانا اور حد شرع سے کم رکھنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کو اپنا امام بنانا گناہ۔ نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی کہ اگر پڑھی تو اس کا دوبارہ پڑھنا لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ

قرأت میں ضاد کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک امام مسجد جو کہ قرأۃ نماز میں بجائے ض جو کہ مائل صوت دال کے ہے وہ ض جو کہ مائل صوت ظا کے ہے پڑھتا ہے کیا اس کا پڑھنا درست ہے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا، توجروا　　　　محمد رمضان، شہداد پوری پاڑہ حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم اللہ کا کلام ہے ہر مسلمان پر حق ہے کہ اسے جیسا اترا ویسا ہی ادا کرے۔ حرف کی آواز بدلنے میں بے شمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ یہانتک کہ معاذ اللہ۔ اسلام وکفر کا فرق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے علمائے کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ جو شخص جان بوجھ کر ض کو ظا پڑھے اگر چہ ایک آدھ بار سہی اسکی نماز کبھی ولا الضالین تک نہیں پہنچنے پاتی۔ پہلی ہی رکعت میں ''مغضوب'' کی جگہ ''مغظوب'' پڑھا اور نماز رخصت ہوئی یہی حکم ض کی جگہ قصداً دال پڑھنے کا ہے کہ اس کی نماز بھی ''مغدوب'' سے آگے نہ بڑھے گی دونوں صورتوں میں فاسد و باطل ہو جائے گی۔ اس علاقہ میں یہ وبا نجدی لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اپنی پناہ میں رکھے۔ بالجملہ ایسا شخص ہرگز امامت کا اہل نہیں اسے امام بنانا حرام اور اس کی اقتداء میں نمازیں محض باطل۔ محیط برہانی میں ہے سئل الامام الفضلی یقراء الظا مکان الضاد او علی العکس فقال لاتجوز امامته ولو تعمّد یکفر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　　　۵ ربیع الثانی ۱۳۸۹ھ

امام کے کھڑا ہونے کی جگہ کتنی اونچی ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: نماز میں امام کے کھڑے ہونے کی جگہ کتنی اونچی ہو تو معاف ہے مدلل جواب فرمایا جائے۔　　　　منیر خان، لطیف آباد نمبر ۶ حیدر آباد، ۱۷ جولائی ۱۹۶۹ء

۷۸۶ الجواب: امام کا تمام مقتدیوں سے اونچی جگہ ہونا مکروہ ہے اور ہمارے علماء نے اس بلندی کو کسی خاص مقدار معین پر موقوف نہیں مانا بلکہ اتنی بلندی کو باعث کراہت قرار دیا کہ دیکھنے والا پہلی ہی نظر میں یہ جان لے کہ امام اونچی جگہ ہے اور مقتدی نیچی جگہ ہاں اگر امام ومقتدیوں کی جگہ میں معمولی فرق مثلاً گرہ ڈیڑھ گرہ کا ہو تو انشاء اللہ تعالیٰ معاف ہے۔ فان فی اعتبارہ حرجا والحرج مدفوع بالنص۔ یونہی اگر پہلی صف امام کے ساتھ ہو باقی صفیں نیچے جب بھی کوئی حرج نہیں اور اگر امام دوستونوں کے درمیان میں کھڑا ہو تو یہ یہودیوں سے مشابہت ہے اور مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　　　یکم جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ

امام کی وعدہ خلافی اور مکان پر قبضہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ: ایک حافظ، پیش امام جامع مسجد کا، ایک بیوہ عورت کے مکان کا کرایہ

ساڑھے تیرہ ماہ کا جسکا میزان پانچ سو تیرہ روپیہ (۵۱۳) ہوا، اپنے وعدے کے مطابق ایک سال کی مہلت کے بعد، اگر وہ اس واجب الادا رقم کو مکان کا قبضہ دیتے وقت دینے سے انکار کر دے اور کسی بھی صورت میں وہ واجب الادا رقم دینے پر رضامند نہ ہو اور مکان کا قبضہ دیتے وقت کی کسی بھی چیز کو وہ مکان میں سے نکال کر اپنے ہمراہ لے جائے تو کیا ایسا حافظ پیش امام کسی بھی مسجد میں امامت کر سکتا ہے کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟

سائل: عبدالرحمٰن، سرفراز کالونی، نزد درگاہ سرفراز، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں امام مذکور خائن و غاصب قرار پائے گا مکان کا کرایہ مکاندار کا حق ہے جو اس نے دبالیا۔ یہ ایک جرم ہوا۔ وعدہ کیا کہ میں مکان خالی کر دوں گا اور خالی نہ کیا یہ وعدہ خلافی ہوئی اور دوسرا جرم، پھر مکان سے کچھ سامان جاتے وقت نکال کر لے گیا یہ غصب ہوا اور تیسرا جرم، اور جس کے یہ افعال ہوں وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور نماز پڑھ لی تو اس کا دہرانا لازم ہے۔ غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ر محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

داڑھی حد شرع سے کم ہو تو امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مسائل ذیل میں کہ

(۱) ایک مسجد میں امام نماز پڑھاتا ہے لیکن داڑھی حد شرع سے کم رکھتا ہے، جس کو خشخشی کہتے ہیں۔

(۲) اور امام قرآن غلط پڑھتا ہے۔

(۳) اور اس امام کی بیوہ بہن بے پردہ رہتی ہے مسجد مذکور کے ذمہ دار اشخاص سے جب امام کی خرابیاں بیان کی گئیں تو جواب میں کہتے ہیں کہ ہماری تو سب کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

(۴) مذکورہ بالا حضرات کا ایسا جواب دینا کس حد تک صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو پھر ایسے کہنے والے اشخاص کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟

(۵) ایسی حالت میں جس قدر نمازیں ادا کیں وہ ادا ہوئیں یا ان کا لوٹانا واجب ہے۔ کیا حکم ہے۔ نوٹ۔ جواب بحوالۂ کتب معتبرہ سے ہونا چاہیے؟

سائل سید محمود علی شاہ اجمیری، نعل بندگی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: داڑھی حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا فسق و گناہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن (علی الاعلان فسق گناہ کرنے والے کو) امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی ہے۔ غنیۃ میں ہے **لو قدموا فاسقا یاثمون**۔ یعنی اگر مقتدیوں نے کسی فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھا دیا تو سب گناہ گار ہوں گے۔ یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ جب فاسق معلن کے علاوہ کوئی امام نہ مل سکے تو لوگ نماز تنہا پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا مکروہ تحریمی اور واجب، مکروہ تحریمی کا مرتبہ برابر، جبکہ فساد کا دور کرنا اہم و مقدم ہے۔ فتاویٰ رضویہ وغیرہا کتب میں ہے کہ

کل صلوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا۔ یعنی ہر اس نماز کا دہرانا واجب ہے جو کہ کراہت تحریمی سے ادا کی گئی اسی سے سوال ۵ کا جواب بھی مل گیا کہ جتنی نمازیں پڑھی گئیں ان کا اعادہ واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ محرم ۱۳۹۰ ھ

سلام کے بارے میں بے ادبی جیسے الفاظ کہنے والا کون ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص محفل میلاد شریف میں آتا ہے سلام بھی پڑھتا ہے مگر یہ کہتا ہے کہ سلام پڑھنے سے کافر نہیں ہوتا اور سلام نہ پڑھنے سے بھی کافر نہیں ہوتا اس کا اسلام میں تو کوئی ذکر ہے نہیں یہ ایک نیا رواج ہے۔ اس شخص کا عمل دیوبندیوں اور وہابیوں کی کتابوں پر ہے۔ ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: میلاد شریف میں قیام، جو بوقت ذکر ولادت شریف، بلاد اسلام میں رائج و معمول ہے ضرور مستحسن و مقبول ہے جیسا کہ علامہ سید جعفر برزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور و مقبول رسالہ میں فرمایا۔ یہاں آج کل اس قسم کے مسائل میں اس قسم کی گفتگو کرنے والے حضرات وہابیہ ہیں اور وہابیہ زمانہ اب بدعت و ضلالت سے ترقی کر کے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں، ایسے لوگوں کو امام بنانا حرام ہے اور ان کے پیچھے نماز ناجائز ہے۔ نہ فرض درست، نہ تراویح، وغیرہ اور اگر وہ عقیدۃً دیوبندی ہے تو دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں۔ فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ فتح القدیر شرح ھدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول ہے کہ فرماتے ہیں لا تجوز الصلوۃ خلف اھل الھواء۔ یعنی اہل بدعت کے پیچھے نماز سرے سے جائز ہی نہیں پھر اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو یا عیدین و جمعہ یا تراویح و جنازہ کوئی نماز ان کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعلمہ اتم واحکم

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۴ محرم الحرام ۱۳۹۰ ھ

زائر اور حاجی کے لئے حرمین شریفین میں نماز کا طریقہ

سوال: محترم مکرم حضرت مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ سنی بریلوی مسلک کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر پوری طرح کاربند ہے بندہ اس سال فریضۂ حج ادا کرنے حرمین شریفین جا رہا ہے ائمہ حرمین شریفین کی اقتداء میں نماز باجماعت ادا کرنے کے متعلق سخت پریشانی کا شکار ہے آپ سے گزارش ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں شرعی مسئلہ تحریر فرمائیں کہ مجھے وہاں جا کر کیا کرنا چاہیے۔ فقط والسلام سعید احمد اقبال

۷۸۶ الجواب: حرمین شریفین میں اس وقت جو امام ہیں ان کے عقائد مطابق اہلسنت نہیں ہیں نیز ان میں سے اکثر ان خوبیوں کے منکر ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی گئیں اور ان کو ماننا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقیناً بے دین ہے۔ (فتاوی رضویہ) ایسے لوگوں کا تعلق وہابیہ سے ہے اور وہابیہ اہل ھواء سے ہیں تو اگر وہاں کوئی سنی صحیح العقیدہ

مسلمان مل جائے تو اس کی امامت میں اقتداء کریں ورنہ تنہا نماز پڑھی جائے ہاں اگر ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں فتنہ کا خوف ہو تو پیچھے پڑھ لیں اور پھر دوبارہ پڑھیں۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

قصد اُض کو پڑھنا

سوال: اگر کوئی امام قصد اُضاد کو ظا پڑھے تو نماز کا کیا حکم ہے؟

۷۸۶ الجواب: امام ابوبکر محمد امام برہان الدین صاحب ذخیرہ اور امام ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ جو قصد اُض کو ضا پڑھے وہ کافر ہے۔ محیط برہانی میں ہے کہ لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر۔ عالمگیری میں ہے یکفر۔ ضاد کا مخرج۔ زبان کی داہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے (نوک تک) یعنی نوک کے قریب تک بالائی داڑھی سے ملاصق ہو۔ (فتاوی رضویہ) پھر اگر ض کو صحیح پڑھنا چاہتا ہے لیکن ایسی جگہ غلط پڑھے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو مذہب صحیحہ میں نماز فاسد ہے (فتاوی رضویہ وعامۂ کتب)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ر ذیقعدہ ۱۳۹۵ھ

امام کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین کہ: ایک مسجد کے پیش امام میں کون کون سی باتوں کا پایا جانا ضروری ہے؟ عبدالباقی، لطیف آباد نمبر ۵، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: جو شخص وضو وغسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو۔ نماز صحیح پڑھتا ہو۔ قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدل لیں فاسد ہوں اس کے پیچھے نماز درست ہے۔ مگر امام بنانا، جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ امام مذہب کا سنی خالص ہو۔ فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو کہ لوگ اسے دیکھیں اور جانیں کہ یہ فلاں گناہ میں مصروف ہے۔ ایسا شخص جو علانیہ گناہ کا ارتکاب کرے فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اور ایسی نماز کا دہرانا واجب جو فاسق معلن کے پیچھے ادا کی گئی۔ امام بدمذہب بدعقیدہ ہو کہ اس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچی اسے بھی امام بنانا سخت حرام وگناہ ہے اور جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی وہابی نیچری قادیانی غیر مقلد تو ایسے کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ واللہ تعالیٰ اعلم (تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ دیکھیں)

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۹۵ھ

امام کے لئے شرائط

سوال: جناب عالی! مسلم آباد ٹاؤن شپ کی فیصل مسجد کے اندر ایک شخص امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں جن

کے متعلق کچھ لوگوں کو اعتراض ہے۔ اعتراض کی بناء حسب ذیل تحریر ہے۔ ظاہری طور پر نابالغ داڑھی مونچھ ابتک چہرے پر آئی ہی نہیں۔ عمر تقریباً سولہ سال حافظ قرآن۔

لہٰذا علماء دین اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں آیا ایسے شخص کے پیچھے فرض نماز ادا ہوئی یا نہیں؟ اپنی رائے سے آگاہ فرمائیں۔

جنرل سیکریٹری، مسلم آباد ایسوسی ایشن پھلیلی پار حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: امام مسجد کے لئے صحیح العقیدہ، صحیح القرأۃ، اور صحیح العمل ہونا لازم ہے کہ وہ بدعقیدہ نہ ہو، قرآن صحیح پڑھتا ہو اور فاسق معلن نہ ہو۔ جب یہ باتیں اس میں پائی جاتی ہیں اور مسائل نماز سے بھی آگاہ ہے تو سولہ سال کی عمر میں وہ بالغ ہے۔ شرعاً اس کی امامت درست ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۰ ررمضان المبارک ۱۳۹۶ھ

امام کے متعلق چند مسائل/مسجد کی دیواروں پر نقش ونگار/اولاد کے پیسے سے والدین کا حج/مستحق کوزکوٰۃ دیکر، اسے مسجد میں دینے کی ترغیب

سوال: مندرجہ ذیل مسائل میں مفتیان کرام کیا فرماتے ہیں۔

۱۔ کہ بعض مساجد میں پیش امام کے لئے دو دو تین تین جائے نماز یکے بعد دیگرے بچھا دیتے ہیں اور مؤذن کے لئے امام کے پیچھے ایک مصلیٰ بچھایا جاتا ہے بعض نمازی اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ یہ کام خلاف شریعت ہے اور نماز ایسی صورت میں نہیں ہوتی ہے کیا یہ اعتراض درست ہے اور جبکہ یہ مُصلّے امام اور مؤذن کے احترام کے لئے بچھائے جاتے ہیں۔

۲۔ تکبیر خاص امام کے پیچھے صحیح ہے یا دائیں بائیں؟

۳۔ اگر امام مصلے پر نہ آئے تو تکبیر کہنی چاہیے یا نہیں؟

۴۔ تحیت الوضو یا تحیت المسجد اذان فجر اور عصر کی اذان کے بعد ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

۵۔ مسجد کی آرائش اور سجاوٹ کے لئے دیواروں پر نقش نگار بنانا درست ہے؟

۶۔ داڑھی منڈانے اور کتروانے والے کی اذان اور تکبیر درست ہے یا نہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

۷۔ کوئی اولاد اپنے والدین کو اپنے پیسے سے حج پر بھیج سکتی ہے یا نہیں۔ اور والدین ثواب حج کو اپنی اولاد یا زیادہ اشخاص کو بخش سکتے ہیں یا نہیں؟ مستحق شخص کو زکوٰۃ ادا کی گئی اور پھر اس سے یہ بھی کہا کہ تم اپنی طرف سے یہ رقم مسجد کے لئے دیدو تم کو بھی ثواب ملے گا کیا اس طرح سے زکوٰۃ ادا ہوگئی یا نہیں؟ مہربانی فرما کر جواب سے جلد سرفراز فرمائیں۔

اور نمبر ا کے مطابق یہ بھی عرض ہے کہ بعض مساجد میں فرش کی گرمی اور سردی سے بچانے کے لئے پیش امام اور مقتدیوں کے لئے چٹائی پر یکے بعد دیگرے صف ڈالی جاتی ہے اور پیش امام کے لئے بھی مصلیٰ پہ مصلیٰ ڈالا جاتا ہے لیکن معترض کہتا ہے کہ اس طرح سے نماز نہیں ہوتی اگر فرش پر گرمی یا سردی کا اندیشہ نہ بھی ہو تو مصلے پر دو تین جائے نمازوں کا بچھانا کیسا

ہے؟ معترض کا کہنا ہے کہ پیش امام یا مؤذن اور یا نمازیوں کے لئے دو سے زیادہ صفوں کا مصلی ہونا جائز نہیں ہے۔

محمد حسین، ضلع لاڑکانہ محلہ دڑی مکان نمبر C/ 157

۷۸۶ **الجواب:** معترضین کا منشاء صرف اعتراض ہے تو اس کا کوئی جواب نہیں۔ اور بلا دلیل شرعی کسی جائز کو ناجائز کہنا اور اس مباح کو خلاف بتادینا خود گناہ بلکہ نئی شریعت گڑھنا ہے اللہ پناہ میں رکھے۔

(۱) اگر دو تین مصلے مل کر اتنے ضخیم ہو جائیں کہ پیشانی سجدے میں نہ جمائی جاسکے تو پھر امام ہی کیا کسی ایک کی بھی نماز نہ ہوگی کہ زمین پر پیشانی جمانا سجدہ میں شرط ہے۔ غرض امام اور مؤذن کے احترام میں یہ جو کچھ کیا جاتا ہے اسے بلا دلیل شرعیہ ناجائز وہی کہہ سکتا ہے جسے نہ خدا کا خوف ہو اور نہ شریعت کا لحاظ۔

(۲) اقامت امام کے محاذات میں ہو یا پھر دائیں جانب یہی مناسب تر ہے ورنہ جہت کی اس میں تخصیص نہیں ہے۔

(۳) یہ جو رواج چل پڑا ہے کہ جب تک امام مصلی پر کھڑا نہ ہو اس وقت تک تکبیر نہیں کہی جاتی خلاف سنت ہے۔ سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی اسی وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوۃ یا حی علی الفلاح پر پہنچے۔ (درمختار وغیرہ)

(۴) طلوع فجر اور عصر کے بعد کوئی نفل نماز جائز نہیں۔ (عامہ کتب) اور اذان عصر کے بعد نفل پڑھ سکتے ہیں یعنی فرض سے پہلے۔

(۵) زمانہ کی تبدیلی کے باعث علماء نے مسجد کی آرائش کی اجازت دی کہ اب یہ ظاہری عظمت و آرائش آنکھوں میں مسجد کی عظمت اور دلوں میں اس کی وقعت کی موجب ہوگی مگر اب بھی دیوار قبلہ اور خصوصاً محراب کو اس سے بچایا جائے۔

(۶) داڑھی ترشوانا اور حد شرع یعنی ایک مشت سے کم رکھنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اگر پڑھ لی تو واجب الاعادہ، اور فاسق معلن اگرچہ عالم ہو اس کی اذان کا اعادہ واجب، ہاں تکبیر کا اعادہ نہ کیا جائے گا کہ اذان کی تکرار مشروع ہے تکبیر کی نہیں۔ (درمختار)

(۷) اولاد اگر صاحب استطاعت ہے اور مجبور و معذور شرعی نہیں تو پہلے وہ خود اپنا حج فرض ادا کریں اس کے بعد والدین کو حج کرائیں تو یہ ان کی سعادت ہے اور دارین میں موجب خیر و برکت اور ہر شخص اپنے نیک عمل کا ثواب زندہ اور مردہ مسلمانوں کو بخش سکتا ہے۔

(۸) زکوٰۃ کی رقم براہ راست مسجد میں صرف نہیں کی جاسکتی ہے۔ سوال میں جو صورت مذکورہ ہے وہ اس کے لئے حیلہ شرعیہ ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ ثواب دونوں کو ملے گا۔ کتب معتبرہ میں اس طریقہ کو ذکر فرمایا گیا ہے۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۵ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ

بدکردار شخص کا ساتھ دینے والے امام کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں اور کیا حکم دیتا ہے مذہب اسلام ایسے شخص کیلئے

(۱) تقریباً ایک ہزار مسلمان کسی تنازع کو ختم کرنے کے لئے ایک جگہ جمع ہو کر قسم کلام پاک کھا کر اور حلف کی رو سے قطعی غیر جانبدار ہو کر دو افراد کی جانچ پڑتال کرتے ہیں اور انکے معلومات کرنے پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک فرد قطعی غلط

ہے اسکا کردار خراب ہے اسکی لڑکیوں کا چال چلن گندا ہے۔ لہٰذا یہ ایک ہزار افراد لڑکیوں کے باپ کو بطور سزا و نصیحت اپنے سے الگ کر دیتے ہیں اس سے ملنا اور کھانا پینا اور لین دین بند کر دیتے ہیں مگر ایک امام مسجد اس بد کردار بد چلن بھائیوں کی نافرمانی کا ساتھ دیتا ہے جس کی وجہ سے برادری میں بد نظمی افراتفری بدامنی اور جھگڑا فساد یہاں تک کہ خون خرابہ کی فضا پیدا ہو گئی کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے کیا یہ امامت کے قابل ہے۔

(۲) ایک شخص بار بار قسم کھاتا ہے حلف اٹھاتا ہے بار بار کلمہ طیبہ پڑھ کر جھوٹ بولتا ہے اور یہ شخص تقریباً ایک ڈیڑھ ہزار افراد کے اجلاس میں کلام پاک کی قسم کھا کر ایک الزام لگاتا ہے اور دوسرے روز وہ الزام جھوٹا ثابت ہو جاتا ہے جس کا اخلاق گندہ اور جسکی گفتار و کردار خراب اور جسکی بولی میں تہذیب نہیں جو وعدے کا پابند نہیں جو پوری برادری کے کردار کو بگاڑتا ہو کیا ایسا شخص امامت کر سکتا ہے کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے؟

فتویٰ کے لیے طلبگار شاہ برادری

حکیم سید عبد الرزاق شاہ، حاجی شرف الدین شاہ، نیک محمد شاہ، حاجی مہر دین شاہ، محمد یاسین شاہ، بدر الدین شاہ، عبد الغنی شاہ، عبدل عرف خان، رستم علی شاہ، شوکت علی شاہ، یاسین شاہ، لال محمد شاہ، قاسم علی شاہ، محمد شفیع شاہ۔ پھلیلی پار دواخانہ یونانی

۷۸۶ الجواب: سوال میں امام مذکور کا جو کردار بیان کیا گیا ہے اگر واقعی اس کا یہ کردار ہے اور وہ ایسی ہی قبیح و شنیع حرکات میں ملوث ہے تو وہ یقیناً فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن، کو کہ اعلانیہ فسق و فجور کا ارتکاب کرتا ہے، امام بنانا گناہ۔ **لو قدموا فاسقا یاثمون۔** (غنیۃ المستملی) اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ تو جتنی نمازیں اس کے پیچھے اس حالت میں پڑھی ہوں سب مقتدیوں پر ان سب کا پھیرنا واجب۔ اگر نہ پھیریں گے تو گناہگار رہیں گے۔ اگر چہ دس برس کی نمازیں ہوں۔ (درمختار و ردالمحتار وغیرہ) مقتدیوں کا اس امام کی ان حرکات کے باعث ناراض ہونا۔ اس کے باعث تفریق جماعت اور بلا وجہ شرعی مسلمانوں کو ایذا رسانی، بے حیائی کی باتوں میں بے حیاؤں بدکاروں بد چلنوں کا ساتھ دینا، ایسے کے فاسق معلن ہونے کو کافی ہے۔ مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایسے کو امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۶ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

داڑھی کتروانے والے حافظ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بیچ میں کہ: ایک حافظ ہیں وہ داڑھی کترواتے ہیں اس کے پیچھے فرض، وتر، تراویح پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟　　حاجی نور محمد، جامع مسجد لطیف آباد نمبر ۲

۷۸۶ الجواب: داڑھی کتروانا اور حد شرعی یعنی ایک مشت سے کم رکھنا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ غنیۃ المستملی وغیرہ میں ہے **لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔** اور نماز خواہ فرض ہو یا وتر یا تراویح سب کا ایک حکم ہے کہ ان کا

دہرانا واجب۔ آدمی سرے سے نماز تراویح نہ پڑھے تو سنت مؤکدہ کے ترک کا اس پر وبال آتا ہے لیکن فاسق معلن کے پیچھے نماز تراویح پڑھ کر نہ دہرائے تو ترک واجب کا گناہ لازم آتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

سترہ سال کا حافظ نماز پڑھا سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بیچ کہ: یک حافظ قرآن جس کی عمر ۱۷ سال ہو وہ نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ عبدالرحمٰن، مدرسہ قادریہ نقشبندیہ۔ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: لڑکا ہو یا لڑکی، جب وہ پندرہ سال کامل کے ہو جائیں تو شرعاً بالغ قرار پاتے ہیں۔ تو جبکہ اور کوئی مانع شرعی نہ پایا جائے تو اسے امام بنانا جائز ہے اگرچہ نماز فرض ہو۔ (عامہ کتب) اور جس حافظ کے بارے میں سوال ہے ماشاء اللہ اسکے چہرے پر مونچھیں نمایاں ہیں اور داڑھی کے بال ابھر رہے ہیں تو اس کے بالغ ہونے اور قابل امامت ہونے میں کوئی شک کی جگہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰/ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

امام کے لئے ضروری احکام

سوال: جناب عالی! گذارش یہ ہے کہ ہمارے محلہ مغلان شہداد پور ضلع سانگھڑ کی مسجد میں موجودہ پیش امام صاحب مندرجہ ذیل حرکتیں کرتے ہیں جس کی وجہ سے جماعت میں اضطراب ہے لہٰذا آپ سے گذارش ہے کہ مہربانی فرما کر شریعت کی روشنی میں فتویٰ عنایت فرمائیں کہ ان حالات میں ایسے امام صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے اور جو لوگ ان کی مندرجہ ذیل حرکات کے باوجود ان کی حمایت کرتے ہیں کیا وہ لوگ درست ہیں؟

(۱) مسجد میں ماہ رمضان المبارک میں جو افطاری لوگ اپنے گھروں سے روزہ داروں کیلئے بھیجتے ہیں اس میں سے خاص قسم کی (یعنی اچھی اچھی چیزیں) پیش امام صاحب اپنے گھر لیجاتے ہیں۔ اور مسجد میں آئے ہوئے روزہ داروں کو اس افطاری میں سے کچھ نہیں دیتے۔ جو افطاری کا کھانا وہ اور انکے گھر والے کھا سکتے ہیں کھا لیتے ہیں باقی جو بچ جاتا ہے وہ جانوروں کے مالک کو فروخت کر کے پیسے اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں۔

(۲) صاحب حیثیت ہیں یعنی خود بھی کماتے ہیں اور چار لڑکے بھی برسر روزگار ہیں۔ ان کو اتنی آمدنی ہو جاتی ہے کہ اس دور میں گزر اوقات اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود لوگوں سے زکوٰۃ بھی لیتے ہیں۔ مزید یہ کہ امام صاحب میت کا کھانا سو مہینے تک لیتے ہیں اور میت کے کپڑے سال میں جو انکے عزیز دیتے ہیں وہ بھی لیتے ہیں۔

(۳) جھوٹ بھی بولتے ہیں مگر بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ہر بات سے مکر جاتے ہیں۔ ان حالات میں کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے۔

آپ کی اس عین نوازش کے تمام اہل تمنا آپ کے شکر گزار ہونگے۔ فقط والسلام ابوالحسن۔ اصغر علی۔ جمال الدین خورشید

۷۸۲ الجواب: شریعت مطہرہ کا قانون، امام وامامت کے بارے میں یہ ہے کہ جس امام سے مقتدی اس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اس کی نماز قبول نہیں ہوتی حدیث میں ارشاد فرمایا ''تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر بھی اونچی نہیں جاتی (یعنی بارگاہ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے) ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کریں اور وہ لوگ اس سے ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب۔ والا فالو بال علیھم کمافی الدرالمختار اور ظاہر ہے کہ صورت مستفسرہ میں اس شخص میں متعدد قصور ہیں اور روزہ داروں کیلئے آئی ہوئی افطاری میں سے اچھا اچھا مال گھر لے کر جانا۔ (۱) یہ خیانت ہوئی۔ (۲) پھر ہوس کے مارے بہت سا کھانا گھر پہنچانا اور بچ جائے تو اسے فرخت کر کے پیسے جیب میں ڈالنا۔ یہ خیانت بھی ہے اور ہوس وطمع اور لالچ بھی بلکہ (۳) اضاعت مال بھی۔ (۴) صاحب حیثیت ہوتے ہوئے زکوٰۃ کا مال طلب کرنا۔ (۵) بلکہ اگر وہ غنی ہے اور صدقہ فطرہ وزکوٰۃ وصول کرتا ہے تو یہ خود فعل حرام ہوا جس کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ (۶) جھوٹ بولتا اور پھر مکر جاتا ہے۔ یہ اور بھی شدید گناہ ہے۔ الغرض ان وجوہ سے امام مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ اور ایسے کا ساتھ دینا اسکی حمایت کرنا بھی گناہ۔ توجبتک وہ ان تمام افعال سے علانیہ توبہ نہ کرے مسلمان ہرگز اسکی اقتداء میں نماز ادا نہ کریں اور سچی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے تو توبہ کے بعد اس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں بشرطیکہ اور دوسری شرائط امامت کا حامل ہو مثلاً صحیح العقیدہ اور صحیح القراۃ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ۔ غنیۃ المستملی، درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۷ ذی تعد ۱۳۹۹ ھج

بدکردار بیوی کو امام گھر میں رکھے تو امامت کا حکم

سوال: بخدمت جناب مولانا محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم

جناب عالی! گذارش یہ ہے کہ بلال مسجد لطیف آباد نمبر ۵ حیدر آباد میں جو مولوی صاحب نماز پڑھاتے ہیں جناب صدر صاحب چمن نے رکھا ہوا ہے یہ کہ مولوی صاحب کی زوجہ جو کہ فرار ہو کے چلی گئی تھی اور جس آدمی کے ساتھ زوجہ فرار ہو گئی تھی یہ موجود ہے آدمی کو عرصہ دو مہینہ میں تھانہ یونٹ نمبر ۸ نے برآمد کر لیا تھا اس کا ریکارڈ تھانہ میں موجود ہے اور اب یہ زوجہ مولوی صاحب نے اپنے پاس رکھا ہوا ہے براہ کرم اس کیلئے جناب والا شرعی فتویٰ بتائیں کہ مولوی صاحب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم حضور والا اہل محلہ سے اس کی تصدیق کر لی جائے۔ فقیر داد ولد سعد اللہ، یونٹ نمبر ۵، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں وہ امام مسجد کہ بیوی کی بدچلنی پر بھی خاموش اور اسے گھر میں رکھے ہوئے ہے اس پر فرض ہے کہ بیوی کی اصلاح کرے اور اسے قرار واقعی سزا دے تاکہ عبرت ہو اگر وہ ایسا نہ کرے یا حیل وحجت سے کام لے تو مسلمان اسے برطرف کردیں اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی یعنی حرام ہے۔ اور صرف امامت سے برطرف کرنا ہی نہیں بلکہ اس سے قطع تعلق کرلیں یہی حکم خدا ورسول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ راگست ۱۹۷۹ء

خطبے کی حالت میں امام سے بدکلامی پر حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: امام مسجد جبکہ خطبہ دے رہے ہوں تو ان کے ساتھ بدکلامی بلکہ گستاخانہ طریقہ اختیار کرنا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ اور ایسا کرنے والے کی نماز اس امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

(۲) دوسرے مقتدیوں پر اس حالت میں اس شخص کو اس سے روک دینا ضروری ہے یا نہیں؟

(۳) مرد و عورت کی نماز میں قیام کی فرضیت میں کوئی فرق ہے یا یہ حکم سب کیلئے یکساں ہے؟

عبدالعزیز حاجی عثمان، میمن سوسائٹی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ا۔ امام تو امام کسی عام مسلمان کو بھی بلاوجہ شرعی ایذاء دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جس نے کسی مسلمان کو ایذاء دی اس نے مجھے ایذاء دی اور جس نے مجھے ایذاء دی اس نے اللہ کو ایذاء دی۔ اور یہ کہ امام جو عالم دین بھی ہے اسے برا کہنا گالی دینا، یقیناً اسے ناحق ایذاء دینا اور سخت تر حرام ہے۔ اور وہ لفظ جو اس نے امام کے حق میں کہا بدترین لفظ اور بری گالی ہے۔ عالم کسی قوم کا، اگر عالم دین ہے تو اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔ تو یہ صرف گالی دینا ہی نہیں بلکہ ایک عالم دین سے خلق خدا کو پھیرنا اور راہ حق سے ہٹانا بھی ہے جو ایک اور گناہ ہوا کہ خدا اور رسول جنکی تعظیم کا حکم دیں، مخلوق کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا خصوصاً جبکہ مسجد میں ہو بالخصوص جبکہ امام منبر نبوی پر تشریف رکھتا ہو اور مسائل حقہ بیان کرتا ہو انہیں وعظ سے روکنا اور روکنے کی کوشش کرتا ہو ظلم عظیم ہے اور یہ اور بڑا گناہ۔ غرض اس پر لازم ہے کہ ان امام صاحب سے معافی مانگے اور عام مجمع میں توبہ شرعیہ کرے اور اس بڑی آگ سے ڈرے جو علمائے دین کی تحقیر و توہین کرنے والوں اور وعظ و نصیحت سے روکنے والوں کیلئے تیار کی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ''اگر تمہیں خوش آئے کہ خدا تمہاری نماز کو قبول کرے تو چاہیئے کہ تمہارے بہتر، تمہاری امامت کریں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان''۔ ظاہر ہے کہ اس سفیر کی توہین کرنے والے کی نماز، اس کے پیچھے کراہت سے خالی تو نہیں ہو سکتی بلکہ ہوگی ہی نہیں کہ اس نے سفیر ہی نہ جانا تو اس کی نماز قبول ہونے کا کیا ذریعہ رہا۔ واللہ اعلم

۲۔ ایسی حالت میں مقتدیوں پر لازم تھا کہ وہ اسے اس سے باز رکھتے اور عالم دین اور امام قوم کی حمایت کرتے۔ اگر مسجد کے احترام کا لحاظ تھا تو مسجد کے باہر اس سے باز پرس کرتے ورنہ لازم یہ تھا کہ مسجد کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے مسجد ہی میں اس حرکت سے روک دیتے۔ اس سے کچھ نہ کہنا ایک طرح سے جاہلوں کو ڈھیل دینا ہے کہ وہ ایک عالم دین یا امام مسجد کی جس طرح چاہیں توہین و تحقیر کریں ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی اور یہ سخت معیوب اور ناقابل معافی اخلاقی جرم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا'' اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم۔ کسی نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ مظلوم ہو تو مدد کروں گا۔ ظالم ہو تو کیونکر مدد کروں۔ فرمایا کہ اس کو ظلم سے روک دے یہی مدد کرنا ہے''۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ'' جو شخص مسلم سے کسی ایک تکلیف کو دور کر دے اللہ تعالیٰ قیامت کی تکالیف سے ایک تکلیف اس کی دور کریگا''۔ تو جن لوگوں نے اسے ٹوکا انہیں اجر و

ثواب کا وعدہ ہے۔ بہر حال مسجد میں شور وغل نہ ہونے دیں۔ واللہ اعلم

(۳) امام صاحب نے مسئلہ صحیح بیان کیا بے شک فرض و وتر اور سنت فجر میں اور نماز عیدین میں قیام فرض ہے کہ بلا عذر شرعی بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھی جائیں گی تو نہ ہوں گی (درمختار وغیرہ) یہ حکم مرد وعورت سب کو عام ہے۔ مرد وعورت کی کوئی تفریق یہاں نہیں۔ سب کو یکساں اس کے حکم کی تعمیل لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ر شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

والدین کے نافرمان کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک آدمی اپنے والدین کا نافرمان ہے آیا اس کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ کو وضاحت سے بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام فضل الرحمٰن خان، ہزارہ کالونی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: شرعاً جو امور جائز ومباح ہیں ان میں والدین کی نافرمانی، دارین میں محرومی کا باعث اور گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق معلن ہے کہ علی الاعلان، گناہ ومعصیت میں گرفتار۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو پھیرنا واجب۔ غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ر ذی قعد ۱۳۹۹ھ

الزام کی تحقیق ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک محلہ کی مسجد کا امام جو کہ مدرسہ کے نام پر قربانی کی کھالیں وصول کرتا ہے اور پھر اپنے ذاتی خرچ میں استعمال کرتا ہے مدرسہ کے مستحق طالب علموں کو نہیں دیتا۔ مسجد سے بھی تنخواہ لیتا ہے اور مدرسہ سے بھی تنخواہ معقول لیتا ہے تو اس کا یہ فعل جائز ہے کہ ناجائز؟ اور اس کے پیچھے نماز جائز یا ناجائز؟ بینوا بالدلائل توجروا عند رب الکریم۔ خدا بخش

۷۸۶ الجواب: محض افواہ اور سنی سنائی باتوں پر تو کان بھی نہیں دھرنا چاہیے ہاں اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ وہ امام، مدرسہ کے نام پر کھالیں جمع کرتا اور اپنے ذاتی مصرف میں لاتا ہے گویا لوگوں سے براہ فریب چرم قربانی وصول کرتا ہے تو وہ بے شک مجرم ہے اور فریب کار بلکہ خائن ودغاباز۔ اور یہ سب فسق وفجور ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اسے اس حالت میں ہرگز امام نہ بنائیں۔ ہاں اگر وہ واقعی علی الاعلان توبہ کر لے اور جن سے اس نے یہ فریب کیا ان سے معافی مانگ لے اور وہ معاف کر دیں اور اس پر اس کے اثرات مترتب ہوں اور یہ ظاہر ہو جائے کہ اب آئندہ وہ ایسا نہیں کرے گا تو اب کوئی حرج نہیں۔ اور جب تک وہ توبہ نہ کرے ہرگز امامت کا اہل نہیں۔ عامہ کتب میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ر ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

امام سے متعلق چند احکام

سوال: بخدمت جناب مکرم ومحترم مفتی صاحب دار العلوم احسن البرکات، السلام علیکم

گذارش یہ ہے کہ ہمارے یونٹ نمبر ۴ کی مسجد کے پیش امام صاحب پر کچھ لوگوں نے اعتراض اور الزامات لگائے ہیں لہٰذا مسجد کمیٹی نے بتاریخ ۱۴/ جنوری کو ہنگامی اجلاس بلاکر جس میں کمیٹی عہدیداروں وممبران یونٹ کے معزز حضرات موجود تھے ان کے سامنے ایمانداری سے اعتراض والزامات بیان کیے لہٰذا کمیٹی نے فیصلہ کیا کہ علمائے دین سے فتویٰ لیکر فیصلہ کرنا چاہیے کہ شریعت محمدی کے مطابق ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں لہٰذا علمائے دین اس مسئلہ پر اپنا فیصلہ دیں کہ ان اعتراض والزامات کے بعد مسجد کمیٹی کو کیا کرنا چاہیے؟

(۱) مسجد کے پیش امام کا راشن ڈپو ہے وہ بلیک کرتے ہیں۔ (حاجی جان محمد)

(۲) امانت میں خیانت کی۔ (عبدالقدیر)

(۳) نماز پڑھانے میں عجلت کرتے ہیں ان سے کہا گیا کہ فجر کی نماز میں سورت بڑی پڑھا کریں اس پر انہوں نے جو جواب دیا وہ بیان سے بارہ ہے۔ (یعنی ہم جہاں تک سمجھے انہوں نے قرآن پاک کی ایک طرح سے بے حرمتی کی) (عبدالرشید)

(۴) مسائل کی کتابیں جو فی سبیل اللہ مسجد میں درس سنانے کیلئے دی گئیں تھیں انہوں نے بازار میں فروخت کردیں۔ (لیاقت علی خان)

(۵) بروز جمعہ بتاریخ ۹-۱-۱۹۷۶ کو مسجد میں غیر ضروری طور پر پارٹی بندی کر کے ہنگامہ کرایا۔ (عبدالقدیر)

(۶) امام صاحب اکثر غلط بیانی سے کام لیتے ہیں۔ (عام لوگوں کی رائے ہے)

یہ درخواست فتویٰ حاصل کرنے کیلئے انتظامیہ کمیٹی وصدر کی اجازت سے دی گئی ہے۔

دستخط جنرل سیکریٹری حاجی سید عبدالقدیر، انتظامیہ کمیٹی مسجد کرم مصطفےٰ یونٹ نمبر ۴ لطیف آباد حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** امام مذکور پر جو الزامات لگائے گئے ہیں اگر یہ ثابت ومحقق ہوں تو اسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں۔ وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے جس کا دہرانا واجب۔ غنیۃ المستملی اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون کہ لوگ اگر کسی فاسق کو امامت کیلئے آگے بڑھادیں تو وہ گناہگار ہونگے۔ حدیث شریف میں ہے کہ ''اگر تمہیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہئے کہ تمہارے علماء تمہاری امامت کریں''۔ (طبرانی) بلکہ خود وہ شخص اگر امامت کریگا گناہگار ہوگا۔ کیا یہ شخص جس کی ان حرکتوں کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں ان سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں۔ حضور پرنور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں تین شخص ہیں جنکی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے ہوں (ابوداؤد) بلکہ اگر یہ الزامات شرعاً محقق نہ بھی ہوں مگر لوگوں میں یوں ہی مشہور ہے کہ امام مسجد چنین وچناں ہے جب بھی

اس کو امام بننے سے احتراز چاہئے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے اور مسجد میں آنا جانا چھوڑ دیں گے اور یہ امر جماعت میں تقلیل اور حاضرین میں کمی کا باعث ہوگا اور یہ امر مقاصد شرع کے خلاف ہے کما کرھوا امامة ولد الزنا لاجل ذلك وان لم یكن الاثم منه۔ ترجمہ جیسا کہ علماء نے ولد الزنا کے پیچھے نماز کو مکروہ بتایا اس بنیاد پر حالانکہ اس کا کوئی قصور و گناہ نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۶ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

صفات قبیحہ کا مرتکب امام بننے کا اہل نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص کو جو مسائل شرعیہ اور فقہ سے ناواقف ہے لواطت اور زنا اور جھوٹ جیسی قبیح صفات اس کے اندر بالکل عام ہیں ہر چھوٹا بڑا اس کے افعال سے واقف ہے ان صفات قبیح کی وجہ سے کوئی بھی اسکے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے تیار نہیں ہے اور وہ شخص زبردستی اگر امام بننا چاہے تو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز ہے تو بالکراہت یا بلا کراہت اگر بالکراہت تو کراہت تنزیہی یا تحریمی اور تحریمی کی صورت میں نماز لوٹائی جائیگی یا نہیں؟

بینوا بالبرھان توجروا من الرحمان　سائل حاجی سلیمان، مرزا آدم خان روڈ کراچی بکرا پیڑی

۷۸۲ الجواب: جس شخص کے وہ حالات و عادات ہیں جو سوال میں مذکور ہیں وہ یقیناً فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کہ علانیہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے یا گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہے اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ کہ پڑھنی گناہ اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ یہاں تک کہ علماء نے تصریح فرمائی کہ فاسق معلن اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو، امام نہ بنایا جائے کہ امامت میں اسکی عظمت ہے اور وہ شرعاً مستحق اہانت (فتاویٰ رضویہ، غنیة المستملی وغیرہ) پھر جبکہ وہ مسائل شرعیہ سے ناواقف ہے اور نماز کے فرائض و شرائط اور مکروہات و مفاسد سے واقف نہیں تو یوں بھی وہ امامت کا اہل نہیں اگرچہ فاسق نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم　العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۹۹ھ

قرأت کی غلطیوں کا بیان، مسجد کمیٹی میں کیسے افراد ہوں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین وفقہاء شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ہمارے محلہ کی مسجد کے امام قرآن مجید غلط پڑھتے ہیں محلہ کے آٹھ دس افراد ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ہیں اور یہ امام غلط بیانی بھی کرتے ہیں۔ مسجد کے نام سے اگر کوئی رقم دیتا ہے تو وہ بھی کھا لیتے ہیں، فریب بازی کرتے ہیں اور دین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ کیا ایسے امام کی امامت میں نماز ہو جاتی ہے۔ و نیز یہ کہ مسجد کمیٹی کے افراد کیسے ہونے چاہییں۔ بغیر انتخاب اور مقتدیوں کی مرضی کے خلاف مسجد کمیٹی پر قابض رہنا شرعاً جائز ہے؟　العارض، اللہ دین، نزد مکہ مسجد سٹیلائٹ ٹاؤن میر پور خاص

۷۸۲ الجواب: جس امام کے یہ افعال و عادات ہوں اس کی امامت میں نماز ادا کرنا، گناہ و مکروہ تحریمی، کہ پڑھ لی تو پھیرنا واجب۔ درمختار وغیرہ میں ہے کل صلوة ادیت مع الکراھة تجب اعادتها۔ ایسا شخص کم از کم فاسق معلن ہے اور

شرعاً اس کی اہانت واجب۔ نہ کہ امامت کیلئے بڑھا کر اس کی تعظیم وتوقیر۔ بلکہ اگر وہ زاہد، دین کا مذاق اڑاتا ہے تو دین سے خارج۔ واللہ اعلم

(۲) مسجد کی انتظامیہ صحیح العمل اور نیک و پارسا لوگوں پر مشتمل ہونی چاہیے جو مقتدیوں کی جائز شکایات کا ازالہ کرسکیں اور صحیح انتظام چلا سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ر رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

تہمت لگانا کیسا فعل ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید ایک مسجد میں امام وخطیب ہے اس پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اس نے بکر کے ساتھ دو سال پہلے فعل بد (لواطت) کیا ہے بکر نے متدین علماء کے سامنے بیان دیا کہ زید نے میرے ساتھ خلاف فطرت فعل قطعاً نہیں کیا اور اس واقعے کو طویل عرصے کے بعد اچھالا گیا جس سے غلط لوگوں کے اغراض کی نشان دہی ہوتی ہے۔ زید (جس پر الزام ہے) خود دو گواہوں کے سامنے حلفیہ بیان دیتا ہے کہ اس پر لگائے گئے الزام قطعاً غلط اور خلاف واقعہ ہیں حتیٰ کہ شبہات کی بھی گنجائش نہیں۔ زید گزشتہ دس سال سے اچھی شہرت رکھنے والا امام اور خطیب ہے۔ اب سوال طلب مسئلہ یہ ہے کہ ان بیانوں کی شریعت میں کیا حیثیت ہے اور ان بیانوں کی روشنی میں زید کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ اور اس کو آئندہ امامت اور خطابت کا از روئے شرع حق ہے یا نہیں؟

(۲) اس الزام کو اچھالنے والوں کے متعلق شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ سائل محمد حسین اورنگی ٹاؤن کراچی

۷۸۶ **الجواب:** بلا ثبوت شرعی کسی فتنہ پرور، فتنہ انگیز کی بات پر کان بھی نہ لگائیں۔ قرآنی فیصلہ یہ ہے کہ انما یفتری الکذب الذین لا یومنون تہمتیں وہی لگاتے ہیں جو ایمان نہیں رکھتے۔ تو الزام تراشی کافروں کا فعل ہے۔ مسلمانوں پر اس سے بھاگنا فرض ولازم۔ اور جو ایسا کرتا ہے وہ مسلمان کی عزت سے کھیلتا اور اسے ایذاء دیتا ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے دور بھاگیں۔ امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ اسی کی اقتداء کی جائے جبکہ وہ صحیح العقیدہ، صحیح العمل اور صحیح القراۃ ہو۔ حدیث شریف سے ثابت کہ ''کسی مسلمان کو ایذاء دینے والا حضور ﷺ کو ایذاء دینے والا ہے''۔ اور ظاہر ہے اسکا انجام، عذاب اور نار دوزخ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ر ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

وعدہ خلاف کی امامت

سوال: محترمی ومکرمی جناب مفتی صاحب زید مجدکم

جناب عالی مودبانہ گزارش ہے کہ ایک شخص کو مسجد میں نوٹس دے کر برطرف کر دیا گیا اور اس نے کہا مجھے ابھی نہ نکالو میں عید کی نماز پڑھ کر بخوشی رضا چلا جاؤں گا اس نے یہ بات مسجد میں کھڑے ہو کر تین آدمیوں کے سامنے حلفیہ یعنی قسم

اٹھا کر کہا پھر وہ جبراً مسجد میں امامت کرتا جاتا ہے کیا وہ امامت کرا سکتا ہے اور شرعی لحاظ سے اسکے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ مستند اور معتبر کتب سے جواب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

منجانب انتظامیہ پاک مدینہ مسجد، ہالہ روڈ کالی موری چنگی ناکہ، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: مسجد کی انتظامیہ نے جائز طور پر جب اسے ملازمت سے برطرفی کا نوٹس دیا اور اس امام نے عید تک کی مہلت مانگ لی اور قسم کھا کر کہا کہ میں چلا جاؤں گا تو بعد عید اس کو چلا جانا چاہیے تھا لیکن وہ نہ گیا اور زبردستی امامت کرنا چاہتا ہے تو اسکی اجازت نہیں ہے۔ اولاً حدیث شریف میں فرمایا کہ "جو شخص کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس سے ناخوش ہوں تو نماز مقبول نہیں ہوتی"۔ دوسرے یہ کہ اس نے قسم کا خلاف کیا اور یہ خود گناہ ہے اس پر کفارہ بھی لازم ہے۔ پھر بھی انتظامیہ کو اختیار ہے کہ بروجہ شرعی اس امام کو مسجد سے برطرف کردے پھر اگر نماز نہ پڑھیں گے تو وہ آپ ہی مایوس ہو جائے گا۔ ہاں انتشار پھیلانا اگر اس امام کو مقصود ہے تو قانونی چارہ جوئی کریں۔ آپس میں لڑنے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ رشوال المکرم ۱۴۰۰ھ

شبہ کی بنیاد پر فیصلہ کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: کسی صاحب کے مبلغ (2000) دو ہزار روپیہ ایک مسجد کے مؤذن کو ملے مؤذن صاحب نے وہ روپے امام صاحب کو دے دیئے۔ امام صاحب نے اسی مسجد کے دوسرے مؤذن کو بطور امانت پاس رکھنے کیلئے دے دیئے ان پیسوں کی تعداد بتائے بغیر مسلسل پانچ جمعہ اعلان کیا گیا مگر رقم کے مالک کا پتا نہ چلا۔ اس مذکورہ رقم سے بطور قرضہ امام صاحب نے مبلغ (300) صد روپیہ لے کر مسجد میں خرچ کر دیئے مؤذن مذکورہ جس کے پاس رقم بطور امانت تھی۔ مبلغ (1700) سترہ صد روپے لے کر تقریباً ڈیڑھ ماہ تک غائب رہا مؤذن کی عدم موجودگی میں کچھ اہل محلہ نے شکایت کی کہ مؤذن بہت سے لوگوں سے کچھ روپے لے کر گیا ہے۔ جب ڈیڑھ ماہ کے بعد واپس آیا تو امام صاحب نے (1700) سترہ صد روپے کا حساب مانگا تو مؤذن نے جواب دیا کہ میں نے آپ کے مہمانوں کو کھلا دیئے۔ تو اس پر امام صاحب نے پوچھا کہ کس کی اجازت سے آپ نے میرے مہمانوں کو کھلائے ہیں تو مؤذن نے جواب دیا کہ آپ ہی نے مجھے کہا تھا۔ اس پر امام صاحب نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو تو اس پر مؤذن نے قرآن اٹھا لیا۔ تو امام صاحب نے کہا یہ جھوٹا قرآن شریف اٹھا رہا ہے۔ مجھے اس بات کا علم بھی نہیں ہے کہ یہ شخص میرے مہمانوں کو کھلاتا رہا ہے۔ جبکہ امام صاحب اپنے مہمانوں کو خود اپنی جیب سے چائے وغیرہ پلاتے تھے۔

ایک صاحب نے جھگڑے کو روکنے کیلئے یہ فیصلہ دیا کہ آدھے آدھے پیسے امام صاحب اور مؤذن ادا کریں۔ اس پر امام صاحب اور مؤذن دونوں راضی ہو گئے۔ اس پر بعض افراد نے کہا کہ دونوں نصف نصف رقم دینے پر راضی ہوئے ہیں اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امام صاحب اور مؤذن نے امانت میں خیانت کی ہے۔ للہٰذا امام صاحب کو امامت سے الگ کر

دینا چاہیے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے، کہ آیا محض شبہ کی بنیاد پر امام صاحب کو امامت سے الگ کر دینا جائز ہے یا نہیں؟

السائل محمد مرتضی، شاہی مسجد حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** محض شبہ کی بنیاد پر کوئی فیصلہ حتمی نہیں کیا جاتا ہے اور شبہ کی بنیاد پر امام کو الگ کرنا ہے تو مؤذن، امام سے بڑھ کر معزولی کا مستحق ہے۔ چونکہ اس کا جرم اس سے زائد ہے کہ اگر امام نے اس سے یہ کہہ بھی دیا کہ میرے مہمانوں پر یہ رقم خرچ کر دو اور مؤذن کو معلوم تھا کہ یہ رقم امام کی نہیں بلکہ کسی اور کی ہے اور بمدّ امانت ہے تو اس نے خرچ کیوں کی۔ یہ امانت میں دانستہ خیانت ہوئی اور خائن، اس کا اہل نہیں کہ وہ مؤذن مقرر کیا جا سکے اس لئے کہ وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کی اذان مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ (درمختار وغیرہ) بلکہ غور کیا جائے تو قصوروار، زیادہ صرف مؤذن ہے نہ کہ امام۔ بہرحال دونوں کو اس امر پر مجبور کیا جائے کہ وہ باہم کوئی فیصلہ کریں۔ رقم کسی اور کو بطور امانت سونپیں اور دونوں ہی توبہ کریں اس سے رحمت کا باب کھلتا ہے۔ یہ حکم حالات ظاہرہ کے اعتبار سے ہے۔ اور اگر حقیقتاً یہ دونوں کی ملی بھگت ہے جسے اللہ خبیر و علیم خوب جانتا ہے تو دونوں اپنے رب کی بارگاہ میں توبۂ شرعیہ کریں کہ آئندہ ایسے امور کا ارتکاب نہ کریں گے۔ مختصر یہ کہ امام کو تنبیہ کریں کہ جب وہ روپے ان کے پاس امانتاً تھے تو انہوں نے مؤذن کو کیوں سونپے اور مؤذن کو سخت تنبیہ و تاکید کریں کہ آئندہ ایسی حرکت سننے میں آئی تو اسے قطعاً علیحدہ کر دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

جھوٹ اور غبن کا ارتکاب کرنے والے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ایک پیش امام جو پنج وقتہ نمازوں کی امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہے اور پھر جھوٹ بھی بولتا ہے جس کی تصدیق نمازیانِ مسجد کرتے ہیں اور بارہا جھوٹ بولتا رہتا ہے اس کے علاوہ مسجد کے فنڈ سے پیسہ بھی غبن کر دیا ہے جو غبن پیش امام صاحب پر ثابت بھی ہو چکا ہے اور جس غبن کی تصدیق خود پیش امام صاحب نے بھی کی ہے۔ تشریح طلب مسئلہ یہ ہے کہ ایک خائن اور جھوٹے پیش امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور کیا از روئے شریعت اس شخص کو امامت کرنے کا حق ہے یا نہیں؟

السائل نمازیان مسجد، اعظم دین جامع مسجد، اسٹیشن روڈ ٹنڈو الہیار

۷۸۶ **الجواب:** اگر یہ حرکتیں واقعتاً امام مسجد میں پائی جاتی ہیں تو وہ بلاشبہ عظیم گناہوں کا مرتکب اور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ کہ دوبارہ نہ پڑھی تو ترک واجب کا گناہ لازم۔ غنیۃ المستملی وغیرہا میں ہے **لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ تحریمۃ۔** نیز فرمایا **فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔** واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

بلوغت کی عمر

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً سولہ (۱۶) سال ہے اور بالغ بھی ہو چکا ہے اس نے نماز پڑھائی اور لوگوں نے بعد میں اعتراض کیا کہ اس کی داڑھی نہیں اور اس کے پیچھے نماز نہیں ہوئی؟ نماز ہوگئی ہے یا نہیں؟ حدیث سے حوالہ پیش کریں۔ صابر حسین

۷۸۲الجواب: شرعاً لڑکا پندرہ (۱۵) سال کا کامل ہو جائے تو بالغ مانا جاتا ہے۔ داڑھی کا نکل آنا، اس کے لئے شرط نہیں اور نماز، اس کے پیچھے ہو جانے میں کسی کو کلام نہیں۔ ہاں اگر حسین وجمیل، خوبصورت ہو کہ فاسق وفاجروں کے لئے محل شہوت ہو تو اس کی امامت صرف خلاف اولیٰ یہ ہے کہ نہ پڑھنا بہتر۔ جو لوگ اسے ناجائز بتائیں وہ غلطی پر ہیں۔ جس کے داڑھی نہ ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور گناہ اس وقت ہے کہ وہ منڈاتا یا حد شرع سے کم کترواتا ہے کہ یہ فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ درمختار وغیرہ میں ہے تکرہ خلف امرد ای الصبیح الوجه لانه محل الفتنة۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

امام پر الزامات اور جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک پیش امام جس میں کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ کالونی کی مسجد کے پیش امام صاحب کے اہل وعیال کی طرز رہائش پر کالونی کے لوگوں کو اعتراض ہے۔

۲۔ پیش امام صاحب کا طرز کلام تیز وتند ہے۔

۳۔ بچوں کو قرآن پاک کا درس باضابطہ نہیں دیا جاتا قرآن پاک پڑھنے والے بچوں کی تعداد چالیس سے کم ہوتے ہوتے برائے نام رہ گئی ہے۔

۴۔ پیش امام صاحب کے مجموعی طرز عمل سے لوگوں میں مذہبی بیداری کے بجائے بیزاری پیدا ہو رہی ہے چنانچہ نمازیوں میں روز بروز کمی واقع ہو رہی ہے۔

۵۔ اسلام میں سود کا لین دین منع ہے۔ پیش امام صاحب نے بنک سے قرض لے رکھا ہے اور اس پر سود ادا کرتے ہیں لوگوں کے بقول ان کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔

۶۔ مشکوٰۃ کا درس عرصہ ہوا بند ہو چکا ہے نمازی مجھ سے وجہ پوچھتے ہیں۔

۷۔ پیش امام صاحب جب چھٹی پر ہوتے ہیں تو کالونی میں ہونے کے باوجود نماز مسجد میں آ کر نہیں پڑھتے نہ جماعت کراتے ہیں۔

ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور مستقل امامت پر برقرار رکھا جائے یا ہٹا دیا جائے۔ پیش امام صاحب کی

جو خامیاں ان کو لکھ کر دی گئیں ان پر جو جوابات انہوں نے تحریر کیے ہیں ان کی کاپیاں بھی درخواست کے ساتھ منسلک ہیں۔

چیئر مین مسجد کمیٹی، نیو تھرمل پاور اسٹیشن حیدر آباد

امام صاحب کے جوابات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بخدمت جناب ریذیڈنٹ انجینئر صاحب

نیو تھرمل پاور ہاؤس، حیدر آباد۔ سندھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش ہے کہ مورخہ ۲۹ راپریل بروز منگل کو کالونی کے کچھ لوگوں نے میرے پاس تحریری طور پر کچھ سوالات بھیجے تھے۔ جو آپ کی وساطت سے مجھ کو ملے۔ چنانچہ منگل کی شب بعد از نماز عشاء یہ لوگ مسجد ھذا میں جمع ہوئے۔ اور پہلے ہی سوال کے جواب میں تشریح کے دوران ان لوگوں نے مسجد میں شور وغوغا شروع کر دیا۔ اور مسجد ومنبر ومصلے کی بیحد توہین کی۔ اور مسجد کے تقدس، آداب واحترام کو تہہ وبالا کر دیا اور اس شور وغل کے اندر میں اپنے نکات کی تشریح نہ کر سکا۔ جو کہ اب کر رہا ہوں۔ سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل ہیں

سوال:۔ کالونی کے لوگوں کو امام صاحب کے اہل وعیال کے طرز رہائش پر اعتراض ہے؟

جواب:۔ مجھے اس سوال پر اعتراض ہے۔ کیونکہ اس سوال میں نظریات کو ذاتیات میں ملوث کر کے حقیقت کو الجھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو کہ ایک مذموم کوشش ہے۔ دراصل شریعت مقدسہ اور دین اسلامیہ نے ایک امام کیلئے، ایک خطیب کیلئے کچھ شرائط اور ضوابط وضع کیے ہیں۔ یہ تمام تر شرائط شریعت مطہرہ نے امام کی انفرادی ذات کیلئے متعین کی ہیں۔ اس کے پورے خاندان، قبیلہ یا کنبہ پر ان کا اطلاق نہیں کیا۔ اور خاندان کے کردار کو امام کے فرائض میں بحیثیت رکاوٹ تسلیم نہیں کیا شریعت مقدسہ صرف اس اعتراض کو، اس خامی کو بحیثیت رکاوٹ تسلیم کرتی ہے۔ جو صرف اور صرف متعلقہ امام کی انفرادی ذات میں پائی جائے۔ شریعت اسلامیہ نے ایسی کوئی شرط عائد نہیں کی۔ جس میں اس کے خاندان یا تمام اولاد کی اسلامی یا غیر اسلامی طرز رہائش یا طرز زندگی کا ذکر کیا گیا ہو۔

ایک مبلغ کی تبلیغ میں اور ایک امام کے فرائض میں، اس کے اہل وعیال کی طرز بود مانع نہیں ہو سکتی۔ اگر ایسا ہوتا تو پروردگار حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہ السلام کو منصب نبوت پر فائز نہ کرتا۔ اور ان دونوں انبیاء کو مخلوق کی اصلاح کیلئے اپنا رسول نامزد نہ کرتا۔ لیکن ایسا نہیں ہے! کیوں؟

لہٰذا ہر اس شخص کو منصب امامت کے فرائض انجام دینے کا حق ہے۔ جو شریعت اسلامیہ کی مقرر کردہ شرائط پر پورا اترتا ہو۔ خواہ اس کا تعلق کسی بھی خاندان سے ہو۔ یہ شریعت اسلامیہ کی مستند کتب اور فقہ واحادیث میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

لہٰذا مجھے اس سوال پر اعتراض ہے اور میں اس کو درست تسلیم نہیں کرتا۔

سوال: امام صاحب کا لہجہ نہایت تیز وتند ہے؟

جواب: انسان قدرت کی تخلیق ہے۔ قدرت نے ہر انسان کی تخلیق میں اس کے اندر جو بھی صفات رکھی ہیں۔ خالق کی نظروں میں اس کا کوئی نہ کوئی سبب ہے۔ لہجہ میں تیزی یا شفقت کوئی عیب نہیں۔ جناب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شفقت اور نرم روئی میں اپنی مثال آپ تھے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے جلال اور رعب میں بینظیر تھے۔ جبکہ یہ حضرات ملت اسلامیہ کے اہم ستون کی مانند ہیں۔ جبکہ دونوں صفات کی تخلیق رب العزت کی ہے اور دونوں سے ملت اسلامیہ کو بیحد استفادہ ہوا ہے۔ لہٰذا یہ سوال بھی بے بنیاد اور بے معنی ہے۔

سوال: بچوں کو قرآن عظیم کا درس نہیں دیا جاتا؟

جواب: کالونی میں بچوں کی تعلیم وتربیت باقاعدہ طور پر ہوتی ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ اعتراض کرنے والے حضرات کبھی بھی اوقات مدرسہ میں معائنہ کیلئے نہیں آئے۔ اور کبھی بچوں کی تعداد نہ دیکھی۔ تین سال کے عرصہ میں اعتراض کرنے والا ایک صاحب بھی نہ آیا۔ آپ خیال فرمائیں کہ سوال درست ہے کہ غلط۔ مدرسہ میں مختلف طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ جن میں ناظرہ تجوید اور قاعدے کے طالب علم ہیں۔ اس وقت مدرسہ میں چالیس کے قریب طالب علم ہیں۔ مگر مدارس میں طلباء کی تعداد کم زیادہ ہوتی رہتی ہے۔ یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کالونی کی مسجد میں جو مدرسہ ہے اس کا مجموعی طور پر کوئی انتظام نہیں۔ بچوں کو بلانے کا کوئی نظام نہیں ہے۔ والدین کو بچوں کی اسلامی تعلیم سے کوئی لگاؤ نہیں۔ اور بچوں کے والدین کی طرف سے کوئی تدراک نہیں۔ صرف بچوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ مدرسہ آگئے تو ٹھیک نہیں آئے تو پرواہ نہیں یہ صرف امام صاحب کی کوشش اور لگاؤ سے کام چل رہا ہے۔ چنانچہ اس حالت میں بارہ طالبعلم ناظرہ مکمل کر چکے ہیں اور کچھ قریب ہیں۔

سوال: مجموعی طرز عمل سے بیزاری پھیل رہی ہے؟

جواب: یہ سراسر غلط ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کے حالات زندگی سے واقف ہو۔ مجموعی حالات زندگی اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ بہتر جانتا ہے نہ کہ ہر کس وناکس۔ رہی بات نمازیوں کی تو وہ آپ خود دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ نمازی کم ہوئے ہیں کہ زیادہ ہوئے ہیں۔ جہاں تک میرا علم ہے ایسی کوئی بات نہیں۔

سوال: اسلام میں سود حرام ہے جبکہ بنک سے قرض لیا ہے؟

جواب: بے شک اسلام میں سود حرام ہے۔ لینے والا، دینے والا، لکھنے والا، شہادت دینے والا سب گنہ گار ہیں۔ واقعہ یہ ہوا کہ مجھ کو شادی کے سلسلے میں رقم درکار تھی۔ میں نے حتی الوسع کوشش کی۔ مگر کسی جگہ سے قرض نہیں ملا تو مجبور ہو کر میں نے بنک سے قرض لیا۔ مگر نفرت اور بیزاری سے۔ بعد میں، میں نے توبہ اور استغفار کر لی۔ عاجزی اور انکساری سے خدا تبارک وتعالیٰ سے معافی مانگ لی۔ خدائے تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔ وہ یقیناً معاف کر دیگا۔ **ومن یعمل سوء او یظلم نفسہ ثم یستغفر اللہ یجد اللہ غفورا رحیما**

سوال: مشکوٰۃ شریف کا درس بند کر دیا ہے؟

جواب: میں اپنی تقریر کے بعد بلا ناغہ مشکوٰۃ شریف کا درس دیا کرتا تھا۔ بتدریج درس سننے والوں میں کمی ہوتی گئی حتی کہ درس میں ایک شخص باقی رہ گیا۔ میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ اور ایک شخص کو بھی درس دیا۔ چنانچہ اس طرح درس کا سلسلہ موقوف ہو گیا۔ اب بھی لوگ اگر دوبارہ جمع ہو جائیں تو درس شروع ہو سکتا ہے۔ اس کا انحصار سننے والوں پر ہے سنانے والے پر نہیں۔

سوال: چھٹی میں گھر پر نماز پڑھتے ہیں؟

جواب: جب آدمی رخصت لیتا ہے تو کوئی وجہ ہوتی ہے۔ اور رخصت اس لئے حاصل کی جاتی ہے کہ مذکورہ سبب یا وجہ ادائیگی میں رکاوٹ نہ بنے۔ رہی بات گھر میں نماز پڑھنے کی تو اس کی کوئی مجبوری رہی ہوگی اور شریعت کا جواز ہوگا۔ میں نے شوق سے ایسا نہیں کیا۔ واللہ شهيد على ما تعملون۔ خیر اندیش: قاری حافظ محمد عبد الرحمٰن صاحبزادہ قریشی

۷۸۶ الجواب: نماز تمام فرائض میں اہم واقدم ہے اور امامت ایک منصب دینی۔ کہ ہر کس و ناکس اس کا اہل نہیں۔ اس منصب کیلئے ضروری (۱) امام سنی صحیح العقیدہ ہو تو جس کے عقیدے مذہب اہلسنت و جماعت کے برخلاف ہوں اور وہابیت وغیرہ بد مذہبی اس کی طرف منسوب ہو وہ امام نہیں ہو سکتا کہ وہ سرے سے اہل ہی نہیں۔ (۲) صحیح العمل ہو اس کا کوئی عمل کوئی فعل کوئی قول ایسا نہ ہو جو صریح نافرمانی اور کھلی حکم عدولی میں شمار ہوتا ہے مثلاً داڑھی کتروانا، سودی کاروبار کرنا، بلا وجہ شرعی نماز باجماعت ترک کرنا یا مسلمانوں کو خواہ مخواہ ایذا دینا۔ (۳) صحیح القراۃ ہو کہ قرات قرآن میں کم از کم ایسی غلطی کا مرتکب نہ ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ آدمی دو پیسے کے مال میں احتیاط برتتا ہے تو نماز کے بعد ایمان، اعظم ارکان دین ہے اس کیلئے سخت واشد احتیاط ضروری ہے۔ اب امام پر جو الزام لگائے ہیں ان کے جوابات کی طرف آیئے۔

(۱) اگر امام کے اہل وعیال کی بود و باش خلاف شرع ہے مثلاً اس کی بیوی بے پردہ ہے یا اس کی چال ڈھال بول چال میں بد وضعی کے آثار پائے جاتے ہیں جنہیں شرفاء میں معیوب و قابل نفرت جانا جاتا ہے اور شوہر ان باتوں سے مطلع ہو کر، باوصف قدرت اس کا بندوبست نہیں کرتا یا اپنی اولاد کی بیجا حرکتوں پر انہیں تنبیہ نہیں کرتا تو وہ خود بھی فاسق معلن ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اگر ان شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں۔ (درمختار وغیرہ)

(۲) تا (۴) کا جواب خود امام مسجد نے دیا ہے پھر بھی امام کو پاکیزہ اخلاق کا حامل ہونا چاہیے تاکہ لوگ دین کی طرف مائل ہوں نہ کہ اس سے نفرت کریں اور دین سے بھاگیں۔ (عامہ کتب)

(۵) سود خور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سود دینے والا، اگر حقیقتاً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے تو اس پر الزام نہیں اور اگر بلا مجبوری شرعی، سود دیتا ہے مثلاً جائداد میں اضافہ کرنے یا تجارت بڑھانے یا اپنی اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سودی قرض کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ۔ اور نماز کا وہی حال کہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ (درمختار، فتاوی رضویہ) اس بارے میں امام صاحب کا جواب قابل قبول نہیں۔ ہاں جبکہ وہ علی الاعلان توبہ کرلیں اب ان پر کوئی الزام نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) ایام رخصت میں امام کا مسجد میں نہ آنا اگر اس وجہ سے ہے کہ وہ معذور شرعی ہیں تو یہ معذوری صرف امامت تک محدود ہونی چاہیے اور اگر ایسا عذر ہے کہ وہ مسجد میں آ بھی نہیں سکتے تو بیان کرنے میں کیا مضائقہ ہے۔ اگر شرعاً وہ عذر معقول ہے تو امام معذور۔ ورنہ اس کی امامت مخدوش۔ میں یہاں ایک حدیث بھی عرض کردوں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''اگر تمہیں خوش آئے کہ خدا تمہاری نماز کو قبول کرے تو چاہیے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان''۔ اس لئے علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص متہم ہو اسے امام نہ بنایا جائے اس لئے کہ یہ تقلیل جماعت کا موجب ہے اور مقصود شرعی کے خلاف۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ / جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

تراویح کی اجرت

سوال: جناب مولانا صاحب دار العلوم احسن البرکات پکا قلعہ حیدرآباد

جناب عالی:۔ ہم اہل محلہ ریلوے کوارٹر بدین چالی والے آپ سے اس مسئلہ کے بارے میں فتویٰ لینا چاہتے ہیں۔ آپ برائے مہربانی فتویٰ کا جواب عنایت فرما کر مشکور فرمادیں۔ شکریہ

سوال (۱) کیا حافظ قرآن جو کہ اکثر ماہ رمضان میں مسجدوں میں تراویح پڑھاتے ہیں ان کے پیچھے تراویح پڑھنی جائز ہے یا ناجائز ہے؟

سوال (۲) اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ مزدوری لیتے ہیں مگر وہ اپنے منہ سے نہ تو کچھ مزدوری ومحنتانہ طے کرتے ہیں اور نہ ہی ٹھیکہ کرتے ہیں اگر کوئی خوشی سے دے تو لے لیتے ورنہ کسی سے کوئی مانگتے نہیں ہیں؟

سوال (۳) اگر کسی شخص نے کئی سال نمازیں نہ پڑھی ہوں تو وہ شخص نماز پڑھنا شروع کردے تو کیا نماز کے بعد نفل پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال (۴) اگر جو شخص خود بھی حافظ کے پیچھے نماز نہ پڑھے اور دوسروں کو بھی یہ بولے کہ اس کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی اس کے لئے کیا حکم ہے؟

امید ہے کہ فتویٰ کا جواب عنایت فرما کر مشکور ہوں گے اور دلوں سے غلط وسوسے دور فرما کر وہم دور کردیں گے۔

آپکا پرانا خادم، اہل محلہ بذریعہ محمد خان، ۱۹ / جولائی ۱۹۸۸ء

۷۸۶ الجواب: حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھوانا، بے شک ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کرلیں کہ یہ لیں گے یا دیں گے بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ طے نہ ہوا ہو، یہ بھی ناجائز ہے کہ **المعروف کالمشروط**۔ ہاں اگر حافظ کہہ دے کہ کچھ نہیں لوں گا اور مسجد کی انتظامیہ صریح صاف لفظوں میں بتادے کہ ہم کچھ نہیں دیں گے پھر وہ پڑھے اور لوگ حافظ کی خدمت کریں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ لینا بھی جائز ہے اور

دینا بھی کہ الصریح یفوق الدلالۃ (بہار شریعت) اور نماز پڑھنا بھی اس صورت میں بلا کراہت جائز و درست۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) ایسا شخص نفل نماز پڑھ سکتا ہے لیکن حکم یہ ہے کہ جتنی دیر نفل نماز پڑھنا چاہتا ہے اُتنی دیر فرض کی قضا پڑھے تاکہ خدا کا قرض ادا ہو۔ قضا نمازیں، نوافل سے اہم ہیں (ردالمختار وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر حافظ میں کوئی ایسی شرعی قباحت موجود ہے کہ اس کے پیچھے نماز صحیح ادا نہیں ہوتی اس بنیاد پر وہ دوسرے کو روکتا ہے تو ایسا کرنا صحیح ہے لیکن، بلا وجہ شرعی، کسی مسلمان کو کسی دوسرے مسلمان سے بدگمان کرنا اور اس کے دل میں نفرت ڈالنا ان میں افتراق پھیلانا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

امام کے لئے ضروری آداب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: حکومت کا ملازم شریعت کی رو سے امامت کروا سکتا ہے اس پر فتوی حاصل کرنا ہے لہٰذا فتوی عنایت فرمادیں عین نوازش ہوگی۔ خادم محمد داؤد عفی عنہ، حالی روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: کسی فرد یا شخص یا ادارے کا ملازم، جو ایک وقت معین کیلئے ملازمت کرتا ہے۔ اس وقت سے فارغ ہو کر، دوسری جگہ ملازمت کرسکتا ہے شرعاً اس میں کوئی مضائقہ وممانعت نہیں۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ ایک جگہ ملازمت سے، دوسرے کی حق تلفی یا معاہدہ کی خلاف ورزی نہ ہو۔ گویا یہ شخص ایک وقت معین کیلئے ایک کا اجیر خاص ہے اور دوسرے وقت معین کیلئے دوسرے کا اجیر خاص۔ البتہ مسجد کی امامت ایک اعلیٰ منصب ہے۔ امام کیلئے ضروری ہے کہ وہ صحیح العقیدہ ہو۔ بددین ولامذہب نہ ہو۔ صحیح القراۃ ہو۔ یعنی قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو کم از کم ما یجوز بہ الصلوۃ کے مطابق۔ صحیح العمل ہو۔ علانیہ فسق وفجور یا گناہ کبیرہ میں مبتلا نہ ہو اور نہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو اور نہ کوئی حرکت، مروت کے خلاف اس سے سرزد ہو۔ مثلاً بازاروں میں کھانا پینا۔ چلتے پھرتے کسی کا لحاظ پاس کیئے بغیر ہنسی مذاق دل لگی کرنا، قہقہہ لگانا وغیرھا امور جو کہ امامت کے منصب کے خلاف ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰/ شعبان المکرم ۱۴۰۱ھ

تراویح کب سے شروع ہوئی۔ جمعہ کی سنتیں۔ سنتِ مؤکدہ کی تعریف۔ ایک فقہ پر عمل لازم ہے۔ کیا قرآن مکمل نہیں ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ

۱) نماز تراویح کیا ہے اور کب سے شروع ہوئی تھی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو جاری کیا اور ان کے زمانے میں یہ نماز باجماعت شروع ہوئی اور اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟

۲) جمعۃ المبارک کی نماز میں کل سنتیں کتنی رکعات ادا کرنی ہوتی ہیں۔ کیونکہ کچھ لوگ چار اور بعض چھ رکعتیں ادا کرتے ہیں۔ براہ کرم صحیح تعداد رکعتوں کی بیان فرمائیے؟

۳) سنت مؤکدہ اور سنت غیر مؤکدہ کی وضاحت کریں نیز یہ بیان فرمائیں کہ سنت غیر مؤکدہ چار ایک سلام کے ساتھ ادا کرنے کے باوجود یہ حکم کیوں ہے کہ ہر قعدہ میں پورا درود شریف پڑھا جائے؟

۴) کیا فقہ حنفی فقہ شافعی وغیرہ جو فقہ ہیں کیا ان میں سے کسی بھی فقہ پر عمل کیا جا سکتا ہے کہ کبھی اس پر عمل کر لیا جائے اور کبھی دوسرے پر یا کہ ایک ہی فقہ پر عمل کرتے رہنا اور اسی فقہ پر جمے رہنا ضروری ہے؟

۵) اہل تشیع حضرات کہتے ہیں کہ لوگ جو قرآن کریم نمازوں میں پڑھتے ہیں وہ مکمل نہیں کیا یہ بات درست ہے اس کی وضاحت فرمائیے؟

۶) تعزیہ بنانا یا ان کو دیکھنے جانا یا جہاں تعزیے کی محفل ہو وہاں جانا شرعاً کیسا ہے نیز تعزیہ جائز ہے یا نہیں۔ ان کے جلوس میں شریک ہو سکتے ہیں یا نہیں؟

۷) قرآن کریم جو بوسیدہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے اس کو کیا کریں۔ نیز قرآن کریم کے علاوہ اور دوسری زبان مثلاً فارسی اردو وغیرہ کے حروف اگر لکھیں ہوں تو ایسے کاغذات کا کیا حکم ہے؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ شکریہ والسلام سائل عبدالشکور لاڑکانہ

۷۸۶ الجواب: (۱) نماز تراویح کہ صرف ماہ رمضان میں ادا کی جاتی ہیں یہ صلوۃ اللیل ہی کی ایک نوع ہے البتہ اس کی چند خصوصیات ہیں۔ مثلاً (۱) ماہ رمضان میں پڑھا جانا (۲) مسجد میں باجماعت ہونا۔ اگرچہ گھر میں بضرورت تنہا یا باجماعت بھی ادا ہو سکتی ہے۔ (۳) شب میں ادا کیا جانا (۴) دوسری سنن کے مقابلہ میں ان کا زیادہ مؤکد ہونا (۵) ان میں کم از کم ایک بار ختم قرآن ہونا۔ اور رمضان المبارک میں قیام اللیل یعنی شب میں نوافل ونماز میں قیام، یہ وہ امر شرعی ہے جس پر احادیث صحیحہ کثیرہ میں ترغیب دی گئی ہے یہاں تک کہ علماء نے اسے معنوی تواتر فرمایا۔ پھر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا، رسول اللہ ﷺ کی ظاہری حیات شریفہ میں اپنے گھروں میں انفرادی طور پر تراویح پڑھتے رہے۔ خود رسول اللہ ﷺ نے نماز تراویح دو یا تین رات باجماعت پڑھی۔ اس لیے تراویح کا جماعت سے پڑھنا مسنون ہوا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بالکلیہ اس کے پڑھنے سے منع نہیں فرمایا بلکہ حکم دیا کہ وہ تراویح پڑھیں۔ چنانچہ بعض صحابہ کرام گھر میں اور بعض مسجد نبوی میں پڑھتے رہے بلکہ ابوداؤد کی روایت سے تو ثابت ہے کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خود حضور ﷺ نے نماز تراویح باجماعت پڑھاتے دیکھا تو اسکی تحسین وتعریف فرمائی اور بہت پسند فرمایا یہانتک کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو باقاعدہ امام مقرر فرما کر لوگوں کو ان کی اقتداء میں تراویح پڑھنے کا حکم دیا۔ اور بیہقی نے بسند صحیح سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ لوگ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر یہی عمل تمام امت میں آج تک معمول ہے۔ (رسائل الارکان، ردالمحتار، بحرالرائق،

طحطاوی شرح نور الایضاح وغیرھا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جمعہ کے بعد چار رکعت سنت مؤکدہ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے ثابت ہیں جیسا کہ مسلم شریف میں ہے اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کے بعد ان چار کے علاوہ دو رکعتیں اور بھی پڑھا کرتے تھے۔ لہٰذا امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ نے ان کے فعل کو بھی اختیار کیا اور جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنت مؤکدہ پڑھنے کا حکم دیا یعنی چار کے بعد دو۔ تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ اس پر تمام علماء وفضلاء ومشائخ کا عمل ہے اور یہی عوام میں مروج بھی۔ لہٰذا بعد جمعہ چھ رکعتیں سنت مؤکدہ کی نیت سے پڑھی جائیں۔ (رسائل الارکان لمولانا عبد العلی بحر العلوم لکھنوی) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سنت مؤکدہ وہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے کرنے کی تاکید فرمائی۔ اس کے نادراً ترک پر عتاب اور ترک کی عادت پر استحقاق عذاب ہے۔ اور سنت غیر مؤکدہ شرعاً مطلوب ہے لیکن اس کے ترک پر وعید نہیں۔ کرنا ثواب ہے۔ سنت غیر مؤکدہ کا مقام محض نوافل کا مقام ہے اور نفل نماز کی ہر دو رکعت مستقل نماز ہے اور اس کا ہر قعدہ، قعدۂ اخیرہ ہے۔ اور قعدۂ اخیرہ میں، التحیات کے بعد درود شریف پڑھا جاتا ہے اس لئے یہاں بھی درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ اور تیسری رکعت، حقیقتاً نفل نماز کی پہلی رکعت ہے لہٰذا یہاں ثناء پڑھنا مستحب ہے۔ اس کے خلاف کیا یعنی دوسری میں درود شریف اور تیسری میں ثناء نہ پڑھی تب بھی گناہ نہیں کہ ظاہراً وہ دوسری ہے اور یہ تیسری رکعت۔ (درمختار۔ ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) کسی بھی قانونی عبارت کی توجیہ وتشریح میں مختلف صورتیں سامنے آتی ہیں۔ اور وہ صحیح مانی جاتی ہیں بشرطیکہ توجیہ وتشریح کرنے والا اس کا اہل ہو۔ تو ان ائمہ اربعہ نے جو قانون شریعت کی توجیہ کی ان میں سے کسی ایک ہی کی تقلید میں نجات ہے ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے گی۔ جیسے تعزیرات ہند کہ مختلف وکلاء ایک دوسرے کے خلاف توجیہ کرتے ہیں اور وہ کورٹ میں قابل قبول ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دو مقابل وکلاء میں ایک ہی کی بات آپ مان کر اس کا اتباع کر سکے وہی یہاں سمجھ لیجئے۔ غرض حنفیوں کو فقہ حنفی ہی پر عمل لازم ہے۔ کبھی ایک امام کی تقلید اور کسی دوسرے مسئلہ میں دوسرے امام کی تقلید، یہ تقلید شرعی نہیں ہوگی بلکہ اپنے نفس کی خواہشات کا اتباع ہوگا جو گمراہی وضلالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) حیرت ہے کہ آپ شیعہ کی باتوں میں آ گئے۔ بھلا وہ بتائے تو سہی کہ کسی ایک جگہ قرآن نے کہاں نماز پڑھنا سکھایا۔ قرآن نے اوقات کی تحدید، فرائض وشرائط اور واجبات وسنن کی تشریح کہاں کی جبکہ خود شیعہ فرقہ کی فقہ کا صحابہ کے دور میں دور دور تک پتہ نہیں۔ یہ خود "فقہ جعفریہ" کیوں کہتے ہیں "فقہ قرآنی" کہیں، غرض اپنا دین عزیز ہے تو ایسوں کی بات نہ سنیں نہ ان سے بحث میں الجھیں۔ شیطان کو بہکاتے معاذ اللہ کچھ دیر نہیں لگتی۔ واللہ اعلم

(۶) تعزیہ داری خواہ کسی رنگ، کسی شکل، میں ہو اور عزاداری ومرثیہ خوانی کسی طور پر عمل میں آئے، شرعاً حرام وناجائز وبدعت وگناہ ہے۔ ایسی محفلوں میں شرکت یقیناً گناہ کے کاموں پر اعانت اور ان کی رونق بڑھانا ہے۔ وہ کرتے ہیں وہ جانیں آپ کیوں ان کی محفلوں مجلسوں کی رونق بڑھائیں۔ کیا وہ بھی سنیوں کی محفلوں مجلسوں میں اسی تناسب سے شرکت کرتے ہیں جیسی آپ یعنی سنی۔ غیرت ایمانی بھی آخر کوئی چیز ہے۔ مسلمان خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم دیکھیں اسی میں نجات وفلاح

دارین ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۷) جس طرح قرآن کریم بوسیدہ ہو جائے تو اسے احتیاط سے ایسی جگہ دفن کر دیتے ہیں کہ کسی کا پاؤں نہ پڑے یونہی اردو عربی فارسی وغیرہ میں تحریریں، جن میں حروف تہجی ہوتے ہیں، ان کا احترام بجالائیں کہ حروف تہجی کی تعظیم مطلقاً فرض ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

ٹی وی کے پروگرام میں شرکت۔ نماز میں کپڑے سمیٹنا۔ عینک کے ساتھ نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کہتا ہے کہ ٹی وی کے کسی جائز پروگرام میں شرکت جائز نہیں کیونکہ جو پروگرام ریکارڈ ہوتا ہے اس کی فلم میں تصویر ہوتی ہے جو حرام ہے۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ۔ بکر کہتا ہے ٹی وی کے جائز پروگرام میں شرکت جائز ہے۔ کیونکہ جب پروگرام ریکارڈ ہوتا ہے تو اس کی فلم میں تصویر نہیں بلکہ نقاط یا خطوط ہوتے ہیں یہ نقاط یا خطوط اسکرین پر تصویر بن جاتے ہیں۔ اور ایسے شخص کے پیچھے نماز بلا کراہت تنزیہی وتحریمی جائز۔ زید وبکر میں کون برحق وصواب ہے؟ بینوا، توجروا

(۲) زید کلائی پر چین کی گھڑی کو ناجائز بتاتا ہے اور اپنے دعویٰ کی دلیل میں فقہ کی کتب وموجودہ صدی کے مشاہیر علمائے دین کی عبارتیں پیش کرتا ہے۔ جبکہ بکر کلائی پر چین کی گھڑی کو جائز بلا کراہت بتاتا ہے اور دعوی کے دلیل میں موجودہ صدی کے مشاہیر علمائے دین کی عبارتیں پیش کرتا ہے۔ عمر یہ کہتا ہے کہ اختلاف علماء سے بچنے کی لئے چین کی گھڑی سے احتراز واحتیاط کرنا چاہیے۔ اگرچہ پہننا مباح ہے۔ زید وبکر وعمر میں کون صحیح ہے؟ وضاحت سے۔ بینوا، توجروا

(۳) بقول زید رکوع یا سجدہ میں جاتے وقت شلوار وپتلون یا جامہ یا جبہ یا چادر ایک ہاتھ سے اٹھانا اشد کراہت کا حامل ہے، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے لیکن بکر کہتا ہے کہ بوجہ عموم بلوئی کہ اکثر لوگ اس میں مبتلا ہیں نماز کراہت تحریمہ کی حامل نہیں مگر کراہت تنزیہ ضرور ہے اسلئے امام کے علاوہ کوئی اور امام صحیح ملے تو اس کے پیچھے نماز اولیٰ ہے۔ ہر دو میں کس کا قول از روئے شریعت حق ہے؟ بینوا، توجروا

(۴) ہمارے امام صاحب عینک لگا کر نماز پڑھاتے ہیں عینک سونے یا چاندی کی نہیں بلکہ کسی اور دھات کی ہے۔ نماز میں کراہت تو نہیں آئے گی نیز ایسی عینک تمام زندگی پہننا کیسا ہے؟ بینوا۔ توجروا

۷۸۶ الجواب: ٹی وی ایک ایسا فتنہ ہے کہ اس کے دیکھنے کو نہ آنکھ بند کر کے گناہ وحرام کہا جاسکتا ہے اور نہ عقل کی آنکھ پر پٹی باندھ کر اسے بلا کراہت جائز ودرست قرار دیا جانا شرعاً پسندیدہ ہوسکتا ہے۔ سلامتی کی راہ یہی ہے کہ اس میں جو پروگرام جائز ہیں مثلاً تلاوت قرآن پاک درس قرآن۔ درس حدیث تذکرہ سلف صالحین جبکہ ان میں کوئی عورت دخیل نہ ہو انہیں بہ کراہت تنزیہ، جائز قرار دیں۔ عوام کو ان کے حال پر چھوڑیں، خواص ان سے حتی الامکان کنارہ کش رہیں، اور اس بنیاد پر ایسے پروگرام دیکھنے والا نہ کبیرہ کا مرتکب ہے، نہ گنہگار، نہ اس کے پیچھے نماز کراہت تحریمی وگناہ، بشرطیکہ اس میں مصروفیت نماز

وجماعت سے غافل نہ کرے۔ ہاں اس کے ہراس پروگرام میں شرکت کرنے والا جن میں بیہودہ کھیل کود، لہو ولعب عورتوں کی چناخ پٹاخ فیشن کی عریانیاں۔ عریانی کے فیشن سب کچھ داخل ہے۔ تو اس کو ضرور مرتکب کبیرہ قرار دیکر فاسق معلن کہیں گے۔ اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ اور یہ کہنا کہ اس کی فلم میں تصویر نہیں نقاط ہوتے ہیں الخ لغو اور بے دلیل بات ہے کہ ناظر کے سامنے تو تصویر ہے جسے وہ دیکھ رہا ہے ذریعہ خواہ کوئی ہو۔ اور غیر محرم کی تصویر دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے خود اسے دیکھنا کہ ناجائز ہے اور گناہ۔ واللہ اعلم

(۲) زید کا قول صحیح ہے اور عمر کی پہلی بات قرین قیاس، اختلاف علماء سے بچنا بہت سے وسوسوں سے بچا دیتا ہے اور جن علماء نے ہاتھ کی زنجیر کو جائز کہا ہے غالباً کراہت کا وہ بھی قول کرتے ہیں اور نہ بھی ہو تو مشاہیر علماء کی تصریحات کے سامنے ان کی باتیں اتنی وزنی نہیں کہ انہیں اختیار کر لیا جائے اس میں کوئی شک نہیں کہ چین زنجیر ہے۔ یا عورت کیلئے ہے کہ بطور زیور پہنتی ہے یا قیدی کیلئے۔ اور مرد مسلمان کیلئے نہ یہ درست ہے نہ وہ روا۔ اور یہ گمان کہ اس سے گھڑی کی حفاظت رہتی ہے نامقبول۔ کیا پٹے استعمال کرنے والوں کی گھڑیاں کٹ جاتی ہیں اور کوئی سلامت نہیں رہتی اور چین والی سلامت رہتی ہیں کوئی ضائع نہیں ہوتی۔ مسئلہ کی تفصیل کیلئے دیکھیں بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ نمبر ۵۱، ۵۲، ۶۳۔ واللہ اعلم

(۳) یہ شرعاً کف ثوب ہے یعنی کپڑا سمیٹنا اور یہ مکروہ تحریمی ہے عوام الناس کا کسی شی میں مبتلا ہونا اسے بلا کراہت جائز نہیں کر سکتا ورنہ داڑھیاں منڈانا اور نمازیں چھوڑنا بھی جائز ہو جائیگا اور غالباً بکر بھی اسے عموم بلوی میں داخل وشامل نہ کہے گا اور نہ یہ عموم بلوی ہے کہ اس سے احتراز ممکن ہے اور بغیر کسی دشواری کے ممکن ہے۔ لاکھوں مسلمان اس پر عمل پیرا ہیں۔ ضرورت تبلیغ اور ان مسائل کو بار بار بیان کرنے کی ہے۔ واللہ اعلم

(۴) عینک کا فریم عموماً پلاسٹک یا اسٹیل وغیرہ کسی دھات کا ہوتا ہے۔ امام صاحب اگر پلاسٹک کے فریم والا چشمہ استعمال کرتے ہیں اگرچہ عموماً ہمہ اوقات تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اگر کسی دھات کا ہے دلفریب اور دیدہ زیب وخوبصورت ایسا کہ شرفاء اسے پسند نہیں کرتے تو اس سے یوں بھی بچنا ہی چاہیے نہ کہ امام مسجد کو نہ کہ خاص امامت کے وقت کہ ناپسندیدگی اور زیادہ ہے حدیث میں حکم ہے کہ آدمی ایسی باتوں سے بچے جس پر لوگوں کی خواہ مخواہ انگلیاں اٹھیں خواص کیلئے یہ حکم اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ — ۸ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

مسجد میں کب جانا ضروری ہے؟ جمعہ کے امام کی داڑھی حدِ شرع سے کم ہو تو!

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ مسجد گھر سے بہت دور ہے اذان کی آواز بھی نہیں آتی کیا ایسی صورت میں مسجد میں جانا ضروری ہے یا گھر میں نماز پڑھ لے؟

۲۔ جمعہ کی نماز داڑھی منڈھا پڑھاتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ یا اپنے گھر پر ہی پڑھ لے جبکہ نماز پڑھانے والا

نجدی ہے۔ قاری منیر احمد، انڈس گلاس ورکس حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: گاؤں میں رہنے والوں کے بارے میں بعض علمائے کرام کا قول یہ ہے کہ اگر شہر سے دور جگہ ہو مگر بلا تکلیف واپس جا سکتا ہو تو اس پر فرض ہے کہ جمعہ پڑھنے شہر میں آئے (درمختار) تو خود شہر میں رہنے والا، مسجد جامع سے جہاں جمعہ ہوتا ہے، خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو جب بآسانی آ جا سکتا ہے تو ضروری ہے کہ وہ نماز جمعہ مسجد میں جا کر ادا کرے۔ اگر چہ امام جمعہ فاسق معلن ہو مثلاً حد شرع سے کم داڑھی رکھتا اور کتروا تا ہے۔ اور نجدیوں کی نہ نماز، نماز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز، نماز۔ کسی اور مسجد میں سنی صحیح العقیدہ کی اقتداء میں نماز ادا کریں۔ اور مجبوری کے احکام بقدر ضرورت، بوقت ضرورت ہیں۔

واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

ہاتھ کٹے ہوئے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص حافظ قرآن مجید ہیں صوم وصلوۃ کے پابند، وضع قطع میں بھی متشرع ہیں ریلوے ملازم کلرک ہیں۔ ڈیوٹی میں بایاں نصف ہاتھ کٹ گیا تھا کیا انکی اقتداء میں ختم تراویح از روئے قرآن وسنت وفقہ جائز ہے۔ براہ کرم بحوالہ کتب جواب بالصواب سے مطلع فرمائیں بفضلہ بیس سال سے مختلف مقامات کی مساجد میں یہ فی سبیل اللہ بروئے رضائے خدا بلا معاوضہ قرآن کریم سناتے رہتے ہیں۔ اب کچھ عوام ان کی اس معذوری پر معترض ہیں۔ العارض، ملک نور الحسن، خادم مسجد اقصیٰ پٹھان کالونی کوٹری

۷۸۶ الجواب: عوام کا اعتراض غلط ہے۔ اگر وہ حافظ جامع شرائط امامت ہیں یعنی صحیح العقیدہ، صحیح القراۃ صحیح العمل ہیں یعنی فاسق معلن نہیں ہیں تو ان کے پیچھے نماز کے جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ہاں غایت یہ ہے کہ اس کا غیر اولیٰ ہے۔ وہ بھی اسی حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم، مسائل نماز وطہارت میں، زیادت نہ رکھتا ہو۔ ورنہ یہی احق واولیٰ ہے فی ردالمحتار تحت قولہ و تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص الخ۔ وکذلک اعرج .....وکذا من لہ ید واحدۃ۔ فتاویٰ الصوفیہ عن التحفہ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

حافظ سولہ سال کا ہو تو امامت جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص زید جس کی عمر قمری حساب سے ۱۶ سال ہے جو نیک سیرت اور بلند کردار حافظ قرآن ہے حدر اور رسال میں تجوید اور ترتیل کے ساتھ صحیح قرآن شریف پڑھ سکتا ہے۔ نیز ابو حفص اور قانون کی روایات کا قاری بھی ہے۔ فرائض اور تراویح میں بالغوں کی امامت بلا کراہت کر سکتا ہے کہ نہیں؟ کیا زید مذکور کی اقتداء میں (جبکہ اس میں کوئی شرعی عیب نہ ہو) کوئی حرج ہے۔ مسلک حنفی کی مطابق جواب دیکر ممنون فرمائیں۔

السائل: فقیر محمد جمیل ازہر، خطیب مبارک مسجد لطیف آباد ۸

۷۸۶ الجواب: ۱۶ سال کی عمر میں بلکہ ۱۵ سال کامل گذر جانے پر لڑکا شرعاً بالغ قرار دیا جاتا ہے اور جب کہ وہ امامت کا اہل ہے یعنی فاسق معلن نہیں صحیح العقیدہ ہے۔ قرآن بقدر مایجوز بہ الصلوۃ صحیح پڑھتا ہے۔ اور نماز کے فرائض و شرائط و واجبات سے واقف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ نماز کب فاسد و مکروہ ہوتی ہے تو اسے نماز فرض، خواہ تراویح میں امام بنانا جائز ہے ہاں اگر حسین وجمیل ہو خوبصورت ہو کہ فساق کیلئے محل شہوت ہو تو نماز اس کے پیچھے بھی جائز ہے مگر اسکی امامت خلاف اولی ہوگی۔ مکروہ تحریمی بھی نہیں۔ (فتاوی رضویہ، درمختار، ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

مسجد کی چھت پر کپڑے سکھانا

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم، درج ذیل چند سوالات خدمت میں پیش کر کے ملتمس ہوں کہ از روئے شریعت مطہرہ جواب ارسال فرما کر عنداللہ مشکور فرمائیں۔

۱۔ مسجد کی چھت پر مؤذن یا امام کپڑے دھو کر سکھا سکتے ہیں یا نہیں۔ جبکہ اکثر لوگ بعد نماز عشاء چھت پر نماز پڑھتے ہیں؟

۲۔ اگر امام یا مؤذن کی داڑھی شرعی مقدار سے کم ہو اور باوجود کہنے کے بھی بالوں کو شرعی مقدار تک بڑھنے بھی نہیں دیتے ایسی صورت میں مؤذن یا امام کے بارے میں کیا حکم شرعی ہے؟ (مذکورہ داڑھی کی مقدار ایک یا ڈیڑھ انچ ہے)

۳۔ کسی مسجد کے امام کی عدم موجودگی کی صورت میں شرعاً نماز پڑھانے کا کس کا ذمہ ہے؟ براہ کرم مذکورہ سوالات کے جوابات ارسال فرما کر شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔ فقط بشیر محمد ریڈی میڈ کپڑے والا، دوکان مدینہ مسجد شاہی بازار کوٹری

۷۸۶ الجواب: (۱) بلاضرورت شرعیہ، مسجد کی چھت پر جانا ہی مکروہ ہے کہ مسجد کی بے ادبی ہے نہ کہ اسے چوپال بنالینا اور کپڑے دھونا سکھانا۔ بلکہ سنت ونفل بھی وہاں نہ پڑھیں۔ ہاں اگر مسجد، جماعت پر تنگی کرے نیچے جگہ نہ رہے تو باقی ماندہ لوگ چھت پر صف بندی کرلیں یہ بلا کراہت جائز ہے کہ اس میں ضرورت ہے۔ بشرطیکہ حال امام مشتبہ نہ ہو۔

۲۔ داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کتروانا، علانیہ فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو مؤذن بنانا بھی درست نہیں نہ کہ امام۔ خواہ نماز فرض ہو یا تراویح۔ اسے امام بنانا گناہ اور نماز واجب الاعادہ۔ بلکہ اذان کا بھی اعادہ کیا جائے۔ (درمختار وغیرہ)

۳۔ امام مقرر ہو یا نہ ہو، جو شخص بھی نماز پڑھائے وہ صحیح القرأت ہو کہ قرآن صحیح پڑھے۔ صحیح العقیدہ ہو کہ بدمذہب مثلاً وہابی نہ ہو۔ اور صحیح العمل ہو کہ فسق کا ارتکاب نہ کرتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

نماز میں قصداً غلطی کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید نے قرآن سنانے کے دوران ایک دوسرے

کی ضد میں یا برتری کی غرض سے دیدہ و دانستہ تراویح میں نصف رکوع چھوڑا اور رکعت کو (سورہ اخلاص) سے پوری کر کے بعد میں یہ کہا کہ حافظ صاحب نے مجھے لقمہ کیوں نہیں دیا انہوں نے حافظ صحیح نہیں رکھا یا یہ کچے ہیں۔ ایسی صورت میں وہ رکعتیں مانی جائیں گی یا نہیں؟ اور حافظ صاحب کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ جواب کا منتظر ہوں۔

سائل احقر سلیم، حسین آباد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: سوال سے صاف ظاہر ہے کہ تراویح پڑھانے والے امام نے، دیدہ و دانستہ ایک رکوع یا کم چھوڑا۔ اور پھر بلا ضرورت سورہ اخلاص پڑھ کر رکوع کیا۔ اور پھر خود ہی اپنی اس حماقت کا بھانڈا پھوڑ دیا کہ سامع سے الجھ پڑے۔ یہ غلطی در غلطی در غلطی ہے۔ جو کسی حال میں امام کو زیب نہیں دیتی۔ اگر وہ مخلص ہیں تو بلا تردد، فوراً مقتدیوں کے روبرو، اپنی غلطی کا اعتراف کریں۔ اور خدا کی بارگاہ میں توبہ لائیں۔ ایسا کریں فبہا، ورنہ انہیں امام نہ بنائیں۔ وہ ضد میں اور کچھ بھی کر سکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

کیا شبینہ ناجائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ہمارے یہاں پر ایک عالم دین وعظ کرتے ہیں مسجد میں امامت بھی کرتے ہیں اور خطیب ہیں اور حافظ ہیں مسائل سے واقف ہیں ان کا کہنا ہے کہ جو رمضان المبارک میں شبینہ پڑھتے ہیں وہ شبینہ جائز نہیں ہے۔ چونکہ ہم نے ہندوستان سے اور اب پاکستان میں اپنے بزرگوں کو اور عالموں کو شبینہ سنتے اور پڑھتے دیکھا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ جائز نہیں تو آپ سے التماس ہے کہ اس کا خلاصہ تحریر فرمائیں کس وجہ سے جائز نہیں ہے۔ بلکہ ایک رات میں تین یا چار حفاظ جمع ہو کر کلام ختم کرتے ہیں۔ اور ہم سنتے آئے ہیں کہ صحابہ بھی شبینہ پڑھتے تھے آپ براہ کرم خلاصہ مسائل سے آگاہ فرمائیں تاکہ شک و شبہ دور ہو۔

عرض کنندہ: شیخ محمد عمر، حافظ محمد شفیع انصاری، حاجی محمد اکبر علی، حاجی محمد نصیر بیگ، نزد پھلیلی تھانہ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: شبینہ کہ ایک رات کی تراویح میں پورا قرآن پڑھا جاتا ہے یہ فی نفسہ قطعاً جائز و روا ہے۔ اکابر ائمہ دین کا معمول رہا ہے۔ سلف صالحین میں بعض اکابر، دن رات میں دو ختم فرماتے۔ چنانچہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ رمضان المبارک میں اکسٹھ قرآن پاک ختم کیا کرتے تھے۔ تیس دن میں، تیس رات میں اور ایک تراویح میں۔ لیکن یہ شبینہ جو آجکل مروج ہے کہ امامت کرنے والے ائمہ، حرکات و حروف بلکہ کلموں تک کو چبا جاتے ہیں اور یعلمون تعلمون، وہ الفاظ جن پر آیت ختم ہوتی ہے ان کے علاوہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا اور سننے والے بھی عبادت بطور، عبادت نہیں ادا کرتے، کچھ بیٹھے باتیں بناتے ہیں کچھ سگریٹ نوشی اور چائے نوشی میں مصروف رہتے ہیں اور کچھ لوگ دوسری گپ شپ میں، ایسے شبینے کو کون جائز کہہ سکتا ہے۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں فتاویٰ رضویہ جلد سوم اور بہار شریعت حصہ سوم) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

امام کا منصب

سوال: امام جھوٹ بولتا ہو، کنوارا ہو، سیاسی جماعت کا رکن ہو، کدورت رکھتا ہو، کاروبار کرتا ہو مگر انکار کرتا ہو یا شادی شدہ ہو کر بیوی سے دور ہو تو، اس کی امامت کیسی ہے؟ السائل: عبدالسلام ایڈووکیٹ

۷۸۶ الجواب: (۱) امام جھوٹ بولتا ہے یعنی جھوٹ بولنے کا عادی ہے تو وہ یقیناً گناہ کبیرہ کا مرتکب اور فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ اس سے توبہ کا مطالبہ کریں اور اگر وہ علی الاعلان توبہ کرے تو فبہا۔ اور باز نہ آئے تو امامت سے فوراً معزول کردیں۔ بناء علی انهم لو قدموا فاسقا یاثمون۔

(غنیۃ فتاوی رضویہ وغیرہ)

(۲) امام کا کنوارا ہونا یا شادی شدہ ہونا، امامت کی شرائط سے نہیں۔ ہاں کنوارا ہے اور نیک وصالح، اور مسائل طہارت ونماز سے بقدر ضرورت واقف تو امامت کا مستحق ہے۔ اور شادی شدہ ہے مگر بدچلن و بداطوار ہے یا مسائل ضروریہ سے واقف نہیں تو ہرگز امامت کا اہل نہیں۔ امام کو صحیح العقیدہ سنی نیک چلن اور صحیح القرأۃ ہونا چاہیے اگر ایسا ہے تو امامت کا اہل ہے ورنہ نہیں۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) اور بیوی بچوں سے دوری کی کوئی میعاد، دربارۂ امامت فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) کسی سیاسی جماعت سے متعلق ہونا تو گناہ نہیں بشرطیکہ وہ جماعت اہلسنت کی ہو اور اس کا نصب العین مطابق شرع۔ ہاں انکار کرنا یہ ایک جرم ہے۔ جواب اس کا نمبر ا میں دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) اگر ناراضگی و کدورت باہمی محض دنیاوی ہے تو نہ اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج۔ اور نہ اس کے سبب جماعت کا ترک جائز۔ اگر کسی دینی سبب سے ہے تو بیان کی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) امام فرائض امامت صحیح طور پر انجام دیتا اور جائز تجارت بھی کرتا ہے تو یہ کوئی قابل ملامت چیز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

وعدہ کر کے بھی داڑھی حد شرع سے کم کرنا

سوال: جناب مولانا صاحب گذارش یہ ہے کہ ایک امام صاحب نے یہ شرط کی کہ میں داڑھی بڑھنے دونگا لیکن اس امام صاحب نے اپنے اس کہے پر عمل نہیں کیا اور داڑھی پھر کٹوانا شروع کردی ہے لہٰذا اس داڑھی کے بارے میں کیا حکم ہے فرمائیے کہ یہ داڑھی حد شرع سے کم ہے؟ رحیم اللہ لوکوشیڈ کوٹری

۷۸۶ الجواب: داڑھی حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا، گناہ وفسق ہے اور اس کا مرتکب گناہگار و فاسق معلن یعنی علی الاعلان خدا ورسول کا نافرمان۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ ایسے ناخدا ترس کا علاج یہی ہے کہ اسے فوراً معزول کردیا جائے۔ اور اگر وہ توبہ کرے تو اس وقت تک اسے امامت پر نہ لگائیں جب تک داڑھی پوری نہ ہو جائے اور وہ علانیہ اپنے اس فعل سے توبہ نہ کرے۔ ثم تاب من بعد ذلك واصلح (القرآن) (فتاوی

رضویہ، غنیۃ وغیرہ) داڑھی کی شرعی حد کم از کم ایک مشت ہے

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۹ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

ولا الظالین پڑھنے کا حکم

سوال: جناب مفتی اعظم حیدرآباد، السلام علیکم، گذارش یہ ہے کہ
دوران فرض نماز فجر، کے ایک پیش امام نے دوبار ولا الضالین کے بجائے ولا الظالین کی آواز سے ادا کیا۔ میں نے دوبارہ نماز ادا کی۔ جماعت والوں نے مجھ سے اس کی وجہ دریافت کی کیونکہ میرا ضمیر اس آواز سے مطمئن نہیں تھا اس لئے میں نے فرض نماز دوبارہ ادا کی۔ مہربانی فرماکر تفصیل سے مطلع فرمائیں۔　سائل۔ عبدالشکور انسٹرکٹر لوکو۔ کوٹری

۷۸۶ الجواب: امام ہو خواہ، منفرد و تنہا نماز پڑھنے والا، نماز میں ہو خواہ نماز سے باہر، قصداً اگر قرآن کریم کے ایک حرف کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں بدل دے جیسا کہ روافض کی دیکھا دیکھی، وہابیہ غیر مقلدین ''ض'' کی بجائے ''ظ'' پڑھنے لگے ہیں تو یہ حرام قطعی و گناہ عظیم ہے بلکہ بعض علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ''ض'' کی جگہ ''ذ'' پڑھے کافر ہے۔ تو جو قصد کرے کہ بجائے ''ض'' ''ظ'' یا 'دال' پڑھوں گا ان کی نماز مغضوب اور مغظوب کہتے ہی فاسد و باطل ہو جائے گی ولا الضالین کی نوبت ہی نہیں آئے گی۔ ہاں اگر تبدیل حرف کا قصد نہ ہو اور نہ ''ض'' کو 'ظ'' یا ''دواد'' پڑھے بلکہ اپنی دانست میں ''ض'' ہی پڑھے البتہ سننے والوں کی سمجھ میں ''ظ'' یا ''دواد'' آئے تو اس پر نماز فاسد ہونے کا حکم صرف اسی حالت میں دیا جائے گا جب کہ معنی میں فساد لازم آئے۔ بالجملہ اگر امام مسجد سنی صحیح العقیدہ ہے اور اپنے عقائد چھپا کر بطور تقیہ امامت سے چپٹا ہوا نہیں تو اسے ہدایت کی جائے کہ ''ضاد'' کو اس کے مخرج سے نکالنے کی کوشش اور سعی بلیغ کرے تاکہ لوگ دھوکہ نہ کھائیں اور اگر وہ واقعتاً وہابیہ اہل حدیث سے ہو اور تقیۃً سنی بنا ہوا، سنیوں کی امامت کر رہا ہے تو اس کے پیچھے نماز ویسے ہی کب صحیح ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں اور صحیح العقیدہ، صحیح العمل، اور صحیح القرأۃ کو کہ بدمذہب نہ ہو، بدعمل اور فاسق معلن نہ ہو اور قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو، ایسے کو امام مقرر کریں۔ ورنہ نمازیں اکارت اور محنتیں برباد جائیں گی۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۵ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

دیوبندی کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک حافظ قرآن کے متعلق معلوم ہوا کہ اس کا تعلق دیوبندی مسلک سے ہے اور مقتدی تمام صحیح العقیدہ سنی (بریلوی) ہیں۔ کیا دیوبندی مسلک والے کے پیچھے ان کی نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ بینوا، توجروا　　عبدالغفار جامع مسجد عمرکوٹ سندھ

۷۸۶ الجواب: وہابیۂ زمانہ، خواہ وہ مقلد ہوں جنہیں دیوبندی کہا جاتا ہے یا غیر مقلد ہوں جنہیں اہل حدیث سمجھا اور کہا

جاتا ہے، اب اس دور آزادی میں، اپنی بدعت وضلالت سے ترقی کر کے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں اور اسلامی سرحدوں کو عبور کر کے، کفر کی حدود میں قدم رکھ چکے ہیں۔ ان کی شناعت و برائی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ بات بات پر مسلمانوں کو مشرک اور جہنمی بتاتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جو مسلمان کو مشرک جہنمی بتائے وہ خود بلائے کفر میں گرفتار ہے۔ بہر حال، ان وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز، اور انہیں امام بنانا حرام ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایسوں ہی کے بارے میں فرماتے ہیں کہ 'بدمذہب تمام مخلوق سے بد، تمام جہاں سے بدتر ہیں'۔ دوسری حدیث شریف میں ہے کہ "بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں"۔ تو ایسوں کو امام بنانا درکنار، بحال فتنہ وفساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت، مسجدوں میں بھی نہ آنے دیا جائے۔ ورنہ فتنے پھیلائیں گے۔ آپس میں مسلمانوں کو لڑائیں گے۔ اور قرآن کریم کا ارشاد ہے **الفتنة اشد من القتل**۔ فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔ بالجملہ انہیں امام بنانا گناہ گناہ۔ اور ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا حرام حرام حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۴۰۲ ھ

امامت کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس بارے میں کہ: نورانی مسجد سرے گھاٹ میں حافظ القرآن کو انتظامیہ کمیٹی ومقتدی حضرات نے متفقہ طور پر نماز تراویح پڑھانے کیلئے مقرر کیا ہے اور اس سے پیشتر بھی موصوف تراویح پڑھا چکے ہیں۔ ایک صاحب جو تبلیغی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور بریلوی عقیدہ سے بغض رکھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حافظ صاحب کی داڑھی حد شرع سے کم ہے ان کے پیچھے نماز تراویح جائز نہیں ہے۔ اور اپنی طرف سے باشرع حافظ کا تقرر کرانے کی کوشش کر رہے ہیں تو اس صورت میں کون سے حافظ صاحب کی امامت جائز ہے۔ جبکہ حافظ صاحب صرف تراویح کی امامت کرتے ہیں۔ سائل۔ العبد محمد یٰسین، متولی نورانی مسجد سرے گھاٹ

۷۸۶ الجواب: تراویح پڑھانے والے موجودہ پیش امام اگر واقعی داڑھی حد شرع یعنی ایک مشت سے کم رکھتے یعنی کترواتے ہیں تو ان کو اپنا امام بنانا گناہ اور ان کی اقتداء میں نماز اگرچہ نفل وتراویح ہو مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھ لی تو اس کا دہرانا واجب ہے۔ ورنہ ترک واجب کا گناہ لازم آئے گا۔ داڑھی حد شرع سے کم رکھنا اور کتروانا علانیہ گناہ وفسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کی اقتداء کسی نماز میں صحیح نہیں۔ فرض ہو یا واجب۔ نفل ہو یا تراویح۔ غنیۃ وغیرہ میں ہے **لو قدموا فاسقا یاثمون**۔ اور امام اگر وہابی دیوبندی ہو تو ان کے پیچھے نماز ادا کرنا، اور بھی سخت گناہ، بلکہ نماز ہوگی ہی نہیں۔ آدمی بے نمازی کا بے نمازی رہے گا۔ دنیا جانتی ہے کہ وہابیت نجدیت کی بیٹی ہے۔ اور ان کے مذہب کی بنیاد ہی رکھی گئی ہے حضور اقدس ﷺ کی توہین وتنقیص شان رسالت پر۔ تو ایسوں کو امام بنانا درکنار، ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا دعا سلام وغیرہ بھی جائز نہیں۔ سلامتی کی راہ یہ ہے کہ مسلمانان اہلسنت ایسے کو امام بنائیں جو صحیح العقیدہ سنی ہو۔ صحیح العمل ہو یعنی فاسق معلن نہ ہو اور صحیح القراءۃ ہو کہ قرآن کریم صحیح پڑھتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ رمضان المبارک ۱۴۰۲ ھ

رمضان میں حافظ صاحب کی اجرت یا نذرانہ

سوال: محترم جناب مفتی محمد خلیل خاں صاحب

ہم ہر سال رمضان شریف میں ختم القرآن کیلئے چندہ کرتے ہیں اور اس چندے سے حافظ صاحب اور امام صاحب اور مؤذن صاحب کو نذرانہ دیتے ہیں۔ جبکہ ہم نے بہار شریعت (جلد چہارم صفحہ نمبر 357) میں یہ پڑھا کہ حافظ کو اجرت دے کر پڑھانا ناجائز ہے۔ کیا ہم اس سال بھی اسی طرح چندہ جمع کر کے ان کو نذرانہ دیں یا نہیں۔ اگر ہم ان کو نذرانہ نہیں دیتے تو شاید اگلے سال کوئی حافظ ہمارے پاس تراویح پڑھانے نہیں آئے گا۔ سائل۔ عبدالغنی

۷۸۶ الجواب: بہار شریعت میں حافظ قرآن کو کچھ دینے دلانے کی تین صورتیں بیان فرمائی ہیں۔ (۱) پیشتر سے آپس میں حافظ اور نمازی طے کرلیں کہ یہ لیں گے یہ دینگے۔ (۲) عادات ورواج کے مطابق حافظ کو معلوم ہے کہ ملے گا اور نمازیوں کو معلوم ہے کہ دینا ہوگا۔ اگرچہ باہم لینا دینا طے نہ ہو۔ (۳) صراحۃً حافظ قرآن، معروف ورواج کی نفی کردے یعنی حافظ قرآن صاف کہدے کہ محض سنت ادا کرنے اور حصول ثواب کیلئے پڑھتا ہوں میں لونگا کچھ نہیں۔ یا نمازی اس سے صاف صاف کہہ دیں کہ دیا کچھ نہ جائے گا۔ ان میں سے پہلی دونوں صورتیں ناجائز ہیں لینے والا اور دینے والا، دونوں گناہگار ہیں کہ تلاوت قرآن پر اجرت لینا دینا دونوں حرام ہیں۔ اور تیسری جائز ہے کہ ختم قرآن کے بعد اس کی اعانت کی نیت سے اس حافظ کی خدمت کریں اور جو چاہیں اسے دیں۔ اب یہ اجرت نہیں ہوسکتی۔ لہٰذا اس کا لینا بھی حلال اور دینا بھی جائز۔ شریعت کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ الصریح یفوق الدلالۃ جیسا کہ خانیہ، فتاویٰ قاضی خاں اور عالمگیریہ میں ہے۔ اور ایک صورت یہ ہے کہ حافظ کو مثلاً ایک ماہ یا کم وبیش کیلئے مسجد کیلئے، وقت مقررہ کیلئے ملازم رکھ لیں کہ حسب حیثیت جو کام چاہیں، لیں گے۔ اور یہ تنخواہ دیں گے۔ پھر اس سے امامت تراویح کا کام لیا جائے۔ اب یہ اجرت بلاشبہ جائز ہے کہ اس کے وقت و پابندی کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔ بالجملہ آپ یہ آخری دونوں صورتیں اختیار کریں یا ان میں سے کوئی ایک۔ اور فراہمی چندہ کا کام جاری رکھیں۔ پھر اس کی خدمت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

صرف الزام سے امامت پر اثر نہیں پڑتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک بچہ جس کی عمر تقریباً بارہ سال ہے وہ یہ کہتا ہے کہ میں مولوی صاحب کے پاس پڑھنے کیلئے گیا تو مولوی صاحب نے باہر کے دروازے کی اور اندر کے دروازے کی کنڈی بند کرلی اور انہوں نے میرا پیار لیا بدفعلی نہیں کی۔ مگر مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میں نے دروازے کی کنڈی بند نہیں کی اور نہ ہی میں نے پیار وغیرہ لیا یہ سب مجھ پر الزام ہے مولوی صاحب نے ان سے کہا کہ تمہارے پاس کوئی گواہ ہے انہوں نے گواہ تو پیش نہیں کیا اور کہنے لگے کہ اس میں گواہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ تو آپ سے درخواست ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

جواب عنایت فرمائیں۔اور یہ بتائیں کہ کیا بغیر گواہ کے جرم ثابت ہو جاتا ہے اور آیا وہ مولوی صاحب نماز پڑھا سکتے ہیں یا نہیں؟ السائل۔عبدالعزیز چشتی، گلزار گلی دو قبر نزد رحمانی مسجد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: کسی متشرع و متدین مسلمان کی طرف، خصوصاً جبکہ وہ امامت کے فرائض بھی انجام دیتا ہو، کبیرہ تو کبیرہ، کسی گناہ صغیرہ کی نسبت بھی بلا ثبوت شرعی جائز نہیں۔اور جو لوگ بلا ثبوت شرعی اس امام پر اس اتہام میں پیش پیش ہیں وہ خود مجرم و ملزم ہیں انہیں خوف خدا کھانا چاہیے۔لہٰذا صرف ایک نابالغ بچہ کی بات میں آکر، اسے مجرم قرار دینا خود اپنے دل کی کسی چھپی ہوئی عداوت کو ظاہر کرتا ہے۔بہرحال جب تک بہ ثبوت شرعی وہ الزام ثابت نہ ہو جائے امام کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔پھر اس پر جم جانا اور مخالفت پر اڑ جانا، مسلمان کی شان سے بعید تر ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

سودی رقم سے توبہ کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: حکومت پاکستان کی طرف سے پاور لوم کے ہر کارخانے دار کو کو آپریٹو سوسائٹی کی طرف سے قرضہ کی اسکیم کے تحت بیس بیس ہزار روپے کی رقم سود پر دی گئی تھی۔اس سود کی رقم کے لینے والوں میں ایک ایسے کارخانہ دار جو کہ حافظ قرآن ہیں اور وقتاً فوقتاً امامت کے فرائض بھی انجام دیتے ہیں اور نماز تراویح میں قرآن پاک سناتے ہیں اور یہ صاحب قرضہ کی آدھی رقم کو آپریٹو سوسائٹی کو ادا بھی کر چکے ہیں آدھی رقم جو واجب الادا ہے باقی ہے اس باقی ماندہ رقم کو کو آپریٹو سوسائٹی کو ادا کرنے کے بعد پھر یہ عہد کرتے ہیں کہ دوبارہ اس قسم کی سودی رقم کو حکومت یا کسی صاحب سے نہیں لیں گے۔اب از روئے شرع شریف ایسے صاحب کیلئے امامت یا قرآن مجید تراویح میں سنانے کیلئے کیا حکم ہے۔ان کے پیچھے نماز فرائض اور تراویح پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

از جانب۔حافظ محمد حنیف الوری، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے هو الذی یقبل التوبة عن عبادہ۔اور سچی توبہ کے بعد گناہ باقی نہیں رہتے۔حدیث شریف میں ہے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔"گناہ سے توبہ کرنے والا، بے گناہ کے مثل ہے"۔تو توبہ کے بعد اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔اور بعد توبہ اس پر اس گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں "جو کسی اپنے بھائی کو، ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے وہ توبہ کر چکا ہے تو وہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک وہ خود اس عیب میں مبتلا نہ ہو جائے"۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

تراویح پڑھے مگر روزہ نہ رکھے تو کیا حکم ہے؟

سوال: حضور جناب مفتی محمد خلیل صاحب، السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) روزہ رکھنے والے کو تراویح پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

(۲) تراویح پڑھتا ہے مگر روزہ نہیں رکھتا اس کے واسطے کیا حکم ہے۔ تراویح پڑھے یا نہیں۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جو روزہ رکھتے ہیں تراویح نہیں پڑھتے ہیں بہت سے صرف تراویح پڑھتے ہیں روزہ نہیں رکھتے۔ ان کے بارے میں کیا حکم ہے؟

حبیب احمد، دوبئی مرچنٹ

۷۸۶ الجواب: تراویح ہر مرد وعورت سب کیلئے بالاجماع سنت مؤکدہ ہے۔ بلا عذر شرعی اس کا ترک جائز نہیں۔ اور چونکہ یہ سنت عین ہے یعنی مطلقاً ہر مسلمان کے حق میں مسنون۔ تو اگر کسی نے روزہ نہ رکھا یا روزہ رکھنے کا ارادہ اس کا نہیں تب بھی سنت تراویح ادا کرے گا طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے وھی سنة عین موکدة علی الرجال والنساء۔ واللہ اعلم۔

۲۔ اس کا جواب اوپر والے جواب سے ظاہر ہے کہ تراویح تابع روزہ نہیں جو روزہ نہ بھی رکھے تراویح پڑھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں اور تراویح نہیں پڑھتے وہ ترک سنت کے وبال میں گرفتار ہیں اور جو تراویح پڑھتے ہیں مگر روزہ نہیں رکھتے اگر روزہ نہ رکھنے کا باعث بیماری بالفرض یا کوئی اور ایسا ہی عذر ہے تو ان پر حکم شرعی کے مطابق اس رقت روزہ نہ رکھنے کا گناہ نہیں ہاں قضا بھی نہ کریں اور بحکم شرعی مثلاً شدید کمزوری کے سبب کہ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں اس کا فدیہ بھی نہیں دیا تو بے شک گناہگار ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ   رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

ولا الظالین کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان دین اس مسئلہ میں کہ: ولا الظالین پڑھنے والے کے پیچھے اہلسنت و جماعت کی نماز ہوگی یا نہیں؟   اللہ دتہ قادری، جامع مسجد مدینہ لیاقت کالونی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ض، ظ، ذ، ز یہ سب حروف ایکدوسرے سے متباین اور متغائر ہیں ان میں سے کسی کو، دوسرے سے، تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا، اس کی جگہ اُسے پڑھنا، نماز میں ہو خواہ بیرون نماز، حرام قطعی و گناہ عظیم ہے اور تحریف کتاب کریم۔ یہاں تک کہ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔ بالجملہ ض کو ظا دیا دواد، پڑھنا دونوں حرام۔ جو قصد کرے کہ بجائے ض، ظ پڑھوں گا اسکی نماز کبھی پوری فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی۔ مغدوب، مغظوب کہتے ہی بلاشبہ فاسد وباطل ہوجائے گی۔ ہمارے ہاں ان بلاد میں یہ وباء وہابیہ غیر مقلدین میں بہت پائی جاتی ہے کہ ان کا مقصد ہی مسلمانوں کی نمازوں کو تباہ کرنا ہے۔ ان کی اقتداء میں نماز، یوں بھی کب درست ہے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

۱۷ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

امامت کی شرائط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:
(۱) زید گھر کا سرپرست ہے اور اس کا لڑکا اور پوتا بھی حافظ القرآن ہے مگر پابند صلوٰۃ نہیں اور سینما اور ٹیلی ویژن بھی دیکھتے ہیں اور داڑھی بھی نہیں رکھتے ہیں۔ از روئے شرع آپ حکم صادر فرمائیں کہ ایسے شخص کو امام بنایا جائے یا کہ نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے کہ نہیں؟ آپ ہماری رہنمائی فرما کر مطمئن کریں عین نوازش ہوگی۔
(۲) حافظ صاحب کا تیسرا لڑکا جو کہ عمر تقریباً پندرہ سال کے قریب ہے اور اس نے اگلے سال حفظ کیا ہے اگر اس کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہو تو مسئلہ سے آگاہ فرمائیں؟ سائل۔ محمد عمر قریشی، حاجی اکبر علی، رشی گھاٹ

۷۸۶ الجواب: جو شخص پابند صوم و صلوٰۃ نہیں۔ اور سینما بینی وغیرہ کا بھی اسے شوق ہے اور پھر داڑھی بھی نہیں رکھتا، تو جس شخص کے یہ احوال و افعال ہوں وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، نماز اس کے پیچھے واجب الاعادہ۔ کہ پڑھ لی تو پھیرنا واجب۔ اگرچہ وہ نماز تراویح ہو یا نماز نفل۔ کہ نفل نماز بھی شروع کرنے پر واجب ہو جاتی ہے۔ آدمی اگر سرے سے تراویح نہ پڑھے تو ترک سنت کا گناہ اس پر لازم۔ اور فاسق معلن کے پیچھے نماز تراویح پڑھ کر نہ دہرائے تو ترک واجب کا مرتکب اور سخت گناہگار۔ تو یہ گناہ اس سے بڑھ کر ہوا۔ اور بچہ جب پورے پندرہ سال کا ہو جائے تو شرعاً بالغ مان لیا جاتا ہے اس سے پہلے نہیں اور پندرہ سال کامل کا ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے۔ جبکہ وہ نماز کے فرائض و واجبات اور مفسدات و مکروہات سے واقف ہو۔ ورنہ نماز اس کے کسی فعل سے فاسد یا مکروہ ہوگی اور اسے پتہ بھی نہ چلے گا۔ تو مقتدی الگ گناہگار اور ان سب کے برابر، اس کے سر پر گناہ کا وبال۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ
۲۰ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

جو پورے سال داڑھی کتروائے اس کی امامت کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ
(۱) کیا اس حافظ قرآن کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے جس کی داڑھی چھوٹی ہے اور وہ سارا سال اس کو کترواتا رہتا ہے؟
(۲) کیا اس حافظ کے پیچھے نماز تراویح پڑھنی جائز ہے جو صرف تراویح پڑھانے کیلئے رمضان المبارک میں داڑھی رکھتا ہے اور ختم قرآن کے بعد داڑھی منڈوا دیتا ہے
اگر ایسا حافظ قرآن نہ ملے جو شریعت کے مطابق داڑھی رکھتا ہو تو اس صورت میں کیا کیا جائے؟ قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح فیصلہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام بندہ ناچیز، عبدالستار غوری، محمدی مسجد کھائی روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کر کے کتروانا فسق ہے اور علانیہ خدا اور رسول کے حکم کی خلاف ورزی۔ اس کا

مرتکب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور نماز واجب الاعادہ ہے کہ پڑھ لی تو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔ غنیۃ وغیرہ میں ہے لو قدموا فاسقا یأثمون بناء علی ان کراهة تقديمه کراهة تحريمة۔ بلکہ جس کی عادت ہو کہ وہ رمضان کیلئے داڑھی چھوڑ دیتا اور پھر منڈاتا یا کترواد یتا ہے وہ اگر چہ فی الحال توبہ بھی کرے تب بھی اس کا اعتبار، اس وقت کریں کہ اس کی داڑھی حدشرع کو پہنچ جائے اور پھر وہ نہ کتروائے۔ قرآن کریم نے فرمایا ثم تاب من بعد...... تو جب تک اصلاح کے آثار نمودار نہ ہوں خدائے عزوجل کے یہاں اس کی توبہ کا بھی اعتبار نہیں۔ ہاں اگر صحیح العمل، حافظ قرآن نہ ملے تو کسی صحیح القرأۃ کو امام بنا کر الم تر کیف سے تراویح پڑھیں تا کہ اس گناہ سے بچیں جو اسے امام بنا کر ان کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

۲۶ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

کالا خضاب لگانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ازروئے شریعت کالا خضاب لگانا جائز ہے یا نہیں اور کالے خضاب سے داڑھی رنگنے والے کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ جواب بالصواب عنایت فرمائیں۔

سائل۔ محبوب بھائی، محمد شفیق، جمیل احمد سرفراز کالونی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: صحیح مذہب میں سیاہ خضاب، حالت جہاد کے سوا، مطلقاً حرام ہے۔ جس کی حرمت پر احادیث صحیحہ ومعتبرہ گواہ ہیں۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ "جو سیاہ خضاب کرے اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر رحمت نہ فرمائے گا"۔ دوسری حدیث میں وارد کہ "زرد خضاب ایمان والوں کا اور سرخ اسلام والوں کا اور سیاہ خضاب کافروں کا"۔ اور شک نہیں کہ جو اس کا عادی ہو وہ بے شک گناہ کا مرتکب ہے اور گناہ صغیرہ بھی ہو تو اس پر اصرار، اسے کبیرہ بنا دیتا ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ علی الاعلان بیباکی سے گناہ کا ارتکاب کرنے والا۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ جس کا اعادہ واجب۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

۱۵ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

امام کا نالی صاف کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک امام صاحب جو کہ امامت ومؤذنی کے فرائض انجام دیتے ہیں وہ مسجد کی صفائی کے علاوہ وضوخانہ کی نالی کی صفائی بھی کرتے ہیں۔ آیا ان کے پیچھے نماز کا پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ سائل۔ نور محمد، نور مسجد گاڑی کھاتہ، حیدرآباد

الجواب: ۷۸۶ اگر امام مذکور، شرائط کا جامع اور شرعاً اس کا اہل ہے تو موجودہ صورت میں نماز پڑھنا اس کے پیچھے جائز ہے بغیر کسی کراہت کے۔ لیکن ازانجا کہ امام مسجد کو اپنے اعمال وافعال میں، مقتدیوں سے بہتر ہونا چاہیے، اس کا التزام اہل محلہ پر آتا ہے۔ اہل محلہ یا مسجد کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ کسی مؤذن کا بھی انتظام کرے۔ بعض نازک مزاج بلکہ نفاست پسند طبیعتیں اس بات کو بہت معیوب اور قابل شرم سمجھتی ہیں اور اس بنا پر وہ مسجد بھی چھوڑ سکتے ہیں اور یہ امر پھر تقلیل جماعت پر منتج ہوگا یعنی جماعت سے نماز پڑھنے والوں کی تعداد میں کمی آئے گی۔ اور ہر وہ امر جو اس کمی کا، باعث ہو کم از کم مکروہ ضرور ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ربیع الاول شریف ۱۴۰۰ھ

کیا تراویح کا امام فرض پڑھا سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ: ایک لڑکا حافظ محمد ثناء اللہ عمر ۱۷ سال پچھلے سال تراویح بھی پڑھا چکا ہے۔ پیش امام مسجد کی عدم موجودگی میں فرض نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟

فقط والسلام علیکم، عبدالرزاق قادری نقشبندی، سرفراز کالونی حیدرآباد

الجواب: ۷۸۶ جس کے چہرے پر داڑھی نمودار نہ ہوئی ہو اور وہ بالغ اور امامت کا اہل ہو تو اس کے پیچھے نماز شرعاً درست و جائز ہے۔ ہاں اگر ایسا خوبصورت ہو کہ فُساق کیلئے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلاف اولیٰ ہے ورنہ نہیں۔ (درمختار و ردالمحتار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ ربیع الاول شریف ۱۴۰۰ھ

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ایک شخص جس کی عمر سترہ (۱۷) سال ہے، حافظ قرآن ہے۔ مسائل طہارت اور نماز سے واقفیت رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ ماہ رمضان المبارک میں صلوٰۃ التراویح اور صلوٰۃ الوتر کی امامت پابندی سے کر چکا ہے۔ لیکن ابھی اس کی داڑھی قدرتی طور پر نہیں نکلی ہے۔ جبکہ سن بلوغ میں داخل ہو چکا ہے۔ کیا ایسے شخص کی امامت میں فرض نماز کا پڑھنا جائز ہے عمومی طور پر یا کسی مستقل امام کی غیر موجودگی میں۔ برائے مہربانی جواب قرآن وحدیث اور فقہ حنفیہ کی روشنی میں مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ جمشید علی، سرفراز کالونی حیدرآباد

الجواب: ۷۸۶ جبکہ وہ امام، شرائط امامت کا جامع اور نماز پڑھانے کا اہل ہے یعنی کوئی بات اس میں ایسی نہیں جس کے سبب اس کی امامت باطل و گناہ ہو اور ہو بھی وہ بالغ۔ یعنی پندرہ برس کامل کا۔ تو اس کے چہرہ پر داڑھی نہ نکلنا کوئی جرم نہیں کہ نماز میں خرابی آئے۔ ہاں اگر حسین وجمیل خوبصورت ہو کہ فاسقوں اور بیباکوں کیلئے شہوت کا محل ہو تو اس کی امامت صرف خلاف اولیٰ ہے۔ جس کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔ اور اگر وہ ایسا خوبصورت نہ ہو تو پھر خلاف اولیٰ بھی نہیں۔ درمختار میں ہے **تکرہ خلف امرد**۔ ردالمحتار میں ہے **قال الرحمتی المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة**۔ اب یہ امامت خواہ پنجگانہ ہو یا گاہ بگاہ، امام متعین کی غیر موجودگی میں۔ حکم دونوں حالتوں میں یکساں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ ربیع الاول شریف ۱۴۰۰ھ

خضاب کی حالت میں جو نمازیں پڑھائیں اُن کے دھرانے کا مسئلہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک پیش امام صاحب سیاہ خضاب لگاتے رہے کچھ عرصہ کے بعد اس نے کہا کہ اپنی اپنی نمازیں لوٹاؤ کیونکہ میں خضاب لگاتا تھا۔ کیا کالے خضابی کے پیچھے پڑھی ہوئی نماز لوٹائی جائے گی یا نہیں؟ بینوا، توجروا سائل۔ حافظ محمد طفیل، پولیس لائن

۷۸۶ الجواب: اگر نمازیوں کو معلوم تھا کہ امام مسجد، سیاہ خضاب کرتا ہے اور اس کے باوجود وہ اس کی اقتداء میں نمازیں ادا کرتے رہے تو بلاشبہ وہ اپنے فعل کے خود ذمہ دار ہیں اور ان پر ان تمام نمازوں کا اعادہ واجب ہے جو اس امام کے پیچھے پڑھیں۔ اور اگر نمازیوں کو امام کے اس فعل ناجائز کا علم نہ تھا محض بے خبری میں اس کی اقتداء کرتے رہے اور اب اس امام نے اس کا اعلان کیا تو ظاہر ہے کہ ان پر ان نمازوں کا اعادہ واجب نہیں۔ اس کی نظیر ہے وہ مسئلہ کہ امام نے اپنا کافر ہونا بتایا تو پیشتر کے بارے میں اس کا قول نہیں مانا جائے گا۔ اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں ان کا اعادہ نہیں۔ ہاں اب وہ مرتد ہو گیا۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ ربیع الاول شریف ۱۴۰۲ھ

جھوٹ بولنا فسق ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اگر کوئی عالم دین یا مولوی اسٹیج پر کھڑا ہو کر غلط بیانی کرے یا جھوٹ بولے (کسی کی خوشنودی کیلئے) کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اور اس عالم دین کیلئے کیا حکم ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر فرمائیں۔ مبارک حسین، چیتل چاڑھی، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: جھوٹ ایک ناپاک عیب ہے اور کسی کی خوشنودی کیلئے بولنا اور بھی زیادہ معیوب۔ اگر وہ اس سے علی الاعلان توبہ نہ کرے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اور نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ کہ پھیرنی واجب اور جب وہ علی الاعلان توبہ کرلے اور امامت کا اہل بھی ہو تو اب اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

امام پر مختلف اعتراضات، اور اُن پر شرعی حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک امام مسجد، مسجد میں بچوں کو پڑھاتے ہیں اور عید قرباں کے موقعہ پر "مدرسہ دار العلوم" کے نام کا بورڈ لگا کر چرم قربانی اور چندہ جمع کرتے ہیں جس کی رقم زیادہ تر ان کی تنخواہ پر خرچ ہوتی ہے حالانکہ وہ مسجد سے الگ تنخواہ وصول کرتے ہیں سوال یہ ہے کہ کیا ایسے مدرسہ کیلئے قربانی کی کھالیں جمع کرنا، اور مسلمانوں کو اس میں دینا شرعاً درست ہے؟

(۲) مسجد کی دوکانوں میں ایک کرایہ دار بھی رفاہی کاموں کیلئے قربانی کی کھالیں اور سال بھر تک مختلف مدات میں اعانت، چندہ وغیرہ جمع کرتے ہیں اور تبلیغی، دینی ورفاہی کاموں میں صرف کرتے ہیں۔ امام صاحب اس کو منع کرتے ہیں اور طرح طرح سے تنگ کرتے ہیں۔ مثلاً اس کے کرایہ نامے میں یہ لکھنے پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ ایسے کام سرانجام نہ دے گا۔ کبھی اس کی دوکان کے سامنے قنات لگا کر رکاوٹ پیدا کی جاتی ہے۔ جسے پولیس کی مدد سے ہٹانا پڑتا ہے کبھی مزدور لیکر دوکان توڑنے آجاتے ہیں۔ اور تھانہ میں طلبی پر جھوٹ سچ بول کر چھوٹ آتے ہیں۔ کبھی جھوٹا کیس کرتے ہیں کہ دوکان خالی کردو، مسجد کی توسیع کیلئے ضرورت ہے۔ کبھی کہتے ہیں کہ بجلی کی لائن ادھر سے کٹوادیں گے اور کئی مرتبہ ان کی جمع کی ہوئی کھالیں سڑک پر پھینک کر بے حرمتی کر چکے ہیں کیا شرعاً اس کی گنجائش ہے؟

(۳) مختار کل بنے ہوئے ہیں اور عملاً تمام آمد وخرچ امام صاحب ہی کرتے ہیں۔ حساب کتاب کے نام سے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے ایک صاحب نے 50 روپے چندہ جمع کر[illegible] رسید طلب کی، تو بغیر دستخط دیدی۔ دستخط پر اصرار کیا گیا تو غصہ سے رسید پھاڑ کر پھینک دی۔ دو ممبران کمیٹی اور ایک صدر نے حساب کتاب کا مطالبہ کیا تو غلط سلط الزامات لگا کر انہیں نکلوایا، آج تک مسجد یا مدرسہ کا حساب مسجد میں آویزاں نہ کیا۔ کیا یہ طرز عمل اسلام کے مطابق ہے؟

(۴) مسجد کے چندے کی رقم سے قرض لیکر امام صاحب کے گھر میں ٹی وی خریدنا کیسا ہے؟

(۵) امام صاحب کرایہ دار مذکور کے سلام کا جواب نہیں دیتے، غصہ سے منہ پھیر لیتے ہیں برسوں سے یہ حالت ہے کیا شرعاً و اخلاقاً یہ درست رویہ ہے؟

(۶) امام صاحب جھوٹ، چغلی غیبت کو عیب ہی نہیں سمجھتے۔ توجہ دلانے پر فرماتے ہیں مسجد کی خاطر سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ جلن، حسد، غرور، تکبر ایک ایک بات سے ٹپکی پڑتی ہے۔ اللہ کو رازق نہ سمجھنا، اپنے کو مختار کل سمجھنے والے درج بالا صفات رکھنے والے امام کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے؟

(۷) ستائیسویں شب امام صاحب کی خواتین، کا محلہ کی دیگر غیر محرم خواتین، کے ہمراہ چراغاں دیکھنے کیلئے آنا، اور حجرہ میں بیٹھ کر شیرینی سے مستفیض ہونا کیا فضیلت رکھتا ہے؟

(۸) مسجد کے سامان کو مثلاً فرش، دریاں، ٹائلز، کھڑکی، ٹونٹیاں، پنکھے، پانی کی موٹر وغیرہ کو ریٹائرڈ قرار دیکر چپ چاپ اپنے گھر میں استعمال کرنا یا برائے نام قیمت دیدینا، مسجد کی دیوار کے گھنٹے کو چپ چاپ اپنے ملنے جلنے والوں کو معمولی قیمت پر دیدینا کہاں تک درست ہے؟ کیا اس کیلئے جمعہ کے بڑے مجمع میں اعلان کرنا، نوٹس مسجد میں لگا کر نیلام عام کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ قیمت حاصل کر کے مسجد کے فنڈ میں جمع کرانا ضروری نہیں؟

۷۸۶ الجواب: (۱) عید قرباں کے موقع پر "مدرسہ دار العلوم" کا بورڈ لگا کر، چرم قربانی اور چندہ وصول کرنا اور (۲) مسجد سے تنخواہ پانے کے باوجود اس کا (۳) زیادہ تر حصہ بنام تنخواہ اپنے صرف میں لانا، (۴) مسجد کی دوکانوں کے کرایہ داروں کو خواہ مخواہ پریشان کرنا۔ (۵) مسجد کی تمام آمدنی ومصارف کا باقاعدہ حساب نہ رکھنا اور (۶) حساب طلبی پر ہنگامہ برپا کرنا۔

(۷) مسجد کی جمع شدہ رقوم سے بطور قرض کچھ رقم لیکر (۸) ٹی وی خریدنا، اسے (۹) اپنے گھر میں رکھنا، اور (۱۰) ظاہر ہے کہ اس کے جائز و ناجائز پروگراموں سے شوق فرمانا۔ (۱۱) اپنے مسلمان بھائی کے سلام کا جواب دینے کے بجائے (۱۲) اس سے منہ پھیر لینا (۱۳) چغلی وغیبت کو اپنا روزانہ کا معمول بنالینا اور (۱۴) ٹوکنے پر یہ کہنا کہ مسجد کی خاطر (۱۵) سب کچھ کرنا پڑتا ہے۔ (۱۶) غرور و تکبر جیسی قبیح و مذموم عادتوں سے متصف ہونا اور مسجد (۱۷) کے سامان کو خواہی نخواہی نا قابل استعمال قرار دیکر (۱۸) اپنے استعمال میں لانا (۱۹) یا برائے نام قیمت دیکر اسے اپنے لئے خرید لینا (۲۰) یا کسی اور کو معمولی قیمت پر فروخت کر دینا، جس شخص کے یہ حالات و عادات و اقوال و افعال ہوں وہ نرا فاسق و فاجر ہی نہیں بلکہ فاسق معلن، علی الاعلان فسق و فجور کا مرتکب ہے۔ مسجد کی انتظامیہ پر لازم ہے کہ وہ اسے مسجد سے معزول کر دیں۔ اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت مکروہ، اور واجب الاعادہ ہے۔ جب اس کے فسق و بے باکی کی یہ حالت ہے کہ وہ مسجد کی خاطر، ناجائز اور مکروہ و حرام فعل سے بھی دریغ نہیں کرتا تو کیا عجب ہے کہ اپنی امامت کی خاطر، بے وضو نماز پڑھا دیتا ہو۔ یا جاڑے کے دنوں میں، خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے امامت کر لیتا ہو کہ چغلی وغیبت کو جائز و مشروع قرار دیکر اسے اپنا معمول بنالینا اور پھر اندھی اوندھی تاویلیں کر لینا، بے وضو نماز ٹرخانے سے کچھ کم تو نہیں۔ اس کی بیباکی و جرأت اسی بات سے ظاہر ہے کہ وہ اپنی من مانی حرکتوں کو جاری رکھنے کیلئے مسجد کی انتظامیہ میں انتشار اور نمازیوں میں افتراق پھیلا دیتا ہے۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے کہ انهم لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تقدیمه کراهة تحریمة لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه۔ یعنی اگر لوگوں نے کسی فاسق و فاجر کو امامت کیلئے آگے بڑھا دیا تو وہ خود گنہگار ہوں گے اس لئے کہ اسے امامت نماز کیلئے مقدم کرنا، مکروہ تحریمی ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ دینی امور کا لحاظ و اہتمام نہیں کرتا اور احکام شرعیہ کی تعمیل میں تساہل ولا پرواہی سے کام لیتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۳۰ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

امام پر الزامات ثابت ہوں تو توبہ کرائیں

سوال: حضرت قبلہ محترم جناب مفتی خلیل برکاتی صاحب، مہتمم دارالعلوم احسن البرکات ہوم اسٹیڈ ہال

عالی جناب! آپ سے کچھ سوالات کے جوابات بمعہ فتوے کے چاہئیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں مسئلہ کو شرعی و فقہی طریقہ سے حل فرما کر تمام مسلمانوں کو مشکور فرمائیں۔

۱۔ مسجد قادری اسٹیشن روڈ کے پیش امام صاحب جن کا نام اعجاز احمد شیروانی ہے مسجد کا دروازہ بغیر اجازت لوگوں کے اٹھا کر لے گئے اس کے بارے میں امام کے متعلق شرع کیا کہتی ہے؟

۲۔ ممبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر دوران وعظ بہتان طرازی اور لوگوں کے درمیان نفاق ڈالتے ہیں۔ بعد میں جب مسجد کمیٹی ارکان ان سے معلوم کرتے ہیں تو اپنے بیان سے منکر ہو جاتا ہے۔ کافی لوگوں نے اس امام کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔ اس کے

بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟

۳۔ مسجد کے برابر قبرستان ہے۔ انہوں نے ایک دوکاندار سے کہا مسجد کے مؤذن کے سامنے، کہ قبرستان والی جگہ کو مسجد کے اندر لے لیا جائے۔ اور یہ کہا کہ قبرستان والے پیار سے جگہ نہیں دیں گے۔ بلکہ ان سے زبردستی جگہ کو لینا پڑے گا۔ اس کے متعلق آپ کا فیصلہ کیا ہے۔ آیا اس قسم کے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ فتویٰ دیجئے

گواہان: ا۔ حاجی محمد سموں سابق متولی، ۲۔ محمد افسر ملک، ۳۔ اعجاز خان ناغر چیئرمین زکوٰۃ وعشر کمیٹی، ۴۔ عبدالخالق مؤذن

بخدمت جناب مفتی محمد خلیل خان برکاتی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش یہ ہے کہ میں قادری مسجد کا پیش امام اور عرصہ ایک سال آٹھ ماہ سے خدمت کر رہا ہوں لہٰذا جو آپ نے میرے متعلق فتویٰ صادر فرمایا ہے اس فتویٰ پر آپ سے گذارش ہے کہ آپ ان کے سامنے اور ہماری موجودگی میں شرعی فیصلہ عنایت فرمادیں اور تمام نمازیوں کی خواہش ہے کہ قادری مسجد میں تشریف لاکر غلط فہمی کو دور فرمادیں یہ آپ کا احسان ہم تمام نمازیوں پر ہوگا امید ہے کہ آپ ہماری درخواست قبول فرما کر تمام نمازیوں پر احسان فرمائیں گے۔

مولانا اعجاز احمد شیروانی قادری مسجد اسٹیشن روڈ، اسد اللہ، اخلاق احمد،

اسلم وحید، شریف مشتاق، مرزا محمد اسلم، محمد عثمان، منظور احمد، عبدالشکور، محمد امان ملک

۷۸۱ الجواب: امام مسجد کی جانب جن باتوں کی نسبت کی گئی ہے اگر وہ باتیں واقعی اس سے صادر ہوئی ہیں جیسا کہ گواہ بیان کرتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ وہ جھوٹ بولیں اور ناحق تہمت جڑیں۔ تو اس امام سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے اور مسجد کی جو چیزیں اس نے اپنے قبضہ وتصرف میں لے لی ہیں وہ اس سے واپس لی جائیں۔ اگر وہ توبہ کرلے فبہا۔ ورنہ مسجد کی انتظامیہ اسے معزول کردے۔ ایسا خائن اور بہتان طراز، امامت کا اہل نہیں۔ حدیث شریف میں وارد کہ ''اگر تم اپنی نمازوں کا قبول ہونا چاہتے ہو تو اپنوں میں سے بہتر کو امام بناؤ'' ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں علی الاعلان فسق وفجور میں داخل ہیں اور ان کا مرتکب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کہ پڑھ لی تو اس کا دہرانا واجب۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے **لو قدموا فاسقا یاثمون الخ** واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

امام پر جھوٹ لگانے سے امام جھوٹا نہ ہوگا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ہمارے علاقے کی عشر وزکوٰۃ کمیٹی کا الیکشن دوبارہ ہوا۔ پہلی کمیٹی کی مدت کے چیئرمین صاحب چونکہ پڑھے لکھے نہیں تھے اور نہ علم دین میں کوئی دسترس رکھتے تھے بایں وجہ عوام کی اکثریت نے (اسے دینی فریضہ سمجھتے ہوئے) مقامی مسجد کے امام صاحب کو سابقہ چیئرمین کے مقابلہ پر کھڑا کردیا حالانکہ امام موصوف نے بہت عذر کئے لیکن عوام کی ضد کے آگے مجبور ہوگئے۔ الیکشن سے چند دن قبل امام صاحب نے بعد نماز

عشاء نمازیوں کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ میرا ذہنی سکون ختم ہوگیا الیکشن کے چکر میں آپ حضرات مجھ کو مشورہ دیں میں کیا کروں۔ جماعت میں سے ایک مولانا صاحب (جنکی سکونت یہیں ہے) نے کھڑے ہوکر مختصر تقریر فرمائی اور آخر میں درخواست کی ان لوگوں سے (کہ جو بضد ہیں کہ امام صاحب کو کامیاب کریں گے) کہ جب امام صاحب موصوف نہیں پسند کرتے تو آپ حضرات ان کو معاف فرمائیں اور اپنے میں سے کسی کو نامزد کرلیں لیکن اس کا بھی کوئی خواطر خواہ اثر نہیں ہوا بالآخر امام صاحب موصوف الیکشن کے دن گھر پر آکر اپنے ساتھ لے گئے اس جگہ جہاں کہ الیکشن ہونے والا تھا چنانچہ اکثریت کی ضد کے آگے امام موصوف مجبور تھے۔ الیکشن میں امام صاحب موصوف کو کامیابی ہوئی۔ مخالف گروہ کے لوگ یہ پروپیگنڈہ کررہے ہیں کہ امام موصوف نے مسجد میں اعلان کر کے انحراف کیا (حالانکہ یہ نہیں کہا تھا کہ میں حصہ لونگا یا نہیں لونگا) لہٰذا انکے پیچھے نماز نہیں ہوگی ازراہ کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کا جواب عطا فرمائیں۔ شکریہ

فقط محمد احمد خاں، ماسٹر مظہر الدین، روبرو یونائیٹڈ بینک لمیٹیڈ کوٹری

۷۸۶ الجواب: ان حالات میں امام صاحب کا کوئی جرم نظر نہیں آتا۔ اور جسے لوگ انحراف کہہ رہے ہیں وہ ان کی طرف سے انحراف نہیں۔ خود ان کا اپنا ارادہ وہ تھا کہ حصہ نہ لیں لیکن لوگوں نے مجبور کیا اور وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکے۔ بالجملہ اگر وہ صحیح العقیدہ، صحیح العمل اور صحیح القرأة امام ہیں تو اب بھی ان کی امامت میں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ شعبان المعظم ۱۴۰۲ھ

داڑھی منڈے کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: داڑھی منڈے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اگر کوئی داڑھی منڈا حافظ کسی مسجد میں نماز تراویح پڑھاوے تو اس کے پیچھے نماز تراویح پڑھنی چاہیے یا نہیں اور جو امام یہ کہے کہ داڑھی منڈے کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے اس کیلئے شرعی حکم کیا ہے؟ بحوالہ مسئلہ کی وضاحت فرمادیں مہربانی ہوگی۔

السائل۔ مولوی اعجاز احمد شیروانی، رشی گھاٹ روڈ عثمان آباد بلال مسجد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا گناہ وفسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق اور فاسق کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ غنیہ میں ہے کہ **لو قدموا فاسقا یاثمون**۔ یعنی اگر لوگ کسی فاسق معلن کو (کہ علی الاعلان گناہ کرتا ہے) امام بنائیں تو اس کا گناہ ان سب پر ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) اور امامت میں کسی نماز کی تخصیص نہیں فرض وواجب ونفل سب کا یہی حکم ہے۔ بلکہ تراویح بھی۔ ایک اور قباحت یہ کہ آدمی اگر سرے سے تراویح نہ پڑھے تو ترک سنت کا گناہ اس پر لازم، اور فاسق کے پیچھے نماز تراویح پڑھ کر نہ دہرائے، تو ترک واجب کا وبال اس پر آئے گا کہ اب اس نے واجب چھوڑا۔ فاسق معلن کے پیچھے جو شخص نماز درست بتاتا ہے وہ نئی شریعت گھڑتا ہے۔ مسلمان ہرگز اس کی بات نہ سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

سیاہ خضاب لگانے والے کی امامت گناہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک شخص جس کے بال سفید ہو چکے ہیں۔ وہ شخص اپنے بالوں کو کالا کرنے کیلئے خضاب استعمال کرتا ہے آیا اس شخص کا یہ فعل شرعی طور پر جائز ہے یا ناجائز اور وہ خطابت وامامت کے فرائض سرانجام دے سکتا ہے؟ **بینوا، توجروا**

السائل۔ مولوی محمد شریف خان، نقشبندی، متعلم جامعہ رکن الاسلام، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: سیاہ خضاب خواہ مازو وہلیلہ ونیل کا ہو، خواہ نیل وحنا مخلوط، خواہ کسی چیز کا، سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے۔ اور صرف مہندی کا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے سنت مستحبہ ہے۔ تفصیل کیلئے امام اہلسنت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا رسالہ مبارکہ'' حک العیب'' دیکھیں۔ اور جب سیاہ خضاب حرام ہے تو اس کا مرتکب فاسق معلن ہوا اور فاسق معلن، امامت کا اہل نہیں۔ اسے امام بنانا گناہ ہے اور نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ غنیۃ المستملی وغیرہ میں ہے **لو قدموا فاسقا یاثمون**۔ اگر سائل خود بھی امام ہے اور سیاہ خضاب لگاتا ہے تو چاہئے کہ توبہ کرے، اپنی اصلاح کرے اور آئندہ سیاہ خضاب نہ لگائے اور اگر اس سے نہ رک سکتا ہو تو امامت چھوڑ دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۸ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

امام کا مسجد کے درمیان میں ہونا سنت متوارثہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: محراب مسجد کا درمیان میں ہونے کے بجائے دائیں طرف والا حصہ، بائیں طرف والے حصے سے کچھ کم ہے۔ یعنی امام کے دائیں طرف دس آدمی کھڑے ہوتے ہیں اور بائیں طرف پندرہ آدمی۔ قرآن وسنت کی رو کے مطابق آپ ارشاد فرمائیں کہ ہماری نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ اور کراہت وبلا کراہت کے ہوگی یا بالکل نہیں؟ کیونکہ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ امام کو نمازیوں کے درمیان میں کھڑا ہونا ضروری ہے ورنہ نماز نہیں ہوگی؟ السائل۔ محمد ابراہیم

۷۸۶ الجواب: امام کیلئے سنت متوارثہ کہ زمانہ اقدس سے اب تک مسلمانوں میں معہود ومعمول ہے، وسط مسجد میں قیام ہے کہ صف پوری ہو تو امام، وسط صف میں ہو۔ یہی جگہ دراصل محراب حقیقی ہے۔ محراب صوری کہ طاق نما ایک خلا، دیوار قبلہ کے وسط میں بنایا جاتا ہے اس کا بنانا حادث ہے اور اسی محراب حقیقی کی علامت ہے۔ یہ علامت اگر غلطی سے، وسط سے ہٹ کر بنائی جائے تو اس کا اتباع نہ ہوگا بلکہ وہی رعایت، درمیان میں کھڑے ہونے کی ملحوظ رہے گی۔ تاکہ سنت کا اتباع ہو جائے اور نماز میں کراہت نہ آئے۔ اور حدیث کی تعمیل بھی ہو جائے کہ فرمایا **توسطوا الامام**۔ امام کو وسط میں رکھو۔ علمائے کرام نے کسی واقعی مجبوری کے بغیر، امام کو وسط مسجد سے ہٹ کر کھڑا ہونا مکروہ بتایا ہے۔ نماز ہو جائے گی لیکن مکروہ تنزیہی۔ اس سے بچنا

چاہیے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ جمادی الآخری سن ۱۴۰۱ھ

وہابی خود کو سنّی کہے تو امامت جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اہلسنت و جماعت بیچ اس مسئلہ کے کہ: زید ہمارے شہر کی مرکزی جامع مسجد کا امام ہے، لیکن صلوٰۃ وسلام کا منکر ہے۔ جب کبھی سلام پڑھا جاتا ہے تو قیام ہرگز نہیں کرتا بلکہ بیٹھا رہتا ہے اور اپنے متعلق علی الاعلان بتاتا ہے کہ میں دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتا ہوں اور ایسی بات کا پابند نہیں۔ آیا اس دیوبندی امام کے پیچھے ہم اہلسنت و جماعت بریلوی مسلک والوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس قسم کے امام کو اپنی مسجد میں رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ جواب باصواب، مطابق مسلک حق، اہلسنت و جماعت بریلوی حنفی کے مطابق عنایت فرمائیں۔ بینوا، توجروا

السائل۔ رانا نعمت علی، پوسٹ آفس دھورونارو ضلع تھرپارکر

۷۸۲ الجواب: جو اپنے آپ کو دیوبندی کہے یا سنی بتائے اور ہو عقیدتاً دیوبندی وہابی، تو ایسے کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ ہوگی ہی نہیں۔ فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علامہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں، ہمارے تینوں ائمہ مذہب، امام اعظم ابوحنیفہ، و امام ابو یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے نقل فرماتے ہیں **لا تجوز الصلوۃ خلف اهل الاهواء**۔ اس حکم میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عیدین یا جنازہ یا تراویح۔ کوئی نماز ان کے پیچھے ہو سکتی ہی نہیں۔ بلکہ اگر ان کو قابل امامت یا مسلمان جاننا در کنار، ان کے کفر میں شک کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو۔ اس امام کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں، ان کا علاج ایک تو توبہ ہے۔ دوسرے یہ ضروری ہے کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے۔ اندازہ اتنا کر لیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہو جائے تو حرج نہیں۔ (فتاوی رضویہ جلد سوم) ہر مسلمان نمازی پر لازم ہے کہ اس امام کی معزولی میں کوشش کرے۔ اور بس نہ چلے تو اپنی نماز دوسری مسجد میں جہاں کا امام سنی صحیح العقیدہ ہو اور فاسق معلن نہ ہو، ادا کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی الحجہ سن ۱۴۰۱ھ

صحیح العقیدہ امام کے درس کے وقت شور مچانا شر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: جبکہ ایک صحیح العقیدہ عالم دین پیش امام بعد نماز ظہر و بعد نماز عصر درس قرآن شریف و حدیث دیتے ہیں اور اسی وقت غیر محلہ میں آباد چند مقتدی درس قرآن کے مقابلہ میں ایک عام اردو کتاب میں سے زبانی بات سنانے لگ جاتے ہیں ظاہر ہے اس دوران میں درس قرآن و حدیث میں خلل واقع ہوتا ہے اور جب انہیں اس بات سے باز رہنے کو کہا جاتا ہے تو مسجد میں جھگڑا فساد کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ برائے کرم اس مسئلہ کا قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں کہ کون حق پر ہے اور کون ناحق ہے؟ مہربانی ہوگی۔ اہل محلہ و نمازی، مسجد قبا، حالی روڈ

۷۸۶الجواب: امام جبکہ صحیح العقیدہ اور قابل اعتماد وسنی عالم ہے اور وہ کسی مقررہ یا غیر مقررہ وقت پر قرآن وحدیث کا درس دیتا ہے تو اسی وقت، مسجد میں، اسی امام کے ہم عقیدہ مسلمان بھی کہ اسی محلہ میں مقیم اور اسی امام کے مقتدی ہیں، ایسی معاندانہ حرکت کریں تو انہیں بھی اس سے روکا جائے گا تا کہ مسلمانوں میں انتشار واضطراب نہ پھیلے۔ نہ کہ غیر محلہ میں آباد، اس محلہ میں آ کر، نمازی بننے والے ایسی ناشائستہ حرکات کے مرتکب ہوں۔ یہ تو صراحۃً مسلمانوں کو ایک دوسرے سے بھڑانا اور ان میں اختلاف وافتراق پھیلانا ہے اہل مسجد کو حق ہے کہ وہ انہیں اس سے روک دیں۔ اور یوں باز نہ آئیں تو حکومت سے مدد لیں۔ قرآن حکیم کی تلاوت کے وقت، غل غپاڑہ مچانا، قرآن کریم نے کفار کا شیوہ بتایا ہے۔ ان لوگوں سے پوچھنا چاہیے کہ تم درس قرآن کے وقت جواپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بناتے ہو یہ کس کے طریقہ کو اختیار کر رہے ہو۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان لوگوں کا تعلق نام نہاد تبلیغی جماعت سے ہے اور تبلیغی جماعت، وہابیت پھیلاتی ہے اور در پردہ لوگوں کو نجدیت کی طرف بلاتی ہے۔ ایسا ہے تو حکم اور شدید ہو جاتا ہے کہ اب بات جھگڑے فساد سے بڑھ کر، دین وایمان اور عقیدے تک پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فتنہ وشر سے مسلمانوں کو بچائے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

جو ٹی وی کے سب پروگرام جائز سمجھے اس کی امامت مکروہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص جو کہ ایک جامع مسجد کا مستقل امام ہو اور ٹی وی سیٹ اپنے گھر میں رکھا ہوا ہو اور باقاعدگی سے دیکھتا ہو اور ہر پروگرام کو حلال سمجھتا ہو کیا ایسے شخص کی امامت صحیح ہے جو کہ ٹی وی کے پروگرام کے حلال ہونے کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حرمین کے ائمہ حضرات بھی ٹی وی دیکھتے ہیں۔ بینوا، توجروا۔
(جی، او، آر کالونی جامع مسجد کے پیش امام نے یہ عمل کیا ہے)

الجواب: ایسے شخص کو مستقل امام بنانا مکروہ تحریمی ہے دوسرے امام صالح کا انتظام کیا جاوے۔ حرمین کے ائمہ ٹی وی دیکھتے یا نہیں اس کا علم نہیں لیکن جواز کیلئے یہ دلیل غلط ہے۔ محمد عطاء اللہ

۷۸۶الجواب: ایسا شخص گناہ کبیرہ کا مرتکب، لہو ولعب میں شامل، احکام شرع سے غافل اور فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ کہ پڑھ لی تو اس کا اعادہ واجب۔ غنیۃ المستملی میں ہے لو قدموا فاسقاً یاثمون۔ اور دلیل اسکی یہ کہ فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہٗ شرعاً پھر اس دور فتن میں کہ دینداری مفقود، اور تغافل موجود ہے علم کسی کا سند نہیں۔ حکم شرع سند ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

شبینہ کے برکات واثرات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ روزہ اور قرآن شریف دونوں بندے

کیلئے شفاعت کرتے ہیں۔ روزہ عرض کرتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو دن میں کھانے پینے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے۔ اور قرآن شریف کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے اس کو رات سونے سے روکے رکھا میری شفاعت قبول کیجئے۔ پس دونوں کی شفاعت قبول ہو جاتی ہے۔

رمضان شریف کے مبارک موقع پر شبینوں کا انعقاد حفاظ اور قراء صاحبان کیلئے قرآن کریم کی تصحیح اور یادداشت کا بہترین ذریعہ ہیں و نیز عوام اور خواص کو اپنی اپنی کوششوں کے مطابق سعادت دارین کا موقع مل جاتا ہے لیکن شبینوں میں عام طور پر جو کوتاہیاں ہو جاتی ہیں، بہت مناسب ہوگا اگر عوام اور خواص اپنی بھرپور متفقہ کوششوں سے ان خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔

۱۔ قرآن شریف پڑھنے والے حضرات شبینہ میں نماز تراویح کے اندر قرآن شریف سنائیں تاکہ جماعت میں کراہت نہ ہو۔

۲۔ قرآن شریف کی تلاوت جو نماز میں ہو رہی ہے اس کیلئے سامع کا انتظام ضروری ہے تاکہ پڑھنے والا بھولے تو پریشان نہ ہو اور نماز یا قرآن شریف کا اعادہ نہ ہو۔

۳۔ شبینوں میں اکثر سامعین حضرات قرآن شریف کی تلاوت کے وقت سو جاتے ہیں یا باتیں کرتے رہتے ہیں جو مسجد کے احترام کے منافی بھی ہے اور قرآن شریف کے حکم کے بالکل خلاف ہے۔ مسجد میں سونا قطعاً ناجائز ہے خصوصاً جبکہ قرآن شریف کی تلاوت ہو رہی ہو تو قرآن شریف کا ہی حکم ہے کہ جب قرآن شریف پڑھا جائے تو اس کو سنو اور خاموش رہو تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو، البتہ معتکف اور مسافر مستثنیٰ ہیں۔

یقین ہے کہ انشاء اللہ ذمہ دار اور دیندار طبقہ ان کوتاہیوں کو دور فرما کر اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی حاصل کر کے ثمرات قرآن سے فیضیاب ہونگے۔　　شعبہ نشرواشاعت کمیٹی انجمن تعلیم الاسلام رجسٹرڈ، مدرسہ تعلیم القرآن باغ حیات علی شاہ سکھر

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اگر تحریر شدہ شرائط کی پابندی کے ساتھ شبینہ کا انعقاد کیا جائے تو یہ نماز باجماعت، اور تلاوت قرآن کا یہ اجتماع جائز ہوگا یا نہیں؟ جواب شرعی سے آگاہ فرمائیں۔ بینوا، توجروا　　خادم القرآن۔ قاری محمد عمر کامل، ناظم انجمن تعلیم الاسلام رجسٹرڈ

۷۸۶ الجواب: شبینہ میں بعض لوگ ایسا جلد پڑھتے ہیں کہ علیم۔ حکیم۔ یعقلون۔ تعلمون۔ غرض لفظ ختم آیت کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ بدعت شنیعہ اور اساءت ہے۔ اور واجبات قرأت جیسے مد متصل، وغیرہ ترک ہو جائیں تو یہ صورت گناہ و مکروہ تحریمی ہے۔ اور حروف متشابہ جیسے ث، س، ص، ز، ذ، ظ، ت، ط، وغیرہا میں امتیاز نہ رہے تو یہ خود حرام اور مفسد نماز ہے۔ شبینہ اگر ان عوارض سے خالی ہو تو اس کے جواز میں کوئی شبہ نہیں مگر اتنا لحاظ ضروری ہے کہ جماعت نفل میں تداعی نہ ہو کہ مکروہ ہے اور قوم میں کسل نہ آنے دے کہ یہ بھی مکروہ ہے۔ مگر عام طور پر جو شبینے دیکھنے اور سننے میں آئے ان کے ناجائز ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم　العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ　۱۲ شعبان المعظم سنہ ۱۴۰۰ھ

بالغ لڑکا امامت کرسکتا ہے۔ جمعہ کی اذان، اسپیکر، عمامہ کتنا ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ:

(۱) ایک لڑکا عاقل بالغ ہے مرد مسلمان ہے حافظ قرآن نماز اچھی طرح جانتا ہے، حنفی ہے، ایک اہلسنت کے مدرسہ میں زیر تعلیم ہے۔ ابھی اس کی مونچھ اور داڑھی نہیں آئی ہے۔ وہ لڑکا جامع مسجد غوثیہ میں مؤذن ہے۔ کیا وہ لڑکا امام کی غیر موجودگی میں نماز پڑھا سکتا ہے۔ چند ایک لوگ کہتے ہیں کہ وہ امامت نہیں کرسکتا۔ اور چند لوگوں نے رکن دین کا حوالہ دیا جیسا کہ اس میں امامت کی چھ شرائط ہیں اور ان شرائط کے اعتبار سے لڑکا امامت کرسکتا ہے؟

(۲) نماز جمعہ کی اذان خارج از مسجد ہونی چاہیے یا اندورن مسجد۔ خارج از مسجد کون سا حصہ ہے؟

(۳) نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ضروری ہوگیا ہے اور لوگ حوالہ دیتے ہیں خانہ کعبہ، مدینہ منورہ اور ہمارے علمائے کرام کا کہ یہ لوگ بھی تو پڑھاتے ہیں۔ تو کیا سائنس کے ساتھ ساتھ اسلامی اصولوں کو بدل دینا چاہیے اور لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھا لینی چاہیے یا پڑھ لینی چاہیے۔ اور سرکار دوعالم ﷺ کی سنت کو مردہ کردینا چاہیے۔ جبکہ سنت کو زندہ کرنے پر سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ جو لوگ لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہر حال میں پڑھتے ہیں کیا اس قسم کا مسئلہ ان کے سامنے آجائے تو پھر ان کی نماز ہوجائے گی یا جو لوگ ناجائز بھی کہتے ہیں اور پڑھاتے بھی ہیں پڑھتے بھی ہیں ان لوگوں کے بارے میں کوئی شرعی حکم ہے؟

(۴) عمامہ شریف کم از کم کتنا ہو۔ اور جو لوگ عمامہ کو اس طرح ٹوپی کے چاروں طرف باندھ لیتے ہیں اور بیچ میں ٹوپی نظر آتی ہے۔ تو کیا ان کی نماز ہوجائے گی خواہ امامت کرنے والا ہی کیوں نہ ہو۔ اگر مکروہ ہے تو کون سی قسم۔ اس حال میں نماز دوبارہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ ان مسائل کے جوابات عنایت فرما کر ہماری رہنمائی فرمائیں اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔

الفقیر السید محمد ضیاء الحسن جیلانی القادری الرضوی بن مفتی سید ریاض الحسن علیہ الرحمۃ، امریکن کوارٹرز حیدرآباد سندھ

۷۸۲ **الجواب:** اگر وہ امام عاقل و بالغ اور نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہے تو اسے امام بنانا جائز ہے اور اگر نماز کے فرائض وواجبات اور مفسدات ومکروہات ہی سے واقف نہیں تو وہ امامت کا اہل نہیں۔ (فتاوی رضویہ) واللہ اعلم

(۲) نماز پنجگانہ ہو یا نماز جمعہ مسجد کے اندر وقتی اذان کہنا مکروہ ہے۔ مسجد کا دروازہ، مسجد کی فصیل، وضوخانہ وغیرہ سب خارج مسجد ہیں۔ جمعہ کی اذان وہیں کہی جائے۔ جیسا کہ علمائے محققین نے اپنے فتاوی میں صراحۃً ارشاد فرمایا ہے۔ واللہ اعلم

(۳) حق یہی ہے کہ نماز لاؤڈ اسپیکر کی اقتداء میں نہ پڑھی جائے۔ اب شوقین مزاج علماء پڑھائیں تو ان کا فعل سند نہیں۔ سند علمائے اہلسنت کے فتاوی ہیں اور فتاوی میں صاف ممانعت فرمائی گئی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا چھوٹا عمامہ سات ہاتھ کا اور بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا تھا۔ بس اس کے مطابق عمامہ رکھا جائے۔ اور عمامہ اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو، اگرچہ ٹوپی سر پر ہو، شرع میں اسے اعتجار کہتے ہیں اور اعتجار مکروہ تحریمی ہے کہ نماز کو دوبارہ صحیح طور پر پڑھنا واجب ہے اور علاوہ نماز بھی اس طرح کا عمامہ باندھنا مکروہ۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ شوال المکرم ۱۴۰۱ھ

امام کے اعمال واقوال میں فسق ہوتو امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید جو کہ حافظ قرآن ہے اپنے والدین، بہن اور بھائیوں کے ساتھ رہتا ہے۔ اتفاق سے اس کا بھائی ایک حادثے میں فوت ہوجاتا ہے اور کچھ عرصے بعد اپنے مرحوم بھائی کی بیوہ کو ناجائز ارادے سے پکڑتا ہے اس پر بیوہ نے شور مچادیا تب گھر والوں نے اس کو برا بھلا کہا۔ زید نے توبہ کی اور وعدہ کیا کہ میں اب آئندہ ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ پھر چند ماہ گزرنے کے بعد اسی مرحوم بھائی کی بیوہ کو رات میں ناجائز ارادے سے پکڑتا ہے چنانچہ بیوہ نے پھر شور مچادیا۔ اس مرتبہ بھی گھر والوں نے کافی سخت وست کہا اور وعدہ لیا کہ آئندہ کبھی ایسا نہیں کرے گا۔ لیکن گھر والوں نے پھر مناسب یہی جانا کہ مرحوم کی بیوہ سے اس کی شادی کردی جائے۔ چنانچہ شادی کردی گئی۔ زید کی شادی ہوجانے کے بعد ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ پھر زید نے اپنے چچازاد بھائی کی لڑکی کو جو غیر شادی شدہ تھی ایک رات میں اپنے ناجائز ارادے سے اس کو بھی پکڑا اس لڑکی نے بھی شور مچادیا۔ اس وقت محلہ کے لوگ بھی جاگ گئے زید بھاگ کر کہیں چھپ گیا۔ سب نے یہ بات سن کر لعنت ملامت کی لہٰذا بار بار ایسی ناجائز حرکتیں کرنے والا۔ اور بار بار توبہ کرنے والا زید کیا۔ وقتاً فوقتاً پیش امام کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ کیا مؤذن کے فرائض انجام دے سکتا ہے۔ کیا تکبیر پڑھ سکتا ہے۔ از روئے مسئلہ ایسے شخص کے متعلق کیا حکم ہے؟ السائل۔ خادم نور محمد، مکان نمبر ۱۱۷/۱ جی۔ حاجی امید علی روڈ حیدرآباد

۷۸۲ الجواب: ایسا شخص جس کے یہ اعمال واحوال ہوں فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ۔ ہاں اگر وہ توبہ صحیحہ کرے اور ایسے شواہد یا آثار پائے جائیں کہ اب واقعی وہ ایسا نہ کرے گا تو اب اس پر کوئی الزام نہیں۔ لیکن امام بنانا اب بھی اسے ضروری نہیں۔ اس سے کہہ دیا جائے کہ اگرچہ تم نے توبہ کرلی ہم تم پر اب کوئی الزام نہیں لگاتے لیکن نماز تمہارے پیچھے نہ پڑھیں گے۔ اور جب کافی عرصہ گزر جائے اور واقعی اس نے اپنی اصلاح کرلی ہو تو اب اسے زیادہ نہ ترسائیں۔ اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لیں۔ کہ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ شوال المکرم ۱۴۰۳ھ

دفتر میں امام دیوبندی ہو تو کیا کریں؟

سوال: بخدمت جناب مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی صاحب دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد سندھ

السلام علیکم امید ہے مزاج گرامی بخیر ہونگے۔ ایک مسئلہ پیش خدمت ہے۔

میرے دفتر کی مسجد کا پیش امام دیوبندی عقائد سے تعلق رکھتا ہے۔ دفتر کے کام کے دوران لامحالہ اس کے پیچھے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ مگر اس کے عقائد اور ان کی مغروریت جیسی عادات کی وجہ سے دل مطمئن نہیں ہوتا اور محض اس وجہ سے ۲۷ درجہ افضل یعنی با جماعت نماز پڑھنے سے محروم رہ جاتا ہوں اس سلسلے میں آپ کی صحیح رہنمائی کا طلبگار رہوں۔

السائل۔ سید منیر احمد، مکان نمبر ۱۴۴۵ خواجہ چوک، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: دیوبندی امام کے پیچھے آپ نماز نہ پڑھ کر ۲۷ درجہ افضل نماز سے محرومی کا شکوہ نہ کریں۔ بلکہ شکر خدا بجالائیں کہ آپ کے نامۂ اعمال میں ادائیگی فرض کا ثواب لکھا جاتا ہے۔ ورنہ اس دیوبندی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ کر، نماز باجماعت کا ثواب تو آپ کیا پاتے ترک نماز کے وبال میں گرفتار ہوجاتے۔ اور بے نمازیوں کی فہرست میں آتے۔ دیوبندی اپنے عقائد کفریہ کے باعث اسلامی برادری سے خارج ہیں تو نہ ان کی نماز، نماز ہے نہ جماعت جماعت ہے۔ مولائے کریم ہمیں اور آپ کو مذہب اہلسنت پر ثابت قدمی بخشے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۴۰۰ھ

بدکردار بیٹے سے لاتعلقی کرنا امام کے لئے ضروری ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک لڑکی بالغ مسجد کے سامنے والے مکان میں پڑھنے کیلئے آتی تھی۔ لڑکی کو ایک طفیل نامی شخص اغوا کر کے لے گیا۔ نصف رات کو لڑکی اور لڑکا ایک جگہ پر پکڑے گئے لڑکے کا والد پیش امام ہے، امام صاحب نے اپنے لڑکے کو اور لڑکی کو تھانے جا کر =/2000 ہزار روپے رشوت دیکر چھڑایا لڑکا اب بھی امام صاحب کے پاس آتا جاتا ہے اور ساتھ کھاتا پیتا ہے امام صاحب کو یہ معلوم تھا کہ میرا لڑکا غلط ہے۔ اس کے باوجود انہوں نے کوئی حفاظتی قدم نہ اٹھایا۔ ان تمام باتوں کے باوجود امام صاحب نے یہ فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوجاتا تو میں پولیس کی پرچھائیں تک نہ پڑنے دیتا۔ یعنی پولیس ان کی پرچھائیں کو بھی گرفتار نہیں کرسکتی تھی۔ حضرت ان تمام باتوں کے سبب کچھ لوگوں نے امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا ہے۔

حافظ عبدالرحیم آرائیں، پھلیلی اسلام نگر حیدرآباد (سندھ)

۷۸۶ الجواب: انداز سوال سے تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ امام مسجد اگر اس جرم اغواء وغیرہ میں اپنے بیٹے کے شریک نہیں تو اس سے ناراض بھی نہیں بلکہ اس کا یہ قول کہ "اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں پولیس کی پرچھائیں تک نہ پڑنے دیتا" اس کی کجروی کو اور زیادہ روشن کردیتا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس نے پولیس کو رشوت دی اور ان دونوں کو چھڑالایا، یہ اس کے جرم کو اور زیادہ گھناؤنا بنادیتا ہے۔ بہرحال جس امام کے یہ احوال واقوال وافعال ہوں وہ امامت کا اہل ہرگز نہیں۔ ہاں اگر وہ علی الاعلان اس سے توبہ کرلے اور اپنے بیٹے کو اپنے گھر سے نکال دے اور واقعتا اس سے اپنی بیزاری کو ثابت کردے تو اب اس پر کوئی الزام نہ ہوگا۔ کہ التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔ گناہ سے توبہ کرنے والا، بے گناہ کی مانند ہوجاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ربیع الآخر سنہ ۱۴۰۱ھ

منہ میں دانت نہ ہونے سے تلفظ غلط ہونے، والے کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہمارے محلے کی مسجد میں ایک پیش امام جو کہ بہت ضعیف ہیں نہ ان کے منہ میں دانت ہیں نہ ان کے الفاظ صحیح نکلتے ہیں لہٰذا اس مسئلہ پر تفصیل کی جائے۔ مزید ان

کے پاؤں میں عیب ہے جو کہ ایک پاؤں چلتا رہتا ہے۔

السائل۔ شاہد سہیل احمد شیروانی، مکان نمبر H-7071 دسرام پوری روڈ۔ گدو حسین آباد

۷۸۶ الجواب: اگر وہ صاحب قرأت قرآن میں ایسی غلطیاں کرتے ہیں جن سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں تو بیشک انہیں امام بنانا درست نہیں اور اگر وہ غلطی ایسی نہیں بلکہ مد و شد، اور اظہار و اخفاء وغیر ہا ضروریات تجوید سے متعلق ہیں تو نماز فاسد نہیں ہوگی۔ لہٰذا امامت سے انہیں معزول نہ کیا جائے۔ بلکہ اگر حاضرین میں یہی نماز و طہارت کے مسائل سے زیادہ واقف ہوں تو انہیں کو امام بنایا جائے۔ اور سجدہ میں اگر کچھ دیر کیلئے انگلیاں زمین پر جم گئیں اور ان میں کم از کم تین کا رخ قبلہ کی طرف ہو گیا تو پیر کا چلتا رہنا بھی ایسا عیب نہیں کہ انہیں امامت سے معزول کیا جائے۔ جبکہ وہ اور وجوہ سے قابل امامت ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ربیع الاول شریف سن ۱۴۰۰ ھج

اسپیکر پر نماز ہو تو کیسے پڑھیں؟

سوال: جناب مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی صاحب، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

بعد از سلام امید ہے کہ مزاج بخیر ہو نگے۔ آپ کی کتاب "ہماری نماز" پڑھی۔ کتاب پڑھ کر مسائل ضرور یہ سے آگاہی ہوئی، اتنی بہترین کتاب لکھنے پر ہماری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایسی مزید کتابیں لکھنے کی اور عوام اہلسنت کو ان کتابوں سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گستاخی معاف! ایک مسئلہ یہ دریافت کرنا تھا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ آپ کی کتاب میں آپ نے یہ ثابت کیا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں ہوتی اور آپ کے دلائل بھی الحمد للہ کافی ٹھوس ہیں جس سے دل میں یہ بات راسخ ہو چکی کہ اسپیکر پر نماز نہیں ہوتی۔ لیکن کیا کریں کہ بعض مفتیان کرام اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اور ہمارے شہر کراچی میں گنتی کی چند مساجد کے علاوہ تقریباً مساجد میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز ہوتی ہے۔ جن مساجد میں بغیر لاؤڈ اسپیکر نماز نہیں ہوتی وہاں ہر نماز میں پہنچنا مشکل ہے۔ کوشش یہی ہوتی ہے کہ جلدی پہنچ کر امام صاحب کے بالکل پیچھے کھڑا ہو سکوں تا کہ امام کی آواز پر اقتداء کی جا سکے۔ لیکن کبھی کبھی دیر بھی ہو جاتی ہے اور ایسی جگہ کھڑا ہونا پڑتا ہے جہاں پر صرف اسپیکر کی آواز پہنچتی ہے۔ ایسی صورت میں جماعت میں شامل ہو جائیں یا جماعت ترک کر دیں۔ اگر جماعت ترک کر دیں تو کیا جماعت ترک کرنے کا گناہ تو نہیں ہوگا۔ تفصیلی جواب عنایت فرمایئے۔ عین نوازش ہوگی۔ تکلیف کی معافی چاہتا ہوں خدائے تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ السائل۔ محمد جہانگیر، کراچی

۷۸۶ الجواب: ایسی صورت میں کہ آپ امام سے قریب، صف اول خواہ صف ثانی میں جگہ نہ پا سکیں، جہاں جگہ ملے وہیں کھڑے ہو جائیں اور اپنی صف والوں، خواہ اگلی صف والوں کو دیکھ کر رکوع و قومہ اور سجدہ وغیرہ بجا لائیں۔ لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع سجدہ وغیرہ نہ کریں۔ تو اب لاؤڈ اسپیکر کی نماز میں اقتداء نہ ہوئی، بلکہ امام کی اقتداء ہوئی اور اس ظن غالب پر

ہوئی کہ جب مقتدی رکوع وسجود میں ہیں تو امام بھی اسی حالت میں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو قبول حق اور حق پر قیام کی توفیق بخشے۔ آمین۔ اور اب آپ کو جماعت ترک کرنے کی ضرورت بھی نہیں۔ الحمد للہ ہمارے علماء نے وہ صورت تجویز فرمادی ہے کہ نماز باجماعت بھی مل جائے اور بنا سپتی آواز کی اقتداء بھی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ شعبان المعظم ۱۴۰۰ ھج

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: لاؤڈ اسپیکر میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں آگاہ فرمائیں۔ آپ کی عین نوازش ہوگی۔

السائل۔ آپکا خادم فقیر محمد وارث قادری، خطیب مسجد بڑی، دادن شاہ حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** ولا تجهر بصلاتك ولا تخافت بها۔ اور نہ زور سے نماز پڑھو نہ آہستہ بلکہ درمیانی آواز سے نماز میں قرأت کرو۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

اجلہ علماء کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ

شریعت مطہرہ نے مقتدیوں پر نفس قرأت کا صرف سننا ہی فرض نہیں کیا، بلکہ اگر امام کی آواز مقتدی تک نہ پہنچے یا نماز سری ہو تو مقتدیوں کیلئے انصات یعنی خاموش رہنے کو استماع یعنی سننے کا قائم مقام ٹھہرایا اور اس کو بھی فرض ہی فرمایا اور تکبیر تحریمہ وانتقالات امام، مقتدیوں کو اطلاع دینے کیلئے شریعت مطہرہ نے مبلغین مقرر فرمائے جن کو عرف عام میں مکبرین کہتے ہیں، تو نماز میں اس آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کی جو ضرورت بتائی جاسکتی ہے، وہ بذریعہ مبلغین شرعی طریقہ پر پوری ہوجاتی ہے اور مبلغین کی آواز سن کر کسی عامی کو بھی یہ اشتباہ نہیں ہوتا کہ یہ امام کی آواز ہے نہ کوئی مبلغین کا اتباع کرتا ہے، بلکہ مقتدیوں نے جس امام کی اقتداء کی ہے، ان تکبیرات مبلغین، سے اپنے اس امام کے انتقالات پر اطلاع پاکر، اسی کا اتباع کرتے ہیں اور بالفرض اگر کوئی مقتدی اپنی ناواقفی کی بناء پر، کسی مبلغ ہی کا اتباع کرے، تو بھی وہ مبلغ اس مقتدی کا اس نماز میں شریک اور اسی کے امام کا مقتدی ہے۔ ہاں جو شخص نماز میں داخل نہیں، اس کی اقتداء مفسد نماز ہے اور آلہ مکبر الصوت نماز میں داخل ہونے کی قطعاً صلاحیت ہی نہیں رکھتا، تو اس سے تکبیر تحریمہ کی صدا سن کر اس کی اقتداء کرنے والا نماز میں قطعاً داخل ہی نہیں ہوا، تو نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے اور اب تک قطعی طور سے یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ لاؤڈ اسپیکر کی آواز بعینہ متکلم کی آواز ہے۔ اہل فن کے دونوں قول ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ آواز بعینہ متکلم کی آواز نہیں ہے، کم از کم اس میں دوسری چیز کا اشتراک تو ضرور ہوا ہے کہ بجلی کی طاقت نے اس میں گونج پیدا کر کے اسے بلند کردیا ہے اور پھر اس گونج کو مقید ومحفوظ کرلیا ہے اور وہی لاؤڈ اسپیکروں سے خارج ہوکر سنائی دیتی ہے، تو امام کی آواز کی وہ کیفیت من کل الوجوہ باقی نہیں رہتی جو اس کے منہ سے نکلتے وقت تھی اور

احکام شرعیہ میں اتنا اشتراک بھی تغیر پیدا کر دیتا ہے جس کی نظیریں کتب فقہ میں موجود ہیں۔ الغرض نماز میں اس آلہ کے استعمال سے احتراز لازم وضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: "نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال شرعاً جائز ودرست ہے یا نہیں"؟ جواب مدلل دیا جاوے۔ سید محمد علی، سیکریٹری زکوٰۃ وعشر کمیٹی حلقہ نمبر 5/3 حیدر آباد

۷۸۶ الجواب ھو الموفق للصواب: اگر نظر غائر سے کام نہ لیا جائے تو ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں اس آلے کا استعمال مضائقہ نہیں رکھتا لیکن اگر بغور ملاحظہ کیا جائے تو جائز ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

۱۔ نماز میں کسی دوسری چیز کی طرف توجہ والتفات مکروہ ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا ممکن نہیں کہ آلہ کی آواز اور اسکے تغیرات کی طرف التفات نہ ہو تو اس صورت میں امام ومقتدی دونوں ہی اس فعل مکروہ کے مرتکب ہوں گے۔ چنانچہ شرح زاہدی میں ہے کہ یکرہ فی الصلوۃ من اکل و شرب و عبث والتفات اور یقیناً بہت مقتدی ایسے ہوں گے اس آلے کی طرف التفات سے چارہ نہیں۔ لہٰذا نمازی کا دھیان غیر نماز کی طرف ضروری ہوگا اور یہ التفات مکروہ ہے۔

۲۔ علاوہ ازیں نماز میں قرآن کریم کو جہر قوی کے ساتھ پڑھنے کی ممانعت فرمائی گئی ہے۔ قرآن کریم میں ہے لا تجھر بصلاتك ولا تخافت بھا وابتغ بین ذلك سبیلا یعنی نماز میں قرأت نہ بہت بلند آواز سے ہو اور نہ پست آواز سے بلکہ درمیانی آواز سے ہو، تو جب قرأت بلند آواز سے اس آلہ کے ذریعہ ہوگی تو یہ کلمات طیبات بازاروں اور کوچوں میں پھیلیں گے اور ہر کس وناکس کے کان اس طرف لگیں گے۔

۳۔ اور پھر اس صورت میں ایک بڑی قباحت یہ بھی ہے کہ نمازی ایسی چیز کے ساتھ تعلیم وتعلم کا علاقہ قائم کر رہا ہے جو اس کی نماز میں شرکت نہیں رکھتا اور یہ چیز نماز کو باطل کرتی ہے۔

۴۔ پھر جو آواز اس آلے کے ذریعے سامع تک پہنچ رہی ہے وہ متکلم کی اپنی آواز نہیں ہے بلکہ اس آلہ کی آواز ہے کہ آلہ میں جب آواز آرہی ہے تو اس میں ایک قسم کی گونج ہے جب کہ متکلم کے کلام میں گونج نہیں ہوتی۔ جس سے معلوم ہوا کہ اس آواز کو عین متکلم کی آواز نہیں کہا جا سکتا۔

۵۔ یہاں ایک شبہ واقع ہو سکتا ہے، کہ جب صدور کلام کا باعث متکلم ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکی آواز کو اسکی آواز نہ مانا جائے۔ تو یہ مطلب نہیں کہ متکلم کی آواز کا سرے سے ہی انکار کر رہے ہیں، ظاہر ہے کہ کلام تو اسی متکلم کا ہے، لیکن ہم تک جس واسطہ سے پہنچا ہے اسے بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی باتیں موجود ہیں کہ واسطہ بدلنے سے احکام بدل جاتے ہیں۔ مثلاً ٹیپ ریکارڈ میں کسی کی آواز محفوظ ہو اور متکلم انتقال بھی کر جائے پھر ہم اس آواز کو سنیں تو کیا کہیں گے مرنے والا کلام کر رہا ہے، ہرگز نہیں، کلام تو متکلم کا ہی ہے لیکن اسکا پہنچانے والا ٹیپ ریکارڈ ہے۔ یہی صورت لاؤڈ اسپیکر میں بھی ہے کہ آواز تو متکلم کی ہے مگر پہنچائی آلہ نے ہے تو یقیناً مسافت بعیدہ پر یہ آلہ امام کی آواز اور اسکی تکبیرات وغیرہ پہنچانے کیلئے واسطہ ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ یہ آلہ امام، اور مقتدی کا غیر امام کے قول پر عمل کرنا مفسد نماز ہے لہٰذا اس آلہ پر جو لوگ ارکان نماز ادا کریں گے ان کی نماز نہ

ہوگی۔ ردالمحتار میں ہے وکذا الاخذ ای اخذ المصلی غیر الامام بفتح من فتح علیہ مفسد ایضا جوشخص نماز میں داخل نہیں اس کی اقتداء مفسد نماز ہے اور یہ آلہ نماز میں داخل ہونے کی قطعاً صلاحیت نہیں رکھتا۔ تو اس سے تکبیر تحریمہ کی صدا سن کر اس کی اقتداء کرنے والا نماز میں قطعاً داخل ہی نہیں ہوا تو نماز کیسے صحیح ہوسکتی ہے پھر شریعت مطہرہ میں مقتدیوں پر نفس قرأت کا صرف سننا ہی فرض نہیں کیا بلکہ اگر امام کی آواز مقتدی تک پہنچے یا نماز سری ہو تو مقتدیوں کیلئے انصات یعنی خاموش رہنے کو سننے کا قائم مقام ٹھہرایا ہے اور اسکو بھی فرض ہی فرمایا اور تکبیر تحریمہ وانتقالات امام پر مقتدیوں کو اطلاع دینے کیلئے شریعت مطہرہ نے مبلغین مقرر فرمائے جن کو عرف عام میں مکبرین کہتے ہیں۔ الغرض نماز میں اس آلہ کے استعمال سے احتراز لازم وضروری ہے۔ (ھذا خلاصۃ ماذکر الشیخ العلامہ مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فی کتابہ "فتاویٰ مظہری" واللہ تعالیٰ اعلم

مفتی احمد میاں برکاتی کا لکھا ہوا فتویٰ جس پر حضرت مفتی اعظم قدس سرہ نے جو تصدیق فرمائی ہے وہ بجائے خود ایک مکمل فتویٰ ہے اسلئے اس کو فتاویٰ خلیلیہ میں شامل کیا گیا۔ (ادارہ)

تصدیق جلیل حضرت مفتی اعظم سندھ وبلوچستان علامہ مفتی محمد خلیل خاں القادری مدظلہٗ

۷۸۶ حضرت علامہ مفتی اعظم الحاج الشاہ محمد مظہر اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر کلام طویل فرمایا ہے جس کا ایک حصہ بڑے اختصار کے ساتھ، مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے جواب میں نقل کیا۔ یہ فقیر بے توقیر اس مبارک فتوے کی پوری پوری تائید کرتا ہے اور مسلمانوں کو تلقین کرتا ہے کہ خدا اور رسول کیلئے خدا اور رسول کو مانئے۔ حق کو جانئے۔ حق کو پہچانئے۔ اور حق کو دل سے قبول کر کے، حق وصواب پر کاربند ہوجایئے۔ عوام الناس کی طرف سے اس لاؤڈ اسپیکر کے نماز میں استعمال کو جائز بتانے میں ۔۔۔یلیں پیش کی جاتی ہیں۔ اور دونوں دلیلیں بعونہ تعالیٰ بے سود۔ لاحاصل۔ دلیل اول یہ کہ فلاں صاحب پڑھاتے ہیں۔ فلاں مقام پر ہوتی ہے۔ فلاں فلاں اس کو جائز بتاتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عزیزان گرامی، آج کے اس دور میں کسی کا کوئی قول، کوئی فعل، بلا دلیل شرعی، حجت سند نہیں۔ اور نہ کسی مقام پر اس کا استعمال، شریعت مطہرہ میں، دلیل شرعی کا مقام رکھتا ہے۔ ورنہ پھر بہت سے خطباء وعلماء اور ائمہ کا، بہت سے خلاف شرع امور میں مصروف رہنا، دلیل جواز بن سکتا ہے۔ کیا ان مقامات مقدسہ کے امام وخطیب ڈاڑھیاں کٹا کر، رسول اللہ ﷺ کے قائم مقام وجانشین بن کر، امامت نہیں کرتے۔ نمازیں نہیں پڑھاتے۔ تو کیا ان کا فعل، ان غیر شرعی افعال کے جائز ہونے کیلئے سند بن سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور بحمدہ تعالیٰ ہر مسلمان کا دل اسکی گواہی دیگا کہ یقیناً نہیں۔ تو پھر یہاں ان کے فعل کو، جواز کی سند بنا کر پیش کرنا۔ چہ معنیٰ دارد۔ دوسری دلیل اس سلسلہ میں یہ دی جاتی ہے کہ ہم کو قرآن کریم کی آواز نہیں پہنچتی۔ ہم اس سعادت سے محروم رہتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جزاک اللہ بارک اللہ۔ مگر یہ بھی تو یاد رکھئے کہ انسانی خواہش صرف اس حد تک معتبر ہے جب تک حکم شرعی کا خلاف، حکم شرعی سے تصادم، حکم شرعی سے ٹکراؤ لازم نہ آئے اور یہاں یہ تصادم بالکل عیاں ہے۔ تفصیل اس

اجمال کی یہ ہے کہ مقتدی دو قسم پر ہیں۔ ایک وہ کہ امام کے قریب ہیں۔ اسکی قرأت کی آواز سنتے ہیں۔ دوسرے وہ کہ امام سے دور ہیں۔ ان تک قرأت امام کی آواز نہیں پہنچتی۔ اور قرآن کریم کا اعجاز دیکھئے کہ اس نے نہایت مختصر الفاظ میں دونوں کی رہنمائی فرمائی اور کسی کو قرآن عظیم سننے کے ثواب سے محروم نہ رکھا۔ فرمایا اذا قری ء القرآن فاستمعوا لہ۔ جب قرآن پڑھا جائے (اور تمہارے کانوں میں آواز آئے) تو غور و توجہ سے سنو۔ یہ حکم پہلے قسم کے مقتدیوں کیلئے ہے۔ پھر فرمایا۔ وانصتوا اور خاموش رہو۔ (گویا کہ تم سن رہے ہو) یہ حکم دوسرے قسم کے مقتدیوں کیلئے ہوا۔ اگرچہ تمہارے کانوں میں قرأت امام کی آواز نہیں آرہی مگر قرآن تو پڑھا جارہا ہے اسکے احترام کا تقاضہ یہ ہے کہ تم ایک فرمانبردار بندۂ پروردگار کی طرح دست بستہ کھڑے رہو۔ ثواب دینا ہمارا کام ہے۔ چنانچہ دونوں ہی سے آگے ارشاد فرمایا لعلکم ترحمون۔ اس امید پر کہ تم پر رحم ہو۔ اس وعدۂ صادقہ نے دونوں کا بھلا کر دیا۔ دونوں کو آغوش رحمت میں لے لیا۔ اب اگر دوسری قسم کے مقتدی اصرار کریں کہ نہیں ہم تو آواز سننا چاہتے ہیں، تو غور کر لیں، کس کا مقابلہ اور کس سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ پھر ذرا غور تو کریں کہ ان کی اس خواہش کی تعمیل میں، قرآن کریم کی کیسی بے حرمتی ہوتی ہے۔ آپ مسجد میں خوش ہو گئے کہ ہم نے قرآن سنا لیکن جو مسجدوں سے دور ہیں۔ گھروں پر، بازاروں میں، کارخانوں میں، مصروف کار ہیں، وہ قرآن سنیں گے یا اپنے خانگی و بیرونی امور کو انجام دیں گے۔ قرآن کی آواز گونجتی ہے لیکن وہ لوگ نہیں سنتے۔ یہ قرآن کی بے حرمتی ہے یا نہیں؟ مسلمانو! خدارا بتاؤ کہ یہ حرکت قرآن کی بے حرمتی کی موجب ہے یا نہیں؟ لاؤڈ اسپیکر پر پڑھنے پڑھانے والوں نے خود قرآن کریم کو بے حرمتی کیلئے آگے بڑھایا، یا نہیں؟ اگر تم مسلمان ہو، اگر تمہارے دلوں میں حرمت قرآن ہے، تو تمہارا کیا جواب ہونا چاہیے؟ اور تم کیا کر رہے ہو؟ میری نہیں مانتے نہ مانو۔ اپنے مقتداؤں، اپنے پیشواؤں، اپنے ائمہ شریعت، اپنے سربراہان مذہب اہلسنت و جماعت کی تو مانو گے۔ یہ دیکھو فتاویٰ رضویہ جلد سوم باب احکام المساجد میں ہے کہ جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن عظیم کے استماع کے لئے کوئی فارغ نہ ہو، وہاں جہراً تلاوت کرنے والے پر دوہرا وبال ہے۔ ایک تو وہی خلل اندازی نماز وغیرہ (جس میں گھروں میں رہنے والی عورتیں مشغول ہوتی ہیں) دوسرے قرآن عظیم کو بے حرمتی کیلئے پیش کرنا۔ ردالمحتار میں ہے فی الفتح عن الخلاصہ وعلی ھذا لو قرا علی السطح والناس نیام یا ثم اھ۔ ای لانہ یکون سببا لاعراضھم عن استماعہ۔ اسی میں غنیہ سے ہے یجب علی القاری احترامہ بان لا یقراہ فی الاسواق و مواضع الاشتغال۔ فاذا قراہ فیھا کان ھو المضیع لحرمتہ فیکون الاثم علیہ (ملخصا) ان عبارات کا ماحصل وہی ہے کہ کسی بلند جگہ بالاخانہ پر، یا بازاروں میں، یا ایسی جگہوں پر جہاں لوگ قرأت کی طرف متوجہ نہ ہوں، قرآن کریم بلند آواز سے پڑھنا، قرآن کی حرمت کو ضائع کرنا ہے اور اسکا وبال و گناہ ان پر ہے جنہوں نے پڑھایا پڑھوایا۔ تو مسلمان اس آلہ کے شوق میں قرآن کریم کی بے حرمتی کا وبال کھائیں، یہ ہرگز مسلمان کی شان نہیں۔ سنا گیا ہے کہ بعض نوجوان مجتہدوں نے اپنے اجتہاد سے اس پر نماز پڑھنے کو افضل بتایا اور تحریری فتوی دیا ہے۔ اگر ایسا ہے تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وہ کم از کم اپنے نانا کے "فتاوی مظہری" پر نظر ڈال لیتے۔ مولائے کریم ہمیں اور آپ کو راہ راست پر قائم و دائم

رکھے اور قبول حق کی توفیق عطا بخشے۔ آمین۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

امام کا کتنا انتظار کیا جائے؟

سوال: محترم جناب قبلہ مفتی محمد خلیل خاں قادری صاحب، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، مزاج گرامی!

ایک مسئلہ زیر غور ہے براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں حل فرما کر فتویٰ صادر فرمائیں

۱۔ کیا فرماتے ہیں علماء کرام مفتیان عظام کہ اگر کوئی شخص یہ الفاظ ادا کرے کہ ٹائم کو جانتا ہوں حضور ﷺ کی حدیث کو نہیں مانتا ہے۔ اسکے لیے کیا حکم ہے جس نے حضور ﷺ کی حدیث کا انکار کیا ہے؟

۲۔ اگر امام مسجد میں پہنچ گیا ہو اور سنت ادا کر رہا ہو اور اگر نماز کا ٹائم ہو جائے تو مؤذن نے بغیر امام کی اجازت کے نماز کھڑی کر دی تو اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کی روشنی میں حل کر کے مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

برائے کرم مندرجہ بالا دونوں سوالوں کے جواب سے نوازا جائے۔ فقط قاری حافظ محمد شاہد، خطیب ربانی مسجد

۷۸۶ الجواب: حضور سید عالم ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جب لوگ جلد جمع ہو جاتے، نماز پڑھ لیتے ورنہ دیر فرماتے مگر آجکل لوگوں کو شوق جماعت کم ہے اور نماز جماعت سے سستی برتتے ہیں، اس لئے علماء محققین نے فرمایا، گھڑی کے اعتبار سے، لوگوں کی مصالح کے پیش نظر، وقت مناسب، معین کرنا مناسب ہے۔، امام ومقتدی سب کو اس وقت کی پابندی کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ پھر بھی اگر تاخیر مناسب جانیں تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو۔ اور کسی خاص شخص کے انتظار میں تاخیر نہ چاہئے۔ مگر چند صورتوں ہیں جن میں تاخیر زیادہ مناسب ہے۔ اول یہ کہ وہ امام معین ہو۔ دوم عالم دین ہو۔ سوم حاکم اسلام ہو۔ چہارم پابند جماعت ہو۔ بعض کو مرض وغیرہ کسی عذر سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے۔ پنجم سر برآوردہ شریر، جس کا انتظار نہ کرنے سے ایذاء کا خوف ہے (فتاویٰ رضویہ) یہ ہے علم شرعی اب جو اسے نہ مانے اور اسکی تحقیر واہانت کرے وہ خود ہی اپنا ٹھکانہ معین کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

فاسق معلن کسے کہتے ہیں؟

سوال: الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یارسول اللہ، کیا فرماتے ہیں علمائے دین۔

۱۔ کوئی شخص کتنے لوگوں کی تعداد کے سامنے گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا گناہ کبیرہ کرے فاسق معلن کہلائے گا؟

۲۔ فاسق معلن کی تعظیم کن کن مواقع پر کی جاسکتی ہے؟

۳۔ غیر عالم کو وعظ کہنا کیسا ہے۔ زید کہتا ہے کہ حرام ہے۔ مگر بکر غیر عالم کو وعظ کا حکم دیتا ہے۔ اب غیر عالم کو بکر کا حکم دینا کیسا۔ بکر کی اقتداء میں جماعت حاصل کریں گے تو جماعت کا ثواب حاصل ہوگا یا نہیں؟

۴۔ ایک مسجد کے امام کی نماز فاسد ہے۔ ایسی مسجد میں اعتکاف رمضان کرنا کیسا۔ زید کو یہ بات معلوم ہے کہ (امام مسجد کی نماز

فاسد ہے)۔مگر زید پھر بھی لوگوں کو اعتکاف کی دعوت دیتا ہے۔اسکے علاوہ زید کبھی کبھی خود بھی امامت کراتا ہے۔تو زید کا یہ فعل کیسا؟اور اسکی اقتداء میں دیگر لوگوں کا نماز پڑھنا کیسا۔آیا ایسی صورت میں زید کی اقتداء کریں یا نہ کریں؟

جواب دیکر حوصلہ افزائی فرمائیں۔ محمد سکندر قادری، کراچی

۷۸۶ الجوب : (۱) گناہ کبیرہ میں جو شخص اعلانیہ مبتلا ہو وہ فاسق معلن ہے۔اور کتنے لوگوں کے سامنے وہ گناہ کرے وہ فاسق کہلائے۔یہ بات فقیر کی نظر سے نہیں گزری۔فرض کرلیں کہ ایک شخص نے کوئی گناہ کبیرہ کیا جسے صرف دو ایک آدمیوں نے دیکھا، تو کرنے والا ضرور گناہگار ہوا۔اس پر توبہ لازم ہے۔اور ان دو ایک دیکھنے والوں پر لازم ہے کہ اس کی پردہ پوشی کریں۔اس کے عیب کو اچھالنا اور جگہ جگہ کہتے پھرنا، خود اپنا نامہ اعمال سیاہ کرنا ہے۔خود اپنے ایمان کی نورانیت پر خاک اچھالنا ہے۔عقلمند وہ ہے جو اپنے گناہ پر نظر رکھے دوسروں کے معاملہ میں نہ پڑے۔واللہ اعلم

(۲) فاسق کی تعظیم کی دو صورتیں ہیں۔ایک اسے دل سے قابل عزت جاننا۔اسکی عظمت و بزرگی کا قائل ہونا، اس کی بڑائی کی طرف دل کا مائل ہونا۔یہ فاسق کے حق میں کبھی جائز نہیں۔فسق و فجور ہمیشہ گناہ ہے خواہ وہ کسی سے صادر ہو۔تو دل سے اسکی تعظیم کس طرح جائز ہوگی۔دوسری صورت یہ ہے کہ آدمی ظاہری طور پر ایسے کام کرے جسے سامنے والا اپنی تعظیم جانے۔یہ بوقت مجبوری جائز ہے۔مثلاً حاکم وقت، محکمے کا سربراہ، اثر و رسوخ کا مالک۔یا ظالم و جابر، ناخداترس، کہ ایسوں کے سامنے افعال تعظیم نہ کیے جائیں تو ان کی آتش غضب اور بھڑکتی ہے اور یہ خوامخواہ اسے دنیاوی نقصان پہنچاتے ہیں، تو ایسوں کی طرف ظاہری رواداری اور خندہ پیشانی سے معاملات کی اجازت ہے۔ہاں اگر وہ بددین ہو تو یہ ہرگز ظاہر نہ ہونے دے کہ میں تیرے دین و عقیدہ سے متاثر ہوں، یا اسے برا نہیں جانتا۔کہ یہ مداہنت ہے اور حرام۔"قال اللہ تعالیٰ ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تمہیں دوزخ کی آگ پہنچے گی"۔

(۳) جو شخص الٹی سیدھی اردو دیکھ بھال کر، لوگوں کو شکار بنائے، یا مسائل سے کورا ہو، غلط حدیثیں، جھوٹی روایتیں، الٹے مسئلے بیان کرنے کو کھڑا ہو جائے تو بیشک یہ جاہل ہے اور اسے وعظ کہنا حرام۔نہ یہ خود اس کام کی جرأت کرے اور نہ کسی اور کو جائز کہ اسے اس کام کیلئے آگے بڑھائے۔ہاں علماء کرام کی صحبت و ہم نشینی یا مطالعہ کتب سے صحیح معلومات حاصل کرنے کے بعد صرف انہیں باتوں کو دوسرے کے سامنے بیان کردے تو یہ شخص اس قسم میں نہیں آتا۔اور نہ اس صورت میں بکر پر کوئی الزام ہے۔اور پہلی ہی صورت ہو، تو زیادہ سے زیادہ بکر کو تنبیہ کردیں اور اسے بتائیں کہ یہ اس قابل نہیں۔بکر اب بھی نہ مانے تو وہ جانے۔آپ اگر یوں ہی تحقیق و جستجو میں رہیں گے تو نماز باجماعت کا ثواب کھو دیں گے۔نقصان کسی اور کا نہیں آپ کا ہوگا۔عزیزم! زیادہ کھوج میں مت پڑو ورنہ مشکلات میں پھنس جاؤ گے۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) ایسی مسجد جسکا امام، قابل امامت نہیں، وہ افعال نماز صحیح ادا نہیں کرتا۔یا ایسے افعال کا مرتکب ہوتا ہے جن سے نماز فاسد ہوجاتی ہے۔اس میں آدمی اعتکاف نہ کرے۔دوسری مسجد میں جہاں کا امام صالح صحیح العقیدہ اور لائق امامت ہو، اعتکاف میں بیٹھے۔زید ان حالات سے واقف ہوتے ہوئے بھی اگر لوگوں کو اس مسجد میں اعتکاف کی دعوت دیتا ہے تو سخت غلطی پر

ہے۔جن نمازیوں کی نمازیں فاسد ہونگی اس کا وبال اس کے سر ہوگا۔اور اگر یہ خود بھی اسکی اقتداء میں نمازیں پڑھتا ہے تو ترک نماز کا وبال اور زیادہ۔اور سمجھانے پر بھی زید باز نہ آئے تو ہر کس و ناکس مسلمان کو لازم ہوگا کہ اس کو روکیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

تنبیہ۔سائل پر لازم ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ کرے جس سے آپس میں اختلاف بڑھے۔اور باہم مسلمانوں میں انتشار پھیلے۔کہ یہ خود اپنی جگہ ایک بڑا جرم ہے۔

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

پندرہ سال کا لڑکا بالغ ہے

سوال: محترم ومکرم عالیجناب مولانا صاحب مدظلہ۔تسلیمات

جناب اعلیٰ: احوال عرض ہیں کہ الحمد للہ میں نے کلام پاک حفظ کیا ہے اور گذشتہ سال ہندوستان کے شہر جے پور میں ایک بڑی مسجد میں محراب بھی سنا چکا ہوں۔میری عمر تقریباً ۱۷ سال ہے بعض حضرات فتویٰ طلب فرماتے ہیں لہٰذا شرعی احکامات کی روشنی میں فتویٰ عنایت فرمایا جائے تاکہ اس سال میرا ناغہ نہ ہو۔عین نوازش ہوگی۔

حافظ ظہور احمد، ساکن حال C/59-211، کھائی روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** عمر کے لحاظ سے جب لڑکا پندرہ سال کا ہوجائے تو وہ شرعاً بالغ قرار پاجاتا ہے۔اور وہ امامت کا اہل ہوتو اس کے پیچھے فرض اور نماز تراویح وغیرہ، بالغوں کی بھی درست ہے۔اور صورت مسئولہ میں تو وہ سترہ سال کی عمر رکھتا ہے، تو اسکی امامت میں قطعاً کوئی جرم نہیں (درمختار و ردالمحتار وغیرہا) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ شعبان ۱۴۰۲ھ

جاہل کو امام نہ بنائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک حافظ صاحب جو مسجد میں امام بھی ہیں لیکن مسائل سے بالکل ناواقف ہیں اور حلال وحرام کا پتہ نہیں اپنی طرف سے من گھڑت مسائل لوگوں کو بتاتے ہیں۔غلط مسئلہ بیان کرنے پر اگر کوئی یہ کہدے یہ مسئلہ غلط ہے۔اگر صحیح ہے تو آپ اس کا حوالہ دیں۔تو حافظ صاحب فوراً اس مسئلہ کے متعلق خدا کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ قرآن مجید میں ہے۔مثال کے طور پر انہوں نے کل یہ مسائل غلط بیان کئے ہیں۔

۱۔قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو بنا کر سب سے پوچھا ہر چیز نے باری باری اللہ کا شکر ادا کیا آخر میں خنزیر سے پوچھا تو خنزیر نے جواب دیا کہ یا اللہ تیرا شکر گزار ہوں کہ تو نے مجھے خنزیر بنایا مگر بے نمازی نہیں بنایا تو ہم نے ان کو کہا کہ یہ واقعہ ہم نے سنا تو ہے مگر یہ جو آپ اس کا ذکر قرآن مجید میں بتاتے ہیں، یہ بات قرآن مجید میں نہیں ہے تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم یہ بات قرآن مجید میں ہے۔انکو زیادہ کچھ کہیں تو وہ غصہ ہوجاتے ہیں۔

۲۔دوسرا مسئلہ انہوں نے یہ بیان کیا کہ قرآن مجید میں ہے کہ جس آدمی کو خنزیر جھاڑ دے یعنی ٹکر مار دے تو اس کا جنازہ پڑھنا

حرام ہے۔ہم نے کہا کہ یہ مسئلہ بھی غلط ہے اور پھر انہوں نے قسم کھا کر کہا کہ خدا کی قسم یہ مسئلہ قرآن مجید میں ہے۔ہم نے ان کو ایسی باتوں پر توبہ کرنے کو کہا ہے مگر وہ ماننے کو تیار نہیں۔

تو آپ سے یہ عرض ہے کہ کیا ان کے یہ بیان کردہ مسائل صحیح ہیں۔اگر غلط ہیں تو پھر ایسے آدمی کے متعلق شریعت میں کیا حکم ہے؟ ایک غلط بات کو قرآن مجید کی طرف منسوب کرنے والا شخص مسلمان بھی رہتا ہے یا نہیں۔اور ہر غلط مسئلہ پر قسم کھا کر کہنا کہ بات صحیح ہے۔کیا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے۔یا ایسا شخص نماز پڑھا سکتا ہے؟

شریعت کی رو سے صحیح جواب تحریر فرمائیں۔نوازش ہوگی۔شکریہ جاوید حسن جام شورو، کالونی حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: امامت ایک منصب دینی ہے اور اس کا اہل ہر کس و ناکس نہیں کہ جسے چاہیں امام بنالیں۔حضور اقدس ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ تمہارے امام، تمہارے رب اور تمہارے درمیان، سفیر ہیں تو چاہیئے کہ تمہارے بہتر امامت کریں اور دوسری بات حدیث شریف کا مضمون ہے کہ جو یہ چاہتا ہے کہ اس کی نماز، بارگاہ الٰہی میں قبول ہو، وہ اپنے سے بہتر کو امام بنائے۔غرض یہ لازم ہے کہ وہ نماز کے فرائض و واجبات، و سنن و مستحبات سے واقف ہو۔مفسدات و مکروہات نماز پر مطلع ہو۔ ورنہ کسی قول و فعل سے نماز فاسد و ناقص ہوگی اور اسے علم بھی نہ ہوگا۔خود بھی تارک نماز ہوگا دوسروں کی نماز بھی برباد۔تو امام مذکور میں اگر کوئی بات قابل اعتراض نہ ہوتی تو اس کا مسائل سے جاہل ہونا ہی اس کی نااہلی کیلئے کافی ہے۔لیکن جب کہ وہ غلط سلط باتیں بیان کرتا ہے اور اسے قرآن کی طرف نسبت کر دیتا ہے مثلاً سوال میں مذکورہ عبارتیں، تو وہ نہ صرف جاہل و اجہل ہے بلکہ گمراہ و اضل بھی ہے۔اور جری و بیباک بھی۔خدا اور رسول پر افتراء کرتا ہے۔مسلمان ہرگز ہرگز اسے امام نہ بنائیں۔ہرگز ہرگز اسے امامت کیلئے آگے نہ بڑھائیں کہ خود گناہ میں مبتلا ہوں گے اور ان کی نمازیں فاسد نہیں تو مکروہ تحریمی ضرور ہونگی۔ بلکہ شخص مذکورہ اپنے اقوال و احوال سے توبہ کرے تب بھی وہ امامت کا اہل نہیں کہ جاہل و اجہل ہے۔فاسق معلن بلکہ ضال اضل ہے کہ بات بات پر جھوٹی قسمیں کھاتا اور ناحق کو حق بتاتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ شعبان ۱۴۰۰ھ

صرف جمعہ پڑھائے اور پنج وقتہ نماز نہ پڑھے تو فاسق ہے

سوال: عنوان درخواست

علمائے کرام کیا فرماتے ہیں

مثال کے طور پر ایک گاؤں میں ایک امام مقرر کیا گیا ہے وہ امام ہفتہ میں صرف ایک جمعہ ادا کرتا ہے اور عوام کو جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے یا کہ فاتحہ خوانی میں شرکت کرتا ہے تو نماز ادا کر لیتا ہے سوائے ان نمازوں کے وہ مکمل پانچ وقت کی نماز ادا نہیں کرتا ہر روز وہ اپنی نمازیں ضائع کرتا ہے کیا ایسا شخص امامت کے قابل ہے یا ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھی جائے یا نہیں؟ حالانکہ گاؤں میں مسجد موجود ہونے کے باوجود وہ صرف جمعہ کی نماز پڑھاتا ہے اور نماز جنازہ بھی پڑھا لیتا ہے یا کہ فاتحہ خوانی

کرالیتا ہے باقی آگے پیچھے کی نمازیں نہ تو وہ خود پڑھتا ہے اور نہ ہی مسجد میں اذان دیتا ہے نہ ہی مکمل طور پر مسجد آباد کرتا ہے ان تمام مسائل کو مدنظر رکھتے ہوئے میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ قرآن اور حدیث میں ایسے شخص کو امامت کرنے کا حق ہے یا ایسے امام کے پیچھے جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

آخر میں میری یہ گزارش ہے کہ علمائے کرام ہی صحیح اور جائز فتویٰ دیں۔ شکریہ　محمد سلیم خان، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: کون نہیں جانتا کہ نماز اہم فرائض اسلام سے ہے۔ ہر مرد عورت پر ایسا فرض ہے کہ باستثنائے ضرورت شرعیہ، کسی طرح اس کو ترک کرنا جائز نہیں۔ احادیث کریمہ میں نماز کو کافر و مسلم کے مابین وجہ امتیاز بتایا۔ اور بلا وجہ شرعی اس کا ترک کفر و کفران نعمت ارشاد فرمایا۔ تو جو ایک وقت کی نماز بھی بلا وجہ شرعی، بلا مجبوری ترک کرے وہ فاسق معلن، علانیہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہے، نہ کہ جو اس کا عادی ہو۔ ظاہر ہے کہ وہ شدید اشد گناہ میں مبتلا ہے اور مستحق عذاب نار ہے تو اسے امام بنانا بھی گناہ ہے۔ غنیۃ المستملی وغیرہ میں فرمایا۔ ''لو قدموا فاسقا یاثمون'' تو فاسق معلن کے پیچھے نماز ادا کرنا گناہ مکروہ تحریمی اور نماز واجب الاعادہ ہے۔ ہرگز ایسے کو امام نہ بنایا جائے۔ رہی نماز جمعہ تو وہ گاؤں میں قائم کرنا ہی جائز نہیں۔ ہاں جہاں قدیم زمانہ اسلام سے ہوتا آیا ہے وہاں بند نہ کریں۔ اور امام کسی صالح العمل، صحیح العقیدہ سنی مسلمان کو مقرر کریں۔ اور جب تک دوسرا صالح اور امامت کا اہل مسلمان نہ ملے اس کو امام بنا سکتے ہیں مگر فرض ہے کہ دوسرا امام تلاش کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۹ ربیع الآخر ۱۴۰۰ھ

ایک ہی شخص امام اور اقامت کہنے والا ہو تو کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلے کے متعلق ایک شخص جو مؤذنی اور امامت کا اہل ہے وہ اذان بھی دیتا ہے اور خود ہی اقامت بھی کہتا ہے اور خود ہی امامت بھی کراتا ہے کیا ایسا کرنا شریعت کی رو سے جائز ہے یا نہیں؟

اگر جائز ہے تو اقامت کے وقت اپنے مصلے پر کھڑے ہو کر اقامت کہی جائے تو جائز ہے یا نہیں؟ یا ضروری اور لازم ہے کہ صف میں کھڑے ہو کر امام اقامت کہے اور بعد میں مصلے امامت پر چلا جائے یا دونوں طریقے صحیح ہیں؟

حبیب اللہ بندو، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مستحب یہ ہے کہ مؤذن مرد عاقل صالح پرہیزگار، سنت کا عالم اور اس پر عامل ہو اور ایسا ہو کہ بوقت ضرورت، امامت کے فرائض بھی انجام دے سکے۔ علماء نے فرمایا کہ اگر مؤذن ہی امام ہو تو بہتر ہے (عالمگیری درمختار) لہٰذا مؤذن اگر امامت کا اہل ہے تو یہ اور بھی پسندیدہ بات ہے۔ اور جب یہ امامت بھی کرتا ہے اور اقامت بھی کہتا ہے تو سنت یہ ہے کہ اقامت میں جب قد قامت الصلوٰۃ پر پہنچے تو بڑھ کر مصلے پر چلا جائے۔ (درمختار وغیرہ) مگر یہ لازم و ضروری نہیں کہ اس پر اختلاف پھیلا جائے اور شر کو ہوا دی جائے۔ سنت ہے اور باعث ثواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

مقرر امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کرسکتا

سوال: اس مسئلے کا حل نکالیے

جناب عالی ہماری رحمانی مسجد یونٹ ۱۲ لطیف آباد میں مولانا عبدالحمید صاحب جو کہ کافی عرصہ سے جمعہ کی نماز اور تقریریں اور عام نماز بھی پڑھاتے ہیں اور بغیر کسی اجرت کے اور جناب بقیہ نمازیں ہمارے مولانا جلیل صاحب پڑھاتے ہیں ان کو بھی اس مسجد میں تقریباً دس سال ہو چکے ہیں ان دونوں ہستیوں کا آپس میں کوئی اختلاف نہیں اب ایک شخص جناب جلیل صاحب کو بلا کر مسئلہ پوچھتا ہے کہ امام کے ہوتے ہوئے کیا دوسرا شخص امامت کرا سکتا ہے لہٰذا مولانا جلیل صاحب نے مسئلہ بتادیا کہ امام کے ہوتے ہوئے امام کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا شخص امامت نہیں کرا سکتا اب اسی شخص نے مولانا حمید صاحب کو بلا کر یہ شکایت کی کہ مولانا جلیل صاحب آپ کی امامت پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں مجھ سے اجازت طلب نہیں کرتے لہٰذا اس کا شریعت کے مطابق حل نکالئے بڑی مہربانی۔ ان دونوں صاحبان کا تقرر مسجد کمیٹی نے کیا ہے۔

خیر اندیش محمد ادریس خدمت گار رحمانی مسجد، یونٹ نمبر ۱۲ لطیف آباد حیدر آباد سندھ

۷۸۶ الجواب: جبکہ دونوں صاحبان کا تقرر مسجد کمیٹی نے کیا ہے ایک کا جمعہ وعیدین کیلئے دوسرے کا پنجگانہ نمازوں کیلئے ایک اعتبار سے یہ ایک دوسرے کے نائب بھی ہیں کہ ایک کی غیر موجودگی میں امامت کرسکتا ہے۔ اب اس درمیانی شخص کو پکڑیئے جو دونوں میں اختلاف پیدا کرتا اور مسلمانوں میں افتراق پھیلاتا ہے اور اسے تنبیہ کریں۔ شر خود ہی مٹ جائے گا۔ دوسرا شرعی مسئلہ یہ ہے کہ مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ — محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

امام کا کذب، خیانت، بدکلامی ثابت ہو جائے تو امام نہ بنائیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک پیش امام صاحب جھوٹ بولنے کے عادی ہیں اور طرح طرح سے اس جھوٹ کا تکرار کرتے ہیں مثلاً قرآن پاک کو لوگوں کے پاس لیجاتے ہیں اور یہ التجاء کرتے ہیں کہ ان کی جلد بندی کے پیسے دیجئے اور پھر جو کچھ بھی ان کو برائے قرآن شریف کی جلد بندی کے دیا جاتا ہے۔ اس کو وہ اپنے خرچ میں لاتے ہیں اور اسی طرح جھاڑو اور مٹکے وغیرہ کے پیسے بھی خود خرچ کر جاتے ہیں اور مسجد میں زور زور سے گندی گالیاں دیتے ہیں اور یہ تمام کام ان کا روز کا معمول ہے۔ برائے مہربانی ان کے متعلق صحیح کتب ائمہ مجتہدین واحادیث سے فتویٰ صادر فرمائیں کہ کیا ان کے پیچھے نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہیں؟ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ سائل قمر الدین

۷۸۶ الجواب: امام مسجد میں اگر واقعی یہ باتیں پائی جاتیں ہیں جو سوال میں مذکور ہوئیں تو وہ ہرگز امامت کا اہل نہیں۔ کذب، افتراء، خیانت، بدکلامی، یہ وہ چیزیں ہیں جن سے دور رہنے کو اسلام نے ہر مسلمان پر لازم قرار دیا بالخصوص جھوٹ کہ احادیث کریمہ میں اس کی بڑی مذمت آئی اور قرآن کریمہ نے جھوٹوں پر لعنت فرمائی۔ امام، مقتدیوں اور رب کے درمیان

سفیر ہوتا ہے اور ہر سفارت کار کیلئے جو اہلیت درکار ہے امامت کیلئے بھی لازم وضرور ہے۔ بالجملہ یہ باتیں ثابت ہیں تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ (عامہ کتب) واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ

جس شخص نے اپنے دفاع میں قتل کر دیا اس کی امامت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص جس کی عمر تقریباً ۱۷ یا ۱۸ سال تھی۔ چار دوست بہکا کر جنگل میں لے گئے اور وہاں اس کی عزت لوٹنے کے درپے ہوئے۔ ان میں تین افراد مسلح تھے جنھوں نے جان سے مارنے کی دھمکی دی۔ مزاحمت اور کشمکش میں ایک نے چھری نکال لی اور حملہ کرنا ہی چاہتا تھا کہ دوسرے کا ہاتھ درمیان میں آ گیا اور چھری زمین پر جا گری۔ اس کے باوجود دوسروں نے اس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی کہ چلّانے اور اودھم مچانے کے باوجود اس جگہ کسی قسم کی مدد نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ چھری کسی نہ کسی طرح اس جکڑے ہوئے کے ہاتھ لگ گئی اور اس نے جو بھی اس کے سامنے تھا چھری ماردی۔ اس طرح وہ شخص اپنی عزت اور جان بچا کر بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔ اور زخمی شخص اسپتال جا کر مر گیا۔ عدالت میں کیس چلا اس شخص نے صاف صاف وجوہات بیان کرتے ہوئے چھری مارنے کا اقرار کیا۔ عدالت نے فیصلہ صادر فرمایا کہ اس صورت حال میں جس انسان پر حملہ کیا گیا ہو وہ قانوناً مجبور نہیں ہے کہ وہ ایسی حفاظت خود اختیاری، کو حملہ کے مطابق مرتب کرتا رہے جبکہ وہ خوفناک صورت اختیار کرے تو ہر ممکن رعایت اس شخص کے حق میں ہونا چاہئے جو خود کی مدافعت کر رہا ہو اور جو اپنی بقا اپنی حفاظت کے فطری جذبہ کے تحت اپنے حق سے قدرے متجاوز ہو جائے اور دوسرے لوگوں کی نظر میں ضرورت سے زیادہ معلوم ہو اس لئے میری رائے میں ملزم اپنی حق حفاظت خود اختیاری قیود سے متجاوز نہیں ہوا ہے اور اس کا فعل برعایت قیود مندرجہ دفعہ ۹۹، ۱۰۰ کے تحت آتا ہے اس لئے مجرم کسی جرم کا مرتکب نہیں ہوا ہے اور بری کئے جانے کا مستحق ہے لہٰذا بری کیا جاتا ہے۔ فیصلہ جلدی سنایا گیا۔ ملزم کو آزاد کر دیا گیا توثیق ٹی ہائی کورٹ۔

یہ شخص اس وقت تقریباً چالیس سال کا ہے۔ اس عرصہ میں چونکہ حافظ قرآن ہے ۳۸ بار قرآن شریف مساجد میں سنا چکا ہے اور نمازیں بھی پڑھاتا رہا ہے۔ کیا یہ شخص نماز پڑھا سکتا ہے؟ اگر نماز پڑھائے تو اس میں کسی قسم کی خرابی یا کراہیت تو نہیں ہے؟ عام قاتل جو کہ چوری، ڈکیتی، پرانی دشمنی وغیرہ کے تحت لوگوں کو قتل کر دیتے ہیں اور قاتل کہلاتے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو بھی قاتل کہہ سکتے ہیں؟ مفصل ومدلل فقہ اور احادیث کے مطابق فتویٰ درکار ہے۔

فقط والسلام السائل۔ حافظ محمد اسمٰعیل، مبارک مسجد لطیف آباد ۸، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: کورٹ کا مذکورہ بالا فیصلہ شرعی اعتبار سے صحیح ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ ایک نے دوسرے پر تلوار کھینچی تو اسے قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص اس کو قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی گئی یا دوسرا شخص۔ اس طرح شہر سے باہر دن یا رات میں کسی وقت حملہ کیا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو اسے مار دینے میں کوئی حرج نہیں۔ غرض اپنی جان کی حفاظت میں، قاتل

کو، یعنی جو کہ اس کے قتل کے درپے ہے، قتل کرڈالنا واجب ہے نہ کہ جرم، اور جب جرم نہیں تو اسے وہ تمام حقوق حاصل ہیں جو اور کسی مسلمان کو حاصل ہوں۔ لہٰذا اگر اس میں شرائط امامت پائے جائیں تو امام بنانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

امام کی تنخواہ اجرت ہے یا صلہ

سوال: ہمارے محلے کے امام صاحب نیک و شریعت کے پابند ہیں۔ نماز بھی صحیح پڑھاتے ہیں یعنی ان میں کوئی نقص نہیں ہے۔ صرف ان کی بیوی دوسرے شہر میں رہتی ہے، وہ یہاں پر آچکے ہیں۔ پہلے ان کی شادی نہیں ہوئی تھی لیکن اب وہ شادی شدہ ہیں۔ عرصہ چار پانچ سال سے ہماری مسجد کے امام ہیں۔ وہ ہر سال ایک ماہ کی چھٹی لے کر اپنے شہر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ وہ چھٹی پر گئے تو ان کی جگہ پر ایک عارضی امام آگئے۔ ان کی شادی تھی تو کوئی دوسرا امام نہیں رکھا۔ یہ واپس آئے تو ان کی چھٹی کا وظیفہ دیا یعنی کوئی دوسرا امام نہیں تو ان کو ہی وظیفہ دیا جاتا تھا اگر عارضی امام رکھتے تو اس کو دیتے۔ اب ایک مرتبہ انھوں نے چھٹی کی درخواست دی تھی تو ان کو ایک ممبر صاحب نے کہا کہ آپ کو چھٹی کا وظیفہ نہیں دیا جائے گا۔ اب وہ واپس آئے تو ان کو وظیفہ دیا گیا۔ جس ممبر صاحب نے ان سے انکار کیا تھا وہ خلاف ہیں بلکہ کچھ دوسرے صاحبان بھی خلاف ہیں اور جن ممبر صاحبان نے وظیفہ دیا تھا ان سے جو مخالف ممبر صاحبان تھے کہتے ہیں کہ مسجد کا روپیہ ہے اس کو فضول خرچ نہیں کیا جائے۔ جناب علماء دین سے التماس ہے کہ آپ صحیح مسئلہ سے آگاہ فرمائیں۔ جب یہ واپس آئے تو امام صاحب نے اپنے واپسی کا وظیفہ نہیں طلب کیا بلکہ جو ممبر صاحبان موافق ہیں انھوں نے خود دیا جو مسجد کے خزانچی اور صدر ہیں۔

السائل۔ ظہور احمد چشتی ،لطیف آباد نمبر ۱۱، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: امام و مؤذن کی تنخواہ مقرر کی جاتی ہے وہ ایک اعتبار سے اس کا پانچوں وقت کی حاضری کا ایک وظیفہ ہے اور ایک اعتبار سے صلہ یعنی سلوک صلہ اس لئے کہ اگر پیشگی تنخواہ اسے دی جاچکی ہے بعد میں انتقال ہوگیا یا معزول کردئے گئے تو جو کچھ پیسہ دیا جاچکا ہے وہ واپسی نہیں ہوگا محض اجرت ہوتی تو واپس ہوتی (درمختار) پھر امام اگر اپنے اعزا کی ملاقات کو چلا گیا یا کسی اور وجہ سے امامت نہ کرسکا اور سال کے اکثر حصے میں اس نے کام کیا ہے تو وہ پوری تنخواہ کا مستحق ہے (درمختار) تو امام نے اگرچہ اپنی درخواست پر کسی کے کہنے سے یہ لکھ دیا کہ میں ان دنوں کی تنخواہ نہیں لوں گا پھر بھی وہ اس حق کا مطالبہ کرسکتا ہے اور جبکہ وہ تنخواہ اسے بغیر مطالبے کے معمول کے مطابق دے دی گئی تو اب کسی ممبر بلکہ پوری انتظامیہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رقم امام سے واپس لیں اگر ایسا کریں گے تو ایک غریب پر ظلم ہوگا اور اس ظلم کو روکنا لازم ہے۔ مسجد کے مال سے یہ تنخواہ ادا کرنا فضول خرچی نہیں، اسے روک لینا اور مسجد کے کام میں نہ لانا ناجائز و گناہ ہے اور جبکہ وہ دی جاچکی ہے، تو واپس بھی لینا برا جیسا کہ شرع سے ظاہر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۸۵ھ

امام کا صدقات خیرات لینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: امام مسجد جس کو محکمہ اوقاف سے نماز پڑھانے کی ماہانہ اجرت ملتی ہو، پھر اس کے علاوہ وہ امام صدقہ کی کھالیں لیتا ہو اور اس کے علاوہ اگر کوئی شخص مرجائے تو اس کی نماز جنازہ کی اجرت لیتا ہو۔ ایسی صورت میں ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ لہٰذا ہم آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ آپ برائے کرم اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمائیں تا کہ ہم لوگ اطمینان قلب اپنی نمازوں کے لئے کرسکیں۔

آپ کا خادم قمر الدین، نیو کلاتھ مارکیٹ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اگر امام مذکورہ فقیر ہے یعنی صاحب نصاب نہیں۔ نہ سیّد ہاشمی ہے تو چرم قربانی وصدقہ لینا جائز ہے اور اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کے لئے صحیح الاسلام، صحیح الطہارت، صحیح القراءۃ، سنّی صحیح العقیدہ کہ فاسق معلن نہ ہو درکار ہے۔ جس میں ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہوگی تو اس کے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں یا مکروہ تحریمی ہوگی۔ اس شخص میں ان باتوں میں سے کوئی بات کم ہے تو اس کی امامت جائز نہیں اور اگر یہ سب باتیں اس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اگر وہاں اس امام کے سوا اور بھی نماز پڑھانے والے ہوں تو اجرت لے سکتا ہے مگر افضل یہ ہے کہ نہ لے اور اگر دوسرا نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو تو اجرت لینا جائز نہیں اور اب اس حالت میں اس کی امامت بھی مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۵ ذی القعد ۱۳۸۳ ھج

سیاہ خضاب کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وفقہاء کرام اس مسئلہ میں کہ: سیاہ خضاب یعنی وسمہ داڑھی کے بالوں کو لگانا کیسا ہے؟ اگر کوئی شخص لگائے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟　عرضدار، فقیر محمد وارث قادری، خضدار، بلوچستان

۷۸۶ الجواب: سیاہ خضاب خواہ مازو یا ہلیلہ ونیل کا ہو۔ خواہ تیل وحنا مخلوط، خواہ کسی چیز کا، سوائے مجاہدین کے سب کو مطلقاً حرام ہے اور صرف مہندی یا سرخ خضاب یا اس میں نیل کی کچھ پتیاں ملا کر جس سے سرخی میں پختگی آجائے اور رنگ سیاہ نہ ہونے پائے۔ سنت مستحبہ ہے۔ حضرت شیخ محقق علامہ محمد عبدالحق دہلوی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں خضاب بسواد حرام است وصحابہ وغیرہ ہم خضاب سرخ می کردند وگا ہے زرد نیز آہ ملخصا۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں کہ الصفرۃ خضاب المومن، والحمرۃ خضاب المسلم و السواد خضاب الکافر زرد خضاب ایمان والوں کا، سرخ خضاب اسلام والوں کا، اور سیاہ خضاب کافروں کا۔ (طبرانی وحاکم) اس کے علاوہ اور احادیث میں سیاہ خضاب پر سخت سخت وعیدیں اور مہندی کے خضاب کے ترغیبیں بکثرت وارد ہیں اور جبکہ سیاہ خضاب کا لگانا فسق ہے تو اس کا مرتکب فاسق معلن ہوا اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ کہ اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور پڑھ لی

ہوتو پھیرنا واجب۔ فتاویٰ حجۃ وغنیۃ میں ہے، لو قدموا فاسقاً یاثمون۔ تبیین الحقائق میں ہے لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ اسے آگے بڑھانے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ مسلمانوں پر شرعاً اس (فاسق مُعلن) کی اہانت واجب ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ر محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

امامت کرنا، اور غیر شرعی کام پر بیعت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس بارے میں کہ: ایک پیر صاحب اپنے مرید کو مجمع عام میں بیعت کرتا ہے اور پھر اس کو اپنی طرف سے ایک جھولی دیتا ہے اور ایک ڈنڈا دیتا ہے اور حکم کرتا ہے کہ یہ بھیک مانگے اور کرتے کے بجائے کفنی پہناتا ہے اور لنگوٹ بندھوا کر بھیک مانگنے کے بعد اس کی بیعت پوری ہوئی تو جواب طلب امور یہ ہے کہ یہ تمام چیزیں شریعت میں جائز ہیں یا نہیں؟ اس کے علاوہ شخص مذکور جس نے بیعت کے یہ تمام ارکان ادا کئے امام بھی ہے۔ آیا اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ وہ مرید اور امام ان چیزوں کو مستحسن اور قابل ثواب ہونے کا فخریہ اعلان کرے۔ شریعت محمدی کی رو سے امام ابو حنیفہ کے مسلک کے مطابق جواب عنایت فرمایا جائے۔ اور عند اللہ ماجور ہوں۔

اسکے علاوہ شخص مذکور امام مسجد پہلے بھی مرید اور خلیفہ ہونے کا اعلان کر چکا ہے اور اب بغیر فسخ بیعت کے دوسرے سے بیعت و مرید ہونے کا یہ تمام ڈھونگ رچاتا ہے ان تمام امور کا تفصیلی جواب شرع شریف سے عنایت فرمائیں۔ امام ہوتے ہوئے وہ بھیک مانگنے کو بھی ثواب بتلائے۔ آیا اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ فقط السائل، محمد رمضان شاہ، ٹنڈو الہیار

۷۸۶ الجواب: جو کچھ یہ شخص کرتا ہے یہ سب خرافات ہیں، بھیک مانگنا تو شریعت میں سخت ناپسندیدہ عمل ہے، اگر اس کو فقیر ہی بننا یا بنوانا ہے تو پھر امامت کس نیت سے کی جارہی ہے؟ اسے چاہئے کہ اگر امامت کرتا ہے تو ان باتوں سے باز آجائے، جن پر شرعاً مواخذہ ہے اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی بارگاہ میں ناپسندیدہ ہیں۔ ایسے کی امامت توبہ و اصلاح کے بغیر ناجائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ر شعبان ۱۳۸۴ھ

امامت کی شرائط/ مسجد میں امام کا رہنا/ کلمہ پڑھ کر بیان کرنا اور بات کے خلاف کرنا/ وقت مقرر سے ہٹ کر جماعت قائم کرنا

کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع ان مسائل میں کہ: ۱)۔ امامت کا مستحق کون شخص ہے؟ جو شخص قرآن کریم صحیح نہ پڑھے اس کی امامت کیسی ہے؟ ۲)۔ ایک امام صاحب اپنے اہل خانہ و بچوں سمیت مسجد میں سوتے کھاتے پیتے ہیں، کیا حکم ہے؟ ۳)۔ امام صاحب نے کئی دفعہ کلمہ پڑھ کر وعدے کئے مگر، بعد میں اس کے خلاف کیا، کیا حکم ہے؟ ۴)۔ مسجد میں جماعت کا وقت مقرر ہے، مگر امام صاحب اکثر تاخیر سے آتے ہیں۔ جو مقتدیوں پر گراں گزرتا ہے اور وہ امام صاحب پر طعنے کستے ہیں اور لڑتے ہیں۔

امام اور ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ السائل۔محمد رمضان شاہ، ٹنڈ والہ یار

۷۸۶ الجواب: امامت نماز کا مستحق وہ مسلمان ہے جو سنی صحیح العقیدہ اور جماعت میں سب سے زیادہ مسائل نماز و طہارت جانتا ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق و بدمذہب نہ ہو تا کہ حق صاحب حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوش اسلوبی سے ہو جائے اور امام اگر غلط خواں ہو کہ غلط خوانی قرآن فساد نماز تک پہنچائے یا بدمذہب مثلاً وہابی، غیر مقلد، یا فاسق معلن ہو کہ اس کا فسق ظاہر ہو تو اسے امام بنانا شرعاً ناپسندیدہ و خلاف حکم حدیث و فقہ ہے۔واللہ اعلم

۲) اللہ عزوجل فرماتا ہے ان المساجد للہ مسجدیں خاص اللہ کی ہیں ان میں کسی کا کوئی دعوی نہ امام کو ہی ہے نہ محلے والوں کو اور ظاہر ہے کہ مسجدیں سونے کھانے پینے کو نہ بنیں تو غیر معتکف کو اگر چہ وہ امام مسجد ہی کیوں نہ ہو مسجد میں ان افعال کی اجازت نہیں ہے چہ جائیکہ مسجد میں مع اہل وعیال رہنا سہنا اگر ان کاموں کا دروازہ کھولا جائے تو زمانہ فاسد ہے مسجد چوپال ہو جائے گی اور ان کی بے حرمتی ہوگی مسجدوں کو گھر بنانا کسی کیلئے جائز نہیں ہے اہل محلہ امام کو نرمی سے سمجھائیں باز نہ آئے تو مسجد کی خدمات سے اس امام کو معزول کر دیں بے حرمتی سے بچائیں۔واللہ اعلم

۳) کلمہ پڑھ کر کوئی بیان کرنا حلف کے حکم میں ہے اس کے خلاف کرنا قسم توڑنا ہے اور اس کے مرتکب پر کفارہ لازم ہے۔

۴) جماعت کیلئے وقت مقرر کرنا تو جائز ہے کہ اب اوقات مقررہ کی پابندی امام و مقتدیوں دونوں ہی کیلئے ہے امام بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔مقتدیوں کو چاہیے کہ فتنہ وفساد سے دور رہیں اور اصلاح کی کوشش کریں اور ہر وہ شخص جو ان میں منافرت و اختلاف کا باعث ہے اس سے خود ہی دور رہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ر شعبان المعظم ۱۳۸۴ھ

مسئلہ طلاق/امام صاحب کی بیوی کا سامان لینے بازار جانا کیسا؟

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین، ذیل میں درج تین سوالات کے بارے میں فتوی دیکر مشکور فرمائیں۔

۱) زید اپنی بیوی کو دوران آپس کی تکرار، غصہ کی حالت میں تین مرتبہ یا زائد بار کہہ دیتا ہے کہ میں نے طلاق دی۔چلی جا میں نہیں رکھتا۔طلاق ہوگئی؟ جبکہ بیوی حاملہ ہے اور بیوی کے رشتہ دار یا اسکے والدین کو اس امر کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔

میاں بیوی کی آپس کی تکرار اور جھگڑے کے وقت لڑکے کا والد موجود ہوتا ہے اور خاموش رہتا ہے اور یہ شہرت ہو جاتی ہے کہ طلاق ہوگئی۔دو دن کے بعد لڑکی کے والد کو اطلاع دیکر بلوا کر، بغیر تحریر یہ ظاہر کر کے کہ طلاق ہوگئی۔لڑکی کو اس کے والد کے ساتھ روانہ کر دیتے ہیں کیا ان حالات میں طلاق ہوگئی۔فتوی دیں۔

۲) پیش امام مسجد کی بیوی، برقعہ پہن کر سبزی ترکاری اور دیگر سودا لانے کیلئے روزانہ بازار جاتی ہے۔اور شوہر اسے نہیں روکتا۔پیش امام صاحب کی بالغ لڑکیاں چند شادی شدہ اور غیر شادی شدہ دن میں کئی مرتبہ برقعہ پہن کر ہاتھ ہلاتی ہوئی لب

سڑک صدر بازار میں اپنے رشتہ داروں کے مکان پر جاتی ہیں۔ اور والد پیش امام ہونے کے باوجود ان کو نہیں روکتا؟

۳) کیا ایسے پیش امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں اور مقتدیوں کی نماز اس امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ فتوی دیں۔
نیز ایسے پیش امام سے شادی کے موقع پر نکاح پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟ فتوی دیں

فقط المرقوم محمد یحییٰ، 14/07/1982

۷۸۶ الجواب: طلاق زبانی خواہ تحریری جب دی جائے گی بہر نہج واقع ہو جائے گی۔ بیوی خواہ اس کے ماں باپ کو علم ہو یا نہ ہو۔ طلاق تنہائی میں دے یا لوگوں کے روبرو۔ عورت حاملہ ہو خواہ اسے حمل نہ ہو۔ اور غصہ وغضب طلاق کیلئے مانع نہیں۔ بلکہ غالبًا وہی طلاق پر ابھارتا ہے اور آمادہ کرتا ہے۔ الا ان یزول به العقل۔ بہر حال عورت پر مذکورہ بالا صورت میں تین طلاقیں ہوگئیں اور عورت اس کے نکاح سے ایسی خارج ہوئی کہ اب بے حلالہ، ہرگز اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اگر یوہیں رجوع کر لیا یا بلا حلالہ نکاح جدید کر لیا، خواہ باہمی رضامندی سے، یا کسی کے دباؤ میں آکر، تو عمر بھر دونوں حرام کاری کے گناہ میں مبتلا رہیں گے۔ قال الله تعالى فان طلقها فلا تحل له من بعد (الایته) و قال النبی ﷺ لا حتی تذوقی عسیلته الحدیث۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲) عورت جبکہ برقع پہن کر، تمام بدن کے پورے ستر کے ساتھ اپنی ضرورتوں کیلئے باہر آتی جاتی ہے تو اس صورت میں شوہر پر کوئی الزام نہیں اور اس وجہ سے اس کے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہوسکتی۔ ہاں بلا ضرورت باہر آئے جائے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ، تو اس میں بے شک عورت قصوروار ہے، پھر بھی اس بنیاد پر امامت کیلئے نااہل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ قال الله تعالى لا تزر وازرة وزر اخرى۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳) جب نماز ایسے امام کی اقتداء میں درست ہے تو نکاح پڑھوانے میں کیا مضائقہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

داڑھی کترا امام فاسق ہے

سوال: امام کی داڑھی ایک مشت سے کم ہے۔ کترواتا ہے اور داڑھی درست نہیں تو ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم بروئے شرع مطلع فرمائیں۔ حافظ انظار الحق، صدر، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: داڑھی بڑھانا انبیاء کرام کی سنت کریمہ ہے اور احادیث کریمہ میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ داڑھیاں چھوڑ دو اور مشرکین و یہود و نصاری کی مخالفت کرو (بخاری و مسلم وغیرہ) اور جبکہ ہر مسلمان پر نبی کریم ﷺ کی پیروی لازم ہے تو داڑھی مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے۔ ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہو اس کو کٹوا سکتے ہیں۔ (درمختار) اور رخساروں کے بال لینا جسے خط بنانا کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت۔ بہتر یہ ہے کہ گلے کے بال نہ مونڈائے انہیں چھوڑ رکھے۔ (ردالمحتار) اور بچی کے اغل بغل کے بال مونڈھنا یا اکھیڑنا بدعت (عالمگیری) داڑھی

منڈھوانے والا یا حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب۔ (درمختار وردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم رجب المرجب ۱۳۸۴ھ

امام نے اپنے گھر میں گانا، منع نہ کیا

سوال: محترم مکرم پیشوائے دین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ایک مسجد کے پیش امام صاحب نے اپنے صاحبزادے کی تقریب نکاح میں فحش گانوں کی ریکارڈنگ کروائی۔ یعنی فلمی گانے اور وہ بھی اپنے گھر پر۔ امام صاحب سے جب معلوم کیا گیا کہ آپ نے فحش گانوں کی ریکارڈنگ کیوں کرائی تو کہنے لگے کہ میں نے نہیں کرائی ہے بلکہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے کرائی ہے۔ لہٰذا ہیڈ ماسٹر صاحب نے جو تحریر کیا ہے وہ حرف بہ حرف تحریر کیا جاتا ہے اور وہ جو امام صاحب نے لاکر دیا ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سالار، محلہ الیاس آباد

مولانا حبیب اللہ صاحب کے صاحبزادے کے نکاح میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کے بارے میں آپ نے جو جواب طلبی کی ہے اس کے بارے میں اتنا عرض کروں گا کہ لاؤڈ اسپیکر مولانا صاحب نے نہیں بلکہ اسکول کے اسٹاف نے لگوایا تھا اپنی طرف سے۔ مولانا صاحب نے تو قطعی انکار کر دیا تھا مگر اسٹاف نے اپنی وجہ سے لگوایا تھا اس سلسلہ میں میرا اسٹاف ندامت کا اظہار کرتا ہے اور آپ لوگوں سے استدعا کرتا ہے کہ آپ حبیب اللہ صاحب کو اس معاملہ میں نہ گھسیٹیں کیونکہ ان کا بالکل قصور نہیں ہے۔ آئندہ احتیاط برتی جائے گی۔

ہیڈ ماسٹر، شکیل احمد صدیقی، عباسیہ مڈل اسکول، حیدر آباد، 23/02/1967

محترم پیشوائے دین کیا شریعت میں اس قسم کا کوئی جواز موجود ہے؟ امام کے صاحبزادے کی شادی وغیرہ میں گانا بجانا ہوا اور امام نے منع نہ کیا کیا اس حرکت کی اجازت ہے۔ بموجب قرآن وحدیث

خاکسار، حافظ بشیر احمد صدیقی، الیاس آباد، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: پیش امام صاحب کی جانب سے جو عذر دوسروں نے کیا ہے شرعاً وہ معتبر نہیں۔ یہ تقریب خود ان کے مکان پر تھی اور یہ دوسروں کو ضرور اس گناہ سے باز رکھ سکتے تھے کہ اپنے مکان پر اپنا زور چلتا ہے دوسروں کا نہیں۔ اب چارۂ کار یہی ہے کہ امام صاحب توبہ صحیحہ کریں اور توبہ کر لیں تو اب ان پر کوئی مواخذہ نہیں یعنی باز پرس نہیں کی جائے گی اس لئے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہیں۔ التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ذی قعد ۱۳۸۶ھ

فاسق معلن کو امام بنانا گناہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید عرصہ دراز سے مسجد میں امامت وخطابت پر فائز ہے اور سنی صحیح العقیدہ ہے مگر جماعت کی طرف سے عیدین کی نماز بھی مخالف گروہ سے پڑھواتا رہا ہے۔ بلا علم واطلاع و منظوری منتظم مسجد کمیٹی کے، اپنے ذاتی دستخطوں سے تعمیر مسجد ومدرسہ کی سند مع مہر ثبت کر کے چندہ کے لئے سفیر مقرر کیا اور ایک مدرسہ کے نام سے چندہ جمع کرایا۔ مدرسہ قطعاً نہیں ہے۔ مدرسہ کی رسید بک سے جو چندہ جمع ہوا وہ خرد برد کیا۔ مسجد کمیٹی نے سفیر کو چندہ کرتے ہوئے پکڑا اور سند سفارت، رسید بک، چندہ کاپیوں کی زید سے معلومات کی زید نے شہر کے چند معززین کے روبرو انکار کیا زید کے دستخط دکھانے پہ زید نے اقرار کیا۔ زید نے استعفیٰ مسجد سے دیا کمیٹی کی منظوری سے علیحدہ کر دیا گیا اور دوسرا امام مقرر کر لیا گیا ہے۔ زید نے مخالف جماعتوں سے ساز باز کر رکھی ہیں واقعہ سے قریب تین ماہ بعد شہر کے معززین حضرات کو پھر جمع کیا گیا جس میں زید اور ان کے ہمنوا نے بھی شمولیت کی۔ جمع شدہ حضرات میں سے ایک حکم کمیٹی چار نفوذ پر تشکیل دی گئی، منتخب کردہ حکم کمیٹی نے اپنے فیصلے میں بھی زید کے خیانت جرم کی تصدیق کر دی۔ لیکن پھر بھی زید اپنے کچھ حواریوں کی مدد سے مسجد میں فتنہ پھیلوا رہا ہے اور غلط طریقوں سے مسجد مذکورہ میں امامت پر فائز ہونا چاہتا ہے۔ زید دروغ گوئی کا بہت عادی ہے برائے کرم استفتاء بحوالۂ کتب معتبر فقہا عبارت قرآن وحدیث ارشاد فرمائیں کہ زید امامت کا اہل ہے یا نہیں؟ اور ہو سکتا ہے تو اس کا شرعی طریقہ کار تحریر فرمائیں۔　　محمد صدیق، میر پور خاص

۷۸۶ الجواب: زید کی جانب جو باتیں سوال میں منسوب ہیں جب کہ اس میں پائی جاتی ہیں تو وہ فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کا امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ قریب بہ حرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھی ہو تو جب معلوم ہو جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں ہیں سب کا دہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دہرانا واجب ہے۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا گناہ علیحدہ۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے کہ انھم لو قدموا فاسقاً یا ثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم۔ یعنی اگر نمازیوں نے کسی فاسق معلن کو نماز پڑھانے کیلئے آگے بڑھا دیا تو لوگ گناہ گار ہوں گے۔ اس لئے کہ اسے امامت کے لئے بڑھانا مکروہ تحریمی ہے۔ یہ اسلئے ہے کہ وہ امور دین میں کوئی خیال نہیں کرتا۔ اور احکام شرع کی تعمیل میں لاپرواہی برتتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لا ترفع الصلوۃ من ام قوماً وھم لہ کارھون کہ جس شخص سے کسی قصور شرعی کی وجہ سے لوگ ناراض ہوں اور انہیں نماز پڑھائے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ تو ایسے کا خود ہی امام بننا گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　　العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۵؍ جمادی الاخری ۱۳۸۷ھ

محراب میں شیشے کا کام / تہ بند پاجامہ ٹخنوں سے نیچا ہو تو امامت کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

۱)۔ مسجد میں جو اکثر محراب شیشہ کے بنائے جاتے ہیں آیا اس میں نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۲) امام یا مقتدی کا کپڑا اگر ٹخنوں سے نیچے لٹکا ہوا ہو تو نماز ہو جائے گی یا نہیں؟ شرعاً جواب عنایت فرمائیں۔

السائل محمد امین تلہار، ضلع حیدرآباد، شاہی بازار

۷۸۶ الجواب: قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ ایسی چیز کے سامنے جو دل کو مشغول رکھے نماز مکروہ ہے مثلاً زینت اور لہو ولعب وغیرہ (ردالمحتار) لہٰذا اگر شیشے محراب میں بلندی پر ہوں کہ آدمی کھڑا ہو تو اس کا عکس نظر نہ آئے تو کوئی مضائقہ نہیں ورنہ مکروہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲) ازار یا تہبند کا گٹوں سے نیچے رکھنا اگر براہ تکبر ہو تو حرام ہے اور اس صورت میں نماز مکروہ تحریمی ہے ورنہ صرف مکروہ تنزیہی۔ فتویٰ عالمگیری میں ہے اسبال الرجل اذا .... اسفل من الکعبین وان لم یکن للخیلاء ففیہ کراھۃ تنزیہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ رجب المرجب ۱۳۹۰ھ

بیٹے کے فعل سے باپ کی امامت پر اثر نہ آئے گا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک شخص طفیل نامی نے ایک عورت کو اغوا کیا جو تقریباً دوپہر کے وقت سے نصف شب تک کی جستجو کے بعد مل گئی۔ نیز طفیل کے والد ایک مسجد میں امام ہیں۔ اب جماعت میں یہ تذکرہ ہے کہ امام صاحب کا بیٹا چونکہ بدچلن ہے اس لئے انکے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ حالانکہ طفیل کی رہائش الگ ہے اس کے والد مسجد کے حجرے میں رہتے ہیں۔ لہٰذا از روئے شریعت جواب سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

والسلام السائل مسلم نور محمد اللہ بخش، الفضل ٹاؤن ہمایوں مسجد پھلیلی پار، ۳۱ اگست ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: جبکہ امام جامع شرائط امامت ہو تو محض اس کے لڑکے کے کسی غلط فعل کی وجہ سے اس کی امامت پر کوئی حرف نہ آئے گا۔ اور ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ (عامۂ کتب) خصوصاً جبکہ لڑکا ماں باپ سے علیحدہ ہے اور ان کا اس پر کوئی دباؤ نہیں ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ ذی قعدہ ۱۴۰۲ھ

فرض جماعت سے نہ پڑھنے والا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک شخص امام کے پیچھے فرض نماز نہیں پڑھتا فرض نماز جماعت سے پہلے ادا کرتا ہے یا جماعت کے بعد قضاء کرتا ہے وہی شخص اذان بھی کہتا ہے اور تکبیر بھی کہتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ اس شخص کی اذان یا تکبیر کیسی ہے یا نمازیوں کی نماز ہوئی یا کہ نہیں؟ مہربانی فرما کر وضاحت فرمائی جائے۔

فقط والسلام محمد اسماعیل قادری، 23-09-1982

۷۸۶ الجواب: اگر امام میں کوئی ایسا نقص ہو جس کے سبب اس کے پیچھے نماز فاسد یا مکروہ تحریمی ہو مثلاً قرآن مجید غلط

پڑھنا جس سے نماز میں فساد آئے۔ یا وہابی رافضی غیر مقلد یا کم از کم فاسق معلن ہو، تو اس شخص پر کوئی الزام نہیں۔ اور اگر بلا وجہ شرعی جماعت ترک کرتا ہے تو سخت گناہگار فاسق ہے اس پر توبہ واجب ہے۔ اور اس صورت میں جب تک وہ توبہ نہ کرے اذان سے روک دیا جائے کہ فاسق معلن کی اذان مکروہ ہے۔ اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے (درمختار فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم۔ نماز البتہ ہو جائے گی اس کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

تراویح کی امامت کیلئے تحقیق کر کے رکھیں

سوال: بخدمت جناب علماء دین اہل سنت و جماعت، السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ کی اصلاح درکار ہے۔ کیا پردیسی شخص کو امام بنا سکتے ہیں یا کہ نہیں جس کو محلہ والوں میں سے کوئی بھی نہ جانتا ہو۔ اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ کیونکہ آج کل یہ دستور ہے کہ اچانک ایک شخص مسجد میں آ کر کہتا ہے کہ میں حافظ قرآن ہوں ہم اسے تراویح پڑھانے کیلئے رکھتے ہیں۔ برائے مہربانی فرما کر فتویٰ دیں۔ عبد الرحمٰن

۷۸۶ الجواب: امام کیلئے جامع شرائط ہونا چاہیے کہ سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تمہارے امام تمہارے اور اللہ تعالیٰ کے مابین سفیر ہیں لہٰذا امام کو عالم نیک صالح متقی صحیح العقیدہ ہونا چاہیے۔ اور اجنبی پردیسی جس کی بابت کوئی علم نہ ہو یا محض اس کا یہ کہنا کہ میں حافظ قرآن ہوں امامت کیلئے حقدار نہ ہوگا۔ جب تک کہ اس کے علم و تقویٰ کے بارے میں صحیح تحقیق نہ ہو جائے۔ اسے امام نہ بنائیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

داڑھی شرعی حد سے کم کرنے والے کی امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: جناب مفتی صاحب، السلام علیکم، براہِ کرم مندرجہ ذیل سوال کا جواب عنایت فرمائیں۔

ہماری مسجد میں پیش امام صاحب کی داڑھی ایک مٹھی سے بہت چھوٹی ہے۔ مگر وہ پانچوں وقت نماز جمعہ کا خطبہ جمعہ و عیدین کی نماز سب پڑھاتے ہیں مگر داڑھی پوری نہیں رکھتے ہیں۔ براہ کرم شرع شریف و علماء دین کے احکام سے مطلع فرما کر ہم پورے محلہ والوں پر احسان عظیم فرمادیں۔ حضور والا کی بڑی مہربانی ہوگی ہمارے حال پر۔ اللہ شانہٗ اجر عظیم عطا فرمادیگا۔

ظہیر احمد مکان نمبر 1935، تباشہ گلی، فقیر کا پڑ، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: نماز کی امامت ایک شرعی منصب ہے۔ اس کیلئے اہلیت درکار اور اس کیلئے لازم کہ امام فاسق معلن نہ ہو کہ علانیہ حکم شرع کا ارتکاب کرے اور جی میں ذرا نہ شرمائے اور شک نہیں کہ داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم کتروانا صریح حکم شرعی کی مخالفت ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ و مکروہ تحریمی کہ نماز پڑھ لی تو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے۔ جتنی نمازیں ایسے امام کے پیچھے پڑھی گئیں سب کا دہرانا واجب ہے۔ علماء فرماتے ہیں لو قدموا

فاسقاً یا ثمون ۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ رذی قعد ۱۴۰۳ھ

حافظ قاری داڑھی حد شرع سے کتروائے تو امامت مکروہ تحریمی ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

حافظ قرآن جس کی داڑھی حد شرع سے کم ہو ان کے پیچھے نماز تراویح و فرض پڑھنے کی بابت جناب مفتی محمود صاحب نے فتویٰ صادر فرمایا مگر اس پر ایک صاحب نے فرمایا کہ تشریح مزید کرنا چاہیے مختصر سے لکھنے پر مطلب حل نہیں ہوتا ہے زمانہ بہت ترقی کر چکا زمانہ کی عادت کے مطابق یہ فتوی ہونا چاہیے۔لہٰذا آپ سے التماس ہے کہ مندرجہ ذیل سوالات ملاحظہ فرمایئے اور شرعی فتوی صادر فرمائیں۔

ایک حافظ قرآن جن کی داڑھی شرع کے مطابق ہے قرآن اچھا پڑھتے ہیں لیکن ان کی عادت اخلاق سے واقفیت نہیں۔نیز وہ اسی امید پر سناتے ہیں کہ فی سبیل اللہ کچھ امداد ہو جائے معاوضہ نہیں ہوتا ہے۔کیا ان کے پیچھے نماز تراویح جائز ہے؟ فقط الرقوم محمد یاسین، مکان نمبر ۴ ۲۹۳ ہیرآباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: جن صاحب کا یہ ارشاد ہے کہ زمانہ بہت ترقی کر چکا ہے زمانہ کے حالات کے مطابق فتوی ہونا چاہیے اگر وہ کوئی جاہل یا عام مسلمان ہے تو اس کی بات اس کے منہ پر ماریئے اور اگر کوئی عالم ہے تو اس سے کہیں کہ حالات کے مطابق فتوی دے، ہم وہ ہی لیتے ہیں جو حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا **وقصوا الشوارب واعفوا اللحیٰ** (بخاری، مسلم) اپنی مونچھیں پست کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ **وخالفوا المشرکین**، مشرکین کے خلاف کرو۔ **خالفوا المجوس**، مجوسیوں کے خلاف کرو۔ **ولا تشبھو اںالیھود**، یہودیوں کی طرح نہ بنو۔ بخاری و مسلم وغیرہ احیاء العلوم میں فرمایا کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عبد الرحمٰن بن ابی لیلی والی مدینہ طیبہ نے داڑھی چننے والے کی گواہی رد فرمادی۔حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا **یکون فی آخر الزمان اقوام یقصون لحاھم اولئك لا خلاق لھم**۔آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے کہ داڑھیاں کتریں گے مگر وہ بڑے بے نصیب ہیں یعنی ان کیلئے دین میں حصہ نہیں آخرت میں بہرہ نہیں (فتاوی افریقہ) تو وہ لوگ جو مشرکوں مجوسیوں اور یہودیوں کی سی صورتیں بنائے پھرتے ہیں، یہ صحابہ کرام کے نزدیک بدنصیب ہیں۔کیا وہ اس قابل ہیں کہ انہیں امامت کیلئے رسول اللہ ﷺ کے ممبر پر کھڑا کر دیا جائے۔واللہ ہرگز نہیں۔اشعۃ اللمعات میں ہے حلق کردن لحیہ رائخ۔داڑھیاں منڈانا حرام اور نصرانیوں کا طریقہ ہے اور جب داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا حرام تو اس کا مرتکب فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے جو نماز پڑھی جائے اگرچہ نماز تراویح ہو اس کا دہرانا واجب۔**لان فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علینا اھانته شرعاً ولو قدموا فاسقا یاثمون**۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ شعبان المعظم ۱۳۸۲ھ

داڑھی منڈوانے والے کا حکم

سوال: مخدومنا المعظم ذوالمجد واللطف والکرم ادام اللہ تعالیٰ فیوضکم، السلام علیکم
مزاج شریف! گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل فتوی دریافت طلب ہے۔ امید ہے کہ جواب بمطابق شرع محمدی ﷺ مرحمت فرماکر ثواب دارین حاصل فرمائیں گے۔
ایک شخص جو کہ بے شرع ہے۔ یعنی داڑھی نہیں رکھتا۔ اور جمعہ اور عیدین کی نماز کے علاوہ کسی دوسرے وقت کی نماز بھی ادا نہیں کرتا۔ اذان، خطبہ اور تکبیر جمعہ جبکہ مسجد میں دوسرے باشرع اور مستقل نمازی موجود ہوں، ادا کرسکتا ہے یا نہیں؟
فقط والسلام عریضہ نیاز، منشی غلام حسین، ۲۲ ستمبر ۱۹۶۳ء

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی منڈانا فسق ہے اور ترک نماز اشد کبیرہ، ایسا شخص فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن جس طرح امامت کا اہل نہیں اسی طرح اذان کا بھی شرعاً اسے کوئی حق نہیں۔ فقہائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ عالم ہو اس کی اذان مکروہ ہے۔ اور یہ کہ اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ درمختار۔ واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۳ جمادی الاولی ۱۳۸۳ھ

داڑھی کے مسئلے میں افسر کا حکم / اور نماز سے روکنے والا کیسا ہے؟

سوال: اس مسئلہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ
(۱) افسر کسی شخص کو یہ کہے کہ تم میرے ماتحت ہو اور تم داڑھی منڈواؤ اس کے لئے کیا حکم ہے کہ ایسا کرسکتے ہیں۔ اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟
(۲) جب نماز کیلئے اذان ہو اور نماز پڑھنے کے لئے جاتے ہیں۔ تو اس کو نماز پڑھنے سے روکتے ہیں۔ اس کا بھی بموجب شریعت کیا حکم ہے؟　خادم مولانا محمد مستقیم قادری رضوی، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی رکھنا اسلام و مسلمین کا شعار ہے اور تمام انبیاء و مرسلین، صحابہ و تابعین کرام اور اولیائے ملت و علمائے امت کی سنت کریمہ متوارثہ ہے۔ اور اسے حد شرع سے کم رکھنا یعنی منڈانا یا کتروانا، یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کا طریقہ ہے۔ جو افسر منڈانے کو کہتا ہے اور دوسروں کو اپنا ماتحت کہہ کر انہیں اس کا حکم دیتا ہے ہرگز اس کی بات نہ مانی جائے۔ حدیث شریف میں ہے کہ "معصیت و نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت نہیں"۔ اور اگر اسے اپنی افسری اور دوسروں کی ماتحتی کا اتنا ہی لحاظ ہے تو وہ کیا اپنے سے بڑے افسر کے کہنے پر اپنی ناک کاٹ کر پھینک سکتا ہے ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(۲) نماز سے روکنے والا جبکہ یہ روکنا بلاوجہ شرعی ہو، کوئی شیطان ہی ہوسکتا ہے۔ مسلمان کیسا ہی بدکار و گناہگار کیوں نہ ہو کسی

مسلمان کو ہرگز نماز پڑھنے سے نہ روکے گا۔ مولائے کریم ایسے موذیوں سے اپنی پناہ میں رکھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

امام کیسا ہو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ
(۱) اگر مؤذن اذان دینے والے کی شرعی داڑھی نہ ہو خشخشی ہو تو کیا نماز جماعت سے پڑھ سکتے ہیں؟
(۲) تکبیر دینے والا بغیر داڑھی کے ہو یا اس کی شرعی داڑھی نہ ہو یا وہی اذان دینے والا ہو جس کی داڑھی شرعی نہیں ہے تو کیا نماز جماعت سے ہو سکتی ہے؟ سید مشتاق علی، نواب شاہ

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی حد شرع سے کم رکھنا یعنی منڈانا یا کتروانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن اگر چہ عالم دین ہی ہو اس کی اذان مکروہ ہے جس کا اعادہ کیا جائے (درمختار وغیرہ) البتہ اگر ایسا شخص اقامت کہے تو اس کا اعادہ نہ کیا جائے گا بخلاف اذان اس لئے کہ اذان کی تکرار مشروع ہے اور اقامت دوبار نہیں (درمختار) اور ہر دو صورت میں اگر وہ امام نہیں نماز پڑھانے والا دوسرا صحیح العقیدہ، صحیح القرأۃ اور صحیح العمل مسلمان ہے تو فاسق معلن کی اذان واقامت کے باعث نماز باجماعت ترک نہیں کی جائے گی۔ دوبارہ اذان کہیں اور نماز باجماعت ادا کریں اور اگر ایسا نہ ہو سکے تب بھی نماز باجماعت پڑھی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

داڑھی ایک مشت کی حد کہاں سے ہے / چین والی گھڑی سے نماز پڑھانا / پائنچے گھرسنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ
۱) زید امامت کرتا ہے اور داڑھی ڈیڑھ انچ رکھتا ہے اور کہتا ہے کہ داڑھی ایک مشت حد شرع ہے اور داڑھی کا ناپ نیچے والے ہونٹ سے کرتا ہے ایسی صورت میں ناپ کہاں سے کرنا چاہیے؟
۲) زید چین والی گھڑی باندھتا ہے اور یونہی پہنے ہوئے نماز پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ کپڑے کے فیتے کے ساتھ باندھنا بھی ایسا ہی ہے جیسے چین کے ساتھ؟
۳) زید ایک انگوٹھی چاندی کی نگدار پہنتا ہے جس کا نگ ہاتھ کی پشت کی طرف ہے نگ کدھر رکھنا چاہیے؟
۴) زید تہبند، شلوار، پائجامہ پہنتا ہے نیچا اور امامت کرتے وقت اس کو گھرس لیتا ہے یہ گھرسنا کیسا ہے؟
بینوا بحوالة الکتاب توجروا بالجنة

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی کی مقدار شرعاً ایک مشت ہے اور اس کی ناپ ٹھوڑی کے نیچے سے کرنی چاہیے نہ کہ ہونٹوں سے، حد شرع والا امامت کا اہل ہے۔ تمام علماء ومشائخ وعامۃ الناس کے عمل کے برخلاف یہ نئی بات آج ہی سننے میں آئی۔
۲) سونے چاندی لوہے تانبے پیتل وغیرہ کی چین گھڑی میں لگانا ممنوع ہے اور اس حالت میں نماز پڑھنا مکروہ۔ واللہ اعلم

۳) ایک نگ والی انگوٹھی ہو تو نگ ہتھیلی کی طرف رکھے اور اگر ہاتھ کی پشت کی طرف ہو تو بھی جائز ہے۔ بہار شریعت وغیرہ
۴) شلوار یا پائجامہ کے گھرسنے کو بھی علماء کف ثوب میں شمار کرتے ہیں لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ غنیۃ شرح منیر میں ہے یکرہ ان یکف ثوبہ وھو فی الصلوۃ بعمل قلیل بان یرفعہ من بین یدیہ او من خلفہ عند السجود اویدل خل فیھا وھو مکفوف کما اذا دخل وھو مشمر الکم اوالذیل حضور ﷺ فرماتے ہیں امرت ان لااکف شعراً ولا ثوباً کہ میں حکم دیا گیا ہوں کہ میں نہ سمیٹوں بالوں کو اور نہ کپڑے کو۔

محمود احمد صدیقی، مدرس و نائب مفتی دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، یکم ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ

ایک بار داڑھی چھوٹی کرنا

سوال: جناب علماء دین، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک حافظ صاحب ہیں جو چار سال سے نماز تراویح پڑھا رہے تھے اس وقت ان کی عمر چھوٹی تھی۔ جب ان کے چہرہ پر داڑھی نہیں تھی جب ان کے چہرہ پر داڑھی آئی تو انہوں نے اس پر مشین پھروالی۔ اس نظریہ سے کہ داڑھی پوری آئے۔ کیا یہ حافظ صاحب نماز وتراویح پڑھا سکتے ہیں یا نہیں۔ اس مسئلہ پر علماء دین کیا فرماتے ہیں۔

فقط مبارک کرانہ مرچنٹ، سرے گھاٹ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** اگر صرف ایک مرتبہ ایسا ہوا تو اس حافظ کی اقتداء میں توبہ کے بعد نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ ہاں اگر اس کی عادت ڈال لے تو یہ فسق اور امام فاسق معلن ہوگا اور فاسق معلن کا امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھ لی تو پھیرنا واجب ہے۔ غنیۃ المستملی میں ہے لو قدموا فاسقا یا ثمون۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

داڑھی سنت موکدہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء احناف اس مسئلہ میں کہ

(۱) مؤذن اور امام کی موجودگی میں اگر کوئی شخص جو داڑھی مونڈتا ہے اذان دے دیتا ہے تو شرعی طور پر اس کی اذان تسلیم کی جائے یا نہیں؟ اذان مکروہ تو نہیں ہوگی اگر مکروہ ہو تو مکروہ تحریمی یا مکروہ تنزیہی۔ مستند کتاب کے حوالے سے مسئلہ کا جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علماء احناف اس مسئلہ میں کہ زید نے داڑھی حد شرع سے کم رکھی ہوئی ہے اور امامت کرتا ہے آیا اس کی امامت میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے برعکس عمرو حافظ قرآن ہے اور آل رسول ﷺ ہے اور بالغ ہے داڑھی آرہی ہے اور نیت ہے کہ داڑھی مکمل رکھوں گا آیا زید کے پیچھے نماز تراویح اور فرض نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ مسئلہ سے آگاہ

فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ بینوا توجروا السائل غیاث الدین، ۴ر رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

۷۸۶ الجواب: موافق مخالف حتیٰ کہ نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود تمام جہاں جانتا ہے کہ سرور جہاں و جہانیاں ﷺ کی سنت دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی۔ محافظت فرمائی تاکید فرمائی ہدایت فرمائی۔ بلکہ احادیث صحیحہ سے ثابت کہ داڑھی رکھنا انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بھی سنت کریمہ ہے۔ اہلبیت کرام وصحابہ عظام وائمہ اعلام اور ہر قرن و طبقہ کے اولیائے امت وعلمائے ملت بلکہ قرون خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے۔ تو اس سنت کریمہ کا ترک نہ کرے گا مگر وہی جس کے دل میں اس سنت کریمہ کی وقعت وعزت نہ ہو۔ اسی لئے حضرات علمائے کرام نے داڑھی مونڈانا یا مونڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا فسق و گناہ بتایا۔ تو اس کا مرتکب فاسق معلن ہے۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ کہ اگر نہ دہرایا تو گناہ ذمہ پر باقی رہے گا۔ محققین علمائے حنفیہ فرماتے ہیں لو قدموا فاسقاً یا ثمون۔ اگر لوگ فاسق معلن کو امام بنائیں گے گنہگار ہوں گے اور دلیل اس کی یہ بیان فرمائی لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعاً۔ یعنی اسے امام بنانے میں فاسق معلن کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے (فتاوی رضویہ ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) فاسق معلن اگرچہ عالم ہی ہو اس کی اذان مکروہ ہے اور اس کی اذان کا اعادہ کیا جائے (درمختار میں اس کی دلیل بیان فرمائی کہ لعدم قبول قولہ فی الدیانات اس لئے کہ دینی امور میں اس کا قول مقبول نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اگر ایسا شخص بالغ ہے یعنی کم از کم پندرہ سال کا ہو چکا تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

داڑھی سنت کریمہ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: ایک حافظ صاحب تراویح پڑھاتے ہیں اور متواتر تین دفعہ سنت رسول کٹوانے کا اقرار کر چکے ہیں مگر اپنے وعدہ پر پورے نہیں اترتے اور یہ بولا کہ مسئلہ کیلئے داڑھی نہیں رکھوں گا۔ ان کی داڑھی بالکل چھوٹی باریک ہے۔ حکم شرعی سے مطلع فرمائیں۔ بینوا توجروا بشیر الدین، کوٹری

۷۸۶ الجواب: داڑھی رکھنا انبیائے کرام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنت کریمہ ہے۔ اور موافق مخالف حتی کہ نصاریٰ و یہود اور مجوس و ہنود اور تمام جہاں جانتا ہے کہ سرور جہان و جہانیاں ﷺ کی سنت دائمہ مستمرہ داڑھی رکھنی تھی جس پر تمام عمر مداومت فرمائی۔ محافظت فرمائی تاکید فرمائی ہدایت فرمائی۔ اہلبیت کرام وصحابہ عظام وائمہ اعلام اور ہر قرن وطبقہ کے اولیائے امت وعلمائے ملت بلکہ قرون خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے اور داڑھی مونڈانے یا حد شرع سے کم رکھنے اور نئی تراش خراش کو یہودیوں نصرانیوں اور مجوسیوں کا طریقہ سمجھتے تھے۔ علمائے کرام نے بالاتفاق حد شرع سے داڑھی کم کرنے یا مونڈانے کو علی الاعلان فسق قرار دیا اور اس کے مرتکب کو فاسق معلن قرار دیا۔ اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ

تحریمی کہ پڑھ لی تو دہرانا واجب۔ نہ دہرائی تو ترک واجب کا گناہ ذمہ پر باقی۔ نماز خواہ فرض و واجب ہو، یا سنت و تراویح۔ سب کا یہی حکم ہے۔ بلکہ تراویح میں ایک قباحت اور زیادہ کہ آدمی سرے سے تراویح نہ پڑھے تو اس پر ترک سنت کا وبال ہوگا اور فاسق معلن کے پیچھے نماز پڑھ کر نہ دہرائے تو ترک واجب کا گناہ ہوا۔ محققین علماء فرماتے ہیں لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہٗ شرعا۔ یعنی لوگ اگر فاسق معلن (مثلاً داڑھی منڈانے یا حد شرع سے کم رکھنے والے کو یعنی جو اسے کتروائے ایسے کو امام بنائیں گے تو گنہگار ہوں گے اس لئے کہ اسے امامت کیلئے آگے بڑھانے میں اس کی تعظیم ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ (فتاوی رضویہ ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

فاسق فی العقیدہ، بدمذہب ہے۔ امامت کے قابل نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہمارے ہاں ایک حافظ قرآن سے تراویح پڑھوانے کے بارے میں اختلافات ہوئے ہم تمام محلے والے تقریباً پندرہ سال سے اس حافظ کے پیچھے نماز تراویح ادا کرتے رہے ہیں اس سال ایسا ہوا کہ تین چار اشخاص نے اعتراض کیا کہ حافظ کی داڑھی شرع کے خلاف ہے لہٰذا اس حافظ کے پیچھے نماز تراویح نہیں ہوتی۔ داڑھی کی آڑ میں وہ لوگ ایک فاسق فی العقیدہ جو کہ دیوبندی تھا اس کے لئے کہا گیا کہ اس کے پیچھے نماز تراویح ادا کریں گے لہٰذا ہم لوگوں نے اس دیوبندی حافظ کو بھگا دیا۔ وہ لوگ معلوم ہوا ہے کہ آپ سے داڑھی کے بارے میں فتوی لے کر گئے ہیں اور وہ لوگ جمعہ کے روز اس فتوی کو بعد نماز جمعہ نمازیوں کو دکھائیں گے۔ جبکہ اصل صورتحال یہ ہے جو ہم نے تحریر لکھی ہے۔ آیا وہ دیوبندی حافظ تراویح پڑھانے کیلئے مناسب رہے گا یا اہل سنت و جماعت کا حافظ مناسب رہے گا۔ آپ سے عرض ہے کہ قرآن وحدیث اور فقہ کی روشنی میں فتوی دیں۔

۷۸۶ **الجواب:** داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا فسق فی العمل ہے اور علی الاعلان گناہ اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور اسے امام بنانا گناہ۔ اور نماز واجب الاعادہ۔ لیکن وہابی دیوبندی ہونا فسق فی العقیدہ ہے اور اس میں مبتلا کم از کم سخت ترین فاسق اور بدمذہب وبددین ہے تو اس کے پیچھے نماز کیونکر ادا ہوگی۔ کم از کم اس پہلے کا عقیدہ تو سلامت تھا عمل خراب۔ اور اس کا تو نہ دین ہے نہ عقیدہ تو پہلے والے کی اصلاح کرائیں، اگر واقعی داڑھی حد شرع کم کی ہے تو توبہ کرائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ر رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

داڑھی منڈے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ: ہماری مسجد میں حافظ تراویح پڑھاتا ہے۔ تین چار اشخاص نے حافظ کی داڑھی چھوٹی ہونے پر اعتراض کیا کہ اس حافظ کے پیچھے نماز تراویح نہیں ہوتی لیکن حافظ نے یہ اعتراض سن کر توبہ کرلی کہ آئندہ داڑھی شرع کے مطابق رکھوں گا۔ آیا توبہ کے بعد حافظ کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔ قرآن وحدیث کی روشنی

میں صحیح جواب سے مشکور فرمائیں۔ آپ عین نوازش ہوگی۔ السائل محمد عثمان، کوٹری، 02/08/1979

۷۸۶ الجواب: داڑھی منڈانا یا حد شرع سے کم رکھنا یعنی کتروانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اگر نماز پڑھ لی تو واجب الاعادہ۔ ہاں اگر وہ توبہ کرلے اور اپنی اصلاح کرلے یعنی اس کے چہرے پر پوری حد شرع کے مطابق داڑھی آجائے تو اس وقت بے شک نماز اس کے پیچھے درست و جائز ہوگی۔ اس وقت کہ اس کی داڑھی خلاف حد شرع ہے امام بنانے کی اجازت نہیں۔ ارشاد قرآنی ہے ثم تاب من بعد ذلك واصلح۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

رومال باندھ کر نماز پڑھانا/داڑھی منڈے کی امامت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) رومال باندھ کر امام نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ اور رومال کی لمبائی کتنی ہونی چاہیے۔ (۲) اقامت کھڑے ہو کر سننا کیسا ہے؟ (۳) حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے کی امامت، اقامت، اذان جائز ہے یا نہیں؟ داڑھی کی کم از کم حد کیا ہے؟ جواب باصواب سے عنداللہ ماجور ہوں۔ سائل: سید ضیاء الدین بن حضرت مفتی سید ریاض الحسن جیلانی قادری رضوی

۷۸۶ الجواب: رومال اگر بڑا ہو کہ اتنے پیچ آسکیں جو سر کو چھپالیں تو وہ عمامہ ہی ہوگیا اور چھوٹا رومال جس سے صرف دو ایک پیچ آسکیں لپیٹنا مکروہ ہے۔ کم از کم اتنی لمبائی درکار ہے جس سے تین پیچ آسکیں (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) تکبیر کھڑے ہو کر سننا مکروہ ہے یہاں تک کہ علماء نے فرمایا کہ اگر تکبیر ہو رہی ہے اور مسجد میں آئے تو بیٹھ جائے اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اس وقت سب کھڑے ہو جائیں۔ (فتاوی عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) داڑھی حد شرع یعنی ایک مشت سے کم رکھنا، یعنی ترشوانا، گناہ و فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن۔ اور فاسق معلن کی نہ اذان درست نہ امامت روا۔ اگر وہ اذان کہے تو دہرائی جائے (درمختار) اور نماز پڑھائے تو اس کا بھی اعادہ کیا جائے۔ غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقاً یاثمون۔ البتہ مؤذن کی اجازت سے اگر وہ اقامت کہے تو اس کا اعادہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

داڑھی منڈے کی اذان مکروہ ہے اگرچہ موذن نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: اگر مسجد میں موذن موجود ہو تو اس کی موجودگی میں اور آدمی داڑھی مونڈا ہوا اذان دے سکتا ہے یا نہیں دے سکتا؟ اور موذن کی غیر موجودگی میں وہ موصوف آدمی اذان دے سکتا ہے یا نہیں دے سکتا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ بینوا توجروا السائل۔ محمد رفیق، ریشم گلی مکان نمبر 1687/D42، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: داڑھی منڈانے یا کتروانے اور حد شرعی سے کم رکھنے والا، فاسق معلن ہے (فتاوی رضویہ وغیرہ) اور فاسق معلن (یعنی وہ جو علی الاعلان ایک گناہ کرتا اور اس میں مبتلا رہتا ہے) اگرچہ عالم ہو، اس کی اذان مکروہ ہے اور ایسی

اذان کا اعادہ کیا جائے (درمختار) موذن موجود ہو یا نہ ہو۔ دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے اور یہ اس لئے کہ داڑھی منڈانے یا کتروانے والے کو اپنے اس جرم کا احساس ہو اور وہ اس سے باز آئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ جمادی الاخری ۱۴۰۰ھ

داڑھی کی مقدار

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ (۱) شریعت میں کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ داڑھی کی کیا مقدار ہے؟ (۲) جس امام نے داڑھی کٹوا کر حد شرع سے کم رکھی ہوئی ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟ امید ہے کہ کتاب وسنت سے جواب دیکر مشکور فرمائیں گے۔

السائل۔ محمد حفیظ نقشبندی، کیماڑی، کراچی، ۲۶ اپریل ۱۹۸۰ء

۷۸۶ **الجواب:** مسلم تو مسلم کفار تک جانتے ہیں کہ روز اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے اہلبیت کرام وصحابہ عظام وائمہ اعلام اور ہر قرون وطبقہ کے اولیائے امت وعلمائے ملت بلکہ قرون خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے یہانتک کہ داڑھی کا ازالہ تو ازالہ اگر خلقۃً کسی کی داڑھی نہ ہوتی اس پر سخت تاسف کرتا اور یہ ہر عیب سے بر تر عیب سمجھا جاتا ہے۔ علمائے کرام علامات قیامات میں گنا کرتے کہ آخر زمانہ میں کچھ لوگ پیدا ہوں گے کہ داڑھیاں منڈائیں گے یہ تراشیں خراشیں کافروں مشرکوں کی دیکھا دیکھی عرصۂ مدید کے بعد مسلمانوں میں آئیں وہ بھی اس انداز میں کہ اہل ایمان اگرچہ شامت نفس سے، اس فعل بد میں مبتلا ہو گئے، داڑھی منڈانا کتروانا سخت گناہ ہے متعدد احادیث میں وارد اور صاف صریح حکم موجود ہے کہ مونچھیں ترشواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ اور اس کی حد کتب فقہ واحادیث کی تصریح سے ایک مشت ہے اس سے کم کرنا یعنی کتروانا خواہ منڈانا فسق ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھی تو دہرانا واجب۔ غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقاً یاثمون لوگ اگر فاسق معلن کو امامت کیلئے بڑھائیں گے تو گنا ہگار ہوں گے بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اھتمامہ با مور دینہ الخ اور معنی اس کا یہ ہے کہ فاسق کی امامت مکروہ تحریمی ہے اس لیے کہ وہ امور دین کا اہتمام نہیں کرتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۰ھ

فتاوی رضویہ کی روشنی میں امام کی شرائط ملاحظہ فرما کر اس پر فتوی دیں

بحضور مفتی اعظم مفتی محمد خلیل خاں صاحب، سلام مسنون!

مسئلہ: ۲۱ محرام الحرام ۱۳۳۹ ہجری۔ کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کس کس شخص کی جائز ہے۔ اور کس کس کی ناجائز اور مکروہ۔۔۔ اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب: جو قرأت غلط کرتا ہو جس سے معنی فاسد ہوں۔ یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو۔ یا ضروریات دین سے کسی چیز کا منکر ہو

جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد نیچری، قادیانی، چکڑالوی، وغیرہم۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ اور جس کی گمراہی حد کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثلاً امیر معاویہ اور عمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں ان سب کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے۔ کہ انہیں امام بنانا حرام۔ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم رکھنے والا۔ یا کندھے سے نیچے عورتوں جیسے بال رکھنے والا۔ خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے پہنے یا مغرق ٹوپی، یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ والی انگوٹھی۔ یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ دونوں ملکر ساڑھے چار ماشہ سے کم وزن کی ہوں یا سود خور۔ یا ناچ دیکھنے والا ان سب کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں ایسی غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت مرد یا خرابی یا برص والا جس سے لوگ کراہت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے اگرچہ عالم ہو۔ وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ وعیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اول دیوبندی وغیرہم۔ کہ نہ ان کی نماز۔ نماز ہے۔ نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض اگر وہی جمعہ وعیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھے اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

امام سے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت، صحیح القرأۃ ہو۔ مسائل نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو۔ نہ اس میں کوئی جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو۔ یہی اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تعدیل واطناب۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم بالصواب عبدہ المذنب احمد رضا عفی عنہ، بحمدن المصطفیٰ ﷺ

مسئلہ۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اس فتویٰ کی روشنی میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین داڑھی منڈانے اور خشخشی کرانے والا اور حد شرعی سے کم رکھنے والا فاسق ہے۔ یا نہیں؟ اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اور حدیث شریف میں نبی اکرم ﷺ نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے؟ اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا؟

الجواب: داڑھی منڈانے اور کتروانے والا فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے۔ فرض ہو۔ یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں۔ حدیث شریف میں اس پر غضب اور ارادۂ قتل وغیرہ کی وعیدیں وارد ہیں۔ اور قرآن عظیم میں اس پر لعنت ہے۔ نبی ﷺ کے مخالفوں کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ رشوال المکرم ۱۴۰۰ھ

داڑھی کی شرعی حد

سوال: کیافرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: داڑھی شرعی کتنی ہونی چاہیے؟ اور داڑھی لپیٹ کر کانوں سے باندھنا یا ٹھوڑی کے نیچے دابنا سکھوں کی طرح کیسا ہے؟ بینو اتوجروا

۷۸۶الجواب: کسی کی جانب، داڑھی کی شرعی حد ایک مشت ہے۔ اس سے زائد ہو تو کتروانے کی اجازت ہے۔ داڑھی میں ہر قسم کی تراش خراش، یا اس کا رکھ رکھاؤ، جس میں یہودیوں مجوسیوں مشرکوں ہندوؤں غرض غیر مسلموں سے مشابہت پائی جائے اور دیکھنے والے کو گمان ہو کہ شاید یہ داڑھی والا غیر مسلم ہے، حرام و ناجائز ہے کہ من تشبه بقوم فهو منهم جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ انہیں کے ساتھ روز قیامت اٹھایا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب القرأۃ

سہواً خلاف ترتیب نماز میں پڑھنا

سوال: عالی جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

گذارش یہ ہے کہ فدوی ایک سہواً غلطی پر کشیدگی کو ختم کرنا چاہتا ہے اور آپ سے مدد کا خواہاں ہے امید ہے کہ آپ ناامید نہ کریں گے۔ ہوا یہ کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں جو امام صاحب مقرر ہیں وہ علیل ہونے کے باعث فجر میں امامت نہ کر سکے اور تمام مقتدی صف بہ صف انتظار میں بیٹھے رہے اور جب فجر کا وقت تنگ ہوگیا تو یہ طے پایا کہ کوئی اور صاحب امامت کریں لہٰذا ایک صاحب کو امامت کے لئے کھڑا کر دیا اور انہوں نے تنگ وقت کو مدنظر رکھکر چھوٹی سورتیں سورہ فاتحہ کے بعد تلاوت کیں اور اور پہلی رکعت میں قل یا یھا الکفرون اور دوسری رکعت میں لا یلاف قریش تلاوت کی یعنی قرآن پاک ترتیب سے نہ پڑھا گیا۔ اور اختتام نماز پر چند لوگ کہنے لگے کہ جماعت کی نماز نہ ہوئی اور کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نماز ہوگئی۔ آنجناب سے ملتمس ہوں کہ آپ اپنے قلم سے تحریر فرمادیں کہ نمازیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ جوابی کارڈ ارسال خدمت ہے کہ فدوی کو جواب سے مطلع کرسکیں گے۔ فقط آپ کا خادم، محمد وقار، پریٹ آباد

۷۸۶ **الجواب:** مکرمی وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ میں سفر ہندوستان سے واپس ہوا تو آپ کا کارڈ دیکھا۔ جواباً تحریر ہے کہ اگر نماز میں کوئی ایسا واجب ترک ہو جو واجبات نماز سے نہیں بلکہ ان کا وجوب امر خارج سے ہو تو سجدہ سہو واجب نہیں، مثلاً خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا ترک واجب ہے مگر موافق ترتیب پڑھنا واجبات تلاوت سے ہے واجبات نماز سے نہیں۔ لہٰذا سجدہ سہو نہیں۔ (ردالمحتار) لہٰذا صورت مسئولہ میں جبکہ پہلی رکعت میں سورہ قل یایھا الکفرون اور دوسری میں لا یلاف سہواً پڑھی گئی تو نماز مطلقاً ہوگئی یہاں سجدہ سہو واجب نہیں ہاں قصداً خلاف ترتیب پڑھنا، موجب وعید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۹ رجب المرجب ۱۳۸۳ھ

فصل کے ساتھ نُھْدِ پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: فرض نماز کی ادائیگی میں امام عبدالمالک صاحب متعین مسجد روغن فروشان ورق، گرونگر تالاب نمبر تین، نے سورہ فاتحہ کی متعدد بار اِھْدِ کے بجائے نُھْدِ تلاوت فرمایا۔ مجھ سائل نے عرض کیا کہ آپ کو بجائے نُھْدِ کے اِھْدِ پڑھنا چاہیے۔ مگر امام صاحب موصوف برابر مصر ہیں کہ نُھْدِ صحیح ہے اور ہم کو پڑھنے کی

اجازت ہے۔ لہٰذا تحریر ہذا پیش کر کے مدعی ہوں کہ صحیح لفظ سے مطلع فرمایا جائے تا کہ غلط فہمی دور ہو مشکور ہوں گا۔

محمد رفیق داد خان، پشاوری پاڑہ تالاب نمبر تین حیدر آباد

الجواب: سورہ فاتحہ کی قرات میں نستعین کے ن کو اھد کی ھ کے ساتھ وصل کے کر کے نستعین اھد (نھد) پڑھنا جائز ہے۔ لیکن حکم یہ ہے کہ وصل وفصل جو طریقے عموماً لوگوں میں متعارف ہیں وہی اختیار کیے جائیں ورنہ لوگ ناواقفی کے باعث انکار کریں گے اور یہ انکار ان کے لئے وجہ گرفت وسبب مواخذۂ شرعیہ ہوگا۔ ہاں لوگ واقفیت رکھتے ہوں تو کوئی مضائقہ نہیں جبکہ بطور اظہار ہمہ دانی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ شوال المکرم ۱۳۸۲ھ

قرأت میں معنی فاسد ہوں تو سجدہ سہو لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: امام نے سورت یوسف کے پہلے رکوع میں قال یا بنی سے ایک رکعت میں علیم حکیم پڑھا اور حکیم علیم پڑھا نماز ہوئی یا نہیں؟ بعد نماز کے مقتدیوں نے کہا کہ آپ نے علیم حکیم کے بجائے حکیم حلیم پڑھا اور یہ فرمایئے سجدہ سہو لازم آتا ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر ایک لفظ کی جگہ دوسرا لفظ پڑھا اگر معنی فاسد نہ ہو جائیں تو نماز ہو جائے گی جیسے یہاں پر علیم کی جگہ حکیم پڑھا کہ یہاں سجدہ سہو لازم نہیں آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ ذی قعد ۱۳۸۲ھ

لقمہ سے سجدہ سہو لازم نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ: امام کے کچھ بھول جانے سے ایک مقتدی نے امام کو لقمہ دیا۔ تو کیا اس صورت میں امام اور لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں۔ یا سجدہ سہو واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مقتدی کے امام کو لقمہ دینے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صرف لقمہ دینے والے مقتدی کی نماز فاسد ہوتی ہے۔ کیونکہ فرض میں مقتدی امام کو لقمہ نہیں دے سکتا۔ تو براہ کرم بروئے شرع شریف معلوم فرمائیں کہ مسئلہ کس طرح ہے۔ بینوا توجروا

الجواب: اپنے امام کو لقمہ دینا اور امام کا اپنے مقتدی سے لقمہ لینا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ ہاں اگر مقتدی نے دوسرے سے سن کر جو نماز میں اس کا شریک نہیں ہے لقمہ دیا اور امام نے لے لیا تو سب کی نماز گئی اور امام نے نہ لیا تو صرف اس مقتدی کی گئی (درالمختار وغیرہ) واللہ اعلم

عوام میں جو مشہور ہے کہ لقمہ دینے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا سجدہ سہو لازم آتا ہے محض بے سند بات ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۶ھ

مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا منع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

ا۔ ایک شخص جو کہ کچھ مسائل سے واقف ہے اور حافظ قرآن بھی ہے وہ کہتا ہے کہ نماز باجماعت میں یعنی امام کے پیچھے مقتدی کو سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری ہے اگر مقتدی نہیں پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی لہٰذا اس مسئلہ میں وہ صاف کہتے ہیں کہ مقتدی کا سورہ فاتحہ پڑھنا بخاری شریف سے ثابت ہے اب اس کے برعکس ہمارا عقیدہ اور فعل یہ ہے کہ نماز باجماعت میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ یا دیگر سورہ پڑھنا منع ہے برائے کرم مندرجہ بالا مسئلہ کا جواب مکمل طریقہ سے تحریر فرمائیں کہ سورہ فاتحہ امام کے پیچھے پڑھنا ضروری ہے یا نہیں؟

۲۔ وہ شخص جو کہ سورہ فاتحہ کو مقتدی کے لیے پڑھنا لازم کہتا ہے اس کے جواز میں یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ فاتحہ ایصال ثواب میں بغیر سورہ فاتحہ کے فاتحہ نہیں ہوگی اسی طرح بغیر سورہ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوگی۔ کیا یہ شرعی طور پر صحیح ہے یا نہیں؟ اس کا جواب بھی عنایت فرمائیں۔ منیر الدین، سرفراز کالونی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ا۔ بخاری و مسلم کی روایت ہے کہ جس نے سورہ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہیں اور مسلم شریف میں مروی ہے کہ وہ نماز ناقص ہے لیکن یہ حکم اس شخص کے لئے ہے جو امام ہو یا تنہا پڑھتا ہو اور مقتدی کو یہ پڑھنا نہیں بلکہ امام کی قرات اس کی قرات ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جو امام کے پیچھے ہے تو امام کی قرات اس کی قرات ہے۔ (ترمذی و مسند احمد) عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرات کے بارے میں سوال ہوا فرمایا خاموش رہ کہ امام کی قرات تجھے کافی ہے (موطا امام احمد) سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں درست رکھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قرات کرے اس کے منہ میں انگارہ ہو۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جو امام کے پیچھے قرات کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔ ایسا ہی مضمون حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جیسا کہ طحاوی شریف میں مذکور ہے اس لئے امام مذکور کا، مذکورہ بالا قول یا تو ناواقفی کی بنا پر ہے یا وہ وہابیت کی بنا پر اور وہابیت ملعون ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ ایصال ثواب میں بھی سورہ فاتحہ پڑھنا ضروری نہیں ایصال ثواب نام ہے اس کا کہ قرآن مجید یا درود شریف یا کلمہ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ اگر ایصال ثواب میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی جائے تو ایصال ثواب نہ ہوگا اور اس پر قیاس کرنا محض نادانی ہے یا دوسروں کو دھوکہ دینا امام مذکور اگر اس سے باز نہ آئے تو مسلمان اسے امامت سے معزول کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

خطبہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد کا نام نہ لیا جانا/ قرأت میں غلطی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں

۱۔ خطبہ جمعہ وعیدین میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد کا نام نہیں لیا جاتا جبکہ دوسرے تینوں خلفاء کے والد ماجد کا نام ان کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ۲۔کوئی شخص نماز میں سورہ فاتحہ کے بعد کسی مقام سے قرآن کریم کی آیات پڑھنا شروع کرتا ہے۔اور مقدار قرات سے پہلے ہی اس کو متشابہ لگتا ہے یا بھول جاتا ہے ایسی صورت میں سجدہ سہو لازم آتا ہے یا نہیں اور بغیر سجدہ سہو کئے ہوئے نماز ہوگی یا نہیں؟ ۳۔غلط قرآن کریم پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟اگر منع کرنے کی صورت میں فساد کا اندیشہ ہو تو اس کی اقتداء کر کے نماز دہرائے یا گھر پر جماعت کے بعد مسجد میں نماز ادا کرے؟ ۴۔اعراب اور مد کی غلطیوں سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

مندرجہ بالا سوالات کے جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا توجروا

خادم احمد حسین نقشبندی ،لطیف آباد یونٹ نمبر ۸- سی ،حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: خلفائے راشدین میں سے جس خلیفہ نے جس نام سے شہرت پائی علماء سلف نے خطبہ میں وہی نام لیا اور یہی متوارث ہے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد ماجد خود بھی صحابی ہیں تو ان کے نام کے ساتھ ان کے والد ماجد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لینا کسی سوء ادبی کی بناء پر نہیں۔ واللہ اعلم

۲۔ جب کہ یہ مجبوری سہو تھا کچھ کراہت نہیں ،اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ سہو لازم ہے۔کما فی ردالمحتار۔واللہ اعلم

۳۔ اگر غلطی ایسی ہوئی جس سے معنی بگڑ گئے تو نماز فاسد ہوگئی ورنہ نہیں اور سائل مظہر ہے کہ امام غلط پڑھتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ حروف مخارج سے ادا نہیں کرتا اور اپنی اصلاح کی بھی کوشش نہیں کرتا تو خود اس کی بھی نماز نہیں ہوتی اور نماز اس کے پیچھے نادرست۔تو ایسے کو امام بنانا حرام ہے۔اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال اپنے سر لینا ہے۔والعیاذ باللہ

۴۔ اعرابی غلطیاں ایسی ہوں جس سے معنی نہ بگڑتے ہوں تو مفسد نہیں اور اگر اتنا تغیر ہو کہ اس کا اعتقاد اور قصداً پڑھنا کفر ہو تو نماز کا اعادہ کرے اور مد کا جو کم از کم درجہ قاریوں نے رکھا ہے اس کو پورا کرے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۸۶ھ

مقتدی کا سورہ فاتحہ پڑھنا اور آمین بلند آواز سے کہنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: مقتدی کو امام کے پیچھے سورہ فاتحہ پڑھنا چاہیے یا نہیں اور ایسے امام کے پیچھے جو کہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا جائز کہتا ہے اس کے پیچھے اہل حنفاء کی نمازیں جائز ہیں یا نہیں؟ کیا مقتدی نماز میں آمین بالجہر کہہ سکتا ہے اور بالجہر آمین کی کوئی معتبر حدیث موجود ہے۔اہل احناف کا اس پر کیا فتوی ہے۔برائے کرم مدلل حدیثیں دیں۔بینوا توجروا

العبد محمد علی عفی عنہ، یونٹ نمبر ۹،متصل ایک منارہ مسجد،لطیف آباد،حیدرآباد

۷۸۷ الجواب: ان دیار واطراف میں اس قسم کے دعویدار وہابیہ وغیر مقلدین ہیں جو سنیوں میں از راہ تقیہ سنی بن کر گھستے

اور انہیں گمراہی کی طرف بلاتے اور آخرکار باہم مسلمانوں میں افتراق و انتشار پھیلاتے اور فرقہ بندی کو ہوا دیتے ہیں اور مذہب اہلسنت و جماعت کو جو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی، میں مجتمع ہے اور نجات پانے والا گروہ ہے بدعتی و مشرک ٹھہراتے ہیں حالانکہ امت کا اجماع ہے کہ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں نقل فرماتے ہیں و من کان خارجا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار۔ اعلیحضرت فاضل بریلوی قدس سرہ اپنے فتاوی رضویہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انہیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے ان سے مخالطت میل جول آگ ہے۔ حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں اهل البدع شر الخلق والخليقة بدمذہب تمام مخلوق سے بدتمام جہاں سے بدترین۔ دوسری حدیث میں ہے اصحاب البدع كلاب اهل النار بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو خصوصاً بحال فتنہ و فساد کہ وہابیہ کی عادت قدیم ہے مساجد میں کیونکر آنے دیا جائے قال اللہ تعالیٰ والفتنه اشد من القتل فتنہ قتل سے بھی سخت تر۔ اور ایک اور جگہ حضور نے ارشاد فرمایا فاسد العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے غیر مقلد کہ ان کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے اور مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امامت سے معزول کردیں اور اس کے پیچھے ہرگز ہرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں۔ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

ض اور ظ کا مخرج الگ ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: قرآن پاک کی تعلیم دیتے وقت بچوں کو اگر بجائے ضاد کے ظاد پڑھایا جائے خصوصاً احناف کے بچوں کو کیا ایسی تعلیم دینا جائز ہے۔ اور اس شخص کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی خرابی ہوگی یا نہیں؟ عنداللہ جواب عنایت فرمائیں۔ السائل۔ قاضی محمد علیم اشرفی، لطیف آباد نمبر ۱۱

۷۸۶ **الجواب:** ض اور ظ دونوں علیحدہ لفظ ہیں جن کے جداگانہ مخارج ہیں ان میں سے کسی کو دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا خواہ نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ حرام قطعی اور گناہ عظیم ہے۔ اور تحریف قرآن کریم ہے۔ یہاں تک کہ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔ محیط میں ہے سئل الامام الفضلی عن یقرء الظاء المعجمته مکان الضاد والمعجمته او علی العکس فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر۔ لہٰذا اس شخص کو نہ بچے پڑھانے پر مقرر کرنا جائز نہ اس کی امامت درست۔ بلکہ ایسے کی اقتداء میں جتنی نمازیں پڑھی گئیں سب کا دہرانا فرض۔ یونہی والدین پر لازم کہ اپنے بچے وہاں نہ پڑھائیں کہ قرآن کریم کی تحریف جیسے گناہ میں شریک نہ ہوں بلکہ فوراً اسے برخاست کردیں یا بچے کہیں اور پڑھنے بھیجیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ جمادی الاخری ۱۳۸۸ھ

ضاد کی جگہ قصداً ظا داور دُواد پڑھنا حرام ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: اگر نماز میں ض (دواد) کے بجائے ظ (زواد) کے تلفظ سے پڑھا جائے تو کیا اس صورت میں نماز درست ہوگی؟ حوالہ جات سے اس کا جواب مرحمت فرمایا جائے۔

حاجی اللہ بخش، منیجر محکمہ اوقاف، بھائی خان چاڑی حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: عمداً ظاد یا دواد دونوں حرام ہیں۔ جو قصد کرے کہ بجائے ض، ظ، یا دال پڑھوں گا ان کی نماز کبھی آخر فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی۔ مغدوب یا مغظوب کہتے ہی بلاشبہ فاسد و باطل ہو جائے گی۔ اور جو حرف مُنَزّل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہ لغزش زبان سے نکل گیا مثلاً دواد تو ہمارے امام اعظم کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد۔ اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو تمام ائمہ حنفیہ کے نزدیک نماز باطل ہے۔ بلکہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے علما تصریح فرماتے ہیں کہ وہ مرتکب کفر ہے۔ محیط برہانی میں ہے سئل الامام الفضلی عن یقرء الظاء المعجمته مکان الضاد المعجمته او علی العکس فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر۔ امام پر فرض ہے کہ وہ اپنی قدرت تک ض کا صحیح استعمال کرے۔ تن آسانی سے کام نہ لے۔ وتفصیلہ فی الفتاوی الرضویۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

ضاد کی جگہ ظا یا دواد پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: حرف ض کو کس طرح پڑھا جائے؟ مسئلہ یہ ہے کہ زید کہتا ہے کہ حرف ض کو ظاد پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ جبکہ بکر کہتا ہے کہ حرف ض کو دُواد پڑھنے والے امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ برائے مہربانی فقہ اور حدیث کی روشنی میں دلیل سے بتائیے کہ زید کا قول صحیح ہے یا بکر کا؟ عند اللہ ماجور جان محمد، معرفت نظام الدین ٹیلر ماسٹر ٹمیاری

۷۸۶ الجواب: ظا اور دواد دونوں محض غلط ہیں۔ اور اس کا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک کو داڑھ سے لگا کر۔ بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا، اور زبان، اوپر کو اٹھا کر تالو سے ملنا، اور ادا میں سختی وقوت ہونا ہے۔ اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے۔ جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظا یا دُواد کا قصد نہ کرے بلکہ قصد اسی حرف کا کرے جو عزوجل کی طرف سے اترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی، صحت نماز پر فتویٰ دیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی بدظن قصداً وعمداً ضاد کو ظا یا دُواد پڑھے تو اس جاہل کی نماز کبھی فاتحہ کے آخر تک بھی نہ پہنچے گی۔ مغظوب یا مغدوب پڑھتے ہی فاسد ہو جائے گی اور اگر یہ بدلہ ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو تمام ائمہ حنفیہ کے نزدیک نماز باطل و فاسد ہوگی اور امام ومقتدی بے نمازی کے بے

نمازی رہیں گے کبھی ان کا فرض ساقط نہ ہوگا۔ تفصیل کے لئے فتاوی رضویہ جلد سوم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ صفر المظفر ۱۳۹۹ ھ

آیت میں وقف کس طرح کریں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: ایک امام مسجد قرات میں آیت کے علاوہ دوسری جگہ وقف کرتا ہے اور پھر لوٹائے بغیر آگے سے قرآن پڑھتا ہے۔ اس صورت میں نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

حاجی اللہ بخش، بھائی خان چاڑی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: وقف یا ابتدائے قرات کا بے موقع ہونا، نماز کو فاسد نہیں کرتا، نماز درست ہو جائے گی مگر ایسا کرنا بہت قبیح ہے (عالمگیری وغیرہ) ہاں اگر معنی فاسد ہو جائیں گے تو نماز جاتی رہے گی۔ اور بوجہ بے علمی اس کا وبال امام و مقتدی پر رہے گا۔ لہٰذا سخت احتیاط لازم۔ قرآن کریم انہیں اصول کے تحت پڑھا جائے جو علمائے قرات نے وضع کیے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۹۹ ھ

بڑی آیت کا آدھا پڑھنا جائز ہے

سوال: بخدمت اقدس جناب قبلہ الحاج علامہ مفتی محمد خلیل خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ

بعد عرض ہے کہ ایک مسئلہ زیر غور ہے جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مسئلہ کا فتوی دے کر ہماری مذہبی رہنمائی فرمائیں مسئلہ یہ ہے کہ مغرب کی نماز میں اگر امام صاحب نے پہلی رکعت میں الحمد کے بعد یہ آیت مبارکہ تلاوت کی ہو ربنا لا تؤاخذنا ان نسينا او اخطانا* ربنا ولا تحمل علينا اصرا كما حملته على الذين من قبلناج ربنا ولا تحملنا مالا طاقة لنا به ج واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولنا فانصرنا على القوم الكفرين۔ اور دوسری رکعت میں سورہ کوثر تلاوت کی ہو تو آیا نماز ہوگئی یا نہیں؟ جناب کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مسئلہ کی وضاحت فرما کر ہم کو فتوی صادر فرمائیں اور ہماری مذہبی رہنمائی فرمائیں۔ ہماری دعا ہے کہ رب کریم اپنے فضل سے اور اپنے پیارے حبیب کے صدقے میں جناب کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔ آمین۔ ثم آمین

حافظ عبدالعزیز نقشبندی عفی عنہ، خطیب بلال مسجد، صرافہ شاہی بازار بلال اسٹریٹ، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں نماز بلا کراہت درست ہوئی۔ اسے ناجائز کہنا، جہالت و ناواقفی پر مبنی ہے اور اس پر ضد کرنا، شریعت محمدی سے لڑنا ہے اور اب بھی اصرار ہے تو وہ کسی معتبر کتاب کا حوالہ دے۔ بہر حال مسئلہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں کسی سورت کا آخر پڑھا اور دوسری میں کوئی چھوٹی سورت مثلاً پہلی میں افحسبتم اور دوسری میں قل هو الله تو حرج نہیں (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ جمادی الاخری ۱۳۹۹ ھ

اَحَدٌ کو اَللّٰہُ الصَّمَدُ سے، نون کی آواز کے ساتھ ملانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ
ا۔ ایک شخص قل ھو اللہ احد ن اللہ الصمد پڑھتا ہے کیا اس طرح پڑھنا جائز ہے اور کیا اس سے نماز ہو جائے گی؟
۲۔ ایک امام صاحب تراویح کے بعد وتر سے پہلے دو رکعت نفل پڑھتے ہیں اور مقتدی اس دوران ان کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں اور پھر وہ وتر پڑھاتے ہیں کیا اس وقت میں ان کے لئے نفل پڑھنا مناسب ہے یا نہیں؟
حاجی سیفل خان، پیٹرول پمپ جام شورو، ۸۔۱۱۔۱۹۷۹ء

۷۸۲ الجواب: ا۔ قل ھو اللہ احد ہ پڑھنا بھی جائز ہے کہ وقف ہے اور احد ن اللہ پڑھنا بھی جائز ہے کہ وصل ہے۔ نماز میں اس سے کوئی کراہت نہیں آتی۔ اعتراض محض ناواقفی پر مبنی ہے۔ عموماً حفاظ کرام وصل بھی کرتے ہیں۔ نماز میں بھی اور نماز کے علاوہ بھی۔ واللہ اعلم
۲۔ نوافل پڑھنے میں تو کوئی حرج نہیں لیکن مقتدیوں پر گراں گزرتا ہے تو وتر کے بعد پڑھ لے۔ اور پھر پوری رات باقی ہے۔ اگر یہ نماز بطور شکر ہے تب بھی اس وقت کیوں جبکہ مقتدیوں پر انتظار خواہ مخواہ امام سے نفرت یا کسی اور غیر مناسب بات کا موجب بھی بن سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

آیت کا کچھ حصہ رہ گیا، معنی فاسد نہ ہوئے تو نماز جائز ہے

سوال: امام صاحب نے دوسری رکعت میں تؤ منون باللہ و رسولہ و تجاھدون فی سبیل اللہ با موالکم تک پڑھنے کے بعد بقول سامع کے وانفسکم چھوڑ دیا اور ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون یغفر لکم ذنو بکم تا فوز العظیم پڑھا۔ بقول سامع کہ غور سے سنا ہے کہ انفسکم چھوٹ گیا ہے کیا نماز دہرانا پڑے گی یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: نماز ہو گئی کہ معنی میں کوئی فساد لازم نہ آیا۔ دہرانے کی ضرورت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ

مقتدی کے لقمہ پر پوری الحمد پڑھی تو سجدہ سہو کافی نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک پیش امام نے فرض نماز میں الحمد شریف شروع کی اور ایاك نستعین کی جگہ انہوں نے فایاك نستعین پڑھا جس پر ایک مقتدی نے ان کو لقمہ دیا جس پر پیش امام نے دوبارہ الحمد شریف پڑھی اور نماز بغیر سجدہ سہو کے مکمل کر لی۔ لہٰذا ایسی صورت میں بغیر سجدہ سہو کے نماز ہوئی یا نہیں؟ اس لئے آپ بروئے شریعت تحریری جواب سے مستفیض فرمائیں۔ نور الدین قادری، رشی گھاٹ روڈ، حیدر آباد ۸ راگست، ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب: امام نے سہواً و ایاك نستعین کی بجائے فایاك نستعین پڑھا یعنی واؤ کو فا سے تبدیل کر دیا تو اس سے معنی میں کوئی فساد لازم نہ آیا اور نماز صحیح ہوگئی۔ لیکن از انجا کہ مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے دوبارہ الحمدللہ پڑھی تو یہ ترک واجب ہوا۔ کہ نماز میں پوری سورۂ فاتحہ ایک ہی بار پڑھنا واجب ہے۔ اور چونکہ یہ ترک واجب سہواً نہیں قصداً ہوا لہٰذا اس کی تلافی سجدہ سہو سے بھی نہ ہوتی۔ خلاصہ یہ کہ نماز دہرائی جائے۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

اگر الفاظ ٹوٹ جائیں اور معنی مہمل ہو جائیں تو نماز باطل ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید ایک مسجد میں تراویح کا امام ہے اور حافظ قرآن ہے لیکن حروف کی ادائیگی پر کما حقہ قادر نہیں ہے مثلاً لفظ ھُم اور ھِم کے ادا کرنے سے معذور ہے موصوف مذکورہ تلفظ کو کاف کی آواز سے بدل کر پڑھتا ہے جس سے لفظ ھُم کی بجائے کُم اور ھِم کی بجائے کُم کا تلفظ بن جاتا ہے۔ علیھِم سے علِیکم اور ایلفھم سے ایلفِکم۔ ابصارَھُم سے ابصارَکُم ہو جاتا ہے۔ غرض تمام قرآن مجید کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا ایسا معذور شخص از روئے شریعت مطہرہ امامت کا اہل ہے یا نہیں؟ براہ کرم صحیح جواب سے آگاہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ السائل مسلم، ۱۹ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم اس طرح پڑھنا کہ معنی فاسد ہو جائیں مثلاً لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں کھلا تغیر راہ پائے۔ یا کھڑا پڑا کی بدتمیزی کہ حرکات بڑھ کر حروف اندوہ ہو جائیں یا اور ایسی ہی قباحتیں لازم آئیں جیسا کہ سوال میں مذکور ہے تو محققین علماء کے نزدیک خود اس کی نماز باطل ہے اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی تو کسی کی اس کے پیچھے نہ ہو سکے گی۔ اور نماز فرض ہو یا تراویح۔ ایسے امام کی اقتداء صحیح نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

وقف لازم رہ جائے تو بھی نماز صحیح ہے

سوال: جناب عالی مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی صاحب، السلام علیکم

بعد سلام عرض ہے پہلے پارے کے تیسرے رکوع کی آخری آیت تحریر کے مطابق پڑھی جائے گی یا نہیں۔ آخری آیت تحریر ہے فسو ھن سبع سموات ط و ھو بکل شئی علیم ط یعنی ملا کر پڑھنے کی صورت میں و ھو کی واؤ پر تشدید جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ لکھی ہوئی نہیں ہے۔ اور بارھویں رکوع کی آخری آیت تحریر کی مطابق پڑھی جائے گی عنھم ط لو کانوا یعلمون یعنی ملا کر پڑھنے کی شکل میں لو کے لام پر تشدید پڑھی جائے گی یا نہیں؟

یہ دونوں آیات نماز میں قرأت کے ساتھ تحریر کے مطابق پڑھی جائیں گی یا نہیں؟

سیکریٹری عبدالغنی، مدرسہ حنفیہ تعلیم القرآن، ایڈوانی گلی، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: صورت مسئول عنہا میں اگر سموات ط پر وقف نہ کیا جائے تو بلاشبہ سموات و ھو یعنی واؤ کو مشدد پڑھنا جائز ہے۔ یوں ہی دوسری آیت میں خیر ط پر وقف نہ کرنے کی صورت میں خیر لو کانوا یعنی لو کے لام کے مشدد پڑھ سکتے ہیں۔

۷۸۶ قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ کسی حرف کو دوسرے کلمہ کے ساتھ وصل کر دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ یو ہیں وقف وابتداء کا بے موقع ہونا بھی مفسد نماز نہیں۔ اگر چہ وقف لازم ہو۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الدعاء

آداب دعا

یاعلی مشکل کشا شیر خدا

سوال: بھائی رشید صاحب، السلام علیکم

مزاج شریف۔ آپ کو حسب ذیل تکلیف دے رہا ہوں جو کہ کار ثواب ہے مجھ کو معلوم ہوا کہ حیدر آباد میں حضرت مولانا علامہ مفتی محمد خلیل خان صاحب مفتی ہیں اور نیک مشورہ عنایت فرماتے ہیں اس لئے آپ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر میرا اسلام عرض خدمت کرتے ہوئے یہ استفتاء پیش کر دیں۔ جواب بھی اس پر تحریر کروادیں اور مہر بھی لگوالیں۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) دعا مانگنے کے بعد ہاتھوں کو اپنی اپنی آنکھوں پر پھیرنا یا اپنے چہروں پر پھیرنا سنت صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا کیا درجہ ثابت ہے۔

(۲) دعا مانگتے وقت اپنے اپنے ہاتھوں کی چھوٹی انگلی سے چھوٹی انگلی کا ملانا بھی بغلی سے بغلی کا ملانا سنت صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا کہ اپنے اپنے ہاتھوں کو دور دور علیحدہ علیحدہ کر کے پھیلانا سنت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ یا کیا درجہ ثابت ہے؟ دور دور ہاتھوں کو رکھنا کہاں سے ثابت ہے؟ دعا مانگتے وقت ہاتھوں کو دیکھنا چاہیے یا کہ آسمان کو؟

(۳) کیا دعا مانگنے کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ اور کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کو چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔ اور کیا اول آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے کے بعد کھڑے ہوتے تھے اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کھڑے ہوتے تھے۔ یہ مسئلہ کس طرح ثابت ہے۔ امام صاحب نماز ختم کر کے اپنے چہرہ مبارک کو مقتدیوں کی طرف کر لیں تو مسبوق جس کی دو، ایک، تین یا چار رکعتیں رہ گئی ہیں جو کہ امام کے پیچھے نیت باندھ چکا ہے تو اس کا سجدہ امام صاحب کے سامنے کی جگہ ہوا کیا اس طرح امام ایک دم قبلہ سے منہ پھیر لیں اور پیٹھ کر لیں یا کہ ممبر شریف کی طرف اپنے چہرہ مبارک کو رکھے؟

(۴) بوقت صلوٰۃ وسلام کیا ممبر شریف ہی کی طرف شکل کو لوگ رکھیں مگر آجکل رواج لاؤڈ اسپیکر کا ہے جو کہ چاروں طرف لاؤڈ اسپیکر کے تمام لوگ کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا اس طرح کھڑے ہونے میں کسی قسم کی کوئی بے ادبی ثابت ہوتی ہے؟

(۵) ایک شخص اردو جاننے والا صحیح روایات بزرگان دین کی تصانیف سے، بمعہ حوالہ صفحہ تا سطر نام کتاب بتاتے ہوئے لوگوں کو مسجد میں بطور وعظ ونصیحت کر سکتا ہے۔ اور کیا کسی غیر مسلم مشرک اور دیوار مکان سے کوئی نیک نصیحت ملتی ہو تو کیا مسلمان عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ فقط والسلام خادم حاجی عبد الستار، ٹنڈو الہیار، سندھ، ۱۸۔۶۔ ۱۹۶۴ء

۷۸۶ الجواب: (۱) دعا سے فراغت پا کر دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے کہ وہ خیر و برکت جو بذریعہ دعا حاصل ہوئی چہرے سے ملاقی ہو۔ واللہ اعلم

(۲) امام محمد بن حنیفہ سے منقول ہے کہ دعا چار قسم کی ہے (۱) دعائے رغبت، اس میں بطن کف (ہتھیلی کا اندرونی حصہ) جانب آسمان رکھے۔ (۲) دعائے رُہبت، اس میں پشت دست (ہتھیلی کی پیٹھ) اپنے چہرے کی طرف ہو۔ (۳) دعائے تضرع۔ اس میں خنصر و بنصر (چھنگلی اور اس کے برابر والی انگلی) بند، اور وسطیٰ (درمیانی والی بڑی انگلی) وابہام (انگوٹھا) کا حلقہ کر کے اوپر کی طرف اشارہ کرکے۔ (۴) دعائے خفیہ۔ کہ بندہ صدق دل سے عرض کرے زبان نہ ہلائے۔ واللہ اعلم

اور وقت دعا ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر یا سینے یا شانوں یا چہرے کے مقابل لائے یا پورے اٹھائے۔ واللہ اعلم

دعا میں نظر نیچی رکھے ورنہ معاذ اللہ زوال بصر کا خوف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ انسان کی مرضی واختیار کی بات ہے۔ دنیاوی یا دینی کاروبار درپیش ہو تو چلا جائے ورنہ ذکر الٰہی بڑی دولت ہے۔ واللہ اعلم

(۴) سلام کے بعد سنت یہ ہے کہ امام داہنی یا بائیں طرف کو انحراف کرے (مڑ جائے) اور داہنی طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی موبھ کر کے بیٹھ سکتا ہے جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو اگر چہ کسی پچھلی صف میں وہ نماز پڑھ رہا ہو۔ دوسرے شخص کو نمازی کی طرف موبھ کرنا ناجائز و گناہ ہے۔ واللہ اعلم

(۵) عرض صلوٰۃ وسلام کے وقت چہرہ مدینہ طیبہ کی جانب رکھے تو بہتر ہے۔ حلقہ بنا کر بھی صلوٰۃ وسلام پڑھا جا سکتا ہے اس میں کوئی بے ادبی نہیں۔ مگر لاؤڈ اسپیکر کے گرد حلقہ بنانا ہی کیا ضروری ہے کہ خواہ مخواہ ہی اس کا التزام کیا جائے۔ واللہ اعلم

(۶) جو شخص عالم دین نہ ہو اس کو وعظ کہنا جائز نہیں۔ ہاں بطور تبلیغ اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر مسئلہ بیان کر سکتا ہے اگر چہ کتاب دیکھ کر۔ مگر نہ اس طرح کہ لوگ اسے عالم دین خیال کریں کہ اس میں دونوں کی خرابی ہے۔ واللہ اعلم

(۷) نصیحت اور نیکی کی بات جہاں سے ملے آدمی حاصل کرے۔ لیکن نصیحت حاصل کرنے کی نیت سے کفار ومشرکین بلکہ گمراہ بد دین کی کتابیں دیکھنا یا ان کی مجلسوں، محفلوں، جلسوں میں شرکت کرنا، ہرگز جائز نہیں۔ حرام و گناہ اور موجب خرابی و ہلاکت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ صفر المظفر ۱۳۸۴ھ

دعا میں ہمیشہ آیت درود پڑھنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفقہائے شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جو ہر نماز کے بعد دعا مانگی جاتی ہے تو آخر دعا میں آیت کریمہ ان اللہ و ملئکتہ یصلون الخ پڑھتے اور اس پر مداومت کرتے ہیں یعنی یہ ہر امام اپنی مسجدوں میں ہمیشگی کے ساتھ آیت کریمہ پڑھتے ہیں تو کیا اس پر مداومت کرنا جائز ہے یا نہیں اور مداومت پہ کیا خرابی لازم آتی ہے۔ کیونکہ بعض لوگ ان پر سخت تنقید کرتے ہیں اور مداومت کرنا بدعت سیئہ بلکہ حرام جانتے ہیں اور پڑھنے والوں کو گمراہ اور بدعتی کہتے ہیں کہ یہ قرآن وحدیث واقوال ائمہ یعنی امام ابوحنیفہ ودیگر ائمہ کرام ومجتہدین و جملہ فقہاء کے قول کے صراحۃً خلاف ہے بلکہ یہ تو

ایک نیا طریقہ ہے، اور ہر نیا طریقہ گمراہی ہے۔ لہٰذا اکرم فرما کر ارشاد فرمائیں کہ یہ واقعی بدعت سیئہ ہے اور ان کا پڑھنے والا گمراہ ہے یا یہ صرف افتراء ہے اگر جائز ہے تو قرآن وحدیث واقوال ائمہ اور ابوحنیفہ ودیگر فقہاء کے قول سے مع احوال کتاب تحریر فرما کر عقلی ونقلی ثبوت سے سرفراز فرمائیں۔ بینو و توجروا عرضدار، حاجی دین محمد، از گاڑی کھاتہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پہ افتراء کرتا ہے۔ ثبوت دے کہ بعد نماز آیت کریمہ اور قرات درود شریف سے شریعت مطہرہ نے کہاں منع فرمایا ہے۔ کس آیت کس حدیث اور اقوال امام اعظم میں سے کس قول کے تحت کہتا ہے کہ خلاف شرع ہے۔ جواز کو یہی کافی ہے کہ شرعاً ممانعت نہیں۔ جس چیز کو اللہ جل جلالہ ورسول ﷺ منع نہ کریں اسے منع کرنا خود بُرا اور نئی شریعت گڑھنا ہے اور جب اسے بنظر تعظیم ومحبت کیا جاتا ہے تو ضرور پسندیدہ ومحبوب ہوگا کہ ہر مباح کام، نیت حسن سے مستحب ومستحسن ہو جاتا ہے۔ امام محقق علی الاطلاق وغیرہ اکابر نے فرمایا کل ماکان ادخل فی الادب والاجلال کان حسناً ولہٰذا نیک بات اگرچہ بدعت ونئی پیدا ہو اس کا کرنے والا سنی ہی کہلائے گا نہ کہ بدعتی۔ ان اطراف میں اس قسم کی بات کرنے والے وہابیہ نجدیہ ہیں جن کی بڑی دوڑ یہی ہے کہ فلاں کام بدعت ہے اگلوں سے ثابت نہیں اس کا ثبوت لاؤ۔ سب کا جواب یہی ہے کہ دو باتوں میں سے ایک کا ثبوت تمہارے ذمہ ہے یا تو یہ کہ فی نفسہ اس کام میں شر ہے یا یہ کہ شرع مطہرہ نے اسے منع فرمایا ہے جب نہ شرع سے منع نہ کام میں شر تو رسول ﷺ بلکہ قرآن وحدیث کے ارشاد سے جائز۔ سنن ابوداؤد میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ مااحل فھو حلال و ما حرم فھو حرام وما سکت عنه فھو عفی جسے اللہ ورسول نے حلال کیا وہ حلال ہے جسے حرام کیا وہ حرام ہے اور جس کا کچھ ذکر نہ فرمایا وہ معاف ہے۔ آیۃ کریمہ میں رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں فرمایا ہے کہ نماز کے بعد نہ پڑھو۔ درود جب بھی پڑھا جائیگا اسی حکم الٰہی کی تعمیل ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رجب المرجب ۱۳۸۷ھ

اذان سے پہلے درود وسلام / انگوٹھے چومنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین بیچ ان مسائل کے کہ: (۱) اذان سے پہلے جو کہ ہم صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں اس کے بارے میں کیا ثبوت ہے۔ (۲) نبی اکرم ﷺ کے اسم گرامی لینے پر جو انگوٹھے چومتے ہیں ان کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے یا نہیں۔ بینو ابالبرھان، توجروا عند الرحمن

۷۸۶ الجواب: سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ خدا ورسول نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی اور رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماعند المسلمون حسن فھو عند الله حسن اہل سلام جس کام کو اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ علماء وصلحاء جب ایسا کرتے ہیں تو ہمیں کیا بات۔ درود شریف جب اور جہاں پڑھیں گے مطلوب ومحبوب ہوگا مگر یہ کہ خدا ورسول اس سے منع فرمادیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جی ہاں بعض احادیث سے یہ مضمون ثابت ہے جیسا کہ ردالمحتار میں مذکور و منقول ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۸۹ھ

تبلیغ کے اصول مقرر ہیں ہر شخص مبلغ نہیں / مقررہ امام نماز پڑھائے

سوال: گذارش یہ ہے کہ ہمارے محلہ کی مسجد میں ایک امام صاحب ہیں جو کہ صبح اذان ہوتے ہی لاؤڈ اسپیکر پر مسائل بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں جب کہ حکم یہ ہے کہ صبح کا وقت افضل ہے اگر کوئی تلاوت کرتا ہے تو بالکل آہستہ کرے لوگ نوافل و وظائف وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں سنا یہ بھی ہے کہ نماز فجر کے بعد درس دیا جائے لیکن اس کے برعکس ہوتا ہے کہ ادھر اذان ہوئی اور مولوی صاحب نے تقریر شروع کر دی۔ دوسرے غیر سند یافتہ ہیں اور اپنے آپ کو خطیب کہلاتے ہیں۔

(۲) اس مسجد میں ۲ دو امام ہیں ایک امام صاحب پنجگانہ پڑھاتے ہیں یہ خطیب صاحب جب بھی آتے ہیں بغیر اجازت کے فوری مصلی پر کھڑے ہو جاتے ہیں اس مسجد میں اذان غلط ہوتی ہے لیکن یہاں پر گروہ بندی ہے۔ قبلہ بروئے شریعت حوالہ حدیث پاک کی روشنی میں جواب تحریر فرمائیں۔ سید حکیم الدین، لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۲، ۱۳/۱۱ جولائی ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: وعظ و پند و نصیحت اور ناواقفوں تک احکام شرعیہ کی تبلیغ ایک کار خیر ہے اور ثواب عظیم کا موجب۔ لیکن ہر کام نہ ہر ایک کے بس کا ہے اور نہ ہر وقت کرنے کا۔ اس کے بھی کچھ اصول ہیں کہ ان کا لحاظ ضروری ہے۔ چنانچہ علماء فرماتے ہیں کہ ”جہاں کوئی نماز پڑھتا ہو یا سوتا ہو کہ باآواز ذکر سے اس کی نماز یا نیند میں خلل آئے گا وہاں ایسی بلند آواز سے پند و نصیحت منع ہے“۔ اور ایک وبال اس میں دوسرا یہ بھی ہے کہ یہ مسائل شریعت کو بے حرمتی کیلئے پیش کرنا ہے کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں ہیں۔ ذکر و اشغال میں مصروف یا نماز وغیرہ میں مشغول۔ تو وہ ادھر توجہ نہ دیں گے۔ ہاں بعد فراغت نماز اس میں کوئی حرج نہیں۔ (ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جو امام پنج وقتہ نمازوں کیلئے مقرر ہو اس کی اجازت کے بغیر کوئی اور نماز نہیں پڑھا سکتا اگر چہ وہ علم و فضل میں اس سے بدرجہا بہتر ہو۔ ہاں اگر وہ پہلا امامت کا اہل نہ ہو مثلاً فاسق معلن ہے یا بدمذہب بددین جیسے آجکل وہابیہ۔ اور دوسرا اہل ہو تو وہ آپ ہی نماز پڑھائیگا کہ وہ پہلا امامت کا کسی طرح اہل ہی نہیں۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) اذان غلط ہوتی ہے تو اہل محلہ اور مسجد کی انتظامیہ بندوبست کرے۔ ورنہ سب گناہ میں شریک ہونگے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم شوال المکرم ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب ذکر بعد نماز

مسجد میں حلقہ ذکر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہر ہفتہ بدھ کے روز بعد از نماز عشاء تقریباً آدھ گھنٹہ نعت خوانی اور ذکر بالجہر بھی بلند آواز سے پہلے لا الہ الا اللہ اس کے بعد الا اللہ اس کے بعد اللہ (اَللّٰہُ) ہوتا ہے اور ذکر کے وقت لائٹ بند کی جاتی ہے اور اس کے بعد سلام پڑھا جاتا ہے اور اس کے بعد فاتحہ ہوتی ہے۔ کیا یہ عمل کرنا مسجد شریف میں جائز ہے یا نہیں؟ دلائل قرآن وحدیث سے۔

تقریباً 24 آدمی پانچ وقت کی نماز مسجد میں ادا کرتے ہیں اور وہ ہی تمام نمازی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے جو اصول ہیں ان کے اصول پر عقیدہ رکھتے ہیں اور مسجد میں بیٹھ کر حلقہ کرتے ہیں اور یہ ہی آدمی مسجد کے علاوہ جہاں بھی قوالی کا پروگرام ہوتا ہے وہاں بیٹھ کر قوالی میں پورا پورا حصہ لیتے ہیں۔

جس جگہ پر حلقہ ہوتا ہے مسجد کے علاوہ اسی جگہ پر پھر قوالی بھی ہوتی ہے۔ اس مسئلہ کو قرآن وحدیث کے حوالہ سے ہمیں بتائیں۔

مسجد میں جو نمازی 24 یا 25 کے علاوہ آتے ہیں بعد جماعت کے وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد میں نماز ادا کرنے کیلئے آتے ہیں اور یہاں بلند آواز سے پڑھتے ہیں ان نمازیوں کو اعتراض ہے۔ اس کو حل فرمائیں۔ دلائل قرآن وحدیث سے۔ سائل محمد حنیف، محمد انوار حسین عرف مجاہد، بریلی کالونی، لطیف آباد نمبر ۱۱

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون جو مسجدوں میں ذکر خدا سے روکے **ومن اظلم ممن منع مساجد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ**۔ اور ذکر خواہ زبان سے باآواز ہو جسے ذکر بالجہر کہتے ہیں یا قلب سے جسے ذکر سری کہتے ہیں دونوں ہی جائز ومستحسن ہیں۔ ہاں ذکر میں آواز اتنی بلند نہ کریں کہ نمازیوں کی نماز اور بیماروں کے سکون اور سونے والوں کی نیند میں فرق آئے اور جبکہ یہ ذکر بعد نماز عشاء وہ بھی ہفتہ میں ایک بار وہ بھی صرف نصف گھنٹہ کیلئے جاری رہتا ہے اس سے نہ نمازیوں کی نماز میں کوئی خلل آتا ہے اور نہ بیماروں کا سکون برباد ہوتا ہے نہ سونے والوں کی نیند میں فرق آتا ہے۔ نماز باجماعت کے بعد آخر یہ لوگ بھی تو سنن ونوافل ادا کرتے ہوں گے اتنی دیر میں دوسرے بھی فراغت پاسکتے ہیں اور اگر جو لوگ دیر سے مسجد میں آئے ان کی نماز میں خلل پڑے گا تو اولاً تو مسجد کے کسی گوشہ میں چار فرضوں کی ادائیگی میں کتنی دیر لگتی ہے۔ باقی نماز گھروں پر پڑھ لیں کہ شرعاً یہی محمود ہے۔ ثانیاً قصور خود ان کا ہے کہ جماعت کیوں چھوڑی۔ اول وقت میں دوسروں کے ساتھ نماز ادا کریں۔ پھر حلقہ ذکر میں شامل ہونا نہ چاہیں تو گھر کی راہ لیں پھر خدارا انصاف یہ تھوڑی دیر کیلئے حلقہ ذکر ہی ان کی نمازوں

میں خلل انداز ہوتا ہے اور دنیا کے سارے ہنگاموں سے ان کی نمازوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا کوئی احتجاج نہیں کرتے کوئی ہنگامہ کھڑا نہیں کرتے اور کھٹکتا ہے آنکھوں میں تو صرف اور صرف ذکر خدا اور رسول خدا کا ان تخصیصات کے ساتھ اگر ایسا ہے تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ہمارے لئے تو اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں نمازوں کے بعد ذکر بالجہر معمول و معروف تھا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے اختتام کو اللہ اکبر کے کہنے سے پہچان لیا کرتا تھا۔ (بخاری و مسلم) بخاری و مسلم کی دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے الغرض مسجد میں مذکورہ بالا حلقہ ذکر کے ساتھ یہ اجتماع شرعاً جائز ہے۔ رہا مسئلہ قوالی کا تو امام اہلسنت امام احمد رضا خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر اکابر علماء خصوصاً مشائخ قادریہ کا مسلک محقق یہی ہے کہ موجودہ قوالی (مزامیر و آلات موسیقی کے ساتھ) حرام و ناجائز ہے اور ان کا مرتکب فاسق معلن۔ (دیکھیں احکام شریعت وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ محرم الحرام ۱۳۸۳ھ

وقت نماز ذکر کرنا

سوال: بخدمت جناب حضرت علامہ مفتی اعظم حیدرآباد محمد خلیل خاں صاحب مدظلہ العالی

بعد از آداب تسلیمات کے آپ کی خدمت میں مندرجہ ذیل مسئلہ عرض کیا جارہا ہے آپ کی نظر میں شریعت کی حدود کے اندر اس مسئلہ کے بارے میں علماء اہل سنت کا کیا خیال ہے؟

موجودہ دور میں ایک جماعت جو خود کو خالص اہل سنت و جماعت مسلک بریلوی ظاہر کرتی ہے یہ حضرات مراقبہ کرتے ہیں اور مراقبہ میں باآواز بلند نعت شریف و اشعار وغیرہ پڑھتے ہیں اور ساتھ ساتھ موٹے دانوں والی تسبیح بھی بجاتے ہیں اور یہ حضرات اس تسبیح کو پنجاب و سندھ کے مشہور بزرگ حضرت فضل علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت عبدالغفار رحمۃ اللہ علیہ سے منسوب کرتے ہیں۔ تو آیا یہ تسبیح شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لحاظ سے مراقبہ میں بجانا جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم دلائل سے فتویٰ صادر فرمائیں عنداللہ ماجور ہوں۔

فقط والسلام، سائل ڈاکٹر محمد جاوید کھوکھر، پتہ عمر الاسلام مسجد، نزد ایس۔ پی۔ آفس، ٹھنڈی سڑک، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: علماء کرام نے قرآن و حدیث سے اعمال صحابہ اور اقوال سلف صالحین اور عقلی وجوہ سے ذکر بالجہر کا جائز بلکہ مستحب و مستحسن ہونا بیان فرمایا ہے۔ جبکہ اس ذکر سے اوقات نماز میں کسی کی نماز میں خلل واقع نہ ہو کسی بیمار کو اس سے اذیت نہ ہو اور آرام کے وقت میں کسی کی نیند خراب نہ ہو اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس سے ریا نہ آئے۔ اور عموماً مساجد میں ان باتوں کا خیال رکھا ہی جاتا ہے تو اس سے روکنا نہ چاہیے۔ تفصیل کیلئے طحطاوی، فتاوی بزازیہ، فتاوی عالمگیریہ اور فتاوی عزیزیہ وغیرہ دیکھیں حتی کہ دیوبندیہ کے اشرفعلی تھانوی نے فتاوی امدادیہ جلد چہارم صفحہ ۲۶ پر لکھا کہ

''پس ثابت ہوا ذکر ہر طور سے جائز ہے کسی کو کسی طور سے بھی منع نہ کریں یہی ارجح واصح ہے بلکہ اگر عدم مشروعیت کو ترجیح دی جائے تب بھی عوام کو منع نہ کریں اسی بہانے کچھ خیر کر گزرتے ہیں''

چنانچہ مانعین نے اس امر کی تصریح کردی۔ یوہیں ریا کا اندیشہ نہ ہو تو تسبیح رکھنا بھی درست ہے البتہ تسبیح بجانا فقیر کی سمجھ میں نہ آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ

نماز کے بعد ذکر بالجہر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: پانچ وقت جماعت کے بعد نصف آدمی تو امام کے ساتھ سلام پھیرتے ہیں اور نصف آدمی اپنی بقایا رکعت پوری کرنے کیلئے اٹھ جاتے ہیں اس وقت کہ امام ابھی اسی قعدہ کی صورت میں بیٹھا ہے اور ذکر بالجہر شروع کر دیتا ہے میں بھی سنی ہوں ذکر بالجہر کا منکر نہیں۔ مگر ذکر بالجہر کیلئے کوئی وقت ہے یا کہ اسی طرح ہر فرض نماز کے بعد جائز ہے۔ آیا اس میں باقی نماز پوری کرنے والوں کی نماز میں خلل نہیں ہوتا۔ مہربانی فرما کر اس مسئلہ کو بحوالہ جات صاف کریں۔ آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ فقط والسلام، آپ کا خادم، رفاعت علی مٹھائی فروش، تلہار، ضلع بدین

۷۸۶ الجواب: ذکر بالجہر اگرچہ جائز ہے لیکن جہاں مسلمان نماز پڑھتے ہوں کہ ذکر بالجہر کی آواز ان کے کانوں سے ٹکراتی ہے اور نمازی کی نماز میں اس سے خلل پیدا ہوتا ہے تو کم از کم اتنی دیر امام وغیرہ کو انتظار کرنا چاہیے کہ جماعت میں شریک ہونے والے مسلمان سلام پھیر دیں اور ان کی نماز میں خلل واقع نہ ہو ورنہ ایسی حالت میں ذکر بالجہر ممنوع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷/ ربیع الاول شریف ۱۳۹۹ھ

ذکر

سوال: جناب عالی مفتی محمد خلیل صاحب، السلام علیکم

۱۔ بعد سلام عرض ہے ہماری مسجد میں کچھ دنوں سے ذکر ضربی لا الہ الا اللہ شروع ہوا ہے عشاء کی نماز کے بعد۔ جس پر مسجد میں کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں اور اس ذکر کو بند کرنے پر اصرار کرتے ہیں لڑنے پر آمادہ ہیں حنفی مسلک کے مطابق ہم اس ذکر کو جاری رکھیں یا بند کر دیں؟ ہمیں اس کا جواب قرآن وسنت کی روشنی میں دیا جائے۔ نوازش ہوگی۔

فقط عبدالغنی ممبر کمیٹی، مکہ مسجد حنفیہ، اہل سنت و جماعت، لالوانی گلی، شاہی بازار، حیدرآباد

۲۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: مسجد میں نماز کے اوقات کے بعد حلقہ کی صورت میں بیٹھ کر ذکر بالجہر (بلند آواز سے) کرنا جائز ہے یا ناجائز؟ قرآن پاک اور احادیث شریف کی روشنی میں دلائل سے ثابت کریں۔ محمد عارف میمن، مکان نمبر F/34-442 لجپت روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب ہوالموفق للصواب: ذکر بالجہر بلاشبہ جائز ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے واذکروا اللہ کذکرکم آباء کم او اشد ذکراً۔ ''اللہ کا ذکر کرو جیسے تم اپنے آباء (باپ دادا) کا ذکر کرتے ہو یا اس سے بھی زیادہ''، زمانہ جاہلیت میں کفار حج سے فارغ ہونے کے بعد بیت اللہ کے سامنے کھڑے ہو کر باپ دادا کے کارناموں کو فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بجائے آباء کے ذکر کے، اللہ کا ذکر کیا کرو۔ اور ظاہر ہے کہ سنانے کیلئے جو ذکر ہوگا وہ بلند آواز سے ہی ہوگا، اس آیت سے مطلقاً ذکر بالجہر ثابت ہوا، نیز اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا فاذکرونی اذکرکم ''تم سب میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا''، اس آیت میں بھی ذکر کا حکم ہے اور کسی شرط کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ نیز قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فاذا قضیتم الصلوۃ فاذکروا اللہ قیاما وقعودا و علی جنوبکم ''جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے''۔ سید المفسرین حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں...... والسقم الصحۃ والسر و العلانیۃ بیماری اور صحت میں، سر اور جہر سے ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو۔ (درمنثور، تفسیرات احمدی، احیاء العلوم) ان آیات سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر نماز کے بعد جائز ہے۔ بخاری و مسلم نے یہ حدیث ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کنت اعرف انقضاء صلوۃ رسول اللہ ﷺ بالتکبیر (متفق علیہ) میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے اختتام کو ''اللہ اکبر'' کہنے سے پہچانا کرتا تھا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں ''علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں تکبیر سے مراد مطلق ذکر ہے (اشعۃ اللمعات) ذکر بالجہر پر ایک اور حدیث مسلم شریف میں عبداللہ بن زبیر سے مروی ہے کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الا علی لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ (رواہ مسلم، مشکوۃ) ''رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد بلند آواز سے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ کا ذکر فرماتے تھے'' یہ حدیث بھی ذکر بالجہر پر نص صریح ہے کہ رسول اللہ ﷺ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔ عبدالرحمٰن بن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ کان یقول اذا سلم سبحان الملک القدوس ثلاثا یرفع صوتہ بالثالثۃ ''رسول اللہ ﷺ سلام پھیرنے کے بعد تین بار سبحان الملک القدوس فرماتے اور تیسری بار آواز بلند فرماتے''، (مشکوۃ) اس حدیث میں بھی ذکر بالجہر کے جواز پر دلیل ہے اور وہ بلاشبہ ثابت ہے۔ مسلم شریف میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو ذکر کی مجلسوں کو ڈھونڈتی پھرتی ہے، پس انہیں جہاں مجلس ذکر ملتی ہے وہ اس مجلس کو گھیر کر بیٹھ جاتے ہیں یہاں تک کہ مجلس ذکر سے لیکر آسمان دنیا تک تمام فضا فرشتوں سے بھر جاتی ہے، جب یہ مجلس ختم ہوتی ہے تو یہ فرشتے آسمان کی طرف جاتے ہیں'' اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جماعت کے ساتھ ذکر کرنا مطلوب ہے اور جو ذکر جماعت کے ساتھ ہو عموماً ذکر بالجہر ہی ہوگا، فرشتوں کا سننا ہی جہر پر قرینہ ہے کیونکہ بغیر آواز کے سننے کا کوئی معنی نہیں۔ مسلم شریف کی ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ ایک جماعت پر تشریف لائے جو اللہ کے ذکر کیلئے جمع تھی آپ نے انہیں بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے۔ سید احمد طحطاوی فرماتے ہیں کہ لا یمنع من الجہر بالذکر فی المساجد

اسی طرح فتاوی بزازیہ میں ہے کہ "مساجد میں ذکر بالجہر سے نہ روکا جائے" ذکر کیلئے حلقہ باندھنا اور اس کے ساتھ جہر کرنا بہر حال جائز ہیں (درمختار) بشرطیکہ اس میں ریاء کا خوف نہ ہو، مسلمانوں کو ایذا یا نیند میں خلل نہ ہو، (درمختار) اور جسے اپنے اوراد وغیرہ میں خلل کا اندیشہ ہو وہ مسجد میں ایسی جگہ بیٹھ جائے کہ ذکر جہری اس کے ورد میں خلل انداز نہ ہو یا پھر گھر چلا آئے کہ نوافل واوراد کیلئے گھر ہی بہتر جگہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد القادری احمد میاں برکاتی غفرہ الحمید ۱۔۳۔ ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

ذکر بالجہر

سوال: عالی جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں محترم ومکرم کی رائے مطلوب ومقصود ہے کہ نماز باجماعت کی ادائیگی کے فوراً بعد امام صاحب کے دعا مانگنے سے پہلے بلند آواز سے حق لا الہ الا اللہ کی تکرار تین بار کرنا کیا شریعت کے مطابق ہے؟ اور اگر یہ درست یا جائز نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں۔ امید ہے کہ عالی جناب جواب کی زحمت گوارا فرمائیں گے۔ حضور مزید عرض ہے کہ یہ تکرار اجتماعی طور پر کی جاتی ہے اور لوگ اگر منع کرتے ہیں کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کی جماعت میں خلل واقع ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ نمازی بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور ہم بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ والسلام، محمد رمضان قریشی، سائل نمبر ۱

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: فرض نماز کے بعد جو باآواز بلند ضرب لگاتے ہیں۔ جس سے پچھلے نمازی جو رہ جاتے ہیں ان کی نماز میں خلل پڑتا ہے یا کہ نہیں پڑتا؟ ملک محمد خیراتی پھلیلی بازار، حیدرآباد، سائل نمبر ۲

۷۸۶ **الجواب:** یہ سوال کہ باآواز بلند ضرب سے، بعد میں آنے والے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے یا نہیں؟ یہ تو خود نمازی کا اپنا معاملہ ہے۔ بہت سے نمازی وہ ہیں کہ دست بستہ، بارگاہ الٰہی میں کھڑے ہوگئے تو انہیں، کسی بیرونی شور وغل کا ذرہ برابر بھی احساس نہیں ہوتا۔ اور ایسے بھی ہیں کہ رات کی اندھیریوں میں، بالکل تنہائی میں نماز پڑھیں جب بھی ان کا دل خدا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔ پھر نماز کے بعد باآواز بلند ذکر، خود حضور اقدس ﷺ اور صحابہ سے منقول ہے۔ بعض صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم مسجد نبوی میں نماز باجماعت کا ختم ہو جانا، اس سے پہچان لیتے تھے کہ جہری ذکر سے، مسجد گونج جاتی تھی اور بالخصوص تین بار لا الہ الا اللہ کی تکرار تو احادیث سے ثابت ہے۔ غرض یہ ذکر جائز ہے۔ مگر اخفاء یعنی پست آواز سے، خصوصاً بعد جماعت افضل ہے۔ پھر مقتدیوں کو جب معلوم ہے کہ فلاں مسجد میں، بعد جماعت ذکر جہری ہوتا ہے اور یہ خود بھی اس مسجد کے حاضر باشوں میں ہیں تو انہیں خود ہی اس کا لحاظ رکھنا چاہیے کہ کوئی رکعت چھوٹ نہ جائے۔ اور اتفاقاً ایسا ہو جائے تو خود نادم ہونا چاہیے نہ کہ امام پر اعتراض۔ اس سے فتنہ کا دروازہ کھلتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الجمعہ والعیدین

جمعہ کہاں قائم ہوتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: جناب ہمارے شہر میں دو مسجدیں ہیں ایک جامع مسجد ہے اور ایک چھوٹی سی مسجد ہے تو لوگ بہت ہیں کئی لوگ چھوٹی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں تو جامع مسجد والے پیش امام صاحب منع کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں آپ لوگوں کی نماز نہیں ہوگی چاہے وہاں جمعہ کی نماز ہو یا دوسری جامع مسجد کے ہوتے ہوئے آپ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں اس مسئلہ میں آپ قرآن وحدیث کی روشنی سے وضاحت فرمائیں۔

عرضدار عبدالغنی بروہی، متعلم دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مسجدیں دو ہوں یا اس سے زائد ہوں۔ شہر وقصبہ کی تمام ہی مسجدوں کا آباد رکھنا، ان میں جماعت پنجگانہ کا اہتمام کرنا مسلمانوں پر فرض ہے اور جن آبادیوں میں شرعاً جمعہ درست ہے وہاں منتخب جگہ جمعہ ہوسکتا ہے خواہ وہ شہر بڑا ہو یا چھوٹا۔ مگر بلا ضرورت شرعیہ بہت سی جگہ جمعہ قائم نہ کیا جائے کہ جمعہ شعائر اسلام ہے اور جامع جماعات۔ اور بہت سی مسجدوں میں جمعہ ہونے سے وہ شوکت اسلامی باقی نہیں رہتی جو اجتماعی رہتی ہے۔ (درمختار، فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ

جمعہ کہاں قائم ہوگا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: جیسا کہ آجکل اس دور میں نماز جمعہ چھوٹے گاؤں اور چھوٹی بستیوں میں، بڑے زور وشور سے پڑھائی جارہی ہے کیا یہ جائز ہے جبکہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے اور ان بستیوں میں پنجگانہ نماز بھی باجماعت پابندی سے نہیں ہوتی ان میں کچھ بستیاں ایسی بھی ہیں جہاں پنجگانہ نماز باجماعت تو ہوتی ہے لیکن نمازی برائے نام اور آبادی بھی برائے نام ہے (جبکہ کچھ علماء کرام فرماتے ہیں کہ پاکستان ایک مسلم مملکت ہے اور آزاد ہے لہٰذا ہم جہاں چاہیں مثلاً بستی ہو یا گاؤں وہاں نماز جمعہ ہوسکتی ہے لیکن شرط یہ ہے نماز پنجگانہ باجماعت ہو) لہٰذا آپ برائے مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں آسان لفظوں اور وضاحت سے بتائیں کہ یہ نماز جمعہ ہم جاری رہنے دیں یا بند کردیں اور صرف نماز ظہر ادا کروائیں۔

حافظ محمد اویس بن جیون خان، خطیب سبحانی مسجد سٹلائٹ ٹاؤن، میرپورخاص، سندھ، 03/03/1985

۷۸۶ الجواب: جمعہ وعیدین دیہات میں ناجائز ہے اور ان کا پڑھنا گناہ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی

ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح چاہیں اللہ رسول کا نام لیں غنیمت ہے (فتاوی رضویہ بحوالہ بحرالرائق، درمختار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

جمعہ میں صلوٰۃ وسلام

سوال: محترم بخدمت جناب مفتی خلیل صاحب، حیدرآباد

جناب عالی! مودبانہ عرض ہے۔ علماء دین اور شریعت کے جاننے والے اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ

لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۲ اکبری مسجد بعد نماز جمعہ اور بعد نماز عشاء پیر و جمعرات کو صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے کالونی کے حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ صلوۃ وسلام جو ہوتا ہے یہ تو میلاد شریف میں پڑھا جاتا ہے۔ اور وقت پر ہوا کرتا ہے یہاں ہر وقت ہوتا ہے۔ ہندوستان میں ہم نے کبھی نہیں سنا۔ جیسا یہاں ہوتا ہے۔ اس کے متعلق آپ ہمیں مطمئن کیجئے۔ کہ ہم صلوۃ وسلام پڑھیں یا نہیں اور اس کالونی کے تمام حضرات اہل سنت و جماعت ہیں۔ نیاز، درود فاتحہ وغیرہ سب میں شامل ہوتے ہیں۔ پھر خلاف رہتے ہیں۔ آپ اس بارے میں ہم کو صحیح بتائیں۔ اور مطمئن کریں۔

فقط نمازیوں کی استدعا، اکبری مسجد یونٹ نمبر ۲ لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: قال الله تعالى ان الله و ملئكته يصلون على النبى الآیہ (ترجمہ) بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو درود بھیجو ان پر اور خوب سلام عرض کرو۔ ﷺ۔ رب عزوجل کا حکم مطلق ہے اس میں کوئی استثناء نہیں کہ جمعہ کے بعد نہ پڑھو، شب جمعہ یا شب دوشنبہ میں نہ پڑھو، یا محفل میلاد کے علاوہ نہ پڑھو، جب پڑھا جائے گا اسی حکم الٰہی کا اطلاق ہوگا۔ لہٰذا ہر بار درود پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرمان کے تحت میں داخل ہے۔ تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں شامل ہوگا۔ محفل میلاد شریف کا ہونا درود وسلام کیلئے لازم نہیں۔ درود وسلام تو سرکار مدینہ ﷺ کی تعظیم کی خاطر کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے شرع نے کوئی حد مقرر نہ فرمائی۔ ہر وہ مقام و وقت کہ ذکر کیلئے شرعاً مطلوب ہے اس مقام و وقت پر درود شریف بھی پڑھا جاسکتا ہے۔ مسلمان بھائی بلاناغہ اس مجلس درود وسلام میں شرکت کریں۔ اور یقین مانیں کہ یہ بڑی سعادت ہے جس کے ساتھ دنیا و آخرت کی سعادتیں اور کامرانیاں وابستہ ہیں۔

ہندوستان میں وہابیت کی ایسی لعنتیں کہاں تھیں جو آج پائی جاتی ہیں وہ لوگ ہر موقع پر تنقیص و اہانت رسول کرتے ہیں۔ ہم بحکم الٰہی تعظیم و تکریم موقع محل پر ان کی عظمتوں اور رفعتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ محفل درود وسلام بھی اس کی ایک فرد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ اگست ۱۹۶۳ء

جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: (۱) جمعہ کی نماز ادا کرنے کے بعد ظہر پڑھنی چاہیے یا نہیں؟ (۲) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دارالحرب میں جمعہ کے بعد ظہر پڑھنی چاہیے کیا ہمارے اس ملک

پاکستان میں بھی بعداز جمعہ ظہر پڑھنی چاہیے یا کہ نہیں؟ بحوالہ کتب جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور وعنداللہ مشکور ہوں۔

فقط ایک سائل۔ محمد ایوب سرہندی

۷۸۶ الجواب: وہ شہر اور قصبات جن میں شرائط جمعہ کے اجتماعات میں شبہ واقع ہو، ایسی جگہ ہمارے علماء کرام نے یہ حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔ اور اگر شبہ ضعیف ہے تو احتیاطی ظہر مستحب ہے اور شبہ قوی ہے تو واجب۔ مگر یہ حکم خواص کیلئے ہے عوام کو نہ اس کی حاجت ہے نہ اجازت۔ ان کے حق میں یہی بہت ہے کہ بعض روایات پر ان کی نماز ٹھیک ہو جائے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے فی کل موضع وقع الانتهاك في جواز الجمعة لوقوع الشك في المصرا وغيره واقامه اهل الجمعة ينبغي ان يصلو ابعل الجمعة اربع ركعات وينو وابه الظهر۔ اور مراقی الفلاح میں ہے ولا يفتى بالا ربع الا الخواص۔ غرض اس نماز کا محل وہاں ہے کہ صحت جمعہ میں اشتباہ وتردد، قوی ہو مثلاً وہ مواضع جن کے شہر شرعی ہونے میں شک ہے یا شہر ہونے میں تو کوئی شک نہیں مگر باوصف اطمینان صحت۔ جانب خلاف کچھ وقعت رکھتی ہو مثلاً جہاں جمعہ مخصوص جگہ ہوتا ہو اور یہ معلوم نہ ہو کہ پہلا جمعہ وہاں ہوا اگرچہ متعدد جگہ جمعہ کا پڑھا جانا جائز اور قول مستحب و مفتی بہ ہو مگر عدم جواز میں ساقط و ناقابل اعتبار نہیں۔ مگر اس کا تعلق صرف خواص سے ہے عوام کیلئے اس میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس حکم میں پاکستان و ہندوستان ترکستان سب یکساں ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ذی قعد ۱۳۸۳ھ

ذکر بالجہر، سلام بلند آواز سے پڑھنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمعہ کی فرض نماز کے سلام پھیرنے کے بعد یعنی دعا سے پہلے صلوٰۃ وسلام شروع کیا جاتا ہے اور تمام نمازی بیک آواز زور سے پڑھتے ہیں حالانکہ نماز جمعہ میں ایک رکعت کے بعد شرکت کرنے والے نمازی نماز ختم ہونے کے بعد اپنی دوسری رکعت ختم کرتے ہیں اور صلوۃ وسلام میں شریک بھی نہیں ہو سکتے اور ان کی نماز میں خلل واقع ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں نماز کے بعد صلوۃ وسلام پڑھنا کیسا ہے کیا پیش امام ساری نماز کے بعد صلوۃ وسلام نہیں پڑھ سکتے؟ کیا اول پڑھنا ضروری ہے؟ از روئے شریعت ہمیں بتایا جائے کہ ہم کس وقت پڑھیں۔ اور دیر سے آنے والے نمازیوں کی نماز میں خلل بھی واقع نہ ہو؟ خادم، نور محمد اجمیری خوشنویس، ۱۷ اگست ۱۹۶۸ء

۷۸۷ الجواب: درود شریف، کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب ہے۔ کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور استغفار کو فرمایا شادمانی ہے اسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بکثرت پائے۔ اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کر دینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمائے گا۔ لیکن بایں معنی حکم شرعی یہ ہے کہ درود شریف یا کوئی اور وظیفہ باآواز بلند نہ پڑھا جائے جبکہ اس کے باعث کسی نمازی کی نماز میں خلل آئے یا سوتے ہوئے یا مریض کو ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ۔ یہاں تک کہ اگر آدمی مسجد میں اکیلا تھا اور باآواز بلند پڑھ رہا تھا کہ کوئی نمازی نماز کیلئے آ گیا تو فوراً آہستہ ہو جائے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ

عید کی نماز میں اختلاف

سوال: جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

ایک مسئلہ جو وجہ نزاع ہے۔ مفصل طور سے آپ کے حضور پیش خدمت ہے براہ کرم آپ اس کا شرعاً اور بالتفصیل جواب عنایت کریں نوازش ہوگی۔ گذشتہ عید الاضحیٰ کے موقع پر نماز عید الاضحیٰ جمعرات کو پڑھی جائے یا جمعہ کو اس سلسلے میں یہاں اختلاف پیدا ہو گیا قبل اس کے کہ یہ اختلاف شدید صورت اختیار کر لے یہاں کے چیدہ چیدہ علماء کرام اور حفاظ صاحبان نے آپس میں رائے مشورہ کیلئے ایک میٹنگ منعقد کی اور متفقہ طور پر یہ فیصلہ کر کے اپنے اپنے دستخط کر دیئے کہ نماز عید الاضحیٰ جمعہ کو پڑھائی جائے گی بعدہ یہ فیصلہ عوام میں مشتہر کر دیا گیا لیکن ایک حافظ صاحب نے جو پیش امام بھی ہیں اپنی مسجد میں جمعرات کے روز نماز عید الاضحیٰ پڑھائی جبکہ یہ امام صاحب بھی شریک میٹنگ تھے اور اپنے دستخط بھی کر چکے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا امام مذکور کا یہ فعل درست ہے؟ کیا یہ اپنے قول اور فعل سے منحرف ہوا یا نہیں؟ کیا ایسے قول اور فعل میں تضاد رکھنے والے امام کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے؟ امام الدین، شہداد پور

۷۸۶ الجواب: عید الاضحیٰ کی نماز جمعرات کو نہ پڑھنے اور جمعہ کو پڑھنے کا فیصلہ حضرات علماء کرام نے ظاہر ہے کہ اس بنیاد پر کیا کہ شرعاً رویت ہلال ثابت نہ ہوئی امام مذکور نے بھی اس فیصلہ کو صحیح تسلیم کیا۔ چنانچہ اپنے دستخط کر دیئے اب تمام علماء کرام کے برخلاف اس امام نے جمعرات کو نماز پڑھائی تو اس کی وجہ یا تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے نزدیک شرعاً رویت کا ثبوت ہو گیا تو اس صورت میں اس پر یہ الزام ہے کہ اس نے دوسرے علمائے کرام کو کیوں مطلع نہ کیا اور اپنے اس فعل سے مسلمانوں میں کیوں انتشار پیدا کیا اور فتنہ پھیلایا یا اس کی وجہ کسی صاحب اثر کا ناجائز دباؤ ہے اگر ایسا ہے تو بھی اس پر لازم تھا کہ دوسروں کو مطلع کرتا۔ بہر حال جب تک امام مذکور کوئی ایسا عذر بیان نہ کر سکے جو شرعاً و عند الناس مقبول ہو مسلمان اس سے اجتناب برتیں۔ ہاں اگر اپنے اس فعل بد سے توبہ صحیحہ شرعیہ کر لے کہ دوسروں کو یعنی کم از کم ان لوگوں کو جنہوں نے اس امام کی اقتداء میں نماز عید پڑھی توبہ کا علم ہو جائے تو اب اس سے مواخذہ نہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ محرم الحرام ۱۳۸۹ھ / مطابق ۱۶ اپریل ۱۹۶۹ء

پہاڑوں اور باغوں میں جمعہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ کچھ لوگ جن کی تعداد تقریباً چالیس افراد سے کم نہیں ہے۔ ایسے مقامات پر یعنی باغات، پہاڑی مقامات وغیرہ پر چھوٹی چھوٹی مساجد ہیں۔ اور ان مساجد میں جمعہ پڑھا جاتا ہے بعض جگہ پر تو مساجد بھی نہیں ہیں کیا یہ چالیس افراد یا اس سے زائد ان مقامات پر نماز جمعہ پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

حافظ محمد حنیف نقشبندی الوری

۷۸۶ الجواب: مذہب حنفیہ میں فرضیت جمعہ، صحت جمعہ اور جواز جمعہ سب کیلئے مصر شرط ہے کہ دیہات میں نہ جمعہ فرض ہے

نہ وہاں اس کی ادا جائز نہ صحیح۔ اگر پڑھے گا ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع جماعت سے پڑھی۔ ظہر کا فرض سر سے نہ اترے گا پڑھنے والا متعدد گناہوں کا مرتکب ہوں گا۔ للا شتغال بما لا یصح کما فی درالمختار و للنفل بالجماعة الظهر وان، ترکوا الظهر، فلشنع (فتاوی رضویہ) اور جب دیہات میں نماز جمعہ کا حکم نہیں ہے تو مندرجہ بالا مقامات پر جمعہ ادا کرنا کسی طرح جائز نہیں نہ ان مقامات پر جمعہ پڑھنے سے جمعہ ادا ہوگا ان پر فرض ہے کہ نماز ظہر ادا کریں۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ذی قعد ۱۳۸۹ھ

جمعہ کی شرائط۔ ذمی اور حربی کون ہے؟ ہندو مستری کا مسجد بنانا۔ مفتی کسے کہتے ہیں۔ نکاح کی شرط

سوال: بخدمت جناب مفتی محمد خلیل صاحب، السلام علیکم

عرض ہے چند مسائل آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں مہربانی کر کے تفصیل سے جواب دینا۔ ہمارا پتہ ہے پوسٹ آفس چھاچھرو تعلقہ خود چھاچھرو ملے حاجی جمال الدین تعلقہ ماسٹر چھاچھرو۔ اور ملے مستری معین۔ درگاہ شریف اولیاء شاہ غازی۔

آپ کے پاس ہمارا عرض ہے کہ ایسا کوئی مسائل کا کتاب ہو اس کا نام اور کس کتب خانہ پر ملتبہ خانہ اور اس کا نام، پتہ اور فہرست۔

چند مسائل مفتی صاحبان سے

(۱) جمعہ نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے محلہ کی مسجد کا کیا حکم ہے اور اس کی شرط کیا ہے؟

(۲) جہاں پنجگانہ اذان اور سنت جماعت سے ہو رہی ہو اور تراویح اور اعتکاف اور کوئی شرط نہیں ہے اس مسجد میں جمعہ نماز کا کیا حکم ہے؟

(۳) اس علاقہ میں ہندو رہتے ہیں یہ ہندو حربی ہے یا ذمی۔ اور اس کی روٹی اور شادی بیاہ کی دعوت کھانا اور مرے ہندو کی روٹی کرتا ہے مسلمانوں کو کیا حکم اور مسلمان اس کی روٹی کھا گیا ہو اس پر شرعی حکم کیا ہے؟

(۴) وتر پڑھنے کا حکم کس جگہ سے ہوتا ہے اور دعا قنوت کا کیا حکم ہے؟

(۵) کسی ولی اللہ کی قبر پر گنبد بنانے اور قبر چومنے کا کیا حکم ہے اور گنبد اونچا کرنا اور قبر اونچی کرنا شرعی کتنا حکم ہے اور اس کا تھلہ کتنا اونچا ہو؟

(۶) ہندو مستری کو مسجد اور گنبد بنانے کا کیا حکم ہے آج کل مسلسل ہندو مستری مسجد اور گنبد بناتے ہیں؟

(۷) جریان والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(۸) مفتی کس کو کہتے ہیں؟

(۹) حضرت ابراہیم نے حضرت اسماعیل کو ذبح کیا تھا اس کے عوض جو دنبہ ذبح کیا گیا اس کی کھال کدھر گئی؟

(۱۰) حضرت آدم علیہ السلام بہشت سے باہر نکلتے وقت جو صندوق لائے تھے وہ صندوق کہاں گیا؟ سکینہ

(۱۱) ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد پر لگانے کا کیا حکم ہے۔ اور یہ جواب کس کتاب یا حدیث سے ہے؟
(۱۲) ایک جگہ دو دولہا اور دو دلہن کا نکاح حافظ نے پڑھایا تھا۔ دو چار مہینوں کے بعد جو حافظ کا عزیز تھا۔ لکھا کہ ہم دلہن کو طلاق دیتا ہوں یا طلاق دے دیا ہوں اور اب حافظ کہتا ہے کہ میں نے اس کا نکاح نہیں پڑھایا ہے۔ دنیا کی گردش سے وہ نکاح پڑھانے والا امام پھر گیا۔ اب اس کا نکاح ہوا یا نہیں۔ اور ان وارثوں کو کیا کہا جائے اور اس نکاح والے امام کا شریعت محمدی موافق کیا کیا جائے۔ اور اس پر کیا سزا عائد ہونی چاہیے؟

سوالوں کا جواب قرآن احادیث کی سند سے بھیج دینا۔ والسلام علیکم، جمال الدین، مستری معین

۷۸۶ الجواب: جمعہ پڑھنے کیلئے جو شرائط ہیں ان میں ایک شرط یہ ہے کہ جمعہ یا شہر میں پڑھا جائے یا قصبہ میں یا ان کے آس پاس ایسے مقامات پر جو شہر سے متعلق ہیں۔ مثلاً کسی اسٹیشن چھاؤنی، گھڑ دوڑ کا میدان، اور گاؤں میں نیا جمعہ قائم کرنا جائز نہیں۔ (عالمگیری) واللہ اعلم

(۲) شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو تو مسجد محلہ سب پر مقدم ہے بشرطیکہ امام صحیح العقیدہ، صحیح الطہارۃ اور صحیح القرأۃ ہو ورنہ وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام زیادہ علم و صلاح والا ہو (صغریٰ) واللہ اعلم

(۳) جمعہ پڑھنے کیلئے مسجد میں تراویح شرط نہیں اور اعتکاف کا ہونا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم

(۴) مسلمانوں کی حکومت میں رہنے والے کافر ذمی مانے جائیں گے حربی نہیں ان کے یہاں کھانا پینا جائز ہے مگر شادی بیاہ جیسی تقریب میں اور موت کا کھانا اس لئے کھانا کہ اس کا ثواب مردہ کو ملے مسلمان کیلئے جائز نہیں اور نہ مردہ کافر کو اس سے کوئی فائدہ۔ واللہ اعلم

(۵) وتر کا ثبوت احادیث کریمہ سے ہے اور اس کا پڑھنا واجب یونہی دعاء قنوت۔ یا اس کے قائم مقام کوئی دعا پڑھنا واجب ہے (عامہ کتب) واللہ اعلم

(۶) علمائے کرام و اولیائے عظام کی قبروں پر قبہ بنا جائز ہے اس میں کوئی حرج نہیں اور بہتر یہ ہے کہ قبر ایک بالشت ہو یا اس کے قد سے زیادہ بلند نہ ہو۔ واللہ اعلم

(۷) ہندو مستریوں اور مزدوروں کو مسجد میں نہ جانے دیں اور ظاہر ہے کہ تعمیر کریں گے تو ضرور مسجد میں گھسیں گے لہٰذا مسلمان مستری اور مسلمان مزدور کام پر لگائیں۔ واللہ اعلم

(۸) اگر جریان وغیرہ امراض امام کو معذوری تک نہ پہنچائیں یعنی قطرہ وغیرہ نہ آتا ہو جس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے تو کوئی حرج نہیں۔ واللہ اعلم

(۹) جو شخص اتنا علم رکھتا ہو کہ وہ دینی کتابوں سے صحیح طور پر مسئلہ اخذ کر کے دوسروں کو بتا سکے آج کل وہی مفتی کہلاتا ہے لیکن یہ مقام بھی بڑی کاوشوں کے بعد حاصل ہوتا ہے اور جنہیں اتنا علم نہیں وہ خود گمراہ ہوں گے دوسروں کو گمراہ کریں گے بغیر اہلیت کے مفتی اس دور میں بہت ملتے ہیں کہ بغیر علم کے فتویٰ دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

(۱۰) فقیر کے علم میں نہیں کہ وہ کھال کہاں گئی۔ واللہ اعلم

(۱۱) وہ تابوت بنی اسرائیل کے قبضہ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ تک رہا اور آپ نے بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کی تعمیر کے بعد اس میں اسے رکھ دیا تھا اس کے بعد سے اس کا کچھ نہیں پتا۔ واللہ اعلم

(۱۲) اگر اس نکاح پر گواہ موجود ہیں یعنی مجلس نکاح میں شریک مسلمان یہ گواہی دینے والے موجود ہوں کہ ہاں فلانہ کا نکاح فلاں کے ساتھ ہمارے سامنے ہوا تو یہ نکاح ثابت ہے اگرچہ فارم میں لکھے ہوئے گواہ منکر ہو جائیں یا نکاح خواں انکار کردے اور جب یہ نکاح گواہوں کی گواہی سے ثابت ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ یہ نکاح فلاں امام نے پڑھایا تھا تو اب اس کا انکار حق ثابت کا انکار ہوا اور جھوٹا امامت کا اہل نہیں۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ شعبان المعظم ۱۴۰۰ھ

جمعہ و عیدین میں سجدہ سہو کب معاف ہے؟

سوال: جناب قبلہ مفتی صاحب، السلام علیکم، بعد عرض گزارش یہ ہے۔ علماء کرام کیا فرماتے ہیں اس کے بارے میں کہ:

کسی شخص نے نماز جمعہ کی ادا کروائی اور اس نے دو رکعات پوری کر لی اور تشہد بھی پڑھی اور اس کے بعد اس نے تیسری رکعت کیلئے تکبیر کہی تھی کہ فوراً پیچھے سے لقمہ ملا وہ اسی وقت بیٹھ گیا اٹھتے وقت بیٹھنے کے قابل تھا جواب عنایت فرمائیں۔ سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ نماز جمعہ میں اور عیدین میں اگر واجب ترک ہو جائے تو کیا سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟ جماعت کی تعداد ایک سو یا دو سو یا تین سو تک ہے۔ ان تمام چیزوں کے پائے جانے میں سجدہ سہو لازم ہے یا نہیں؟

حافظ اسلام الدین، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد

۷۸۲ الجواب: بقدر تشہد قعدہ اخیرہ کر لیا اور ابھی کھڑا نہ ہوا یعنی نیچے کا آدھا بدن ہنوز سیدھا نہ ہونے پایا بلکہ قعود ہی کے قریب تھا کہ کسی نے لقمہ دیا اور امام بیٹھ گیا تو اس صورت میں سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) جمعہ و عیدین میں سہو واقع ہوا اور جماعت کثیر ہے تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کرے (درمختار) کثیر کیلئے سو دو سو کی تعداد نہیں بلکہ جسے نمازی کثیر کہیں وہ کثیر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

جمعہ کی جماعت قلیل میں سجدہ سہو لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء و مفتیان دین متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: اگر امام نے جمعہ کی دوسری رکعت میں تین سجدے کئے جبکہ مقتدیوں نے دو سجدے کر کے تیسرے سجدے میں امام کی اقتداء نہیں کی اور سجدہ سہو نہیں کیا سلام پھیر دیا ایسی صورت میں نماز جمعہ ہوئی یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں نوازش ہوگی۔ ولی محمد، مکان نمبر B-20/713 ملکانی گلی شاہی بازار، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: ایسی صورت میں فرض جمعہ ادا ہو گیا۔ البتہ ترک واجب ہوا تو سجدہ سہو لازم تھا۔ اور سجدہ سہو نہ کیا تو نماز پھیرنی ضروری ہے۔ اب اگر جماعت میں اتنے آدمی تھے جنہیں بڑی جماعت کہہ سکیں تو بے شک سجدہ سہو ساقط ہے۔ لیکن مسجد چھوٹی ہو اور تین چار صفیں جماعت میں ہوں تو ایسی جماعت، کثیر جماعت نہیں جس کے سبب سجدہ سہو ساقط ہو۔ (درمختار، ردالمحتار، فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۹۴ھ

جمعہ کا قیام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ہم گاؤں غلام حسین وگل حسن لنڈ والے اس جگہ ۲۵ سال سے نماز عیدین ادا کرتے ہیں۔ آیا نماز عیدین دیہات میں اس صورت میں ہوتی ہے یا نہیں۔ جبکہ فقہی مسئلہ اس طرح پڑھا ہے کہ نماز عیدین دیہات میں مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ منجانب۔ نور محمد، تعلقہ ٹنڈو الہیار، سندھ، ۹ نومبر ۱۹۷۷ء

۷۸۶ الجواب: نماز جمعہ کے فرض وصحیح اور اس کے جائز ہونے کیلئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے جو جگہ بستی نہیں جیسے بن سمندر، پہاڑ، یا بستی ہے مگر شہر نہیں جیسے دیہات، ان میں نہ جمعہ فرض ہے نہ صحیح نہ جائز۔ بلکہ علماء کرام نے فرمایا کہ ظہر چھوڑ کر ایسی جگہوں پر جمعہ پڑھنا گناہ ہے۔ مگر جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ کما فی البحر الرائق والدر المختار والحدیقۃ الندیۃ وغیرھا۔ اور جہاں جمعہ جائز نہیں وہاں عید بھی جائز نہیں ہے دونوں ہی کیلئے اسلامی شہر ہونا شرط ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ذی قعد ۱۳۹۷ھ

گاؤں سے بغداد شہر میں جا کر جمعہ پڑھنا جائز ہے

بخدمت حضرت شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب دامت برکاتہم العالی، السلام علیکم

بہ ادب عرض ہے کہ یہ استفتاء ایک پاکستانی متعلق محکمہ ایم۔ سی۔ پی نے جو بکار سرکار ملک عراق میں گئے ہوئے ہیں وہاں سے معلوم کیا ہے جو میں نے قلم بند کر کے آپ کے حضور پیش کیا ہے امید ہے جلد جواب سے نوازیں گے۔ لفافہ برائے ارسال جواب پیش خدمت ہے۔ پاکستان کالونی (در عراق) جہاں پاکستانی مسجد تعمیر کی گئی ہے اس سے قصبہ کا، یعنی خان بنی سعد کا فاصلہ ایک فرلانگ ہے جہاں صرف ایک مسجد ہے اور آبادی ۱۰۰۰ (ہزار) یا ۱۲۰۰ (بارہ سو) کی ہے پاکستان کالونی سے شہر یعقوبہ ۱۲ میل اور بغداد شریف ۲۰ میل ہے۔ استفتاء منسلک ہذا پیش خدمت ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، احقر، حافظ غلام احمد، سینئر کلرک، ایم۔ سی۔ پی، ویئر ہاؤس، جام شورو، مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۸ء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ہم پاکستانی بسلسلہ ترقیاتی کام ملک عراق میں بغداد شریف کے قریب ایک قصبہ خان بنی سعد میں پہنچے ہوئے ہیں جہاں ہم پاکستانیوں کیلئے ایک کالونی "پاکستان کالونی" کے نام سے تعمیر کی گئی ہے جس کے قرب وجوار میں میلوں تک کام پھیلا ہوا ہے۔ اور پاکستانی اسٹاف اور مشینیں کام کر رہی ہیں۔ پاکستان کالونی

جہاں ہماری مستقل آبادی ہے کام کرنے کی میعاد تک رہے گی جس کی مدت دو سال ہے۔ جس میں ہماری کالونی کی مسجد جو زیر تعمیر تھی اب مکمل ہو چکی ہے اور نماز جمعہ بھی شروع ہو چکی ہے جس میں ہمارے پیش امام پاکستانی اور ہماری زبان کے جاننے والے ہیں۔ مسجد کی تعمیر سے پیشتر ہمارا یہ معمول تھا کہ ہم نماز جمعہ کیلئے بغداد شریف غوث الاعظم کے مزار والی مسجد میں جایا کرتے تھے۔ نظریہ یہ ہوتا تھا کہ مزار اقدس پر حاضری و فاتحہ خوانی۔ اور نماز جمعہ ادا کر کے واپس آئیں۔ اور ساتھ ہی کبھی کبھی تفریح شہر بھی مقصود ہوتی تھی۔

ہماری مسجد کے پیش امام صاحب فرماتے ہیں کہ آپ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے اگر بغداد شہر جائیں گے اور نماز جمعہ ادا کریں گے تو نماز جمعہ ادا نہیں ہوگی۔ اگر تفریح شہر مقصود ہو یا کسی کام کی غرض سے جائیں اور نماز جمعہ شہر میں پڑھ لیں تو نماز ادا ہو جائے گی۔ اگر نیت تفریح اور نماز دونوں کی ہو تب بھی نماز ادا نہیں ہوگی۔

کیا امام صاحب کا یہ حکم درست ہے اس سلسلہ میں مفصل و مدلل مسئلہ سے آگاہی فرمائیں۔

والسلام، حافظ غلام احمد

نوٹ:۔ نقشہ بھی پیش خدمت ہے۔
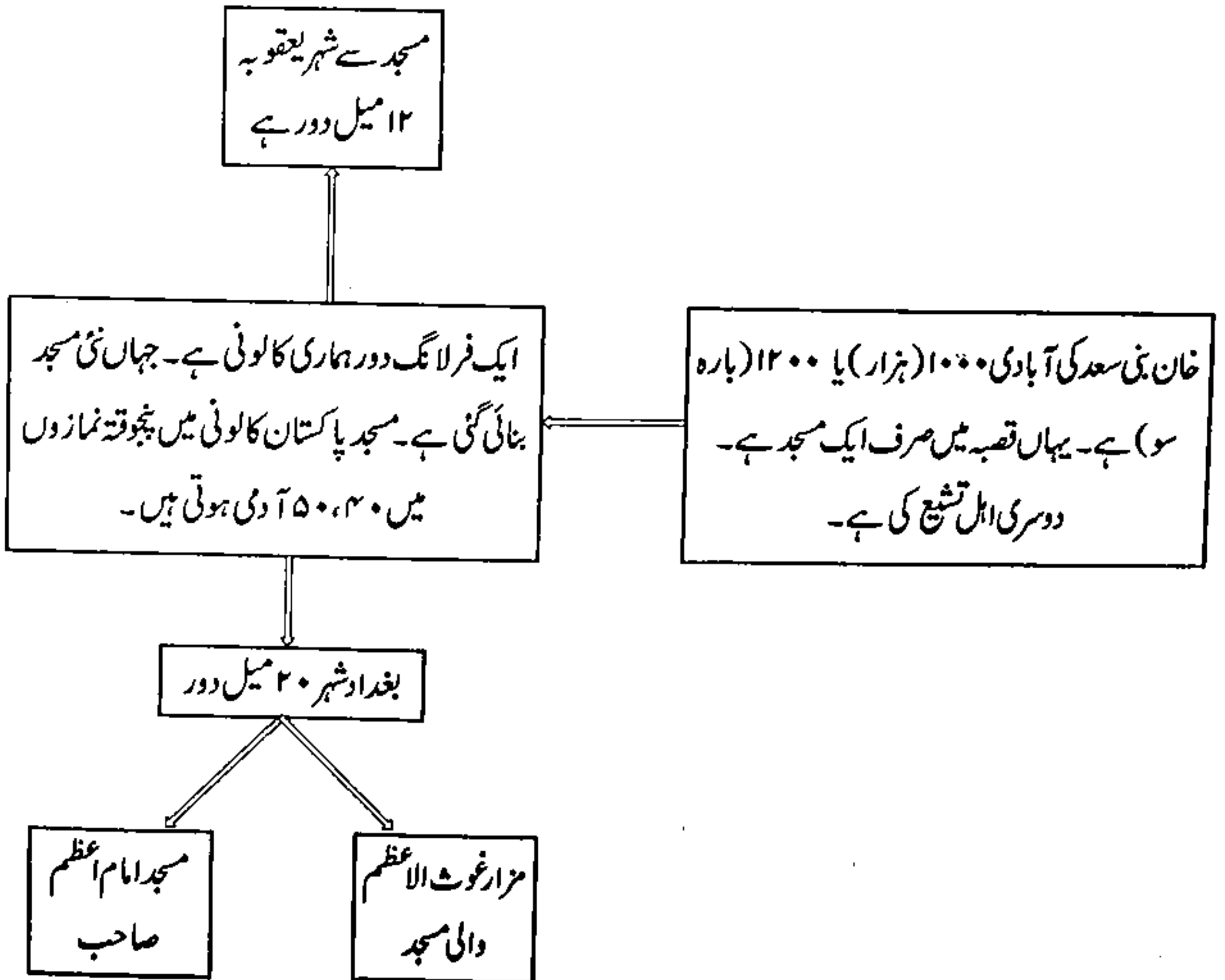
۷۸۶الجواب: زید و بکر خواہ کسی مسجد کے پیش امام کا یہ کہنا کہ " آپ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے اگر بغداد شہر جائیں گے اور نماز جمعہ ادا کریں گے تو نماز جمعہ ادا نہیں ہوگی الخ ۔ یہ اس کی ناواقفی یا سطحی معلومات پر مبنی ہے ۔ منشائے ممانعت غالباً وہ حدیث شریف ہے جس میں مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد قدس کے علاوہ کسی اور مسجد کی طرف سفر سے ممانعت فرمائی گئی ہے ۔ لیکن اس ممانعت کا ماحصل صرف کراہت تنزیہی ہے نہ یہ کہ نماز ادا ہی نہ ہوگی ۔ اور وجہ اس کی ظاہر ہے کہ ان تین مسجدوں کے علاوہ باقی مسجدیں اپنی فضیلت و کرامت میں برابر ہیں تو ایک مسجد چھوڑ کر دوسری میں جانا جبکہ کوئی باعث شرعی نہ پایا جائے سعی لاحاصل ہے ۔ حالانکہ مزارات اولیائے کرام کے قرب میں جو مساجد ہوتی ہیں وہاں جا کر نماز پڑھنے کا منشاء ہی یہ ہوتا ہے کہ صاحب مزار کے قرب کی برکتیں ان پر نازل ہوں ۔ ردالمحتار جلد اول زیارت قبور کے باب میں ہے ان ماعدا تلك المساجد الثلثة مستويةً في الفضل فلا فائدة في الرحلة اليها واما الاولياء فانهم متفاوتون في القرب من الله تعالى ونفع الزائرين بحسب معارفهم واسرارهم ۔ تو مزارات اولیائے کرام کے قرب و جوار میں مساجد میں نمازیں ادا کرنے کی نیت سے جانے کا باعث ہی یہ امر ہوتا ہے کہ وہاں جا کر صاحب مزار کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوں کہ اولیاء اللہ کی ارواح مقدسہ ایسی تجلی ڈالتی ہیں جیسے آفتاب زمین پر ۔

بلکہ جمعہ کے روز جانا، مقابلتہً زیادہ فضیلت رکھتا ہے ۔ علمائے کرام فرماتے ہیں والزيارة يوم الجمعة افضل خصوصاً في اوله وجاء في الرواية ان يعطى للميت في يوم الجمعة الادراك اكثر مما يعطى في سائر الايام (لمعات) غرض امام مذکور کا وہ قول کہ نماز ادا نہ ہوگی محض ان کی ناواقفی پر مبنی ہے ۔ مسلمان اس امام سے ثبوت مسئلہ کا مطالبہ کر سکتے ہیں بلکہ کرنا چاہیے تاکہ وہ فتنہ متعدی نہ ہو اور ناواقف مسلمان کسی فتنہ میں نہ پڑیں ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ / اکتوبر ۱۹۷۸ء

مزارات پر روشنی کرنا / سامان مسجد کرایہ پر دینا / ایصال ثواب / جمعہ کے بعد ظہر پڑھنا / چاند کا اعلان

سوال: کیا فرماتے ہیں حضرات علماء کرام و مفتیان عظام مندرجہ ذیل مسائل میں

(۱) لوگ اپنے مردوں اور دوسرے ولی اللہ کے مزارات پر اگربتی جلاتے ہیں یا پھر سرسوں کا تیل ڈال کر روشنی کرتے ہیں یہ فعل از روئے شرع شریف جائز ہے یا نہیں؟ کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر فرمائیں ۔

(۲) مسجد شریف کی کوئی چیز مثلاً پنکھا سیڑھی وغیرہ کرایہ پر شہر والوں کو دیئے جاتے ہیں آیا یہ جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کوئی تونگر یا غریب آدمی طعام مکلف یا غیر مکلف تیار کر کے ہر آدمی کو بلا کر کھلاتے ہیں من بعدہ کھانے والے بعض سورتیں کلام اللہ شریف کی پڑھ کر کھلانے والے کے مردہ کی روح کو بخشتے ہیں ۔ ایصال ثواب کرتے ہیں یہ جائز ہے یا ناجائز؟

(۴) صوبہ سندھ کے علاقہ میں جمعہ کے روز فرض اور چار رکعت سنت موکدہ کے بعد دوسری چار رکعت بمثل ہر روز، ظہر پڑھنا ضروری ہیں یا نہیں؟

(۵) کسی قصبہ یا گرد و نواح میں رمضان شریف یا شوال المکرم کا چاند دیکھنے میں نہیں آیا اور پشاور یا راولپنڈی یا کراچی میں دیکھا گیا پھر رویت ہلال کمیٹی نے فیصلہ کر کے بذریعہ ریڈیو، ٹی وی اطلاع دی کہ چاند دیکھا گیا ہے روزہ رکھیں یا عید کریں۔ اس صورت میں ریڈیو، ٹی وی پر اعتبار کیا جائے گا یا نہیں؟

(۶) کوئی آدمی اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ میں بڑا گناہگار ہوں میں نفس امارہ کو سزا دے کر قیامت میں نجات پاؤں گا سو اس نے پھر اپنے آپ کو آگ لگا دی یا دریا میں چھلانگ لگا دی یا اپنے گلے میں رسی باندھ کر لٹک گیا یا اپنے آپ کو بندوق چلا کر شوٹ کر دیا یعنی خودکشی کر کے مرگیا۔ ان افعال کے کرنے سے اس کو ثواب ہوگا یا گناہگار ہوگا اور قیامت کے دن اس کو کیا ملے گا؟ فقط والسلام السائل آثم عزیز اللہ خان، خاص ساکن دادو ضلع دادو

۷۸۲ الجواب: امام عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسماعیل بن عبدالغنی نابلسی قدسنا اللہ تعالیٰ سرہ القدسی کتاب مستطاب حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ مطبوعہ مصر جلد دوم صفحہ ۴۲۹ میں فرماتے ہیں کہ "والد ماجد رحمۃ اللہ تعالیٰ نے حاشیہ دُرَر و غُرَر میں فتاوی بزازیہ سے نقل فرمایا کہ قبروں کی طرف شمعیں لے جانا بدعت اور مال کا ضائع کرنا ہے۔" مگر یہ سب اس صورت میں ہے کہ بالکل فائدہ سے خالی ہو۔ اور اگر شمعیں روشن کرنے میں فائدہ ہو کہ (۱) موضع قبور میں مسجد ہے یا (۲) قبور سرِ راہ ہیں یا (۳) وہاں کوئی شخص بیٹھا ہے یا (۴) مزار کسی ولی اللہ یا محققین علماء میں سے کسی عالم کا ہے، وہاں شمعیں روشن کریں ان کی روح مبارک کی تعظیم کیلئے جو اپنے بدن کی، خاک پر ایسی تجلی ڈال رہی ہیں جیسے آفتاب زمین پر۔ تاکہ اس روشنی کرنے سے لوگ جانیں کہ یہ ولی کا مزار ہے تاکہ اس سے تبرک کریں اور وہاں اللہ عزوجل سے دعا مانگیں کہ ان کی دعا مقبول ہو تو یہ امر جائز ہے۔ اس سے اصلاً ممانعت نہیں اور اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے (ترجمہ فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) مسجدوں میں جو چیزیں اس غرض و نیت سے دی گئیں یا رکھی گئی ہیں کہ ان کے کرایہ کی آمدنی، مسجد کی بہبود میں خرچ کی جائے تو کرایہ پر دینے میں کوئی حرج نہیں ورنہ ممنوع ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) سندھ و ہند کی کوئی خصوصیت نہیں وہ تمام شہر اور قصبے جن میں جمعہ کی شرطوں کے اجتماع میں کوئی شبہ واقعی ہو ایسی جگہ علمائے کرام نے حکم دیا کہ بعد جمعہ چار رکعت فرض ظہر احتیاطی اس نیت سے ادا کرے کہ پچھلی وہ ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور اب تک ادا نہ کی۔ اور یہ رکعتیں چاروں سنت بعد یہ جمعہ کے پڑھے اور جس پر ظہر کی قضائے عمری نہ ہو وہ چاروں میں سورت بھی ملائے۔ پھر جمعہ کی دو سنتیں ان رکعتوں کے بعد، بہ نیت سنت وقت ادا کرے۔ جمعہ پڑھتے وقت نیت صحیح و ثابت رکھے جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت کرے۔ اگر جمعہ بہ نیت فرض ادا نہ کیا تو جمعہ یقیناً نہ ہوگا اور یہ چار رکعتیں نری احتیاطی نہ رہیں گی بلکہ ظہر پڑھنی فرض ہو جائے گی اور جب جمعہ یوں نیت صحیحہ سے ادا کر چکا تو ان چار رکعتوں میں یہ نیت نہ کرے کہ آج کی ظہر پڑھتا ہوں بلکہ وہی رکھے کہ جو پچھلی ظہر میں نے پائی اور ادا نہ کی اسے ادا کرتا ہوں خواہ وہ کسی دن کی ہو۔ اس سے زیادہ خیالات پر پریشان نہ کرے اور اس لحاظ سے کہ اگر اس کے ذمہ ظہر کی کوئی نماز باقی نہ تھی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائیں گی، جس پر قضائے عمری ظہر کی نہ ہو یہ چاروں رکعتیں بھری پڑے۔ پھر یہ حکم خواص کو ہے اور عوام جن سے اندیشہ ہے کہ وہ کہیں یہ نہ جاننے لگیں کہ جمعہ سرے سے خدا کے فرضوں

میں ہے ہی نہیں یا سمجھنے لگیں کہ جمعہ کے دن دو ہرے فرض ہیں دو رکعتیں الگ چار الگ تو ایسے لوگوں کو ان رکعتوں کا حکم نہ دیا جائے انہیں ایسی احتیاط کی ضرورت نہیں۔ لیکن جن شہروں اور قصبوں میں کوئی شک وشبہ، شرائط جمعہ کے اجتماع میں نہ پایا جائے وہاں قطعاً فرض جمعہ ادا کریں۔ ان احتیاطی رکعتوں کی کوئی ضرورت نہیں (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) شرعی طریقہ پر رویت ہلال ثابت ہو جائے اور علمائے معتبرین اسے حق وثابت قرار دے دیں تو اب ریڈیو سے اعلان پر رمضان وعید منانا صحیح ہے لیکن اگر شرعی طریقہ پر رویت ثابت نہ ہو۔ افواہ یا محض بازاری شہادتوں پر اعتبار کر کے اعلان کر دیا جائے تو یہ اعلان معتبر نہ ہوگا اور عوام وخواص پر احکام شریعت کے مطابق عمل کرنا لازم وضرور وفرض رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۶) گناہ کا علاج توبہ صحیحہ شرعیہ ہے نہ کہ خودکشی اور اپنی جان کی ہلاکت۔ جو خودکشی کرے گا وہ سخت گناہ کبیرہ کا مرتکب اور آخرت کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ مولائے کریم اپنی پناہ میں رکھے۔ آمین واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

عید کی تکبیرات بھول گیا تو سجدہ سہو لازم ہے مگر کثیر جماعت ہو تو معاف ہے

سوال: مکرم ومحترم جناب حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی! مندرجہ ذیل مسائل کی وجہ سے آپ کی طرف رجوع کر رہا ہوں امید ہے کہ گذشتہ کی طرح اس بار بھی کرم فرمائیں گے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ ان مسائل کے

۱) داڑھی اور بالوں میں خضاب لگانا جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اگر کوئی امام خضاب استعمال کرتا ہے تو کیا اس کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے؟

۲) اگر کوئی امام عیدین کی نماز میں تکبیریں چھوڑ کر (سہواً) رکوع میں چلا جائے تو رکوع کی حالت میں تکبیرات کہنے کا طریقہ کیا ہے، اور سجدہ سہو کرے یا نہ کرے؟

۳) نماز جمعہ میں امام تیسری رکعت کیلئے کھڑا ہو گیا۔ مقتدیوں کے بتانے پر وہ بیٹھ جاتا ہے۔ حالانکہ بالکل سیدھا کھڑا ہو گیا تھا۔ اب وہ سجدہ سہو کرے یا نہ کرے؟

امید ہے کہ کتاب وسنت سے مع حوالہ جات جواب مرحمت فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

آپ کا احسان مند محمد حفیظ نقشبندی عفی عنہ۔ کیماڑی کراچی، ۳۰ نومبر ۱۹۷۷ء

۷۸۶ الجواب: داڑھی اور بالوں میں سیاہ خضاب لگانا ناجائز ہے۔ اگر کوئی امام ایسا کرتا ہے تو نماز مکروہ تحریمی اور واجب الاعادہ ہے۔

۲) امام تکبیرات عیدین بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو لوٹ آئے پھر اگر دوسری رکعت کی تکبیر رکوع میں بھول گیا تو سجدہ سہو

واجب ہے اور پہلی رکعت کی تکبیر رکوع بھولا، تو نہیں۔ (عالمگیری) جمعہ و عیدین میں سہو واقع ہو اور جماعت کثیر ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو نہ کرے۔

(۲) صورت مسئولہ عنہا میں سجدہ سہو واجب تو ہوا، لیکن اگر جمعہ میں جماعت کثیر ہو تو بہتر ہے کہ سجدہ سہو نہ کرے (ایضاً) واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی ۱۹/۱۲/۷۷ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

عیدین کی تکبیرات بھول گیا تو کیا کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: عید الاضحیٰ کی نماز میں خطیب صاحب نے پہلی رکعت میں تکبیرات عیدین کہے بغیر قرات شروع کر دی یعنی پہلی رکعت میں عید کی تکبیریں نہیں کہیں اور سجدہ سہو کئے بغیر نماز پوری کر دی اب اس پر اختلاف شروع ہوا۔ مقتدیوں کا اصرار تھا کہ نماز دوبارہ پڑھائی جائے ان کا موقف یہ تھا کہ تکبیرات عید واجب ہیں اور واجب کے ترک کرنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے اور سجدہ سہو نہ کرنے سے نماز ناقص ہوئی اس لئے نماز دوبارہ پڑھادی جائے۔ لیکن امام صاحب نے نماز دوبارہ پڑھانے سے انکار کر دیا۔ دلیل ان کی یہ تھی میری نماز ہوگئی اس لئے میں اب دوبارہ نہیں پڑھوں گا اگر دوبارہ پڑھاؤں گا تو نفل نماز ہوگی۔

فتاویٰ ہندیہ میں جہاں عیدین کی تکبیروں کے فوت ہونے کے سلسلے میں احکام بیان کئے گئے ہیں اس میں آخر میں لکھا ہے "سہو جمعہ، عیدین، فرض ونفل میں ایک سا ہے" مگر ہمارے مشائخ نے کہا ہے کہ جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ فتنہ میں نہ پڑیں۔ خطیب صاحب نے غالباً اسی بناء پر دوبارہ نماز نہیں پڑھائی۔ اس سلسلے میں دریافت طلب مسائل یہ ہیں۔

(۱) جمعہ اور عیدین میں واجب ترک ہو جائے تو کیا بغیر سجدہ سہو کے نماز پوری کر لی جائے؟

(۲) اگر اس نماز کا اعادہ کیا جاتا تو کیا دوسری نماز نفل ہو جاتی؟

(۳) فتاویٰ ہندیہ کی مذکورہ بالا عبارت اس بارے میں خاموش ہے کہ تکبیرات کے فوت ہونے کی صورت میں نماز کیسی ادا ہوتی ہے ناقص یا کامل؟ اگر کوئی نقص واقع نہیں ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ان دو نمازوں میں بالکل چھوٹ ہے عملاً واجب اعمال کی کوئی اہمیت نہیں صرف فرض ہی کے ترک سے نماز ناقص یا باطل ہوگی واجب کے ترک کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ صرف عملی طور پر ان کو واجبات میں شمار کر لینا کافی ہے۔ بہر حال اس کی بھی وضاحت فرمادیں کہ ترک واجب کی صورت میں ادا ناقص ہوئی یا کامل؟ اگر ناقص ہے تو نقص کو دور کرنے کی جو ایک واحد تدبیر سجدہ سہو کی تھی اس سے روک کر ناقص ہی پر اکتفا کرنے پر محض فتنہ میں پڑنے کے خوف سے مجبور کر دیا گیا اور اگر ناقص نہیں ہے تو پھر یہ سوال پیدا نہ ہوگا۔

(۴) اس افراتفری کے عالم میں صورت یہ پیدا ہوگئی کہ بہت سے لوگ رکوع ہی نہ کر سکے کیونکہ جب خطیب صاحب نے قرأت کے بعد رکوع کی تکبیر کہی تو یہ مقتدی سمجھے کہ شاید چھوٹی ہوئی تکبیر کہی جارہی ہے چنانچہ پہلی تکبیر کے بعد دوسری تکبیر کا

انتظار کرنے لگے ادھر امام صاحب نے سمع اللہ الخ کہا تو معلوم ہوا کہ وہ رکوع کی تکبیر تھی اس طرح ان مقتدیوں کا رکوع بھی فوت ہو گیا۔ اس رکوع کے فوت ہونے کی صورت میں ان مقتدیوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟

امید ہے کہ ان مسائل کے جواب سے جلد مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

المستفتی۔ ابوالفتح محمد صغیر الدین۔ (سندھ یونیورسٹی جام شورو)، 10-A/166 لطیف آباد، حیدر آباد، 18/11/1978

۷۸۶ الجواب: بلاشبہ جمعہ و عیدین میں سہو واقع ہوا۔ اور جماعت کثیر ہو تو بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو نہ کرے (عالمگیری، رد المحتار) لیکن اسی رد المحتار میں اسی مقام پر فرمایا ''انہ لیس المراد عدم جوازہ بل الاولی ترکہ لئلا یقع الناس فی فتنۃ'' یعنی اس حکم کا مقصد (سجدہ سہو نہ کرے) یہ نہیں کہ اب سجدہ سہو کرنا جائز نہیں بلکہ بہتر یہ ہے کہ سجدہ سہو نہ کرے تاکہ لوگ کسی فتنہ میں نہ پڑیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل حکم جسے عزیمت کہتے ہیں یہی ہے کہ سجدہ سہو کیا جائے۔ لیکن مجمع کثیر ہے اور سجدہ سہو کے احکام سے ناواقفیت کی بناء پر لوگ ذہنی انتشار اور فتنہ میں پڑ جائیں گے تو اب حکم رخصت پر عمل کیا جائے گا اور سجدہ سہو معاف ہو جائے گا۔ اس وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا (۱) امام صاحب کا دوبارہ نماز پڑھانے سے انکار، اس بنیاد پر کہ اب وہ نماز نفل ہو گی، غلط ہے (۲) ترک واجب سے نماز میں نقص تو یقیناً آئے گا یہاں تک کہ اگر کوئی شخص قصداً ترک کرے گا تو وہ نماز یقیناً یقیناً ناقص و کالعدم قرار پائے گی لیکن محض فتنہ و انتشار سے مسلمانوں کو بچانے کیلئے شریعت نے اس نقص کو اپنے کرم سے پورا کر دیا اسی کو رخصت کہتے ہیں۔ (۳) شریعت جن احکام میں رخصت دیتی ہے ان پر عمل کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ جیسا کہ اوپر گزرا کہ انہ لیس الخ (۴) امام صاحب کے قول سے جو خدشے آپ کے ذہن میں پیدا ہوئے ان کا محرک ہی غلط تھا تو یہ اندیشے بھی محض بے بنیاد ٹھہرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

جمعہ میں صرف دو فرض نہیں ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن صرف دو فرض پڑھنا چاہیے اور کچھ نہیں۔ مگر بکر کہتا ہے کہ سنت اور نوافل بھی پڑھنا چاہئیں۔ ان دونوں میں کس کی بات صحیح ہے۔ ہم جمعہ کے دن کتنی رکعتیں پڑھیں اور کس طرح نیت کریں۔ اس کے متعلق جواب مرحمت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

والسلام حاجی محمد یعقوب، معرفت حاجی محمد ایوب اینڈ برادرس، شاہی بازار، حیدر آباد (سندھ)

۷۸۶ الجواب: زید کا قول غلط اور نا قابل اعتبار ہے۔ فرض جمعہ سے پہلے بھی چار رکعت سنت موکدہ ہیں اور بعد میں بھی چھ۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے اذا صلی احدکم الجمعۃ فلیصل بعدھا اربعا (مسلم شریف) یعنی جب تم میں سے کوئی نماز جمعہ پڑھ چکے تو اس کے بعد چار رکعت (سنت) پڑھے اور ترمذی شریف میں ہے عن عطاء قال رأیت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ صلی بعد الجمعۃ رکعتین۔ کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جمعہ کے بعد دو رکعتیں پڑھتے

تھے۔امام ابو یوسف نے بعد جمعہ چھ رکعتیں سنت مؤکدہ فرمائیں۔چار رکعت کا حدیث شریف میں حکم ہے اور دو، ابن عمر کے فعل سے ثابت ہیں۔یہی عام مسلمانوں میں معمول ورائج ہے کہ وہ بعد جمعہ چار اور دو کی نیت سے چھ رکعت سنت موکدہ کی نیت سے ادا کرتے ہیں اور ابن ماجہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ سے قبل چار رکعت ہمیشہ پڑھتے تھے۔تو صحیح وہی ہے جو مسلمانوں میں رائج ہے کہ قبل جمعہ چار اور بعد جمعہ چھ رکعت (ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) نیت میں قبل جمعہ اور بعد جمعہ زبان سے کہہ لینا مستحب ہے ورنہ نیت تو دل کے ارادے کا نام ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲ رجب المرجب ۱۳۹۹ھ، مطابق 29/05/1979

جمعہ کے بعد چھ رکعت سنت موکدہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ جات کے بارے میں کہ:

(۱) ایک گاؤں جس کی آبادی ۱۴۵ گھروں پر مشتمل ہے۔اور تقریباً ایک ہزار (۱۰۰۰) افراد چھوٹے اور بڑے ملا کر ہیں۔ ڈاکخانہ گاؤں سے تین (۳) میل دور ہے تھانہ پندرہ (۱۵) میل دور ہے اور کچہری پچیس (۲۵) میل دور ہے۔گاؤں میں ایک پرائمری اسکول ہے۔چار دوکانیں ہیں۔جہاں سے سودا سلف بآسانی مل سکتا ہے۔کیا ازروئے شریعت ایسے گاؤں میں جمعہ کی نماز پڑھنا جائز ہے یا کہ نہیں؟ ابھی تک اس گاؤں میں جمعہ کی نماز نہیں پڑھی جاتی البتہ عیدین کی نمازیں پڑھائی جاتی ہیں۔

(۲) جمعہ کی نماز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ان کی ترتیب کیا ہوتی تھی؟

(۳) اسی گاؤں میں قربانی نماز عید سے پہلے کرنی چاہیے یا نماز کے بعد۔کس صورت میں جائز ہے؟

منجانب میاں عبدالعزیز صاحب، امام مسجد موضع گھیال، ڈاکخانہ بلانی، تحصیل کھاریاں، ضلع گجرات، پاکستان، ۱۵ ستمبر ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: ایسی آبادی شرعاً مصر نہیں گاؤں ہے۔اور گاؤں میں جمعہ وعیدین باتفاق علمائے حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ممنوع ہے اور ناجائز۔تو جب نماز جمعہ وعیدین وہاں بھی صحیح نہیں تو یہ ایک امر غیر مشروع میں مشغولی ہوئی اور وہ ناجائز ہے۔ فی الدرالمختار تکرہ تحریماً ای لانہ اشتغال بما لا یصح لان المصر شرط الصحۃ۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) بایں ہمہ اگر عوام پڑھتے ہوں منع نہ کریں گے کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لے لیں غنیمت ہے (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

جمعہ سے پہلے چار، اور بعد جمعہ چار اور بعض روایات میں دو۔امام ابو یوسف نے دونوں کو جمع فرما کر حکم دیا کہ جمعہ کے بعد چھ رکعتیں سنتِ موکدہ ہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) جہاں جمعہ وعیدین نہیں وہاں قربانی نماز کے وقت سے پہلے ہو سکتی ہے۔(عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ شوال المکرم ۱۳۹۹ھ

فتویٰ بابت قواعد وضوابط اور نماز جمعہ

سوال: یہ قواعد وضوابط آپ پڑھ کر اور نماز جمعہ کے متعلق آپ کا جو بھی فتوی ہو اور یہ کہ کیا یہ قواعد وضوابط شرعی لحاظ سے درست ہیں ان کیلئے اپنا فتوی لکھ دیں تا کہ انتظامیہ اس کی پابند رہے۔

نماز جمعہ: یہ ایک انتہائی اہم فریضہ ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے مطابق جو شخص نماز جمعہ کیلئے سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوتا ہے اس کو ایک اونٹ قربان کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اس طرح نمبر ۲ کو ایک گائے قربانی کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ غرض نمبر ۷ تک یہ ثواب بتدریج کم ہوتا چلا جاتا ہے اس کے بعد کوئی تذکرہ نہیں ملتا کہ کیا ثواب ملے گا اللہ بہتر جانتا ہے۔

ظاہر ہے ہر محلہ میں ضعیف، کمزور اور بیمار حضرات رہتے ہیں۔ اور وہ اپنی اس کمزوری کے باعث زیادہ فاصلہ طے نہیں کر سکتے۔ اور قریبی محلہ کی مسجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔

اس مسجد میں چونکہ جمعہ نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا آئندہ سے نماز جمعہ ہونا چاہیے۔ یہ میری ذاتی رائے ہے۔ کیونکہ اس کے بہت سے فائدے ہیں لیکن طویل بحث غیر مناسب ہے۔ انتظامیہ یا کسی صاحب کو اگر یہ اعتراض ہے کہ جمعہ کیلئے مخصوص مسجد ہوتی ہیں۔ ان کا خیال غلط اور بے بنیاد ہے۔ اور وہ اس کیلئے کسی عالم سے جو حنفی عقائد کے مطابق عقیدہ رکھتا ہو فتوی حاصل کر سکتے ہیں۔ جمعہ کے دن کچھ چندہ وصول ہو جاتا ہے کیونکہ کثیر تعداد جمعہ کو مسجد میں آتی ہے اور وہ اس طرح جس مسجد میں جاتی ہے وہاں چندہ دے دیتی ہے۔

حدیث بخاری کی ایک حدیث صفحہ نمبر ۸۴۱ درج ذیل ہے

''کتنی دور سے جمعہ کیلئے آنا چاہیے اور کن پر واجب ہے''۔ بسبب ارشاد اللہ تعالیٰ کے **اذانو دی للصلوۃ من یوم الجمعۃ** اور عطا کہتے ہیں کہ جب تو کسی جمعہ والے شہر میں ہو اور وہاں جمعہ کے دن اذان دی جائے تو تجھ پر ضروری ہے کہ تو نماز میں جائے اذان سنے یا نہ سنے اور ''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' کبھی کبھی اپنے مکان میں جمعہ قائم کرتے تھے۔ اور کبھی نہیں۔ اور ان کا مکان زاویہ میں تھا بصرہ سے دو (۲) فرسخ پر۔ اس کے علاوہ جو قواعد وضوابط تحریر کیے گئے ہیں کیا یہ شرعی لحاظ سے درست ہیں۔ ان کی بابت آپ اپنا فتوی جو بھی ہے تحریری طور پر دیں۔ فتوی حاصل کرنے کیلئے چند نام لکھے جا رہے ہیں جو درج ذیل ہیں۔ ان میں سے جو صاحب مناسب سمجھیں ایسے عالم دین سے جو حنفی عقائد سے تعلق رکھتا ہو، فتوی لے سکتے ہیں۔

نمبر ۱: جناب عبد الشکور صاحب نمبر ۲: مفتی محمد شریف صاحب نمبر ۳: جناب ایس۔ ایم۔ ابراہیم صاحب۔
نمبر ۴: جناب محمد نسیم خان صاحب نمبر ۵: جناب عبد الرزاق صاحب

۷۸۶ **الجواب:** اسٹیشن شہر سے باہر ہو تو اس کا شمار فنائے معصر میں ہوتا ہے یعنی شہر کے آس پاس کی جگہ۔ اور وہاں جمعہ جائز ہے (غنیۃ المستملی وغیرہ) اگر چہ وہاں جمعہ کسی اور مسجد میں ہوتا ہو کہ شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہو سکتا ہے۔ خواہ وہ شہر چھوٹا ہو یا بڑا۔ اور جمعہ دو مسجدوں میں ہو یا زیادہ میں۔ (درمختار وغیرہ) مگر بلا ضرورت شرعیہ بہت سی جگہ جمعہ قائم نہ کیا جائے کہ جمعہ شعائر اسلام سے ہے

اور جامع جماعات سے ہے۔ اور بہت سی مسجدوں میں ہونے سے وہ شوکت اسلامی باقی نہیں رہتی جو اجتماع میں ہوتی ہے۔ نیز رفع جرح کیلئے متعدد جگہ جمعہ جائز رکھا گیا ہے تو خواہ مخواہ جماعت پراگندہ کرنا اور محلّہ محلّہ جمعہ قائم کرنا نہ چاہیے۔ (بہار شریعت فتاوی رضویہ وغیرہ) ہاں دوسری مسجدوں میں امام جمعہ مثلاً بدعقیدہ ہو سنی صحیح العقیدہ نہ ہو یا غلط قرأت پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا وہ فاسق معلن ہو مثلاً داڑھی کٹاتا اور ایک مشت سے کم رکھتا ہے اور اس مسجد کی انتظامیہ صحیح امام کا بندوبست نہیں کرتی تو اپنی نمازوں کی حفاظت کیلئے کسی مسجد کی انتظامیہ احکام شرع کے مطابق اگر جمعہ قائم کرنا چاہے تو گنجائش ہونی چاہیے۔ پھر بھی کوشش یہ ہونی چاہیے کہ مسجد بڑی ہو اور اس میں صحیح طور پر جماعت و جمعہ کا بندوبست ہو جائے۔ اسی میں بھلائی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

جمعہ کا قیام

سوال: جمعہ کے قیام کی شرائط کیا ہیں؟ اور احتیاطی ظہر کا مسئلہ۔

۷۸۶ **الجواب:** مذہب حنفی میں، فرضیت جمعہ، صحت جمعہ، اور جواز جمعہ، سب کیلئے مصر (شہر) شرط ہے۔ دیہات میں نہ جمعہ فرض۔ نہ وہاں اس کی ادا جائز۔ نہ صحیح۔ اگر پڑھیں گے ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع، جماعت سے پڑھی۔ ظہر کا فرض، سر سے نہ اترے گا اور پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔ یعنی غیر شرعی امر میں مشغولیت۔ نفل نماز میں تداعی جماعت۔ نماز ظہر کی جماعت کا ترک، اور ظہر نہ پڑھیں تو گناہ اور شدید۔ اور ظاہر ہے کہ شہر، مصر، مدینہ، معنی متعارف میں وہی مقام ہے جسے شرعاً بھی مصر کہا جاتا ہے یعنی وہ آبادی جس میں متعدد کوچے، محلے، متعدد دائمی بازار ہوتے ہیں۔ وہ کم از کم پرگنہ ہوتا ہے اسکے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں۔ عادۃً اس میں حاکم مقرر ہوتا ہے کہ فیصلہ مقدمات کرے۔ اور اپنی شوکت کے سبب مظلوم کا انصاف، ظالم سے لے سکے۔ اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ، و موضع و گاؤں کہلاتی ہیں۔ عرفاً بھی اور شرعاً بھی۔ اور انہیں معنی پر جمعہ وغیرہ کے احکام کا دارومدار ہے۔ کہ جو شہر قصبے اور پرگنے ہیں وہاں جمعہ جائز اور جو قریے، دیہات، گاؤں ہیں وہاں جمعہ و عیدین ناجائز۔ یہی تحقیق مسئلہ ہے اور حق اس سے تجاوز نہیں۔ نہ ہم اس کے خلاف عمل کر سکتے ہیں اور نہ زنہار زنہار اپنے ائمہ کا مذہب چھوڑ کر دوسری بات پر فتوی دے سکتے ہیں۔ ہاں اتنا ضرور ہے کہ جہاں دیہات و قریہ میں جاہل عوام اگر پڑھتے ہوں تو ان کو منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ اور خواص کیلئے حکم یہ ہے کہ دیہات میں وہ ظہر باجماعت پڑھیں تنہا پڑھیں گے۔ تو واجب کے تارک ہوں گے اور جہاں یہ شک ہو کہ جمعہ ہوا یا نہیں مثلاً کوئی شرط، صحت جمعہ کی مفقود ہونے میں کوئی شبہ یا تردد ہو مثلاً اس میں شک ہے کہ یہ جگہ مصر شرعی ہے یا نہیں تو وہ نماز جمعہ پڑھ کر، نماز ظہر بہ نیت آخری فرض پڑھیں۔ یعنی عند اللہ اگر جمعہ پڑھنا صحیح نہ تھا تو نفس الامر میں ظہر فرض تھا۔ جب اس نے، اس پچھلے فرض ظہر کی نیت کی، جس کا وقت پایا اور ابھی ادا نہ کی، تو یہی ظہر ہو جائے گی۔ ورنہ اگر پہلے کوئی ظہر ذمہ پر تھا وہ ادا ہو جائے گا ورنہ یہ رکعت نفل ہو جائیں گی۔ اس لئے حکم ہے کہ یہ چاروں رکعتیں بھی پڑھی جائیں۔ خلاصہ

کلام یہ ہے کہ ایسے دیہاتوں میں، جہاں قدیم سے جمعہ ہوتا چلا آ رہا ہے عوام کو نہ روکیں ورنہ وہ اس سے بھی دور ہو جائیں گے اور جہاں ادائیگی جمعہ میں شک و تردد ہو وہاں خواص احتیاط الظہر پڑھیں۔ پھر دیہات میں نیا جمعہ قائم کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (ان مسائل کی توضیح کیلئے دیکھیں فتاوی رضویہ جلد سوم) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۴ شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

عید و جمعہ کا شوق

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ: ایک ایسی بستی ہے کہ جہاں غریب لوگ اور زمیندار لوگ رہتے ہیں۔ اور ان تمام لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ ہم لوگوں کو عید پڑھنے کا شوق ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنی اسی بستی کے اندر ایک ممتاز عالم دین کو بلا کر عید پڑھوائیں۔ اور لوگ اس میں کثرت سے آتے ہیں کہ جن کی تعداد تین سو ہو سکتی ہے۔ ان کی عید پڑھنا جائز ہے اور ثواب ہے یا کہ ناجائز ہے اور حرام و گناہ ہے؟ بعض لوگ اس کے عکس پر عامل ہیں۔　السائل غلام حیدر

۷۸۶ الجواب: جمعہ و عیدین کیلئے شہر ہونا ضروری ہے یعنی ایسی آبادی جس میں متعدد کوچے، محلے اور متعدد دائمی بازار ہوں۔ اور وہ کم از کم پرگنہ ہوتا ہے۔ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہیں اور عادۃً اس میں کوئی حاکم ایسا مقرر ہوتا ہے کہ مقدمات کا فیصلہ کر سکے اور اپنی شوکت کے سبب، مظلوم کا انصاف، ظالم سے لے سکے۔ اور جو بستیاں ایسی نہیں وہ قریہ یا گاؤں کہلاتی ہیں۔ اور قریہ یا دیہات میں، نہ جمعہ و عیدین فرض، اور نہ وہاں ان کا ادا کرنا جائز۔ نہ صحیح۔ اگر پڑھیں گے تو ایک نفل نماز ہوگی کہ برخلاف شرع، جماعت سے پڑھی۔ ظہر کا فرض، سر سے نہ اترے گا اور پڑھنے والے متعدد گناہوں کے مرتکب ہوں گے۔ یہی تحقیق مسئلہ ہے کہ حق اس سے متجاوز نہیں۔ البتہ جو دیہات پہلے اسلامی سلطنت میں رہے ہوں اور وہاں شعار اسلام جیسے جمعہ و عیدین وغیرہا اس میں اب تک جاری ہوں وہاں جمعہ و عیدین کو بند نہ کریں گے۔ اور عوام الناس اگر پڑھتے ہوں تو انہیں منع کرنے کی ضرورت نہیں کہ عوام جس طرح اللہ و رسول کا نام لیں غنیمت ہے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

لاؤڈ اسپیکر پر نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہماری مسجد میں تراویح اور دیگر نمازیں بغیر لاؤڈ اسپیکر پڑھی جاتی ہیں کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ چونکہ امام کی قرأت کی آواز آخری صفوں اور دوسری منزل کے لوگوں تک نہیں پہنچتی لہٰذا مسجد کے اندرونی حصہ میں دھیمی آواز سے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھائی جائے۔ کیا ایسا کرنا درست ہوگا یا نہیں؟

سائل (پیر) سید ارشاد علی قادری باپو، قادری مسجد پرانا مچھی ہٹ شاہی بازار، حیدر آباد، 17/07/1981

۷۸۶ الجواب: شریعت مطہرہ نے بعض اوقات افعال و عبادات کو ایک خاص ہیئت کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے جس میں کسی قسم کی تغیر و تبدیل کو جائز نہیں رکھا۔ مثلاً حضور علیہ السلام نے قیام کی حالت میں خطبہ ارشاد فرمایا ہے تو فقہاء نے بیٹھ کر

خطبہ کو مکروہ فرمایا۔ یو ہیں دو خطبوں کے درمیان حضور نے جلوس فرمایا ہے تو اس کے ترک کو ممنوع قرار دیا۔ وعلی ہذا بہت سے مقامات ہیں، جن میں زمانہ پاک کے عمل پر نظر رکھتے ہوئے ان کے خلاف کو مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ یا مثلاً اذان میں بلند آواز مطلوب ہے لیکن اس کے واسطے بھی ایک حد مقرر ہے کہ موذن اپنی قوت کے موافق اذان میں آواز بلند کرے اسے زیادہ تکلف مکروہ وممنوع ہے (عالمگیری وغیرہ) بعینہ اسی طرح قرأت جہری میں، یعنی جہاں نماز میں آواز سے پڑھنا مطلوب ہے وہاں آواز کو بہ تکلف بلند کرنا کہ خواہی نخواہی امام کی قرأت کی آواز تمام صفوں کے مقتدیوں تک، یا زیادہ سے زیادہ فاصلہ تک پہنچ جائے شرعاً ممنوع ہے کہ جب ایک مقدار جہر سے فعل واجب یا سنت ادا ہو گیا تو اب اس سے زائد جہر، بلاضرورت ہوگا جس کی اجازت نہیں۔ خود قرآن کریم فرماتا ہے ولا تجھر لصلاتك ولا تخافت بھا وابتغ بین ذالك سبیلاً۔ آیہ کریمہ اور اس کی تفسیر سے صاف روشن ہے کہ نماز میں قرأت نہ بہت بلند آواز سے ہو (قاری کو مشقت میں ڈالے) اور نہ بالکل آہستہ۔ کہ برابر والے مقتدی بھی نہ سن سکیں بلکہ متوسط آواز سے پڑھا جائے۔ ظاہر ہے کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا، قاری کی آواز کو دور تک پہنچانے کیلئے ہے۔ اور اس میں کئی خرابیاں ہیں۔

(۱) امام کا عین نماز میں اس کی طرف التفات کہ آواز اس میں پہنچتی رہے اور یہ فعل خود مکروہ۔ خدا کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر غیر کی جانب التفات صوفیاء کے نزدیک تو یہ نماز، نماز ہی نہ ہوئی۔

(۲) آیہ کریمہ کا خلاف۔ کہ وہ فرماتی ہے کہ آواز کو زیادہ بلند نہ کرو اور اس کا نام ہی ''لاؤڈ اسپیکر'' آواز کو بلند کر کے دور تک پھیلانے والا آلہ۔

(۳) یقیناً یہ آلہ امام کی آواز اور اس کی تکبیرات وغیرہ، دوسروں تک پہنچانے کیلئے واسطہ ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ آلہ امام اور مقتدیوں کا غیر ہے۔ اور امام کا غیر مقتدیوں کے قول پر، اور مقتدیوں کا غیر امام کے قول پر نماز کو فاسد کرتا ہے لہٰذا اس آلہ کی آواز پر جو لوگ ارکان نماز ادا کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی۔

(۴) اس آلہ کے ذریعہ امام کی آواز دوسروں تک بھی پہنچتی ہے جو نماز میں مصروف نہیں بلکہ دنیاوی امور میں منہمک ہیں۔ یا عورتیں گھر میں نماز پڑھتی ہیں ان کے کانوں میں بھی امام کی آواز پہنچے گی اور حکم قرآن کہ جب قرآن پڑھا جائے تو خاموش رہو اور اسے غور سے سنو۔ اب یا تو وہ سب اپنے کاموں کو، یہانتک کہ اپنی عبادتوں کو، اور تمام مصروفیتوں کو لپیٹ کر رکھ دیں اور قرآن سننے میں مصروف ہو جائیں۔ یا پھر اپنے کاموں میں لگے رہیں قرآن نہ سنیں اور دونوں صورتیں مخدوش بلکہ قصداً قرآن کو نہ سننا اور اس سے اعراض کرنا حرام و ناجائز۔ تو اب یہ وبال کس پر ہوگا۔ ان پر جن کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ یا ان پر جو مسجد کے انتظامی امور میں دخل رکھتے ہیں۔ جبکہ فقہاء فرماتے ہیں کہ جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں اور قرآن کریم کے سننے کیلئے فارغ نہ ہوں، وہاں بلند آواز سے تلاوت کرنے والے پر اس صورت میں دوہرا وبال ہے۔ ایک تو یہ کہ جو لوگ اپنے گھروں میں نماز و تلاوت و ذکر اذکار میں مصروف ہیں، یہ آواز اس میں خلل انداز ہوگی۔ لوگ بھول جائیں گے۔ دوسرے قرآن کریم کو بے حرمتی کیلئے پیش کرنا۔ ردالمحتار میں ہے فی الفتح عن الخلاصۃ رجل یکتب الفقہ و بجنبہ رجل

یقرء القرآن فلایمکن استماع القرآن فالاثم علی القاری و علی ہذا لو قرأہٗ علی السطح والناس نیام یا ثم ای لانہ یکون سبباً لاعراضھم عن اسماعہ ولانہ یوذیھم بایقاظھم۔ اسی میں غنیۃ سے ہے یجب علی القاری احترامہ بان لایقراہ فی الاسواق و مواضع الاشتغال الی آخرہ۔ حاصل ان عبارتوں کا یہی ہے کہ جہاں مصروفیت کے باعث، قرآن کریم سننا ممکن نہ ہو تو قاری پر لازم ہے کہ آہستہ پڑھے ورنہ سارا وبال اس پر ہوگا ان پر نہیں۔ پھر عجیب منطق ہے کہ چونکہ امام کی آواز، دوسری منزل یا دور کے مقتدیوں تک نہیں پہنچتی اس لئے اسپیکر لگایا جائے۔ عزیزان گرامی آپ دست بستہ، بارگاہ خداوندی میں کھڑے ہوں آپ تک قرات کی آواز آئے یا نہ آئے ثواب قرآن کریم کے سننے کا آپ کو پہنچ رہا ہے تو پھر اس ضد کے کیا معنی کہ امام کے سامنے اسپیکر ہونا چاہیے کہ ہم اس کی آواز سن سکیں۔ کیا امام کی آواز سننا بھی فرض، واجب بلکہ سنت و مستحب ہے کہ خواہی نخواہی اس کیلئے اس آلہ کو نماز میں دخیل بنایا جائے۔ خواہ وہ نماز ہی سرے سے چھن جانے کا اندیشہ ہو۔ اور یہ دلیل کوئی اثر نہیں رکھتی کہ سب پڑھتے ہیں۔ آپ سے آپ کے متعلق سوال ہوگا ان کے متعلق نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال ممنوع و ناجائز حرام ہے۔ یہی اکابر علماء و محققین کا قول ہے یہی عمل ہے اس پر فتوی ہے اور یہی قابل قبول۔ تفصیل کیلئے دیکھیں حضرت علامہ شاہ مظہر اللہ صاحب دہلوی کا فتاوی مظہری۔ یا اعلیحضرت بریلوی اور دوسرے اکابر علمائے اہلسنت کے فتاوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ر رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام کہ موجودہ زمانہ میں ہر مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر کا عام رواج ہو گیا ہے۔ خطبہ و نمازیں باقاعدہ لاؤڈ اسپیکر پر پڑھائی جاتی ہیں۔ بعض لوگ معترض ہوتے ہیں کہ شرعاً لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اقتداء (نماز میں) جائز نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جائز ہے۔ اعتراض کرنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ مشین کے ذریعہ آواز آتی ہے لہٰذا ناجائز ہے جبکہ جائز کہنے والے یہ دلیل دیتے ہیں کہ اصل میں لاؤڈ اسپیکر کا کام صرف آواز کو دور دور تک پہنچانا مقصد ہے آواز تو اصل میں اس کی ہوتی ہے جو کہ مشین کے سامنے پڑھتا ہے یا تقریر کرتا ہے۔

براہ کرم شریعت مطہرہ کی روشنی میں مذکورہ سوال کا جواب دیکر مشکور ہونے کا موقع عطا فرمائیں۔

شکریہ عبدالنبی، لیاقت روڈ، کوٹری

۷۸۶ الجواب: اتنی بات تو بالکل واضح ہے کہ مسافت بعیدہ یعنی دور فاصلہ تک امام کی آواز اور اس کی تکبیرات وغیرہ پہنچانے کیلئے یہ آلہ ہی بڑا ذریعہ اور اصل واسطہ ہے۔ کہ اس کا قدم درمیان سے اٹھالیں تو امام و مکبر کی آواز یقیناً اتنے فاصلے تک نہ پہنچے گی۔ اور یہی دلیل ہے اس بات کی کہ دور تک پہنچنے والی آواز، اس آلہ کی آواز ہے نہ کہ امام کی کہ اس نے اصل متکلم کی آواز کو مقید کر کے، اس میں گونج پیدا کی اور بجلی کے لہروں کے ذریعہ مسافت بعیدہ تک پہنچایا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ آلہ، امام اور مقتدیوں کا غیر ہے۔ اور امام کا غیر مقتدی کے قول پر، اور مقتدی کا غیر امام کے قول پر عمل کرنا مفسد نماز ہے۔ لہٰذا اس آلہ کی

آواز پر جو لوگ نماز کے ارکان ادا کریں گے ان کی نماز نہ ہوگی۔ (کمافی ردالمحتار وغیرہ) پھر جہاں لوگ اپنے کاموں میں مشغول ہوں، اور قرآن عظیم سننے کیلئے فارغ نہ ہوں وہاں بلند آواز سے تلاوت کرنے والے پر، اس صورت میں دہرا وبال ہے۔ ایک تو یہ کہ اس آلہ کے ذریعہ آواز، یقیناً مسجد کے قرب و جوار کے مکانوں میں پہنچے گی، ان میں سے بہت سے اہل خانہ مثلاً مستورات نماز وغیرہ میں مصروف ہوں گی اور اس آواز سے اس میں خلل آئے گا اور ایسا جہر، جس سے دوسروں کی نمازوں میں خلل آئے خود ممنوع ہے۔ دوسرا یہ کہ قرآن عظیم کو بے حرمتی کیلئے پیش کرنا ہے کہ قرآن پڑھا جارہا ہے اور لوگ اپنے دنیاوی جائز امور میں مصروف و مشغول ہیں۔ اور اس بے حرمتی کا ذریعہ وہ لاؤڈ اسپیکر ہے۔ غرض یہ آلہ، بالخصوص نماز میں، نمازوں کے اکارت جانے اور خواہ مخواہ، دوسرے نمازیوں کی نماز میں خلل اندازی اور بے حرمتی کا ذریعہ ہے۔ جنہیں اپنی نمازیں اور دوسروں کی نمازیں اور قرآن کریم کا احترام منظور ہوگا وہ آپ ہی اس بدعت پر چار حرف بھیجیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

درس کے اوقات

سوال: جناب عالی! گذارش یہ ہے کہ ایک شخص جو کہ خود اپنے لئے پیر کہلانے کو مستحق سمجھتا ہے میں جناب سے التماس کرتا ہوں کہ نماز فجر کے وقت سے پہلے قرآن اور حدیث کا درس ہوتا ہے۔ اس کو یہ شخص نہیں مانتا ہے اور کہتا ہے کہ فجر کے وقت قرآن و حدیث کا درس سنت کے خلاف ہے جو کہ مولوی صاحب درس فرماتے ہیں۔ لیکن مولوی صاحب سے نہیں بلکہ مسجد کے چند لوگوں سے کہنا شروع کردیا کہ یہ سب کچھ سنت کے خلاف ہے آخر کار یہ بات مولوی صاحب تک پہنچ گئی مولوی صاحب کو فکر ہوئی کہ کہیں دو گروہ تو نہیں بن گئے معلوم ہوا کہ دو گروہ بن گئے ہیں لیکن اب اس بات کا خطرہ ہوگیا ہے کہ دو گروہ میں فساد برپا نہ ہو جائے درس رحمت درس فتنہ نہ بن جائے۔ برائے کرم اس فتویٰ کا تحریری جواب دیجئے۔ بنام مخالف سلسلہ پیر یوسف صاحب قاتلی جو کہ قرآن حدیث کے درس کو خلاف سنت قرار دیتے ہیں۔　مولانا عبدالمجید، خطیب رحمانی مسجد یونٹ نمبر ۱۲ لطیف آباد، حیدرآباد، سندھ

۷۸۲ **الجواب:** اگر اس درس کے باعث کسی نمازی، یا سوتے یا مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا خدشہ ہو یا کسی اور مصلحت شرعی کے خلاف ہو تو اس وقت نہ کیا جائے۔ اور اگر کوئی ایسا امر موجود نہ ہو، نہ اس کا اندیشہ، تو عندالتحقیق کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۰ محرام الحرام ۱۴۰۲ھ

دیہات میں جمعہ ناجائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سپر ہائی وے پر کراچی سے 34 میل دور ایک مسجد بنائی گئی تا کہ جو مسافر بسوں میں سفر کرتے ہیں ان کیلئے نمازوں میں سہولت رہے اور اسی مناسبت کی وجہ سے وہاں چند ہوٹل اور کھانے پینے کی اشیاء کی دکانیں بھی بنالی گئیں جو مستقل طور پر وہاں کام کرتی ہیں۔ اور اس طرح وہ جو کام کرتے ہیں ان کی مستقل آبادی تقریباً ساٹھ (60) افراد پر مشتمل ہے اس گاؤں سے چھ میل دور مغرب کی سمت ایک گاؤں کا ٹھوڑ ہے جس میں جمعہ پہلے سے پڑھا

جاتا ہے اسی طرح گاؤں سے جنوب کی سمت میں ایک اور گاؤں تقریباً ڈھائی میل (2.5) کے فاصلے پر ہے اور وہاں مکانات کی تعداد تقریباً اسی (80) ہے وہاں بھی جمعہ پڑھا جاتا ہے اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ مذکورہ نوری مسجد میں جمعہ کا اہتمام کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر جمعہ پڑھا جائے تو اس سے ترک ظہر کی وعید تو لازم نہیں آئے گی۔ اس مسجد میں بعض علماء کے اصرار پر دو مرتبہ جمعہ پڑھایا گیا لیکن پھر ایک عالم کے مسئلہ بتانے پر فی الحال جمعہ روک دیا گیا ہے۔ تو کیا اس مسجد میں جمعہ کا اہتمام جائز ہے یا نہیں؟　　سائل امام مسجد نوری غوثیہ، سپر ہائی وے

۷۸۶ الجواب: دیہات میں جمعہ ناجائز ہے اگر پڑھیں گے تو گناہگار ہوں گے اور فرض ظہر ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ جمعہ صحیح ہونے کیلئے شہر شرط ہے اور صحیح تعریف شہر کی یہ ہے کہ وہ آبادی جس میں متعدد کوچے ہوں۔ مستقل بازار ہوں۔ نہ وہ جسے پینٹھ یا جمعہ بازار یا سنڈے بازار کہتے ہیں۔ اور وہ پرگنہ ہو کہ اس کے متعلق دیہات گنے جاتے ہوں۔ اور اس میں کوئی حاکم، رعایا کے مقدمات فیصل کرنے پر مقرر ہو۔ جس کی حشمت و شوکت اس قابل ہو کہ مظلوم کا انصاف، ظالم سے لے سکے۔ جہاں یہ تعریف صادق آئے وہی شہر ہے اور وہیں جمعہ وعیدین کا پڑھنا جائز۔ کمافی الھدایۃ والخانیۃ والدر المختار وغیرھا۔ جن عالم نے وہاں جمعہ پڑھنے سے منع کیا انہوں نے وہاں کے آنے جانے اور رہنے والوں کی خیر خواہی میں، ظہر کے ترک کے وبال سے بچالیا۔ ان کا شکر گزار ہونا چاہیے۔ اور عوام از خود اگر کسی گوٹھ یا قریہ میں جمعہ قائم کرلیں تو ان کا یہ فعل کوئی سند شرعی نہیں۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۳۰ر محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

جہاں جمعہ قدیم سے شروع ہو، وہ بند نہ کیا جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں

(۱) ایک گاؤں ہے جس کی آبادی تقریباً ڈھائی اور تین ہزار افراد پر مشتمل ہے جو کہ شہر سے تقریباً 35 میل کے فاصلے پر ہے۔ جس میں گورنمنٹ کی ایک چوکی، ایک سول ہسپتال اور تین پرائمری اسکول اور مختلف مقامات پر نو دس دوکانیں بھی ہیں۔ اور ٹریفک بھی وقتاً فوقتاً آتا رہتا ہے اور یہاں کے علمائے کرام نے اس گاؤں میں جمعہ نماز اور نماز عیدین پڑھنا شروع کیے ہیں۔

جناب عالی! ازروئے شرع انور تشریح فرمائیں کہ اس گاؤں میں نماز جمعہ اور نماز عیدین پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

تفصیلی جواب اپنی مہر سمیت دیکر مشکور فرمائیں۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون

فقط ایک سائل۔ محمد صالح ولد ولی محمد، میانوالی

۷۸۶ الجواب: عیدین و جمعہ کی صحت کیلئے مصر یا فنائے مصر شرط ہے۔ یہی مذہب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کا ہے اور یہی مذہب ہے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ اور اسی پر صدیوں سے فتویٰ ہے اور علماء کا عمل و معمول۔ اور شرعاً مصر وہ آبادی ہے جو کم از کم پرگنہ ہو۔ اس میں متعدد کوچے اور بازار ہوں اور وہاں ایسا حاکم ہو جو ظالم سے مظلوم کا بدلہ لے سکے۔ ڈھائی تین ہزار کی آبادی کا ہونا کوئی شرعی معیار نہیں۔ لہٰذا دیہات میں جمعہ ناجائز ہے۔ البتہ جس گاؤں میں زمانہ

قدیم سے جمعہ ہوتا آیا ہے اسے بند نہ کیا جائے کہ عوام جیسے نام خدا لے لیں غنیمت ہے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

جمعہ کی رکعتیں چودہ ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جمعہ کے دن حکماً دار الحرب میں کتنی اور دار الاسلام میں کتنی رکعت نماز ادا کی جائے۔ زید کہتا ہے کہ عام دنوں میں ظہر کے فرض پڑھکر فوراً دو رکعت سنت ادا کی جاتی ہیں جبکہ جمعہ کے فرض ادا کر کے چار رکعت پڑھی جاتی ہیں اور اس کے بعد دو رکعت سنت ادا کی جاتی ہیں زید کہتا ہے کہ جمعہ کے دن کل رکعتیں دس ہیں جبکہ عام طور پر چودہ رکعتیں ادا کی جاتی ہیں چنانچہ از روئے شرع شریف صحیح ومدلل جواب سے آگاہ فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، فقط خادم اہلسنت حافظ سراج الدین واحدی، مورخہ ۱۶ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

۷۸۶ الجواب: ہاں یہ بات صحیح ہے کہ جمعہ کے دن جمعہ پڑھنے والے پر چودہ رکعتیں ہیں۔ چار قبل جمعہ، دو فرض جمعہ، چار بعد جمعہ، پھر دو بعد جمعہ اور پھر نفل۔ اور علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ رکعتیں (عامہ کتب) علامہ بحر العلوم فرنگی محلی رسائل الارکان میں تحریر فرماتے ہیں واما راتبۃ الجمعہ فقبلھا اربع رکعات وبعدھا اربع رکعات عند ائمتنا الثلثۃ وزاد الامام ابو یوسف اثنین بعد الاربع التی بعدھا یعنی جمعہ کے روز، سنت موکدہ چار رکعت، فرض جمعہ سے پہلے ہیں۔ اور چار رکعت فرض نماز کے بعد۔ یہ قول ہے ہمارے ائمہ ثلثہ کا۔ جبکہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ بعد جمعہ چار رکعت کے بعد دو رکعت سنت موکدہ اور پڑھ لی جائیں (تا کہ دونوں روایتوں پر عمل ہو جائے) اسی پر قدیم سے مسلمانوں میں عمل ہے اور یہی جاری رہنا چاہیے۔ نئی بات پیدا کر کے مسلمانوں میں انتشار نہ پھیلائیں کہ لوگ ناواقف ہیں۔ جہل کا غلبہ ہے۔ شیطان کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

جمعہ کن حالات میں قائم کیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے کہ: گذارش ہے کہ دیہات میں جمعہ کی نماز کن کن حالات میں ہو سکتی ہے اس کے لئے کتنے آدمیوں کی پابندی ہے ہمارے دیہات میں ہر قسم کا سامان ملنے کی دو کانیں بھی ہیں اور ہم نے ایک مسجد بنوا رکھی ہے باقاعدہ پانچ وقت جماعت سے نماز ہوتی ہے پیش امام مقرر ہے اور تیس 30، پینتیس 35 آدمی جماعت میں ہوتے ہیں اور فاصلے سے دوسرے لوگ جمعہ کی نماز کیلئے آتے ہیں اور ہم نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے یا نہیں۔ صحیح حکم کیا ہے ارشاد فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ نعیم الدین علیم الدین، کوارٹر نمبر 372/A لطیف آباد، 17/05/1982

۷۸۶ الجواب: جمعہ کی صحت کیلئے مصر یا فنائے مصر شرط ہے۔ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں۔ یہی مذہب امیر المومنین علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور مصر کی جو تعریف آپ نے فرمائی

ہے وہ ہرگز کسی گاؤں پر صادق نہیں آتی۔ لہٰذا گاؤں میں جمعہ ناجائز۔ البتہ جس گاؤں میں زمانہ قدیم سے حاکم اسلام کے حکم و ایماء پر جمعہ ہوتا چلا آیا ہے وہاں عوام کو اس سے منع نہ کیا جائے اور نیا قائم نہ کیا جائے۔ (درمختار، فتح القدیر، فتاویٰ رضویہ وغیرہ)
واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

شہر کی حد کے اختتام پر عید کی نماز سے پہلے قربانی کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ
ایک شخص جو مصر (شہر) میں رہتا ہے، اس نے عید الاضحیٰ کے موقعہ پر اپنی قربانی شہری حدود کے اختتام پر طلوع آفتاب ہوتے ہوئے قبل نماز عید الاضحیٰ ذبح کی، یہ شخص صاحب نصاب بھی ہے اس کی مذکورہ قربانی شرعاً درست ہوگئی یا دوسری اس کے ذمہ۔ کرنی ہوگی۔ بینوا بالبرھان وتوجروا من الرحمٰن سائل، فقیر نثار احمد لغاری

۷۸۶ الجواب: اس باب میں کوئی صحیح صریح فقہی جزئیہ نہ فقیر کے علم میں ہے نہ تلاش میں سے اس کا کچھ پتہ چلا۔ البتہ اصول شرع کے پیش نظر، کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح، شرائط جمعہ کے اجتماع میں اشتباہ کے باعث، خواص کو یہ حکم ہے کہ وہ نیت مخصوصہ سے احتیاطاً نماز ظہر پڑھیں جسے ظہر احتیاطی کہتے ہیں۔ اسی طرح یہاں احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چونکہ ایام قربانی گزر چکے ہیں اب قربانی نہیں ہوسکتی تو یہ شخص احتیاطاً قربانی کی قیمت، غرباء و مساکین پر صدقہ کردے تاکہ شبہ و احتمال کی صورت باقی نہ رہے اور قربانی کا وجوب یقینی طور پر اس پر سے اتر جائے۔ عوام پر اس راز کو منکشف نہ کریں کہ وہ اندیشوں کا شکار ہو جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

مسجد محلہ چھوڑ کر جمعہ کیلئے جامع مسجد میں جانے سے مسجد محلہ ویران نہ ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جامع مسجد میں جمعہ کی نماز پر، دوسرے محلہ کی مسجد والوں نے عیدین کے چندے کو دونوں مسجدوں میں نصف نصف کرنے پر تنازعہ کھڑا کیا۔ جامع مسجد والے کچھ نمازیوں نے عیدین کا چندہ دوسری مسجد والوں کو دینے سے انکار کیا جس کے باعث دوسرے محلہ والوں نے اپنی مسجد میں نماز جمعہ شروع کردی۔ جو تقریباً چار یا پانچ مہینے سے بدستور قائم ہے۔ کچھ لوگوں نے تنازعہ کو مٹا کر یعنی دوسری مسجد والوں کا چندے کا مطالبہ منظور کر کے جمعہ سابقہ جامع مسجد میں پڑھنے کی کوشش کی۔ لیکن دوسری مسجد کے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ مذکورہ مسجد میں چند ماہ سے جمعہ پڑھایا جارہا ہے۔ اب اس کو بند کرنا جائز نہیں۔ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں محض چندے کی تقسیم پر جمعہ الگ کر لینا کیسا ہے؟ اور اب اس مسجد میں جمعہ بند کر کے حسب سابق جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا کیسا ہے؟
(نوٹ) واضح ہو کہ موجودہ صورتحال میں مزید گروہ بندی کا اندیشہ ہے۔
سائل قاری نور محمد رانجھی، محمد محمود رانجھی، موضع سرہالی۔ ضلع اٹک

۷۸۶ الجواب: قصبہ و شہر جہاں جمعہ جائز ہے وہاں نماز جمعہ متعدد جگہ ہونا بھی جائز ہے اگرچہ افضل، حتی الوسع ایک جگہ

ہونا ہے اور مسجد جامع ہی اس کیلئے موزوں تر۔ کہ اس میں نماز جمعہ کا ثواب زائد ہے کہ نمازیوں کی کثرت ہوگی۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) لہٰذا جس مسجد میں کسی بنا پر چند ماہ سے جمعہ شروع کیا گیا ہے۔ وہاں سے پھر مسجد جامع میں نمازیوں کا واپس آجانا، ایک ایسے کام کی جانب واپس آنا ہے جس میں ثواب مقابلۃً زائد ہے۔ اور اس میں کوئی حرج نہیں بلکہ یہی مطلوب ہے اور **فاستبقوا الخیرات** میں داخل۔ اور یہ شبہ کرنا کہ اس سے ایک مسجد میں نماز نہ پڑھنے کا وبال لازم آتا ہے، اس کی کوئی وجہ نہیں۔ نماز نہ پڑھنے کا وبال اس صورت میں ہے کہ مسجد ویران ہو جائے اور لوگ مسجد میں آنا جانا بالکل بند کر دیں۔ جبکہ جمعہ کے روز صرف نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد میں جانا اسے ویران کرنا نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

نماز میں وضو جائے تو امام کیا کرے؟

سوال: نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو امام کو کیا حکم ہے؟ سائل۔ مولوی محمد وارث قادری، دوڑ، نواب شاہ

۷۸۶ الجواب: نماز میں امام کو حدث ہوا یعنی اس کا وضو جاتا رہا تو دوسرے کسی اور شخص کو کہ امامت کا اہل ہو اور اس محدث کا امام ہو سکتا ہو خلیفہ مقرر کر سکتا ہے۔ اور جسے حدث لاحق ہوا سے چاہیے کہ ناک بند کر کے (کہ لوگ نکسیر گمان کریں) پیٹھ جھکا کر پیچھے ہٹے اور اشارے سے کسی کو خلیفہ بنائے۔ خلیفہ بنانے میں بات نہ کرے۔ اور ان شرائط کا لحاظ بھی کرے جو بتائی ہیں۔ ورنہ خلیفہ بنانا درست نہ ہوگا۔ (عالمگیری، ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

بس اسٹاپ پر جمعہ/ چالیس گھر گاؤں میں ہوں تو بھی جمعہ نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک گاؤں ہے جس کے اندر چالیس گھر ہیں اور اس کے اندر ایک دوکان ہے۔ دوسری بھی کچھ معمولی ہے اور پہلی جو دوکان ہے گھریلو استعمال کی تمام چیزیں نہیں مل سکتیں اور وہاں پر ایک مسجد بھی ہے اور امام مسجد دو چار سورتیں زبانی پڑھا ہوا ہے وہ بھی اپنے گھر کے کام کے اندر مصروف رہتا ہے اور کبھی جمعہ بھی ناغہ کر دیتا ہے جب تک وہ امام صاحب نہ ہوں تو وہاں نہ جمعہ پڑھایا جاتا ہے اور نہ ہی ظہر کی نماز ہوتی ہے۔ اسی گاؤں کے نزدیک فرلانگ ڈیڑھ فرلانگ کے نزدیک ایک اسٹاپ ہے وہاں پر ایک اسلامی مدرسہ بھی ہے اور مسجد بھی اور وہاں کے کچھ لوگ تجارتی آدمی بھی ہیں۔ گندم، مرچی اور پیاز ٹرکوں کے حساب سے باہر جاتے ہیں اور وہاں پر دو تین تھوک کی دوکانیں کریانہ کی ہیں اور ایک دو مٹھائی کی دوکانیں بھی ہیں اور دو تین ڈاکٹروں کی دوکانیں ہیں لیکن کپڑے کی کوئی دوکان نہیں ہے۔ اور وہاں پر یونین کونسل، ناکہ وغیرہ بھی ہے اور اچھی خاصی رونق ہے صبح سے لیکر عصر تک خوب رونق رہتی ہے اس کے بعد تمام کاروباری لوگ اپنے گھروں میں چلے جاتے ہیں اور اس اسٹاپ کی مسجد میں عشاء اور فجر جماعت کے ساتھ نہیں ہوتی ہے اور ظہر، عصر، مغرب ہو جاتی ہے۔ تو آپ فرمائیں قرآن وسنت کی روشنی میں کہ اس گاؤں کے اندر نماز جمعہ جائز ہے یا

نہیں۔ اور گاؤں کے اندر جمعہ کی نماز پڑھائی جائے تو وہاں تقریباً بیس پچیس آدمی ہوتے ہیں اور اس گاؤں کے قریب جو اسٹاپ ہے وہاں پر تقریباً پچاس ساٹھ ستر تک آدمی ہو جاتے ہیں۔

آپ مہربانی فرما کر یہ جواب تفصیل کے ساتھ اور حوالے کے ساتھ عنایت فرمائیں آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی بندہ آپکا شکر گزار ہوگا۔ کیونکہ کچھ علماء فرماتے ہیں کہ آج کل ہماری مسلمانوں کی حکومت ہے اور پاکستان مسلمانوں کیلئے آزاد ملک ہے جہاں چاہے گاؤں ہو یا نہیں یا اسٹاپ وہاں پر جمعہ ہوسکتا ہے لیکن کچھ علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس گاؤں میں نماز جمعہ پہلے سے شروع ہو تو وہاں نماز باجماعت ہوتی ہو اور جماعت کو ترک نہیں کرتے ہیں تو وہاں جمعہ ہوسکتا ہے۔ آپ اس مسئلہ کے بارے میں وضاحت کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔

۷۸۶ الجواب: ایسی بستی جس میں صرف چالیس گھر اور دو ایک دوکان ہیں اس روایت نادرہ کے مطابق جمعہ نہیں ہوسکتا۔ جو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے آئی ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ جس آبادی میں اتنے مسلمان مرد عاقل بالغ ایسے تندرست جن پر جمعہ فرض ہو سکے۔ آبادیوں کا گروہ وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو نہ سما سکیں۔ یہانتک انہیں جمعہ کیلئے جامع مسجد بنانی پڑے تو وہ قیام حجت جمعہ کیلئے شہر سمجھی جائے گی اور وہاں نماز جمعہ وعیدین درست ہوگی اگر چہ یہ اصل موجب کے خلاف ہے۔ اور اس پر علماء کرام نے فتویٰ سے گریز کیا ہے۔ لہٰذا یہ بستی جو کسی طور پر شہر کی تعریف میں نہیں آتی وہاں جمعہ نہیں بلکہ ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی جائے گی۔ یہی حکم بس اسٹاپ کا ہے کہ وہاں بھی جمعہ درست نہیں۔ الغرض جمعہ کی صحت کیلئے مصر یا فنائے مصر (شہر یا قصبہ اور ان سے متعلق مضافات مثلاً گھڑ دوڑ کا میدان وغیرہ) ہونا ضروری ہے۔ گاؤں میں اور وہ بھی ایسا کہ جہاں صرف چالیس گھر آباد ہیں ہر گز جمعہ جائز نہیں۔ یہی مذہب ہے امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور یہی مذہب ہے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔ مذہب حنفی کی تمام کتابوں میں ہے لا جمعة ولا تشريق ولا فطر ولا اضحى الا في مصر جامع او مدينة عظمية۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۳ھ

گاؤں میں قربانی عید کی نماز سے پہلے جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کے گاؤں سے آدھا میل دور دوسرے گاؤں میں نماز عید اور جمعہ ہمیشہ پڑھائی جاتی ہے۔ اب زید کے گاؤں والوں کیلئے کیا حکم ہے۔ کہ وہ عید کی نماز پڑھکر قربانی کریں۔ یا پہلے قربانی کریں؟ جواب سے مستفید فرمائیں اور ہماری رہنمائی فرمائیں۔　السائل۔ امان اللہ، امریکن کوارٹرز، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: جبکہ زید کے رہائشی گاؤں میں قدیم سے جمعہ وعیدین کی نماز معمول نہیں تو یہاں شہر وفنائے شہر کے احکام نافذ نہ ہوں گے اور وہی حکم رہے گا کہ گاؤں والے نماز عید سے پہلے بھی قربانی کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ فقہ کی عام کتابوں میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم　العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

گاؤں میں عید کی نماز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ
زید کے گاؤں میں کبھی عید کی نماز پڑھائی جاتی ہے اور کبھی نہیں۔ اس لئے کہ جب کوئی نماز پڑھانے والا ہوتا ہے تو عید کی نماز پڑھتے ہیں ورنہ نہیں۔ اب زید اپنے گاؤں گیا ہوا تھا۔ اس نے عید کی نماز پڑھائی ہے۔ اب زید کے گاؤں والوں کے لئے کیا حکم ہے۔ عید کی نماز پڑھ کر قربانی کریں یا عید کی نماز سے پہلے کر دیں۔ جواب سے مستفید فرما کر ہمیں شکریہ کا موقع عطا فرمائیں۔

۷۸۲الجواب: سوال سے ظاہر ہے کہ اس گاؤں میں عید و جمعہ کی نماز، زمانہ قدیم سے معمول نہیں۔ تو وہاں جمعہ وعیدین قائم کرنا ہی ممنوع وخلاف حکم شریعت ہے۔ اور یہاں عیدین کی نماز پڑھنا، حکم شریعت کی خلاف ورزی ہے (درمختار وغیرہ) لہٰذا یہاں قربانی نماز عید سے پہلے کرنا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الاموات

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الجنائز

فاتحہ سوئم میں دعوت کیسی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ: اگر کسی کے گھر میت ہو جائے تو زید کہتا ہے کہ اس کے گھر سے تین دن تک کھانا کھانا حرام ہے۔ آیا اس بات کی کوئی اصل ہے؟ نیز اگر کوئی آدمی دور سے تعزیت کیلئے آئے تو وہ کھانا کہاں سے کھائے ان کے گھر سے یا ہوٹل سے جواب بہ حوالہ درکار ہے۔ بینوا توجروا

فقط والسلام السائل غلام مصطفیٰ، ۱۸ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

۷۸۶ الجواب: میت کے گھر والے تیجہ وغیرہ کے دن دعوت کریں تو ناجائز و بدعت قبیحہ ہے کہ دعوت تو خوشی کے وقت مشروع ہے نہ کہ غم کے وقت اور اگر فقراء کو کھلا دیں تو بہتر ہے۔ (فتح القدیر، بہار شریعت) بیرون جات سے تعزیت کیلئے آنے والے گھر والوں میں شمار کئے جائیں گے۔ لہٰذا ان کے ساتھ شریک طعام ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ

جنازہ میں قوالی کی وصیت / جو نماز روزہ فرض نہ مانے مرتکب کفر ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین بیچ ان مسائل کے کہ

(۱) کیا میت کے آگے قبرستان تک قوالی کراتے جانا جائز ہے یا نہیں بحوالہ قرآن وحدیث۔

(۲) اگر جائز ہے تو میت کے ساتھ کلمہ شریف پڑھے یا قوالی سنے کیونکہ ڈھولک اور ہارمونیم کی آواز سے کلمہ کے پڑھنے میں خلل پڑتا ہے چونکہ وہاں انعام کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ بحوالہ قرآن وحدیث

(۳) لیکن زید نے اعتراض کیا تو ان کے ایک مرید نے کہا کہ یہ ان کی وصیت تھی اور فقیر لوگوں کی یہ غذا ہے اس لئے ان کی میت کے آگے قوالی ہوتی جارہی ہے اور ہم دنیا داروں کو کیا پڑی ہے۔ بحوالہ قرآن وحدیث

(۴) محترم پیشوائے دین کیا یہ تعلیم نبی کریم ﷺ ہے کیا نبی ﷺ نے یہ ایسا فرمایا ہے اور وہ ساز یا باجہ کونسا ہے جو شریعت محمدی ﷺ میں جائز ہے۔ بحوالہ قرآن وحدیث

(۵) کیا نبی کریم ﷺ نے دعاؤں پر قناعت فرمائی یا عملی نمونہ امت کو پیش کیا بحوالہ قرآن وحدیث۔

(۶) نماز مسلمانوں پر کس حالت میں فرض ہے اور کس حالت میں فرض نہیں کیونکہ بہت سے اشخاص کہتے ہیں کہ نماز دنیا دار پر فرض ہے اور ہم دنیا دار نہیں۔ اور جب ہم دنیا دار نہیں تو ہم پر نماز بھی فرض نہیں۔ لہٰذا دنیا دار کی وضاحت فرمائیں بحوالہ

قرآن وحدیث۔

(۷) زید ہوش میں ہے اور سوجھ بوجھ کا مالک ہے کام کرتا ہے مبلغ ۳۰۰ تین سو روپیہ ماہانہ تنخواہ ہے لیکن روزے اور نماز کو اپنے اوپر فرض نہیں بتاتا کیونکہ ہم دنیا والوں میں نہیں۔ ہم فقیر لوگ ہیں اور ہم تو ایک مرتبہ پڑھیں گے۔ بحوالہ قرآن وحدیث

(۸) محترم پیشوائے دین ایک چیز کو نبی کریم ﷺ منع فرماتے ہیں اور اسی چیز کو موجودہ پیر صاحبان جائز قرار دیتے ہیں۔ ہمارے لئے کس کا فرمان مقدم ہے بحوالہ قرآن وحدیث

(۹) محترم بزرگ وہ علم کون سا ہے جو کہ رب کعبہ نے اپنے پیارے نبی کو نہیں بتایا اور فقیروں کو بتایا۔ کیا یہ حقیقت ہے بحوالہ قرآن وحدیث

فقط والسلام خاکپائے بزرگان دین، خاکسار حافظ بشیر احمد صدیقی، 29/03/1967

۷۸۲ الجواب: جنازہ کے ساتھ چلنے والوں کو خاموش رہنا چاہیے۔ موت اور احوال قبر اور اس کی ہولنا کیوں کو پیش نظر رکھیں دنیا کی باتیں نہ کریں اور نہ ہنسیں۔ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو جنازہ کے ساتھ ہنستے دیکھا تو فرمایا تو جنازہ میں ہنستا ہے تجھ سے کبھی کلام نہ کروں گا۔ اور ذکر کرنا چاہیں تو دل میں کریں اور بلحاظ زمانہ حال اب علماء نے ذکر جہر کی بھی اجازت دے دی ہے (صغیری، درمختار، ردالمحتار) شریعت مطہرہ ہم سب پر اور ہمارے تمام احوال پر حاکم ہے۔ حکم شرعی کے خلاف کسی وصیت پر عمل جائز نہیں۔ یہ جو کچھ کہا گیا واہی تباہی اور شیطان رجیم کی پیروی ہے۔ واللہ اعلم

(۲) اس قسم کے لوگ شیطان کے مسخرے ہیں ان پر فرض ہے کہ ایسے کفریات بکنے سے باز آئیں جب تک ہوش وحواس باقی ہیں آدمی مکلف ہے اور نماز روزہ وغیرہ عبادات اس پر فرض ہیں فرضیت کا انکار کفر ہے اور جلد بازی شیطانی مشغلہ ہے وہ جب تک توبہ نہ کریں اور نماز روزہ شروع نہ کریں مسلمان ہی نہیں ہیں چہ جائیکہ پیر ہوں۔ بلکہ انہیں پیر فقیر اور خدا والا سمجھنا خود کفر ہے اللہ مسلمانوں کو شیطان کے فریب سے پناہ میں رکھے اگر یہ توبہ نہ کریں مسلمانوں پر ان سے دور رہنا لازم ہے ورنہ وہ بھی انہیں کے زمرے میں شریک ہوں گے اور انہیں کے ساتھ اسی میں باندھے جائیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ذی الحج ۱۳۸۶ھ

میت کو غسل دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ: ۱)۔ زید مردے نہلاتا ہے اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں؟ ۲)۔ جس غسل اور وضو سے اس نے میت کو غسل دیا اس غسل اور وضو سے وہ نماز پڑھ اور پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ ۳)۔ جن کپڑوں کو پہن کر اس نے میت کو غسل دیا ان کپڑوں سے نماز پڑھ اور پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

شیخ محمد عالم، خواجہ چوک، حیدرآباد، ۶ محرم الحرام مطابق ۲۸ اپریل ۱۹۶۶ء

۷۸۶ الجواب: میت کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر وثواب ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو اس کے نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ بہر حال اس سے امامت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور اگر وہاں کوئی دوسرا

ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ہے۔ ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲) جس وضو یا غسل سے میت کو غسل دیا اس وضو اور غسل سے نماز پڑھنا اور پڑھانا، جائز ہے۔ البتہ وضو کر لینا مستحب ہے (شامی وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۳) میت کا غسل نجاست حکمیہ دور کرنے کیلئے ہے۔ تو اولاً تو کپڑوں پر چھینٹیں نہیں آتیں اور چھینٹیں پڑیں بھی تو مستعمل پانی کی پڑیں اور مستعمل پانی نجس نہیں جس طرح زندوں کے وضو اور غسل کا پانی۔ (عامہ کتب و بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶/ محرام الحرام ۱۳۸۶ھ

شارع عام پر نماز جنازہ اور جوتا پہن کر پڑھنا / بیوی کی ممانی سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں کہ: (۱)۔ شارع عام پر نماز جنازہ ادا کی ہو جائے گی یا کہ نہیں؟ جزئیات سے واضح فرمائیں۔ (۲)۔ جوتے پر یا جوتے پہن کر نماز جنازہ پڑھی یا پڑھائی ہو جائے گی یا نہیں؟ ہونے کیلئے شرائط کیا ہیں۔ (۳)۔ عورت کے ماموں کی بیوی کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں۔ دلائل سے واضح فرمائیں۔

الراقم، محمد رفیق، خطیب جامع مسجد ملت اسلامیہ چوک، اسلام آباد، حیدر آباد، 02/10/1967

۷۸۶ **الجواب:** شارع عام اور دوسرے کی زمین پر نماز جنازہ پڑھنا منع ہے کہ ردالمحتار میں فرمایا وتکرہ **ایضاً فی الشارع و ارض الناس** لیکن دوسرے کی زمین پر اس وقت ممانعت ہے جبکہ مالک زمین منع کرتا ہو۔ (بہار شریعت) واللہ اعلم

(۲) اگر جوتا پہن کر نماز پڑھی تو جوتے اور اس کے نیچے کی زمین دونوں کا پاک ہونا ضروری ہے۔ اگر نجاست بقدر ممانعت نماز ہو تو نماز نہ ہوگی اور جوتے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھی تو جوتے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے **الطہارۃ من النجاسۃ من ثوب و مکان و بدن شرط فی حق المیت**۔ واللہ اعلم

(۳) بیوی کے ماموں کی بیوی یعنی بیوی کی ممانی سے نکاح جائز ہے جبکہ اور کوئی وجہ ممانعت نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ **و احل لکم ماوراء ذلکم**۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ جمادی الآخری ۱۳۸۷ھ

قبر پر اذان

سوال: علماء دین کیا فرماتے ہیں: جب میت کو دفن کیا جائے اس کے بعد اس کی قبر کے اوپر اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

۷۸۶ **الجواب:** اذان مذکور کا جائز ہونا، یقینی ہے۔ ہرگز شرع مطہرہ سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں۔ اور جس امر سے شرع نے منع فرمایا نہیں وہ ممنوع نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی اس کی اصل شرع مطہرہ سے ثابت ہے چنانچہ امام احمد طبرانی، و بیہقی کی روایت ہے کہ جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی۔ نبی ﷺ و صحابہ کرام رضی

اللہ تعالیٰ عنہم دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ اور پھر اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور ارشاد فرمایا۔ کہ اس نیک مردے پر اس کی قبر تنگ کر دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف دور کی۔ اور قبر کشادہ فرمائی۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس ﷺ نے میت پر آسانی کیلئے بعد دفن ان کی قبر پر بار بار اللہ اکبر فرمایا۔ اور یہی حکم مبارک کہ اذان چھ بار ہے۔ تو اذان کہنا مطابق سنت ہے۔ پھر اذان ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی سے ڈر ٹلتا ہے اور اس سے سکون ملتا ہے۔ اور بیشک ایسا کام کرنا جس کے باعث مسلمان بھائی سے عذاب ٹل جائے اور اس کو سکون ملے۔ خدا اور رسول کو مرغوب و مطلوب ہے الغرض اس اذان کے جائز ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ مبارک ''ایذان الاجر فی اذان القبر''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲/ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

نماز جنازہ کے بعد دعا

سوال: علماء دین کیا فرماتے ہیں جب نماز جنازہ ادا کی جائے تو دعا مانگنی چاہیے یا نہیں؟ کھڑے ہو کر دعا مانگے یا بیٹھ کر؟

سائل: عبدالحمید خاں بیراج کالونی، سکھر

۷۸۶ الجواب: ائمہ اہلسنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فیصلہ ہے کہ دعا اموات مسلمین کیلئے محبوب اور شرعاً مطلوب ہے اور آیت درود جو کہ دعا کے آخر میں پڑھتے ہیں اس میں کسی زمانہ کی تخصیص نہیں کہ فلاں وقت جائز اور مشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز و ممنوع ہے۔ خود حضور اقدس رحمۃ للعالمین ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ ہر وقت ہر گھڑی عمر بھر خیر مانگے جا اور تجلیاتِ رحمت الٰہی کی تلاش رکھو اللہ عزوجل کی رحمت کش تجلیاں ہیں کہ اپنے بندوں میں جسے چاہے پہنچاتا ہے۔ ابونعیم و طبرانی کی حدیث شریف میں ہر وقت دعا مانگنے کا ارشاد ہے جس میں نماز جنازہ سے پہلے اور اور بعد میں، نماز سے متصل، اور نماز کے بعد اوقات سب داخل ہیں۔ کہ جس وقت دعا کیجئے حکم شریف کے ماتحت ہے جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع مطہرہ سے ثابت نہ ہو منع کرنا حکم شرع کو رد کرنا ہے اور بعض کتابوں میں جو بعد نماز جنازہ کھڑے ہو کر مانگنے کو مکروہ لکھا اس کے معنی یہ نہیں کہ سلام پھیر کر اسی جگہ صفیں باندھے ہوئے دعا نہ مانگی جائے لہٰذا جب صفیں کھل گئیں لوگ ہٹ گئے تو اب کوئی وجہ ممانعت نہیں۔ پھر یہ صورت بھی مکروہ تنزیہی ہے یعنی سنت نہیں نہ یہ کہ ناجائز ہے مسئلہ کی تحقیق کیلئے ملاحظہ ہو اعلحضرت قدس سرہ کا رسالہ ''بذل الجوائز''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

قبر بنانے کے دو طریقے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: حضور اکرم ﷺ کے وقت میں قبر کس طرح کی کھودی جاتی تھی؟

۷۸۶ الجواب: قبر دو قسم کی ہے لحد کہ قبر کھود کر اس میں قبلہ کی طرف میت کے رکھنے کی جگہ کھودیں۔ اور صندوق، وہ جو

ہندوستان میں رائج ہے۔ لحد سنت ہے۔ اگر زمین اس قابل ہو تو لحد بنائیں اور نرم زمین ہو تو صندوق میں حرج نہیں۔ (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ر محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

تدفین کے بعد قبرستان میں خیرات کرنا

سوال: میت کے دفن کے بعد اس میت کے گھر کا کوئی آدمی چیز بانٹے تو جائز ہے یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: قبرستان خیر خیرات کا محل نہیں یہ کام گھر پر کئے جائیں۔ اس کی رسم ہرگز نہ ڈالی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ر محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

میت کو قرآن کریم ہاتھ میں اٹھا کر بخشنا

سوال: علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ میت کے مرنے کے بعد اس کے لئے کلام پاک ہاتھ میں اٹھا کر بخشنا جائز ہے یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: بعض ناواقف جو قضا نمازوں اور روزوں کا فدیہ یوں دیتے ہیں کہ نمازوں وغیرہ کے فدیہ کی قیمت لگا کر سب کے بدلے میں قرآن مجید دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ کل فدیہ ادا ہو گیا یہ محض بے اصل بات ہے اس طرح کل فدیہ ادا نہیں ہوتا بلکہ صرف اتنا ہی ادا ہو گا جس قیمت کا مصحف شریف ہے۔ (بہار شریعت) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ محرم الحرام ۱۳۸۸ھ

فرض نماز کے بعد جنازہ کب پڑھیں؟

سوال: بخدمت جناب مفتی ملت فخر اہلسنت و جماعت، جناب عالی گذارش یہ ہے کہ

کیا فرماتے ہے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ پر کہ: فرض نماز کے بعد پہلے سنت نماز ادا کرے یا نماز جنازہ (جو کہ فرض کفایہ ہے۔) ادا کرے۔ اگر فرض کے بعد نماز جنازہ ادا کرتا ہے اور جنازہ کے ساتھ چلا جاتا ہے تو سنت وغیرہ چھوٹ جاتی ہے اور سنت وغیرہ یعنی پوری نماز ادا کرتا ہے تو نماز جنازہ میں تاخیر ہوتی ہے۔ زید کہتا ہے کہ چونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اس لئے پہلے ادا کرے لیکن بکر کہتا ہے کہ پہلے اپنی پوری نماز ادا کرے بعدہ نماز جنازہ، ادا کرے۔ لہٰذا مفتی ملت سے التماس ہے کہ صحیح فتویٰ صادر فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔ فقط والسلام طالب فتویٰ محمد احمد، کوارٹر D-1 یونٹ نمبر 5

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ عنہا میں بکر کا قول صحیح و درست ہے۔ علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر کسی فرض نماز کے وقت جنازہ آ گیا اور جماعت تیار ہو، تو فرض، فرض و سنت پڑھ کر نماز جنازہ پڑھیں (عالمگیری، ردالمحتار) نماز جنازہ اگرچہ فرض کفایہ ہے لیکن شرعاً اس کیلئے کوئی وقت مقرر نہیں کہ اگر وقت مقررہ پر نہ پڑھی گئی تو قضا ہو جائے گی۔ برخلاف سنن موکدہ کہ ان کا وقت بعد فرض مقرر ہے۔ پھر اس میں اندیشہ ہے کہ لوگ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر جنازہ کے ساتھ روانہ ہوں گے۔ تو ممکن کہ سنتیں پڑھنا بھول جائیں اور خواہ مخواہ تارک سنت و گناہگار قرار پائیں۔ اور نہ بھی بھولیں تو فرضوں اور سنتوں کے درمیان ایسا کوئی کام جو منافی

تکبیر تحریمہ ہے سنتوں کے ثواب کو کم کر دیتا ہے۔ تو یہ فعل موجب کراہت ہوا۔ (تنویر الابصار) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ربیع الآخر ۱۳۸۴ھ

میت کو غسل دینے والا امام ہو سکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: یوسف ایک مسجد میں پیش امام ہے اور اس کا کاروبار میت کو غسل دینا ہے وہ مشہور یوسف غسال ہے اور کچھ لوگ اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ غسال کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

۷۸۲ الجواب: مسلمان میت کو غسل دینا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ میت کو نہلا سکے تو اس کے نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ بہر حال اس سے امامت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام ہے۔ ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

قبروں پر مکان بنانا

سوال: محترم جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اہل قبور کی قبروں کو برابر کر کے اس کے اوپر مکان اور روڈ بنانے والوں کیلئے شریعت میں کیا حکم ہے۔ ہمارے یہاں اہل قبور والوں پر لوگ بہت ظلم کرتے رہتے ہیں اور ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں مگر بات کو نہیں مانتے۔ بولتے ہیں قبروں کو برابر کرنا کوئی جرم نہیں۔ آپ مہربانی فرما کر حضور اکرم ﷺ کا حکم تحریر کر کے فتوی کے ساتھ روانہ کریں تو لوگوں کو بتائیں یہ حکم حضور اکرم ﷺ کا ہے۔ جلد از جلد۔ خادم جامع مسجد محمدی، شہر کڈھن، ۲۳ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

۷۸۶ الجواب: مسلمان مُردوں کی قبریں ہموار کر کے اس پر مکان بنانا بلکہ چھپر وغیرہ ڈال کر وہاں رہنا سہنا اٹھنا بیٹھنا تو سخت گناہ وحرام ہے۔ شریعت مطہرہ کے نزدیک قبروں پر پاؤں رکھنا بھی بے مجبوری محض ناجائز ہے۔ یہاں تک کہ علماء کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ "جس کے عزیز کی قبر کے اردگرد اور مسلمانوں کی قبریں ہوں گی کہ یہ ان کی قبر پر پاؤں رکھے بغیر اپنے عزیز کی قبر تک نہیں جا سکتا تو وہاں تک جانے کی اجازت نہیں دور ہی سے فاتحہ پڑھے۔ درمختار میں ہے۔ یکرہ المشی فی طریقه حتی اذا لم یصل الی قبرہ ترکه ظاہر ہے کہ جب قبریں ہموار کی جائیں گی تو ان میں ہڈیاں بھی نکلیں گی اور ہموار کرنے میں ضربیں بھی پڑیں گی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بیشک مسلمان مردہ کی ہڈی کا توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ مسلمان کی ہڈی توڑنا۔" (ابوداؤد وابن ماجہ وغیرہ) تو قبروں پر مکان بنانے والا اور مسلمان مُردوں کی ہڈیاں توڑنے والا گوارہ کر سکتا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کی ہڈیاں توڑی جائیں۔ مشہور صحابی عمرو بن حزم فرماتے ہیں "مجھے رسول اللہ ﷺ نے ایک قبر سے تکیہ لگائے دیکھا تو فرمایا لا تؤذ صاحب القبر۔ مردے کو ایذا نہ دے۔ رواہ الامام احمد۔ جب قبر پر تکیہ

لگانے سے مردہ کو ایذا ہوتی ہے تو ایسے ظلم شدید سے کس قدر ایذاء عظیم ہوگی۔ بالجملہ مسلمان مُردوں کی قبریں برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں اٹھیں بیٹھیں بلکہ اس پر نمازیں پڑھیں محض حرام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ صفر المظفر ۱۳۹۹ھ

قبر کو فرش کے برابر کر کے اس پر نماز پڑھنا ناجائز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد میں پرانی قبر موجود ہے اور جب مسجد میں قوم نے توسیع کا ارادہ کیا تو اگر اس قبر کو بغیر میت نکالے ہموار کر دی جائے اور مسجد میں شامل کر دی جائے اور لوگ اس قبر پر نماز پڑھیں تو آیا یہ دونوں کام (۱) یہ کہ قبر کو مسجد میں شامل کرنا (۲) یہ کہ اس پر نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے۔

جواب بنقل اقوال فقہا کرام رحمہم اللہ عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا

المستفتی عبد الحنان، مقام لنڈی شاہ، ضلع وتحصیل مردان پوسٹ کاٹلنگ، صوبہ سرحد

۷۸۶ **الجواب:** صورت مستفسرہ میں قبر مسلمان کو برابر کر دینا کہ لوگ اس پر چلیں پھریں اٹھیں بیٹھیں نماز پڑھیں محض حرام ہے۔ پھر اس کے برابر کر دینے سے نماز کا بھی کچھ آرام نہیں بلکہ نقصان ہے کہ قبر پر نماز پڑھنا حرام اور قبر کی طرف بے حائل نماز پڑھنا بھی حرام ہے۔ اور قبر اس جگہ کا نام ہے جہاں میت دفن ہے اوپر کا بلند نشان حقیقت قبر میں داخل نہیں۔ تو اس کے برابر کر دینے سے قبر، قبر رہے گی غیر قبر نہ ہو جائیگی۔ ردالمحتار میں ہے۔ "تکرہ الصلوۃ علی القبر لورود النھی عن ذلك" بلکہ اس کا طریقہ یہ ہے کہ قبر کے اردگرد ایک ایک بالشت کے فاصلے سے ایک چار دیواری اٹھائیں کہ سطح قبر سے یا قد آدم سے زیادہ اونچی ہو۔ ان دیواروں کو پاٹ دیں کہ چھت ہو جائے۔ اب یہ مکان ہو گیا کہ جس کے اندر قبر ہے اب اس کی چھت پر اور اس کی دیوار کی طرف ہر طرح نماز ہو جائے گی کہ یہ نماز قبر پر یا قبر کی طرف نہ رہی بلکہ ایک مکان کی چھت پر یا اس کی دیوار کی جانب ہوئی اور اس میں حرج نہیں۔ ملتقط میں ہے ان کان بین المصلی والقبر حجاب فلا تکرہ الصلوۃ فیہ اور بہتر یہ ہے کہ ان مختصر دیواروں میں جنوباً شمالاً یا دیوار قبلہ میں بھی کچھ باریک جالیاں رکھیں اس سے دو فائدے ہوں گے اولاً میت کی قبر تک ہواؤں کا آنا جانا کہ بحکم شرع موجب نزول رحمت ہے دوم جالیاں دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے گا کہ یہ قبر نہیں اور اس پر یا اس کی طرف نماز پڑھنے میں اندیشہ نہ کرے گا ورنہ ناواقف اسے بھی قبر جان کر احتراز کرے گا۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ربیع الاول شریف ۱۳۹۹ھ

میت کو دفن کرنے کے بعد دوسری جگہ منتقل کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ

(۱) المنبہات حافظ ابن حجر میں ایک حدیث آتی ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دس آدمیوں کی نمازیں اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ہے وہ آدمی یہ ہیں۔

ا۔وہ آدمی جو ہمیشہ بغیر جماعت کے نماز پڑھتا ہے، ۲۔وہ آدمی جس پر زکوۃ فرض ہے اور زکوۃ نہ دے، ۳۔وہ امام جس کو لوگ پسند نہ کریں اور وہ نماز پڑھائے، ۴۔شرابی ۵۔وہ غلام جو اپنے آقا کے پاس سے بھاگ جائے، ۶۔وہ عورت جس سے شوہر ناراض ہو، ۷۔سود کھانے والا، ۸۔ظالم بادشاہ، ۹۔وہ عورت جو بغیر اوڑھنی نماز پڑھے، ۱۰۔جو برے کام بھی کرتا ہے اور نمازیں پڑھے۔کیا ان لوگوں کی نماز ہوتی ہے۔

(۲) یہ بات جو مشہور ہے کہ مردہ آدمی کو ایک میعاد مقرر کر کے زمین میں دفن کر دو، تو وہاں زمین اس کو خراب نہیں کرتی ہے۔ اس بات کی کیا اصل ہے؟ فقط سائل حافظ نور محمد، ٹنڈوالہیار، سندھ، ۶ مارچ ۱۹۷۹ء

۷۸۶ **الجواب:** یہاں دو چیزیں ہیں ایک ادائیگی فرض، دوسری قبولیت فرض۔تو جن لوگوں کے بارے میں یہ وارد کہ ان کی نمازیں قبول نہیں وہ کم از کم اس مواخذے سے تو انشاء اللہ بچ جائیں گے کہ تم نے فرض کیوں ادا نہیں کیا اور اب ترک نماز کا جرم تو ان پر عائد نہ ہوگا۔رہا قبولیت کا سوال تو وہ مرضی مولیٰ پر ہے اور اس کا فضل وکرم بہت بڑا ہے۔اسے یوں سمجھئے کہ ریا کار کی عبادت مقبول نہیں لیکن وہ شخص جو ریا کاری کیلئے فرائض ادا کر رہا ہے وہ ترک فرض کے عذاب میں تو نہ پکڑا جائے گا۔واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) یہ رافضیوں کا طریقہ ہے جسے سنی مسلمان اختیار کر لیتے ہیں۔میت کو دفن کرنے کے بعد اسے وہاں سے بلاضرورت شرعی منتقل کرنا، ناجائز وگناہ ہے اور روافض کی سنت پر عمل۔(عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

رشوت خور کی نماز جنازہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص زید نامی کسی دفتر میں سرکاری ملازم ہے۔جس کی قلیل تنخواہ ہے۔جس میں اس کا گزارا اس مہنگائی کے دور میں نہیں ہوتا بیوی بچوں کی بیماری وتعلیم کا خرچ اس میں شامل ہے۔ اس جائز خرچ کو پورا کرنے کیلئے رشوت جس کا نام سرکاری محکموں میں کمیشن رکھا ہوا ہے۔اگر نہیں لیتا ہے تو اس کے بچے بھوکے مرتے ہیں بغیر تعلیم کے رہتے ہیں۔کپڑے نہیں پہن سکتے ہیں۔کسی عزیز واقارب سے نہیں مل سکتا ہے۔کوئی مہمان داری نہیں کر سکتا ہے خیرات ونذر نیاز کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دوسرا کوئی ذریعہ بھی نہیں ہے کہ وہ حلال روزی کما سکے۔

الف۔زید اب تک جو وہ کمیشن کا پیسہ لیکر خرچ کرتا رہا کھانے پینے، پہننے، نذر نیاز یا غربا کی امداد پر یا اپنی ذاتی ضروریات پر تو اس سے توبہ کرنے کی کیا صورت ہے۔

ب۔اگر زید یہ کمیشن کا پیسہ لینے سے اجتناب کرتا ہے اور اللہ کے حضور سچی توبہ کرتا ہے تو اب تک جو چیزیں اسنے کمیشن کے پیسوں سے خرید کر استعمال کی ہیں اس کے استعمال کا شرع میں کیا حکم ہے۔علاوہ ازیں اگر زید کا کام کسی دوسرے محکمہ سے پڑتا ہے۔مثلاً بجلی کا کنکشن لینا ہے۔پانی کا کنکشن لینا ہے۔حج کیلئے پاسپورٹ بنوانا ہے۔شناختی کارڈ یا راشن کارڈ بنوانا ہے۔اسی طرح ضروریات زندگی کے مختلف کام جہاں رشوت عام ہے اگر نہیں دیتا ہے تو کام نہیں ہوتا اور دیتا ہے تو گناہگار۔اس صورت میں اسے کیا کرنا چاہیے۔اس میں دو باتیں شامل ہیں ایک تو زبردستی رشوت دیکر کام کرانا کہ میرا کام جلد ہوجائے

دوسرے زید سے زبردستی رشوت کا لیا جاتا کہ اگر رشوت نہیں دو گے تو کام نہیں ہوگا۔

ج۔ زید رشوت (کمیشن) لیتا ہے اور بغیر توبہ کئے مر جائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا، پڑھانا، یا اس کو ایصال ثواب یا دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے؟

حضور والا قرآن وسنت کی روشنی میں مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ ہم عاصیوں کی نجات کا ذریعہ اور وسیلہ بن کر داخل حسنات ہوں۔ خادم علماء وفقراء سید خلیل حسین زیدی، واپڈا کالونی کوٹری روڈ، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: توبہ شرعیہ یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی بھر، بقدر قدرت اس کوشش میں رہے کہ جس کا جو مطالبہ اس پر آتا تھا وہ دیدیا جائے یا معاف کرا لیا جائے۔ ہاں جس مطالبہ کا لینے والا نہ رہا۔ یا معلوم نہیں کون ہے کہاں ہے، تو وہ مطالبہ فقیروں پر صدقہ کردے۔ اگر اپنی طرف سے تقصیر نہ کی اور مطالبہ باقی رہا تو امید لگائے رکھے کہ وہ مولائے کریم روز قیامت اپنے فضل وکرم سے معافی کی سبیل پیدا فرمائے گا۔ اور اسے دوسروں کے روبرو رسوائی وفضیحت سے بچائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) رشوت دئے بغیر اگر اپنا جائز اور شرعی حق نہ ملے تو رشوت دینا جائز ہے۔ دینے والا گناہ سے بچ جائے گا۔ لینے والا بہر حال گنہگار ہوگا کہ اس پر اس کا کوئی حق نہیں جبکہ جائز نوکری میں، نوکر کا، خلاف قرارداد کرنا، یا اپنے فرض منصبی کی ادائیگی کے مقابل، دوسروں سے روپیہ سمیٹنا غدر ور شوت ہے اور یہ دونوں حرام ہیں۔ نیز کسی قانونی جرم کا ارتکاب کر کے، اپنے آپ کو بلاوجہ، ذلت وبلا کیلئے پیش کرنا شرعاً بھی جرم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) چوری، غصب، رشوت وغیرہ کا مرتکب اگرچہ سخت گناہگار ہے لیکن نماز جنازہ اس کی پڑھی جائے گی کہ وہ اس کا جرم تھا اور یہ ہمارا شرعی فریضہ۔ ہم کیوں کوتاہی کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ رذی الحجہ ۱۴۰۰ھ

میت کو نہلانے کی اجرت لینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ پر کہ: ہمارے قلعہ کی مسجد میں موذن صاحب ہیں حافظ قرآن ہیں اور غسال ہیں میت کو غسل دینے والا جس کا پیشہ غسل دینے کا ہے اگر وہ امامت کرتا ہے تو کیا اس کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اگر جائز ہے تو کس مجبوری میں اگر موجودہ پیش امام دو چار دن کیلئے چلا جاتا ہے تو غسال موذن ان ایام میں امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

۷۸۶ الجواب: مسلمان میت کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلا سکے تو نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے۔ بہر حال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلا سکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام۔ اب اگر اجرت لیگا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ر محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

زیارت کا طریقہ

سوال: جناب عالی مندرجہ ذیل کا مفصل اور خوشخطی میں جواب تحریر فرما کر مشکور وممنون فرمائیں عین نوازش ہوگی۔
(۱) کسی شے پر فاتحہ یا نیاز دینے میں کون کونسی آیات پڑھتے ہیں اور دعائے خیر اور بخشنے کا کیا طریقہ ہے۔ مفصل تحریر فرمائیں گویا کہ آپ خود کسی چیز پر فاتحہ دے رہے ہیں۔ تو کیا کیا پڑھیں گے۔
(۲) کسی مزار یا قبر پر فاتحہ پڑھنے کا طریقہ مکمل مع ایصال ثواب۔
(۳) درود شریف جو عام طور پر پڑھا جاتا ہے تحریر فرمائیں۔

۷۸۶ الجواب: رسالہ دے دیا گیا۔ (جس میں اس مسئلہ کا جواب موجود ہے)
(۲) زیارت قبر کا طریقہ یہ ہے کہ پائنتی کی طرف سے جا کر، میت کے مونھ کے سامنے کھڑا ہو۔ سلام عرض کرے۔ پھر فاتحہ پڑھ کر ایصال ثواب کرے۔ اور بیٹھنا چاہے تو اتنے فاصلے سے بیٹھے کہ اس کی زندگی میں، نزدیک یا دور، جتنے فاصلے پر بیٹھ سکتا تھا۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم
(۳) درود شریف خواہ کسی صیغہ میں پڑھیں کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

مسجد میں نماز جنازہ مکروہ تحریمی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: کسی بھی امیر آدمی کی بغیر شرعی عذر کے مثلاً برسات وغیرہ، کسی گراؤنڈ اور عیدگاہ کے ہوتے ہوئے بھی مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں یا مکروہ ہے؟ پڑھنے والوں کا کہنا ہے کہ جب کعبۃ اللہ شریف اور مسجد نبوی میں نماز ادا کی جاتی ہے تو یہاں پر ادا کرنے میں کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ حدیث اور فقہ کی روشنی میں دلائل کے ساتھ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

السائل۔ محمد امین الدین، گورنمنٹ ہائی اسکول رادھن، بتاریخ ۲۵ جمادی الثانی ۱۴۰۱ھ

۷۸۶ الجواب: مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ خواہ میت، مسجد کے اندر ہو یا باہر۔ سب نمازی مسجد میں ہوں یا بعض۔ کہ حدیث میں نماز جنازہ مسجد میں پڑھنے کی ممانعت آئی (درمختار) لوگ اپنے علم ناقص کی لگام تھام کر قیاس کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ فعل کسی کا حجت نہیں۔ حکم شریعت حجت ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا کہ وہاں کے ائمہ کے چہروں میں شرعی داڑھیاں بھی نہیں ہوتیں تو کیا ان کے فعل پر قیاس کر کے، داڑھی میں ایسی تراش خراش کو جائز قرار دیا جائے گا؟ پھر وہاں، مسجدوں میں نماز جنازہ شافعیہ کے طور پر پڑھی جاتی ہے۔ حنفیہ کے نزدیک وہی حکم ہے جو مذکور ہوا کہ مسجد میں نماز جنازہ مطلقاً مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

عورتوں کا قبرستان جانا

سوال: حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
عرض یہ ہے کہ: عورت کو قبرستان میں جانا جائز ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عطا فرمائیں۔

فقط مشتاق احمد

۷۸۶ الجواب: عورتوں کیلئے بھی بعض علماء نے زیارت قبور کو جائز بتایا۔ درمختار میں یہی قول نقل کیا۔ مگر عزیزوں کی قبر پر جائیں گی تو جزع فزع کریں گی لہٰذا ممنوع ہے اور صالحین کی قبور پر برکت کیلئے جائیں تو بوڑھیوں کیلئے حرج نہیں اور جوانوں کیلئے ممنوع (ردالمحتار) اور اسلم یہ ہے کہ عورتیں مطلقاً منع کی جائیں کہ اپنوں کی قبور کی زیارت میں تو وہی جزع فزع ہے اور صالحین کی قبور پر یا تعظیم میں حد سے گزر جائیں گی یا بے ادبی کریں گی۔ کہ عورتوں میں یہ دونوں باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں۔
(فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ رصفر المظفر ۱۴۰۲ھ

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے

سوال: کیا نماز جنازہ پڑھنا، ہر مسلمان پر فرض ہے؟ ہماری مسجد کے امام یہی فرماتے ہیں۔ سائل: حاجی محمد انوار بتاشہ گلی

۷۸۶ الجواب: نماز جنازہ بالا جماع فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہوگئے ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی تو گناہگار رہا۔ فقہ کی تمام متداولہ معتمد علیہ اور معتبر کتابوں متون، شروح وفتاوی میں یہی منقول یہی مذکور یہی موکد ہے۔ عالمگیری اور درمختار میں فرمایا والصلوۃ علیہ فرض کفایۃ کنز الدقائق اور اس کی شرح تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے وھی فرض کفایۃ۔ قال الکمال رحمہ اللہ والا جماع علی الافتراض و کونہ علی الکفایۃ کالغسلـ اسی میں ہے ولو کانت فرض عین لصلی علیہ النبی ﷺ۔ ولان المقصود یحصل باقامۃ البعض فتکون فرض کفایۃ۔ ملک العلماء علامہ عبد العلی محمد بحر العلوم قدس سرہ اپنی مشہور کتاب رسائل الارکان میں فرماتے ہیں ثم الصلوۃ فرض علی الکفایۃ لا عیناً لتکریم المیت و ایفاء حقہ ویتم اذا وجد من البعض۔ ان تمام عبارات کا ماحصل یہی ہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے اور اس کا جو مقصود ہے یعنی تکریم میت، اس کے حق کا ایفاء اور دعائے مغفرت، وہ بعض کے فعل سے حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر فرض عین ہو جیسا کہ اس جاہل امام نے کہا تو پھر ہر میت پر ہر محلہ ہر قریہ ہر شہر بلکہ ہر ملک کے باشندوں پر اس کا ادا کرنا لازم قرار پائے اور ایسا ہو تو تمام کارخانہ حیات کا سارا نظام درہم برہم ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم
العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

ہمارا اسلام کے درسوں کا حوالہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جو ہمارا اسلام حصہ چہارم صفحہ (۵۲) پر امام صاحب کے حالات میں درج ہے کہ مقبولیت کا عالم یہ تھا کہ پہلی بار نماز جنازہ میں کم وبیش پچاس ہزار کا مجمع تھا اس پر آنے

والوں کا سلسلہ قائم تھا یہاں تک کہ چھ بار نماز جنازہ پڑھی گئی تو اس چھ بار نماز جنازہ پڑھنے میں ذرا تشویش ہے۔ برائے مہربانی اس کی وضاحت فرمادیں کہ یہ روایت کونسی کتاب سے اخذ کی گئی ہے۔ فقط بشیر احمد، متعلم جامعہ قادریہ حقانیہ، اکوڑہ خٹک

۷۸۶ **الجواب:** یہ مسئلہ ہر سیرت کی کتاب اور فقہا کے احوال میں موجود ہے دو کتابیں آپ ملاحظہ فرمائیں۔ حوالہ حاضر ہے۔ (۱) مقدمہ عمدۃ الرعایہ فی حل شرح الوقایہ۔ برصفحہ ۳۴ سطر ۱۳ از مولانا عبدالحی لکھنوی مطبوعہ محمد سعید کراچی۔ (۲) فتاوی برہنہ دفتر دوم صفحہ ۱۹۹ از شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ مطبوعہ نولکشور۔ آپ کے دونوں سوالوں کا جواب اسی میں موجود ہے۔

فقیر قادری احمد میاں برکاتی، ناظم تعلیمات، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے ہوئی؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جنازہ پڑھا گیا ہے یا نہیں؟ کتاب کے حوالہ کے ساتھ جواب دیں مہربانی ہوگی۔

سائل کریم بخش سولنگی، معرفت حیات بھٹائی کپڑے والا، تعلقہ جوہی ضلع دادو

۷۸۶ **الجواب:** حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جنازہ اقدس پر نماز کے باب میں علماء مختلف ہیں۔ ایک گروہ علماء کے نزدیک، یہ نماز معروف نہ ہوئی۔ بلکہ لوگ گروہ در گروہ حاضر ہوتے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرتے۔ بعض احادیث بھی اس کی تائید میں ہیں۔ بزار و حاکم و ابن سعد و بیہقی وغیرہم محدثین، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اذا غسلتمونی و کفنتمونی ضعونی علی سریری ثم اخرجوا عنی فان اول من یصلی علی جبرئیل الحدیث۔ جب میرے غسل و کفن سے فارغ ہو میری نعش مبارک میرے پلنگ پر رکھ کر باہر چلے جاؤ سب سے پہلے جبرئیل مجھ پر سلام کریں گے پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر ملک الموت۔ اپنے سارے لشکروں کے ساتھ۔ پھر گروہ در گروہ میرے پاس حاضر ہو کر مجھ پر درود وسلام عرض کرتے چلے جاؤ۔ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے جنازہ اقدس کی نسبت اسی قدر تعلیم فرمائی کی گروہ در گروہ حاضر ہو کر درود وسلام پڑھتے جانا جنازہ مبارکہ، ام المومنین صدیقہ عائشہ کے حجرہ مبارکہ میں تھا جہاں اب مزار انور ہے اس سے باہر لیجانا نہ تھا۔ چھوٹا سا حجرہ اور تمام صحابہ کرام کو اس نماز اقدس سے مشرف ہونا۔ ایک ایک جماعت آتی اور پڑھتی اور باہر جاتی پھر دوسری آتی۔ یہانتکہ ان پر مردوں پھر عورتوں پھر لڑکوں نے صلاۃ پیش کی۔ یوں یہ سلسلہ تیسرے دن ختم ہوا۔ اس طرح وصال اقدس کے بعد حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو صلاۃ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین نے ادا کی اسے بھی درود و دعا کے معنی میں لیتے ہیں۔ اور بہت علماء یہی نماز معروف مانتے ہیں۔ امام قاضی عیاض نے اس کی تصریح فرمائی کمافی شرح الموطا للزرقانی۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتظامات میں مشغول تھے جب تک ان کے دست حق پر بیعت نہ ہوئی تھی۔ لوگ فوج فوج آتے اور جنازہ انور پر نماز پڑھتے جاتے جب بیعت ہوئی۔ ولی شرعی صدیق ہوئے۔ انہوں نے جنازہ مقدس پر نماز پڑھی پھر کسی نے نہ پڑھی کہ ولی کے نماز جنازہ پڑھ لینے

کے بعد، کسی کو نماز جنازہ کے اعادہ کا اختیار نہیں۔ ان مطالب کی تفصیل امام اہلسنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ النهی الحاجز عن تکرار صلوة الجنائز میں مذکور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ ذی قعد ۱۴۰۲ھ

قبر کے سوالات کہاں ہوں گے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب انسان مرجاتا ہے اور اس کے ساتھی بھی مردے کو دفن کر کے واپس چلے جاتے ہیں پھر اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور مردے کو قبر میں بٹھا کر پوچھتے ہیں من ربك اور اس سے دوسرا سوال یہ کرتے ہیں مادينك اور تیسرا سوال یہ ہوتا ہے ماكنت تقول فی هذا الرجل تو پوچھنا یہ ہے کہ جو لوگ قبر میں دفن ہی نہیں کیے جاتے مثلاً جیسے کوئی آگ میں جل کر مرگیا پانی میں ڈوب کر مرگیا یا کوئی حادثے میں مرگیا تو ان لوگوں سے یہ سوالات کس طرح کیسے کیے جائیں گے یا کیے جاتے ہیں۔ عبدالعزیز آرائیں، ٹنڈوالہیار، سندھ

۷۸۶ الجواب: مردہ اگر قبر میں دفن نہ کیا گیا تو جہاں پڑا رہ گیا یا پھینک دیا گیا غرض کہیں ہو اس سے وہیں سوالات ہوں گے اور وہیں ثواب و عذاب اسے پہنچے گا یہاں تک کہ جسے شیر کھا گیا تو شیر کے پیٹ میں سوال وثواب وعذاب جو کچھ ہے ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ 10/03/1982

کیا نماز جنازہ پڑھنے سے وضو ختم ہو جاتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص کہتا ہے کہ اگر نماز جنازہ پڑھی۔ تو پھر بغیر وضو دوسری نماز نہیں پڑھ سکتے۔ اس کا کہنا ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ آیا یہ درست ہے یا نہیں؟
(۲) نماز جمعہ کے بعد کی چار سنتیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان کا کوئی جواز نہیں اور یہ سنتیں ہندوستان میں رواج دی گئیں۔ صحیح بات سے آگاہ کیا جائے؟ حافظ حضور بخش، خطیب جامع مسجد حنفیہ، یونٹ نمبر ۹ لطیف آباد، 13/09/1982

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: نماز جنازہ کی ادائیگی نواقض وضو میں سے نہیں۔ لہٰذا اس شخص کا یہ کہنا کہ نماز جنازہ پڑھنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ بے اصل ہے۔

(۲) بعد نماز جمعہ چار رکعت سنت کا عمل متعدد احادیث سے ثابت ہے چنانچہ **قال النبی علیه الصلوة والسلام اذا صلی احدكم الجمعة فليصل بعدها اربع ركعات۔** رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی جمعہ کی نماز پڑھے تو بعد جمعہ چار رکعت پڑھے (اخرجہ مسلم) **و عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه كان النبی ﷺ يصلی قبل الجمعة اربعاو بعدها اربعاً۔** (ترمذی شریف) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت کریمہ تھی کہ جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت پڑھتے اور بعد جمعہ چار رکعت پڑھتے۔ **و عن عطاء قال رأیت ابن عمر**

صلی بعد الجمعة رکعتین ثم صلی اربعا (ترمذی) حضرت عطاء سے روایت ہے کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے بعد جمعہ دو رکعت پھر چار رکعت پڑھیں۔ شرح وقایہ جلد اول میں ہے وسن قبل الفجر و بعد الظهر والمغرب والعشاء رکعتان و قبل الظهر و الجمعة وبعدها اربع بتسلیمة۔ دو ۲ سنتیں فجر کی نماز سے پہلے اور بعد ظہر و مغرب و عشاء کے دو رکعتیں ہیں اور ظہر کی نماز اور جمعہ کی نماز سے پہلے چار رکعت ہیں اور بعد جمعہ چار رکعت ایک سلام سے ہیں۔ افضل یہ ہے کہ جمعہ کے بعد چار رکعت پڑھے تاکہ دونوں حدیثوں پر عمل ہو جائے۔ (غنیۃ) واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۳؍ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

امام مسجد پر جنازہ پڑھانا فرض نہیں ہے

سوال: السلام علیکم، علماء کرام اس مسئلہ پر کیا فرماتے ہیں کہ: نور مسجد کے پیش امام کے پاس دو آدمی گئے اور پیش امام نور مسجد حسین آباد سے نماز جنازہ پڑھانے کیلئے کہا۔ تو پیش امام نے نماز جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا اور ان سے کہا کہ جس سے نکاح پڑھواتے ہو اس سے نماز جنازہ پڑھوالو۔ اس وجہ سے ان کے پیچھے نماز پڑھنے والوں نے نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ بھیرو اور جیر محمد، حسین آباد، (گدو) حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: نماز جنازہ فرض کفایہ ہے کہ ایک نے بھی پڑھ لی تو سب بری الذمہ ہو گئے۔ ورنہ جس جس کو خبر پہنچی تھی اور نہ پڑھی وہ گنہگار رہا (عامۂ کتب) اس امام مسجد پر ہی نماز پڑھانا فرض نہ تھا تو وہ انکار پر گنہگار بھی نہ ہوا۔ لیکن اس کا جواب اس کی حریص طبیعت کا پتہ دیتا ہے۔ اور حرص میں گرفتار مسلمان، اور بھی بہت سے امور کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ بہر حال مسلمانوں کو اس سے باز پرس کا حق ہے۔ اگر وجہ معقول بیان کرے فبہا۔ ورنہ اس سے وعدہ لیں کہ آئندہ ایسی باتوں سے اجتناب کرے جس سے دوسرے مسلمانوں کی دل آزاری ہو۔ یہ اس وقت ہے کہ وہ امام سنی صحیح العقیدہ ہو اور امامت کا اہل۔ ورنہ اسے کسی بھی نماز میں امام بنانا گناہ اور اپنی نمازوں کو تباہ کرنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸؍ جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ

میت کو قبر سے نکال کر دوسری جگہ منتقل کرنا منع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ہمارے والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا ہے اور اس کو تین ماہ کیلئے بطور امانت دفن کر دیا گیا ہے۔ اور اس کو اپنے آبائی گاؤں لے جانا چاہتے ہیں شرعی طور پر اس کا کیا حکم ہے۔ مہربانی کر کے تحریری طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

عبدالرزاق ولد عبدالحق قریشی ہاشمی (مرحوم)، گھر نمبر 22 سلطان شاہ کالونی، نزد گورنمنٹ کالج، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: میت کو دفن کرنے کے بعد اسے قبر سے نکال کر بلا وجہ شرعی، دوسرے مقام پر منتقل کرنا مطلقاً ممنوع ہے۔

اور یہ جو طریقہ کہیں کہیں سننے اور دیکھنے میں آیا کہ لوگ میت کو زمین کے سپرد کر دیتے ہیں اور پھر وہاں سے نکال کر دوسری جگہ دفن کر دیتے ہیں یہ رافضیوں کا طریقہ ہے (عالمگیری، بہار شریعت) بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ مرنے والے نے اس کی وصیت بھی کی ہو تو بھی اس وصیت پر عمل نہ کیا جائے گا اور کسی کو یہ جائز نہ ہوگا کہ دفن کے بعد وہاں سے میت نکال کر کہیں اور دفن کرے۔ اس میں میت کو ایذا رسانی بھی ہے اور اس کی توہین و اہانت بھی۔ کون جانے میت وہاں کس حالت میں ہے۔ اگر معاذ اللہ حالت غیر میں ہوئی تو خواہ مخواہ اس مرد مسلم کی رسوائی ہوگی اور اس کا باعث یہی قبر کھود کر میت کو نکالنے والے مسلمان۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

قبر میں شیطان کا جانا اور اذان سن کر بھاگنا

سوال: جناب مفتی محمد خلیل صاحب برکاتی، السلام علیکم، از راہ کرم وضاحت فرمائیں کہ کیا قبر میں بھی شیطان کا دخل ہوتا ہے یعنی نکیرین کے سوالات کے وقت شیطان اپنا حملہ کرتا ہے؟ شمس الحق بخاری، 02/05/1983

۷۸۶ الجواب: بیشک جب بندہ قبر میں رکھا جاتا اور سوال نکیرین ہوتا ہے تو شیطان رجیم وہاں بھی خلل انداز ہوتا اور جواب میں بہکاتا ہے۔ چنانچہ وارد ہے کہ "جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تیرا رب میں ہوں"۔ اسی لیے حکم آیا کہ میت کیلئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔ اسی کی مؤید ہیں وہ احادیث کہ حضور ﷺ میت کو دفن کرتے وقت دعا فرماتے "الٰہی شیطان سے بچا"۔ اگر وہاں شیطان کا کچھ دخل نہ ہوتا تو حضور یہ دعا کیوں فرماتے۔ (امام ترمذی) اسی لئے علماء نے قبر پر اذان کہنے کو مستحب فرمایا۔ کہ جہاں اذان ہوتی ہے شیطان بھاگتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

میت کی فاتحہ میں ضیافت کا اہتمام

سوال: مفتی صاحب، السلام علیکم، عرض یہ ہے کہ ہند و پاکستان میں اکثر یہ رسم ہے کہ جب کسی کی وفات ہو جاتی ہے تو ابھی میت کو اصل منزل روانہ بھی نہیں کیا جاتا کہ اہل میت کو کھانا وغیرہ پکوانے اور میت کے عزیز و اقارب و احباب کی عورتوں کیلئے پان چھالیہ وغیرہ کی فکر ہو جاتی ہے۔ اور قبرستان سے واپسی آنے کے بعد اعلان دعوت کیا جاتا ہے۔ کہ تمام شامل حضرات ٹکڑا توڑ کر جائیں۔ اس طرح پہلے ہی دن جب کہ اہل بیت رنج و غم میں مبتلا ہوتے ہیں انہیں اس طرح اہتمام کرنا پڑتا ہے کہ جیسے خوشی کی دعوت پر کیا جاتا ہے۔ پھر اس طرح تیسرے دن پھر آٹھویں دن اس طرح چالیس دن تک یہ سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ بعد چالیس دن کے چالیسویں کے نام سے ایک دعوت اس طرح کی جاتی ہے کہ اس میں پر تکلف کھانے، چائے، سگریٹ، پان، چھالیہ وغیرہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے یہاں شادی کی کوئی تقریب ہے۔ محترم آپ یہ

فرمائیے کہ اہل میت کی طرف سے کھانے کی دعوت کرنا کیا شرعاً جائز ہے۔ اور ان میں جو مفلس و نادار ہوتے ہیں وہ بھی مجبوراً اس رسم کو نبھانے کیلئے قرض لیتے ہیں۔ اور بعد میں قرض اتارنے کیلئے گھر کا سامان تک فروخت کرنا پڑتا ہے۔ اور اس طرح مفلسی مستقل ان کے ہاں ڈیرہ ڈال لیتی ہے۔ اگر ان کو منع کیا جائے تو جواباً کہتے ہیں کہ تم یہ چاہتے ہو کہ برادری میں ہماری ناک کٹ جائے اور تمام عمر ہم اپنے رشتہ داروں کے طعنے سہیں۔

(۱) کیا غم کے موقعہ پر کھانے کی دعوت کرنا شرعاً جائز ہے؟ (۲) کیا ایسی دعوت سے میت کو کوئی فائدہ ہوگا؟ (۳) ایسی دعوت کرنے والے اس میں شرکت کرنے والے معصیت کے مرتکب ہوں گے؟ (۴) کھانے کی دعوت کس موقع پر شرعاً جائز ہے؟ سائل میاں محمد صدیق مغل قادری رضوی، 11/9 دہلی کالونی، کراچی

۷۸۶ الجواب: مسلمان میت کے روز وفات سے اس کے اعزاء واقارب کا، خصوصاً عورتوں کا اس کے یہاں جمع ہونا اور اس اہتمام سے رہنا، جو شادیوں میں کیا جاتا ہے، یہ ایک ناپاک رسم ہے جو کتنے ہی قبیح اور شدید گناہوں اور نہایت درجہ مذموم وممنوع خرابیوں پر مشتمل ہے۔ (۱) یہ دعوت خود ناجائز اور بدعت سیہ ہے۔ حضرات صحابہ کرام اہل میت کے یہاں جمع ہونے اور ان کے کھانا تیار کرانے کو مردے کی نیاحت یعنی سوگ سے شمار کرتے تھے اور سوگ کی حرمت پر متواتر حدیثیں ہیں۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں کہ یکرہ اتخاذ الضیافة من الطعام من اھل البیت۔ یعنی اہل میت کی طرف سے کھانے کی ضیافت تیار کرنی منع ہے۔ اور وجہ یہ کہ شرع نے ضیافت خوشی میں رکھی ہے نہ کہ غمی میں۔ کہ یہ افسوس کے دن ہیں، تو جو خوشی میں ہوتا ہے ان کے لائق نہیں۔ بلکہ علامہ شامی ردالمحتار میں فرماتے ہیں کہ "معارج الدرایہ شرح ہدایہ" نے اس مسئلہ میں بہت کلام طویل کیا اور فرمایا یہ سب ناموری اور دکھاوے کے کام ہیں ان سے احتراز کیا جائے۔

(۲) غالباً ورثا میں کوئی یتیم یا اور بچہ نابالغ ہوتا ہے یا اور ورثا موجود نہیں ہوتے، نہ ان سے اس کا اذن لیا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں یہ امر سخت شدید حرام پر متضمن ہوتا ہے کہ یتیموں کا مال ناحق اڑانا، یا مال غیر میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف خود ناجائز، خصوصاً نابالغ کا مال ضائع کرنا ہے جس کا اختیار، خود اس کو بھی نہ اس کے باپ نہ اس کے وصی کو۔ اور اگر ان میں کوئی یتیم ہوا تو آفت سخت تر۔ والعیاذ باللہ ہاں اگر محتاجوں کے دینے کو کھانا پکوائیں تو حرج نہیں بلکہ خوب ہے۔ بشرطیکہ کوئی عاقل بالغ اپنے مال خاص سے کرے۔ یا ترکہ سے کریں تو سب وارث موجود و بالغ و راضی ہوں۔ (ہندیہ خانیہ بزازیہ وغیرھا) (۳) عورتیں جمع ہو کر افعال منکرہ کرتی ہیں مثلاً چلانا رونا پیٹنا بناوٹ سے منوہ ڈھکنا۔ الی غیر ذلک اور یہ سب نیاحت ہے اور نیاحت حرام۔ ایسے مجمع کیلئے میت کے عزیزوں اور دوستوں کو بھی جائز نہیں کہ کھانا بھیجیں کہ گناہ کی امداد ہوگی۔ نہ کہ اہل میت کا خود اہتمام طعام کرنا۔ کہ سرے سے ناجائز ہے۔ تو اس ناجائز مجمع کیلئے ناجائز تر ہوگا۔ (۴) اکثر لوگوں کو اس رسم قبیح کے باعث، اپنی طاقت سے زیادہ ضیافت کرنی پڑتی ہے۔ یہانتک کہ میت والے بیچارے، اپنے غم کو بھول کر اس آفت میں مبتلا ہوتے ہیں کہ اس میلے کیلئے کھانا پان چھالیہ کہاں سے لائیں۔ اور بارہا ضرورت قرض لینے کی پڑتی ہے۔ ایسا تکلف شرع کو کسی امر مباح کیلئے بھی زنہار پسند نہیں نہ کہ ایک رسم ممنوع کیلئے۔ اللہ عزوجل مسلمانوں کو توفیق بخشے کہ قطعاً ایسی

رسمیں جن میں دین و دنیا دونوں کا ضرر ہے ترک کردیں اور بیہودہ طعن و ملامت کا لحاظ نہ کریں۔ واللہ الہادی۔

تنبیہ:۔ اگرچہ صرف ایک دن یعنی پہلے ہی روز، عزیزوں اور ہمسایوں کو مسنون ہے کہ اہل میت کیلئے اتنا پکوا کر بھیجیں جسے وہ دو وقت کھاسکیں اور باصرار انہیں کھلائیں مگر یہ کھانا صرف اہل میت ہی کے قابل سنت ہے۔ اس میلے کیلئے بھیجنے کا ہرگز حکم نہیں۔ ان مسائل کو تفصیل و دلائل سے سمجھنے کیلئے امام اہلسنت امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا رسالہ "جلی الصوت لنہی الدعوۃ امام الموت" کا مطالعہ کریں۔ ہم نے یہ تمام اسی سے اخذ کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ ر صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

سنی بہشتی زیور کے بعض مسائل پر وضاحت

سوال: جناب حضرت مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم، سلام کے بعد عرض کی جاتی ہے کہ میں نے آپ کی کتاب سنی بہشتی زیور کا مطالعہ کیا یہ بہت سے مسائل کا مجموعہ ہے لیکن چند مسائل مجھے تلاش کرنے کے باوجود نہ ملے اس لئے ان مسائل کا جواب کتاب وسنت وفقہ کی روشنی میں دیا جائے کیونکہ ان مسائل میں لوگ اختلاف رائے رکھتے ہیں اس لئے بحوالہ جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

میت کو دفن کرنے کے بعد اذان دینا قبر پر کیسا ہے؟ ایک صاحب کا کہنا ہے کہ ردالمحتار باب صلاۃ الجنائز صفحہ ۸۳۷ جلد ا میں منع لکھا ہے وہ یہ حوالہ دیتا ہے میرے پاس یہ کتاب نہیں ہے۔ اور یہ کتاب عربی میں ہے مہربانی فرما کر اس کا حوالہ دیں یا لکھیں

(۲) میت کا جنازہ پڑھنے کے بعد لوگ بیٹھ کر دعا کرتے ہیں بعض لوگ ایسا نہیں کرتے وہ کہتے ہیں ردالمحتار باب صلاۃ الجنائز صفحہ ۸۹۴ جلد ا میں ہے کہ جنازہ خود دعا ہے اس کے بعد کوئی دعا نہیں۔ لیکن بعض اسے ضروری سمجھتے ہیں اور سنت کہتے ہیں قبر پر اذان دینے کو بھی بعض سنت کہتے ہیں مہربانی کرکے اصل مسئلہ تحریر کریں۔

(۳) اذان سے پہلے کچھ لوگ درود یعنی صلوۃ جسے کہتے ہیں پڑھتے ہیں اور کچھ نہیں پڑھتے۔ ایک نے کہا کہ صلوۃ اذان سے پہلے پڑھنا سنت ہے مہربانی فرما کر قرآن و حدیث کی روشنی میں اصل مسئلہ لکھیں۔ ان سوالوں کے جوابات نیچے درج کیجئے۔ میں لفافہ بھیج رہا ہوں۔ والسلام انار شاہ جہاں، لاہور

۷۸۲ الجواب: ردالمحتار میں جو کچھ فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ میت کو قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مسنون نہیں۔ بدعت ہے اور یہی مذہب ہے بعض علماء کا۔ جبکہ دوسرے علمائے اعلام اسے جائز کہتے ہیں اور بدعت حسنہ کہتے ہیں اور اسی پر آج عوام و خواص اہلسنت کا عمل ہے۔ اور حق یہ ہی ہے کہ اس وقت اذان کہنا یقیناً جائز ہے ہرگز شرع مطہرہ سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ کرے اصلاً ممنوع نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً جبکہ اذان اس وقت کہتے ہیں، زندہ اور مردہ دونوں کیلئے کثیر فوائد ہیں۔ انہیں میں رحمت الٰہی کا نزول ہے اور احادیث صاف بتاتی ہیں کہ اذان ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی سے عذاب دفع ہوتا ہے شیطان بھاگتا ہے اور وحشت اس سے دور ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ مردے کو اس نئے مکان

تنگ وتاریک میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے تو اس کے اطمینان وسکون قلب کی خاطر اگر اذان کہہ دیں تو کیا برا کرتے ہیں۔ کیا نہ دیکھا کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اترے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرئیل علیہ السلام نے اتر کر اذان دی۔ پھر ہم اس غریب کی وحشت اور گھبراہٹ دور کرنے کیلئے اذان کہیں تو یہ جرم کیوں ہوا۔ بدعت ہے تو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ جس پر سنت خیر کی صورت میں انشاء اللہ تعالیٰ ثواب کی امید ہے تفصیل کیلئے دیکھیں رسالہ مبارک ''ایذان الاجر''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) درالمختار میں یہ تو ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے لیکن یہ بات فقیر کو نہ ملی کہ اس کے بعد کوئی دعا نہیں۔ جیسا کہ سوال میں مذکور ہے۔ بلکہ ہرگز کسی کتاب میں یہ منقول نہیں کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنے کو علماء مطلقاً مکروہ لکھتے ہوں اور کیونکر لکھتے کہ خود حضور پر نور ﷺ اور صحابہ وائمہ کرام کے اقوال وفعال اور خود فقہائے کرام کی تصریحات اس پر گواہ ہیں کہ اموات مسلمین کیلئے دعا کرنا محبوب اور شرعاً مطلوب اور اس میں کوئی قید نہیں کہ فلاں وقت تو مستحب ومشروع ہے اور فلاں وقت ناجائز وممنوع۔ آخر زیارت قبور نماز جنازہ کے بعد ہی ہوتی ہے تو کیا اس وقت بھی دعا کرنا عبث اور ناجائز ہوگا کہ نماز جنازہ تو ہو چکی اب دعا کی کیا حاجت ہے اور یہ نہ کہے گا مگر جاہل محض، ہاں فقہا نے جو بات فرمائی وہ یہ ہے کہ نماز جنازہ کے بعد اسی جگہ، اسی طریقہ پر صف بستہ پھر دوبارہ دعا مانگنا مکروہ ہے کہ جاہل اسے نماز جنازہ کا کوئی حصہ نہ سمجھنے لگیں اور ایسا ہوا تو یہ تبدیل شرع ہوگی ان لوگوں کو اسی سے دھوکا ہوا۔ اور فقہاء نے فرمایا کہ نماز جنازہ کے بعد صفیں توڑ کر دعا کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) وہابیہ زمانہ نے محبوب خدا ﷺ کی تعظیم وتکریم کے مروجہ طریقوں مثلاً میلاد شریف میں بوقت ذکر ولادت، قیام اور صلوٰۃ وسلام کی جتنی بھی ممانعت کی قدرت نے اتنا ہی شوق اہل ایمان کے دلوں میں پیدا کیا۔ کہ وہ ذکر محبوب کو اور زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔ انہی طریقوں سے ایک طریقہ قبل اذان درود شریف پڑھنا ہے درود شریف پڑھنا ایسا محبوب اور شرعاً مطلوب ہے کہ خود خدا عزوجل کی سنت کریمہ ہے۔ مسلمانوں نے اسی آیت کریمہ کے تحت اسے پھیلایا۔ اب جو منع کرتے ہیں وہ دلیل لائیں کہ خدا اور رسول نے اس سے کہاں منع فرمایا ہے۔ کیا تم خدا ورسول سے بڑھ کر ہو کہ وہ منع نہ کریں اور تم منع کرو۔ جب کہ شریعت کا قانون ہے کہ جس امر سے شریعت منع نہ کرے وہ جائز ہے۔ البتہ درود واذان میں کچھ فاصلہ رکھیں یا قرأت درود کے وقت آواز کو پست کریں تاکہ جہال میں اشتباہ پیدا نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

قبرستان میں گھس کر جنازہ پڑھنا

سوال: بخدمت جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب دام اقبالہ

خدمت میں عرض اس طرح ہے کہ قبرستان کی باؤنڈری کے اندر کوئی جگہ جنازہ نماز کیلئے مقرر کریں تو وہاں پر نماز جنازہ ہو سکتی ہے یا نہیں اس جگہ کے آگے پیچھے قبریں موجود ہیں۔ براہ کرم اس کا جواب شریعت کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ حاجی یٰسین خان، محمد رمضان اینڈ کمپنی، کلاتھ مرچنٹ، شاہی بازار، عمرکوٹ، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** اگر چہ یہ بات محقق ہو جائے کہ جس جگہ نماز جنازہ ہوگی وہاں کوئی میت دفن نہیں یا وہاں کوئی قبر آج تک نہ دیکھی گئی نہ سنی گئی اور اس کا ثبوت ہونا بہت دشوار ہے تب بھی نماز جنازہ کی ممانعت کیلئے اتنی ہی بات کافی ہے کہ سامنے قبریں موجود ہیں۔ عالمگیری وغیرہ میں صراحۃً موجود ہے کہ اگر قبر سامنے موجود ہو تو نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ذی قعد ۱۴۰۰ھ

داڑھی منڈوانا، کتروانا اور سیاہ خضاب لگانا

جنازہ لیکر چلیں تو میت کے قدم کس طرف ہوں؟

عورتوں کا اپنے پیر کے ہاتھ پاؤں چومنا

نماز جنازہ کے اعلان کیلئے ڈھول بجانا

سوال: جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سلام کے بعد عرض کی جاتی ہے کہ مہربانی فرما کر مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجئے اور مسائل کو وضاحت سے بیان کیجئے، بہت بہت مہربانی ہوگی۔

(۱) جس کی داڑھی مٹھ سے کم ہو داڑھی کترواتا ہو اس کے پیچھے نماز فرض یا تراویح درست ہے یا نہیں۔ یہاں پر ایک مولوی صاحب ہیں وہ داڑھی کتراتا ہے اور وہ سیاہ خضاب بھی داڑھی پر لگاتا ہے اس کی داڑھی مٹھ سے کم ہے وہ کہتا ہے کہ اگر موجودہ زمانہ میں داڑھی منڈواتا بھی ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے وہ مولوی پانچ وقت نماز پڑھاتے ہیں اور لوگ بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو کیا لوگوں کی نماز ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہاں پر ایک مسجد کے علاوہ سب مساجد میں نماز تراویح ایسے حافظ کے پیچھے پڑھتے ہیں جو داڑھی منڈواتا ہے یا کتراتا ہے اور مٹھ سے کم ہوتی ہے تو نمازی کہتے ہیں کہ نماز تراویح چونکہ سنت ہے اس لئے درست ہو جاتی ہے ایسے امام کے پیچھے۔ مہربانی فرما کر، اصل مسئلہ بتادیں۔

(۲) یہاں روڈہ میں قبرستان مشرق کی جانب ہے اور شہر مغرب کی جانب تو جو لوگ میت کو قبرستان لیجاتے ہیں تو میت کے پاؤں آگے ہوتے ہیں اور سر پیچھے قبلہ کی جانب اور کہتے ہیں کہ اگر سر آگے کر دیں تو پاؤں قبلہ جانب ہو جائیں گے اور یہ گناہ ہے۔ مہربانی کر کے اصل مسئلہ بتادیں۔

(۳) یہاں پر بعض عورتیں پیر صاحب کے پاؤں وہاتھوں کو بوسہ دیتی ہیں اور بعض آدمی جھک کر پیر صاحب سے ملتے ہیں۔ تو کیا عورتوں کا بوسہ دینا اور مردوں کا جھک کر سلام کرنا پیر صاحب کو درست ہے۔

(۴) یہاں پر جب کوئی فوت ہو جاتا ہے تو لوگ ڈھولچی کو لے آتے ہیں جو قبرستان میں ڈھول بجاتا ہے تاکہ لوگ جنازہ کیلئے اکٹھے ہو جائیں اور لاؤڈ اسپیکر میں بھی اعلان کر لیتے ہیں کیا ڈھول بجانے میں ایسی حالت میں کوئی حرج نہیں؟ مہربانی کر کے ان مسائل کی وضاحت کیجئے اور بالتفصیل جواب دیجئے۔ شکریہ سائل۔ مفتی محمد کریم بخش، میانوالی

۷۸۶ الجواب: نماز حکم شرعی ہے احکام شرع کے مطابق ہی ہو سکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جو اور جب چاہے جس طرح چاہے جس کے پیچھے چاہے پڑھ لے اور مطمئن ہو کر بیٹھ جائے کہ فرض صحیح ادا کر کے سبکدوش ہو گیا۔ مسلمان تو مسلمان کفار تک بھی جانتے ہیں کہ روز اول سے مسلمانوں کی راہ داڑھی رکھنی ہے ہر قرن میں ہر طبقہ کے اولیائے امت اور علمائے ملت بلکہ قرون خیر میں تمام مسلمان داڑھی رکھتے تھے اور اسے منڈانا، ترشوانا علمائے کرام علامات قیامت میں گنا کرتے تھے۔ پھر مشرکوں کافروں کی دیکھا دیکھی مدتوں کے بعد، داڑھی کی تراش خراش کی وبا مسلمانوں میں بھی آئی مگر جوان میں بھی ایمان سے پورا حصہ رکھتے ہیں۔ اپنی اس حرکت پر شرمندہ رہتے اور اسے طریقہ اسلامی سے جدا سمجھتے اور برا جانتے ہیں۔ مگر چوری سرزوری والوں سے خدا کی پناہ کہ داڑھی منڈائیں، داڑھی کو نصرانیوں اور کافروں کی طرح تراش خراش کی بھینٹ چڑھائیں اور ذرا نہ شرمائیں۔ شرمانا کیسا ہے بے شرمی کا لبادہ اوڑھ کر، مسمانوں کے امام بنیں نمازیں پڑھائیں اور پھر اسے مطابق شریعت مطہرہ ٹھہرائیں حالانکہ یہ وہی خصلت کفار ہے جس سے خدا ناراض، رسول خدا بیزار۔ بہر حال مسلمان یاد رکھیں کہ داڑھی منڈانا، ترشوانا یا حد شرع سے کم رکھنا علی الاعلان فسق و گناہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق معلن اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ۔ اس کے پیچھے نماز پڑھنی منع اس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے ردالمحتار میں ہے (فی شرح المنار) علی ان کراهة تقديمه يعنی الفاسق کراهة تحريمة درمختار میں ہے کل صلوة اديت مع کراهة التحريم تجب اعادتها پھر یہ حکم عام ہے ہر نماز کو شامل اور ہر نماز باجماعت اس میں داخل فرض ہو یا واجب یا موکدہ یعنی تراویح، ادا ہو یا قضاء سب کا اعادہ واجب ورنہ گناہ، ترک واجب کا سر پر نازل ہو کہ ہر نماز نیت باندھنے کے بعد واجب ہو جاتی ہے آدمی اگر تراویح سرے سے نہ پڑھے تو ترک سنت کا مرتکب ہوا اور فاسق معلن کے پیچھے تراویح پڑھ کر، اعادہ نہ کرے تو ترک واجب کا گناہ لازم۔ تو یہ ان کی بے عقلی ہے کہ تراویح سنت ہے لہٰذا فاسق کے پیچھے بلا کراہت جائز۔ الغرض مسلمانوں پر لازم کہ وہ صحیح العقیدہ، اور صحیح العمل کو امام بنائیں اور فاسق کو امام بنا کر، ہرگز اپنی نمازیں تباہ نہ کریں۔ اگر امام مذکور توبہ شرعیہ کر لے اور داڑھی حد شرع کے مطابق رکھ لے تو فبہا ورنہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے معزول کر دیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) حکم شرعی یہ ہے کہ جنازہ لے چلنے میں سرہانا آگے ہونا چاہیے تمام دنیا میں مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ اس کے برخلاف پاؤں آگے رکھنا حکم شرعی کی خلاف ورزی ہے ہم ایسی رسم کیوں روا رکھیں جس سے طریق مسلمین کا خلاف لازم آئے قبلہ کو ہم بدل نہیں سکتے تو اس کیلئے حکم شرعی کیوں بدلیں۔ شرع ہر حال میں حاکم ہے اس کی سنیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۳) یہ عورتوں کی جہالت ہے پیر صاحب پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کو اس گناہ سے باز رکھیں۔ یوہیں مردوں کو ملاقات کے وقت اتنا جھکنا کہ حد رکوع تک ہو جائے منع ہے اور سر کو اظہار تعظیم کیلئے قدرے جھکا لینا جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۴) قبرستان سے دور بازار اور شارع عام پر اگر بلند آواز سے موت کا اعلان کر دیا جائے تو اس سے مقصد حاصل ہو جاتا ہے ڈھول ڈھولک سے اجتناب کریں۔ لاؤڈ اسپیکر سے بھی اعلان ہو سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ ربیع الآخر ۱۴۰۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الزکوٰۃ

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الزکوٰۃ

رفاہی اداروں کا زکوٰۃ جمع کر کے خرچ کرنا

سوال: مکرمی جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان صاحب مدظلہ العالی

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع کہ:

۱۔ زید نے اپنی برادری کی ایک جماعت رفاہی مقاصد کیلئے امداد باہمی کی صورت میں بنائی جس کے اغراض و مقاصد میں حسب ذیل دفعات بھی شامل ہیں۔

(الف) مدرسے، ہسپتال اور صنعتی اداروں کے قیام کیلئے زمین یا عمارت خرید کر یا تعمیر کروا کر مذکورہ ادارے قائم کرنا اور چلانا۔

(ب) نادار طلباء کی فیس ادا کرنا اور ان کیلئے مفت کتابیں مہیا کرنا۔

لہٰذا زید نے زکوٰۃ خیرات و چرم قربانی کی رقم جمع کی ہے کیا زید مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے رقم مذکورہ صرف کر سکتا ہے؟

۲۔ زید مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے زکوٰۃ خیرات و چرم قربانی کی جمع شدہ رقم بکر کے نام تملیک کے ساتھ ہبہ یا حیلہ کروا کر صرف سکتا ہے؟

۳۔ زید حنفی مسلک سے تعلق رکھتا ہے اور مذکورہ بالا اغراض و مقاصد کو عملی جامہ پہنانے کیلئے اور زکوٰۃ خیرات و چرم قربانی کی جمع شدہ رقم صرف کرنے کیلئے شافعی حنبلی یا مالکی مسلک (اگر اجازت دے تو) اختیار کر سکتا ہے؟

۴۔ مذکورہ بالا اغراض و مقاصد میں آئمہ کے نزدیک کیا رائے ہے؟

۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور خلفائے راشدین کے زمانے میں جو بیت المال جمع کیا جاتا تھا وہ کس طریقہ پر مصرف کیا جاتا تھا؟ محمد احمد، جنرل سیکریٹری چھیپا جماعت حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں مالک بنادیں اباحت کافی نہیں۔ لہٰذا مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا۔ یا اس سے میت کو کفن دینا۔ یا میت کا دین ادا کرنا۔ یا غلام آزاد کرنا۔ پل سرائے سقایہ سڑک بنوا دینا نہر یا کنواں کھدوا دینا یا کتاب وغیرہ کوئی چیز خرید کر وقف کر دینا کافی نہیں (جوہرہ، تنویر، عالمگیری)۔ اور صدقہ کے مصارف وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں (درمختار، ردالمحتار) لہٰذا فطرہ اور دوسرے صدقات واجبہ کی رقوم سے نہ مدرسوں اسپتالوں اور صنعتی اداروں کیلئے عمارت وزمین خریدی جاسکتی ہے اور نہ ہی یہ رقم مذکورہ اداروں کی تعمیر میں صرف کی جاسکتی ہے البتہ نادار مستحق طلبہ کو

ادائیگی فیس کیلئے یہ رقم بطور تملیک صرف میں لائی جاسکتی ہے یونہی ان کیلئے دینی کتابیں مہیا کی جاسکتی ہیں شرط وہی ہے کہ انہیں اس رقم یا کتاب وغیرہ کا مالک بنادیا جائے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ اعلم

۱۔ چرم قربانی سے جمع شدہ رقم بلاشبہ ہر مصرف خیراتی مقاصد کیلئے استعمال کی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ زکوٰۃ، فطرہ، کفارہ نذر، صدقات واجبہ کے مصارف جہاں فقراء ومساکین وغیرہم ہیں۔ وہیں اس کے مصارف میں ایک مد فی سبیل اللہ بھی ہے اور نیک بات میں زکوٰۃ صرف کرنا فی سبیل اللہ (راہ خدا) میں صرف کرنا ہے جبکہ بطور تملیک ہو کہ بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی (درمختار وغیرہ) بحالات موجودہ جبکہ علم دین کی ترویج اور اسلام وسنیت کی تبلیغ کی راہ میں ہزار ہا رکاوٹیں حائل ہیں۔ دینی مدارس کے قیام وبقاء کی ایک صرف یہی صورت باقی رہ گئی ہے کہ ہمدردان دین وملت اور بہی خواہان علوم شریعت اپنی زکوٰۃ وصدقات کی رقوم ان طلبہ پر صرف کریں جو اپنے وطن سے دور پردیس میں جہاں ان کے ہمدردان کی قوم کے کوئی اور پرسان حال نہیں علوم اسلامی کی تحصیل میں مصروف رہتے ہیں اور ان مدارس کے منتظمین ان کے خورد ونوش و طعام وقیام کا انتظام کرتے ہیں اور انکے لیے کتابیں مہیا کرتے ہیں۔ اب اگر نئی انجمن اور جماعتیں رفاہی کاموں کیلئے ان رقوم کو جمع کریں اور ہسپتال اور صنعتی ادارے ان رقوم سے چلائیں اگر چہ وہ حیلہ شرعی کرلیں تب بھی آپ غور فرمائیں کہ جہاں ان فقراء ومساکین وغیرہم کی حق تلفی ہوئی وہیں ان دینی مدارس کی بربادی کا سامان مہیا ہوگیا اور علوم اسلامیہ کی ترویج موقوف۔

غور فرمائیں ہسپتالوں دنیاوی مدرسوں، جہاں دینی تعلیم برائے نام ہوتی ہے اور صنعتی اداروں کی تعمیر وترقی کی خاطر یہ رفاہی انجمنیں، مدارس پر قبضے کے ساتھ، زکوٰۃ وفطرہ اور صدقات واجبہ کی مد پر بھی قبضہ کرلیں، تو دینی مدارس کے قیام کی کیا صورت ہوگی اور مذہب حقہ کی ترویج کا کیا بندوبست ہوگا علوم دینیہ حاصل کرنے والے نادار طلبہ کے مصارف کا کیا انتظام ہوگا بالخصوص جبکہ ان مدارس کا عام دارومدار انہی رقوم پر ہے اور رفاہی کاموں کیلئے بہت سے ذرائع۔ دینی مدارس کیلئے چندہ کو نکلئے تو لوگ دس بیس یا پچاس سو روپیہ دکھاتے ہیں لیکن یہی حضرات جنکے پاس ان غریب مدارس دینیہ اور علوم اسلامیہ حاصل کرنے والے نادار طلبہ کیلئے پچاس سو کی رقم رہتی ہے، اپنے نام ونمود اور شہرت کی خاطر ان رفاہی کاموں میں کس طرح دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور کس کس طرح اپنی ہمدردیاں اس رفاہی ادارے کی ترقی کیلئے وقف کردیتے ہیں غالباً اب آپ خوب سمجھ گئے ہونگے کہ ایسے رفاہی اداروں کی تعمیر وبقاء کیلئے زکوٰۃ وفطرہ وغیرہ صدقات واجبہ کی رقوم صرف کرنا قطعاً منع ہے اور بے محل ہے اور یہ مصارف ہرگز زکوٰۃ وغیرہ کے مصارف نہیں اور یہ کہ اس اقدام میں فقراء ومساکین اور مدارس عربیہ میں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کی حق تلفی ہے اور ہر وہ حیلہ جس کی رو سے کسی مستحق کی حق تلفی ہو یا اس میں حق تلفی کی بو پائی جائے یا اس سے مقصود تمول ہو، وہ مکروہ تحریمہ قریب حرام ہے اور ناجائز۔ فقہاء وعلماء میں متد اول اور معتمد علیہ، مشہور کتاب ''عالمگیری'' میں ہے مذهب علمائنا نا ان كل حيلة يحتاج بها الرجل لابطال حق الغير اولاد خال شبهة فيه فهي مكروهة اور علامہ حموی محشی اشباہ نے فرمایا كل حيلة فهي مكروهة یعنی تحریماً اور عیون و جامع الفتاویٰ میں ہے لا يسعه ذالك۔ ان عبارات کا خلاصہ وہی ہے کہ ایسا حیلہ کرنا مکروہ تحریمی اور عملاً حرام ہے شرع میں اس کی کوئی گنجائش

نہیں بالجملہ اغنیائے کثیر المال شکر نعمت بجالائیں، ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیاوی آسائش، یا ظاہری آرائش یا نمود و نمائش میں اٹھانے والے مصارف میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں اور متوسط الحال بھی اہم دینی شرعی ضرورتوں کی تکمیل کی غرض سے خالص خدا ہی کے کاموں میں صرف کرنے کے سوا۔ دنیاوی اغراض کی ترقی و بہبودی کیلئے ہرگز ان طریقوں پر اقدام نہ کریں۔ اور معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کر کے یہ رقوم اس طرح صرف میں نہ لائیں کہ مستحقین کی حق تلفی ہو کہ یہ امر، مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ عوام تو عوام اس زمانے کے مقلدین اور مفتیان کرام اور قضاۃ اسلام کیلئے بھی یہ حکم ہے کہ اگر وہ اپنے آئمہ مذہب کے خلاف کوئی فتویٰ دیں یا کوئی فیصلہ نافذ کریں تو نہ ہی قابل اعتماد اور نہ ہی فیصلہ قابل عمل۔ (درمختار، ردالمحتار) واللہ اعلم

۴۔ یہ سوال لاحاصل ہے۔

۵۔ اسلامی بیت المال کے مصارف کا دارومدار اس کے محاصل اور آمد پر ہے۔ زکوٰۃ وعشر اور صدقات واجبہ کے مصارف، فقراء و مساکین، یتامیٰ وغریب الوطن افراد اور مقروض مسلمان ہیں اور فی سبیل اللہ جس کی تفصیل اوپر گزری۔ اور بیت المال کو جو آمدنی جزیہ وخراج سے ہو، اس کا مصرف لشکر اسلام بھی ہے اور تمام مصالح عامہ مسلمین بھی ہیں۔ جن میں تعمیر مسجد وخرچ مسجد و وظیفہ امام وموذن وتنخواہ مدرسین علم دین، وخبر گیریٔ طلبہ علم دین، وخدمت علمائے اہلسنت۔ اور حامیان دین جو وعظ کہتے ہیں اور علم دین کی تعلیم کرتے اور فتویٰ کے کاموں میں مشغول رہتے ہوں اور پل سرائے وغیرہ بنانے میں بھی صرف کی جاسکتی ہے۔ (درمختار، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ) اسلامی حکومتیں گئیں تو یہ بیت المال بھی گئے اور حفاظت دین متین بھی ختم ہوتی گئی۔ اب لے دیکے مدارس عربیہ اور وہ بھی بہت قلیل تعداد میں باقی ہیں جہاں زکوٰۃ وصدقات واجبہ کی رقوم صرف کی جاسکتی ہیں افسوس کہ لوگ دنیاوی امور کی خاطر ان پر بھی قبضہ جماتے چلے جارہے ہیں اور افسوس ہزار افسوس کہ آپ جیسے ہمدردان دین وملت بھی ان کی چرب زبانیوں کا شکار ہوتے جارہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی و علیہ التکلان و بہ نستعین و حسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ شوال ۱۳۸۴ھ

قرض میں دیا ہوا مال فوری زکوٰۃ واجب نہیں کرتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کے ذمہ میرا قرض ہے اور وہ رقم مل نہیں رہی۔ آیا اس کی زکوٰۃ دینا مجھ پر واجب ہے یا نہیں؟ بینوا، توجروا شیخ محمد عالم خواجہ چوک حیدرآباد، ۱۱/۹/۱۹۶۸ء

۷۸۶ **الجواب:** جو مال کسی پر دین ہے جسے قرض جسے دستگرداں کہتے ہیں یا مال تجارت کا ثمن تو ایسے مال کی زکوٰۃ بحالت دین ہی سال بسال واجب ہوتی رہے گی مگر واجب الادا اس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہوجائے مگر جتنا وصول ہواتنے ہی کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے یعنی چالیس درم وصول ہونے سے ایک درم واجب ہوگا۔ (درمختار، عالمگیری، بہار شریعت

وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ شعبان المعظم ۱۳۸۸ھ

مدارس میں زکوٰۃ کس طرح خرچ کی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: دینی مدارس میں جو زکوٰۃ وفطرات وصدقات اور خیرات وغیرہ لیتے ہیں انہیں کس طرح مصرف میں لائیں۔ کیا اس کیلئے شرعی حیلہ جائز ہے جبکہ مدرسہ کو تعمیر اور مدرسین کی تنخواہ وغیرہ کیلئے اشد ضرورت ہے مدرسہ میں عربی فارسی حفظ قرآن شریف اور ناظرہ کی تعلیم دی جاتی ہے؟

پیر عبدالحکیم اوکاڑوی، دارالعلوم حنفیہ غوثیہ کھڈا لبستی، ٹنڈو آدم نزد ریلوے پھاٹک

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنادیں لہٰذا مال زکوٰۃ مردہ کی تجہیز وتکفین یا مسجد ومدرسہ کی تعمیر یا اساتذہ کے مشاہرہ میں صرف نہیں کر سکتے کہ تملیک فقیر نہ پائی گئی اور ان امور میں صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مالک کردیں اور وہ اپنی طرف سے صرف کرے یا منتظمین مدرسہ کو دیدے کہ وہ اپنی ضروریات تعمیر و تنخواہ وغیرہ میں خرچ کریں اور ثواب دونوں کو ہوگا۔ بلکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر سو ہاتھوں میں صدقہ گزرا تو سب کو ویسا ہی ثواب ملے گا جیسا دینے والے کیلئے اور اس کے اجر میں کچھ کمی نہ ہوگی۔ (بہار شریعت بحوالہ ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم رمضان مبارک ۱۳۸۹ھ

مریض کے لئے جو زکوٰۃ جمع کی گئی، اس کے مرنے کے بعد بقیہ رقم کا مصرف؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ: ایک بیمار کیلئے کچھ روپیہ زکوٰۃ کے جمع کیے گئے تھے تاکہ اس کا علاج کرایا جاسکے۔ اتفاق سے وہ مریض چل بسا اور اب وہ زکوٰۃ کا چندہ مبلغ ۶۰۰ سے ۷۰۰ میرے پاس جمع ہے۔ اب یہ پیسے کا استعمال کس طرح کیا جائے مرنے والے کے دو بھائی اور ایک بہن حیات ہیں۔ رضا محمد عباسی القادری

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ وخیرات کی جو رقم کسی فرد خاص کیلئے جمع کی گئی یہ بطور تبرع واحسان کے ہے۔ چندہ کرنے والوں پر اس مرنے والے کا کوئی حق نہ تھا۔ اب اس رقم سے جو رقم اس کو دی جاتی ہے وہ اس کی ملکیت ہوتی رہی۔ چنانچہ وہ حسب منشاء اپنی دوا دارو اور دیگر ضروریات میں خرچ کرتا رہا۔ اب کہ اس کا انتقال ہوگیا ہے یہ رقم چندہ کرنے والوں کے پاس بطور امانت ہے اسے چاہیے کہ چندہ دینے والوں سے ان کی دی ہوئی رقم کا مصرف پوچھے کہ کہاں خرچ کردی جائے۔ اب اگر وہ لوگ اس شخص کو اختیار دیدیں کہ جہاں چاہے خرچ کرے تو وہ مختار ہے۔ مصارف زکوٰۃ میں سے جہاں چاہے خرچ کرے۔ وراثت اس مال میں جاری نہ ہوگی۔ اور سب سے بہتر یہ ہے کہ رقم مذکورہ کسی صدقہ جاریہ میں مرنے والے کے نام سے صرف کردی جائے۔ مثلاً اس کے نام سے دینی کتابیں خریدی جائیں اور اہلسنت کے کسی دینی ادارے کو دیدی جائیں۔ بہرحال جب تک یہ شخص چندہ کرنے والوں سے دریافت نہ کرے کہیں خرچ نہیں کرسکتا۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ ذی الحج ۱۳۸۹ھ

زکوٰۃ جمع کر کے، صرف برادری کے لوگوں کو تقسیم کرنا کیسا ہے؟

سوال: ا۔ ہمارا ایک ادارہ ہے جو کہ فلاح و بہبود کا کام تقریباً پندرہ سال سے انجام دے رہا ہے قوم کے ممبر صاحبان سے زکوٰۃ وصول کر کے اپنی برادری کے مستحق افراد کو دیتا ہے۔ کیا یہ طریقہ جائز ہے؟ اور جن حضرات نے ہمیں زکوٰۃ دی ان کی زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں؟

۲۔ ہر سال ہمیں زکوٰۃ کی جو رقم ملتی ہے اس میں سے ہم، ہمارے مستحق ممبروں کو دیتے ہیں اس طرح دینے کے بعد ہمارے پاس کچھ رقم بچتی رہتی ہے۔ اس طرح پچھلے کچھ سالوں سے بچی ہوئی رقم ہمارے پاس جمع ہے۔ یہ ادارہ اس رقم کو زکوٰۃ سمجھے یا بیت المال سمجھ کر استعمال کر سکتے ہیں۔

۳۔ آیا یہ رقم ہم قرض حسنہ دے سکتے ہیں؟

۴۔ جن حضرات نے ہمیں زکوٰۃ کی رقم دی ہے اسے ہمارا ادارہ کب تک یعنی کتنے عرصے تک اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ حالانکہ ہماری کوشش یہی ہے کہ رقم جلد از جلد مستحق حضرات میں تقسیم ہو جائے۔

۵۔ اب ہمارے پاس اس طرح بچی ہوئی رقم کے بارے میں ہمارے ادارے کے ممبران کا ارادہ ہے کہ اس رقم کو ادارے کے غریب ممبران کے کاروبار یا ان کیلئے رہائشی مکان بنانے کیلئے استعمال میں لیا جائے۔ لیکن زکوٰۃ کی رقم سمجھ کر ہر ایک ممبر اس کو لینے سے ہچکچا رہا ہے اگر اسی رقم کو بیت المال کے طور پر سمجھ کر ممبران کو دی جائے تو ٹھیک ہے یا نہیں؟ اور ہم یہ رقم بلا معاوضہ دیں گے۔ جو اس رقم کو قسطوں کی صورت میں ادارہ کو ادا کرے گا تا کہ کچھ عرصے کے بعد یہ رقم لینے والا اپنے کاروبار کے ذریعے انشاء اللہ صاحب زکوٰۃ ہو جائے گا۔ کیا یہ عمل شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟

۶۔ ہم جو امداد اس زکوٰۃ فنڈ سے دینا چاہتے ہیں اس میں کسی قسم کی شرط یا مفاد رکھنا نہیں چاہتے کسی ممبر کی عزت زندہ رکھنے اور اس کو غفلت لاپرواہی سے بچانے کیلئے کچھ ایسا طریقہ کار عمل میں لانا چاہتے ہیں جس سے ہمارے مال کی نگرانی ہوتی رہے اور اس کے مشورے سے ہر وقت فائدہ مند رہیں۔ یہ طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ امید ہے کہ مندرجہ بالا حقیقتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے آپ شریعت کی روشنی میں ہماری رہنمائی کریں گے۔　محمد عثمان یوسف معرفت عثمان برادرز سرور، کوبی لائن حیدر آباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: اصل جواب سے پہلے چند باتوں کی طرف توجہ ضروری ہے تا کہ مسائل اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں۔

ا۔ نصاب پر سال گزر جائے اور زکوٰۃ واجب الادا ہو جائے تو صاحب نصاب پر لازم ہے کہ تمام رقم جو واجب الادا ہو چکی ہے فوراً جلد از جلد اس کے مصارف میں صرف کر دے اس میں جتنی تاخیر کرے گا گناہگار ہو گا بلکہ ائمہ دین نے تصریح فرمائی کہ اس کی ادائیگی میں دیر کرنے والا مردود الشہادۃ ہے یعنی اس کی گواہی قبول نہ ہو گی۔ (عالمگیری، فتح القدیر وغیرہ) اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اب یہ مال شرعاً فقراء کا ہو چکا اسے روکنا غریبوں کا حق روکنا ہے اور یہ ظلم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ مال زکوٰۃ دینے میں تملیک شرط ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنا دیں نہ اس کا معاوضہ لیں اور نہ قرض دیں اور نہ اسکی واپسی

کی توقع رکھیں۔ جہاں یہ دیں، مثلاً محتاجوں کو اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دیا یا میت کے کفن دفن میں لگا دیا یا مسجد یا مدرسہ یا شفاخانہ بنوا دیا۔ ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوئی بلکہ اگر مال زکوٰۃ سے مکان بنا کر بہ نیت زکوٰۃ، مکان رہنے کو دیدیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسکی ملکیت میں نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا جو زکوٰۃ نہیں۔ (درمختار) جب یہ امور معلوم ہوئے تو تمام سوالات کے جوابات بھی روشن ہو گئے۔ مثلاً قومی فلاح و بہبود کیلئے قوم سے مال زکوٰۃ وصول کرنا، اسے قومی انجمن کی تحویل میں رکھنا اور برادری کے غریب لوگوں پر وقتاً فوقتاً خرچ کرتے رہنا اور بچی ہوئی رقم سے بینک بیلنس بڑھانا، یہ سب دوسرے غرباء و مساکین کا حق مارنا اور زکوٰۃ کے مستحقین پر خیر کے دروازے بند کرنا اور غریبوں اور حاجتمندوں کی ضروریات سے نگاہیں بند کرنا اور وبال آخرت خریدنا ہے۔ کیا برادری کی فلاح و بہبود اتنی ہی عزیز ہے کہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور رقم انکے حصہ میں نہ آئے۔ پھر اس قسم کے نجی بیت المالوں میں اموال زکوٰۃ وغیرہ صدقات کا دینا علمائے کرام نے اس لئے بھی ناجائز بیان فرمایا کہ بیت المال کے اموال کئی قسم کے ہوتے ہیں جن کے مصارف علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں۔ لیکن کارکنان بیت المال اسکی پرواہ نہیں کرتے اور نہیں کہا جا سکتا کہ زکوٰۃ اپنی جگہ صرف ہوئی یا نہیں۔ دینے والے ان حالات سے واقف ہوتے ہوئے قومی انجمن والوں یا نجی بیت المال والوں کو دیں تو اغلب یہی ہے کہ ان کی زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی۔ فقہائے کرام تو امام المسلمین کو بھی اس کی ہدایت کرتے ہیں کہ وہ چار قسم کے بیت المال بنائے اور ہر قسم کے مال کیلئے علیحدہ مقام رکھے اس لئے کہ ہر قسم کے مال کا جداگانہ حکم ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے دوسرا مال اس میں شریک نہیں ہو سکتا۔ (کذا فی العالمگیریہ) اسی میں ہے کہ ''امام پر واجب ہے کہ مال کو مستحقین سے روک کر نہ رکھے اگر ایسا کرے گا تو اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا''۔ الغرض مسلمانوں کو زکوٰۃ و صدقات کے مال کی ادائیگی میں سخت احتیاط درکار ہے۔ اول تو لوگ پوری زکوٰۃ نکالتے ہی نہیں اور جو نکالتے ہیں اس میں یہ بے احتیاطیاں برتتے ہیں پھر ان سب پر مستزاد یہ قومی انجمنیں اور ان کی کارگزاریاں ہیں جن سے مستحقین کے محروم ہونے کی راہیں کھلتی جا رہی ہیں اور غیر مستحقین کی صلاحیتیں مسخ ہوتی نظر آتی ہیں۔ مسلمانوں کو ان سخت وعیدوں سے ڈرنا چاہیے جو زکوٰۃ نہ دینے یا مال زکوٰۃ روکے رکھنے پر وارد ہیں۔ واللہ اعلم

اور حیلہ جو شریعت مطہرہ نے خالص دینی ضرورتوں کیلئے جائز رکھا ہے وہ ان متوسط الحال مسلمانوں کیلئے ہے جو مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں رکھتے اور زکوٰۃ کی رقم کے علاوہ کوئی رقم فی سبیل اللہ خرچ نہیں کر سکتے۔ اغنیاء کثیر المال کہ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیاوی آسائش یا ظاہری آرائش میں صرف کر لیتے ہیں وہ مصارف خیر میں اس حیلہ کی آڑ نہیں لے سکتے۔ بلکہ متوسط الحال بھی صرف دینی امور کی تکمیل کیلئے، دینی ضرورتوں کی غرض سے، خالص خدا ہی کے کام میں صرف مثلاً مسجد و دینی مدرسے بنانے یا سادات کرام یا علمائے عظام کو نذر کرنے کیلئے ان طریقوں کو عمل میں لائیں نہ یہ کہ معاذ اللہ اس ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کر کے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں، کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف، اور اس میں ان حکمتوں کا باطل کرنا ہے جو فرضیت زکوٰۃ میں پوشیدہ ہیں تو گویا اس کو برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

(ھکذا فی الفتاوی الرضویہ) العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۲ھ

کن مدارس کو زکوٰۃ دی جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ یا اسی قسم کی دوسری خیرات قربانی کی کھالیں کے مستحق صحیح کون لوگ ہیں۔ جو دینی مدرسے ہیں جہاں باہر کے طالبعلم کتابیں، قرآن کریم پڑھتے ہیں ان مدرسوں کو زکوٰۃ وغیرہ دینا جائز ہے؟ شرعاً جو حکم ہو برائے کرم حوالے سے تحریر فرمائیں۔

السائل عبدالرحمٰن، لیاقت کالونی حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: مدرسہ اسلامیہ اگر صحیح اسلامیہ خاص اہلسنت کا ہو نیچریوں، وہابیوں، قادنیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرہ کا نہ ہو تو اس میں مالِ زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ اس مال کو جدار کھے اور خاص تملیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے۔ مدرسین ودیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر ومرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ نہ یہی ہوسکتا ہے کہ جن طلباء کو مدرسے سے کھانا دیا جاتا ہو، اس روپے سے کھانا پکا کر ان کو کھلایا جائے کہ یہ صورت اباحت ہے اور زکوٰۃ میں تملیک لازم۔ (کہ جسے دیں اسے بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک بنادیں) ہاں یوں کرسکتے ہیں کہ جن طلباء کو کھانا دیا جاتا ہے انکو نقد روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک کردیں پھر وہ اپنے کھانے کیلئے واپس کردیں۔ یا جن طلباء کو وظیفہ، نہ اجرتاً بلکہ بطور امداد ہے، ان کو وظیفہ میں دیں یا کتابیں خرید کر طلباء کو ان کا مالک کردیں۔ ہاں اگر روپیہ کسی مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک کردیں پھر وہ اپنی طرف سے مدرسے کو دیدے تو تنخواہ مدرسین وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) یہ احتیاطیں صرف دینی مدارس ہی میں ملیں گی ورنہ مسجد مکتب قائم کرکے اس میں زکوٰۃ و فطرہ کی رقمیں صرف کرنے والے عموماً ان مسائل سے واقف ہی نہیں تو وہاں دینا، اپنا مال گنوانا ہے۔ بلکہ دینی مدرسوں کو جہاں بیرونی طلباء قیام پذیر ہوئے ہیں دینا اور بھی زیادہ باعث ثواب ہے کہ دینی علوم کی سرپرستی بھی ہوجاتی ہے۔ اللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۲ شوال ۱۳۹۸ھ

جن مدارس میں صاحبِ زکوٰۃ کے بچے پڑھتے ہیں وہاں زکوٰۃ کا حکم؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ: ایک محلے میں ایک دینی مدرسہ ہے اس میں محلے کے بچے دینی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ، فطرہ، خیرات وغیرہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ تفصیل کے ساتھ جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ شکریہ　　محمدی مسجد مجاہد کالونی، لطیف آباد نمبر ۱۲ حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ اسلامیہ، اگرچہ خاص اہلسنت وجماعت کا ہو، اس کے مدرسین یا ملازمین کو تنخواہ دینا یا مدرسہ کی تعمیر ومرمت میں خرچ کرنا یا مدرسہ کے فرش وغیرہ خریدنا یا اس رقم سے دینی کتابیں خرید کر مدرسہ کی لائبریری میں جمع کرنا، سب ناجائز سب حرام ہے۔ زکوٰۃ میں فرض ہے کہ کسی مسلمان کو کہ نہ صاحب نصاب ہو نہ وہ سید ہاشمی ہو، مال زکوٰۃ کا مالک بنادیں اور جب مدرسہ میں دی تو یہ تملیک فقیر کہاں پائی گئی۔ ہاں اگر وہ مدرسہ اسلامیہ ایسا ہو جس میں نادار غریب طلباء تعلیم

حاصل کرتے ہوں تو اس میں مال زکوٰۃ اس شرط پر دیا جاسکتا ہے کہ مہتمم مدرسہ اس مال کو جدا رکھے اور خاص زکوٰۃ مصارف میں صرف کرے۔ مدرسین و دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ یہ وبا جواب عام ہوتی جارہی ہے کہ مسجد میں مکتب کھول لیا اور زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم سے مدرس کو اس کی تنخواہ دینے لگے ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ (تفصیل کیلئے دیکھیں کتب فقہ مثل فتاوی شامی، فتاوی عالمگیری اور فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

تنظیم کے لئے زکوٰۃ و چرم وصول کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

۱۔ تنظیم جو فلاحی کاموں کیلئے بنائی گئی ہے اور ایک مخصوص برادری کی ترقی و ترویج جسکا مقصد اولین ہو۔ کیا ایسی تنظیم لوگوں سے چرم قربانی وصول کرسکتی ہے۔ یا ممبران سے چرم قربانی وصول کرسکتی ہے؟

۲۔ کیا اس تنظیم کیلئے زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم وصول کرنا جائز ہے؟

۳۔ چرم قربانی کی وصولی کیلئے پہلے سے وعدہ لیا گیا، لیکن صاحب قربانی نے کھال تنظیم کو نہیں دی، اس بناء پر صاحب قربانی کو برادری سے خارج کردیا گیا، کیا یہ اخراج جائز ہے؟

۴۔ حلف اٹھانے کی جو صورت آجکل عوام میں رائج ہے یعنی قرآن کریم کو درمیان میں رکھ کر، یا ہاتھ میں اٹھا کر وعدہ کرتے ہیں، اگر کوئی شخص اس وعدہ سے پھر جائے تو کیا کفارہ لازم آتا ہے، یا شرع نے اس کیلئے کوئی سزا تجویز فرمائی ہے؟

۵۔ اس تنظیم نے زکوٰۃ و چرم قربانی کی قیمت و دیگر رقومات کو خرچ کرنے کا جو طریقہ کار مقرر کیا ہے وہ اس طرح ہے کہ کل رقم کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، پہلا حصہ ان غرباء و مساکین کیلئے جو تنظیم کے ممبر ہوں، دوسرا حصہ کسی رکن پر کوئی ناگہانی آفت آنے پر خرچ کیا جائے گا، تیسرا حصہ برادری کی سہولت کیلئے ڈسپنسری کے قیام کیلئے بنک میں جمع کیا جارہا ہے، جس سے صرف تنظیم کے ممبران ہی استفادہ کرسکیں گے، کیا اخراجات کا یہ طریقہ کار شرع کے مطابق ہے جبکہ اس میں زکوٰۃ کی رقوم بھی شامل ہیں۔

السائلین: جلال الدین انصاری، محمد اطہر انصاری، تاج محمد، تبارک اللہ، مختار احمد، علی احمد، محمد اقبال انصاری، رحیم الدین، محمد شاکر محلہ پریٹ آباد حیدرآباد، ۷ دسمبر ۱۹۷۸ء

۷۸۶ الجواب: ۱۔ مخصوص برادری کی ترقی و ترویج و فلاح کی خاطر، تنظیم قائم کرنا اور شرعی حدود میں رہتے ہوئے ان کی اصلاح میں مصروف رہنا، بہت خوب ہے۔ ایسی تنظیم، چرم قربانی برادری سے وصول کرکے ان کی فلاح میں صرف کرسکتی ہے لیکن یہ اتنی محدود نہ ہو کہ دوسرے مسلمانوں کی فلاح و ضروریات کو بالکل نظر انداز کردیا جائے اور نہ کسی ممبر یا برادری کے فرد کو اس تنظیم میں شرکت اور اس کیلئے چندہ وغیرہ بلکہ چرم قربانی کی فراہمی کیلئے مجبور کیا جائے کہ اس سے بجائے اصلاح کے شورش

پھیلے گی جو قرآنی تعلیمات کے بالکل خلاف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ زکوٰۃ وفطرہ وصدقات واجبہ کی رقوم فلاحی امور میں صرف کرنے کیلئے کسی تنظیم کو نہ دینا درست ہے نہ تنظیم کو لینا روا۔ نہ تنظیم کے کارکن عموماً اسکے اہل کہ وہ مال زکوٰۃ صحیح مصارف میں صرف کرسکیں۔ عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ مستحق مسلمان اس سے محروم رہتے ہیں اور کارکن رقم بڑھانے کے چکر میں مشغول۔ تو ایسی تنظیم کو دینا مستحق مسلمانوں کی حق تلفی ہے اور ظلم۔ واللہ اعلم

۳۔ یہ ظلم ہے اسے مٹانا چاہیے نہ کہ تنظیم کے مقاصد میں اسے داخل کرلینا کہ ظلم وعدوان پر مدد ہے اور حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ قسم کا کفارہ اسی پر بالخصوص لازم ہوگا جو قسم کے خلاف کرے۔ اور یہ کفارہ دس مسکینوں کو کپڑا دینا یا انہیں دونوں وقت پیٹ بھر کے کھلانا یا بقدر صدقہ فطر انہیں ہبہ کرنا اور جو اس پر قادر نہ ہو اس کیلئے تین روز متواتر روزے رکھنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۵۔ مال زکوٰۃ وفطرہ سے ڈسپنسری قائم کرنا تو درکنار مسجد و مدرسہ قائم کرنا جائز نہیں۔ نہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو جواب نمبر دو ۲ دیکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

جائز کام پر حلف اٹھانا، چرم قربانی وصول کرنا، تنظیم کا زکوٰۃ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ ایک شخص نے اس بات پر حلف اٹھایا کہ میں ہر جائز کام میں برادری کا ساتھ دونگا اگر وہ شخص ناجائز کام کرنے پر برادری یا برادری کی قائم کردہ کسی تنظیم کی مخالفت کرے تو کیا اس شخص نے حلف سے روگردانی کی؟

۲۔ کیا کسی تنظیم کو اپنے اراکین سے جبراً قربانی کی کھال لینے کا حق حاصل ہے اور اگر کوئی شخص قربانی کی کھال تنظیم کو نہ دے تو کیا تنظیم اس کو شرعی طور پر سزا دے سکتی ہے۔ اگر تنظیم نے کسی شخص کو قربانی کی کھال تنظیم میں نہ دینے کی وجہ سے برادری سے خارج کر دیا اور لوگوں کو اسکے ساتھ لین دین کرنے سے روکا تو کیا یہ فعل اور سزا شرعی طور پر جائز ہے۔

۳۔ اگر کوئی تنظیم زکوٰۃ وصول کرے اور اس رقم کو بنک میں جمع کرادے کہ بوقت ضرورت مستحقین کو دی جائے گی تو کیا کسی تنظیم کا زکوٰۃ وصول کرنا اور اس رقم کو بنک میں جمع کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔

۴۔ اگر کسی تنظیم نے جس نے اپنے دستور العمل کی دفع نمبر ۱۰ میں یہ شرط رکھی کہ مجلس منتظمہ کے ممبران پر نماز کی پابندی لازمی ہوگی۔ عدم پابندی کی صورت میں جواب طلب کیا جاسکے گا۔ اگر اس تنظیم کے چند اراکین اس پر عمل نہیں کرتے اور ان سے کوئی جواب طلب کیا جاتا ہے جو کہ اس دستور العمل کے منافی ہے تو کیا ایسی حالت میں جبکہ مجلس منتظمہ کے اراکین خود اس پر عمل نہیں کرتے جبکہ انھوں نے حلف اٹھا کر اقرار کیا تھا کہ ہم اس دستور پر عمل پیرا ہونگے جب وہ خود عمل نہ کریں تو کیا ایسی حالت میں عام ممبران تنظیم مجلس منتظمہ کے فیصلوں کے پابند ہیں۔

فقط: سراج احمد انصاری، تبارک اللہ انصاری، علی احمد انصاری، مختار احمد انصاری، حافظ سلیم الدین انصاری، جلال الدین انصاری، تاج محمد انصاری، محمد شاکر انصاری، محی الدین انصاری، مولیٰ بخش انصاری، محمد اسحاق، محمد اطہر، شریف احمد، محمد عثمان

۷۸۶الجواب: ۱۔جائز کام میں برادری کا ساتھ دینے کا حلف اٹھا کر، کسی ناجائز کام کی مخالفت پر کوئی کفارہ نہیں۔ بلکہ اس پر لازم ہے کہ اس ناجائز کام کے مٹانے کی کوشش کرے۔حدیث شریف میں فرمایا کہ تم میں سے جو کوئی، ناجائز بات دیکھے اسے چاہیے کہ اپنی قوت سے اسے مٹادے۔اگر اتنی قوت نہ ہو تو زبان سے اسکی مخالفت کرے ورنہ اسے دل سے ضرور براجانے اور یہ ایمان کا آخری حصہ ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔قربانی کی کھال یا اسی نوعیت کے دوسرے ذریعوں سے جبراً وصولیابی کا حق کسی کو بھی نہیں۔چنانچہ اگر کوئی شخص چرم قربانی برادری کو نہ دے تو اسپر کوئی مواخذہ نہیں بلکہ اگر برادری کا ممبر ہوتے وقت اس نے وعدہ بھی کرلیا کہ میں چرم قربانی برادری کو دونگا تب بھی وہ برادری کا مجرم نہیں۔وعدہ خلافی کا گناہ اسپر ہوگا جو برادری کا گناہ نہیں خدا اور رسول کا گناہ ہے تو برادری اگر ایسے کو کوئی سزادے مثلاً برادری سے خارج کردے تو یہ صریح ظلم ہے اور ایسے کرنے والے بلکہ ایسوں کا ساتھ دینے والے، صلہ رحمی کو قطع کرنے والے اور ظلم کے مرتکب ہیں اور شرعاً سزا کے مستحق ہیں۔انہیں اس سے فوراً بعض آنا چاہیے اور وہ شخص ہنوز برادری میں داخل ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ایسی تنظیموں کو زکوٰۃ وفطرہ وصول کرنے کا کوئی حق نہیں بلکہ بعض صورتوں میں زکوٰۃ ادا بھی نہ ہوگی کہ عموماً زکوٰۃ وصول کرنے والے اسکے صحیح مصارف شرعی سے واقف نہیں ہوتے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔تنظیم نہ بھی ہو تو نماز ادا کرنا فرض ہے اور حلف اٹھا کر نماز ادا نہ کرنا دہرا جرم ہے۔ایک نماز نہ پڑھنا، دوسرے حلف کے خلاف کرنا۔نماز پڑھنے کی تبلیغ ہر مسلمان کا حق ہے تبلیغ کرسکتے ہیں اور دوسروں کو نصیحت کرنا خود اسپر عمل نہ کرنا، حرام و ناجائز تو نہیں البتہ مواخذہ کی قابل قبول بات ضرور ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

جو مؤذن ہر طرح کا مال وصول کرے، اس کی امامت کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ: ایک شخص جو مسجد کا موذن ہو اور اسپر اجرت لیتا ہو اسکے باوجود وہ خیرات، مردوں کا کھانا، کفن کی چادر، مردوں کی غسالی کی اجرت، اور مسجد میں دولہا کے سجدے پر بھی رقم لیتا ہو، اس میں کوئی تمیز نہ کرتا ہو کہ کھانا حلال ہے یا حرام ہے، کس نے پکایا ہے، کیوں بھیجا ہے اور میں اس بات کا حقدار ہوں یا نہیں، مسجد کا سامان مثلاً مسجد کا تیل وغیرہ بھی اپنے گھر کے استعمال کیلئے بلا اجرت وقیمت اور بلا اجازت لیجاتا ہو تو کیا ایسا شخص اذان دے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا اذان دینا جائز ہے یا ناجائز؟ اس کی اذان پر نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر کبھی وہ امامت کرے تو اسکی اقتداء میں نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔؟ اور ساتھ یہ بھی کہ اگر اسے سبکدوش کرنے میں غفلت برتی جائے تو کیسا ہے؟ جواب مع فتویٰ اور مہر کے عطا فرمائیں۔ طالب دُعا حبیب اللہ، لطیف آباد حیدرآباد

۷۸۷الجواب: کسی بھی شخص صاحب نصاب کیلئے، اذان کے وقت کی اجرت، مُردوں کا کھانا، غسالی کی اجرت، کفن

کی چادر، بچوں کے کان میں اذان کی اجرت، لینا جائز ہے۔ جو لوگ مسجد میں کھانا بھیجتے ہیں وہ ظاہر ہے کہ حلال اور پاک ہی ہوتا ہے کسی کھانے کو حرام قرار دینا بغیر دلیل کے جائز نہیں ہے، یوں ہی یہ شخص دولہا کے سہرے کا صدقہ بھی لے سکتا ہے کہ یہ سب صدقات نافلہ ہیں واجبہ نہیں۔ صاحب نصاب کیلئے صدقات واجبہ لینا جائز نہیں ہے۔ موذن کیلئے مستحب یہ ہے کہ وہ تیل جو کسی نے جلانے کیلئے دیا ہو بغیر اجازت لینا جائز نہیں، ہاں اگر وہاں کا عرف ہو کہ بچا ہوا تیل امام وموذن کا ہے تو اجازت کی ضرورت نہیں بلا اجازت وبلا اجرت لے سکتا ہے۔ یونہی اگر لوگوں کو معلوم ہو کہ تیل جو مسجد میں جاتا ہے، امام وموذن بھی استعمال کرتے ہیں اور لوگوں نے اس سے منع نہ کیا ہو تو یہ بھی اجازت کے حکم میں ہے۔ (بہار شریعت، ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲/۱۱/۱۹۷۸ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان البرکاتی القادری النوری عفی عنہ

زکوٰۃ میں تملیک کا طریقہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ مذکور کے بارے میں کہ: زید پاگل ہے، اسکی ماں ہے نہ باپ ہے نہ بھائی ہے ایک بہن ہے مگر اسکا ذہنی توازن صحیح نہیں۔ ایک اسکا چچا ہے۔ ایک کمیٹی قائم ہوئی ہے جس میں صاحب زکوٰۃ والوں نے زکوٰۃ جمع کی ہے اس زکوٰۃ کی رقم کو کمیٹی کے سپرد کیا ہے تاکہ اس زکوٰۃ کی رقم سے زید کا علاج کرایا جائے۔ زید بالکل مفلس ونادار ہے چونکہ اس کا ذہنی توازن صحیح نہیں ہے اسکو ایسی حالت میں مال کا قبضہ بھی نہیں دیا جاسکتا۔ جواب طلب یہ ہے کہ آیا زکوٰۃ کی اس رقم کو کمیٹی مذکورہ، زید پر خرچ کر کے اس کا علاج کرا سکتی ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں زکوٰۃ دینے والوں کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں یا کسی ایسے محتاج کو تلاش کیا جائے کہ یہ رقم تجھ کو زکوٰۃ دیتے ہیں اور اس سے یہ کہا جائے کہ یہ رقم لیکر کمیٹی کے سپرد کردے تاکہ زید کا علاج معالجہ کرایا جائے گویا یہ حیلہ ہوا یہ صورت جائز ہے یا نہیں۔ تینوں بالا صورتوں میں کونسی جائز ہے اور کونسی نہیں۔ بینوا، توجروا محمد یعقوب، شاہی بازار حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ دینے میں تملیک شرط ہے یعنی جسے دیں اسے مالک بنا دیں اور اپنا مفاد اس سے کسی طور پر وابستہ نہ کریں۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا، یا میت کے کفن دفن میں لگا دینا، یا مسجد، مدرسہ، خانقاہ، پل، کنواں، سرائے وغیرہ بنوا دینا، ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ (عالمگیری وغیرہ) صورت مسئولہ میں اگر زید، مال پر قبضہ کی صلاحیت رکھتا ہے اگرچہ خرچ کرنے کی اس میں اہلیت نہیں تو مال اسکے قبضہ میں دیکر، پھر اسے سمجھا سمجھا کر بہلا پھسلا کر کسی بھی دیانت دار قابل اعتماد مسلمان کے قبضہ میں دیکر اسکا علاج کرائیں۔ اور اگر زید بالکل از کار رفتہ، ہوش وحواس سے ناکارہ اور عقل وخرد سے بیگانہ ہے تو اب صورت یہ کریں کہ کسی مسلمان کو جو مصرف زکوٰۃ اور معتمد علیہ ہو کہ اپنی بات سے نہ پھرے، مال زکوٰۃ سے کچھ روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک کردیں، پھر اس سے کہیں کہ تم اپنی طرف سے یہ رقم فلاں کے علاج میں صرف کردو یا کسی اور کو دیدو کہ وہ اسپر صرف کرے۔ اس میں دونوں مقصود حاصل

ہو جائینگے۔ البتہ زکوٰۃ کی رقم اس کی ملکیت میں دیے بغیر براہِ راست اس پر خرچ نہیں کر سکتے یا پھر وہی حیلہ کریں جو اوپر مذکور ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ خانیہ وغیرھا) اور حیلہ کی صورت میں زید اگرچہ سید ہو اسے دینا حلال ہوگا۔

العبد محمد خلیل خان البرکاتی القادری النوری عفی عنہ ۸ جمادی الاخری ۱۳۹۸ھ

زکوٰۃ واجب ہونے کی شرطیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: زکوٰۃ کن صورتوں میں فرض ہوتی ہے اور کن اشیاء پر فرض ہے اور تجارت پر کس صورت میں فرض ہے اور کس صورت میں نہیں؟ اور اگر تجارت پر فرض ہے تو کن لوگوں کو زکوٰۃ دی جائے؟

سائل عبدالغفار ٹنڈو الہیار، معرفت حافظ نور محمد صاحب

۷۸۲ الجواب: ۱۔ زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں۔ مسلمان ہونا ۱، بلوغ ۲، عقل ۳، آزاد ہونا ۴ (غلام پر زکوٰۃ واجب نہیں) ۵۔ مال بقدر نصاب اسکی ملکیت میں ہونا اگر نصاب سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوئی (عالمگیری) ۶۔ پورے طور پر اس کا مالک ہو یعنی اس پر قابض بھی ہو ۷۔ نصاب کا قرض سے فارغ ہونا۔ زکوٰۃ سونے چاندی اور نقد و مال تجارت پر واجب ہے۔ زکوٰۃ کا نصاب سونا ساڑھے سات تولہ اور چاندی ساڑھے باون تولہ۔ اگر اس سے کم ہے تو زکوٰۃ واجب نہیں لیکن کچھ سونا اور کچھ چاندی ہو اور ہر ایک کا نصاب پورا نہیں لیکن دونوں ملا کر اتنا بن جاتا ہے کہ کوئی ایک نصاب ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے۔ زکوٰۃ مال کا چالیسواں حصہ ہے۔ سونے چاندی کے علاوہ تجارت کی کوئی چیز ہو جسکی قیمت زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچے تو اس پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ بشرط اس پر سال گزر چکا ہو۔ اگر قرض ہے تو اس مال کی زکوٰۃ نہیں لیکن اگر قرض کے علاوہ نصاب بنتا ہو تو زکوٰۃ واجب ہے۔ پھر اگر جو رقم زکوٰۃ میں تھی مل جائے، تو ان تمام سالوں کی زکوٰۃ دینی ہوگی جنکی نہیں دی تھی۔ (عامۂ کتب فقہ)

۲۔ زکوٰۃ کے مستحقین سات ہیں فقیر، مسکین، عامل، رقاب، مقروض، مسافر، فی سبیل اللہ۔ فی سبیل اللہ میں وہ طالبعلم بھی شامل ہیں جو دین کا علم سیکھتے ہیں (درمختار) وہ اسلامی مدارس جہاں دینی طالبعلم تحصیل علم میں مصروف ہیں، زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

۳۔ صدقہ فطر کا نصاب بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے۔ فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ کیلئے سال بھی ہونا شرط ہے اور فطرہ میں نہیں اور اسکے مستحقین بھی وہی لوگ ہیں جو زکوٰۃ کے مستحقین ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۱ نومبر ۱۹۷۸ء

۷۸۲ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

تقسیم انعام کی تقریب کے مصارف زکوٰۃ سے پورے کرنا کیسا ہے؟

سوال: بخدمت جناب محترم ومکرم واجب الاحترام مولانا صاحب دامت برکاتہم، السلام علیکم

ہمارے یہاں مدرسہ شمع الاسلام واقع عثمان آباد حیدر آباد میں محلہ کے تقریباً ۲۲۵ طلبہ و طالبات اللہ تعالیٰ کے فضل

وکرم سے زیر تعلیم ہیں۔ اب انجمن شمع الاسلام کے زیر انتظام ان طلباء و طالبات کا سالانہ تعلیمی جائزہ لینے کیلئے اور ان میں بہترین پڑھنے والے طلباء و طالبات میں تقسیم انعامات کیلئے ایک تقریب منعقد کرنے کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ مذکورہ مدرسہ میں دیگر چندوں کے علاوہ زکوٰۃ، خیرات، صدقہ، فطرہ کی رقوم بھی شامل ہیں۔ آپ مہربانی فرما کر قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتادیں کہ منعقد کی جانے والی تقریب کیلئے تبرک اور انعامات کی تقسیم اور دیگر اخراجات مثلاً مہمان خصوصی کو نذرانہ وغیرہ پیش کرنے کیلئے مدرسہ کی رقوم استعمال کی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ ازراہِ کرم یہ مسئلہ بتادیں۔

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم کا ہرگز یہ مصرف نہیں کہ اسے اس قسم کی تقریبات میں، کامیاب ہونے والے عام طلبہ پر بطور انعام صرف کیا جائے، یا اسے بطور نذرانہ کسی کو پیش کیا جائے۔ اسکے مستحق غریب و نادار والدین کے بچے ہیں جو خود بھی غریب و نادار ہوں۔ بشرطیکہ وہ سید نہ ہوں کہ سید زادے اگر وہ غریب ہوں ان پر مال زکوٰۃ ہرگز صرف کرنا جائز نہیں۔ عام مکتبوں کیلئے زکوٰۃ فطرہ کی رقوم جمع کرنا اور انہیں تنخواہ وغیرہ یا انعام وغیرہ بلکہ دینی مدرسہ کے نام پر تعمیرات پر خرچ کرنا، غریبوں کا حق مارنا بھی ہے اور ناجائز وگناہ بھی۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائیں (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۹۸ھ

زکوٰۃ سے اسپتال بنانا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال کیلئے زمین خریدی اور یہ ہسپتال عام لوگوں کے فائدہ کیلئے ہوگا۔ شرعاً اس کا کیا حکم ہے؟ الٰہی بخش، بھائی خان چاڑی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنادیں، اباحت کافی نہیں۔ لہٰذا مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا، یا اس سے میت کو کفن دینا، یا پل سرائے یا سڑک یا ہسپتال بنوادینا، یا کنواں بنوادینا کافی نہیں۔ اور جانتے بوجھتے کہ یہ رقم ہسپتال وغیرہ کی تعمیر میں خرچ کرنی ہوگی اگر کسی نے زکوٰۃ دی تو اسکی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (عالمگیری وغیرہ) یہ زمین یا اس پر تعمیر ہونے والا مکان جو زر زکوٰۃ سے تعمیر ہو خالص غریبوں کا حق ہے۔ انہیں دیدیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

حجام کی کمائی، حج کرنا، زکوٰۃ دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: آجکل حجام حضرات سر کے بال کاٹتے ہیں جن میں انگریزی و پٹے دار دونوں شامل ہیں، خط بناتے ہیں، داڑھی مونڈھتے ہیں۔ ان میں بعض کے ہاں حمام بھی ہیں۔ لہٰذا ان کی جو کمائی ہے وہ حلال ہے یا حرام؟ اور پھر اس کمائی سے حج و زکوٰۃ وغیرہ فرائض کی ادائیگی صحیح ہوگی یا نہیں؟ جبکہ داڑھی کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ اسکا مونڈنا یا منڈانا حرام ہے۔ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔ فرید احمد بقلم خود، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: آجکل جنہیں حجام کہا جاتا ہے انکی آمدنی کا ذریعہ بعض صورتوں میں حلال ہے۔ مثلاً پٹے بال بنانا کہ

سنت نبوی ﷺ کے اتباع کا ثواب ملے یا خط بنانا یا سر کے بال کاٹنا، سر استرے سے صاف کرنا وغیرہ اور بعض صورتوں میں حرام۔ مثلاً داڑھی مونڈنا۔ کہ داڑھی مونڈنا حرام ہے اور اس پر اعانت، گناہ پر اعانت ہے اور قرآن کا حکم یہ ہے کہ "گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو"۔ غرض حجامت پیشہ افراد، کی آمدنی، عموماً حرام وحلال میں مخلوط ہوتی ہے جس کا جدا کرنا مشکل بلکہ بیحد مشکل ہے۔ تو ایسی صورتوں میں ان پر زکوٰۃ فرض ہے۔ ہاں اگر دونوں آمدنیاں جدا جدا، ایک دوسرے سے ممتاز ہوں تو صرف مال حلال پر زکوٰۃ واجب ہوگی مال حرام پر نہیں (کما فی الدر المختار ورد المحتار)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

غلہ کا عشر کیسے دیا جائے؟ کس کو دیا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع اس مسئلہ کے متعلق کہ: حکومت کے حکم کے مطابق غلہ کا عشر لیا جائے گا تو جو غلہ کھانے سے زائد ہوا سکے اوپر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ جبکہ اس غلہ کا عشر پہلے ہی حکومت لے چکی ہے۔

سائل جان محمد، تحصیل سیہون شریف، ضلع دادو

۷۸۶ الجواب: حضور اقدس ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ ہر اس شے میں جسے زمین نے نکالا عشر یا نصف عشر ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ زمین سے جو بھی پیداوار حاصل ہوگی اس میں عشر یا بعض صورتوں میں نصف عشر واجب ہے (عالمگیری، درمختار) اور جس چیز میں عشر یا نصف عشر واجب ہوگا اس میں کل پیداوار کا عشر یا نصف عشر لیا جائے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ مصارف زراعت اہل بیل، حفاظت کرنے والوں یا کام کرنے والوں کی اجرت یا بیج وغیرہ نکال کر باقی کا عشر یا نصف عشر دیا جائے اور عشر میں سال گزرنا بھی شرط نہیں بلکہ سال میں چند ایک بار کھیت میں زراعت ہوئی تو ہر بار عشر واجب ہے (درمختار، ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم۔ گورنمنٹ کو دیجانے والی مال گزاری سے عشر ساقط نہیں ہوتا۔ (بلکہ ذمہ میں واجب رہتا ہے، مستحق کو دینا ضروری ہے)

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

زکوٰۃ کہاں کہاں خرچ کر سکتے ہیں؟

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف کے متعلق اختلافی بحث پیدا ہورہی ہے کہ زکوٰۃ اجتماعی، فلاحی اور خیراتی اداروں پر خرچ نہیں کی جاسکتی۔ جبکہ عرصہ دراز سے تمام گردو پیش میں یہ بات مروج ہے کہ لوگوں نے جگہ جگہ مدرسے، خیراتی ہسپتال اور اسی نوعیت کے دوسرے ساجی بہبود کے ادارے قائم کیے ہوئے ہیں اور لوگ ان میں ہر سال اپنی زکوٰۃ اور اپنے صدقات کی رقوم دیتے رہتے ہیں۔ کیا مدارس، خیراتی ہسپتال زکوٰۃ کی رقم سے تعمیر کرکے چلائے جاسکتے ہیں۔ جبکہ یہ مستحقین زکوٰۃ کی ضرورت کیلئے اور غرباء کی مدد کیلئے قائم کیے گئے ہیں اور چلائے جارہے ہیں۔ اس سلسلہ میں شرعی احکام تفصیلی طور پر تمام جزوی مباحث اور جواز کے ساتھ اپنی رائے سے مطلع فرماکر دینی اور ذہنی انتشار کو رفع فرمائیں۔

حاجی محمد قاسم، مارکیٹ روڈ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ جس کام میں تملیک فقیر نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے مسجد، یا تکفین میت، یا

تنخواہ مدرسین علم دین، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ اور تملیک فقیر کے معنی ہیں کہ جس مستحق زکوٰۃ کو دیں، اسے مالک بنا کر، اپنا نفع اس سے بالکل جدا کر لیں۔ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ مباح کر دینے سے کہ دوسرا اس سے فائدہ اٹھائے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مثلاً فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ کھانا کھلا دیا، زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مالک کر دینا نہ پایا گیا۔ یا فقیر کو بہ نیت زکوٰۃ مکان رہنے کو دیدیا، زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا۔ بلکہ منفعت کا مالک کیا۔ (درمختار، ردالمحتار) یوں ہی مال زکوٰۃ سے پل، سرائے، سقایہ، سڑک بنوا دینا۔ نہر یا کنواں کھدوا دینا یا ایسے ہی دوسرے رفاہی کاموں میں صرف کر دینا یا کتاب وغیرہ کسی چیز کو خرید کر وقف کر دینا ناکافی ہے (عالمگیری وغیرہ) اور وجہ ان میں زکوٰۃ ادا نہ ہونے کی وہی ہے کہ تملیک فقیر نہ پائی گئی جو رکن زکوٰۃ ہے۔ ہسپتال دینی مدارس سے زیادہ تو اہم نہیں کہ دینی مدارس کی تعمیر و مرمت یا ان مدارس کے مدرسین کی تنخواہ اس سے ادا کرنا جائز نہ ہو، ہسپتال کی تعمیر جائز ہو جائے۔

عزیزو! قانونِ شریعت سب کیلئے یکساں ہے۔ یوں ہی جگہ جگہ مکتب قائم کر دینا تو قوم کی بڑی خدمت ہے لیکن زر زکوٰۃ ان میں صرف کرنا اور ان کے استادوں کو زر زکوٰۃ سے تنخواہ دینا یا اس سے مدرسہ کی دوسری ضروریات مثلاً فرش چٹائی خریدنا کیونکر جائز ہوگا۔ تملیک فقیر کی شرط کہاں جائے گی۔ ہاں اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک کر دیں اور اسے اختیار دیں کہ جہاں چاہے خرچ کرے اور وہ اپنی طرف سے دینی مدرسوں یا ہسپتالوں کو دیدے تو بیشک اب یہ رقم ان تمام مصارف میں صرف ہو سکتی ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

مسجد کی دو کانوں پر، زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ کی تعمیر کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و فقہائے شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: مسجد کی دیوار کے ساتھ دو کانیں بنی ہوئی ہیں۔ دو کانوں کا کرایہ مسجد کے انتظام والے وصول کرتے ہیں۔ اور ان دو کانوں کی چھت پر عربی کا مدرسہ بنا رہے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ کا روپیہ لگ سکتا ہے یا نہیں۔ اور کس کس کام پر زکوٰۃ کا روپیہ لگ سکتا ہے؟ حاجی نثار الدین، لطیف آباد نمبر ۸

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ و فطرہ کی رقوم کا انہی مصارف میں صرف کرنا فرض ہے جو شریعت نے بیان فرمائے۔ اور تملیک فقیر زکوٰۃ کی ادائیگی میں لازم شرط ہے۔ یعنی مال زکوٰۃ کا کسی مصرف زکوٰۃ فقیر کی ملکیت میں دیکر اسے مالک و مختار بنا دیا، کہ جہاں چاہے صرف کرے۔ اس کے بغیر زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ اسلئے علمائے کرام نے فرمایا کہ مال زکوٰۃ میت کی تجہیز و تکفین، ادائیگی قرض، تعمیر مسجد، سرائے کنواں ہسپتال بنانے ایسے ہی دوسرے فلاحی اداروں میں خرچ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا براہِ راست زکوٰۃ کی رقم دینی مدارس کی تعمیر میں خرچ کر ڈالنا ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ ہاں اگر زکوٰۃ کی رقم کسی مصرف زکوٰۃ فقیر محتاج کو دیدی اور اس نے خود اپنے آپ یا کسی اور کے ذریعے اب وہ رقم مسجد یا مدرسہ کی تعمیر کیلئے دیدی تو کوئی مضائقہ نہیں کہ زکوٰۃ تو پہلے ہی ادا ہو چکی۔ اس نے جو کچھ دیا وہ عطیہ ہے زکوٰۃ نہیں۔ (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہا) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

غیر مستحق زکوٰۃ کھائے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ جو زکوٰۃ کا پیسہ کھاتا ہے اس کے گھر کا کھانا پینا درست ہے؟

۲۔ جو زکوٰۃ لینے کا مستحق نہیں بلکہ زکوٰۃ دینے کے قابل ہے۔ وہ اگر زکوٰۃ کا پیسہ کھاتا ہے تو کیا اس کے گھر کا کھانا پینا جائز ہے؟ مفصل بیان کیجئے یہاں دو پارٹیوں میں بحث چھڑی ہے۔ ایک کہتی ہے کہ اس کے گھر کھانا جائز ہے دوسری کہتی ہے نہیں۔ اپنی مہر بھی لگائیے گا مشکور ہونگا۔ امیر حسن، نکاح رجسٹرار، حمید پورہ کالونی نمبر ا، گلی نمبر ۷، میر پور خاص

۷۸۶ الجواب: اگر واقعی وہ زکوٰۃ کا مستحق نہیں بلکہ صاحب نصاب ہے اور کم از کم ساڑھے باون تولہ چاندی کی ملکیت کسی بھی شکل میں اپنے پاس ضروریات سے فارغ رکھتا ہے اور پھر بھی زکوٰۃ وصول کرتا ہے تو گناہگار ہے اور یہ مال اس کیلئے حرام۔ اب اگر گمان غالب مال حرام کا ہے تو اسکی دعوت قبول نہ کی جائے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ یہ چیز جو اسے پیش کی گئی ہے حلال مال سے ہے۔ اور اگر وہ مال زکوٰۃ کا واقعی مستحق ہے تو اسکی دعوت قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں اگر چہ وہ اسی مال سے کھانا تیار کرے کہ وہ اس کیلئے زکوٰۃ ہے دوسرے کیلئے ہدیہ۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ذیقعد ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ سے بڑے ہسپتال کی تعمیر

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع دین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ

۱۔ زید کہتا ہے کہ زکوٰۃ کے روپے سے دینی مدرسہ کی عمارت کی تعمیر و دیگر ابتدائی ضروریات مثلاً فرنیچر، اسٹیشنری، اور تنخواہ ملازمین و مدرسین وغیرہ سب جائز ہے۔ جیسا کہ راجپوتانہ فیڈریشن نے حیدرآباد میں ایک بہت بڑا عالیشان ہسپتال جام شورو روڈ حیدرآباد میں تعمیر کیا ہے۔ جس پر کروڑوں روپیہ پورے ملک سے جمع شدہ زکوٰۃ فنڈ کا صرف کیا گیا۔ جس پر ملک کے علماء نے نہ تو کوئی احتجاج کیا اور نہ ہی اسکے خلاف شرعی فتویٰ ہی جاری کیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے ضروری اور بہتر کام پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے۔

۲۔ سنت یا نفل نماز کی کسی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورت ملانا بھول گیا تو کیا کرے۔

۳۔ قبر کو اونچا اور پختہ کرنا کیسا ہے۔ رسالہ ''رکن الدین'' میں لکھا ہے کہ قبر ایک بالشت اونچی ہونی چاہئے۔ جبکہ قبر کی پوری مٹی واپس ڈالنے پر بہت اونچی ہو جاتی ہے۔ اور بعض اہل علم سے سنا ہے کہ قبر کی نکلی ہوئی مٹی تمام کی تمام اس پر ڈالنی چاہئے۔ امید ہے آپ قرآن و سنت کی روشنی میں صحیح جواب سے مستفید و مطمئن فرما کر شرعی فرض ادا فرمائیں۔

عبدالسلام معرفت عبدالغفور، کیپ ہاؤس، متصل جامع مسجد، ٹنڈو آدم، ضلع سانگھڑ

۷۸۶ الجواب: ۱۔ قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے انما الصدقات للفقراء الآیۃ اس آیہ کریمہ کے تحت فقہاء کرام

نے ارشاد فرمایا کہ ان الصدقة لا یحصل الا تملیك مصر فها ولا یتم الا بقبضته جس کا ماحصل یہ کہ زکوٰۃ اور ہر صدقۂ واجبہ دینے میں تملیک فقیر شرط ہے۔ اور تملیک اس وقت ہوگی جب اپنے قبضے سے مال زکوٰۃ نکال کر، کسی فقیر، مسکین وغیرہ مصرف زکوٰۃ کے قبضے میں دیدیا جائے۔ جہاں یہ نہیں، وہاں زکوٰۃ نہیں۔ مثلاً محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا، یا میت کے کفن دفن میں لگانا، یا مسجد، کنواں، خانقاہ، پل، سرائے، ہسپتال، یا دینی مدرسہ بنوا دینا۔ ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ غرض زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ جس کام میں تملیک فقیر نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا تنخواہ مدرسین علم دین، اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ یونہی نہ جائیداد خریدنے سے زکوٰۃ ادا ہو سکتی ہے۔ نہ جائیداد فقرا پر وقف کر دینے سے۔ اور نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش یا فرنیچر وغیرہ میں مال زکوٰۃ صرف کیا جا سکتا ہے۔ تمام متون و شروح و فتاویٰ اس مسئلہ کی تحقیق و تشریح سے مالا مال ہیں۔ کسی نے براہِ راست، ان امور خیر میں زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز نہ رکھا۔ کسی نے اسے روا، نہ مانا۔ جو ایسا کہتا ہے وہ اپنے مذہب سے ناواقف ہے۔ اور عوام الناس کا عمل کوئی حجت و دلیل نہیں۔ ہاں اگر اس قسم کے معاملات و امور خیر میں، مال زکوٰۃ صرف کرنا چاہے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اسے بہ نیت زکوٰۃ، مال زکوٰۃ دیکر اسکا قبضہ کرا دیں۔ پھر وہ اپنی ملکیت میں لیکر، اپنی طرف سے، اپنے آپ، خواہ دوسرے کو دیکر امور خیر میں لگا دے۔ ثواب دونوں کو ملے گا۔ عالمگیری وغیرہ میں ہے فی جمع ابواب البر کعمارة المسجد و بناء القنطرة، الحیلة یتصدق بمقدار زکوٰة علی فقیر و یامره با لصرف الی هذه الوجوه۔ فیکون للمصدق ثواب الصدقة و للفقیر ثواب بناء المسجد و القنطرة (فتاوی رضویہ ملتقطا) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ فرض کی پہلی دو رکعتوں، اور نفل و سنت و وتر کی، ہر رکعت میں، سورت ملانا بھول گیا تو سجدہ سہو واجب ہے۔

(درمختار، عالمگیری وغیرھا)

۳۔ رکن دین میں جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح ہے۔ حکم شرعی اس باب میں یہی ہے کہ قبر ایک بالشت اونچی ہو یا کچھ خفیف زیادہ۔ (عالمگیری) لیکن یہ حکم مستحبا ہے۔ اس کے خلاف کیا کہ قبر ایک بالشت سے اونچی رکھی تب بھی مباح ہے اور جائز۔ رہی یہ بات کہ جتنی مٹی قبر سے نکلی اس سے زیادہ ڈالنا مکروہ ہے۔ (جوہرہ، نیرہ، عالمگیری) عام لوگوں کی قبروں کو پختہ نہ کیا جائے (درمختار وغیرہ) یعنی اندر سے پختہ نہ کیا جائے اور اگر اندر سے خام ہو اوپر سے پختہ تو کوئی حرج نہیں۔ قبر کے اس حصہ میں کہ میت کے جسم سے قریب ہے پکی اینٹ لگانا اور اور پختہ بنانا مکروہ ہے کہ اینٹ آگ سے پکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو آگ کے اثر سے بچائے۔ (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

مال زکوٰۃ سے مکان تعمیر کر کے دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و فقہاء عظام اس مسئلے میں کہ

۱۔ ہماری جماعت میں زکوٰۃ کا فنڈ جمع ہے اور وہ اسے زکوٰۃ کے مستحق لوگوں میں تقسیم کرتی رہتی ہے۔ اس مہنگائی کے دور میں

درمیانی طبقے کے افراد کیلئے مکان کی تعمیر یا اس کا کرایہ ادا کرنا انتہائی مشکل ہے۔ ہماری جماعت یہ چاہتی ہے کہ زکوٰۃ کا حیلہ کرا کے مکان تعمیر کرائے اور اسے درمیانی طبقے کے لوگوں میں تقسیم کرے۔ چاہے وہ زکوٰۃ کے مستحق ہوں یا نہ ہوں۔ اس کا شرعی طور پر طریقۂ کار کیا ہے؟ وضاحت سے بیان کیجئے۔

۲۔ اس دور میں کسی شخص کے متعلق یہ معلوم کرنا کہ آیا وہ زکوٰۃ کا مستحق ہے یا نہیں؟ مشکل ہے۔ اس جماعت نے فارم جاری کئے ہیں جس کے تحت تمام تر شرعی جوابدہی جواب کنندہ پر رکھی گئی ہے (فارم منسلک ہے) ایسی صورت میں بغیر تحقیق کئے جماعت جواب کنندگان میں زکوٰۃ تقسیم کر سکتی ہے یا نہیں؟ وضاحت سے بیان کیجئے۔

دی کیشو دمیمن جماعت (The Keshod Memon Jamaat)

۷۸۶ الجواب: ۱۔ اموال زکوٰۃ میں حیلۂ شرعیہ کے بعد، یہ اموال، تمام امور خیر، مثلاً تجہیز و تکفین، تعمیر مساجد، خدمت سادات کرام، اور امداد و تعاون مالی کے مستحق، متوسط الحال مسلمان، وغیرھم، پر صرف کئے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ درمختار و ہندیہ وغیرہما کتب معتبرہ اور فتاویٰ میں ہے۔ مگر ہزاروں روپے، فضول خواہش یا دنیاوی آسائشوں یا ظاہری آرائشوں میں اٹھانے والے، مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ ویسے ہی دینی ضرورتوں کی غرض سے، خالص خدا ہی کے کاموں میں صرف کرنے کیلئے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ کہ معاذ اللہ، ان کے ذریعے سے ادائے زکوٰۃ کا نام کر کے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں۔ کہ یہ امر، مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا سراسر ابطال ہے۔ تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے۔ العیاذ باللہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ جو اپنے آپ کو زکوٰۃ کا مستحق بتائیں اور ظاہری حال، انکے بیان کی تصدیق کرے اور انہیں مستحق جان کر زکوٰۃ دیدی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور انکی غلط بیانی خود ان کیلئے آخرت میں وبال ثابت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

زکوٰۃ سے تنخواہ لینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: اکبری مسجد یونٹ نمبر ۸ سے ملحق ایک مدرسہ بنام دار العلوم حنفیہ اکبریہ کے نام سے جاری ہے۔ جس میں اس وقت دینی تعلیم (قرآن مجید) مفت دیجاتی ہے۔ اس میں زیر تعلیم بچوں میں بیشتر بچے ایسے ہیں جن کے والدین ان کے تعلیمی اخراجات برداشت نہیں کر سکتے۔ اور مدرسہ سے ملحق زیادہ تر آبادی غریب ہے۔ اور مدرسہ میں معمولی آمدنی کرایہ دوکان سے ہے، اس کی کوئی آمدنی نہیں ہے جس سے مدرسہ کا خرچ پورا ہو سکتا ہو۔ اس صورت میں زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی سے کیا مدرسہ کا خرچہ پورا کیا جا سکتا ہے۔ اور رقم کی وصولی مدرسہ کی رسیدات پر ہو سکتی ہے جیسا کہ تمام مدارس وصول کرتے ہیں؟

حدیث پاک ہے کہ پہلے اپنے گھر کو دیکھو، اسکے بعد پڑوس محلہ، اسکے بعد شہر کو۔ اس لئے التماس ہے کہ حوالۂ قرآن

پاک اور حدیث مبارکہ سے جواب عطا فرمائیں۔

المستدعی انتظامیہ کمیٹی اکبری مسجد و دار العلوم حنیفہ اکبریہ، یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد (حیدر آباد)

۷۸۶ الجواب: مدرسہ کے خرچ سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ ملازمین کی تنخواہیں، مدرسہ کا فرنیچر اور مدرسہ کی تعمیر و مرمت کا خرچ پورا نہیں ہوتا تو اس سلسلہ میں زکوٰۃ کا روپیہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں۔ زکوٰۃ میں شرط ہے کہ کسی فقیر وغیرہ کو جو مصرف زکوٰۃ ہو اسے مال زکوٰۃ کا مالک کر دیا جائے۔ پھر اسے اختیار ہے کہ وہ جہاں چاہے خود صرف کرے یا دوسرے کو دیدے وہ خرچ کرے۔ براہِ راست دینی مدرسوں میں فطرہ و زکوٰۃ کی رقم ایسے مصارف میں صرف نہیں کی جاسکتی۔ ہاں چرم قربانی ان امور میں کام آسکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

بھائی کی اولاد کو زکوٰۃ کس طرح دیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ہمارے بھائی حاجی شان صاحب کافی عرصہ قبل انتقال کر گئے۔ ان کے ذمے لوگوں کا کچھ قرضہ رہ گیا تھا جو ابھی تک ان کے لڑکوں سے ادا نہیں ہوا۔ چونکہ انکی مالی حالت کمزور ہے کچھ زیورات انکے گھر کی عورتوں کے موجود ہیں لیکن وہ انہی عورتوں کی ملکیت ہیں۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ اپنے پیسوں کی زکوٰۃ میں سے بھائی صاحب کا قرض ادا کر دیں یا انکے لڑکوں کو زکوٰۃ دیدیں۔ نیز بھائی صاحب کا ایک مکان تھا جوان کی گھر والی کے نام ہے جس میں وہ سب حضرات (بھائی صاحب کی اولاد) رہتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم انکا قرض اپنے پیسوں کی زکوٰۃ سے ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ بینوا، توجروا حاجی نور محمد، حاجی جان محمد، ساگر کالونی، پھلیلی، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ میں تملیک فقیر شرط ہے اس کے بغیر زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ صورت مسئولہ میں اگر میت کے اور ورثہ اس کا قرض ادا نہیں کرتے تو سائل براہِ راست ادائیگی قرض میں زکوٰۃ کی رقم نہیں دے سکتا۔ اسکی تدبیر یہ ہے کہ اپنے کسی عزیز یا اجنبی کو جو مصرف زکوٰۃ ہو زکوٰۃ کی رقم بہ نیت زکوٰۃ دیں اور وہ اپنی طرف سے میت کے قرض میں قرض خواہ کو دیدیں انکی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی اور اسے عظیم ثواب ادائیگی قرض کا ملے گا۔ (ھکذا فی الفتاویٰ الرضویہ وغیرھا) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

۱۔ زکوٰۃ سے مدرسہ بنانا ۲۔ اذان سے پہلے سلام ۳۔ فاتحہ میں کھانا پینا سامنے ہونا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل مندرجہ ذیل میں کہ:

۱۔ بکر کہتا ہے کہ دار العلوم اسلامیہ کے قیام کے سلسلہ میں ابتدائی مرحلہ یعنی عمارت کی تعمیر اور ملازمین کی تنخواہ یا اسکے سامان ضرورت فرنیچر وغیرہ میں بلا کسی شرعی حیلہ کے زکوٰۃ کا روپیہ لگانا درست اور جائز ہے۔ اور اس مندرجہ بالا مقصد کی ضرورت کیلئے صاحب نصاب لوگوں نے زکوٰۃ کی رقم وصول کی جاسکتی ہے۔ لہٰذا شرعی طور پر مفصل و مدلل فیصلہ صادر فرمائیں کہ آیا

زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی عمارت، فرنیچر، اور تنخواہ ملازمین کے شعبوں میں خرچ کرنی جائز و درست ہے؟

۲۔ بکر کہتا ہے کہ اذان سے قبل تعوذ، تسمیہ، صلوٰۃ وسلام پڑھ کر اذان دینا ثواب ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ اذان کے بعد پڑھنا جائز وسنت ہے؟ برائے کرم شرعی فیصلہ سے مستفید فرمائیں۔

۳۔ بکر کہتا ہے کہ ایصال ثواب کیلئے، جو اشیاء خوردنی پکائی یا لائی گئی ہوں دعا کے وقت انکا وہاں ہونا ضروری ہے۔ زید کہتا ہے کہ وہ اشیاء موجود ہوں یا نہ ہوں ایصال ثواب غیر موجودگی میں بھی ہو جائے گا؟ بہتر وتشریح جواب سے ممنون فرمائیں۔ بینوا، تواجرو محمد عرفان قادری، ٹنڈو آدم (ضلع سانگھڑ)

۷۸۲ الجواب: ا۔ قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے انما الصدقات للفقراء الآیۃ اس آیہ کریمہ کے تحت فقہائے کرام نے ارشاد فرمایا کہ ان الصدقۃ لا تحصل الا تملیك مصر فھا ولا تتم الا بقبضۃ جس کا ماحصل یہ ہے کہ زکوٰۃ اور ہر صدقہ واجبہ دینے میں تملیک فقیر شرط ہے اور تملیک اس وقت ہوگی جب اپنے قبضے سے مال زکوٰۃ نکال کر، کسی فقیر مسکین مصرف زکوٰۃ کے قبضہ میں دیدیا جائے۔ جہاں یہ نہیں، جیسے محتاجوں کو بطور اباحت، اپنے دسترخوان پر بٹھا کر کھلا دینا، یا میت کے کفن دفن میں لگانا، یا مسجد، خانقاہ، پل، سرائے، کنواں وغیرہ بنوانا، ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ غرض، زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ جس کام میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت، یا تنخواہ مدرسین علم دین، اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ یونہی نہ جائیداد خریدنے سے ہو سکتی ہے نہ جائیداد فقراء پر وقف کر دینے سے۔ اور نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہو سکتی ہے۔ تمام متون وشروح وفتاویٰ، اس مسئلہ کی تحقیق وتشریح سے مالا مال ہیں۔ کسی فقیہ نے براہ راست، ان امور خیر میں زکوٰۃ کا صرف کرنا جائز نہ رکھا۔ کسی نے اسے روا نہ مانا۔ جو ایسا کہتا ہے وہ اپنے مذہب سے ناواقف محض ہے۔ ہاں اگر اس قسم کے معاملات وامور خیر میں، مال زکوٰۃ صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہے اسے بہ نیت زکوٰۃ دیکر، اس کا قبضہ کرا دیں۔ پھر وہ اپنی طرف سے اپنے آپ، خواہ دوسرے کو دیکر امور خیر میں لگا دے۔ عالمگیریہ وغیرہ میں ہے فی جمیع ابواب البر لعمارۃ المسجد و بناء القناطیر، الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر، ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ فیکون للمتصدق ثواب الصدقۃ و للفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ۔ (فتاویٰ رضویہ ملتقطا)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اذان کے بعد درود شریف پڑھنا احادیث صحیحہ سے ثابت اور تمام مسلمانوں میں معمول ہے۔ یونہی اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنا علمائے کرام نے مستحب بتایا۔ اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ اب کہ عوام وخواص اہلسنت میں درود شریف پڑھنے کا عمل عام ہو گیا تو وہابیہ نے اس پر اختلاف کیا اور مسلمانوں میں انتشار پھیلایا۔ اس کا مخالف جھوٹا ہے اور شریعت مطہرہ پر افتراء کرتا ہے۔ ثبوت دے کہ شرع مطہرہ نے اس سے کہاں منع فرمایا ہے کہ خلاف شرع کہتا ہے۔ ہاں وہ فرداً مستحب ہے اور اصلاً فرد فرض۔ قال اللہ تعالیٰ ان اللہ و ملٰئکتہ یصلون علی النبی یاایھاالذین امنوا صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔ بے شک اللہ اور اس کے سب فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر۔ اے ایمان والو! درود بھیجو ان پر اور خوب

سلام عرض کرو۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رب عزوجل کا یہ حکم ہے۔ اس میں کوئی استثناء نہیں کہ یہاں پڑھو وہاں نہ پڑھو۔ اذان کے بعد پڑھو پہلے نہ پڑھو۔ تو جب پڑھا جائے گا حکم الٰہی پر عمل ہوگا۔ فلہٰذا ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت میں داخل۔ تو جتنا بھی پڑھیں گے فرض ہی میں داخل ہوگا۔ آجکل اس کا انکار کرنے والے وہابیہ ہیں اور وہابیت مردود (فتاوئ رضویہ وغیرہ) ہاں راہ راست اور سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ اذان خواہ اقامت سے قبل درود شریف پڑھیں تو دونوں میں فاصلہ رکھیں۔ بلکہ درود شریف کی آواز، اذان اقامت کی آواز سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف کی آواز، اذان و اقامت کا جز معلوم نہ ہو۔ تعوذ و تسمیہ کی یہاں حاجت نہیں یہ قرأت قرآن کے ساتھ ہے اور بسم اللہ اگر پڑھنا چاہیں تو بہت پست آواز سے کہ خود سننا چاہیں تو سن سکیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ فاتحہ وایصال ثواب کیلئے کھانے وغیرہ کا پیش نظر ہونا کچھ ضرور نہیں۔ بعض علاقوں میں معمول ہے کہ کھانا وغیرہ کھلا پلا کر پھر ایصال ثواب کرتے ہیں۔ یہ بھی مشروع ہے۔ مقصد ایصال ثواب چاہئے۔ وہ جس جائز طریقہ پر حاصل ہو درست ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ کے مصارف زیادہ ہوں اور رقم کم، تو قرض لے کر پورا کریں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارے میں کہ

۱۔ ایک خیراتی ادارہ میں زکوٰۃ کی مد میں جو رقم فراہم ہوتی ہے اس سے زیادہ صرف میں آجاتی ہے۔ اس کمی کو، اسی ادارہ کی دوسری آمدنی مثلاً عطیات ودیگر ذرائع آمد سے بطور قرض لیکر پورا کردیا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ گذشتہ کئی سال سے جاری ہے اور اس طرح زکوٰۃ کھاتہ کے ذمے ہزاروں روپے کی بقایا نکلتی ہے جو زکوٰۃ کھاتہ کو ادا کرنی ہے۔ امسال مد زکوٰۃ میں اتنی رقم فراہم ہوئی ہے کہ دوسری مدات سے قرض کی ہوئی رقم اس سے ادا کی جاسکتی ہے جبکہ دوسری مدات کو اپنی ضروریات بلکہ اشد ضروریات کیلئے قرض دی ہوئی رقم کی سخت ضرورت ہے تاکہ دوسرے مسائل جو زکوٰۃ کھاتہ میں زیادہ رقم خرچ ہونے کی وجہ سے رکے ہوئے تھے اور جنکا پورا کرنا انتہائی ضروری ہے، حل کئے جاسکیں۔

اب سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ کھاتہ کے نام پچھلے کئی سال کی بقایا رقم جو کہ کھاتہ کو ادا کرنی ہے، موجودہ زکوٰۃ سے فراہم ہونے والی رقم سے وصول کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ جبکہ زکوٰۃ کی مد کا جو سلسلہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ بدستور قائم رہے گا۔ بینوا توجروا

عبد الکریم، سیجالائن، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: جبکہ صورت حال یہ ہے کہ زکوٰۃ کھاتہ کے مصارف، اس کی آمدنی کے مقابلہ میں، کئی سال کے بڑھتے چلے آرہے ہیں اور اس مصارف زکوٰۃ کو، اسی ادارہ کی دوسری مدات سے بطور قرض لیکر، پورا کیا جارہا ہے تو ظاہر ہے کہ بطور قرض، مد زکوٰۃ کو مہیا کی جانے والی رقم، زکوٰۃ کھاتہ کے نام پر قرض ہے اور اس قرض کی ادائیگی زکوٰۃ کھاتہ ہی سے کی جائے گی۔ اور اب کہ اس کھاتہ میں اتنی رقم موجود ہے کہ جس سے گذشتہ کئی سال کا قرض بھی ادا کیا جاسکتا ہے تو بیشک یہ رقم،

زکوٰۃ کھاتہ سے، انہیں مدات کو واپس ہونا چاہئے جن سے حاصل کی گئی تھی۔ لیکن چونکہ زکوٰۃ کھاتہ میں حاصل ہونے والی رقم، مصارف زکوٰۃ ہی میں ادا کی جاسکتی ہے اور ادائیگی زکوٰۃ میں تملیک فقیر شرط ہے، اس لئے براہ راست وہ رقم قرض میں نہ دیں بلکہ حیلہ شرعیہ کو کام میں لائیں اور وہ یہ ہے کہ جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ ہو اسے بہ نیت زکوٰۃ، دیکر اس کا قبضہ کرادیں۔ پھر وہ اپنی طرف سے، اپنے آپ، خواہ دوسرے کو دیکر قرض ادا کردے۔ اس طرح اس رقم کا، ہر کار خیر میں صرف کرنا جائز ہوگا۔

عالمگیریہ وغیرہ میں ہے فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المسجد و بناء القناطیر، الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکوٰۃ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ھذہ الوجوہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۱ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ کے شرعی معنی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ زکوٰۃ اور تمام صدقات واجبہ تملیک کے ذریعے دینی مدرسہ کی تعمیر، مدرسین کی تنخواہ، سید طلباء کے وظائف، اور مساجد وغیرہ کی تعمیر میں مستعمل ہوسکتے ہیں۔ دوسرے شخص کا کہنا ہے کہ تملیک وغیرہ کی کوئی حقیقت نہیں۔ شریعت نے زکوٰۃ کے جن مصارف کو بیان کردیا ہے اسی میں زکوٰۃ خرچ کی جائے گی۔ تیسرے شخص کا کہنا ہے کہ بیت المال کے ذریعے جو زکوٰۃ خرچ کی جائے اس میں تملیک کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا موجودہ دور میں گورنمنٹ کے ذریعے منتظمین مدارس کو جو زکوٰۃ ملے اسے تمام مصارف میں یعنی مدرسین کی تنخواہیں، مدارس کی تعمیر، اور وظائف وغیرہ میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ بینوا، توجروا　　حافظ فیض احمد، پنجاب جنرل اسٹور، شاہی بازار، میرپورخاص (سندھ)

۷۸۲ الجواب: زکوٰۃ کے شرعی معنی ہیں تملیك جزء مال عینه الشرع من مسلم فقیر غیر ھاشمی ولا مولاہ مع قطع المنفعة من المملك من كل وجه لله تعالی (درمختار)۔ یعنی زکوٰۃ شریعت میں، اللہ کیلئے، مال کے ایک حصے کا جو شرع نے مقرر کیا ہے مسلمان فقیر کو مالک کردینا ہے اور وہ فقیر نہ ھاشمی ہو۔ نہ ھاشمی کا آزاد کردہ غلام۔ اور اپنا نفع اس سے بالکل جدا کرے (بہار شریعت) شرح وقایہ میں ہے فیصرف الی الکل اوالبعض تملیکا درمختار میں آگے فرمایا ویشرط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحة کمامر۔ ان تمام عبارتوں کا ماحصل یہی ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک فقیر شرط ہے۔ جہاں تملیک فقیر نہ ہوگی زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ لہٰذا علمائے کرام عامۂ اسفار میں تصریح فرماتے ہیں کہ ''مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا، یا اس سے میت کو کفن دینا، یا میت کا دین ادا کرنا، یا پل سرائے سڑک بنوانا، نہریا کنواں کھدوادینا، اور ایسے ہی دوسرے کاموں میں جنکا تعلق رفاہ عامہ سے ہے، مال زکوٰۃ صرف کرنا کافی نہیں''۔ اور وجہ وہی کہ تملیک فقیر نہ پائی گئی۔ بلکہ فتاویٰ رضویہ میں فرمایا کہ ''مدرسہ اسلامیہ اگر خالص اہلسنت کا ہو، ان میں بھی زکوٰۃ کی رقم مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہوں میں نہیں دی جاسکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے''۔ لہٰذا یہ کہنا کہ تملیک وغیرہ کی کچھ حاجت

نہیں کوئی جاہل ہی کہہ سکتا ہے جسے نہ شریعت کا پتہ، نہ علمائے دین کی خدمت میں حاضری اسے نصیب۔ ایسا بدنصیب دعائے رحمت کا محتاج ہے۔ اس پر لازم ہے کہ تاوقتیکہ احکام شریعت سے آگاہی نہ ہو اپنی زبان بند رکھے۔ مبادا کسی بڑے جرم میں ماخوذ اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو۔ ہاں فتاویٰ رضویہ میں فرمایا کہ ''اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک بنادیں اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو تنخواہ مدرسین وملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے''۔ (جلد نمبر ۴ صفحہ ۴۶۸) آگے صفحہ پر ارشاد فرمایا'' جبکہ اس نے فقیر مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک کردیا زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اب وہ فقیر مسجد میں لگادے دونوں کیلئے اجر عظیم ہوگا''۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ فرض ہونے کے لئے قمری سال شرط ہے۔ عورت فرض روزہ کب چھوڑے؟

سوال: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ

۱۔ ایک شخص نے حج کیلئے تھوڑے پیسے جمع کر کے حج کے فارم بھرے مگر شومئی قسمت کہ قرعہ اندازی میں نام نہیں آیا رقم کو پورا سال نہیں گزرا آیا اس صورت میں زید پر زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ حج پر جتنی رقم خرچ ہوتی ہے وہ ابھی اسی سال پوری ہوئی ہے گذشتہ سال ان دنوں میں اس حج کی رقم کا ایک حصہ بھی پورا نہیں تھا یعنی کل رقم کو جمع کیے ہوئے سال پورا نہیں گزرا۔

۲۔ ایک شخص کے پاس تین تولہ سونا زیور ہے اور نقد رقم یا سامان اتنا نہیں ہے کہ صاحب نصاب ہوجائے یہ شخص بھی زکوٰۃ دیگا یا نہیں؟

۳۔ ایک دن ٹی وی پر ایک مقرر صاحب نے بیان کیا کہ جو عورتیں حاملہ ہوں یا دودھ پلانے والی ہوں انکو روزہ معاف ہے۔ وضاحت نہیں کہ انہی دنوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے اور بعد میں قضا ہے یا نہیں؟ اس سے کافی لوگوں میں غلط فہمیاں پیدا ہوگئیں۔ لہٰذا وضاحت فرمائیں کہ حاملہ اور دودھ پلانے والی حیض ونفاس والی عورتوں پر بعد میں روزہ کی قضا ہے یا نہیں؟

شکریہ الفقیر محمد بشیر چشتی، ٹنڈوالہیار

۷۸۶ **الجواب:** ۱۔ زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے مال پر قمری سال کا گزر جانا شرط ہے۔ موجودہ سال کی جس تاریخ قمری کو وہ صاحب نصاب ہوا سال گذشتہ اسی تاریخ ماہ میں وہ صاحب نصاب نہ تھا تو ابھی حولان حول نہ پایا گیا لہٰذا زکوٰۃ فرض نہ ہوئی۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اگر اس کے پاس تھوڑی سی بھی رقم یا مال تجارت ایسا ہے جس پر قمری سال گزر چکا تو سونے کی قیمت لگا کر، اس کی زکوٰۃ ادا کرنا فرض ہے ورنہ نہیں۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ حمل والی اور دودھ پلانے والی عورتوں کو اگر اپنی جان یا بچہ کو نقصان پہنچنے کا صحیح اندیشہ ہو نہ کہ محض وہم، تو انہیں اجازت ہے کہ اس وقت روزہ نہ رکھیں۔ بعد میں قضا فرض ہے۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ سے مدرسے کی زمین خریدنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ ان مسائل کے کہ:
ا۔کیا زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدرسہ کیلئے زمین خریدی جاسکتی ہے؟
۲۔کیا زکوٰۃ کی رقم سے دینی مدرسہ تعمیر کیا جاسکتا ہے؟
۳۔کیا ایسے دینی مدرسہ کو بعد میں مسجد بنایا جاسکتا ہے؟
۴۔کیا گروہی اور ذاتی اختلاف کے سبب (مسلک کے اختلاف کے سبب نہیں) آباد مسجد کے بالکل قریب دوسری مسجد تعمیر کی جاسکتی ہے؟ منجانب:۔اراکین جماعت اہلسنت پاکستان، میر پور خاص، سندھ

۷۸۶ الجواب: ادائے زکوٰۃ کے یہ معنی ہیں کہ زکوٰۃ کی رقم کا محتاجوں کو مالک بنادیا جائے۔اس لئے زکوٰۃ کی رقم سے مدرسہ، کنواں، پل، مسجد، سرائے وغیرہ بنوانا ناجائز ہے۔اس سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(درمختار، ردالمحتار وغیرہما)

اسی طرح زکوٰۃ کی رقم سے پلاٹ بھی نہیں خریدا جاسکتا اور مدرسین کی تنخواہ بھی اس سے نہیں دیجاسکتی۔کیونکہ اس طرح یہ کسی محتاج کی ملکیت نہ ہوئی، جو شرط اول ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

مدرسہ مدرسہ ہی ہے۔البتہ زکوٰۃ کی رقم اس میں صرف کی گئی تو سرے سے زکوٰۃ ہی ادا نہ ہوئی۔اب اگر دینے والے کو معلوم تھا کہ زکوٰۃ کی اس رقم سے مدرسہ تعمیر کیا جارہا ہے، پھر بھی جان بوجھ کر زکوٰۃ اس کیلئے دی تو وہ زکوٰۃ دوبارہ ادا کرے۔اور اگر اس کے علم میں نہ تھا تو چندہ کرنے والے خدا کے یہاں جواب دہ ہیں۔اور دنیا میں بھی اس کے ذمہ دار ہیں۔

ضد ونفسانیت میں آکر خواہ مخواہ ایک مسجد کے قریب، دوسری مسجد بنانے والوں کو خوف کھانا چاہئے کہ کہیں یہ مسجد ''مسجد ضرار'' نہ کہلائے اور کہیں وہ مسلمانوں میں انتشار وافتراق پھیلانے کے جرم میں خدا اور رسول کی بارگاہ میں مجرم نہ کہلائیں۔(تلخیص فتویٰ)

دیگر بلاوجہ اپنی کسی دنیاوی رنجش کے باعث محلے کی مسجد میں نماز ادا نہ کرنا، بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس مسجد میں جانے اور وہاں نماز پڑھنے سے روکنا سخت گناہ ہے۔بقولہ تعالیٰ'' و من اظلم .... فی خرابھا'' القرآن۔

ترجمہ۔(اس سے ''بڑا ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں سے روکے ان میں اللہ کا نام لیا جانے سے۔اور انکی ویرانی میں کوشش کرے)۔ظاہر ہے مسلمانوں کو مسجد میں جانے سے روکنے کی تدابیر کرنا اس کی ویرانی ہی کی کوشش ہے۔اس سے مقصود پہلی مسجد کو نقصان پہنچانا، اور اس کی عبادت کو متفرق کردینا ہے۔تو بیشک اس میں نماز کی اجازت نہ اس کے قائم رہنے کی اجازت اور اس صورت میں ضرور جماعت مسلمین میں تفریق کے وبال میں مبتلا ہوئے کہ حرام قطعی دگناہ عظیم ہے۔(تلخیص)

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

زکوٰۃ کا مصرف

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ہم نے مسجد سے ملحق ایک پلاٹ برائے تعمیر مدرسہ دینی خرید کیا اور اس کو تعمیر کرلیا مگر اس میں مسجد کے ساتھ نیچے کا حصہ شامل کرلیا اور وضوخانہ تعمیر کیا بقایا نچلے حصے میں نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس مدرسہ کے اوپر کا حصہ مدرسہ دارالعلوم تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں زکوٰۃ کی رقم کام میں لی جاسکتی ہے یا کہ نہیں؟

صدر روشن مسجد چھوٹکی گٹی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اگر اس پلاٹ کو مسجد نہ بنایا مدرسہ ہی رکھا البتہ مسجد کیلئے وضوخانہ وہاں بنادیا یا وقت ضرورت، مثلاً مسجد تنگ ہوگئی اور وہاں صفیں بنانے کی اجازت دیدی تو وہ بیشک مدرسہ ہی کا پلاٹ ہے اور اس کے بالائی حصہ پر، بلکہ خود اسی جگہ مدرسہ، مکتب قائم کرنا درست و جائز ہے۔ لیکن زکوٰۃ کی رقم کسی طرح اس میں صرف نہیں کی جاسکتی کہ زکوٰۃ میں فرض ہے کہ کسی غریب محتاج کو جو سید و ہاشمی نہ ہو، اسے مالِ زکوٰۃ کا مالک کردیا جائے۔ (عامۂ کتب) یونہی زکوٰۃ کی رقم، مدرس کی تنخواہ میں دینا جائز نہیں کہ اب یہ دینا فی سبیل اللہ نہ رہا بلکہ اس کے مقابل خدمت لی گئی لہٰذا ناجائز۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ دینے کی شرط

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتی صاحبان اس مسئلہ کیلئے کہ: ایک مدرسہ تعمیر کرنے والی پارٹی میرے پاس چندہ لینے کے واسطے آئی اور وہ میرے سے زکوٰۃ کی رقم بار بار لیتی رہی۔ اب جب مجھے معلوم ہوا کہ زکوٰۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیر میں نہیں لگ سکتی تو اب وہ رقم جو میں آج تک دیتا رہا کیا وہ زکوٰۃ میں شمار ہوئی اور زکوٰۃ ادا ہوئی یا نہیں ہوئی؟ براہِ کرم خلاصہ تحریر فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔ فقط۔ عبداللہ، پریٹ آباد، حیدرآباد (سندھ)

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک فقیر شرط ہے۔ یعنی جسے دیں اور ہو وہ مصرف زکوٰۃ تو اسے مالک بنادیں کہ جو چاہے کرے اور جب تک ایسا نہ کیا زکوٰۃ ادا نہ ہوگی (عالمگیری وغیرہ) لہٰذا زکوٰۃ کی جو رقم چندہ دی گئی اور تملیک فقیر کی کوئی صورت وہاں نہ پائی گئی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی۔ آپ پر فرض ہے کہ اتنی ہی رقم زکوٰۃ کی مد میں اور ادا کریں اور ناواقفی کوئی عذر نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ذی قعد ۱۴۰۱ھ

مسجد میں زکوٰۃ لگانا منع ہے

سوال: اس مسئلہ کیلئے علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ: ایک محلہ میں مسجد کا مکان خستہ حالت میں تھا جبکہ امام صاحب کو تمام تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ لہٰذا نمازی حضرات کو بار بار کہنے پر بھی کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اس کے بعد کافی عرصہ گذرنے کے

بعد اس محلہ کے نوجوان جوش ایمانی میں اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے چندہ کرنا شروع کیا اب اس کے اندر کوئی صاحب زکوٰۃ دینا چاہتے ہیں تو کیا یہ جائز ہے یا حرام یا مکروہ۔ لہٰذا اس مسئلہ کو چند تحریری الفاظ میں واضح کریں۔

بندۂ حقیر پیش امام وخطیب جامع مسجد پریٹ آباد، حیدرآباد (سندھ)

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کی رقم براہِ راست کسی مکان بلکہ دینی مدرسہ بلکہ مسجد کی تعمیر میں نہیں لگ سکتی۔ کسی مستحق کو زکوٰۃ دیدیں اور وہ اپنی طرف سے ان میں صرف کردے تو جائز ہے (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ / ذیقعد ۱۴۰۱ھ

امام کو زکوٰۃ دینا، امامت کا حقدار کون؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ان مسائل میں کہ

۱۔ امام صاحب کو شادی کیلئے کچھ رقم کی ضرورت ہے۔ کیا امام صاحب کو زکوٰۃ کی رقم میں سے شادی کیلئے مدد کی جاسکتی ہے؟

۲۔ کیا کوئی شخص اپنی مرضی سے بغیر اجازت امام یا امام کی موجودگی میں نماز پڑھا سکتا ہے؟ یا اپنی مرضی سے کسی دوسرے شخص کو نماز کیلئے کھڑا کرسکتا ہے؟ جواب تحریری بمعہ حوالہ دیں۔ محمد اقبال، چھونکی گٹی، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: ۱۔ اگر امام مسجد غنی یعنی صاحب نصاب ہے یعنی اس کے پاس اتنا سونا چاندی یا نقد روپیہ ہے جسکی قیمت دوسو درم ہے اور اس کی حاجت اصلیہ سے زائد، تو ایسے کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ امام ہو خواہ غیر۔ بلکہ اس کو لینا بھی حرام ہے۔ (ردالمحتار وغیرہ) ہاں جب اس کے پاس وہ رقم خرچ ہوجائے اور وہ مالک نصاب نہ ہو تو اب شرعاً اسے زکوٰۃ و فطرہ دینا جائز ہے اور اسے قبول کرنا درست۔ بشرطیکہ وہ بنی ہاشم میں نہ ہو کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ اعلم

۲۔ امام معین ہی امامت کا حقدار ہے۔ اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو۔ (درمختار) یعنی جبکہ وہ امام، شرائط امامت کا جامع ہو۔ ورنہ وہ امامت کا اہل ہی نہیں۔ بہتر ہونا درکنار (بہار شریعت) لہٰذا جو امام، امامت کا صالح اور امامت کیلئے متعین ہو، اس کی موجودگی میں کوئی شخص اس کی اجازت کے بغیر نہ خود امامت کرسکتا ہے اور نہ کسی کو امامت کیلئے بڑھا سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ رشوال المکرم ۱۴۰۱ھ

زکوٰۃ سے رفاہی کام کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین و شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: امریکن کوارٹر کے عوام متفقہ طور پر زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ کرنا چاہتے ہیں یہ لوگ زکوٰۃ اور فطرہ اکٹھا کریں گے اور اس سے پینے کا پانی اور گندے پانی کی نکاسی کیلئے نالیاں تعمیر کرائینگے۔

سوال:۔ کیا زکوٰۃ اور فطرہ کی رقوم سے رفاہی کام ادارہ یا فرد کرا سکتا ہے؟

انجمن عاشقان رسول شہباز قلندر، امریکن کوارٹر، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** مال زکوٰۃ سے پل، سرائے، سقایہ یا سڑک بنوا دینا۔ یا نہر یا کنواں کھدوا دینا، یا ہسپتال بلکہ دینی مدرسہ بلکہ مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ کی رقوم صرف کرنا جائز نہیں (عالمگیری وغیرہ) ہاں اگر زکوٰۃ وفطرہ کی رقم کسی مصرف زکوٰۃ کو دی گئی اور وہ اپنی طرف سے رفاہی کاموں میں صرف کرے تو کر سکتا ہے۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

سونا اور نقدی مل کر چاندی کا نصاب بن جائیں تو زکوٰۃ فرض ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ میں کہ: زید کی بیوی کے پاس ۵ تولے سونے کے زیورات اور ایک ہزار روپے نقد ہیں اور ان پر سال گزر گیا ہے۔ تو ان پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں؟ نیز زیورات اور نقدی دونوں پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا صرف زیورات یا صرف نقدی پر۔ بینوا، توجروا۔ (جواب کیلئے چالیس پیسے کا ڈاک ٹکٹ ارسال خدمت ہے) عبدالعزیز میمن، فلیٹ نمبر ۳، سلیم منزل، نزد کیپیٹل کلاتھ مارکیٹ، ڈومنواہ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** صورت مسئولہ میں بازار نرخ سے یعنی جس تاریخ کو اسلامی مال، اس زیور اور رقم پر گزرا، اس تاریخ کے نرخ سے سونے کی قیمت لگالیں اور اس قیمت کو نقد رقم میں جمع کر کے، اب کل رقم پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ ادا کریں۔ اس صورت میں زکوٰۃ زیورات پر ہوئی اور نقد رقم پر بھی۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

انجمن نے مقدمہ کے لئے قرض لیا اس کی ادائیگی کے لئے زکوٰۃ لینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین وشرع متین اس بارے میں کہ: ہماری برادری کے جماعت خانہ کی عمارت، جو کہ وقف ہے اس میں برادری کی تقریبات ہونے کے علاوہ اس میں مدرسہ انوار محمدی جس کا انتظام بھی برادری کی انجمن کے پاس ہے قائم ہونا تھا لیکن انجمن کے سابق صدر صاحب نے اپنے ناجائز اختیارات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس عمارت کو اپنی جائیداد بنائی تھی اس پر برادری نے ان کو صدارت سے علیحدہ کر کے ان پر مقدمہ کر دیا اور الحمد للہ مقدمہ بازی کا فیصلہ بھی انجمن کے حق میں گیا ہے۔

اس مقدمہ بازی میں انجمن کے کارکنان صاحبان نے لوگوں سے قرض رقم بھی لی تھی اب اس کی ادائیگی کیلئے انجمن کے پاس کوئی فنڈ وغیرہ موجود نہیں ہے۔ تو کیا انجمن لوگوں سے قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ وصول کر سکتی ہے یا نہیں۔ اس کا شرع شریف کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

صدر مدرسہ وانجمن کفش دوزاں، سرے گھاٹ حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ میں فقیر کی تملیک شرط ہے۔ یعنی جس مستحق کو زکوٰۃ دیں اس کو خالصاً لوجہ اللہ دیں اور اسے اس مال کا مالک بنادیں۔ اور انجمن جبکہ مال زکوٰۃ جمع کرے گی تو اس کا مالک کون ہوگا اور جب کوئی اس کا مالک نہیں یعنی تملیک فقیر کہ شرط

تھی وہ نہ پائی گئی تو دینے والے کی زکوٰۃ کس طرح ادا ہوگی۔ (عامۂ کتب) ہاں زکوٰۃ دینے والے کسی نیک بندے کو، جو زکوٰۃ کا مصرف ہے، روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیکر، اسے مالک بنادیں کہ جو چاہے اور جہاں چاہے خرچ کرے۔ اور پھر وہ اپنی طرف سے انجمن کو دیدے تو انجمن کو لینا جائز ہے جیسا کہ وہ روپیہ مسجد وغیرہ میں صرف کرنا جائز ہے۔ کہ اب وہ زکوٰۃ کی رقم نہیں۔ عطیہ ہے، زکوٰۃ تو ادا ہو چکی۔ خلاصۂ کلام یہ کہ انجمن، قرض کی ادائیگی کیلئے زکوٰۃ کی رقم جمع نہیں کرسکتی۔ دوسرا چندہ فراہم کرے اور قرض ادا کرے۔ قوم کے وہ افراد، جو قومی ضرورت کیلئے ایک مکان خرید کرا سے تعمیر کراسکتے ہیں وہ قرض کی رقم آسانی سے ادا کرسکتے ہیں۔ زکوٰۃ خالص غریبوں، محتاجوں، فقیروں کا حق ہے انہیں ناحق نہ کریں۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۴ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

مصارفِ زکوٰۃ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زکوٰۃ کی رقم پانی کی سبیل میں لگ سکتی ہے یا کہ نہیں؟ اور زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ اور کونسی جگہ ہے جہاں یہ مال خرچ کیا جائے۔ مسجد میں زکوٰۃ کی رقم لگ سکتی ہے یا کہ نہیں؟ اور زکوٰۃ دینے والا دوسرے کو مالک بنائے گا؟ وضاحت طلب ہے۔

انور پان فروش، پکا قلعہ، حیدرآباد (سندھ)

۷۸۶ الجواب: ۱۔ زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنادیں۔ جہاں فقیر کو مالک بنادینا یا اس کی ملکیت میں مال زکوٰۃ کا پہنچ جانا نہ پایا جائے گا زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ اس لئے مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا یا اس سے میت کو کفن دینا یا پل، سرائے، سقایہ، سبیل، سڑک بنوادینا یا نہر، کنواں کھدوادینا کافی نہیں کہ تملیک فقیر نہ پائی گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ مصرف زکوٰۃ سات ہیں۔ (۱) فقیر، کہ مالک نصاب نہ ہو۔ (۲) مسکین، جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ (۳) عامل، جسے بادشاہ اسلام نے زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے مقرر کیا ہو۔ (۴) رقاب یعنی غلام کو دینا کہ وہ رقم دیکر آزادی حاصل کرلے۔ (۵) فی سبیل اللہ یعنی راہ خدا میں خرچ کرنا۔ مثلاً کوئی شخص حج کیلئے جانا چاہتا ہے اور اس کے پاس مال نہیں اس کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ یا طالب علم کہ علم دین پڑھتا ہے اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہِ خدا میں دینا ہے بلکہ طالب علم کو دینا اوروں کے دینے سے افضل ہے کہ اس میں خدمت دین بھی ہے۔ (۶) ابن السبیل یعنی وہ مسافر جسکے پاس کچھ نہ ہو اگرچہ گھر پر موجود ہو۔ (۷) غارم یعنی قرضدار۔ البتہ ان سب میں یہ شرط ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے وہ ہاشمی نہ ہو اور نہ اپنی اولاد میں ہو نہ اسکے ماں باپ دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ دوسرے کو مالک بنانا یہی ہے کہ وہ چیز اسے دیدی جائے اسے اختیار ہو کہ جہاں چاہے خرچ کرے۔ دینے والا اپنی غرض اس سے جدا کرے یعنی خود اس کا فائدہ اس سے وابستہ نہ رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۷ شعبان ۱۴۰۱ھ

مسجد میں زکوٰۃ نہیں لگا سکتے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زکوٰۃ مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اگر لگ سکتی ہے تو اس کتاب کا حوالہ دے دیجئے۔ براہِ کرم اس کی وضاحت فرما دیجئے عین نوازش ہوگی۔

سائل۔(: مولانا) محمد یوسف خاں، مدرس فردوس القرآن، لیاقت کالونی، حیدر آباد، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنا دیں۔ اباحت کافی نہیں۔ لہٰذا مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا، یا اس سے میت کو کفن دینا، یا میت کا دین ادا کرنا، یا پل سرائے سقایہ بنوادینا وغیرہ، رفاہی کاموں میں خرچ کرنا کافی وجائز نہیں۔ (جوہرہ، تنویر الابصار، عالمگیری وغیرہ) ہاں اگر زکوٰۃ کسی مستحق کو دی اور اس نے وہ رقم خود یا کسی اور کی معرفت مسجد میں صرف کر دی یہ جائز ہے کہ اب وہ زکوٰۃ نہ رہی بلکہ فقیر کی مملوکہ ایک رقم ہے۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

غریب سیّد کو زکوٰۃ دینے کا حیلہ

سوال: حضرت مولانا مفتی صاحب، دار العلوم احسن البرکات حیدر آباد، سندھ، پاکستان، السلام علیکم

احکام زکوٰۃ کتاب نمبر ۲۹ صفحہ نمبر ۱۷ نمبر ۶۳ سید اور غنی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت علی، حضرت عباس، حضرت جعفر، حضرت عقیل، حضرت حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولاد کو بھی زکوٰۃ وصدقات واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔

لیکن جو سید کہتے ہیں کہ ہم سید ہیں مگر ان کا سلسلہ نہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے نہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ انکا سلسلہ یہاں سے شروع ہوتا ہے خواجہ روح الدین مہر اللہ خاں شیر اللہ خاں اور انکی نسل سے جو اولاد ہوئی اعلیٰ تعلیم حاصل کی کوئی حکیم بنے کوئی ڈاکٹر کوئی اوورسیر کوئی انجینئر کوئی وکیل۔ آج بھی یہاں اور غیر ممالک میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ یہ سید کہلاتے بھی ہیں اور لکھتے بھی ہیں۔ انکے بزرگ جو حکیم ڈاکٹر تھے سید ڈاکٹر محبوب علی سید ڈاکٹر رحمت علی مرحوم سید حکیم حنیف علی مرحوم سید حکیم عباس علی مرحوم۔ کیا یہ سید اپنے رشتہ دار سید کو جو کہ بیمار اور پریشان ہے، زکوٰۃ کی نیت کر کے رقم وکیل کے پاس روانہ کر دے لیکن وکیل جس سید کو زکوٰۃ دے وہ زکوٰۃ کہہ کر نہ دے کیا یہ زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ ادا ہو جائیگی اور یہ بھی معلوم ہو کہ پہلے روح اللہ خاں لکھا ہوا تھا کچھ عرصہ سے خواجہ روح الدین لکھ دیا ہے۔

داؤد حبیب، نزد قلعہ شاہی بازار، حیدر آباد، پاکستان

۷۸۶ **الجواب:** بے شک زکوٰۃ اور سب صدقات اپنے عزیزوں قریبوں کو دینا افضل، اور دو چند ثواب کا باعث ہے۔ مگر یہ اس صورت میں ہے کہ وہ صدقہ وزکوٰۃ اس کے عزیزوں قریبوں پر جائز ہو۔ زکوٰۃ کے مصارف شریعت مطہرہ نے معین ومقرر فرما دئے ہیں۔ اور جن جن کو دینا جائز ہے صاف صاف بتا دیا ہے۔ وہ لوگ جنہیں دینے کی ممانعت ہے ہرگز استحقاق نہیں

رکھتے۔نہ ان کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جیسے اپنے غنی بھائی یا فقیر بیٹا بیٹی کو۔ یونہی اپنے قریب ہاشمی کو دینا کہ شریعت مطہرہ نے بنی ہاشم کو صراحتہً مستثنیٰ فرمادیا ہے۔ دینے والا خواہ ہاشمی ہو یا ہاشمی نہ ہو۔ (درمختار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ) جن لوگوں کے متعلق معلوم ہے کہ ان کے آباؤ اجداد بنی ہاشم نہ تھے، ان کی اولاد بنی ہاشم نہیں ہو سکتی۔ اگر چہ وہ اس کے مدعی ہوں مگر سلامتی کی راہ یہی ہے کہ ان کی خدمت ہی کرنا مقصود ہے تو زکوٰۃ کی رقم کسی غیر سید کو، کہ زکوٰۃ کا مصرف ہو دیدیں اور وہ اپنی جانب سے ان صاحب کی خدمت کردے۔ ثواب دونوں کو ملے گا اور ان صاحب کی حاجت برآوری ہو جائے گی اگر چہ وہ سید ہوں۔

(درمختار، ردالمحتار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

سید بھی سید کو زکوٰۃ نہیں دے گا

سوال: بخدمت مولانا مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات حیدرآباد، سندھ، پاکستان، السلام علیکم

کیا سید اپنے رشتہ دار سید کو زکوٰۃ دے سکتا ہے؟ جو مستحق بھی ہیں وہ زکوٰۃ کی نیت کر کے وکیل کو رقم دیدے اور وکیل سید کو زکوٰۃ کہہ کر نہ دے کیا یہ زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟ اگر سید کی ماں اور بیوی بھی سید نہیں اور جس سید کو زکوٰۃ کی رقم دینا چاہتا ہے وہ رشتہ دار سید کی بھی ماں اور بیوی سید نہیں کیا وکیل کو زکوٰۃ کی نیت کر کے رقم دیدے وکیل اس سید کو یہ نہیں کہے کہ فلاں آپ کے سید رشتہ دار نے آپکو زکوٰۃ کی رقم دی ہے اور یہ رقم انڈیا بھیجنی ہے۔ کیا زکوٰۃ ادا ہو جائیگی؟ داؤد حبیب، نزد قلعہ شاہی بازار، حیدرآباد

۷۸۱ الجواب: سادات کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔ نہ غیر سید، سید کو دے سکے۔ نہ انہیں دینا جائز نہ انہیں لینا جائز۔ ماں یا بیوی کے سید نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ ہاں اگر کسی فقیر کو اس مال زکوٰۃ کا مالک کر دیا اور وہ اپنی طرف سے، بخوشی ورغبت چاہے تو سادات پر صرف کر سکتا ہے کہ اب وہ مال زکوٰۃ نہ رہا۔ زکوٰۃ تو فقیر کی تملیک میں دیدی ہے ادا ہو گئی۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

مدارس میں زکوٰۃ صرف کرنے کا طریقہ

سوال: بخدمت محترم و مکرم علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم

بعد عرض یہ ہے کہ مدرسہ دارالعلوم جہاں دینی تعلیم دیجاتی ہو، قرآن پاک اور حدیث رسول ﷺ پڑھائی جارہی ہو۔ اس کے اندر زکوٰۃ خیرات، عطیہ، فطرہ وغیرہ کی رقم لگ سکتی ہے یا نہیں؟ جائز ہے یا نہیں؟

قاری غلام حسن، محمدی مسجد، فردوس کالونی، حیدرآباد

۷۸۲ الجواب: مدرسہ اسلامیہ اگر چہ خاص اہلسنت کا ہو۔ وہابیوں، دیوبندیوں، نیچریوں اور صلح کلیوں کا نہ ہو، اس میں

بھی مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ، مال زکوٰۃ وفطرہ سے نہیں دی جا سکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ ہاں اگر زکوٰۃ وفطرہ کا روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک کر دیں اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو اب جملہ مصارف خیر میں صرف ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

زکوٰۃ کی رقم سے مدرسے کی تعمیر

سوال: کیا فرماتے ہیں دین حنیف کے علماء اور مفتیان شریعت درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: لطیف آباد یونٹ نمبر ۴ میں ایک مسجد واقع ہے جس کا نام ''اللہ والی مسجد'' ہے اور اس کی بناء اور محل وقوع حسب ذیل خاکے کے مطابق ہے۔

مسجد کی شمالی دیوار کے باہر مدرسہ ہے جو خاکے میں سرخ روشنی سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ مدرسہ زکوٰۃ کی رقم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ اب مسجد کمیٹی کا خیال ہے کہ مدرسہ کی جگہ دو دو کانیں تعمیر کریں اور مدرسہ وضوخانہ کی چھت پر بنایا جائے۔ واضح رہے کہ موجودہ دو کانیں اور زیر تجویز دکانیں مسجد کی ملکیت ہیں اور انکی آمدنی (کرایہ) مسجد ہی کے مصرف میں لائی جاتی ہے۔ برائے کرم ہدایت فرمائیں کہ ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اللہ آپکو جزائے خیر عطا کرے اور امت مسلمہ پر آپکا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین ممبران مسجد کمیٹی

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ کی رقم کا مدرسہ وغیرہ کی تعمیر میں صرف کرنا ناجائز وحرام ہے۔ نہ یوں براہِ راست تعمیر وغیرہ میں زکوٰۃ کی رقم صرف کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو۔ جن لوگوں نے جان بوجھ کر ایسا کیا وہ سخت گناہگار ہیں۔ مولائے کریم ہدایت دے۔ (آمین) بہر حال اگر وہ جگہ، کبھی مسجد نہ رہی، اور نہ اب دو کانیں تعمیر کرنے سے مسجد کو کسی نقصان وخلل کا اندیشہ ہے اور نہ ان دوکانوں سے نمازیوں کی ایذاء کا خطرہ۔ اور نہ وہ زمین مدرسہ کیلئے موقوف تھی تو مدرسہ وہاں سے منتقل کر لینے اور اسے دوکانوں میں تبدیل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ ہاں فرض ہے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم سے نہ مدرسہ تعمیر کیا جائے نہ دو کانیں بنائی جائیں ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

جن مدارس میں مسافر طلبہ ہوں وہاں زکوٰۃ دیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: آجکل جو دینی مدارس چل رہے ہیں اور جن میں مسافر طلباء زیر تعلیم ہوتے ہیں۔ کیا ان طلباء کیلئے مدارس کو زکوٰۃ وفطرہ کی رقم دی جاسکتی ہے یا نہیں؟ **بینوا، توجروا**

حافظ محمد سعید احمد، مہتمم دار العلوم غوثیہ رضویہ سعیدیہ رضویہ، بکرامنڈی، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ کے شرعی معنی ہیں۔ **تمليك جز مال عينه الشرع من مسلم فقير غير هاشمي ولا مولاه مع قطع المنفعة عن المملك من كل وجه لله تعالى۔** (درمختار) یعنی زکوٰۃ شریعت میں اللہ کیلئے مال کے ایک

حصہ کا، جو شرع نے مقرر کیا ہے مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے انما الصدقات للفقراء....... و فی سبیل الله و ابن السبیل الخ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کو بیان فرمایا ہے اور مفسرین کے نزدیک فی سبیل الله سے مراد وہ طلباء ہیں جو دینی علوم کے حصول کیلئے اپنے وطن کو چھوڑ کر بے وطنی کی حالت میں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ لہٰذا ان طلباء کو براہِ راست زکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے۔ ہاں مدارس دینیہ جو آجکل محض زکوٰۃ و فطرہ و عطیات پر ہی چلتے ہیں، ان میں براہِ راست زکوٰۃ نہیں دیجاسکتی بلکہ درمختار نے فرمایا ویشترط ان یکون الصرف تملیکا لا اباحۃ یعنی چونکہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے لہٰذا پہلے یہ رقم کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک بنا دیں اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو یہ جائز ہے۔ عام طور پر مدارس دینیہ میں اس حیلہ شرعی سے زکوٰۃ دیجاتی ہے۔ لہٰذا جو مدارس اس شرط کا خیال رکھتے ہیں، ان میں بلا کسی تردد زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے'' کہ اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مصرف زکوٰۃ کو دیکر مالک بنا دیں اور وہ اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو تنخواہ مدرسین و ملازمین وغیرہ جملہ مصارف مدرسہ میں صرف ہوسکتا ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد نمبر ۴ صفحہ نمبر ۴۶۸) ہاں یہ خیال رہے کہ مدرسہ بھی خاص اہلسنت وعقائد صحیحہ کا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۲ فروری ۱۹۸۰ء

نوٹ:۔ حیدر آباد میں دار العلوم احسن البرکات اور مدرسہ غوثیہ سعیدیہ رضویہ بکرا منڈی کے طلبہ بھی زکوٰۃ کے مستحق ہیں۔

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

سادات کونسے حضرات ہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: شریعت میں جو سادات کرام کو زکوٰۃ عشر اور دیگر صدقات واجبہ دینا منع کیا گیا ہے اس حکم میں کون کون سے لوگ آتے ہیں۔ کیا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاطمی اولاد ہی اس حکم میں آتی ہے یا غیر فاطمی بھی۔ نیز حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کے بارے میں کیا حکم ہے کہ ان کو زکوٰۃ و عشر دے سکتے ہیں یا نہیں؟ والسلام

المستفتی۔ زوار حسین عباسی حنفی معرفت کیفے رضا، SC-20 بلاک N، نارتھ ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ سادات کرام کو اور دیگر بنی ہاشم کو دینا حرام قطعی ہے۔ نہ غیر انہیں دے سکتے ہیں نہ ایک ہاشمی دوسرے ہاشمی کو۔ اور بنی ہاشم سے مراد حضرت علی، حضرت جعفر و عقیل اور حضرت عباس و حارث بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اولاد ہے۔ ان کے علاوہ جنہوں نے حضور ﷺ کی اعانت نہ کی مثلاً ابولہب کو کہ اگرچہ یہ کافر بھی حضرت عبد المطلب کا بیٹا تھا مگر اس کی اولاد بنی ہاشم میں شمار نہیں۔ تو حضرت مولیٰ علی کی اولاد، اگرچہ ان کی ماں فاطمی نہ ہو، بنی ہاشم میں شمار ہے اور انہیں بھی زکوٰۃ دینا ناجائز۔ (عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳۰ محرم الحرام سن ۱۴۰۰ھ

دس درہم کا آج کا وزن کیا ہے؟

سوال: محترمی جناب مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی دامت برکاتہم العالیہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! مزاج شریف
خدمت عالی میں مؤدبانہ عرض ہے کہ آپ کی تالیف ''سنی بہشتی زیور'' ماشاء اللہ بہت پسند آئی کیونکہ فی زمانہ ایسی کتاب کی شدت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ آپکے علم وفضل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین

ایک اشکال جو آپکی مذکورہ تالیف میں (دس درہم) مہر کے وزن کو پڑھ کر پیدا ہوا وہ یہ کہ آنجناب نے دوروپے تیرہ آنے بھر چاندی وزن کے اعتبار سے دوتولے ۷ ماشے ۴ رتی تحریر فرمایا ہے جبکہ احقر کی ناچیز فہم کے مطابق یہ وزن ۲ تولے ۹ ماشے ۶ رتی بنتا ہے۔ ہوسکتا ہے ناچیز کا حساب غلط ہو لیکن شبہ کے ازالے کیلئے آپ سے رجوع کرتا ہوں جواباً تسلی فرمائیں۔
جوابی لفافہ ارسال خدمت ہے۔ دعائے خیر میں یاد فرمائیں۔ والسلام احقر العباد محمد عرفان عفی عنہ

۸ آنے ۶= ماشہ

۴ آنے ۳= ماشہ

۱ آنہ ۶= رتی

۱۳ میزان ۹= ماشہ ۶ رتی

۷۸۶ **الجواب:** اشکال اس لئے ہوا کہ آپنے مروجہ روپیہ کو پورے ایک تولہ چاندی کا قرار دیا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس روپیہ میں چاندی صرف سوا گیارہ ماشہ ہوتی ہے باقی ملاوٹ۔ (بہار شریعت حصہ ۵)

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

مونچھیں منڈوانا کیسا ہے؟ بنک سے ملنے والے سود کو کہاں خرچ کریں؟

سوال: عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوال ہیں انکا جواب دیجئے عین نوازش ہوگی۔
۱۔ داڑھی رکھ کر مونچھیں استرے سے منڈانا حرام ہے یا گناہ کبیرہ ہے یا گناہ صغیرہ، یا ناجائز یا مکروہ ہے یا فقہ میں ممانعت ہے؟
نوٹ:۔ اطلاعاً عرض ہے کہ علامہ شاہ احمد نورانی صاحب مدظلہ العالی ودامت برکاتہ، صدر جمعیت العلماء پاکستان بھی مونچھیں منڈاتے ہیں۔ دوسرے بزرگ حضرت قبلہ پیر طریقت شیخ کامل رہبر شریعت قبلہ محمد فاروق رحمانی صاحب کراچی والے جن کی خدمت اقدس میں حضرت علامہ محمد شفیع اوکاڑی صاحب حاضر ہوتے ہیں ایسے کامل بزرگ بھی مونچھیں استرے سے منڈاتے ہیں۔ اب آپ تفصیل سے جواب دیجئے عین نوازش ہوگی اور میری پریشانی دور ہوگی۔
۲۔ بینک سے سود کی رقم جب ملتی ہے وہ حرام ہے اس رقم کو کسی ہندو، میگھواڑ، چمار، کولہی، بھیل وغیرہ کو دیدیں کیونکہ مسلمان پر سود حرام ہے اس لئے کسی ہندو کو دے دینا جائز ہے یا نہیں؟

۳۔ بینک والے کی غلطی سے سود کی رقم مجھے مل گئی اور میں نے ضروریات زندگی میں خرچ بھی کر دی اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟ حالانکہ سود کی رقم لینے کا میرا بالکل ارادہ نہ تھا اللہ گواہ ہے لیکن بینک والے کی غلطی سے مبلغ =/1220 روپیہ مجھے مل گئے اور گھر کے خرچ میں کام آ گئے اب میں کیا کروں؟

۴۔ کیا سود کی رقم شہر میں محلہ میں سڑک بنانے یا نالی یا گندے پانی کے نکاسی کے لیے سود کی رقم خرچ کرنا جائز ہے یا نہیں؟

فقط آپ کا تابعدار انعام اللہ ولد رحمت اللہ منشی، میر پور خاص

۷۸۶ الجواب: ا۔ مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے۔ اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں۔ یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں منڈانا آیا ہے۔ (بہار شریعت بحوالۂ درمختار، ردالمحتار) مونچھیں منڈانے کو گناہ و ناجائز کہنا شریعت پر افتراء ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ ایسی رقم کا مصرف فقیر ہے۔ یعنی وہ شخص جو محتاج و حاجت مند ہے۔ خواہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ آپ نے جو رقم اپنے اوپر یا اپنے اہل وعیال پر کسی غلطی کی بناء پر صرف کر لی اس کی تلافی یوں ہو سکتی ہے کہ اسی قدر رقم اپنے مصارف سے آپ فقراء پر تصدق کر دیں۔ گندی نالی وغیرہ پر صرف کر دی جائے تب بھی بظاہر اس میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن کسی ثواب کی امید اس سے نہ رکھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

مستحق زکوٰۃ، زکوٰۃ لے کر سیّد کو دے تو جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: زکوٰۃ کی رقم مستحق غیر سید کو دی۔ اس نے اپنی خوشی سے رضائے الٰہی کیلئے کسی سید کے حالات مالی کا علم رکھتے ہوئے اس میں کچھ یا پوری رقم سید صاحب کی زندگی یا کسی بزرگ یا اپنے پیر و مرشد کے مزار اقدس کی تعمیر کیلئے دی تو وہ جائز ہوئی یا نہیں؟ مدلل جواب با جواب دیگر عنداللہ ماجور ہوں۔ المستفتی نور محمد، جمال دین

۷۸۶ الجواب: نہ صرف جائز بلکہ سادات کرام کی خدمت کے باعث مزید ثواب کی امید ہے۔ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے، مال زکوٰۃ سے کچھ روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک کر دے پھر اس سے کہے کہ تم اپنی طرف سے فلاں سید کی نذر کر دو۔ اس سے دونوں مقصود حاصل ہو جائینگے کہ زکوٰۃ تو اس مستحق زکوٰۃ کو دی گئی اور یہ جو سید صاحب نے پایا نذرانہ تھا۔ اس کا فرض ادا ہو گیا۔ اور حضرت سید کا کامل ثواب اِسے اور اُسے دونوں کو ملا۔ (فتاویٰ رضویہ) یونہی مستحق زکوٰۃ، اس زکوٰۃ کی رقم سے جو اسکی ملکیت میں آئی تمام نیکی اور بھلائی کے کاموں میں صرف کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

زکوٰۃ نہیں دی اور حج کو جا رہا ہے کیا کرے؟

سوال: ایک شخص جو زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو اور وہ پہلی مرتبہ حج کو جائے تو کیا اس کا حج ہو جاتا ہے کیونکہ حج اسلام کا پانچواں رکن

ہے اور زکوٰۃ چوتھا۔ جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو اور وہ نفلی حج کیلئے جائے تو وہ جائز ہے؟ زکوٰۃ ادا کئے بغیر کوئی بھی حج یا عمرہ کر سکتا ہے؟ سائل محمد یوسف ہارون اینڈ کمپنی، ۱۵۸ اینو کلاتھ مارکیٹ، حیدر آباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: حضور پرنور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ چار چیزیں اللہ تعالیٰ نے اسلام میں فرض کی ہیں۔ جوان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں جب تک پوری چار نہ بجالائے۔ نماز، روزہ رمضان، زکوٰۃ اور حج کعبہ۔ (امام احمد) اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے والے کی نماز، روزہ، حج مقبول نہیں اور جب تک زکوٰۃ پوری پوری ادا نہ کرے حج کرنے پر ثواب وقبولیت کی امید نہ رکھے۔ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے۔ اور اس پر ثواب ملنا اور مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کیلئے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہوگی فرض اتر گیا پر نہ قبول ہوگی نہ ثواب ملے گا بلکہ الٹا گناہگار ہوگا۔ یہی حال اس شخص کا ہے۔ اس پر فرض ہے کہ آج تک جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے فوراً دلی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے اور اس کو راضی کرنے کو ادا کرے کہ اللہ کے حضور منہ اجالا ہو اور خدا کے عذاب سے چھوٹے۔ زکوٰۃ کا حساب پورا پورا ادا کرنے کے بعد اگر اتنا بھی رہتا ہے کہ وہ حج کر سکے تو فرض ہے کہ وہ حج ادا کرے اور اتنا باقی نہیں۔ اور یہ حج کو جانا ہی چاہتا ہے تو قرض لیکر چلا جائے اور امید واثق رکھے کہ مولائے کریم اس کی ادائیگی کی سبیل کرتے کرتے پیدا فرمائیگا۔ جب فرض کا حکم یہ ہے تو عمرہ یا نفلی حج کا حکم ظاہر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۱ مارچ ۱۹۸۱ء

امام مقروض کا زکوٰۃ وصول کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: امام مسجد جو کہ سخت پریشان نہایت مقروض ہے اپنا قرض ادا کرنے کیلئے لوگوں سے زکوٰۃ لے تو آیا اس کیلئے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا، توجروا

محمد شریف خان نقشبندی، پختہ قلعہ، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: امام مسجد اگر شرعاً غنی یعنی مالک نصاب نہیں نہ وہ سید ہاشمی ہے تو زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم کا لینا اسے جائز ہے اور اس وجہ سے اسکی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ربیع الاول سن ۱۴۰۱ھ

زکوٰۃ کب فرض ہوتی ہے؟

سوال: ایک مسئلہ کے بارے میں موصوف کو زحمت دے رہا ہوں امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے نوازیں گے۔

میں ذیل پاک سیمنٹ فیکٹری میں ملازم ہوں۔ ہاؤس بلڈنگ سے میں نے ایک لاکھ روپیہ قرض لیکر مکان تعمیر کرایا۔ بعد میں اسے ۱۲۰۰ روپے پر کرایہ پر دیدیا۔ قرضہ کی ہر مہینہ قسط پابندی کے ساتھ ہاؤس بلڈنگ کو ادا کر رہا ہوں جس کو ادا کرنے کی کوئی میعاد نہیں۔ جب ہوگا ادا کرونگا اور میں نے زید سے اسی مکان کیلئے ۴۰۰۰۰ ہزار قرضہ لیا۔ میں صاحب

نصاب بھی ہوں۔ سونا اور چاندی دونوں سے، گورنمنٹ نے امسال ۳۰۰۰ ہاؤس بلڈنگ کا قرضہ کاٹ لیا۔ آیا مجھ پر علیحدہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ والسلام، خورشید علی، سیمنٹ ڈسپیچ سیکشن، ذیل پاک فیکٹری، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ واجب ہونے کیلئے چند شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط نصاب کا دین یعنی قرض سے فارغ ہونا ہے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص نصاب کا مالک ہے مگر اس پر دین ہے کہ ادا کرنے کے بعد نصاب نہیں رہتا تو زکوٰۃ واجب نہیں۔ البتہ دین اس وقت مانع زکوٰۃ ہے جب زکوٰۃ واجب ہونے سے پہلے کا ہو اور اگر نصاب پر سال گزرنے کے بعد کا ہو تو اس زکوٰۃ پر اس دین کا کچھ اثر نہیں۔ (عالمگیری، شافعی) لہٰذا آپکے پاس جتنا سونا و چاندی یا نقد سرمایہ ہے اسکی بازار کے نرخ پر قیمت لگا کر اس میں سے دین کی رقم وضع کریں۔ اگر اب مال بقدر نصاب یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کا باقی ہے تو صرف اتنے ہی پر زکوٰۃ واجب ہے اور اگر بقدر نصاب مال باقی نہیں رہتا تو زکوٰۃ فرض نہیں۔ (واللہ اعلم) بینک والے جو زکوٰۃ کے نام پر رقم کاٹ لیتے ہیں اگر آپ اس پر مطمئن ہیں کہ صحیح کاٹی ہے، اور یہ مصرف صحیح پر، اور شرعی طور پر صرف کی جاسکے گی، تو خیر، لیکن ایسا عملاً موہوم ہے، لہٰذا دوبارہ ادا کریں اور عذاب آخرت سے چھٹکارا پائیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ رذیقعدہ ۱۴۰۰ھ

رشوت میں، زکوٰۃ دے تو کیا حکم ہے؟ صدقہ کس طرح کا دے؟

سوال: جناب مفتی محمد خلیل خاں برکاتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

چند مسائل درج ذیل ہیں از راہ کرم ان کا جواب دیدیں۔

۱۔ میرے ایک عزیز درمیانے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کا ایک سرکاری آفیسر سے کام ہے۔ بالکل جائز۔ لیکن آفیسر رشوت طلب کرتا ہے۔ بتائیے کیا وہ زکوٰۃ کی رقم سے رشوت دے سکتے ہیں۔ زیادہ امیر نہیں ہیں غریب ہیں اگر اپنے پاس سے دیں تو بلاوجہ نقصان ہے؟ تفصیل سے لکھئے۔

۲۔ صدقہ اپنی جان کا کس طرح دیا جاتا ہے اور کس شکل میں۔ مثلاً اناج، روپے، بکرا یا جانور؟

۳۔ یہاں ایک مسجد میں ایک مفتی امام ہیں۔ جن میں کوئی عیب نہیں سوائے سیاہ خضاب کے۔ بتائیے ان کے پیچھے نماز درست ہے اگر نہیں تو دہراؤں؟ وسیم محمد معرفت محمد اسمٰعیل، فیصل آبادی کلاتھ ہاؤس، نزد فتح مسجد میرپورخاص

۷۸۶ الجواب: ۱۔ جب آفیسر ہے تو ظاہر ہے صاحب نصاب اور شرعاً مالدار و غنی ہوگا اور زکوٰۃ کیلئے شرط ہے کہ کسی مستحق زکوٰۃ کو اس کا مالک کر دینا۔ پھر اگر فرض کرلیں کہ شرعاً غنی نہیں مگر سید ہے تو بھی اسے دینے میں زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی اور اگر وہ بدعقیدہ مثلاً وہابی، رافضی ہے تو اسے زکوٰۃ دینا یوں بھی جائز نہیں ہے۔ غرض یہاں زکوٰۃ دیکر خود کو بری الذمہ سمجھ لینا صحیح نہ ہوگا۔ اس آفیسر نے ان کا جائز حق دبالیا ہے، بغیر رشوت اسے حاصل نہیں کیا جاسکتا تو بقدر ضرورت اس کے سامنے حرام لقمہ ڈال دیں اور اپنے حق وصول کریں۔ (درمختار، فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اگر منت نہیں مانی تو جس طرح میسر ہو صدقہ کردے اور فی سبیل اللہ غریبوں کو بخش دے۔ اور منت مانی ہے تو منت کے خلاف نہ کرے کہ اس سے خطرات جنم لیتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ ہمارے علمائے کرام کی تحقیق اور فتاویٰ یہی ہے کہ سیاہ خضاب حرام و گناہ ہے اور جو اس کا مرتکب ہے وہ اعلانیہ فسق و گناہ میں مبتلا اور فاسق معلن ہے۔ اگرچہ عالم ہو مفتی ہو۔ اسے امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پڑھ لی تو اس کا دہرانا واجب ہے اور اگر عملی فسق کے علاوہ فسق فی العقیدہ میں بھی مبتلا ہے کہ معاذ اللہ وہابی، نیچری، اہلحدیث ہے تو نماز، یوں بھی اس کے پیچھے ادا نہیں ہوگی۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

امدادی فنڈ کس رقم سے قائم کریں؟ اور اس پر زکوٰۃ کون دے؟

سوال: چند دوستوں کا ایک گروپ ہے جس میں زیادہ تر معمولی ملازم پیشہ ہیں۔ وہ کچھ عرصہ سے برابری کی بنیاد پر ماہانہ بچت جمع کرتے ہیں۔ جس کا پہلا اور اہم مقصد اپنے اہل وعیال کی ہنگامی ضروریات کی شکل میں قرضہ لینا اور دینا ہے اور بعد میں معمولی اقساط پر اپنے ہی پیسہ کو واپس کرنا ہے۔ اس طرح پس انداز کی ہوئی رقم میں سے کبھی کسی کاروبار میں سرمایہ کاری بھی کر لیتے ہیں۔ ظاہر ہے کوشش اور نیت ہوتی ہے کہ کسی غلط اور ناجائز کاروبار میں پیسہ نہ لگے۔ اس طرح کچھ منافع بھی مل جاتا ہے جو اسی بچت میں مزید شامل ہو جاتا ہے۔ بینک میں کوئی سودی یا آجکل کی طرز کا PLS یا نفع ونقصان کی شراکت والا منافع بھی حاصل کرنے کی نیت نہیں ہے۔ مزید سال کے اختتام پر کل پر زکوٰۃ بھی نکال کر ضرورت مندوں کو دے دیتے ہیں۔ چونکہ انسان فانی ہے لہٰذا ان دوستوں میں سے بھی کسی کو پہلے اپنے مالک حقیقی کی طرف جانا ہے۔ اسی ضمن میں ایک تجویز پیش کی گئی کہ ایک معمولی رقم ماہانہ کی بناء پر ایک اور فنڈ علیحدہ سے قائم کیا جائے اور اس فنڈ سے کسی دوست جو گروپ کا رکن ہے اس کے اہل خانہ کی بعد از وفات یا کسی اور جسمانی ضرورت جس میں کفالت کے قابل نہ ہو ماہانہ امداد کی جائے۔ اس ارادہ کو وسیع بھی کیا جا سکتا ہے یعنی غیر اراکین پر، معلوم کرنا ہے کہ، جس بچت پر، بشمول منافع ہر سال کے آخر میں زکوٰۃ نکالی جائے، وہ اس فنڈ میں استعمال، اور خرچ کی جا سکتی ہے یا اس کا بہتر استعمال کسی اور طرح ہو۔ دوسری ضرورت طلب رائے یہ ہے کہ چند ساتھیوں کا یہ بھی خیال ہے کہ ہماری اس طرح پس انداز کی ہوئی رقم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔ جو ہم اپنی خواہشات دیگر دنیاوی ضروریات کو چھوڑ کر بچاتے ہیں۔ یہ چند ساتھی مجموعی طور پر اکثریت کی وجہ سے خاموش ہو جاتے ہیں مگر دل میں خلش رہتی ہے۔ سائل۔ حبیب اللہ، شمس الدین، قدیر امروھوی و دیگر۔ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم کے علاوہ دوسری جائز رقوم سے مشترکہ طور پر باہمی تعاون اور غرباء اور مساکین کی اعانت کی نیت سے ایسا فنڈ قائم رکھنا نہ صرف جائز بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ باعث اجر وثواب ہے اور جب یہ رقوم انفرادی طور پر نصاب کو پہنچ جائیں یعنی ہر رکن اپنی جمع شدہ رقم کے اعتبار سے صاحب نصاب ہو جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اسے

اختیار ہے کہ وہ زکوٰۃ کی رقم اسی فنڈ سے لیکر غرباء پرصرف کرے یا حساب لگا کر اپنے پاس سے ادا کرے۔ اجتماعی طور سے ان رقوم کا حد نصاب کو پہنچنا زکوٰۃ فرض نہ کرے گا۔ اس مال زکوٰۃ کو وہ صاحب نصاب اس کے مصرف میں استعمال کرے اور رقم کسی طرح بھی پس انداز کی جائے، جب مقدار نصاب کو پہنچے گی اس کے مالک پر زکوٰۃ واجب کردے گی اور صدقات واجب بھی لازم آئیں گے۔ ان مسائل میں احتیاط لازم ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ ر جمادی الاولیٰ سن ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ کے وجوب کے لئے قرض سے مال کا فارغ ہونا ضروری ہے

سوال: مفتی محمد خلیل خاں صاحب برکاتی، السلام علیکم

بعد سلام مودبانہ گذارش ہے ہمیں آپ سے ایک مسئلہ بابت زکوٰۃ معلوم کرنا ہے۔ آپ برائے مہربانی اس کا جواب دیکر شکریہ کا موقع دیں۔ اس خط کے ساتھ جوابی لفافہ بھی موجود ہے۔ مسئلہ ہماری فرم میں ہمارے دولاکھ روپے ہیں۔ اس میں ہزاروں کا قرضہ ہے۔ اور ہمارے پاس کام والوں کا، چار لاکھ روپے ہے۔ اس طرح ہمارے پاس چھ لاکھ روپے ہوگئے۔ ہم نے لوگوں کو چار لاکھ روپے کا مال ادھار دیا ہے۔ ہماری دکان میں موجود مال ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے کا ہے۔ ہمارے پاس نقد پانچ ہزار روپے ہیں۔ اس ساڑھے چار لاکھ روپے میں ہمیں قوی امید ہے کہ ایک لاکھ روپے ہمارے نہیں آئیں گے۔ آپ مہربانی کر کے بتائیں کہ ہم کو کتنی رقم پر زکوٰۃ دینی چاہئے۔ آیا کہ ہم ہمارے قرضے آنے پر ادا کریں یا کل رقم ہم پر جو چھ لاکھ روپے پر جو کہ ہماری اصلی رقم اور قرضے کے ساتھ ہے۔ مہربانی کر کے جواب تفصیل سے دیں۔

سائل۔ حاجی رمضان، اسٹیل آئرن شاپ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے جو شرطیں ضروری ہیں ان میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ نصاب زکوٰۃ دین سے فارغ ہو۔ (عامۂ کتب) لہٰذا چھ لاکھ کی زکوٰۃ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صرف دولاکھ کی زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔ اس دولاکھ کی رقم میں بھی نصف لاکھ دوسروں پر واجب الوصول ہے۔ تو اب قبضہ میں نہ رہے مگر ڈیڑھ لاکھ۔ تو اس ڈیڑھ لاکھ پر اسلامی سال گذر جانے پر زکوٰۃ ضرور ادا کرنی ہوگی۔ اب رہی بات ان پچاس ہزار کی جو لوگوں پر دین ہے تو صورت مسئولہ میں اس مال کی زکوٰۃ بحالت دین بھی سال بہ سال واجب ہوتی رہے گی مگر واجب الادا اس وقت ہے جب پانچواں حصہ نصاب کا وصول ہوجائے۔ مگر جتنا وصول ہوا اتنے ہی کی واجب الادا ہے۔ مثلاً ہزار روپیہ وصول ہوئے تو ۲۵/- اور دو ہزار وصول ہوئے تو ۵۰/-۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ر شعبان ۱۳۹۸ھ

بدمذہب کو زکوٰۃ دینا حرام ہے

سوال: حضرت مولانا مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضور اعلیٰ ایک مسئلہ کے جواب کا انتظار ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ شیعہ کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اس وقت یہ فرقہ زور پکڑ گیا ہے۔ والسلام۔ خادم۔ محمدی مسجد شہر، کڈھن تعلقہ بدین، ڈاک خانہ، کڈھن

۷۸۶ **الجواب:** بدمذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔ درمختار میں ہے **ولا یجوز صرفها لاهل البدع**۔ یہ حکم زمانہ موجودہ کے تمام نئے فرقوں کیلئے ہے۔ قادیانی، رافضی، وہابی کہ، اہلسنت و جماعت کے بہ خلاف عقائد پر اصرار رکھتے ہیں اور توہین خدا اور سول و تنقیص شان رسالت کرتے ہیں اور قرآن کو عیب لگاتے ہیں، یقیناً زکوٰۃ کا مصرف نہیں۔ اور بالخصوص رافضی، قادیانی اور وہابی ان میں پیش پیش ہیں اور بالاتفاق علمائے کرام یہ لوگ اپنے مخصوص عقائد کی بناء پر کافر و مرتد ہیں تو انہیں زکوٰۃ دینا حرام و سخت حرام ہے اور دی تو ہرگز ادا نہ ہوگی کہ مرتد ہر اعتبار سے غیر مسلم کے حکم میں ہے اور غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا ہرگز جائز نہیں اگرچہ وہ ذمی ہو۔ (درمختار وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ

مدرسہ میں زکوٰۃ کا استعمال

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ سائل ایک مدرسہ دینی تعلیم کیلئے تعمیر کرنا چاہتا ہے جس میں قرآن شریف وعربی کی تعلیم دیجائیگی۔ یہ مدرسہ محلہ میں ہے اور اس میں محلہ کے بچے جائینگے۔ اس لئے جناب والا سے التماس ہے کہ کیا سائل اس میں زکوٰۃ کا پیسہ استعمال کرسکتا ہے۔ اور اس پیسے سے معلم وغیرہ کو تنخواہ وغیرہ دے سکتے ہیں۔ زکوٰۃ کی صحیح تعریف سے مطلع فرمائیں۔ والسلام

فقط۔ حاجی علی شیر، پھلیلی پار، پریٹ آباد، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ شریعت کی جانب سے وہ مخصوص کی ہوئی رقم ہے جو فی سبیل اللہ غرباء و مساکین وغیرہما مصارف زکوٰۃ میں صرف کی جائے اور اس سے دینے والے کا کوئی دنیاوی فائدہ وابستہ نہ رہے۔ مدرسین و دیگر ملازمین کی تنخواہ اس سے نہیں دی جاسکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ (عالمگیری، ردالمحتار وغیرہ) ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ مال زکوٰۃ میں سے غریب طلباء کے کپڑے بنوادیں۔ کتابیں مثلاً قرآن کریم یا دیگر دینی کتب خرید کر انہیں مالک بنادیں یا ان کے وظیفے میں دیدیں جو محض بہ نظریہ امداد ہو نہ کسی کام کی اجرت بشرطیکہ اس میں کوئی سید ہاشمی نہ ہو کہ انہیں دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ نہ سید کو لینا جائز نہ اسے دینا جائز۔ اگرچہ دینے والا سید ہو۔ اس طرح مال زکوٰۃ جمع کر کے محلہ کے مدرسوں میں خرچ کرنا، ایک وبا کی صورت اختیار کر رہا ہے جس سے غریبوں کی، بیواؤں، مسکینوں، قرضدار وغیرہم کی حق تلفی ہوتی ہے اور مال جمع کرنے والوں پر بلکہ دینے والوں پر بھی جبکہ انہیں حقیقت حال معلوم ہو اس کا وبال ہوسکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ رشوال المکرم ۱۳۹۸ھ

زکوٰۃ کے مال سے کتابیں چھاپنا

سوال: زکوٰۃ کے مال سے تبلیغی کتابچے شائع کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ پچھلے دنوں بارہ ربیع الاول کے موقع پر چند نجدی مسلک والوں نے ایک کتاب بنام میلاد النبی ﷺ شائع کی تھی جو کہ مسجد دارالسلام اہلحدیث سرے گھاٹ سے انہوں نے تقسیم کرائی تھی۔ جو کہ آپ تک ضرور پہنچی ہوگی۔ کیا ایسے ہی دوسرے کتابچے لوگوں میں تقسیم کرنے کیلئے زکوٰۃ کے مال سے شائع کیے جاسکتے ہیں یا نہیں؟ تاکہ لوگوں کے ذہنوں سے ان غلط لوگوں کی پالیسی کا اثر زائل ہوجائے۔

الداعی الی الخیر محمد یوسف، بزم یارسول اللہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کی رقم آپ کسی مصرف زکوٰۃ فقیر و مسکین کو دیدیں اور وہ اپنی جانب سے یہ رقم ایسے کتابچوں کی اشاعت و تبلیغ میں خود صرف کردے یا کسی اور کو دیدے وہ اس کام پر صرف کردے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ البتہ زکوٰۃ و فطرہ کی رقم براہِ راست جس طرح مسجد و دینی مدرسہ کی تعمیر اور ان کے ملازمین کی تنخواہ اور فرش وغیرہ میں صرف نہیں ہوسکتی۔ تبلیغ کیلئے اشاعت میں بھی صرف نہیں کی جاسکتی۔ تملیک فقیر زکوٰۃ کا رکن اعظم ہے۔ اگر وہ نہ پائی جائے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی۔ (عامۂ کتب)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

خیرات کی رقم کا مصرف

سوال: ایک شخص نے ایک معین رقم کیلئے کہا کہ میں اسے اللہ جل جلالہ کے نام پر خیرات کرونگا۔ آیا یہ رقم تعمیر مسجد میں لگ سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا یہ نذر اور صدقہ واجبہ میں شمار کی جائیگی یا صدقہ نافلہ میں۔ سائل:۔ شاہ محمد واصل الغوثی

۷۸۶ الجواب: اگر شخص مذکور نے اس خیرات کو ہونے یا نہ ہونے پر موقوف نہیں کیا مثلاً میرا فلاں کام ہوجائے تو میں اتنی رقم خیرات کرونگا اور اس نے کوئی منت روپیہ خیرات کرنے کی مانی ہے تو بیشک یہ صدقہ نافلہ ہے صدقہ واجبہ نہیں اور اسے مسجد و دینی مدرسہ میں صرف کرنا یا کسی اور مصرف خیرات میں خرچ کردینا جائز ہے۔ لیکن مسجد میں صرف نہ کریں تو بہتر ہے کہ خواہ مخواہ مطاعن کا دروازہ کھولنا ہے۔ عربی میں اگرچہ خیرات خیر کی جمع ہے اور ہر فعل خیر کو شامل لیکن اردو میں اس کا ایک خاص تصور ہے اور عوام کی نظروں میں اس کا ایک خاص مقام اور حدیث میں فرمایا اتقو امواضع التھم۔ تہمت کی جگہ سے بچو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ ذیقعدہ ۱۴۰۰ھ

مقروض کو زکوٰۃ دے کر جبراً قرض واپس لے لے

سوال: ہمیں ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ وہ مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی کو قرضہ دیا تھا۔ قرض لینے والے آدمی کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ قرضہ واپس دے۔ قرض دینے والا شخص چاہتا ہے کہ میں اسے زکوٰۃ دوں اور وہ میرا قرضہ

لوٹا دے۔ بخوشی اس پر کوئی دباؤ نہ ڈالونگا نہ مجبور کرونگا کہ وہ مجھے قرضہ واپس کرے۔ اس صورت میں اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائیگی یا نہیں ہوگی۔ اور وہ اس کا قرضہ لوٹا سکتا ہے یا نہیں؟ آپ برائے مہربانی اس کا جواب از روئے شریعت تسلی بخش عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔ عبدالجلیل، کھاتہ چوک

۷۸۶ الجواب: اگر وہ شخص واقعی اس قابل نہیں ہے کہ یہ قرضہ ادا کر سکے تو صاحب زکوٰۃ اسے بہ نیت زکوٰۃ، زکوٰۃ کی رقم دیکر، اس سے اسی وقت اپنے قرض کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ بلکہ اگر وہ نہ دے تو یہ بقدر اپنے حق کے اس سے زبردستی چھین سکتا ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ ہاشمی نہ ہو اور نہ ان کی اولاد ہو، نہ اس کے اصول میں ہو۔ کہ انہیں زکوٰۃ دینا ہی جائز نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم شعبان المعظم ۱۴۰۱ھ

جو صاحب نصاب نہ ہو اس پر فطرہ نہیں ہے

سوال: گزارش یہ ہے کہ رمضان کے مہینے میں فطرہ، ایک غریب آدمی ہے جو تنگ دستی کی حالت گزارتا ہے اور وہ فطرہ دینے کے قابل نہیں۔ تو کیا اس پر بھی فطرہ واجب ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے جواب تحریر کریں۔ فقط:۔ قمر الدین

۷۸۶ الجواب: جو شخص صاحب نصاب نہیں یعنی اس کے پاس عید کے دن، صبح صادق کے وقت اتنا مال نہیں کہ اس پر زکوٰۃ فرض ہو سکے تو فطرہ بھی واجب نہیں اور جب فطرہ اس پر واجب نہیں تو وہ شرعاً محتاج ہوا۔ اور صدقہ فطر محتاج مسلمانوں ہی کا حق ہے۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ ر صفر ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ کا حیلۂ شرعیہ۔ بھائی بہن کو زکوٰۃ دینا

سوال: چند ایک مسائل درپیش ہیں۔ برائے کرم فتویٰ سے آگاہ کریں۔

۱۔ زید صاحب حیثیت شخص ہے۔ وہ مختلف مستحق اشخاص کو زکوٰۃ فنڈ سے مکان بنانے کے واسطے رقم دیتا ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ مکان کی تعمیر کا جو خرچ ہوتا رہتا ہے وہ بکر کے ہاتھ دیکر ادائیگی کراتا رہتا ہے۔ اس کے خیال کے مطابق وہ رقم کا قبضہ دیکر اس کو مالک بنا دیتا ہے جبکہ رقم اس کو مکان کی تعمیر میں ہی خرچ کرنی ہوتی ہے۔ کیا اسطرح زید کی زکوٰۃ ادا ہوگی یا نہیں؟

۲۔ کیا بھائی، بہن کو زکوٰۃ دے سکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ اگر کسی شخص کی کل پونجی ادھار میں پھنس گئی ہو اور موجودہ حالت میں اس کے پاس کچھ نہیں ہو سوائے چند صد روپے کے، تو کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ لگ جائے گی یا نہیں؟ جبکہ ادھار کی رقم جو تقریباً 20,000 کے قریب ہے ملنے کی توقع تو ہے لیکن تھوڑی تھوڑی کر کے ملے گی اور ممکن ہے ۲۰۰۰۰ میں سے ۲ یا ۴ ہزار ہی وصول ہوں۔ کیا اس مذکورہ شخص کو ۳۰۰۰۰ روپے دیکر (زکوٰۃ سے) کوئی کاروبار کرا دیا جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ القدوس موٹر اسٹور، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مکان وغیرہ بنانا اور ایسے ہی دوسرے معاملات میں زکوٰۃ کی رقوم خرچ کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ تملیک فقیر ہے یعنی جو شخص شرعاً مصرف زکوٰۃ اسے یہ روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیکر مالک کر دیا جائے۔ جب یہ رقم اس کے قبضہ میں پہنچی تو وہ

مالک ہوگیا اور زکوٰۃ ادا ہوگئی۔ اب وہ شخص اپنی طرف سے اپنے آپ، خواہ کسی کو دیکر ان امور خیر میں لگادے تو دونوں کیلئے اجر عظیم ہے اور ثواب جاری ہے جو اسے زندگی میں اور قبر میں پہنچتا رہے گا۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ درمختار وغیرہ) لہٰذا اگر زید کا یہی طریقہ ہے تو زکوٰۃ ادا ہوگئی مگر مکان اس کی ملکیت نہ ہوگا۔ اس پر لازم ہے کہ وہ مستحقین کی ملکیت میں دیدے۔ واللہ اعلم

۲۔ بہن بہنوئی، بھانجے بھانجیاں، چچا چچی، بھتیجے بھتیجیاں ان سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے بلکہ ثواب اس میں اور زائد۔ کہ صلہ رحمی بھی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی بھی۔ (عامۂ کتب)

۳۔ مالک نصاب کا مال، کسی میعاد تک کسی پر دین ہے اور ہنوز میعاد پوری نہ ہوئی اور اب اسے ضرورت ہے۔ یا جس پر آتا ہے وہ یہاں موجود نہیں مگر نادار ہے یا دین سے انکار کرتا ہے اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہے، تو ان سب صورتوں میں بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے مگر بہتر یہ ہے کہ قرض لیکر کام چلایا جائے۔ (عالمگیری، درمختار) اور اگر مدیون سے تھوڑا تھوڑا لیکر اپنی ضروریات میں صرف کرسکتا ہے تو اب یہ حاجت مند نہ ہوا لہٰذا زکوٰۃ نہیں لے سکتا۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۵ رجمادی الاول ۱۴۰۲ھ

مدرسے کی تعمیر میں زکوٰۃ لینا کیسا ہے؟

سوال: گذارش یہ ہے کہ مندرجہ ذیل مسائل کیلئے فتویٰ لینا ہے آپ برائے مہربانی شریعت محمدی قرآن وحدیث کے مطابق مندرجہ ذیل پر فتویٰ دیں۔

۱۔ ہم ایک دینی مدرسہ قائم کررہے ہیں۔ اس کا کوئی اور آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے۔ آیا کہ اس مدرسہ کی تعمیر میں قربانی کی کھالیں اور زکوٰۃ کا پیسہ لگ سکتا ہے یا کہ نہیں؟ فی الحال محلہ کے طلباء قرآن شریف کی تعلیم پارہے ہیں؟

۲۔ ہمارے محلے میں ایک خیراتی ہسپتال قائم ہے جس میں شہر کے لوگ دوائی وعلاج کرواتے ہیں۔ اس ہسپتال میں قربانی کی کھالیں اور زکوٰۃ کا پیسہ ہوتا ہے۔ لہٰذا اس ہسپتال میں شریعت کے مطابق زکوٰۃ کا اور قربانی کی کھالوں کا پیسہ لگ سکتا ہے یا نہیں؟　مدرسہ عربیہ محمدیہ تعلیم القرآن

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ میں تملیک فقیر شرط ہے۔ اس لئے زکوٰۃ کی رقم براہِ راست نہ مدرسہ وہسپتال کی تعمیر میں صرف ہوسکتی ہے نہ اس رقم سے مدرسہ وہسپتال وغیرہ کے لئے کوئی کارآمد چیز خریدی جاسکتی ہے۔ جیسا کہ فقہ کی عام کتابوں میں مذکور ہے۔ البتہ چرم قربانی ان مصارف میں صرف کرنا جائز ہے۔ خواہ چرم قربانی براہِ راست انکے منتظمین کو دی جائے یا اس نیت سے فروخت کرکے اس کی قیمت پہنچادی جائے۔ ہاں اگر اپنے کام میں لانے کی نیت سے فروخت کی تو اب یہ قیمت فقراء ہی پر تصدق کرنا لازم ہے۔ براہِ راست ان مصارف میں صرف کرنا جائز نہیں۔ (درمختار، عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۳ رذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

امام بینک سے سود لے تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ہمارے محلے کی مسجد میں جو امام صاحب ہیں اور خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ کسی خاندان کے خلیفہ بھی ہیں جن کے سینکڑوں مرید ہیں۔ امام صاحب کا کہنا ہے کہ بینک سے سود لینا جائز ہے۔ امام صاحب کا بینک میں خود کا اکاؤنٹ ہے اور بیس سال کی زکوٰۃ بھی ان کے پاس موجود ہے۔ اور وہ سود کی رقم بھی اکاؤنٹ کے پیسوں میں جمع ہے۔ امام صاحب کا کہنا ہے کہ میں یہ سود بینک سے لیتا ہوں اس کو حکومت کے ٹیکس یا کرایہ میں یا پولیس کے لین دین یا ایسے ہی دوسرے کاموں میں خرچ کرنا چاہئے۔ سود کے پیسے کھانا اور دینا منع ہیں۔ امام صاحب اپنے پیسے سے جس میں سود بھی شامل ہے ایک مسجد بنانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور ایک پلاٹ امام صاحب نے خرید لیا ہے جس میں آدھی رقم سود کے پیسوں کی ہے اور اب وہ پلاٹ کو بیچ کر رقم مسجد میں لگانا چاہتے ہیں اور امام صاحب کا کہنا ہے کہ جب یہ سب رقم مسجد میں لگ جائی گی تو ہم غریب ہو جائینگے اور جو بیس سال سے زکوٰۃ جمع ہے اس کے ہم مالک ہو جائینگے۔ ازراہ کرم آپ ہمیں قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیں کہ انکے پیچھے نماز پڑھنا انکا مرید ہونا جائز ہے یا نہیں؟ انہیں مسجد میں امام رکھنا جائز ہے یا نہیں۔ اور جو لوگ ان کے مرید ہوتے ہیں کیا وہ کسی اور کے مرید ہوسکتے ہیں یا نہیں۔ اور ایسے پیر سے ملنا جائز ہے یا نہیں؟ ان تمام باتوں کے سوالات کا قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دیجئے۔ والسلام

ریاض احمد نقشبندی، بی ون ایریا، لیاقت آباد، کراچی

۷۸۶ **الجواب:** امام صاحب کی بہت سی واہی تباہی باتوں سے قطع نظر، ان کا امامت کیلئے نااہل ہونا اسی بات سے ثابت ہے کہ وہ بیس سال سے زکوٰۃ دبائے بیٹھے ہیں۔ خواہ وہ خود ان کے اپنے اموال کی زکوٰۃ ہو یا دوسروں کی جمع کی ہوئی۔ قمری سال کے ختم ہوتے ہی زکوٰۃ ادا کرنا واجب ولازم ہے اور اسے روکنا ناجائز وحرام ہے۔ یوں ہی دوسروں سے اموال زکوٰۃ لیکر انہیں مستحقین پر صدقہ کرنا لازم ضروری ہے اور روکنا ممنوع۔ اور جو ناجائز حرام کا مرتکب ہو وہ یقیناً فاسق معلن ہے اور فاسق ومعلن کو امام بنانا اور نماز پڑھی تو مکروہ تحریمی ہے، پھیرنا واجب، غنیۃ میں ہے لو قدموا فاسقا یاثمون اور جب وہ امام نماز نہیں ہوسکتے تو امام طریقت بننے کے اہل کس طرح ہوسکتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ وکھال لگانا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ زکوٰۃ دینی مدرسہ کی تعمیر میں لگ سکتی ہے کہ نہیں؟

۲۔ قربانی کی کھالیں مسجد کی تعمیر میں لگ سکتی ہیں کہ نہیں؟ عبدالغفور ملک، احسان علی روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** دینی مدرسہ اگرچہ خالص اہلسنت کا ہو۔ وہابیوں، رافضیوں، قادیانیوں، نیچریوں اور دیوبندیوں وغیرہم

بدمذہبوں کا نہ ہو، تب بھی مال زکوٰۃ سے مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ نہیں دیجاسکتی۔ نہ مدرسہ کی تعمیر یا مرمت یا فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ مدرسہ کے مہتمم پر لازم ہے کہ وہ مال زکوٰۃ وفطرہ کو خاص تملیک فقیر کے مصارف میں صرف کرے۔ ہاں، اگر روپیہ بہ نیت زکوٰۃ کسی مسلمان کو جو زکوٰۃ کا مصرف ہو، اسے دیکر مالک کر دیں اور وہ پھر اپنی طرف سے مدرسہ کو دیدے تو اب تعمیر وغیرہ دوسرے مصارف میں یہ مال صرف ہوسکتا ہے کہ اب مال زکوٰۃ نہ رہا۔ (فتاویٰ رضویہ، درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ کی تحقیق یہی ہے کہ چرم قربانی کا مدرسہ میں صرف کرنا جائز ہے۔ اور اسی پر علمائے اہلسنت کا فتویٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

جس مدرسہ میں مسافر طلبہ نہ ہوں وہاں زکوٰۃ دینا؟

سوال: اس مسئلہ میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ: مدرسہ جہاں دینی تعلیم ہوتی ہے، لیکن اس مدرسہ میں بچے مقامی پڑھتے ہیں، مسافر طلباء نہیں پڑھتے۔ ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ کا پیسہ لگ سکتا ہے یا نہیں؟

متولی، محمدی مسجد فردوس کالونی، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: مسجد مسجد، محلہ محلہ، دینی مکتب قائم کرنا تو بڑی اچھی بات ہے لیکن ان مکتبوں کے استادوں پر یا خود مدرسہ کی دوسری ضروریات پر زکوٰۃ کی رقم صرف کرنا جائز نہیں۔ بلکہ دینے والے کو معلوم ہو کہ یہ رقم تنخواہ وغیرہ میں صرف ہوگی۔ اور اس کے باوجود انہیں زکوٰۃ دیدی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔ مدرسوں میں زکوٰۃ کی رقم کے حقدار صرف وہ دینی مدارس ہیں جہاں بیرونی طلباء کی خوراک وغیرہ پر یہ رقم صرف کی جاسکے۔ نعم بجوز صرفه بعد الحيلة الشرعية فى الخيرات كلها۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

مقروض زکوٰۃ کب لے سکتا ہے؟

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کون کون لوگ لے سکتے ہیں؟

مسئلہ نمبر: ۱۔ مثلاً ایک شخص جو کہ بہت زیادہ مقروض ہے، اس کا اپنا ایک ذاتی مکان ہے۔ کاروبار (کاریگر پیشہ) ہے، اچھی ماہانہ آمدنی ہے، جس سے گھریلو اخراجات کے علاوہ معقول رقم بچائی جاتی ہے۔ مگر اس کے باوجود قرض اس قدر ہے کہ اگر تمام آمدنی قرض خواہوں کو دیدی جائے تو قرض کی مکمل ادائیگی میں دو سے تین سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ مگر قرض خواہوں کے ہر وقت مطالبہ پر کاروبار پر اثر کے علاوہ ذہنی پریشانی اور گھر کے اخراجات مناسب نہ رہنے کی وجہ سے اس کے حالات بھی خراب رہتے ہیں۔ مکان پر قرض کی رقم خرچ ہوئی ہے۔ جس کو اگر بیچا جائے تو ماں، بیوی، بھائی مخالفت کرتے ہیں۔ مکان بیچنے پر قرض کی تقریباً چوتھائی رقم کم ہوتی ہے۔ آپ قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ کیا یہ مکان رکھنا جائز ہے یا بیچ کر قرض ادا کرنا صحیح ہے۔ کیا یہ شخص زکوٰۃ لیکر حالات میں بہتری پیدا کرسکتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۔: ایک شخص جس کا ذاتی مکان نہیں ہے اور وہ بھی قرض کے سلسلے میں کم وبیش ان حالات کا شکار ہے جو کہ مندرجہ بالا ہیں۔ کیا یہ شخص زکوٰۃ لینے اور استعمال کرنے کا حق دار ہے۔ تاکہ قرض کی ادائیگی ہو سکے۔

رفیق احمد، بلال اسٹریٹ، صرافہ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کا مصرف ہر حاجت مند مسلمان ہے جو صاحب نصاب نہ ہو۔ یا صاحب نصاب ہو تو اس کا مال نصاب، اسکی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو یعنی اگر اس مال کو حاجت اصلیہ میں صرف کر دیا جائے تو اب اسے نصاب پر دسترس نہیں رہتی یعنی وہ صاحب نصاب نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی شخص لاکھوں کا مالک ہے مگر اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد یہ صاحب نصاب نہیں رہتا، تو یہ بھی زکوٰۃ کا مصرف ہے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ وہ خود ہاشمی ہو نہ بنی ہاشم کا آزاد کردہ غلام۔ نہ وہ جو اپنی اولاد میں ہے نہ وہ جنکی اولاد میں یہ خود ہے اور نہ اپنا شوہر نہ اپنی بیوی۔ کہ انہیں زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اس کا مکان خواہ کسی بھی قیمت کا ہو یا اسکی آمدنی خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر اسکی ملکیت، قرض میں ڈوبی ہوئی ہے کہ قرض اس کی ملکیت سے کہیں زیادہ ہے یعنی اسے ادا کرنے کے بعد اپنی حاجت اصلیہ کے علاوہ بمقدار نصاب کا مالک نہ رہے گا اور وہ ہاشمی نہ ہو اور نہ یہ زکوٰۃ دینے والا اسکی اولاد میں نہ اسکا باپ دادا نہ باہم زوج وزوجہ ہو تو اسے زکوٰۃ دینا بیشک جائز ہے۔ قرآن کریم نے فرمایا" والغارمین "یعنی مدیون بھی مصرف زکوٰۃ میں شمار ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

زکوٰۃ سے فلاح و بہبود فنڈ قائم کرنا کیسا ہے؟

سوال: آنجناب سے گزارش ہے کہ مسئلہ ھذا پر شرعی نقطہ نگاہ سے فتویٰ دیکر احکامات سے مطلع فرمائیں مشکور ہونگا۔

زکوٰۃ کا پیسہ غریب مریضوں کی ادویات اور دوسرے فلاح و بہبود کے کام آسکتا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی ایسا فنڈ قائم کرنا چاہے جس سے غریب مریضوں کی معاونت ہو جو کہ مستحقین زکوٰۃ ہیں اس میں جمع کرایا جاسکتا ہے؟

سید صابر علی بخاری، ایڈوکیٹ، کونسلر، لطیف آباد نمبر ۲

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ ادا کرنے میں تملیک فرض ہے۔ یعنی یہ ضروری ہے کہ جس مستحق کو زکوٰۃ دیں اسکو اسکا مالک کر دیں۔ ولہٰذا مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا، یا اس سے میت کو کفن دینا، یا میت کا دین ادا کرنا، یا پل، سرائے، سقایہ، سڑک بنوا دینا، نہر یا کنواں کھدوا دینا، یا کوئی کتاب وغیرہ خرید کر اسے وقف کر دینا، جائز نہیں۔ ان امور وافعال میں زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے تو ہرگز جائز نہیں۔ (عالمگیری وغیرہ) البتہ رقم ہی کا دینا ضروری نہیں۔ اس رقم سے، ان کو کوئی اور چیز بھی دی جاسکتی ہے۔ مثلاً غلہ، کھانا، کپڑا، غریب طلباء کو دینی کتابیں، نادار لڑکیوں کیلئے سامان جہیز وغیرہ بھی خرید کر انہیں دیا جاسکتا ہے۔ البتہ شرط وہی ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنا دیں۔ لہٰذا ایسا فنڈ قائم کرنا، جس میں زکوٰۃ وغیرہ کی جمع شدہ رقوم سے، مستحقین زکوٰۃ کو دوائیں دی جاسکیں جائز تو ہے مگر ضروری ہے کہ (۱) اموال زکوٰۃ کو ہرگز ہرگز دوسرے اموال میں خلط ملط نہ

کیا جائے۔ کارکنان کو اس بارے میں سخت تاکید کی جائے اور وقتاً فوقتاً ان کی جانچ پڑتال کی جائے تاکہ وہ لاپرواہی سے کوئی کام نہ کریں۔ (۲) یونہی ان اموال سے جو دوسری چیزیں خریدی جائیں وہ ہرگز دوسری چیزوں سے مخلوط نہ ہوں۔ اگرچہ وہ دوائیں ہوں۔ (۳) اس بات کا خیال رکھا جائے کہ جسے یہ دوادی جارہی ہے وہ اس کا مستحق ہے یا نہیں۔ ہرگز زکوٰۃ یا اس سے خریدی ہوئی کوئی چیز کسی سید یا بنی ہاشم کے ہاتھ میں نہ پہنچے ورنہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اور اسکا وبال کارکنوں پر ہوگا۔ (۴) زرِ زکوٰۃ سے خریدی ہوئی ادویہ کو مستحقین سے روک نہ رکھیں۔ ورنہ ثواب درکنار، الٹا وبال لازم آئیگا اور احکام شرع سے لاپرواہی، جو، اب عام ہوتی جارہی ہے اس کا تقاضہ یہ ہے کہ خود اپنے ہاتھ سے، مستحقین زکوٰۃ پر یہ رقم خود صرف کردی جائے تاکہ دل مطمئن رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۱۶ رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

زکوٰۃ اور چرمِ قربانی سے مدرسہ کی تعمیر

سوال: علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ اور اس مسئلہ کی شرعی قانون میں کیا حیثیت ہے؟ اس کا جواب دیکر مشکور فرمائیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ ہماری برادری میں ایک زمین کا ٹکڑا خرید کیا گیا ہے۔ اور برادری اس پر ایک مدرسہ قائم کرنا چاہتی ہے۔ جس میں عام مسلمانوں کے بچے فی الحال ناظرہ قرآن کی تعلیم حاصل کرسکیں گے۔ اس کیلئے ہم نے عام چندہ بھی کیا اور مخیر حضرات نے روپیہ بھی دیا۔ اب چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ بھی گزر رہا ہے اور دو ماہ بعد بقرعید بھی آنے والی ہے۔ اس لئے ہم نے یہ پروگرام بنایا ہے کہ زکوٰۃ اور چرم قربانی جمع کی جائیں اور ان دونوں کی رقم سے مدرسہ کی عمارت کی تعمیر مکمل کرلیں۔

۱۔ آیا زکوٰۃ اور چرم قربانی کی رقم سے ہم زمین کی رقم ادا کرسکتے ہیں یا نہیں؟

۲۔ مدرسہ کی عمارت کی تعمیر مکمل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں ہمیں فتویٰ جاری فرما کر ہمیں شرعی راہ دکھائیں۔ اللہ آپ کو اجر دیگا۔　عبدالمجید خضر، پریٹ آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے۔ یعنی جس مستحق زکوٰۃ کو، دیں اسے مالک بنادیں کہ جہاں اور جس طور پر چاہے، اپنے یا پرائے، مصرف میں لائے۔ دینے والے کو اس سے سروکار نہ رہے کہ اس نے کہاں اور کس طرح خرچ کیا۔ جس مال زکوٰۃ میں فقیر کی تملیک نہ ہو کیسا ہی کارِ حسن ہو اس میں یہ رقم صرف نہیں ہوسکتی جیسے تعمیر مسجد یا تکفین میت یا علم دین پڑھانے والے مدرسین کی تنخواہ۔ یونہی نہ اس رقم کو مدرسہ دینی کی تعمیر میں صرف کرسکتے ہیں نہ اس کی مرمت نہ فرش وغیرہ میں صرف ہوسکتی ہے۔ اور نہ اس رقم سے کوئی زمین مدرسہ وغیرہ کیلئے خریدی جاسکتی ہے۔ نہ ہسپتال سرائے وغیرہ کی تعمیر میں اسے صرف کرسکتے ہیں۔ یہ خالص فی سبیل اللہ غریبوں، مسکینوں مسلمان فقیروں کا حق ہے۔ جس کے مصارف خدا و رسول نے ہماری سمجھ پر نہ چھوڑے بلکہ خود تفصیل سے ارشاد فرمادئے۔ اب ان مصارف مقررہ کے علاوہ کہیں اور، اس زکوٰۃ کی رقم کو

صرف کرنا، مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے۔ اور یوں زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوگی۔ ہاں جن مدارس عربیہ میں غریب و نادار طلبہ دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ہیں ان کے کھانے پینے وغیرہ دیگر ضروریات میں یہ رقم صرف کریں کہ یہ اس کا مصرف ہیں۔ البتہ چرم قربانی کے احکام، زکوٰۃ سے جدا ہیں۔ لیکن پیش نظر رہے یہ بات جب چرم قربانی وغیرہ سے گلی گلی مدرسوں کے نام پر عمارتیں تعمیر ہونے لگیں گی تو وہ قومی مدارس جہاں قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے دینی علوم کی تعلیم دیجاتی ہے اور جن کے تمام مصارف کا دارومدار، انہیں مدات پر ہے، تو پھر یہ دینی مدرسے کہاں جائینگے۔ اور اس سے دینی علوم کی اشاعت کا جو نقصان ہوگا اس کا وبال کس کی گردن پر ہوگا۔ الغرض مدرسہ اسلامیہ اگرچہ خالص اہلسنت و جماعت کا ہو، وہابیوں، رافضیوں، دیوبندیوں وغیرھم کا نہ ہو تب بھی زکوٰۃ کی رقم اس کی تعمیر و مرمت یا فرش وغیرہ کی فراہمی یا مدرسین کے مشاہرہ میں براہِ راست خرچ نہیں کی جاسکتی۔ تفصیل کیلئے دیکھیں درمختار، ردالمحتار، عالمگیری وغیرہما۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ر رمضان المبارک ۱۴۰۳ھ

صدقہ کی مرغی ذبح کر کے پھینک دینا اسراف ہے غریب کو دے دے

سوال: گذارش خدمت یہ ہے کہ ایک عورت نے صدقہ کے نام سے مرغی ذبح کر کے محلہ سے باہر پھینک دی۔ اب مجھ کو یہ بتایا جائے کہ یہ جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اور عالم دین کی عورت ہوتے ہوئے اس کی سزا کیا ہے۔ اس کا فتویٰ دیا جائے عین نوازش ہوگی۔ عبدالحمید لائن مین، ٹنڈو آدم، گریڈون، واپڈا

۷۸۶ **الجواب:** صدقہ تو ہوگیا مگر صدقہ کے جانور کو پھینک دینا۔ یہ اسراف و گناہ ہوا۔ اس پر لازم تھا کہ وہ صدقہ کی مرغی کسی غریب مسکین کو پہنچاتی۔ لیکن پھینک کر اس نے غریب و مسکین کا حق ضائع کر دیا۔ اور کار آمد شئے کو ناکارہ بنا دیا۔ یہ اسراف ہوا۔ اور قرآن کریم میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" اور یہ کہ "وہ شیطان کے بھائی ہیں"۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ عورت کو چاہئے کہ وہ اس حرکت سے توبہ کرے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ ر ذی قعدہ ۱۴۰۳ھ

زکوٰۃ کی رقم قرض دینا، اس سے مدرسہ کھولنا

سوال: حضرت مفتی محمد خلیل خاں برکاتی صاحب، صاحبزادہ مفتی احمد میاں برکاتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گذارش ہے کہ ہم نے ایک انجمن "پنجابی انجمن مزدور" رجسٹرڈ کے نام سے بنائی ہے۔ جس کا مقصد برادری کے لوگوں کی فلاح و بہبود، لوگوں کو غربت سے نجات دلانا، بے روزگاروں کو باعزت روزگار مہیا کرنا، جنکی کاروباری حالت مخدوش ہو ان کی مناسب طریقہ سے مدد کرنا، غریب لوگوں یا اوسط درجہ کے لوگوں کی بچیوں کی شادیوں میں ان کی حسب ضرورت اور مناسب حد تک، مدد کرنا۔ اور سب کاموں کے ساتھ ایک اہم پروگرام یہ ہے کہ لوگوں کی اس انداز میں مدد کی جائے کہ آئندہ ان کو مدد کی ضرورت نہ پڑے بلکہ وہ خود آئندہ لوگوں کی مدد کریں۔ عرض خدمت ہے کہ ان تمام کاموں کی تکمیل کیلئے ہمیں

بہت زیادہ رقم درکار ہے۔ ہم نے یہ رقم اپنی برادری اور دیگر مخیّر حضرات سے فنڈ کی صورت میں اکٹھی کی ہے۔ یہ فنڈ زکوٰۃ، صدقات، خیرات اور قربانی کی کھالوں کی حاصل شدہ رقم پر مشتمل ہے چونکہ ہماری انجمن کا متعدد لوگوں کی مدد اس انداز سے کرنا ہے کہ لوگ احساس کمتری کا شکار نہ ہوں۔ اس لئے ہم نے پروگرام طے کیا ہے کہ لوگوں کی مدد یعنی ایسے لوگوں کی مدد جو بے روزگار ہیں یا جن کی کاروباری حالت انتہائی مخدوش ہے۔ ان افراد کو حسب ضرورت یا مناسب رقم قابل واپسی قرضہ کی صورت میں یا قرض حسنہ کی صورت میں دیکر انکی باعزت مدد کی جائے۔ اس قرضہ پر انجمن کسی قسم کا منافع نہیں لے گی بلکہ اس کو آسان ۳ قسطوں پر واپس لے گی اور یہی واپس لی ہوئی رقم اور دیگر آمد فنڈ کے ذریعے ہم دوسرے مستحقین کی مدد کیلئے استعمال کریں گے علاوہ ازیں ہم اسی انجمن کے زیر انتظام بچوں کی قرآنی تعلیم کیلئے ایک مدرسہ "مدرسہ انوار القرآن پنجابی انجمن سندھ" کھول رہے ہیں۔ اس سے اگلا قدم یہ ہے کہ ہم نے اسی انجمن کی زیر نگرانی ایک خیراتی ہسپتال بھی قائم کیا ہے، "پنجابی انجمن چیری ٹیبل ڈسپنسری" جو لوگوں کو انتہائی سستا اور اچھا علاج فراہم کرتا ہے۔ ملازمین کا خرچہ ہم اسی فنڈ سے کرتے ہیں ان تمام کاموں میں متعلقہ اخراجات بھی اسی فنڈ سے ہوتے ہیں۔

حضور عالی قدر سے درخواست ہے کہ آپ ہمیں اس کی وضاحت فرمائیں کہ ہم یہ کام مندرجہ بالا فنڈ سے انجام دے سکتے ہیں یا نہیں؟ یا اس کی کوئی دوسری صورت ہے؟ تو کیا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آپ ہماری رہنمائی فرمائیں گے تاکہ انجمن اس عمل کو بہتر انداز سے جاری رکھ سکے اور مستحقین کی بہتر سے بہتر خدمت کر سکے۔ والسلام

صدر و جنرل سیکرٹری پنجابی انجمن (سندھ) حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: انجمن کی تشکیل مبارک۔ رب کریم احکام شرعیہ کے موافق عمل پیرا ہونے، اور اس پر ہمیشہ کاربند رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اصل یہ ہے کہ زکوٰۃ میں نیت شرط ہے۔ بے اس کے ادا نہیں ہوتی۔ اور نیت میں اخلاص شرط ہے۔ بغیر اس کے نیت مہمل۔ اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ زکوٰۃ، صرف بہ نیت زکوٰۃ، و ادائے فرض اور حکم الٰہی کی بجاآوری کیلئے دی جائے اس کے ساتھ اور کوئی ایسا امر مقصود نہ ہو جو زکوٰۃ کے منافی ہو۔ پھر نیت بھی دینے والے کی معتبر ہے لینے والا خواہ کچھ سمجھ کر لے۔ اس کا علم معتبر نہیں۔ اور ادائے زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کر دیا جائے کہ زکوٰۃ میں تملیک فقیر شرط ہے۔ یعنی کسی مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ، مال زکوٰۃ دیکر مالک بنا دینا۔ یہی وجہ ہے کہ رفاہ عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ کی رقوم کا صرف کرنا جائز نہیں۔ شریعت مطہرہ اس سے روکتی اور منع کرتی ہے۔ عالمگیری، ردالمحتار و غیرہما میں تصریح ہے کہ "مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا یا اس سے میت کو کفن دینا یا میت کا دین ادا کرنا۔ یا پل، سرائے، سقایہ، سڑک بنوا دینا۔ نہر یا کنواں کھدوا دینا، کافی نہیں"۔ نہ اس طرح کر دینے سے زکوٰۃ ادا ہو۔ پھر چونکہ زکوٰۃ کا فی سبیل اللہ خرچ کرنا لازم ہے تو ظاہر ہے کہ زکوٰۃ مدرسین یا دیگر ملازمین کی تنخواہ میں نہیں دی جاسکتی۔ یونہی اسے براہ راست کسی حاجت مند کی ضرورت میں صرف نہیں کر سکتے۔ بلکہ حکم ہے کہ اگر وہ مصرف زکوٰۃ ہے تو اسے مالک بنا دیں اور اسے اختیار ہے کہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے صرف کرے۔ اور انہیں مسائل سے یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ رقم کسی کو بطور قرض بھی نہیں دے سکتے۔ ہاں ان مصارف میں

صرف کرنے کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ زرزکوٰۃ کسی قابل اعتبار نیک بندے کو جوزکوٰۃ کا مصرف ہے، روپیہ بہ نیت زکوٰۃ دیکر اسے مالک کردیں اور پھر وہ اپنی طرف سے انجمن کو دیدے تو اب یہ رقم مذکورہ بالا مدات میں صرف ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ اسی لئے یہ بھی لازم ہے کہ زکوٰۃ کی رقوم دوسری رقوم سے علیحدہ رکھی جائیں۔ اگر خلط ملط کردیا گیا تو مصیبت دوچند ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب (عامۂ کتب)

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ قرض پر دینا اور اس پر نفع لینا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک برادری کی انجمن نے حال ہی میں رمضان شریف میں اپنے مقررہ ممبران سے زکوٰۃ اس انجمن میں جمع کرائی۔ کیونکہ انجمن نے اپنی تمام برادری سے اپیل کی تھی کہ یہ انجمن آپکی اصلاح کیلئے ایک ہسپتال، مدرسہ، دستکاری اسکول اور قوم میں جو غریب بیوہ اور یتیم کی امداد ہر فرد کریگا۔ اس لئے ہر ایک نے لبیک کہتے ہوئے قوم کے ہر فرد نے دل کھول کر امداد دی۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص نے انجمن کو درخواست دی ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم میرے کو بطور قرض دی جائے اور وہ بھی اس شرط پر کہ میں روپیہ پر آپکو آٹھ آنے منافع دونگا۔ جب کہ یہ شخص ایک اچھا صحت منداور اسکے تین لڑکے کمانے والے ہیں۔ کیا انجمن کو یہ حق پہنچتا ہے کہ یہ رقم بطور قرض منافع پر دے سکتی ہے یا نہیں؟ مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر قرآن وحدیث اور سنت کی روشنی میں یہ فرمائیں کہ یہ کام جائز ہے یا نہیں؟

صدر انجمن فلاح وبہبود نوجوانان ناگوری برادران حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ میں نیت شرط ہے۔ بغیر نیت کے ادا نہیں ہوتی اور نیت میں اخلاص شرط ہے بغیر اسکے نیت مہمل۔ اور اخلاص کے معنی یہ ہیں کہ زکوٰۃ صرف بہ نیت زکوٰۃ، وادائے فرض اور حکم الٰہی کی بجا آوری کیلئے دی جائے۔ اس کے ساتھ اور کوئی ایسا امر مقصود نہ ہو جوزکوٰۃ کے منافی ہے، پھر نیت بھی دینے والے کی معتبر ہے، لینے والا خواہ کچھ سمجھ کرلے، اسکا علم معتبر نہیں۔ اور ادائے زکوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ اس قدر مال کا محتاجوں کو مالک کردیا جائے کہ زکوٰۃ میں تملیک فقیر (فقیر کو مالک بنادینا) شرط ہے، یعنی کسی مصرف زکوٰۃ کو بہ نیت زکوٰۃ، مال زکوٰۃ دیکر مالک بنادینا۔ یہی وجہ ہے کہ رفاہ عامہ کے کاموں میں زکوٰۃ کی رقوم کا صرف کرنا جائز نہیں، شریعت مطہرہ اس سے روکتی اور منع کرتی ہے۔ عالمگیری، ردالمحتار وغیرھما میں تصریح ہے کہ "مال زکوٰۃ مسجد میں صرف کرنا یا اس سے میت کو کفن دینا یا میت کا دین (قرض) ادا کرنا یا پل، سرائے، سقایہ، سڑک بنوادینا، نہر یا کنواں کھدوادینا، کافی نہیں" نہ اس طرح کے دینے سے زکوٰۃ ادا ہو۔ پھر چونکہ زکوٰۃ کا فی سبیل اللہ خرچ کرنا لازم ہے تو ظاہر ہے، ہسپتال، مدرسہ، دستکاری اسکول یا ان کے ملازمین اور عملہ کی تنخواہوں میں نہیں دیجاسکتی، یونہی اسے براہ راست کسی حاجت مند کی ضرورت میں صرف نہیں کرسکتے۔ بلکہ حکم یہ ہے کہ اگر وہ مصرف زکوٰۃ ہے تو اسے مالک بنادیں اور اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی سے جہاں چاہے صرف کرے، اور ان ہی مسائل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ رقم کسی کو بطور قرض

بھی نہیں دے سکتے، چہ جائیکہ قرض دیکر اس میں واپسی کے وقت منافع بھی لیا جائے کہ یہ تو کھلا ہوا سود ہے جو حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وحرم الربوا (القرآن) اور سودی کاروبار حرام اور گناہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　۱۹۸۴/۷/۱۷ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

مکان کے کرایہ پر زکوٰۃ

سوال: ایک مالک مکان کے پاس مکان کا کچھ حصہ فالتو ہے جو کہ کرایہ پر چلاتا ہے۔ اب بتائیں زکوٰۃ مکان کی قیمت پر ہے یا جو کرایہ وصول کرتا ہے اس پر۔ کس طرح ادا کرے؟

۷۸۶ **الجواب:** اپنے استعمال کے مکان یا اسکے کسی حصہ کو کرایہ پر دیا، اس پر زکوٰۃ نہیں۔ ہاں کرایہ کی رقم نصاب کو پہنچے تو اس پر زکوٰۃ ہوگی۔ (عامہ کتب فقہ) واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　۱۲ مارچ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

مدرسہ میں زکوٰۃ دینے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، دینی مدرسہ جس میں قرآن پاک کی تعلیم مفت دیجاتی ہو اور مقامی بچے اسی علاقے کے پڑھتے ہوں غریب بچے ہوں ان بچوں سے اجرت نہیں لی جاتی ہو۔ کیا اس مدرسہ میں اسی شہر کے یا دوسرے شہر کے لوگ زکوٰۃ دے سکتے ہیں؟ جبکہ مدرسہ کا کوئی ذریعہ آمدنی بھی نہ ہو جس سے مدرسہ کے اخراجات پورے کئے جاسکیں۔

صوفی نثار احمد قاسمی، مدرسہ تعلیم القرآن جانثاران مصطفی، امریکن کوارٹر، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ میں شرط ہے کہ اسے کسی مستحق زکوٰۃ کی ملکیت میں دیدیا جائے۔ یوں کہ اس سے دینے والے کا کوئی مالی مفاد وابستہ نہ رہے۔ مدارس دینی میں زکوٰۃ، براہِ راست نہ مدرسہ کی تعمیر میں خرچ ہوسکتی ہے، نہ اس سے مدرسہ کیلئے دریاں، چٹائیاں، فرش، تپائیاں وغیرہ خریدی جاسکتی ہیں۔ نہ یہ رقم کسی استاد کی تنخواہ میں دیجاسکتی ہے۔ ہاں غریب طلباء کہ نادار ہوں اور علم دین پڑھتے ہوں، ان کے کھانے پینے، لباس و بستر وغیرہ میں صرف کرسکتے ہیں۔ خواہ ان کا ماہوار وظیفہ مقرر کردیں۔ یا مدرسہ میں مطبخ سے پکا کر کھلائیں پلائیں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے مکتبوں میں، ایسے طلباء میسر نہیں آتے۔ پھر آخر وہ زکوٰۃ وصول کرکے کہاں خرچ کی جائیگی۔ تو بلاوجہ دوسروں کی حق تلفی ہوگی اور الٹا گناہ۔ تفصیل کیلئے دیکھیں (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم) یہ مصیبت بھی وبا کی طرح پھیلتی جارہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۲/رجب ۱۴۰۰ھ

زکوٰۃ فرض ہونے کی شرط

سوال: خلیل العلماء حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
الحمدللہ خیریت سے رہ کر آپ کی خیر خداوند قدوس سے نیک چاہتا ہوں۔ درج ذیل مسئلہ کا جواب مرحمت فرمائیں تو
آپکا مجھ پر احسان ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کی بہتر جزا دینے والا ہے۔ والسلام، فقط۔ طالب دعا، محمد ہارون کاسانی قادری، کراچی
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ایک شخص نے اپنے تمام پیسوں سے ایک
پلاٹ فروخت کرکے نفع حاصل کرنے کی نیت سے خریدا۔ ایک گودام اپنی تجارت میں استعمال کیلئے خریدا اور بقیہ پیسوں سے
سامان تجارت (پرانے اونی کپڑے جسکی وہ تجارت کرتا ہے) بیرون ملک سے منگایا۔ جب اس شخص کا زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت
آیا تو اس شخص کے اپنے پیسے نہ رہے اور وہ قرضدار تھا۔ جس کی وجہ یہ کہ وہ پلاٹ نہ بیچ سکا کیونکہ قیمت بڑھنے کے بجائے
پچیس ہزار گھٹ گئی۔ ایک سال تک سامان جوں کا توں پڑا رہا لیکن اس کے بعد آدھا سامان قیمت خرید سے آدھی قیمت پر
بکا۔ آدھا سامان تجارت اب بھی موجود ہے اور بک نہیں رہا۔ پلاٹ کی قیمت اب بھی گھٹتی ہوئی ہے۔
صورت بالا میں ایسے شخص پر زکوٰۃ واجب ہے کہ نہیں اور کس چیز پر زکوٰۃ دے اور کس پر نہیں اور قیمت خرید پر حساب
کرے یا موجودہ قیمت پر حساب لگائے؟ المستفتی۔ محمد ہارون کاسانی، کراچی

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ فرض ہونے میں عربی سال کا، عربی ماہ کا اعتبار ہے۔ لہٰذا سب میں پہلے جس عربی مہینے کی، جس
تاریخ ووقت پر آدمی صاحب نصاب ہوا۔ اور ختم سال یعنی وہی عربی مہینہ وہی تاریخ وہی وقت، دوسرے سال آنے تک اس
کے پاس نصاب باقی رہا تو اب جتنا مال اسکی ملکیت میں ہے، خواہ وہ مال تجارت ہو یا نقد روپیہ وغیرہ، اتنے ہی مال کی زکوٰۃ
فرض ہوگی۔ اور اگر وہ صاحب نصاب ہی نہ رہا تو زکوٰۃ ساقط ہوگئی۔ زکوٰۃ دینے میں بازاری نرخ کا اعتبار ہوتا ہے قیمت خرید
کا نہیں۔ تاریخ مقررہ پر اس مال کی جتنی قیمت بنے اور نصاب کو پہنچے، اتنے ہی رقم کی زکوٰۃ فرض ہے۔ پلاٹ کی قیمت پر زکوٰۃ
نہیں نہ مکان پر زکوٰۃ ہے۔ ہاں ان سے آمدنی ہوتی ہو تو آمدنی پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ شعبان ۱۴۰۳ھ

مالک نصاب ہونے کی شرط

سوال: جناب عالی! خدمت اقدس میں درج ذیل مسئلے پیش ہیں۔ برائے کرم ومہربانی حنفی کتابوں کے حوالے سے
جواب عنایت فرمائیں۔
میں نے ایک پلاٹ ضرورت کے لئے خریدا ہے کیا اس پر زکوٰۃ واجب ہے؟
فقط والسلام مع الاکرام، باغبان جیولرز تلک چاڑی حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: پلاٹ جو اپنی ضرورت کیلئے خریدا وہ حاجت اصلیہ میں شامل ہے، اور اسپر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں جب

پلاٹ بیچا تو اگر اسکی قیمت اسکے پاس سال بھر رہی اور وہ نصاب کو پہنچی تو اس رقم کی زکوٰۃ واجب ہے، اگر وہ نصاب سے کم ہے لیکن گھر میں موجود دوسری زکوٰۃ واجب کرنے والی چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے ملکر نصاب بن جاتا ہے تو بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ (عامۂ کتب) کرایہ کے مکان پر زکوٰۃ نہیں۔ اس کی آمدنی جو کرایہ کی شکل میں ہوتی ہے اگر اسے محفوظ رکھتا ہے تو جب بھی وہ رقم نصاب کو پہنچے، تو اب مالک نصاب کہلائے گا لہٰذا اس دن سے سال زکوٰۃ شروع ہوگا سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ (بہار شریعت) اور اگر کرایہ کے علاوہ اور بھی رقم محفوظ ہے تو دونوں کو ملا کر جب بھی نصاب پورا ہو جائے زکوٰۃ واجب ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۴/۴/۳ء

۷۸۲ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں البرکاتی القادری عفی عنہ

حیلوں بہانوں سے غیر مصارف میں زکوٰۃ کا خرچ

سوال: ہماری تنظیم ہالا رمیمن جماعت ایک رفاہی تنظیم ہے۔ اپنی برادری کے سماجی اور اقتصادی مسائل حل کرنے میں کوشاں ہے۔ خصوصاً غریب، نادار اور ضرورتمند ممبروں کو اپنی بساط کے مطابق نقدی اور مالی مدد بھی کرتی ہے۔

یہی ہماری تنظیم ایک پراجیکٹ کی تکمیل چاہتی ہے۔ کوئی پلاٹ (زمین) خرید کر ایک عمارت تعمیر کرنا چاہتی ہے۔ جس میں جماعت کے آفس کے علاوہ ایک شادی ہال کی تعمیر کا منصوبہ بھی شامل ہے۔ جس سے حاصل شدہ آمدنی اوپر بیان کردہ مقاصد پر خرچ کی جائیگی۔ مزید مدرسہ اور ڈسپنسری بھی اسی عمارت کا ایک حصہ ہوگی۔ فتویٰ درکار ہے کہ: کیا ہمارے ممبران اس پراجیکٹ کیلئے زکوٰۃ فنڈ سے بھی مدد کر سکتے ہیں۔ اور کیا لوگوں سے زکوٰۃ کا پیسہ وصول کر کے پروجیکٹ کی تعمیر میں کوئی حیلہ وغیرہ کر کے رقم لگائی جاسکتی ہے؟ ہالا رمیمن جماعت، حیدرآباد

۷۸۲ **الجواب:** اموال زکوٰۃ میں حیلۂ شرعیہ کے بعد اگرچہ یہ اموال تمام امور خیر مثلاً تجہیز و تکفین، امداد اور تعاون مالی کے مستحق، متوسط الحال مسلمانوں وغیرہم پر صرف کئے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ درمختار و ہندیہ وغیرہما کتب معتبرہ اور فتاویٰ میں ہے، مگر ہزاروں روپیہ فضول خواہشوں یا دنیاوی آسائشوں یا ظاہری آسائشوں میں اٹھانے والے، مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ دینی و مذہبی ضرورتوں کیوجہ سے، خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کیلئے خدا کے بتائے ہوئے طریقوں پر اقدام کریں نہ کہ معاذ اللہ ان حیلوں سے ادائے زکوٰۃ کا نام کر کے اپنے خرد برد میں لائیں (مثلاً آفس یا شادی ہال کی تعمیر) کہ یہ امر، مقاصد شرع کے بالکل خلاف ہے۔ اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا سراسر ابطال ہے۔ تو گویا اسکا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے۔ ہاں جو لوگ اپنے آپ کو مستحق زکوٰۃ بتائیں اور ظاہری حال انکے بیان کی تصدیق کرے اور انہیں مستحق زکوٰۃ جان کر زکوٰۃ دیدی جائیں تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اور ان کی غلط بیانی خود ان کیلئے آخرت میں وبال جان ثابت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۴/۵/۱۰ء

۷۸۲ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ

زکوٰۃ سے مدرسہ کی تعمیر کیسی ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں مسئلہ کہ: ریلوے کالونی کوٹری میں واقع نوری مسجد میں اتنی گنجائش نہیں کہ پچاس ساٹھ بچے کلام پاک کی تعلیم حاصل کر سکیں۔ لہٰذا انتظامیہ مسجد نے ریلوے انتظامیہ سے مسجد سے ملحقہ پلاٹ برائے مدرسہ تعلیم القرآن حاصل کیا۔ اس میں مدرسہ تعلیم القرآن مسجد کے فنڈ سے زیر تعمیر ہے۔ کیا مذکورہ زیر تعمیر مسجد کی تعمیر کیلئے قربانی کی کھالیں اور زکوٰۃ کا پیسہ وصول کر کے صرف کیا جا سکتا ہے۔ قرآن کی تعلیم حاصل کرنے والے بچوں سے کوئی فیس نہیں لیجاتی۔ انعام الحق، خزانچی نوری مسجد ریلوے اسٹیشن کوٹری

۷۸۶ **الجواب:** مدرسہ کی تعمیر میں، زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم تو ہرگز استعمال نہیں کر سکتے۔ زکوٰۃ میں تملیک فقیر، (یعنی کسی مصرف زکوٰۃ کو، زکوٰۃ کی رقم دیکر اسے بالکلیہ مالک بنوا دینا) شرط ہے۔ اور یہ صورت نہ پائی گئی۔ ہاں جسے زکوٰۃ کی رقم دی گئی اور وہ اپنی طرف سے اب وہ رقم مدرسہ یا کسی اور کار خیر میں لگا دے تو یہ جائز ہے۔ البتہ قربانی کی کھالوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم اس مد میں صرف کی جا سکتی ہے۔ (درمختار، عالمگیری وغیرھما) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۵ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

کرایہ کی آمدنی پر زکوٰۃ کب ہے؟

سوال: مدینہ مسجد، کھائی روڈ، مدینہ مارکیٹ جو کہ میری بیوی کے نام پر گفٹ کیا ہوا ہے۔ اس پر کرائے کے تین فلیٹ ہیں۔ اس کے اوپر ذاتی رہائش ہے۔ پہلی منزل اور دوسری منزل میرے نام ہے۔ لیکن سب ایک ہی ہے۔ ٹھیکیدار کو پوری عمارت کی تعمیر کے سلسلے میں بقایا -/113000 روپیہ، کرایہ کی آمدنی دوکانوں اور فلیٹوں کی، ماہوار -/4000 روپیہ میں سے، مبلغ دو ہزار روپیہ ماہوار قسط ادا کی جاتی ہے۔ اس پر زکوٰۃ کتنی واجب الادا ہے۔ شرعی اعتبار سے فتویٰ دیں۔

فدوی شوکت علی، مکان نمبر C/۱۰-۲۴۱۳ کھائی روڈ، شوکت آٹو موبائلز اسٹیشن روڈ، حیدر آباد (سندھ)

۷۸۶ **الجواب:** مکان کی آمدنی کے علاوہ جبکہ آپنے دوسرے اموال زکوٰۃ کی، زکوٰۃ ادا کر دی ہے تو مذکورہ بالا صورت میں مکان کی آمدنی پر فی الحال کوئی زکوٰۃ فرض نہیں۔ کہ مکان پر قرض ہے۔ جب یہ قرض کی تمام رقم ادا ہو جائے۔ تو پھر اس کی آمدنی کو دوسرے اموال کے ساتھ ملا کر، چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں ادا کرنا فرض ہوگا۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۱۳ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

زکوٰۃ دینے میں نیت کافی ہے

سوال: سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ اور فطرہ کی رقم اگر کسی کو دی جائے تو کیا یہ ضروری ہے کہ لینے والے کو بتا کر دی جائے۔ تفصیل سے وضاحت کریں۔ عبدالعزیز شیخ، حالی روڈ، حیدر آباد

۷۸۶الجواب: زکوٰۃ یا فطرہ دینے میں اسکی ضرورت نہیں کہ فقیر کو زکوٰۃ یا فطرہ کہہ کر دے بلکہ صرف نیت زکوٰۃ کافی ہے۔ یہاں تک کہ اگر ہبہ یا قرض کہہ کر دے اور نیت زکوٰۃ یا فطرہ ہو ادا ہوگئی۔ (عالمگیری) یونہی نذر یا ہدیہ یا پان کھانے یا بچوں کی مٹھائی کھانے یا عیدی کے نام سے دی ادا ہوگئی۔ بعض محتاج ضرورت مند زکوٰۃ کا روپیہ نہیں لینا چاہتے۔ انہیں زکوٰۃ کہہ کر دیا جائیگا تو نہیں لیں گے۔ لہٰذا زکوٰۃ کا نہ کہے۔ (بہار شریعت پنجم) واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ

مسجد میں زکوٰۃ کا مال لگانا منع ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین درمیان اس مسئلہ کے کہ: فطرہ وزکوٰۃ یا عشر کا چندہ مسجد میں لگ سکتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تو قرض حسنہ لیا ہے۔ مہربانی فرما کر اسکو برائے شریعت قرآن پاک یا حدیث پاک سے ثابت کریں۔ کیونکہ یہاں بڑا فساد ہو رہا ہے اس بات پر۔ سید کریم الدین جناح کالونی، لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶الجواب: مسجد کی تعمیر میں زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم تو ہرگز استعمال نہیں کر سکتے کہ زکوٰۃ میں تملیک فقیر، (یعنی کسی مصرف زکوٰۃ کو، زکوٰۃ کی رقم دیکر اسے بالکلیہ مالک بنا دینا) شرط ہے اور یہ صورت نہ پائی گئی۔ ہاں جسے زکوٰۃ کی رقم دی گئی اور وہ اپنی طرف سے اب وہ رقم مسجد میں یا کسی اور کار خیر میں لگادے تو یہ جائز ہے۔ البتہ قربانی کی کھالوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقوم اس مد میں صرف کی جاسکتی ہیں۔ (درمختار، عالمگیری وغیرہما) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۴/۷/۱۰ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

مدرسہ میں مال زکوٰۃ دیں تو مہتمم کو بتادیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک شخص جو کہ زکوٰۃ کی رقم سے حدیث اور فقہ کی کتابیں خرید کر کسی دینی مدرسہ میں دینا چاہتا ہے۔ جبکہ دینی مدرسہ میں ان کتابوں کو امیر اور غریب دونوں طرح کے طالبعلم پڑھتے ہیں۔ کیا اس شخص کی طرف سے زکوٰۃ ادا ہوجائیگی یا نہیں؟ قرآن واحادیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں تو آپکی عین نوازش ہوگی۔ الٰہی بخش بلوچ، شاہ فیصل کالونی، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶الجواب: قرآن کریم نے زکوٰۃ کے سات مصارف بیان فرمائے ہیں، ان میں سے ایک ''فی سبیل اللہ'' ہے۔ یعنی راہ خدا میں خرچ کرنا۔ اسکی چند صورتیں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ طالبعلم جو علم دین پڑھتا یا پڑھنا چاہتا ہو اسے دے سکتے ہیں کہ یہ بھی راہ خدا میں دینا ہے۔ دوسرا مصرف ابن السبیل یعنی مسافر جسکے پاس مال نہ رہا اگرچہ اسکے گھر میں مال موجود ہو اسے بھی بقدر ضرورت زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ (عالمگیری، درمختار) لہٰذا صورت مسئول عنہا میں، زکوٰۃ کی رقم سے دینی

کتابیں خرید کر مدرسہ میں دے سکتے ہیں۔ کتابیں دیتے وقت مہتمم یا متولی مدرسہ کو اطلاع دیں کہ یہ مال زکوٰۃ سے ہیں، تاکہ متولی انکو جدا رکھے اور انہی طلباء پر صرف کرے جو مستحق ہوں یا مسافر طلباء ہوں، زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۴/۷/۱۷ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

زکوٰۃ سے تنخواہ جائز نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ: ایک جماعت میں ایک چپڑاسی کو تنخواہ دی جاتی ہے اس میں سے آدھی تنخواہ جماعت کے بجٹ میں سے دینا چاہتے ہیں جبکہ آدھی تنخواہ زکوٰۃ میں سے دینا چاہتے ہیں۔ آیا یہ جائز ہے کہ نہیں؟ چپڑاسی خود صاحب نصاب نہیں۔ محمد ہارون، صدر بانٹوا جماعت حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** جو شخص غریب مالک نصاب نہ ہو اسے زکوٰۃ کی رقم میں سے تنخواہ کے علاوہ دینا جائز ہے۔ (ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۰ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ ۲۰/ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

سود کی رقم لے کر دوسرے کو دے دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں عالم دین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ایک شخص سود نہیں لیتا اور سود کی رقم کسی غریب کو دینا چاہتا ہے تو وہ رقم دے سکتا ہے کہ نہیں دے سکتا؟ محمد ہارون، انعام میڈیکل اسٹور حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** سود لینا اور دینا دونوں حرام۔ قال اللہ تعالیٰ ''احل اللہ البیع و حرم الربوا'' اللہ نے تجارت کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔ لہٰذا سود کی رقم اپنے لئے استعمال نہیں کر سکتا بلکہ کسی غریب کو ویسے ہی بلا نیت ثواب دیدے۔ واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ، ۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۴ھ

صدقہ کس طرح دے؟ کسی کے دروازے میں جھانکنا، قبرستان میں جوتے پہن کر جانا

سوال: جناب اعلیٰ ایک مسئلہ ارسال خدمت ہے برائے کرم اسکا حل قرآن وسنت کی روشنی میں نکال کر تحریر فرمائیں۔ میں آپکا ممنون و مشکور رہونگا۔

۱۔ مسئلہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے مال اور اپنی جان کا صدقہ کرنا چاہے تو یہ صدقہ کس کو دے سکتا ہے کون اس کا مستحق ہے؟ اور جس کا صدقہ دینا ہو تو کیا اسکا نام لینا ضروری ہے یا کہ نہیں؟ اسی طرح مال کا صدقہ کس طرح دیا جائیگا؟ برائے مہربانی اس مسئلہ پر روشنی ڈال کر پریشانی کو حل کیجئے ایک مرتبہ پھر میں آپکا ممنون و مشکور رہونگا۔

۲۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص گلی میں سے گزر رہا ہو اور اگر اس گلی میں کسی کا دروازہ کھلا ہوا ہو تو وہ شخص جان بوجھ کر اپنے نفس کو نا قابو کرتے ہوئے ہر روز دروازہ کے اندر جھانکتا ہوا گزرے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا حکم ہے؟

۳۔ تیسرا مسئلہ قبرستان میں جوتے پہن کر جانا جائز ہے یا ناجائز؟ مجھے آپکے جواب کا انتظار رہے گا۔

سائل۔ عبدالوہاب خان زئی، لطیف آباد نمبر ۱۱

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں اپنی جان اپنے مال کا صدقہ نفل ہے۔ اور نفل صدقہ فقیر، مسکین، بیوہ، یتیم یا کسی بھی غریب مسلمان کو دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر صدقہ نذر مان کر واجب کرلیا ہے تو اسے ان لوگوں پر صدقہ کرے جن کو زکوٰۃ کا مال دیا جاتا ہے یعنی فقیر مسکین وغیرہ، کافر کو نہیں دیے۔ صدقہ دینے میں دینے والے کا نام لینا ضروری نہیں صرف نیت کافی ہے اس طرح مال کا صدقہ دیا جائے۔

۲۔ بیہقی نے سیدنا حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دیکھنے والے پر اور اس پر جس کی طرف نظر کی گئی اللہ کی لعنت۔ یعنی دیکھنے والا جب بلا عذر قصداً دیکھے جیسا کہ سوال میں ہے اور دوسرا بلا عذر قصداً دکھائے۔ ہاں عذر شرعی میں مثلاً بیمار کو حکیم ڈاکٹر وغیرہ دیکھے تو جائز ہے۔ (بہار شریعت)

۳۔ قبرستان میں جوتے پہن کر نہ جائے۔ ایک شخص کو حضور ﷺ نے جوتے پہنے پر فرمایا جوتے اتار دے نہ تو قبر والے کو ایذا دے نہ وہ تجھے۔ (بہار شریعت حصہ چہارم)

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۵ر محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ، ۵ر محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

صدقہ کا گوشت فروخت کرنا کیسا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کہ: ایک شخص نے صدقہ میں بکرا ذبح کیا اور گوشت ایک یتیم خانہ میں پہنچا دیا مگر یتیم خانہ کے منتظم نے بجائے اسکے کہ صدقہ کا گوشت یتیموں کو کھلاتا قصائی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور قصائی نے گوشت کو گاہک کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ نہ صرف یہ کیا، بلکہ یہ عمل مسلسل جاری ہے جتنے بھی بکرے یا گوشت یتیم خانہ میں آتا ہے اسی طرح قصائی خرید کر گاہکوں کے ہاتھ فروخت کرتا ہے لہٰذا

(۱) بتایا جائے کہ یہ کاروبار جائز ہے؟

(۲) کیا خرید کر کھانے والے گاہکوں کیلئے یہ حرام ہے؟

(۳) یتیم خانہ کے منتظم کا یہ طریقہ جائز ہے؟ امام الدین فقیر کا پڑ

۷۸۶ الجواب: صدقہ میں جو چیز کسی کو دی جائے تو لینے والا اسکا مالک ہو جاتا ہے۔ اور وہ مالک بننے کے بعد مختار ہے خواہ استعمال کرے یا فروخت کر کے کسی دوسرے ضروری کام میں لگائے۔ ہاں یتیم خانہ اور ایسے ہی کسی دوسرے ادارے کے

متولی کو اگر صدقہ کا سامان ودیعت کیا جائے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اسکو مستحقین کے اسی مصرف میں لگائے، لیکن اگر متولی یہ سمجھتا ہے کہ یہ جنس ضرورت سے زیادہ ہے اور ضائع ہونے کا اندیشہ ہے تو اسے فروخت کر کے دوسرے مصرف میں لگا سکتا ہے جو انہی مستحقین کیلئے ہو۔ خرید کر کھانے والوں کیلئے یقیناً وہ گوشت حلال ہے اس میں حرمت کہاں سے آ گئی۔ لوگوں کو چاہئے کہ ان معاملات میں متولی پر اعتماد کریں یا خود کھانا پکوا کر دیں۔ واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۵/۳/۱۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ

کیا مجبور شخص زکوٰۃ لے سکتا ہے؟

سوال: گذارش یہ ہے کہ ایک قلیل تنخواہ دار یا کم آمدنی والے شخص کی آدھی رقم مکان کے کرائے کے سلسلے میں نکلنے کے بعد اس کو معاشی مشکلات کا سامنا بھی ہو اور کبھی کبھی اسکو جائز ضروریات پر مقروض بھی ہونا پڑتا ہو۔ ایسا شخص اپنے ذاتی مکان یا پلاٹ کیلئے اور کرائے کے بار سے بچنے کی غرض سے اپنی ضرورت کی مطابق کسی سے زکوٰۃ حاصل کرنے کا حق رکھتا ہے یا نہیں؟ اور ایسی وصول شدہ رقم کی واپسی کیلئے بھی کوئی حکم ہے یا نہیں؟ جواب سے نوازیں عنایت ہوگی۔

سائل رونق جودھپوری، خطوط نویس صدر ڈاکخانہ حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم نے زکوٰۃ کے سات مصارف بتائے ہیں۔ اگر یہ شخص ان پر پورا اترتا ہو تو وہ زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ ان میں فقیر، مسکین، مقروض، مسافر اور طالب علم یا مجاہد جسکا خلاصہ یہ ہے کہ فقیر، لیکن مقروض صاحب نصاب نہ ہو، اور مقروض اگرچہ صاحب نصاب ہے، مگر قرض نکال دینے کے بعد صاحب نصاب نہ رہے، تو فقیر ہے۔ لہٰذا جو شخص مالک نصاب ہو (جبکہ وہ چیز حاجت اصلیہ سے فارغ ہو یعنی مکان، سامان، خانہ داری، پہننے کے کپڑے، سواری، اہل علم کیلئے کتابیں جو اس کے کام میں ہوں) اسکو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ نصاب سے مراد یہ ہے کہ سونے یا چاندی کا اپنا نصاب نہ ہو تو دونوں ملا کر اتنے ہوں کہ اسکی قیمت دوسو درم (ساڑھے باون تولہ چاندی) بن جائے۔ پھر جو شخص مالک نصاب نہ ہو اور زکوٰۃ لے تو وہ اسکا مالک ہے واپس کرنے کا کیا مطلب ہے۔ جس نے زکوٰۃ دی ہے اس کا اس رقم سے کوئی تعلق نہ رہا۔ ہاں یہ اگر چاہے تو بعد میں کسی بھی کار خیر میں لگا سکتا ہے لیکن زکوٰۃ کی واپسی کا اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ (عامۂ کتب) واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

زکوٰۃ و فطرہ کی رقوم سے لائبریری چلانا

سوال: کوئی شخص دینی لائبریری کیلئے زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھالیں، عطیہ، صدقہ یا کسی مرحوم کے نام پر ثواب کی خاطر رقم دینا چاہے تو کیا اس لائبریری میں رقم لگانا جائز ہے؟ برائے کرم یہ بھی فتویٰ کی رو سے بتلائیں کہ زکوٰۃ، فطرہ، قربانی کی کھالیں،

عطیہ یا صدقہ کی رقم سے لائبریری کی عمارت کی تعمیر جائز ہے یا ناجائز؟
اور کوئی بھی رقم دینے والا شخص یہ ظاہر نہ کرے اور اسکی مراد زکوٰۃ سے ہو تو کیا اس دی ہوئی رقم کو عمارت میں استعمال کرنا، بغیر کسی معلومات کے رقم لگادی گئی ہو تو کیا عمارت میں ایسا روپیہ لگا ہوا جائز ہوگا یا ناجائز؟
اور لائبریری میں کس قسم کی رقم لگانا جائز ہے۔ لائبریری کیلئے کتابوں کیلئے کیا مسئلہ ہے۔ اس لائبریری میں کتابوں کی رقم کس مد کی جائز ہوگی۔ آگے چل کر ہم ایک دینی مدرسہ بھی لائبریری میں چلانا چاہتے ہیں۔ فی الحال کوئی ایسا بندوبست نہیں۔ لیکن ارادہ ہے اگر کوئی صاحب اس میں مدد کرنا چاہیں تو رقم کیلئے معلوم کرنا ہے، جائز ہے یا ناجائز کہ یہ کس قسم کا روپیہ ہے۔ جس میں زکوٰۃ، عطیہ، کس قسم کی رقم ہو؟ اعجاز احمد، جامشورو

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم نے زکوٰۃ کے جو مصرف بیان فرمائے ہیں وہ یہ ہیں۔ فقیر، مسکین، عامل، رقاب، غارم، فی سبیل اللہ، ابن السبیل۔ غارم سے مراد مقروض ہے، فی سبیل اللہ سے مراد جہاد، یا بغیر سوال کئے جہاد پر جانے والا کہ اسکے پاس مال نہ ہو، یا دینی طالبعلم۔ ابن السبیل مسافر ہے۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے تملیک یعنی مصرف زکوٰۃ کو مالک بنادینا شرط ہے کہ بغیر تملیک زکوٰۃ ادا نہیں ہوسکتی۔ (درمختار وغیرہ) تو جب اس میں تملیک شرط ہے تو کتاب وغیرہ خرید کر وقف کردینا ناکافی ہے۔ (جوہرہ، تنویر، عالمگیری) لہٰذا لائبریری کیلئے زکوٰۃ، فطرہ، چرم قربانی نہیں دے سکتے۔ ہاں عطیہ یا صدقہ کی رقم سے دینی کتابیں خرید کر لائبریری میں رکھنا جائز ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زکوٰۃ وفطرہ کی رقم سے لائبریری کی تعمیر، دینی مدرسہ کی تعمیر درسگاہ کی تعمیر جائز نہیں ہے۔ ہاں ایسا ہوسکتا ہے کہ ایسی رقوم کسی مستحق زکوٰۃ کو دیکر مالک بنادیں پھر وہ اپنی طرف سے جس کار خیر میں چاہے خرچ کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۵/ ۵/ ۱۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

بڑے کام کے لئے دو تین سال تک زکوٰۃ روک کر رکھنا، حیلہ کے معنی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ زید صاحب نصاب ہے اور زکوٰۃ کی رقم کا حساب کرکے رکھ لیتا ہے اور اسکی منشاء یہ ہے کہ رقم کثیر ہونے کی صورت میں دو تین سال کے بعد اسکا مصرف کثیر رقم ہوجانے کی صورت میں کسی ضرورت مند کو مکان رہنے کیلئے دلایا جائے گا یا کسی ضرورت مند ماں باپ کو انکی بچی کی شادی میں خرچ کرے گا یا کسی عزیز رشتہ دار کو چھوٹا موٹا کاروبار کرادے گا۔ (ضرورت مند افراد سے مراد زکوٰۃ کے مستحق لوگ ہیں) تو کیا زکوٰۃ کی رقم اس طرح نوٹ کرکے حساب کرلی جائے اور ضرورت پڑنے پر مستحقین کو پہنچائی جائے۔ چاہے پھر یہ رقم ایک روپیہ سے ایک لاکھ روپے تک کیوں نہ ہو؟ کیا اس طرح کوئی فلاحی ادارہ، جماعت، ایسوسی ایشن، ممبران سے زکوٰۃ کی رقم وصول کرکے ایک پلاٹ خرید کر اس میں مکان کے ضرورت مند زکوٰۃ کے مستحق

حضرات کیلئے تعمیری کام شروع کرائے جو کہ دو تین سال کے اندر پایہ تکمیل کو پہنچنے کا منصوبہ ہو اس میں اس طرح زکوٰۃ کی جمع شدہ رقم کو ضرورت کے مطابق خرچ ہوتی رہے اور جمع شدہ زکوٰۃ کی رقم دو تین سال یا زیادہ عرصہ تک تھوڑی تھوڑی استعمال میں آتی رہے جوں جوں تعمیراتی کام ہوتا رہے۔ کیا اس طرح زکوٰۃ کی رقم کا صحیح مصرف قابل قبول ہوگا؟

ہمارے ہاں چند ممبر حضرات کا اصرار ہے کہ زکوٰۃ کی رقم کو سال پورا ہونے تک تقسیم کر دینا چاہئے رقم کو بچا کر رکھنا جائز نہیں تو مفصل حوالہ جات کے تحت قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں مفصل تفصیل کے ساتھ فتویٰ صادر فرمائیں۔ ضرورت مند حضرات جن کو مکان بنا کر دینا ہے انکا نام اور پلاٹ میں تعمیر ہونے والے مکان کی فہرست میں طے پا چکا ہے تعمیری کام جماعت کے ہاتھ میں نیز یہ بھی شبہ پایا جاتا ہے کہ اگر انکو رقم دیدی جائے یعنی رقم کا مالک بنا دیا جائے تو یہ رقم انکے ہاتھوں صحیح صرف ہونے کا اندیشہ اور اسکیم کے تحت مکان تعمیر نہ ہو سکے اور جس نیت خلوص اور منشاء کے ساتھ زکوٰۃ کی رقم جمع کی گئی ہے اگر زکوٰۃ کو ایک ہی سال میں تقسیم کر دینے کا شرعی جواز موجود ہے تو اسکا مصرف عین منشاء کے مطابق نہ ہو سکے تو از راہِ کرم ایسی صورت میں کیا کرنا چاہئے؟ مفصل جواب تحریر کریں۔

نیز سابقہ اسکیم میں اس طرح کا واقعہ بھی رونما ہوا کہ اسکیم کے تحت زکوٰۃ سے مکان تعمیر کرا کے مستحقین حضرات کو دیدیا گیا اور رجسٹریشن وغیرہ ان حضرات کے نام کرا کے مکمل مالکانہ حقوق دیدیئے گئے جس کے نتیجے میں چند ایک حضرات نے مکان فروخت کر دیا اور اسکی رقم کھا پی کر پوری کر دی پھر وہی بے گھر قلیل آمدنی بچوں کی کفالت کا بوجھ ناقابل برداشت ہو گیا۔ کیوں کہ ۱۰۰۰/۱۲۰۰ کی آمدنی میں ۳۰۰/۴۰۰ کی رقم کرایہ میں دینی پڑتی تھی پھر مکان کی ضرورت کیلئے ہاتھ پھیلانے پر مجبور ہو گئے۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے جماعت والوں نے ایک رائے قائم کی ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے مکان تعمیر ہونے کے بعد مستحق لوگوں کو دیدیئے جائیں مگر مکان کا مالکانہ حقوق یعنی رجسٹریشن وغیرہ جماعت کے نام پر ہوتا کہ جماعت کی مرضی کے بغیر کوئی مالک مکان فروخت نہ کر سکے اور اس طرح سے کرنے میں جماعت والوں کی نیت بالکل صاف ہے محض ان لوگوں کے سر چھپانے کے مکمل بندوبست کیلئے اسطرح سوچا گیا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مکان کسی کو دینے کے بعد کون خالی کرا سکتا ہے اگر انکے حالات پھر جائیں اور وہ مزید اس میں نہ رہنا چاہیں تو جماعت کو واپس خالی کر کے دیدیں اسکی جگہ دوسرے مستحق لوگوں کو بسا دیا جائے آیا اسطرح کا کام عین شرع کے مطابق ہے اور اس طرح زکوٰۃ کی رقم کا استعمال جائز ہے فتویٰ مفصل حوالہ کے ساتھ دیکر مشکور فرمائیں۔

۲۔ حیلہ سے کیا مراد ہے؟ حیلہ کا شرعی جواز کیا ہے؟ حیلہ کس طرح کرنا چاہئے؟ کیا زکوٰۃ کی رقم قرض حسنہ کے طور پر دیجا سکتی ہے یا زکوٰۃ کی رقم کا حیلہ کرنے کا طریقہ درست ہے اور جائز ہے کہ جماعت کی یا کسی فرد کی جمع شدہ زکوٰۃ کی رقم ایک شخص کو دیدی جائے اور اسکے علم میں یہ بات ڈال دی جائے کہ یہ رقم لیکر جماعت، یا کسی دوسرے فرد، کو دیدے اور رقم لینے والا دوسرا فریق یہ رقم جماعت کو واپس لوٹا دے اس طرح زکوٰۃ کی رقم ایک قسم کے نذرانہ میں تبدیل ہو جائے گی اور اس رقم کے ذریعے جماعت کے دوسرے ضرورتمند حضرات کو قرض حسنہ کے طور پر دیا جائے۔ یا کسی ضرورتمند کی شادی کے موقع پر کسی بھی ضرورت

کے تحت اسے قرض دیا جائے یا جماعت کے دوسرے کسی بھی کام میں خرچ کیا جائے کہ جس سے جماعت کو فائدہ پہنچے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ساتھ تعاون کر سکے۔ یہاں ضرورتمند حضرات سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہیں، اگر ہیں بھی تو سفید پوش ہیں جو کسی کے آگے سوال نہیں کرتے۔ حیلہ کرانے کا یہ طریقہ جائز ہے اور اسطرح حیلہ کرانے والے کو ۵۰/۱۰۰ بخوشی دئے جاسکتے ہیں اور جماعت کی زکوٰۃ کی رقم کا حیلہ بھی ہو جاتا ہے کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رقم زکوٰۃ کی جمع کر کے اکاؤنٹ (بینک) میں جمع کرادی جاتی ہے پھر حیلہ کرانے کیلئے جن حضرات کے ذریعے حیلہ کرنا مقصود ہوتا ہے اس کو بینک ساتھ لیجا کر اسے چیک دیدیا جاتا ہے۔ بینک سے جو ٹوکن جاری ہوتا ہے وہ ٹوکن جس کو چیک دیا گیا ہو وہ اسکے ساتھ جانے والے معزز حضرات کو دیدیتا ہے اور وہ رقم ٹوکن لینے والا جماعت کا معزز فرد بینک سے رقم وصول کر لیتا ہے اور جسکے ذریعے حیلہ کرایا گیا تھا اسکو جو بھی نذرانہ ۵۰/۱۰۰ دینا ہوتا ہے دیدیا جاتا ہے۔ کیا یہ طریقہ بھی درست اور جائز ہے۔ حیلہ کرانے کا مقصد رقم کو زکوٰۃ سے تبدیل کر کے پاک یا صاف کرنا مقصود ہوتا ہے اور اس سے لوگوں کے تعاون پر بوقت ضرورت استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اس میں جماعت کی کوئی خود غرضی یا ذاتی مقصد نہیں ہوتا۔ بالکل خلوص نیت کے ساتھ سب کو فائدہ اور ترقی پہنچانا مقصود ہوتا ہے تو ازراہِ کرم مفصل حوالہ جات کے تحت فتویٰ دیکر مشکور فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ نیز یہ بھی ضرور فتویٰ دیں کہ کیا زکوٰۃ کی رقم بطور قرضِ حسنہ دیجا سکتی ہے؟ لینے والے کا مقصد بچی یا بچہ کی شادی کا موقع ہو یا مکان کی تعمیر یا دوسرے ضروری کام پر مشتمل ہو اور لینے والا سفید پوش ہو یا اس حد تک ہو کہ گزارہ کر لیتا ہو مگر دیگر ضروری اخراجات کیلئے رقم نکالنا مشکل ہو یہاں جماعت کی نیت کا خاص خیال رہے کہ اسکا مقصد بے لوث ضرورتمند لوگوں کی خدمت اور تعاون کرنا ہے۔ ازراہِ کرم فتویٰ صادر فرما کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ والسلام، حاجی محمد اقبال عبدالستار، میمن کیشود جماعت، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: زکوٰۃ فرض ہے اور ادا میں تاخیر کرنے والا گناہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ (عالمگیری) زکوٰۃ شریعت میں اللہ کیلئے مال کا ایک حصہ جو شرع نے مقرر کیا ہے مسلمان فقیر کو مالک کر دینا ہے۔ اور اس سے اپنا نفع اس سے بالکل جدا کر لے۔ (درمختار) مباح کر دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی مثلاً فقیر کو بہ نیت مکان رہنے کو دیا، زکوٰۃ ادا نہ ہوئی کہ مال کا کوئی حصہ اسے نہ دیا بلکہ منفعت کا مالک کیا۔ (درمختار) لہٰذا زکوٰۃ ادا کرنے میں یہ ضروری ہے کہ جسے دیں اسے مالک بنا دیں اباحت کافی نہیں۔ زکوٰۃ کا رکن تملیک فقیر ہے جس کام میں تملیک فقیر نہ ہو کیسا ہی کار حسن ہو اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہو سکتی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد چہارم، جوہرہ، عالمگیری) ختم سال پر فوراً زکوٰۃ ادا کرنا لازم ہے تاخیر جائز نہیں لہٰذا کل مال زکوٰۃ فوراً ادا کرے۔ (بہار شریعت، عالمگیری) لہٰذا سوال نمبر ۱ کے تحت اسکیم جائز نہ ہوگی۔

۲۔ حیلہ شرعی کا طریقہ یہ ہے کہ فقیر کو مال کا مالک کر دیں اور وہ صرف کرے۔ (ردالمحتار) زکوٰۃ کی رقم قرض حسنہ میں نہیں دے سکتے کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے۔ ہاں جسے دیں اسے مالک بنا دیں تو صحیح ہوگا۔ حیلہ کرنے والے کو بعد میں کچھ رقم پہلے سے طے کیے بغیر دیدیں تو جائز ہوگا۔ اس طرح اسے یہ معلوم نہ ہو کہ حیلہ کرنے پر رقم ملتی ہے بلکہ اپنی خوشی سے دیدیں تو صحیح ہوگا۔

اموال زکوٰۃ میں حیلہ شرعیہ کے بعد اگرچہ یہ اموال تمام امور خیر مثلاً تجہیز و تکفین، امداد اور تعاون مالی کے مستحق،

متوسط الحال، مسلمانوں پر صرف کیے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ اوپر کے حوالہ جات درمختار، ہندیہ وغیرھا کتب معتبرہ اور فتویٰ میں ہے۔ مگر ہزاروں روپیہ فضول خواہشوں یا دنیاوی آسائشوں یا ظاہری آسائشوں میں اٹھا دینے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ دینی و مذہبی ضرورتوں کی وجہ سے خالص خدا ہی کے کاموں میں صرف کرنے کیلئے خدا کے بتائے ہوئے طریقوں پر اقدام کریں نہ کہ معاذ اللہ ان حیلوں کے ذریعے سے ادائے زکوٰۃ کا نام کر کے اپنے خرد برد میں لائیں۔ (مثلاً زکوٰۃ کی رقم سے پلاٹ وغیرہ خریدنا، قرضہ حسنہ دینا وغیرہ) کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف ہے اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا سراسر ابطال ہے۔ ہاں جو لوگ اپنے کو مستحق زکوٰۃ بتائیں اور ظاہری حال انکے بیان کی تصدیق کرے اور انہیں مستحق جان کر زکوٰۃ دیدی جائے تو زکوٰۃ ادا ہو جائیگی۔ اور انکی غلط بیانی خود ان کیلئے آخرت میں وبال جان ثابت ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　　　　یکم رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، یکم رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

یہ وصال سے پہلے، آخری فتویٰ کی تصدیق ہے ۲۸ ررمضان المبارک ۱۴۰۵ھ کو آپ واصل باللہ ہوئے۔

زکوٰۃ کی رقم سے علاج فنڈ قائم کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: چند اہل نصاب حضرات نے زکوٰۃ کی رقوم کو بہتر طور سے مستحقین تک پہچانے کیلئے ایک انجمن تشکیل دی ہے۔ جو مستحقین زکوٰۃ کو نقد رقوم کی ادائیگی کے علاوہ مستحقین زکوٰۃ غریب و نادار افراد کی ٹی بی یا دیگر امراض میں مبتلا ہونے پر علاج و معالجہ کی سہولت فراہم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اس انجمن نے زکوٰۃ کی رقم کے علاوہ دیگر فنڈ سے ایک ہسپتال قائم کیا ہے جو کہ کرایہ کی عمارت میں ہے جس میں مستحقین زکوٰۃ کے علاوہ ہر خاص و عام کا علاج کیا جاتا ہے اور مستحقین زکوٰۃ کیلئے علیحدہ کھاتہ رکھا گیا ہے۔ صورت مسئولہ میں حسب ذیل سوالات کا جوابات مرحمت فرمائیں۔

۱۔ کیا زکوٰۃ فنڈ سے عمارت کا کرایہ بمعہ اخراجات بجلی وغیرہ کا کچھ حصہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً ایک ماہ میں سو مریض آتے ہیں جن میں سے پچیس مریض مستحق زکوٰۃ ہوتے ہیں۔ تو کیا کرایہ کا پچیس فیصد زکوٰۃ فنڈ سے دیا جاسکتا ہے یا محض ایک خاص حصہ مقرر کر کے دیا جاسکتا ہے۔

۲۔ مریض کی جو مستحق زکوٰۃ ہیں ان کے معالجہ کی فیس کے طور پر اس ڈاکٹر کو جو مجموعی طور پر سب کا علاج کر رہا ہے کچھ حصہ مقرر کر کے دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ ہسپتال میں ڈاکٹر کے علاوہ عملہ بھی ہے اسکی تنخواہوں میں کچھ حصہ مقرر کر کے دیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر شیخ صلاح الدین قادری رضوی، رضا کلینک، پکا قلعہ، حیدر آباد، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** زکوٰۃ فرض ہے اسکا منکر کافر اور نہ دینے والا فاسق اور قتل کا مستحق اور ادا میں تاخیر کرنے والا گناہگار و مردود الشہادۃ ہے۔ لہٰذا انجمن زکوٰۃ وصول کر کے ایک سال یا کم و بیش آہستہ آہستہ وہ رقم مستحقین کو ادا کرے تو یہ جائز نہ ہوگا

کہ ادائیگی میں تاخیر ہوئی جو کہ جائز نہیں۔فقیر کو مال زکوٰۃ کا مالک بنا دینا شرط ہے اور مال کی منفعت کا مالک بنایا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی کہ تملیک شرط ہے کہ مال کا مالک بنادے۔(عالمگیری) لہٰذا

۱۔ زکوٰۃ فنڈ سے عمارت کا کرایہ اور بجلی وغیرہ کے اخراجات ادا نہیں کر سکتے۔اور نہ ہی اس عمارت کے کسی مختص حصہ کا کرایہ دینا جائز ہے کہ یہ مال کا مالک نہ بنایا بلکہ اسکی منفعت حاصل کی اور منفعت کے حصول سے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔(درمختار)

۲۔ ڈاکٹر کو کچھ حصہ مقرر کر کے مال زکوٰۃ سے نہیں دے سکتے کہ یہاں بھی منفعت مستحق زکوٰۃ کو حاصل ہوئی اور اس سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔(درمختار)

۳۔ ڈاکٹر یا عملہ کو زکوٰۃ فنڈ سے تنخواہ کا کچھ حصہ مقرر کر کے نہیں دے سکتے کہ مستحق زکوٰۃ نہیں ہیں اور پھر مال زکوٰۃ کو بطور تنخواہ یعنی محنت کا معاوضہ نہیں کہہ سکتے۔(عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ، ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

زکوٰۃ کے مال سے متوفی سید کا قرض ادا کرنا

سوال: بخدمت شریف جناب مفتی اعظم حیدر آباد قبلہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب، السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ جناب عالی! خدمت اقدس میں ذیل کے مسائل حاضر ہیں برائے مہربانی فقہ حنفی کے مطابق جواب بالصواب سے نوازدیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ

(۱) ایک غریب سید شخص کا انتقال ہوا۔اب ایک شخص کہتا ہے کہ میرے دو ہزار روپے سید صاحب پر قرض ہے اگر وارث مجھے ادا نہیں کریں گے تو میں قیامت میں لے لوں گا معاف نہیں کرتا ہوں۔شاہ صاحب کے لڑکے نہیں صرف دو غریب بچیاں ہیں۔ان کو قرض ادا کرنے کی کچھ قدرت نہیں ہے۔محلہ کے لوگ کہتے ہیں فطرہ کے پیسے جمع کر کے سید صاحب کا قرض ادا کریں تو یہ جائز ہوگا یا نہیں۔کیونکہ زندگی میں تو صدقہ واجب سید صاحب پر نہیں تھا؟

(۲) دوم مسئلہ کہ سید کی غیر سید بیوی صدقہ واجبہ لے سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) سوم مسئلہ یہ ہے کہ عالم دین اگر غریب ہو تو مال زکوٰۃ لے سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) چہارم یہ کہ مقتدی فرض علیحدہ پڑھے تو وتر جماعت سے پڑھے یا جدا پڑھے؟

فقط سید جمیل شاہ جیلانی کراچی 10/07/1982

۷۸۶ الجواب: اس قسم کے مصارف میں زکوٰۃ وفطرہ کی رقوم کو صرف کرنا چاہیں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص مصرف زکوٰۃ ہو، اسے یہ رقم بہ نیت زکوٰۃ دیکر اس کا قبضہ کرا دیں۔پھر وہ اپنے آپ خواہ ان سید صاحب کی اولاد کو دیکر قرض خواہوں کو ادا کر دیں۔اس میں ثواب دونوں کو ملے گا۔(درمختار وغیرہ) واللہ اعلم

(۲) عورت جبکہ خود سادات و بنی ہاشم سے نہیں۔ کسی سید کے نکاح میں جانے سے سیدہ نہیں بن گئی۔ اس لئے اگر وہ مصرف زکوٰۃ ہے تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ واللہ اعلم

(۳) عالم دین اور دینی طالب علم جبکہ سید ہاشمی نہ ہوں اور نہ صاحب نصاب ہوں۔ غرض وہ مصرف زکوٰۃ ہوں تو انہیں زکوٰۃ و فطرہ کی رقوم دی جاسکتی ہیں۔ بلکہ انہیں دینا عام حاجتمندوں کو دینے سے بہتر ہے تاکہ وہ اپنی سفید پوشی کو قائم رکھ سکیں۔ (عالمگیری) مگر عالم دین کو دے تو اس کا لحاظ رکھے کہ اس کا اعزاز مدنظر ہو۔ ادب کے ساتھ دے جیسے چھوٹے بڑوں کو نذر کردیتے ہیں۔ اور معاذ اللہ عالم دین کی حقارت اگر قلب میں آئی تو یہ ہلاکت اور بہت سخت ہلاکت ہے۔ (بہار شریعت) اور یہ بھی لحاظ رکھیں کہ وہ سنی صحیح العقیدہ ہو کہ بدمذہب کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ (درمختار) واللہ اعلم

(۴) اگر کسی وجہ سے نماز عشا باجماعت نہ ملی اور تنہا پڑھ لی اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی تو وتر تنہا پڑھے۔ (درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ ر رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الصیام

روزہ میں انجکشن کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ روزہ کی حالت میں ٹیکہ لگانا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو اسکا حوالہ کتابوں سے عنایت ہو۔

۲۔ یہ کہ روزہ کی حالت میں دوا کان یا ناک وغیر میں ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ انکا حوالہ بھی کتابوں سے عنایت ہو۔

۳۔ روزہ کی حالت میں دھوئیں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ بہر حال سب کے حوالے کتابوں سے عنایت ہوں۔

راقم عبدالرشید سومرو، شہداد کوٹ ضلع لاڑکانہ

بینوابالبرھان، توجروا عنداالرحمن

۷۸۶ الجواب: ۱۔ تحقیق سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ انجکشن کے ذریعہ سے دوا جوف عروق میں نہیں پہنچتی، اور فساد صوم کے لئے مفطر کے جوف دماغ یا جوف بطن تک پہنچنا ضروری ہے۔ اصل یہ ہے کہ (منافذ سوراخوں کے ذریعے سے جیسے کان ناک منہ وغیرہ سے غذا یا دوا کا معدہ میں پہنچنا روزہ کو فاسد کرتا ہے اور چونکہ دماغ وغیرہ میں دوا ڈالنے سے معدہ میں پہنچ جاتی ہے اس لئے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ خلاصہ الفتاوی میں ہے وماوصل الی جوف الرأس والبطن من الاذن والأنف والدبر فھو مفطر بالاجماع اور جو، جوف سر اور پیٹ میں کان اور مقعد سے پہنچ گئی وہ بالا جماع روزہ کو توڑ دیگی چنانچہ انجکشنوں کے ذریعے دوا سے پرہیز کیا جائے جنکی وجہ سے دل پر اثر ہو اور روزہ توڑنے کی نوبت پہنچے۔

۲۔ روزہ کی حالت میں ناک یا کان میں دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جائیگا کیونکہ کان یا ناک میں دوا ڈالنے سے دوا جوف دماغ یا جوف معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے روزہ ٹوٹ جائیگا اسکا حوالہ نمبرا میں گزرا وما وصل الی الرأس الخ۔

۳۔ روزہ کی حالت میں قصداً دھواں پہنچانے سے روزہ ٹوٹ جائیگا جیسے حقہ اور سگریٹ پینے سے اور اگر بغیر قصد کے دھواں ناک یا منہ سے بھی پہنچے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا جیسے عورت روٹی پکارہی ہے اور دھواں ناک یا منہ میں پہنچ رہا ہے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ قصد نہیں۔ ردالمحتار میں ہے ولو ادخل حلقه الدخان افطر ای دخان کان اور اگر اپنے حلق میں دھواں داخل کیا روزہ ٹوٹ گیا۔ کیسا بھی دھواں ہو یعنی قصداً دھواں حلق میں داخل کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احقر العبد ابوالبرہان محمد رمضان، نائب مفتی وفاضل دار العلوم حزب الاحناف لاہور، ۴ رجون ۱۹۶۶ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

شوگر کے مریض کے لئے روزہ کا مسئلہ

سوال: علمائے کرام اور بزرگان دین سے التجا کی جاتی ہے کہ بیماری کی حالت میں روزہ نہ رکھنے پر کیا کرنا چاہئے؟ ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق روزہ نہ رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے جبکہ زندگی بھر کبھی روزہ نہیں چھوڑا۔ روزہ رکھنے کی حالت میں صحت کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے۔ جسکو ذیابیطس کا مرض ہو ان کیلئے شرعی قانون قرآن و حدیث، فقہ، علماء کرام بزرگان دین کیا فرماتے ہیں۔ بینوا، توجروا مولوی محمد حسین، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: فتاوی رضویہ جلد چہارم میں ہے کہ جو ایسا مریض ہے کہ روزہ نہیں رکھ سکتا روزہ سے اسے ضرر ہوگا یا مرض بڑھے گا اور یہ بات تجربہ سے ثابت ہو یا مسلم طبیب ماہر کے بیان سے جو فاسق نہ ہو تو جتنے دن یہ حالت رہے تو پورا مہینہ وہ ناغہ کر سکتا ہے اور بعد صحت اسکی قضاء رکھے جتنے روزے چھوڑے ہوں اگر یوں نہ رکھ سکے تو سردیوں میں رکھے۔ لگاتار نہ رکھ سکے تو دو چار دن بیچ میں ناغہ کر کے رکھے اور خدا نہ کرے اسکی بھی طاقت نہ ہو تو ہر روزہ کا فدیہ دینے کا حکم ہے۔ صدقہ فطر کی مقدار۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رمضان المبارک ۱۴۰۲ھ

سحری اور افطار کے وقت میں احتیاط

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ: زید یہ کہتا ہے کہ سحری کے ٹائم میں احتیاطی منٹ شامل نہ کئے جائیں جبکہ بکر یہ کہتا ہے کہ سحری صبح صادق سے ۵ منٹ قبل ختم کی جائے تاکہ روزہ میں شک پیدا نہ ہو۔ کیونکہ تمام گھڑیاں درست نہیں ہوتیں اور سائرن والے بھی بعض اوقات سستی کا مظاہرہ کر دیتے ہیں۔ لہٰذا احتیاطی منٹ شامل نہ کرنے کی صورت میں روزہ میں خلل آئے گا یا نہیں؟ نیز شہداد پور حیدرآباد کے مشرق کو واقع ہے وہاں سحری کا وقت اور افطار کا وقت پہلے روزہ کو کیا ہوگا اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ صبح کی اذان سحری کے ختم ہونے کے کتنی دیر بعد کہی جائے؟

عبدالستار چندریگر، خطیب مصطفیٰ مسجد، شہداد پور

۷۸۶ الجواب: سحری اور افطار میں احتیاطی منٹ اس لیے شامل کر دیے جاتے ہیں کہ گھڑیاں کم وبیش وقت دیتی ہیں اور بعض اوقات لاپرواہی شامل حال ہو جاتی ہے۔ احتیاطی منٹ میں احتیاط رہتی ہے اور عموماً صحیح وقت پر سحری و افطار میسر آجاتا ہے۔ نقشے میں احتیاطی منٹ شامل نہ بھی کیے جائیں تو تب بھی سحری و افطار میں احتیاط لازم ہے۔ بلکہ یہی احتیاط اوقات اذان میں بھی ضروری ہے۔ اس لیے حکم ہے کہ جب صبح صادق اور غروب آفتاب کا ظن غالب ہو جائے تو اذان کہی جائے۔ اور ظن غالب عموماً نقشوں میں دیے ہوئے اوقات پر ۵ منٹ تاخیر سے حاصل ہوتا ہے۔ طول البلد ایک ہو تو ہر سو میل کے فاصلے پر جانب مشرق ۵ منٹ کا اضافہ ہوتا جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ شعبان ۱۴۰۰ھ

استحاضہ والی عورت کا روزہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: مستحاضہ عورت کو رمضان المبارک میں کھانا پینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کھائے گی تو روزہ داروں سے چھپ کے کھائے یا کھلے بندوں کھا سکتی ہے؟ بعض کا خیال ہے کہ مستحاضہ کیلئے ظاہر طور پر کھانا ضروری ہے۔ دیگر یہ کہ اگر نصف یوم گزرنے کے بعد حیض شروع ہو جائے تو اس عورت کو بقیہ دن کس طرح رہنا چاہیے یعنی روزہ میں یا بلا روزہ اور اس دن کے روزہ کی قضاء لازم ہوگی یا نہیں؟

۲۔ مسافر کو روزہ رکھنا ضروری ہے یا نہیں۔ جب کہ آجکل سفر میں بھی کوئی خاص تکلیف نہیں ہوتی، بصورت دیگر اس کو کھلے بندوں کھانا جائز ہے یا احترام رمضان کی وجہ سے چھپ کر کچھ کھا سکتا ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی۔ فقیر جان محمد غفاری، نزد ٹنڈو الہیار، ضلع حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نہیں، بلکہ بیماری کے باعث نکلتا ہے اسے استحاضہ کہتے ہیں اور ایسی عورت کو مستحاضہ۔ اور مستحاضہ پر نہ نماز معاف ہے نہ روزہ۔ نہ ایسی عورت سے صحبت حرام۔ (عامہ کتب) سائل کا مقصد شاید حیض و نفاس والی عورت کے متعلق معلوم کرنا ہے۔ تو اسکا حکم یہ ہے کہ ایسی عورت کو اختیار ہے کہ چھپ کر کھائے یا ظاہراً۔ روزہ دار کی طرح رہنا اس پر ضروری نہیں۔ (جوہرہ نیرہ) مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے خصوصاً حیض والی کیلئے۔ جیسا کہ دیندار گھرانے میں معمول ہے۔ عورت کو جب روزہ کی حالت میں حیض و نفاس آ گیا تو روزہ جاتا رہا۔ عورت اس کی قضاء رکھے، فرض تھا تو قضاء فرض ہے اور نفل تھا تو قضاء واجب۔ روزہ دار کی طرح رہنا اس پر واجب نہیں۔

عورت اگر دس دن سے کم میں حیض سے پاک ہوئی اور اتنا وقت بھی نہیں کہ صبح صادق ہونے سے پہلے نہا کر، کپڑے پہن کر اللہ اکبر کہہ سکتی تو اس دن کا روزہ فرض نہ ہوا۔ البتہ روزہ داروں کی طرح رہنا اس پر واجب ہے۔ کوئی بات ایسی جو روزے کے خلاف ہے مثلاً کھانا پینا حرام ہے۔ (عامۂ کتب)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ خود اس مسافر کو اور اسکے ساتھ والے کو روزہ رکھنے میں ضرر نہ پہنچے جیسے آجکل کے سفر۔ تو روزہ رکھنا سفر میں بہتر ہے ورنہ نہ رکھنا بہتر۔ (درمختار) پھر بھی روزہ کا جس قدر احترام کریگا اس کے حق میں بہتر ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ رمضان المبارک ۱۴۰۰ھ

روزہ میں طاقت کے انجکشن لگوانا

سوال: معظمی جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب

مودبانہ عرض ہے کہ حسب ذیل مسئلہ پر شرعی نقطۂ نظر سے فتویٰ مرحمت فرمایئے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ: کیا کوئی تندرست مسلمان اپنی جسمانی طاقت حاصل کرنیکی خاطر بحالت روزہ گلوکوز vitamin، B، C وغیرہ کے انجکشن لے سکتا ہے یعنی لگوا سکتا ہے۔ اس طرح اس کے روزہ پر کوئی شرعی اثر

پڑتا ہے یا نہیں؟ احقر محبوب علی خاں

۷۸۶ **الجواب:** تندرست تو تندرست کوئی ناتواں سے ناتواں مسلمان بھی بہ حالت روزہ ایسے انجکشن نہیں لگوا سکتا۔ اس سے روزہ کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ کہیں کفارہ میں اسے ساٹھ روزے اور نہ رکھنے پڑیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ

نفلی روزی توڑنا کب جائز ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص نے نفلی روزہ رکھا تو وہ دعوت کھانے کیلئے روزہ توڑ سکتا ہے یا نہیں؟ نذر محمد خان ٹنڈو جان محمد

۷۸۶ **الجواب:** نفل روزہ بلا عذر توڑ دینا ناجائز ہے۔ مہمان کے ساتھ اگر میزبان نہ کھائے گا تو اسے ناگوار ہوگا یا اگر مہمان کھانا نہ کھائے تو میزبان کو اذیت ہوگی تو نفل روزہ توڑ دینے کیلئے یہ عذر ہے بشرطیکہ یہ بھروسہ ہو کہ اسکی قضاء رکھ لے گا اور بشرطیکہ ضحوۂ کبریٰ سے پہلے توڑے بعد میں نہیں۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار) شرح وقایہ جلد اوّل میں ہے ویباح بعذر ضیافة یعنی دعوت کے عذر کی بناء پر نفل روزہ توڑ دینا جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۷ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۷ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

بغیر روزہ کے اعتکاف نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک ۷۱ سالہ عمر رسیدہ بوڑھا کمزوری اور پیٹ میں آنتوں اور معدہ میں تکلیف اور ورم کی وجہ سے ماہ رمضان کے روزے نہیں رکھ سکتا۔ پیاس کی شدت بھی رہتی ہے۔ اگر ماہ رمضان میں اعتکاف میں بغیر روزہ رکھے مسجد میں بیٹھنا چاہے تو اسطرح اعتکاف کا مقصد پورا ہوگا یا نہیں۔ اور اعتکاف میں بیٹھنا درست ہے یا نہیں؟ فتویٰ دیکر مشکور فرمائیں۔ اور بوجہ کمزوری اور پیٹ کی تکلیف کے قضاء روزہ بھی نہیں رکھ سکتا۔

محمد یحییٰ، ٹنڈو آدم

۷۸۶ **الجواب:** اعتکاف سنت، یعنی رمضان شریف کی پچھلی دس تاریخوں میں جو اعتکاف کیا جاتا ہے، اس میں روزہ شرط ہے۔ لہٰذا اگر کسی مریض یا مسافر نے اعتکاف تو کیا مگر روزہ نہ رکھا تو سنت ادا نہ ہوئی بلکہ اعتکاف نفل ہوا (ردالمحتار) تو فائدے سے خالی یہ بھی نہیں۔ ادائے نفل ہی کا ثواب پائے گا۔ البتہ اس علاقے کے لوگوں پر سنت اعتکاف کا مطالبہ باقی رہیگا۔ وہ کوئی اور انتظام کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ شعبان ۱۴۰۲ھ

شوگر کا مریض روزہ کب رکھے؟

سوال: عرض یہ ہے کہ میں ذیابطیس کا مریض ہوں اس مرض کو ایک سال ہو چکا ہے۔ میں نے پچھلے سال بھی ہمت کر کے روزے رکھے تھے مگر میں اسکے بعد مسلسل بیمار رہا۔ اللہ کا فضل ہے کہ اب طبیعت ٹھیک ہے مگر اس موذی مرض کا کوئی علاج، اور دوا نہیں ہے اور نہ کنٹرول ہے۔ مجھے ڈاکٹروں نے منع کیا ہے روزہ رکھنے کیلئے۔ آپ مزید کرم کریں مجھے اس سلسلے میں ہدایت آسان کریں اور مجھے کتنی گندم صدقہ روز دینا پڑیگا۔ آپکا خیر اندیش علی اکبر، حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: مریض کو مرض بڑھ جانے، یا دیر میں اچھا ہونے کا گمان غالب ہو۔ تو اسے چند شرطوں کے ساتھ روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے۔ اور گمان غالب کی تین صورتیں ہیں۔ اسکی ظاہری نشانی پائی جاتی ہے۔ یا اس شخص کا ذاتی تجربہ ہے۔ یا کسی مسلمان، طبیب حاذق نے کہ دیندار، خداترس، پابند صوم وصلوٰۃ ہو، اسے یہ بات بتادی ہو۔ اور اگر نہ کوئی علامت ہے اور نہ تجربہ ذاتی ہے اور نہ اس قسم کے طبیب نے بتایا تو محض وہم کی بنیاد پر روزہ ترک کرنے کی اجازت نہیں۔ (ردالمحتار) اور شرطیں اسکے کفارے میں یہ ہیں کہ روزہ نہ گرمی میں رکھ سکے نہ جاڑے میں۔ نہ لگاتار رکھ سکے نہ متفرق گنڈے دار۔ اور جس عذر کے سبب، روزہ ترک کر رہا ہے اس عذر کے جانے کی امید نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ) اب ایسے شخص کو کفارہ کا حکم ہے۔ ہر روزے کے بدلے سوا دو سیر یا دو کلو، ۱۰۰ سو گرام گیہوں یا اسکی قیمت ادا کردے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رمضان المبارک سن ۱۴۰۰ ھ

رمضان کا روزہ توڑنے پر کفارہ کب لازم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: زید نے رمضان شریف کے روزہ میں ایسی چیز کھائی، جس سے فقط قضا لازم ہوتی ہے۔ جیسے بیری کا پتہ کھایا یا منکا کھایا۔ روزہ توڑنے کے بعد عمداً کھانا کھایا۔ آیا! اب زید پر فقط قضا لازم ہے۔ یا کفارہ بھی؟ السائل عبداللہ کالانی

۷۸۶ الجواب: روزہ (رمضان) کے توڑنے پر کفارہ لازم آنا مشروط بچند شرائط ہے۔ مثلاً روزہ توڑنے والا نہ بچہ ہو اور نہ مسافر اور نہ دن میں روزے کی نیت کر کے روزہ رکھنے والا ہو اور نہ اس نے کسی کے جبر و اکراہ سے روزہ توڑا ہو۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ روزہ توڑنے کے بعد کوئی ایسا امر واقع نہ ہو جو روزہ کے منافی ہو یا اسکے باعث روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہو۔ (طحطاوی، درمختار وغیرہ) اب آیئے بیری کے پتے کھانے کا عادی اگر چہ دواءً، تو ان پتوں کے کھاتے ہی جبکہ قصداً کھائے، کفارہ لازم آگیا۔ جیسا کہ گل ارمنی کا حکم ہے کہ مطلقاً اس کا استعمال، موجب کفارہ ہے۔ طحطاوی صفحہ ۳۶۰ میں فرمایا اکل الطین الارمنی مطلقاً لانہ یوکل دواءً۔ اور دواء نہ کھائے بلکہ عادۃً کھائے جب بھی کفارہ لازم۔ جیسا کہ کتاب مذکورہ میں ایک سطر بعد مذکور ہے۔ اور اگر یہ صورت نہیں تو اب کفارہ کا حکم نہ دیا جائے گا بلکہ یہ گھاس کی طرح اور چیزوں کا کھانا شمار کیا جائے گا۔ جس میں قضا ہے کفارہ نہیں۔ اسی مقام سے آگے والی فصل میں طحطاوی میں فرمایا او اکل لا غذاءً ا

ونحوہ ممالا یوکَلُ عادۃ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ رجب المرجب ۱۴۰۱ھ

سعودی عرب سے پاکستان آیا، وہاں عید تھی یہاں روزہ تو روزہ رکھے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

۱۔ ایک شخص رمضان المبارک میں سعودی عرب سے پاکستان آیا۔ سعودی عرب کے اعتبار سے اسکے روزے پورے ہوچکے جبکہ پاکستان میں ابھی ہلال عید نظر نہیں آیا۔ دریافت طلب یہ ہے کہ شخص مذکور پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ اگلے دن روزہ رکھے (جبکہ یہ اسکا اکتیسواں روزہ ہوگا) یا ایک دن پہلے ہی عید منالے۔

۲۔ ایک شخص پاکستان سے رمضان میں سعودیہ کیلئے روانہ ہوا وہاں پہنچا تو عید تھی اور ابھی اسکے اٹھائیس روزے ہی ہونے پائے تھے اب کیا شخص مذکور عید منائے۔ یا اپنے تیس روزے پورے کرے۔

۳۔ ایک شخص پاکستان سے روزہ رکھ کر روانہ ہوا پاکستانی وقت کے اعتبار سے شام کو سات بجے اُسے روزہ افطار کرنا تھا مگر جس مقام سے وہ پرواز کر رہا تھا وہاں وقت افطار ہوچکا ہے یا بعد میں ہوگا۔ اب یہ شخص پاکستانی وقت کے مطابق روزہ افطار کرے یا جہاں ہے وہیں کا اعتبار کرے۔ اور یہی سوال اوقات نماز کے متعلق ہے۔ عبداللہ، کراچی

۷۸۶ الجواب: آپ نے جو چند سوالات پوچھے ہیں وہ درحقیقت ان سوالات میں سے ہیں جو دور جدید کی برق رفتاری کے باعث علمائے دین کی دینی بصارت وبصیرت کو چیلنج کر رہے ہیں اور امت مسلمہ بجا طور پر علمائے دین سے انکی بابت رہنمائی کی خواہشمند ہے۔ فقیر نے ان سوالات کے جوابات علمائے اہلسنت کی تحریرات وفتاوٰی میں تلاش کئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ اس لئے فقیر اپنی علمی بے بضاعتی کے پورے احساس کے ساتھ جواباً یہ چند سطور رقم کر رہا ہے اور نیت یہ ہے کہ اسکے خلاف کسی نے کوئی صحیح دلیل پیش کی تو بخوشی رجوع کریگا۔ امید ہے کہ اہل علم ان سطور کو اسی نیک جذبے کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ وباللہ التوفیق وہو خیر رفیق

۱۔ شخص مذکور کو پاکستانی مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھنا ضروری ہے خواہ سعودی عرب کے اعتبار سے یہ اس کا اکتیسواں روزہ ہی کیوں نہ ہو۔ قرآن کریم میں ہے فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ترجمہ: تم سے جو شخص اس مہینہ رمضان کو پالے تو اس میں روزہ رکھے۔ تو اب ظاہر ہے کہ شخص مذکور نے رمضان کو پالیا ہے لہٰذا بحکم الٰہی اسپر روزہ فرض ہوا۔ حدیث شریف میں ہے اذا رأیتموہ فصوموا واذا رأیتموہ فافطروا فان غم علیکم فاقدروا لہ (بخاری صفحہ ۲۵۵، جلد ۱) یعنی جب تم رمضان کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب (عید) کے چاند کو دیکھو تو افطار کرو اور اگر تم پر چاند مشتبہ ہوجائے تو اسکا اندازہ کرو اور دوسری روایت میں ہے فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین (بخاری صفحہ ۲۵۶، جلد ۱) پس اگر تم پر مشتبہ ہوجائے تو تعداد تیس دن پوری کرو۔ معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے اور افطار کرنے کیلئے رویت ہلال کا شرعی ثبوت ضروری ہے اور تیس دن کی گنتی کا پورا کرنا صرف اس صورت میں ہے

جبکہ چاند کا معاملہ مشتبہ ہو جائے مگر مسئلہ زیر بحث میں اشتباہ نہیں ہے۔ لہٰذا جب تک شہر رمضان رہے گا یہ شخص روزہ رکھے گا اور جب شوال کا چاند نظر آ جائے تو عید کرے۔ آپ اس افطار کبیر کو افطار صغیر پر قیاس کریں۔ مثلاً پاکستانی وقت سے افطار ۷ (سات) بجے ہے اور ہوائی جہاز میں روزہ دار کسی ایسے علاقے میں پہنچ گیا جہاں وقت افطار کم و بیش ہے تو کیا اب وہ پاکستانی وقت کے مطابق افطار کریگا نہیں۔ بلکہ اسی علاقے کے اعتبار سے روزہ افطار کریگا۔ یہی حال نمازوں کا ہے یعنی یہ شخص جس علاقے میں ہے اسکے اعتبار سے نمازیں ادا کریگا۔ هذا ماظهر لی فی هذا الباب والاتمام من الله

مفتی سید شجاعت علی قادری، ۵/۱/۱۹۷۸ء

۷۸۶۔ الجواب صحیح جمیل احمد نعیمی غفرلہ، ۵ جنوری ۱۹۷۸ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۴ صفر المظفر ۱۳۹۸ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الحج

مالِ حرام سے حج کو جانا کیا حکم رکھتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید کی بیوی ہندہ حیات تھی تو زید اپنی بیوی ہندہ سے ذکر کرتا تھا کہ حج میں اخراجات زائد ہیں میں تنہا حج کر آؤں اس پر ہندہ کا کہنا تھا کہ میں بھی چلونگی اب ہندہ کا عرصہ ۵ ماہ ہوا انتقال ہو گیا۔ زید نے ہندہ کے نام پر پوسٹ آفس بینک میں سات سالہ منصوبہ میں دس ہزار روپیہ جمع کر دیا تھا کہ زید کے مرنے کے بعد ہندہ اس رقم کی مالک ہو۔ اب وہ رقم دس ہزار سے بیس ہزار ہو گئی ہے (سات سالہ منصوبہ میں رکھی ہوئی تھی) اس رقم سے زید چاہتا ہے کہ خود حج کر آئے اور ہندہ کا حج بدل اس کے لڑکے عمرو کو کرادے کیا ایسی صورت میں ہندہ کا حج بدل ہو جائے گا اور زید کا بھی حج ہو جائے گا۔ عمرو ایک حج اپنے پیسے سے ۷ سال ہوئے کر چکا ہے۔ جواب سے سرفراز فرمادیں۔

نوٹ:۔ وہ دس ہزار روپیہ زید نے اپنی کمائی کا اس شرط پر جمع کیا تھا کہ زندگی میں زید خود مالک رہیگا زید کے مرنے کے بعد ہندہ اسکی مالک ہوگی زندگی میں زید کو ہر وقت اسکے تصرف کا اختیار ہوگا۔　حافظ محمد رمضان برکاتی، کراچی

۷۸۶ **الجواب:** اگر زید کے پاس مال حلال کبھی اتنا نہ ہوا تھا کہ جس سے حج کر سکے اگر چہ رشوت وغیرہ کے ہزار ہا روپے ہوئے تو اس پر حج فرض ہی نہ ہوا کہ مال رشوت مثل مال مغصوب ہے وہ اسکا مالک ہی نہیں۔ یونہی بینک سے منافع کے نام پر حاصل کیا ہوا روپیہ، زید کیلئے اپنے صرف میں لانا اور اپنے مفاد میں خرچ کرنا جائز نہیں۔ اور اگر مال حلال اسقدر اسکے پاس ہے یا کسی موسم میں ہوا تھا جس سے حج کر سکتا تھا مگر نہ کیا تو اسپر حج فرض ہے مگر رشوت وغیرہ حرام مال کا اس میں صرف کرنا حرام ہے اور وہ حج قابل قبول نہ ہوگا اگر چہ فرض ساقط ہو جائیگا۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا "جو حرام مال لے کر حج کو جاتا ہے جب وہ لبیک کہتا ہے فرشتہ جواب دیتا ہے نہ تیری حاضری قبول نہ تیری خدمت قبول اور تیرا حج تیرے منہ پر مردود"۔ لہٰذا زید کیلئے چارہ کار یہی ہے کہ مال حلال میں جتنی رقم بھی ہو وہ قرض لیکر فرض ادا کرے۔ پھر قرض جس طرح بن پڑے ادا کرے۔ باقی رہا وہ دس ہزار روپیہ جو وہ عمرو کو دیکر حج بدل کرانا چاہتا ہے تو وہ بھی عمرو کو دیدے لیکن عمرو اس حج پر کسی ثواب کی امید نہ رکھے نہ اس حج کو حج بدل میں شمار کرے۔ اس کیلئے بھی چارہ کار یہی ہے کہ وہ قرض لیکر جائے حج بدل کرے اور پھر جیسے بن پڑے قرض ادا کرے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۸ھ

حج فرض ہو تو، اولاد کا قابل شادی ہونا مانع نہیں ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کے کہ: زید ایک مرتبہ فریضہ حج ادا کر چکا ہے اور اسکے تین لڑکے قابل شادی ہیں جنکی شادی زید نے ابتک نہیں کی ہے۔ اور ایک لڑکی بھی قابل شادی ہے۔ جملہ اولا دو اعزاء کا خیال ہے کہ پہلے بچوں کی شادی میں سرمایہ لگائے اور اس فرض سے فارغ ہو۔ بعد میں دوسری دفعہ حج کو جانا بہتر ہوگا۔ زید نے اولاد و اعزاء سے اس امر پر اتفاق کر لیا ہے کہ شرعی فتویٰ پر عمل کریگا لہٰذا شرعی پہلو سے رہنمائی فرمائی جائے کہ زید پہلے بچوں کی شادی کے فرض سے فارغ ہو یا پہلے حج کو جائے؟ جواب سے مشکور فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

مشتاق احمد ولد حاجی محمد یوسف، دوکاندار پٹرول نزد روپ محل ہیرآباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: حج فرض کیلئے تو بلاشبہ، اولاد کا قابل شادی ہونا، مانع نہیں کہ فرض فرض ہے اور رب العلمین کا قرض۔ البتہ حج فرض کی ادائیگی کے بعد، صرف حج نفل کیلئے اولاد کے ان حقوق کو نظر انداز کر دینا، شرعاً پسندیدہ نہیں۔ یہ سچ ہے کہ دنیاوی مراسم مثلاً لڑکوں کیلئے چڑھاوے کے زیور و پارچہ جات وغیرہ اور لڑکیوں کیلئے جہیز کے اسباب وغیرہ شرعاً لازم و مطلوب نہیں لیکن انہیں محض لغو و بیکار قرار دینا بھی کونسی شریعت ہے۔ ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ شرعی طریقہ پر، سادہ طور سے اور ذمہ داریوں سے فراغت حاصل کر کے آدمی پھر سفر حج کا اہتمام کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

بغیر محرم یا شوہر کے عورت حج کو نہ جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: میری ہمشیرہ صاحبہ رشتہ کی حج پر تشریف لیجا رہی ہیں بائی ائیر جو کہ بیوہ ہیں اور صاحب حیثیت ہیں اور تندرست ہیں۔ عمر تقریباً ۵۰ سال ہے۔ لہٰذا انکو مشورہ دیا گیا کہ اگر نکاح کر لیتیں اور پھر حج پر جاتیں تو زیادہ بہتر تھا بہ نسبت اس حالت کے۔ کیا اس حالت میں حج درست ہوگا؟ جواب سے مستفیض فرمائیں نوازش ہوگی۔　خادم محمد متین

۷۸۶ الجواب: عورت اگرچہ عفیفہ پارسا پاکدامن یا ضعیفہ بوڑھی ہوا سے بغیر شوہر یا محرم کے سفر کو جانا منع ہے۔ یہ عفیفہ ہے تو جن سے اس پر اندیشہ ہے وہ تو عفیف نہیں۔ ہاں اگر چلی جائیگی تو گناہگار ہوگی۔ ہر قدم پر گناہ لکھا جائیگا مگر حج ہو جائیگا اور یہ وہ عورت ہوگی جس نے بلاوجہ اپنے آپ کو بلا میں ڈالنے کا سامان فراہم کر لیا۔ عام مسئلہ ہے کہ جو عورت حج کو جانا چاہے اور محرم نہ پائے اور شوہر نہ رکھتی ہو اسکا طریقہ یہ ہے کہ کسی کفو سے نکاح کر کے اسے اپنے ساتھ لیجائے۔ مختصر یہ کہ حج پر جانا ثواب کیلئے ہے اور بے محرم جانے میں ثواب کے بدلے ہر قدم پر گناہ لکھا جائیگا اگرچہ حج ہو جائیگا۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۹ ذی قعدہ ۱۴۰۰ھ

جس نے حج نہ کیا ہو وہ حج بدل کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک آدمی جس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا اب وہ آدمی حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ آپ مہربانی فرما کر شریعت مطہرہ کے مطابق جواب عنایت فرمائیں۔

حافظ شاہ نواز حسنی

۷۸۶ الجواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو اور اگر ایسے کو بھیجا جائے جس نے خود نہیں کیا جب بھی حج بدل ہو جائیگا۔ عالمگیری میں ہے والافضل للانسان اذا ارادان یحج رجلا عن نفسه ان یحج رجلا قد حج عن نفسه ومع هذا لوأ حج رجلا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر (صفحہ ۲۷۴ جلد ۱) معلوم ہوا کہ اگر کسی ایسے شخص کو حج بدل کیلئے بھیجا جس نے اپنا فرض حج ادا نہیں کیا تو احناف میں جائز ہے اور حج کرانے والے سے حج ساقط ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

جس نے عمرہ کیا، اس وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اگر کوئی شخص صرف عمرہ ادا کرے تو اس پر حج فرض ہو جاتا ہے یا اگر کوئی شخص حج ادا کرنے جائے اور وہ اپنے خاندان کے کسی زندہ فرد کی جانب سے عمرہ ادا کرے تو جس کی جانب سے عمرہ ادا کیا گیا ہے اس پر حج فرض ہو جاتا ہے؟ گذارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا مفصل فتویٰ صادر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ والسلام

عبدالعزیز خاں، کمرہ نمبر ۳، بلاک نمبر ۶، مسلم کمرشل بینک، پاکستان، لطیف آباد نمبر ۱۱ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مرد خواہ عورت صاحب استطاعت ہو تو عمر میں ایک بار عمرہ ادا کرنا، نہ فرض ہے نہ واجب بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ لیکن فقیر نے باوجود تلاش بسیار، یہ مسئلہ کہیں نہ پایا کہ جو شخص عمرہ ادا کرے اسپر حج فرض ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر احرام میں حج اور عمرہ، دونوں کی نیت ایک ساتھ باندھی تھی جسے قران کہتے ہیں اور حاجی کو قارن۔ تو ایسا شخص ضرور، عمرہ سے فارغ ہو کر بھی، احرام میں رہیگا اور لبیک کہتا ہوا مکہ معظمہ میں ٹھہریگا اور دسویں تاریخ کو رمی جمرہ کے وقت تک لبیک کہتا رہیگا۔ گویا اس کا عمرہ سے فارغ ہونا اسے حج سے فارغ نہ کریگا بلکہ اس پر فرض ہوگا کہ اسی احرام میں حج ادا کرے۔ اسکے علاوہ صرف عمرہ کرنے والے پر، حج کا فرض ہو جانا فقیر کو کہیں معلوم نہ ہوا۔ یونہی حاجی نے افعال حج سے فراغت پا کر، اگر کسی زندہ مسلمان کی طرف سے عمرہ ادا کیا تو اسکا ثواب ان شاء اللہ اس زندہ کو بھی ملیگا۔ لیکن اسپر حج فرض ہو جانا کسی طرح سمجھ میں نہیں آیا نہ کتابوں میں اس کا ذکر پایا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ

بیٹی کی شادی حج فرض ہونے کو نہیں روکے گی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: جسکی دو جوان بیٹیاں ہیں اور اسنے اپنی بیٹیوں کی شادی کیلئے بقدر ضرورت رقم بھی محفوظ کردی ہے، حج پر جانا چاہتا ہے اور حج پر جانے میں بھی اسکے ذاتی اخراجات نہیں ہورہے بلکہ جس کمپنی میں ملازم ہے اسی کمپنی کا شیخ، کمپنی کے اخراجات پر، اسے حج پر بھیج رہا ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا شخص مذکورہ اپنی بیٹیوں کی شادی کیے بغیر حج پر جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا، توجروا

سائل۔ امیر بخش، پوسٹ بکس نمبر ۳۰۵۲ معرفت حبیب اللہ بلوچ، ابوظہبی

۷۸۶ الجواب: اگر اسکے پاس مصارف حج کے بقدر، اپنا مال ہو اور ضروریات سے فارغ ہو یعنی سفر خرچ اور واپسی تک اہل وعیال کا نفقہ وغیرہ، بھی ہو اور اس پر حج فرض ہو، تو لازم ہے کہ وہ حج کو جائے۔ اولاد اگرچہ لڑکیاں ہوں، ان کی شادی کے مصارف، فرضیت حج سے مانع نہیں۔ شرعاً نکاح کیلئے ایجاب وقبول درکار ہے اور اس کیلئے مال لازم نہیں۔ جہیز وغیرہ کا دینا، نہ فرض ہے نہ لازم نہ ضرور۔ غرض لڑکیوں کا شادی کے قابل ہونا، کسی ایسے شخص سے حج کو مؤخر نہیں کرسکتا جس پر حج کو جانا شرعاً فرض ہو چکا۔ اور یہاں تو یہ صورت بھی نہیں۔ لہٰذا وہ بلا دریغ حج کیلئے جاسکتا ہے۔ کتب فقہ میں جہاں حج سے مانع اسباب کا ذکر ہے کہیں اسکا پتہ نہیں کہ جوان لڑکیوں کی شادی، فریضۂ حج کی ادائیگی پر مقدم ہے۔ تو یہ وہ مسائل ہیں جو عوام میں بلا سند مشہور ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۲۶ شعبان ۱۴۰۱ھ

بغیر احرام میقات سے گزر جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ:

۱۔ کوئی شخص پاکستان سے آتے ہوئے لاعلمی میں بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوجاتا ہے عمرہ نہیں کرتا۔ اس کے لیے اس پر دم دینا لازم ہوجاتا ہے یا نہیں؟

۲۔ حج کے دوران کسی ضرب کی وجہ سے تھوڑا سا خون نکل آتا ہے عرفات میں۔ کیا اس پر بھی دم لازم ہے؟

۳۔ کوئی شخص حج کرتا ہے اور پیسے نہ ہونے کیوجہ سے قربانی نہیں کرپاتا۔ کیا اس صورت میں اسکا حج ہوجائیگا یا نہیں؟ حج کرنے والا ملازمت کی نیت سے مکہ معظمہ آیا ہوا ہے۔

۴۔ ایک دوسرا شخص ادھار لیکر حج کیلئے قربانی کرتا ہے۔ کیا ادھار لیکر قربانی کرنا جائز ہے؟ بعد میں قرض اتار دیتا ہے۔ ان مسائل کے جواب سے آگاہ فرمائیں عین نوازش ہوگی۔　سائل۔ سید منظور احمد نوری، مقیم حال مکہ مکرمہ، سعودی عربیہ

۷۸۶ الجواب: مکہ معظمہ کے جانے والے کو بغیر احرام، میقات سے آگے جانا جائز نہیں۔ اگرچہ تجارت، ملازمت وغیرہ کسی اور غرض سے جاتا ہو۔ اور جو بغیر احرام مکہ معظمہ کو گیا، تو اگرچہ نہ حج کا ارادہ ہو نہ عمرہ کا۔ مگر حج یا عمرہ واجب ہوگیا۔ اور جبکہ وہ

حرم محترم میں داخل ہو گیا تو میقات کا حق چھوڑ دینے کی وجہ سے اس پر دم لازم ہے (۔عالمگیری، ردالمحتار) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ وقوف عرفات کے دوران بدن سے خون نکل آنے پر کوئی دم لازم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔ رمی سے فارغ ہو کر حج کرنے والے جو قربانی کرتے ہیں یہ وہ قربانی نہیں جو بقر عید میں ہوا کرتی ہے کہ وہ تو مسافر پر اصلاً واجب نہیں بلکہ یہ حج کا شکرانہ ہے۔ قران و تمتع کرنے والے پر واجب، اگرچہ فقیر ہو اور مفرد، یعنی صرف حج کرنے کی نیت سے احرام باندھنے اور تنہا حج کرنے والے پر مستحب ہے۔ حج بہر حال ہو جائیگا۔ اور محتاج محض اگر قران یا تمتع کی نیت کریگا تو اس پر قربانی کے بدلے دس روزے واجب ہونگے۔ تین حج کے مہینوں میں اور باقی سات جب چاہے رکھ لے۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

۴۔ ادھار لیکر جب حج کیلئے جانا جائز ہے تو قربانی کرنا بھی جائز ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ رشوال المکرم ۱۴۰۰ھ

جبراً چندہ نہ کیا جائے تو حج جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بیچ اس مسئلہ کے کہ: ہماری فیکٹری ذوالفقار انڈسٹریز لمیٹڈ حیدرآباد میں یونین نے حج پر ایک آدمی ہر سال فیکٹری کے اخراجات پر منظور کرایا ہے۔ پچھلے سال جب فیکٹری کا ایک مزدور حج سے واپس آیا تو مزدوروں نے اس کا استقبال کیا۔ اسکے استقبال میں فیکٹری کے تمام مزدور جو تعداد میں تقریباً ۲۱۰ ہیں، شریک تھے۔ یونین کے جنرل سیکٹری کے پاس ایک درخواست لائی گئی کہ مزدوروں کی طرف سے بھی ایک مزدور حج پر بھیجا جائے اسکا طریقہ کار اور اخراجات اس طرح ہوں گے کہ مزدور جو اس فیکٹری میں مستقل ملازم ہیں، اُن سے ہر ماہ دس روپے "مزدور حج فنڈ" میں کاٹا جائیگا۔ اس دس روپے سے ایک سال میں تقریباً ۲۴۰۰۰ روپے بن جاتا ہے جو ایک حاجی کو بھیجنے کیلئے کافی ہوتا ہے۔ باقی بچی ہوئی رقم سے اگلے سال دو حاجی بھیج سکتے ہیں۔

اب ان حالات میں چند صاحبان کا کہنا ہے کہ اس پیسے سے حج نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ایک آدمی نے بھی دکھی دل سے کہا کہ یہ دس روپے میرے ضائع جائیں گے۔

۲۔ دوسرے جسکا نام قرعہ اندازی میں نکل آیا اور فیکٹری کے باہر کا مقروض ہے یا جسکے ماں باپ کافی عمر رسیدہ ہیں حج ہو سکتا ہے۔ آپ کا خادم: ایمپلائز ذوالفقار انڈسٹریز لمیٹڈ حیدرآباد، معرفت حافظ محمد صغیر، امام مسجد

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: اگر اس طرح چندہ کرنے میں کسی فرد سے جبراً وصول نہیں کیا جاتا بلکہ تمام حضرات بخوشی و رضامندی یہ رقم کٹواتے ہیں تو اس رقم سے کسی بھی شخص کو حج کرایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ جسکو حج کرایا جا رہا ہے، اسے پہلے اس رقم کا مالک بنا دیا جائے۔ ہاں اگر کوئی شخص اس کٹوتی پر راضی نہ ہو تو اسے اسکی رقم واپس کر دی جائے تا کہ اس فریضہ کے تمام اخراجات شکوک و شبہات سے پاک ہو جائیں۔

۲۔ جو شخص فیکٹری سے باہر کا مقروض ہے اسے بھی حج پر بھیجا جاسکتا ہے۔ اور جسکے والدین عمر رسیدہ ہوں وہ بھی حج پر جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۴/ ۱۱/ ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

اولاد پر حج فرض ہو، والدین پر نہ ہو تو اولاد حج کرے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: جب تک والدین حج نہ کریں اس وقت تک اولاد کا حج نہیں ہوتا۔ شرعی رو سے مطلع فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

حاجی نواب احمد قریشی، لطیف آباد نمبر ۸، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: اولاد کا حج فرض، کہ صاحب استطاعت ہوں۔ والدین کے حج پر موقوف نہیں۔ والدین پر حج فرض نہ ہوا اور اولاد نے اتنا کمایا کہ ان پر حج فرض ہوا تو ان پر فرض ہے کہ حج ادا کریں۔ ہاں والدین سے اجازت لے لیں۔ پھر بھی حج فرض کسی کے اجازت نہ دینے سے نہیں رک سکتا۔ اجازت میں کوشش کرے۔ نہ ملے جب بھی چلا جائے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

حج بدل کے لئے کس کو بھیجا جائے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: زید کی ماں انتقال کرگئی اب زید اسکا حج بدل کرانا چاہتا ہے لیکن بکر کا کہنا ہے کہ اس آدمی سے حج بدل کرائے جو پہلے بھی حج کرچکا ہو۔ زید کہتا ہے کہ کوئی بھی حج کرسکتا ہے بشرطیکہ وہ ارکان حج کو صحیح طریقہ سے ادا کرسکے۔ آپ کتب صحیحہ اور قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب فرمائیں۔

عبدالرشید آرائیں، گئوشالہ

۷۸۶ الجواب: بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسے شخص کو بھیجا جائے جو خود حجۃ الاسلام یعنی حج فرض ادا کرچکا ہو اور اگر ایسے شخص کو بھیجا جس نے خود حج نہیں کیا جب بھی حج بدل ہوجائیگا۔ عالمگیری میں ہے والافضل للانسان اذا اراد ان یحج رجلًا عن نفسه ان یحج رجلًا قد حج عن نفسه و مع هذا لوا حج رجلًا لم یحج عن نفسه حجة الاسلام یجوز عندنا وسقط الحج عن الآمر اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حج بدل کرانے والے کیلئے حاجی ہونا ضروری شرط نہیں، افضل وبہتر ہے اور یہ بھی افضل ہے کہ ایسے شخص کو بھیجے جو حج کے طریقے اور اسکے افعال سے آگاہ ہو اور ردالمحتار میں ہے ان الشرط هو الاهلية دون اشتراط ان يكون الما مور قد حج عن نفسه اور خود وہ احادیث کریمہ جن سے حج بدل کا حکم ثابت کسی شرط سے ان میں یہ حکم مشروط نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رشعبان ۱۴۰۲ھ

فارم بھرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہو گیا تو حج ساقط ہے جب تک کہ محرم نہ ہو

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: زید اور اسکی بیوی ہندہ نے حج کیلئے فارم بھرا۔ دونوں کا حج پر جانے کا نکل آیا لیکن ہندہ کے خاوند زید کا 21/5/1982 کو انتقال ہو گیا۔ اب ہندہ اگر عدت کے دن پورے کرتی ہے تو حج سے محروم رہتی ہے۔ ہندہ کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے ایسی صورت میں ہندہ کو حج پر جانا چاہئے یا عدت کے دن پورے کرے۔ از روئے شرع شریف جلد از جلد مطلع کریں کہ ہندہ اپنے حقیقی لڑکے کے ساتھ حج پر جاسکتی ہے یا نہیں۔ قبل از عدت میعاد کے اندر جاسکتی ہے یا نہیں؟ مسمات حوراں بیوہ سمیع الدین، فقیر کا پڑ حیدر آباد

۷۸۶ الجواب: حج کیلئے وجوب ادا کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ عورت، حج پر جانے کے زمانے میں عدت میں نہ ہو۔ وہ عدت وفات کی ہو یا طلاق کی۔ (درمختار، ردالمحتار) لہٰذا ایسی صورت میں کہ عورت، عدت وفات میں ہے۔ جب تک عدت پوری نہ ہو جائے وہ حج کیلئے نہیں جاسکتی۔ اسپر لازم ہے کہ وہ عدت میں بیٹھے اور خدا سے لو لگائے کہ وہ آئندہ سال کسی محرم کے ساتھ حج کی سبیل پیدا فرمادے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ شعبان ۱۴۰۲ھ حج

والدہ کی جانب سے حج بدل کر سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ: حاجی غلام مصطفیٰ نے اس سال حج مبارک کی سعادت حاصل کی ہے۔ جبکہ اس سے پہلے انکے والد بزرگوار نے بھی حج کر لیا ہے۔ اب غلام مصطفیٰ چاہتے ہیں کہ اپنی والدہ صاحبہ کا حج خود کر لیں کیونکہ انکی والدہ صاحبہ نے حج نہیں کیا اور وہ انتقال کر گئیں۔ اگر شرعی صورت ایسی ہے کہ حج بدل والدہ کے بدلے کا کر لیں تو کیسا ہے۔ شرعی طور پر اس میں کوئی حرج تو نہیں ہے۔ یا اس کا کوئی اور بدل ہو سکتا ہو تو آگاہ کریں۔ خداوند کریم آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ حاجی غلام مصطفیٰ خان نقشبندی، مدرسۃ البنات، نئی پیر روڈ

۷۸۶ الجواب: جب آپ اپنا حج ادا کر چکے تو والدہ کی جانب سے حج کرنا بڑی سعادت کا موجب ہے۔ حدیث شریف میں وارد ہے کہ جو کوئی اپنے والدین کی طرف سے حج کریگا تو حج مقبول ہوگا۔ انکی روحیں خوش ہونگی اور یہ اللہ کے نزدیک نیکوکاروں میں لکھا جائیگا۔ اور ایک حدیث میں آیا کہ اس کیلئے دس حج کا ثواب ہے۔ (دارقطنی) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ حج

عمرہ کرنے، سے حج فرض نہیں ہو جاتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: جو شخص عمرہ کر کے واپس آجائے کیا اسپر حج کرنا فرض ہو جاتا ہے۔ کہ وہ اگر عمرہ ادا کرنے کے بعد واپس آئے تو وہ بعد میں حج ضرور کرے۔ بینوا بالبرھان اجرکم علی

الرحمن عبداللہ فقیر، گاڑی کھاتہ، نزد ایس پی آفس، مسجد عمر الاسلام

الجواب: عوام میں جو مشہور ہے کہ جس نے عمرہ کرلیا، اسپر حج فرض ہوگیا۔ اسکی کوئی سند، تلاش کے بعد فقیر کو نہ ملی۔ اور یہ قرین قیاس ہے۔ نہ علماء وفقہاء سے یہ بات سنی نہ پڑھی۔ جو اسے حکم شرعی بتاتا ہے اسپر سند لازم ہے۔ حوالہ دے کہ کہاں لکھا ہے۔ البتہ جس نے عمرہ وحج دونوں کا احرام باندھا وہ آپ ہی عمرہ کے بعد حج کریگا۔ یونہی عمرہ سے فارغ ہوکر، جو شخص مکہ معظمہ میں رہ گیا کہ ایام حج آگئے تو اس نے بھی حج کی استطاعت پالی وہ حج کرے۔ ان دونوں صورتوں کے علاوہ کوئی اور صورت ایسی نہیں کہ عمرہ کرنے والے پر حج فرض قرار دیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ر جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

جو عورت عدّت میں ہو وہ حج کو نہ جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: ایک عورت نے اپنے شوہر کے ساتھ حج پر جانے کا ارادہ کیا، اسی دوران اسکے شوہر کا انتقال ہوگیا۔ اب بیوہ اپنے بیٹے کے ساتھ جانا چاہتی ہے، جبکہ اسکی عدت چل رہی ہے، کیا اس صورت میں وہ جاسکتی ہے۔ جبکہ اسپر حج فرض ہے، کیا وہ حج فرض پر جانے کیلئے عدت میں یہ سفر کرسکتی ہے یا نہیں؟

السائل۔ عبدالوہاب، خواجہ چوک، حیدرآباد

الجواب: حج فرض ہوجانے کے بعد، حج ادا کرنے کیلئے جو شرائط، شرعاً درکار ہیں ان میں سے ایک شرط یہ ہے کہ حج پر جانے کے زمانے میں، عورت عدت میں نہ ہو۔ وہ عدت طلاق کی ہو یا وفات کی۔ (درمختار، ردالمحتار) لہٰذا صورت مسئولہ میں امسال ان پر حج کرنا فرض نہ رہا۔ سال آئندہ میں اگر شرائط حج پائے جائیں تو ادا کریں ورنہ حج ساقط۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ر ذیقعد ۱۴۰۰ھ

حج فنڈ سے حج کی شرط

سوال: علمائے دین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ: کچھ آدمیوں نے مل کر ایک فنڈ قائم کیا اس فنڈ کا مقصد یہ تھا کہ ضرورت مند آدمی استعمال کرسکے۔ ان آدمیوں میں سے ایک آدمی حج پر جارہا ہے۔ اس کی اتنی حیثیت نہیں کہ وہ خود اپنے پیسوں سے حج کرسکے جبکہ اس کے والدین نے بھی حج نہیں کیا۔ کیا وہ آدمی اس فنڈ میں سے پیسے لے جاکر حج کرسکتا ہے اور اس کا حج قبول ہوگا یا نہیں؟ راٹھور اصغر حسین کامران

الجواب: جو شخص صاحب نصاب نہیں حج کی استطاعت نہیں رکھتا اس پر حج فرض نہیں۔ ہاں کوئی اور اسے اتنا مال بخش دے اور یہ قبول کرلے تو اب حج واجب ہوجائے گا۔ جن لوگوں نے یہ فنڈ قائم کیا ہے اگر وہ سب مل کر اپنی طرف سے اسے ہبہ کردیں اور یہ اس پر قبضہ کرلے اور اس سے صاحب استطاعت ہوجائے تو اب بے شک حج کرنا اس پر ضروری ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ر شعبان ۱۴۰۳ھ

حج کے محارم کی تفصیل، حج بدل کون کرے؟

سوال: جناب مفتی محمد خلیل خاں صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرض گذارش یہ ہے کہ

۱۔ حج کرنے میں عورت کا محرم، کون کون آدمی ہوتا ہے؟

۲۔ اور حج بدل کون کون کرسکتا ہے اور عورت کا، مرد حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ حج بدل میں مرد جائے وہاں سے عورت کو لے جاسکتا ہے یا آگے سے بھی لے جاسکتا ہے مثال کے طور پر مکہ سے یا کسی اور جگہ سے بھی لے جاسکتا ہے یا نہیں؟

۴۔ خود کی بیوی ساتھ ہو تو دوسری عورت کا محرم بن سکتا ہے یا نہیں؟

۵۔ اور کسی آدمی کی بیوی فوت ہوگئی ہو وہ اپنی بیوی کے بدلے میں حج بدل کرسکتا ہے یا نہیں یعنی میری بیوی فوت ہوگئی ہے تو میں اس کے بدلے میں مکہ سے یا جدہ سے کسی عزیز عورت یا مرد کو حج کراسکتا ہوں یا نہیں؟

اگر حج میں کسی پاکستانی میت کی جانب سے کرنا ہو تو سفر خرچ پاکستان سے لگایا جائے یا اگر حج بدل کرنے والا پہلے ہی سے مکہ کے قریب کسی سفر میں ہو تو وہی احکامات دیے جائیں اگر کوئی شخص بلا معاوضہ حج کرے تو کیا حج بدل کافی ہوگا۔

پیار محمد، ہیرآباد جیل روڈ، حیدرآباد، ۱۱ر فروری ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب: ۱۔ محرم سے مراد وہ مرد ہے جس سے ہمیشہ کیلئے اس عورت کا نکاح حرام ہے۔ خواہ نسب کی وجہ سے نکاح حرام ہو یا دور کے رشتے سے نکاح کی حرمت ہو۔ (عالمگیری درمختار وغیرہ)

۲۔ جو شخص خود حج بدل نہ کرسکتا ہو، وہ اپنی طرف سے کسی کو بھی حج بدل کیلئے بھیج سکتا ہے بشرطیکہ وہ اہل ہو۔ عورت کا حج بدل مرد بھی کرسکتا ہے۔ واللہ اعلم

۳۔ حج بدل کیلئے جو شرائط ہیں ان میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ حج بدل کو جانے والا، اس کے وطن سے حج کو جائے جس کی جانب سے یہ جارہا ہے۔ (ردالمحتار، درمختار) واللہ اعلم۔

۴۔ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ، اپنی محرم عورتوں کو بھی لے جاسکتا ہے مثلاً ماں، بیٹی، بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ جو اس کے نکاح میں کبھی نہیں آسکتی ہیں۔ (عامہ کتب)

۵۔ مرنے والا خواہ مرد، خواہ عورت، جس پر حج فرض ہے، اگر اس نے ادا نہ کیا اور وصیت بھی نہ کی تو بالاجماع گناہگار ہے۔ اگر اس کی طرف سے حج بدل کرانا چاہے تو کراسکتا ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ امید ہے کہ ادا ہو جائے۔ اور اگر وصیت کر گیا کہ ترکہ کے تہائی مال سے حج کرایا جائے۔ اور اس صورت میں اگر تہائی مال کی مقدار اتنی ہے کہ وطن سے حج کے مصارف کیلئے کافی ہے تو وطن سے آدمی بھیجا جائے ورنہ میقات کے باہر جہاں سے بھیجا جاسکے۔ (درمختار) اور اگر اس پر حج فرض ہی نہ تھا تو

وارث اس کی جانب سے، جیسے میسر آئے، حج کرانا چاہے تو کرا سکتا ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

عورت عدت موت میں ہو تو حج کو نہ جائے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: میرے والد محترم سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں انہوں نے میری والدہ کیلئے حج ڈرافٹ ارسال کیا تھا جو کہ حج کیلئے منظور ہو گیا۔ اس دوران بتاریخ ۲۸ مئی ۱۹۸۴ء کو میرے والد کا انتقال ہو گیا۔ اور میری والدہ اس وقت عدت میں ہیں۔ اس کے علاوہ محرم اور غیر محرم کا بھی مسئلہ ہے۔ تو ان دونوں صورتوں میں میری والدہ اس سال حج کو جا سکتی ہیں یا نہیں۔ مہربانی فرما کر قرآن اور سنت کی روشنی میں اس کا جواب عنایت فرمائیں آپ کا نہایت ہی احسان ہوگا۔ عرضدار: اسلام الدین۔ کراچی، ۸/ جولائی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب ہو الموفق للصواب: صورت مسئول عنہا میں آپ کی والدہ جو کہ شرعی پابندی میں ہیں اس لئے ان پر اس سال حج فرض نہ رہا کہ جب عدت پوری ہوگی زمانہ حج تو ختم ہو چکا ہوگا، یونہی آئندہ بھی جب جائیں تو محرم کا ساتھ جانا شرط ہے، اگر محرم نہ ہو تو حج فرض نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید بتاریخ ۶/۹/۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

عورت کے لئے محرم کب شرط ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین بیچ اس مسئلہ کے کہ: میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے اور اس وقت میں بیوہ ہوں اور میں حج کرنا چاہتی ہوں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب دیں۔

فقط بیگم حسین، پھلیلی پارپریٹ آباد حیدر آباد سندھ

۷۸۶ الجواب: عورت کو مکہ مکرمہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا سفر ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا (عالمگیری، درمختار) لہٰذا بغیر محرم کے حج نہیں کر سکتی۔ واللہ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ ۲۷/ جولائی ۱۹۸۴ء

حج فرض ہوا اور نہ کیا تو مواخذہ ہے

سوال: محترم قبلہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب السلام علیکم

عرض یہ ہے کہ میں آپ سے ایک سوال عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں مہربانی فرما کر اس کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

سوال: میرے والد صاحب اور چھوٹی بہن جو کہ مطلقہ ہے نے اپنے اپنے حصے کی رقم حج کرنے کی غرض سے بینک میں جمع کروائی تھی لیکن بدقسمتی سے میرے بھائی فیض کا انتقال ہو گیا۔ جس کے سات چھوٹے بچے ہیں اور ایک بیوہ ہے۔ میرا بھائی بہت غریب تھا اس کے مرنے کے بعد میرے والد صاحب نے فیصلہ تبدیل کر دیا کہ اب میں حج پر نہیں جاؤں گا اور وہ رقم جو بینک میں جمع کروادی ہے ان بچوں کی پرورش کروں گا جس کا اب کوئی وارث نہیں ہے۔ لیکن چند روز بعد میرے والد صاحب کا بھی انتقال ہو گیا۔ اب یہ آپ بتائیں کہ کیا ان پیسوں سے کوئی آدمی یا ان کا دوسرا بیٹا حج کر سکتا ہے یا ان پیسوں میں ان بچوں کا حق ہو گیا کیونکہ یہ فیصلہ میرے والد نے اپنی زندگی میں کیا اور لوگوں کے سامنے کیا تھا۔

فقط آپ کا خادم محمد حسین، کوارٹر نمبر D-69 لطیف آباد نمبر ۱۰، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ **الجواب** ہوالموفق للصواب: صورت مسئول عنہا میں اگر آپ کے والد پر حج فرض ہو چکا تھا اور پھر ادا نہ کیا اور نہ وصیت کی تو مواخذہ ہوگا۔ اگر ان کے ورثہ سب بالغ ہوں اور ان کی طرف سے حج بدل کرانا چاہیں تو کرا سکتے ہیں ان شاء اللہ تعالیٰ امید ہے ادا ہو جائے گا اور اگر حج کی وصیت کی تو تہائی مال سے کرایا جائے۔ (عالمگیری وغیرہ بحوالہ بہار شریعت) حج بدل ان کا بیٹا بھی کر سکتا ہے اور کوئی دوسرا شخص بھی۔ بہتر یہ ہے کہ حج بدل کیلئے ایسا شخص بھیجا جائے جو خود حج فرض ادا کر چکا ہو اور ایسے کو بھیجا جائے جس نے خود حج ادا نہیں کیا ہے جب بھی حج بدل ہو جائے گا۔ (عالمگیری) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۴/۸/۶ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

محرم کے اخراجات نہ ہوں تو بھی محرم ضروری ہے

سوال: جناب اعلیٰ مفتی محمد خلیل خاں برکاتی صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: مسئلہ یہ ہے کہ ایک عورت جو غیر شادی شدہ ہو یا اس کے شوہر کا انتقال ہو چکا ہو وہ حج مبارک کی سعادت حاصل کرنا چاہتی ہو اخراجات زیادہ ہونے کی وجہ سے کسی محرم کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتی، ایسی صورت میں کیا عورت بغیر کسی محرم کے حج پر جا سکتی ہے یا نہیں؟

جناب عالی! اب جب کہ سفر بذریعہ طیارہ تین یا چار گھنٹے کا ہے اور اب سفر اتنی دور کا نہیں ہے کہ اب کسی محرم کا ساتھ ہونا ضروری ہو۔ بحوالۂ جناب عالی مولانا مولوی حکیم ابوالعلا محمد امجد علی صاحب، رضوی حنفی سنی قادری برکاتی بہار شریعت صفحہ نمبر ۱۴ اور ۱۵ پر لکھتے ہیں کہ

عورت کو مکہ تک جانے میں تین دن یا زیادہ کا راستہ ہو تو اس کے ہمراہ شوہر یا محرم کا ہونا شرط ہے خواہ وہ عورت جوان ہو یا بڑھیا اور تین دن سے کم کی راہ ہو تو شوہر یا محرم کے بغیر بھی جا سکتی ہے۔

طالب علم محمد سعید، مکان نمبر D-521602، ریشم گلی حیدرآباد سندھ، بتاریخ ۱۹۸۴/۱۰/۲۴ء

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں عورت کو حج پر جانے کیلئے محرم اس کے ہمراہ ہونا شرط ہے۔سفر کی مدت تین دن کا راستہ ہے لہٰذا تین دن کی راہ پر تیز سواری پر دو دن یا کم میں مثلاً تین چار گھنٹے میں طے کیا تو مسافر ہی ہے تین دن کی راہ آجکل کے ۵۷ میل کے سفر کے برابر ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ تیز سواری سے جلد پہنچنے پر بھی جبکہ وہ فاصلہ ۵۷ میل ہو مسافر ہوگی اور پاکستان سے مکہ تک کا راستہ تو بہت ہی لمبا ہے اس میں ضرور مسافر، ہے بغیر محرم کے حج پر نہیں جاسکتی۔واللہ اعلم بالصواب
(فتاوی رضویہ۔درمختار،عالمگیری)

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ ۲۸ رصفر المظفر ۱۴۰۵ھ

چندہ کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ حج کو بھیجنا

سوال: انجمن فلاح تاجران یونٹ نمبر ۱۱ نے ایک اسکیم بنائی ہے جس پر عمل درآمد آپ کی ہدایت اور دینی فتویٰ پر منحصر ہے۔ عرض یہ ہے کہ تاجران برادری ہر سال ایک حاجی کو حج پر بھیجنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہم 60 دوکاندار سے -/Rs.500 کمیشن لیں گے، اس طرح -/Rs.30000 روپے ہوتے ہیں پھر سرعام جلسے میں آپ جیسے قابل قدر علماء اور حکومت کے کسی افسر کی زیرنگرانی اسی وقت رقم اکھٹی کی جائے گی اور اسی وقت قرعہ اندازی سے نام نکالدیا جائے گا جس کا نام ہوگا وہ شخص اس رقم سے حج کرے گا اور دوسرے لوگوں کو اس میں حصہ لینے کا ثواب ملے گا۔اسی طرح ہر سال یہ ہی طریقہ کار رکھیں گے اور جو حضرات حصہ لیں گے بخوشی رقم دیں گے۔اور یہ کار خیر سمجھ کر نیک کام میں حصہ لیں گے اس سلسلہ میں اہل سنت کی رو سے کیا یہ عمل صحیح ہے؟ مہربانی فرما کر جواب فوری عنایت کردیں تاکہ یہ دینی کام آگے بڑھائیں۔
کارکنان انجمن فلاح تاجران لطیف آباد نمبر ۱۱، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: حج واجب ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں اس میں ایک یہ ہے کہ سفرخرچ کا مالک ہو اور سواری پر قادر ہو خواہ سواری اس کی ملکیت ہو یا اس کے پاس اتنا مال ہو کہ کرائے پر لے سکے۔اسی طرح کسی نے حج کیلئے مال ہبہ کیا اور اس نے لے لیا تو حج واجب ہو جائے گا۔(عالمگیری وغیرہ) لہٰذا حج پر جانے کیلئے سوال نہ کرے اور خود لوگ خوشی سے اور کار خیر سمجھ کر نیک کام میں حصہ لیں تو یہ صورت جائز ہوگی ہاں یہاں کسی قسم کی بندش یا شرط قائم نہ کی جائے محض رضائے الٰہی کیلئے یہ عمل ہو تو یہ بات جائز ہوگی۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ ۳۰ صفر المظفر ۱۴۰۵ھ/ ۱۴ نومبر ۱۹۸۴ء

عمرہ و حج پر جانے کے لئے عورت کے ساتھ محرم یا شوہر ہونا شرط ہے

سوال: مکرمی جناب مفتی صاحب بعد سلام کے عرض یہ ہے کہ: ایک عورت جو کہ نومسلم ہے اس کے عزیز واقارب سب ہی غیر مسلم ہیں اس کی کوئی بھی اولاد نہیں ہے یہ جس شخص کے گھر میں رہتی ہے وہ کہتی ہے کہ اپنے شوہر سے میں نے اپنی مزدوری کر کے حج کیلئے پیسے جمع کئے ہیں اور حج پڑھنے جاؤں گی اس کا خاوند کہتا ہے کہ اگر تو حج پر جاتی ہے تو تو اس شخص کے

ساتھ چلی جا۔ جس شخص کیلئے خاوند اجازت دے رہا ہے وہ اپنی بیوی کے ساتھ حج پڑھنے جارہا ہے کیا شرع کی رو سے یہ عورت اس شخص کے ساتھ جاسکتی ہے یا نہیں اور محلے والے بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ اس شخص کے ساتھ اگر اجازت دیدے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ مہربانی فرما کر اس کو جواب عطا کیا جائے عین نوازش ہوگی۔ سائل عبدالغنی

۷۸۶ **الجواب** ہوالموفق للصواب: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لا یحل لا مرأۃ تومن باللہ والیوم الآخر ان تسافر مسیرۃ و یوم لیلۃ الامع ذی محرم یقوم علیھا۔ جو عورت اللہ اور یوم قیامت پر ایمان رکھتی ہے اس کو حلال نہیں کہ بغیر محرم، کے کہ جو اس کی حفاظت کرے ایک منزل کا بھی سفر کرے۔ حج کا ثواب تو اسی صورت میں ہوگا کہ محرم ساتھ ہو ورنہ ثواب کی بجائے ہر قدم پر گناہ لکھا جائے گا۔ حج کے فرض ہونے کی شرائط میں جس طرح سفر خرچ شرط ہے اسی طرح عورت کیلئے محرم ہونا شرط ہے، لہٰذا یہ عورت اگرچہ بوڑھی ہی کیوں نہ ہو بغیر شوہر یا محرم کے حج پر نہیں جاسکتی، اگرچہ شوہر اجازت دے دے پھر بھی منع ہے گناہگار، ہوگی اور پھر بھی اگر چلی گئی تو گناہگار ہوگی مگر حج ہوجائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ) یہی مسئلہ عمرہ کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

حج بدل پر کیسا شخص جاسکتا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین بموجب شریعت کے بابت حج بدل کہ: جو شخص صاحب نصاب نہ ہو اور تندرست ہو اور حج کی محنت برداشت کرسکے اور صوم صلوٰۃ کا پابند ہو وہ اپنے مورث کی طرف سے حج بدل کو جاسکتا ہے یا نہیں؟

سائل محمد نعیم خان، مکان نمبر C-77، لطیف آباد نمبر ۷، بتاریخ ۳ جنوری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ **الجواب** ہوالموفق للصواب: صورت مسئول عنہا میں حج بدل جائز ہے اور اگر میت نے وصیت کی تھی تو حج کرانا لازم ہے اور چونکہ وارث مورث کی طرف سے حج کررہا ہے اس لئے حکم کی ضرورت نہیں ہے۔ (بہار شریعت)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید بتاریخ ۸۔ ۱۔ ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

حج پر جانے کے لئے والدین سے اجازت لینا واجب ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید اور زید کے والد نے تقریباً ۲۶ سال پہلے ایک بہت معمولی سی دوکان کھولی جو خدا کے فضل سے بہت اچھی ہے جس سے تمام گھر والوں کے اخراجات شادی بیاہ لینا دینا چلتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد زید کے والد نے دوکان پر بیٹھنا چھوڑ دیا اور دوکان کی آمدنی میں سے ایک پلاٹ خرید کر پانچ دوکانیں بنائیں جس کا کرایا وہ پابندی سے وصول کرکے اپنے استعمال میں لاتے ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے دو حج بھی کیئے

ہیں اب زید کے دو چھوٹے بھائی ہیں جو کہ بالغ ہیں اور کھاتے کماتے ہیں اور (زید ان دونوں بھائیوں کی شادی کے اخراجات اٹھانے کا ذمہ دار ہے) زید نے والد سے کہا کہ میں نے حج کیلئے رقم جمع کی ہے اور حج کا فارم بھرنا چاہتا ہوں۔ زید کے والد نے جواب دیا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں تم حج پر نہیں جا سکتے اگر جانا ہے تو تین سال کے بعد جانا۔ حالانکہ روکنے کا کوئی جواز نہیں۔ زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔ میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ شریعت نے والد کو یہ اختیار دیا ہے کہ اولاد کو حج کی اجازت دے یا نہ دے جبکہ سوائے ضد کے کوئی عذر لاحق نہ ہو؟

سائل محمد مشتاق ولد محمد یوسف، کرانہ اسٹورز دروپ محل ہیرآباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب ہوالموفق للصواب: حج پر جانے کیلئے ماں باپ اور وہ نہ ہوں تو دادا دادی سے اجازت لینا واجب ہے۔ بغیر اجازت جانا مکروہ ہے (درمختار وردالمحتار) خصوصاً ماں باپ اگر خدمت کے محتاج ہیں تو اجازت ضروری ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں البرکاتی غفرلہ الحمید ۱۵۔۱۔۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

حج کی قربانی سے پہلے ناخن یا بال کٹوا لینا

سوال: جناب مفتی محمد خلیل خاں صاحب، السلام علیکم

جناب عالی گزارش یہ ہے کہ: میری صاحبزادی اور داماد اور ان کے چار بچوں نے حج کے ارکان ادا کیے۔ مگر قربانی کرنے سے پہلے صاحبزادی اور داماد نے اپنے کچھ بال کاٹ لئے، حالانکہ قربانی کے بعد بال منڈانا اور مستورات کو بال کاٹنے کا حکم ہے۔ اس سلسلہ میں علماء دین کیا فتوٰی دیتے ہیں کہ قربانی دوسری واجب ہوگی یا نہیں؟ فقط، حاجی عزیز الرحمٰن

۷۸۶ الجواب: قربانی سے پہلے مرد نے حلق کیا یعنی سر منڈایا یا خود مونڈا، اور عورت نے اپنے بال تراش لئے، یا مرد نے چہارم سر یا داڑھی کے بال دور کر دئے تو ان صورتوں میں ہر ایک پر دم لازم ہے یعنی ایک بھیڑ یا بکری ذبح کریں لیکن اس قربانی کے لئے شرط ہے کہ حرم ہی میں ہو۔ یہاں ایک کی بجائے ہزار کر دیں تب بھی کافی نہیں۔ درمختار میں ہے یتعین الحرم لا حل۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

کتاب النکاح والطلاق

باب الکفو

کفو کا بیان

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین ان مسائل کے بارے میں کہ: زید نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنی برادری کے علاوہ کسی مسلمان سے کردیا، زید کی برادری نے زید کے اس فعل کو ناجائز سمجھتے ہوئے ذات برادری سے خارج کردیا۔ نیز زید کی لڑکی کے نکاح میں جو دو چار آدمی برادری کے شامل ہوئے تھے ان میں سے کسی کو معاف اور کسی کو ذات سے خارج کرنے کا فیصلہ کردیا۔ اس نامنصفانہ اعلان سے برادری میں انتشار اور جذبہ نفرت پھیل گیا اس پر دوبارہ پنچایت کرانے کا اعلان کیا گیا دوبارہ پنچایت کو بھی سابقہ فیصلہ کرنے والے گروہ نے شوروغل کر کے ناکام بنادیا۔

پھر تیسری بار انتشار دور کرنے والے گروہ کے حامیوں نے، اپنے دستخطوں سے پنچایت بلائی قریب قریب لوگ آئے، بحث وتمحیص کے بعد سات افراد کو فیصلے کا اختیار دیا گیا اور ان فیصلہ کرنے والوں نے سب کے روبرو کلمہ طیبہ پڑھا اور حاضرین سے پڑھوا کر اقرار کرلیا جو بھی فیصلہ ہم کریں گے آپ کو منظور ہوگا۔ اور سب نے اقرار کرلیا۔ یہ فیصلہ کرنے والے پنچایت سے اٹھ کر کسی تخلیہ میں گئے اور دو گھنٹے کے صلاح ومشورہ کے بعد فیصلہ سنانے آئے۔

(فیصلہ یہ تھا)

الف۔ زید نے اپنی لڑکی کا نکاح برادری کو چھوڑ کر غیر برادری سے کیا اس کے عوض ذات سے خارج کیا گیا۔

ب۔ زید کی لڑکی کے نکاح میں شریک ہونے والی ایک بیوہ کو (جو کہ دو سال قبل اپنی لڑکی کا نکاح بھی غیر برادری میں کرچکی تھی) ذات سے خارج (قطع تعلق) کیا گیا۔

ج۔ زید کی لڑکی کے نکاح میں بکر نامی، شرکت کرنے والے ایک شخص کو فیصلہ سنایا گیا (یہ وہ بکر ہے جو چار سال قبل اپنی لڑکی کا نکاح غیر برادری میں کرچکا تھا۔ اور جس کو دو سال قبل معافی دی جاچکی تھی۔) کہ اگر وہ برادری کے ساتھ رہنا چاہے تو اپنی لڑکی جس کو وہ غیر برادری میں شادی کرچکا ہے سے قطع تعلق کرلے اور معافی مانگے۔ اگر لڑکی کو نہیں چھوڑ سکتا تو برادری میں شامل نہیں ہوسکے گا۔ اس فیصلہ پر بکر نے بہت کچھ عذر کیا کہ آپ صاحبان ایسا ظلم تو نہ کریں برادری کی خاطر اولاد کو جدا کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ مگر برادری کے رسم ورواج میں شدت کرنے والوں نے ایک عرض نہ سنی۔ اس پر کسی مسئلہ کے واقف کار نے فیصلہ کنندگان کو توجہ دلائی کہ اس فیصلہ میں کتاب وسنت کے خلاف بکر کو اپنی بیٹی چھوڑنے پر مجبور کیا جارہا ہے جو حدیث میں قطع

صلہ رحمی کہلاتا ہے۔ کسی مسلمان برادری کا ایسا فیصلہ کرنا اور منظور کرنا گناہ سے خالی نہیں۔
اس پر فیصلہ کنندگان نے قطع صلہ رحمی کے مسائل سے ناواقفیت کا اظہار کیا جس پر برادری نے موجودہ فیصلے پر ترمیم کا اختیار دیا چنانچہ فیصلہ کنندگان نے پھر باہمی مشورہ کے بعد برادری کے خلفشار کا اندازہ لگاتے ہوئے پانچوں قصورواروں کو معاف کر دیا اور پنچایت، فیصلہ مناسب کے بعد برخاست ہوگئی۔
تشدد پسند طبقہ اس وقت تو فیصلہ کو مان کر چلا گیا دوسرے روز ہی کھلم کھلا فیصلہ سے انحراف کا پروپیگنڈہ شروع کر دیا اور کہا کہ ہم برادری کے فیصلہ کو برادری کے رسم ورواج کے مطابق چاہتے ہیں۔ ہم برادری کے فیصلہ کو قرآن وسنت کی روشنی میں نہیں چاہتے۔
چنانچہ مندرجہ بالا واقعات کی روشنی میں مندرجہ ذیل سوالات کا جواب مطابق کتاب وسنت بہ حوالۂ کتب عنایت فرمایا جائے تاکہ وقتِ اصلاح برادری، کام آسکے۔
۱۔ کیا مسلمانوں کی کسی برادری کو (خواہ نسل و پیشہ کی بنیاد پر جو ایک برادری کہلاتی ہے) یہ اختیار پہنچتا ہے کہ وہ اپنے گروہ کے کسی فرد کو صرف اس بات پر (جو اوپر مذکور ہوئی) ذات سے خارج کر کے تکلیف پہنچائے اور اس کے ساتھ ملنے، جلنے، کھانے، پینے پر پابندی لگا دے (تاکہ وہ شخص اپنے تمام متعلقہ رشتے داروں سے کٹ کر رہ جائے جو قطع صلہ رحمی کے مترادف ہے۔) کہ اس نے اپنی لڑکی غیر برادری کے مسلم شخص سے بیاہ دی ہو۔
۲۔ یہ کہ مذکورہ بالا واقعہ میں فیصلہ کنندگان نے برادری سے وعدہ لیا تھا کہ ہر صورت میں ہمارا فیصلہ قابل قبول ہوگا۔ کوئی فیصلہ کے بعد وعدہ خلافی نہ کرے۔ جبکہ فیصلہ خلاف کتاب وسنت ہو تو ایسے اشخاص جو وعدہ کے بعد خلاف ورزی پر اتر آئیں تو ان کیلئے کیا حکم ہے؟
۳۔ کوئی مسلمان یا برادری اپنے تنازعات کے فیصلہ کے موقع پر برادری کے رسم ورواج کو قرآن وسنت کے احکامات پر ترجیح دے تو وہ اس صورت میں گناہ گار ٹھہرے گا یا نہیں؟
۴۔ مسلمان برادری کے افراد اگر یہ کہیں کہ ہم قرآن وسنت کے مطابق فیصلہ کریں گے تو ہماری قوم کی گروہ بندی ختم ہو جائے گی اور اگر قومی رسم ورواج پر فیصلہ کریں گے تو قوم کی شیرازہ بندی ہو سکتی ہے۔ ایسا خیال کرنا یا عمل کرنا گناہ سے خالی ہوگا یا نہیں؟
۵۔ برادری کے رسم ورواج اور قرآن وسنت کے احکامات میں اگر ٹکراؤ ہو جائے تو برادری کو ان دونوں میں سے کس کو ترجیح دینی چاہیے؟
۶۔ کوئی برادری جان بوجھ کر برادری کیلئے ایسے قوانین بنائے جو خلاف کتاب وسنت ہوں تو ایسی برادری کا اسلام میں کیا درجہ ہے؟
۷۔ کیا برادری اپنے رسم ورواج کی عدم پابندی پر کسی شخص کو کسی قسم کی سزا دینے کی مستحق ہے؟
سائل عبدالغنی ٹیلر ماسٹر، بلبلانی گٹی شاہی بازار، حیدرآباد، پاکستان، مورخہ ۱۹ اپریل ۱۹۶۴ء

۷۸۶ **الجواب:** کفاءت کا اعتبار عرف دُنیوی پر ہے اور اس زمانہ میں تقویٰ و دیانت پر عزت کا مدار نہیں۔ بلکہ اب تو دنیاوی عزت و وجاہت دیکھی جاتی ہے۔ تو جو لوگ عرف میں وجاہت والے کہے جاتے ہیں۔ وہ باہم ایک دوسرے کے کفو ہیں۔ اب اگر بالغہ عورت خود اپنا نکاح کسی ایسے مرد سے کر لے جو نسب اور دنیاوی وجاہت میں اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح عورت کے اولیاء کیلئے باعث ننگ و عار ہو تو شرعاً یہ نکاح نافذ وصحیح ہے۔ نہ کہ جب ایسے دنیاوی وجاہت والے سے جو نسب میں اولیا زن سے کم نہیں خود اولیائے زن یعنی عورت کے سرپرست والدین عورت کا نکاح کر دیں۔ ظاہر ہے کہ یہ نکاح یقیناً نافذ وصحیح ہے۔ اگرچہ برادری سے باہر کیا گیا۔ تو جب شریعت مطہرہ اس باب میں مانع نہیں آتی تو برادری کے نام نہاد مراسم اس میں آڑے نہیں آسکتے۔ اصل حکم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا ہے۔ حکم شرع کے خلاف کسی حکم و رسم و رواج کو ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔ کہ ان الحکم الا للہ۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لا طاعة لمخلوق فی معصیة اللہ خدا اور رسول کے خلاف کسی کی فرمانبرداری نہیں۔ تو برادری کے نام پر جو شور و غل برپا کیا جارہا ہے۔ وہ مسلمانوں کی شان سے بعید ہے۔ صرف خدا اور رسول کا فیصلہ ہر حال میں قابل قبول اور ہر صورت میں نافذ ہے۔ کسی برادری پنچایت وغیرہ کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ پھر سزا بھی ایسی سخت جس کی صریح ممانعت وارد ہے۔ قطع رحم، بدترین ظلم ہے اور اس میں اعانت ظلم کی اعانت ہے۔ ایسی برادریوں اور پنچایتوں کو توڑ دینا واجب ہے۔ جنکی بنیاد صریح ظلم اور خدا و رسول کی نافرمانی پر ہو قال اللہ تعالیٰ وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان۔ نیکی و پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو لیکن گناہ و زیادتی پر کسی کی اعانت نہ کرو واللہ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ

اولاد کے نکاح کے بارے میں باپ کی وصیت

سوال: بحضور جناب مفتی صاحب آداب تسلیمات!

بعد واضح ہو کہ مندرجہ ذیل مسائل کا از روئے شرع مع ثبوت کے فتویٰ عنایت فرمائیں

ایک بیوی کا شوہر مرتے وقت یہ وصیت کر گیا کہ میرے مرنے کے بعد میری جو لڑکی ہے اس کا رشتہ میرے بھائیوں کے گھر بالکل نہیں دینا۔ جب یہ فوت ہو گیا تو اس کی دو چھوٹی چھوٹی بچیاں رہ گئیں۔ ان بچیوں کو ان کی ماں نے بڑی محنت سے پالا۔ اور اب جوان ہو گئیں۔ ان کی تنگدستی کے زمانے میں کسی رشتہ دار نے ان لڑکیوں یا ان کی ماں کو کسی طرح کی مدد یا پرورش کیلئے سر پر ہاتھ نہیں دیا۔ اب سب لڑکیاں جوان ہو گئیں تو وہی شخص رشتہ کیلئے قریب ہوا۔ جس کے گھر لڑکیوں کا رشتہ دینا اس بیوی کا خاوند منع کر گیا تھا۔ اس بیوی کے بھائی اور والد زور لگاتے ہیں کہ رشتہ اس کو دیا جائے زبردستی رشتہ دے رہے ہیں لیکن بیوی یعنی ان لڑکیوں کی والدہ کا کہنا ہے کہ میرا شوہر منع کر گیا ہے میں ان کے گھر کبھی نہیں دوں گی۔ اور بیوی کا کہنا ہے کہ آج تک میری کسی طرح کی مدد کسی شخص نے نہیں کی۔ میں لڑکیوں کی خود ذمہ دار ہوں اور خاوند کی وصیت کو پورا کروں گی۔ لیکن یہ لوگ بیوی کے ارادے کے خلاف زبردستی کرتے ہیں۔

۱۔اب یہ عرض ہے کہ ازروئے شرع آگاہ کریں کہ کیا بیوی کو خاوند کی وصیت پر عمل کرنا چاہیئے کہ نہیں۔اگر بیوی خاوند کی وصیت پر پورا عمل نہ کرے تو شرع کیا کہتی ہے؟

۲۔کیا بیوی کا لڑکیوں پر اختیار ہے کہ جہاں چاہے ان کا رشتہ دے؟

۳۔کیا (بیوہ) بیوی کے بھائی اور والدین لڑکیوں کا بغیر مرضی بیوی (یعنی ماں) کے زبردستی نکاح کرا سکتے ہیں؟ اور نکاح بھی ان کے ساتھ جن سے انکا خاوند منع کر گیا ہو؟

۴۔اگر یہ زبردستی نکاح کرادیں تو عیب (گناہ) ہے کہ نہیں۔اگر عیب ہے تو کس پر ہے؟

۵۔اگر یہ زبردستی نکاح کرادیں بیوی کی مرضی کے خلاف تو خاوند جو وصیت کر گیا تھا اس کے حکم کے خلاف ورزی کرنے پر بیوی پر گناہ ہے کہ نہیں؟

برائے کرم ان پانچوں سوالوں کے مکمل جواب عنایت فرمادیں آپکی نہایت مہربانی ہوگی۔

آپکا تابعدار: صوفی محمد فیروز قادری، ریلوے اسٹیشن پشاور کینٹ، ۱۹۶۶ء/۱۲/۲

۷۸۶ الجواب: لڑکی جبکہ جوان یعنی بالغہ عاقلہ ہے تو اس کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے کوئی نہیں کر سکتا یہانتک کہ نہ اس کا باپ نہ بادشاہ اسلام (کذافی درالمختار و عالمگیری) متوفی کی بیوی اپنے شوہر کی وصیت پر عمل کر سکتی ہے جبکہ کوئی امر خلاف شرع مثلاً قطع رحمی وغیرہ لازم نہ آئے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ شوال ۱۳۸۵ھ

غیر سیّد کا سیّد سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام بیچ اس مسئلہ میں کہ: ایک لڑکا جو غیر سیّد ہے اس کی ایک سید نے پرورش کی اور بلوغت کو پہنچایا ہے اب اس لڑکے کی شادی اگر سیّد خاندان سے کی جائے تو فضیلت اہلبیت کی شان کے خلاف ہے یا نہیں؟ اور ازروئے شرع اس کے لئے کیا حکم ہے؟ بینو ابالبرھان اجر کم عنداالرحمٰن

فقیر محمد شاہ، گاڑی کھاتہ حیدرآباد، بتاریخ ۱۹۶۹ء/۲۶/۴

۷۸۷ الجواب: اگر وہ لڑکا قریشی ہے اگر چہ ھاشمی نہیں تو اس کی شادی ہر خاندان قریش سے اگر چہ وہ ہاشمی نہ ہو سکتی ہے کہ قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب باہم کفو ہیں کہ قریشی غیر ہاشمی قریشی ہاشمی کا کفو ہے اور اگر وہ لڑکا قریش سے نہیں مگر نسب وغیرہ میں عورت سے کم بھی نہیں کہ اس سے نکاح عورت کے اولیاء کیلئے ننگ و عار کا باعث ہو تو بھی نکاح میں کوئی حرج نہیں اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہو کہ اولیائے زن کیلئے اس کے ساتھ نکاح کرنا دنیاوی ننگ و عار کا باعث بھی ہے تو پھر احتراز ضروری ہے (درالمختار، ردالمختار) وغیرہ۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ صفر ۱۳۸۹ھ

بالغہ کو اپنے نکاح کا اختیار ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ: کافی عرصہ ہوا میرے شوہر شمشاد بیگ ولد ولایت بیگ نے زبانی وتحریری شرعی طور سے تین الفاظ کے ساتھ اور گواہان کے سامنے طلاق دیدی میرے سوا میری بیوہ والدہ کا کوئی وارث نہیں میں عقد ثانی کیا اپنی مرضی سے کرسکتی ہوں کیا طلاق ہوجانے کے بعد بھی جبکہ میں بالغ ہوں ولی کی ضرورت ہے؟

طالب جواب، زاہدہ بیگم مطلقہ شمشاد بیگ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: مذکورہ بالا صورت میں جبکہ زاہدہ بالغ ہے اسے اپنے نفس پر اختیار حاصل ہے۔ جس مرد سے چاہے اپنی مرضی سے نکاح کرے بشرطیکہ مرد نسب وغیرہ میں عورت سے اتنا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح عورت کے اولیاء کیلئے باعث ننگ و عار ہو۔ بہتر ہے کہ والدہ کی اجازت حاصل کر لینا چاہیے تاکہ اس کی دعاؤں کی برکتیں شامل حال رہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ صفر ۱۳۸۹ھ

نکاح کے بارے میں ماں کی وصیت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام دین اس مسئلہ میں کہ: ایک عورت ہندہ نے اپنے خاوند کی بہن سے وفات سے قریباً ایک سال پہلے یہ کہا تھا کہ میری لڑکی زید کے گھر نہ دینا اس کے کچھ روز بعد زید کی ساس نے بھی یہ ہی کہا کہ ہندہ نے مجھے بھی یہ ہی کہا تھا اب سوال یہ ہے کہ ان دونوں عورتوں کی بات مان لی جائے یا نہیں؟ حالانکہ زید زندہ موجود ہے اور یہ کہ ان دونوں عورتوں کی روز قیامت پکڑ تو نہ ہوگی اگر ہندہ کی مرضی کے خلاف شادی کی جائے؟ فقط مرنے والی

۷۸۶ الجواب: لڑکا اگر مناسب کفو ہے اور اس میں کوئی نقص نہیں تو پھر اس مرنے والی کی وصیت پر عمل نہ کیا جائے کنبہ دار اور لڑکی کے اولیاء اگر چاہیں تو لڑکی کا نکاح زید کے گھرانے میں کرسکتے ہیں اور اس صورت میں انشاءاللہ تعالیٰ ان دونوں عورتوں پر بھی آخرت میں کوئی مواخذہ نہ ہوگا۔ **قال اللہ تعالیٰ تعاونوا علی البر والتقوٰی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان** یعنی نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ میں زیادتی پر مدد نہ کرو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ذی قعد ۱۳۸۹ھ

کفو کے شرعی معنی

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب اعلم علماء دین السلام علیکم عرض ہے کہ: ایک لڑکی نے اپنی سہیلی کے بہکانے اور ورغلانے سے بغیر اپنے والدین کی اجازت کے کسی غیر کفو میں نکاح پڑھ لیا، ان کی زبان مختلف ہے اور اسے غیر کفو میں یعنی لڑکی کی قوم میں معیوب سمجھا جاتا ہے کیونکہ مقامی ہے۔ ایسی صورت میں کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں۔

کیا اس لڑکی کا نکاح ہوا کہ نہیں۔ بغیر والدین کی اجازت کے نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے۔ اس کا جواب ازروئے

شرع میں فرمائیں؟ العارض عبدالرشید، نزد مدینہ مسجد سرے گھاٹ حیدرآباد، ۲۵ نومبر ۱۹۸۰ء

۷۸۲ **الجواب:** مقامی وغیر مقامی ہونا، کفو اور ہم پلہ ہونے میں کوئی دخل نہیں رکھتا۔ لہٰذا بالغہ لڑکی نے بے رضائے ولی خود اپنا نکاح خفیہ، خواہ اعلانیہ کرلیا تو اس کے صحیح منعقد ہونے کیلئے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح، لڑکی کے اولیاء کیلئے ننگ و عار اور بدنامی کا باعث ہو۔ اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا، ورنہ صحیح ہے۔ فی الدرالمختار ویفتی فی غیرالکفو بعدم جوازہ اصلا وھوالمختار للفتوٰی لفساد الزمان۔ البتہ ماں باپ کو ناراض کرنے کا وبال لڑکی پر ہو تو جدا امر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ محرم الحرام ۱۴۰۱ھ

کفو میں نکاح کی وجہ سے حقہ پانی بند کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک عاقل بالغ مطلقہ عورت نے اپنی مرضی سے بعد گزرنے زمانہ عدت دوسرے شخص سے نکاح کرلیا، اپنے والدین کی رائے کے خلاف، تو جو لوگ اس نکاح میں شامل تھے یا کسی طرح کی کوشش اس نکاح کیلئے کرتے تھے ان میں سے بعض کا حقہ پانی برادری کے ایک چودھری نے بند کردیا، کیا شامل ہونے والے اور کوشش کرنے والے لوگ کسی جرم کے مرتکب ہوئے تھے اور چودھری کا یہ فعل جائز اور درست ہے یا نہیں؟ براہِ کرم جواب رحمت دے کر عنداللہ ماجور ہوں۔ بینوا، توجروا محمد اکرم انصاری، لطیف آباد یونٹ نمبر ۱۲

۷۸۶ **الجواب:** لڑکی جب عاقلہ بالغہ ہے اس نے اپنی مرضی سے کفو میں یعنی اپنی برادری میں ایسے شخص سے نکاح کیا جو عورت سے نسب وغیرہ میں اتنا کم نہیں کہ اس سے نکاح عورت کے باپ دادا وغیرہ کیلئے باعث ننگ و عار ہو تو یہ نکاح صحیح ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ ثیب جو کنواری نہ ہو ولی سے زیادہ اپنے نفس کی حقدار ہے (مسلم شریف) درمختار وغیرہ میں ہے کہ نفذ نکاح حرۃمکلفۃبلا رضا ولی یعنی عاقلہ بالغہ کا نکاح ولی کی رضا کے بغیر نافذ وصحیح ہے، ہاں اگر یہ نکاح اپنے کفو میں نہ ہوتا تو بلکہ غیر کفو میں ہوتا تو نہ مانا جاتا۔ اور جب نکاح صحیح ہے تو نکاح صحیح میں شرکت کوئی جرم نہیں۔ چودھری نے جو کچھ حکم شرعی کے خلاف کیا مسلمان اس کی بات خدا اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف نہ مانیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ جمادی الاٰخریٰ ۱۴۰۱ھ

سیّد اور غیر سیّد کون؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

۱۔ سیّد کس کس کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ صرف حضرت علی کی فاطمی اولاد کو یا غیر فاطمی اولاد کو بھی۔ نیز کیا بنی ہاشم کے دیگر افراد کو بھی سیّد کہہ سکتے ہیں؟

۲۔ کیا سیّد کو گیارہویں شریف کے نام پر نکالی ہوئی رقم دے سکتے ہیں؟

۳۔ کیا سیّدہ عورت سے غیر سیّد مرد کا نکاح ہوسکتا ہے۔ نیز بنی ہاشم کی دیگر عورتوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟
تفصیل سے جواب مرحمت فرمائیں اور فقہ حنفی کی کتابوں کا حوالہ دیں۔ والسلام۔
مستفتی زوار حسین عباسی حنفی، معرفت کیفے رضا C-20 بلاک N، نارتھ ناظم آباد کراچی ر ۳۳

۷۸۶ الجواب: ۱۔ مولیٰ علی سے امامین کریمین حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد سیّد کہلاتی ہے۔ غیر فاطمی اولاد بنی ہاشم میں شمار ہے۔ سادات میں نہیں۔ واللہ اعلم

۲۔ گیارہویں شریف کے نام پر نکالی گئی رقم کا کسی کو دینا صدقہ نافلہ ہے۔ اور صدقہ نفلی نیز اوقاف کی آمدنی بنی ہاشم کو دے سکتے ہیں۔ (درالمختار وغیرہ) واللہ اعلم

۳۔ لڑکی کہ سیّدہ ہے اگر بالغ ہو اور اگر اس کا کوئی ولی نہ ہو تو وہ اپنی خوشی سے سیّد سے نکاح کر سکتی ہے اور اگر اس کے اولیاء موجود ہوں اور وہ قبل عقد اس پر راضی ہوں تب بھی نکاح ہوسکتا ہے (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) اور جب سیّدہ سے غیر سیّد کا نکاح بہ شرائط مذکورہ صحیح ہے تو بنی ہاشم کی دیگر عورتوں کے ساتھ بدرجہ اولیٰ درست ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ر جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

بلوغت کی عمر اور کفو

سوال: قابل قدر و قابل صد احترام محترم جناب مفتی صاحب
دار العلوم احسن البرکات، حیدر آباد، سندھ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب عالی!

عرض یہ ہے کہ ایک مسئلہ پر فتویٰ درکار ہے۔ درخواست ہے کہ مکمل شرعی لحاظ سے جواب سے سرفراز فرمائیں۔ شکریہ مسئلہ۔ میرے چچا کی بیٹی نے اپنی مرضی سے گھر والوں سے چھپ کر نکاح کرلیا ہے۔ نکاح اس طرح ہوا کہ وہ بہانہ کر کے گھر سے نکلی اور جس سے نکاح کیا اس کے ساتھ کورٹ سے مختار نامہ نکلوا کر جو کہ غلط بیانی پر مبنی تھا۔ کسی اور مقام پر نکاح کرلیا۔ جہاں محلے کے چند لڑکے موجود تھے۔ اس کے بعد لڑکے کے بڑے بھائی نکاح نامہ لائے اور مصالحت کی بات کی۔ لڑکے والے مکمل طور پر لڑکے کی حمایت پر ہیں۔ ہماری ان لوگوں سے کسی بھی قسم کی کوئی رشتہ داری نہیں ہے۔

ہمارے گھر والوں نے ان کی مصالحت کے جواب میں یہ کہا کہ اب ہمارا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اب کبھی ہم اس (لڑکی) کو اپنی دہلیز پر چڑھنے دیں گے ہمارے لئے وہ مرگئی ہے اور ساتھ ہی تمام رشتے داروں سے یہ کہہ دیا کہ جو کوئی بھی اس سے ملے گا ہم اس سے رشتے داری ختم کرلیں گے۔ اب اگر لڑکی کے ماں، باپ، بہن، بھائی، میں سے کوئی اس سے ملتا ہے تو اس صورت میں ہم ان سے نہیں ملیں گے۔ اور نہ ہی ہم ان لوگوں سے کوئی بات چیت کرتے ہیں جو اس نکاح کے معاملے میں کسی طرح بھی شریک تھے اب سوال یہ ہے کہ ہمارا یہ عمل اسلامی طور طریقے کے مطابق ہے یا ہم سے کوئی غلطی

سرزد ہو رہی ہے؟ اور لڑکی کا یہ عمل اسلامی نکتہ نگاہ سے کیا حیثیت رکھتا ہے؟

لڑکی بالغ ہے اور عمر 23 تئیس سال ہے۔ جس دن وہ گئی تھی اس دن اس کی شادی کی تاریخ طے ہونے والی تھی۔

عتیق احمد عباسی، صرافہ شاہی بازار بلال اسٹریٹ، حیدرآباد سندھ، بتاریخ 25/10/1982

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: لڑکی کم از کم نو برس میں اور زیادہ سے زیادہ پندرہ برس کی عمر میں بالغہ ہوتی ہے۔ اور بالغہ بے اذن ولی اپنا نکاح کر سکتی ہے۔ مگر کفو میں یعنی جس سے نکاح کرے وہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن میں اس سے کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ نکاح ہونا اس کے ولی کیلئے ننگ و عار ہوا گر وہ لڑکا جس سے لڑکی نے نکاح کیا اس کا کفو ہے تو یہ نکاح صحیح و درست ہے لڑکی بالغہ ۲۳ سال کی ہے اس پر کسی کو ولایت جبریہ حاصل نہیں ہے۔ (فتاوی رضویہ) درمختار، ردالمحتار و عالمگیری میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا ولی۔ درمختار میں ہے نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلا رضا ولی اور جب کفو میں نکاح ہوا تو اس سے ملنا جلنا جائز ہے۔ بلکہ والدین کو بھی چاہئے کہ وہ ایسی صورت میں ملنا شروع کر دیں کہ تاخیر نکاح میں ان کی جانب سے ہوئی اور لڑکی نے گناہ سے بچنے کیلئے نکاح کر لیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تین شخصوں کی امداد اپنے ذمہ کرم پر لی ہے ان میں سے ایک وہ نکاح کرنے والا یا نکاح کرنے والی جو نکاح کے ذریعہ حرام کاری سے بچنا چاہتا ہو یا بچنا چاہتی ہو۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا جس شخص کی لڑکی بارہ برس کی عمر میں پہنچ گئی اور اس نے اس لڑکی کا نکاح نہیں کیا اور لڑکی بدکاری کے گناہ میں پڑ گئی تو اس کا گناہ لڑکی والے کے سر پر بھی ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید بتاریخ ۵/۸/۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

کفو میں بالغہ خود نکاح کر سکتی ہے

سوال: عرض ہے کہ مسماۃ جنت بانو کے شوہر محمد صدیق خان ولد نصیر خان مکان ۳/۷۶۷ ۳ محلہ پریٹ آباد حیدرآباد کا انتقال سال ۱۹۸۰ء میں ہو گیا تھا جس کے تین بچے ہیں پہلی لڑکی بعمر ۱۰ سالہ، ۲۔ لڑکا بابر بعمر ۵ سالہ، ۳۔ افشاں بعمر ۴ سالہ منجملہ تین نفر ہیں۔ مسماۃ جنت بانو اب دوسرا عقد کرنا چاہتی ہے اور والدین جہاں لڑکی عقد کرنا چاہتے ہیں ناخوش ہیں اور لڑکی اپنی مرضی سے عقد کرنا چاہتی ہے اس کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے اس کے لئے فتویٰ صادر فرما دیں عین نوازش ہوگی۔

منظور احمد خان یکہ، مکان نمبر ۳۶۵۷ بلاک GI۳۸ محلہ پریٹ آباد پھلیلی حیدرآباد، مورخہ۔ ۵۸۴/ ۸/ ۱۹۲۸ء

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: لڑکی جہاں اپنا عقد کرنا چاہتی ہے اگر وہ لڑکی کا کفو ہے مذہب، نسب، چال چلن، پیشہ کی بات میں ایسا کم نہیں کہ اس سے لڑکی کا نکاح، لڑکی کے ولی کیلئے ننگ و عار کا باعث ہو تو بیشک وہ نکاح صحیح و لازم ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ) واللہ اعلم احمد میاں البرکاتی غفرلہ الحمید بتاریخ ۶۴/ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

بالغہ منکوحہ کا نکاح دوسری جگہ کر دینا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتی حضرات شریعت کی رو سے کہ: ایک لڑکی سکینہ عاقل بالغ نے خود، فقیر اللہ، سے نکاح کر لیا ماں باپ کی غیر موجودگی میں جب کہ اس نے ماں باپ کو کہا بھی تھا کہ میرا نکاح فقیر اللہ سے کر دیں مگر اس کے ماں باپ انکاری ہو گئے اس عاقل بالغ نے خود جا کے نکاح کیا ہے اب اس کے ماں باپ نے دوسری جگہ شادی کر دی ہے کیا نکاح پر نکاح جائز ہے یا ناجائز ہے؟ السائل فقیر اللہ

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خواہ اعلانیہ کرے یا خُفیہ، اس کے انعقاد و صحت کیلئے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو مذہب یا نسب یا پیشے یا مال یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس کا نکاح اولیائے زن کیلئے باعث ننگ و عار و بدنامی ہو اور اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا فی الدر المختار و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار۔ للفتوٰی لفساد الزمان۔ اب یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ سکینہ کے والد نے دوسرا نکاح کس بنیاد پر کیا، یہ بات معلوم ہو تو پھر جواب دیا جائے گا (فتاویٰ رضویہ، جلد ۵، کتاب النکاح) واللہ اعلم

احمد میاں البرکاتی غفرلہ الحمید ۴ شعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

۷۸۶ **الجواب:** حضرت مجیب سلمہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھا حق لکھا ہے۔ وضاحت کیلئے اتنا اور سمجھ لیں کہ اگر وہ شخص اس عورت کا کفو ہے تو نکاح صحیح ہوا اور جب یہ نکاح صحیح ہوا تو دوسرا نکاح، حرام حرام ہوا۔ بلکہ لڑکی کو حرام کاری کیلئے پیش کرنا ہوا۔ اور اگر ایسا ہے تو وہ تمام لوگ سخت گناہ گار اور زنا کے دلال جانے جائینگے جو اس نکاح ثانی پر راضی یا اس کے ساعی ہوئے۔ واللہ اعلم العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ شعبان ۱۴۰۴ھ

باپ کا نکاح کیا ہوا لازم ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین از روئے شرع متین ومبین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: زید نے اپنی بڑی بیٹی کے نکاح کی تقریب کے موقع پر، کثیر مہمانوں کی موجودگی میں، اپنی ایک دوسری نابالغہ بیٹی کا نکاح، بکر کے بالغ بیٹے کے ساتھ کر دیا۔ اب جبکہ منکوحہ اور منکوح بالغ ہو چکے ہیں تو بکر زید سے کہتا ہے کہ آپ اپنی لڑکی کو رخصت کر دیں تو لڑکی کا والد کہتا ہے کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح دیا ہی نہیں لہذا رخصت کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا حالانکہ کے کثیر آدمی اس نکاح کے گواہ ہیں لیکن موجودہ سرکاری نکاح نامے کے فارموں میں اندراج نہیں ہوا۔ لہذا از روئے شرع شریف وضاحت فرمائی جائے کہ زید کے انکار کی کیا حیثیت ہے اور نکاح برقرار ہے یا نہیں؟

فقط سائل: محمد شفیع ولد رحیم بخش، مکان نمبر ۲۵ مدینہ کالونی یونٹ نمبر ۱۱ لطیف آباد حیدر آباد سندھ، مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: سائل مظہر کہ زید نے دوسری نابالغہ بیٹی کا نکاح زید کے نابالغ بیٹے سے کر دیا لہذا شرعا

باپ کا کیا ہوا نکاح لازم ہو جاتا ہے درمختار میں ہے لزم النکاح ولو بغبن فاحش بزیادۃ مھر او بغیر کفو ان کان الولی ابا او جدا لم یعرف منھما سوء الاختیار۔ لہٰذا زید کا انکار بے معنی ہے شرعاً نکاح درست ہے۔ (فتاوی رضویہ شریف جلد پنجم) واللہ اعلم بالصواب احمد میاں البرکاتی غفرلہ الحمید ۱۲ شعبان ۱۴۰۴ھ

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۲ شعبان ۱۴۰۴ھ

سیّد سے نکاح اور مولانا محمد عمر اچھروی پر اعتراض کا جواب

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: سیّد زادی سے امتی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جبکہ مولانا محمد عمر اچھروی نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ سیّد زادی سے امتی ہرگز نکاح نہیں کر سکتا آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ کے جواب قرآن و حدیث کے ساتھ دیں۔ مہربانی ہوگی۔

فقط والسلام حافظ محمد علی قادری، خطیب مسجد قریشی شاہی بازار حیدرآباد سندھ

۷۸۷ الجواب: مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ہرگز ایسا کسی تقریر میں نہ فرمایا ہوگا۔ سننے والے کو غلط فہمی ہوئی۔ مسئلہ شرعیہ ہے کہ سیّدہ کا نکاح، خود اپنی مرضی سے، کسی ایسے مرد سے نہیں ہو سکتا جو مذہب یا نسب یا پیشے میں یا چال چلن میں ایسا کم ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح، اس کے اولیاء مثلاً اس کے باپ، دادا، چچا، بھائی، وغیرہ کیلئے ننگ و عار کا باعث ہو۔ ایسے شخص سے سیّدہ جو بالغہ بھی ہو، اگر بطور خود نکاح کرلیگی تو لازمی، نکاح ہوگا ہی نہیں۔ اگرچہ نہ ولی نے منع کیا ہو۔ نہ اس کی خلاف مرضی ہو۔ اور اگر ولی نے نکاح سے بیشتر اس شخص سے جو اس کا کفو، بمعنی مذکورہ نہیں، دیدہ و دانستہ، اس کی حالت پر مطلع ہو کر، سیّدہ بالغہ کو اس کے ساتھ، نکاح کرنے کی اجازت دیدی تو بیشک یہ نکاح جائز و درست ہوگا۔ اور اگر وہ شخص قریشی ہو یعنی شیخ صدیقی، شیخ فاروقی، شیخ عثمانی، تو ان سے نکاح باعث ننگ و عار بھی نہیں، کہ قریش میں جتنے خاندان ہیں وہ سب کفو ہیں۔ اور ان سے باہم نکاح قطعاً جائز و روا۔ البتہ پٹھانوں کے خاندان اس لئے اجتناب کرتے ہیں کہ سیّدہ کا احترام، بحالت زوجیت، باقی نہ رہ سکے گا۔ لیکن نکاح پھر بھی جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

بالغہ پر ولایت جبریہ کسی کو نہیں ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب حیدرآباد سندھ

جناب عالی! گزارش خدمت ہے کہ: لڑکی بالغ ہے کہ جس کی عمر پندرہ سال ہے اور لڑکی نکاح کرنا چاہتی ہے، اس کا باپ شادی نہیں کرنا چاہتا ہے اس لئے مہربانی فرما کر مجھکو بتا دیا جائے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کیونکہ لڑکی کی عمر پندرہ سال ہے عین نوازش ہوگی۔

فقط بشیر الدین ولد شہاب الدین، امانی شاہ کالونی عیدگاہ میدان پلاٹ،
685 یونٹ نمبر 11 لطیف آباد حیدرآباد، بتاریخ ۸ دسمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: بالغہ پر ولایت جبریہ کسی کی نہیں، ہاں اگر بالغہ اپنے کفو سے نکاح کرنا چاہتی ہے تو وہ نکاح صحیح ہوگا، شرعاً کفو کے معنی یہ ہیں کہ مذہب یا نسب یا پیشہ یا چال چلن کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ اس عورت کا نکاح اولیائے زن کیلئے باعث ننگ وعار ہو اگر وہ اس معنی پر کفو ہے تو حرہ مکلفہ کا اپنی مرضی سے بے اجازت ولی، اس سے نکاح نافذ ہوجائے گا ولی اسے ہرگز منع نہیں کرسکتے عالمگیری میں ہے کہ نفذ نکاح حرۃ مکلفۃ بلاولی۔ اور اگر وہ شخص اس معنی میں کفو نہیں تو پھر اس عورت کا نکاح اس سے باطل ومردود ہے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۲/۱۱/۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

نکاح کے بعد شوہر کا چال چلن خراب ہوجانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید کی عمر ۱۴ سال یا ۱۵ سال ہے اور ہندہ کی عمر ۱۳ سال کہ ان دونوں کو رشتہ ازواج میں منسلک کردیا گیا مگر ہندہ کی رخصتی نہیں ہوئی۔ اب جبکہ دونوں اچھی طرح بلوغت کی حد کو پار کرچکے ہیں۔ تو ہندہ اور اس کے والدین زید کے ساتھ رشتہ برقرار رکھنے کے خلاف ہیں بقول ان کے زید غلط صحبت اختیار کرچکا ہے نشہ کا بھی عادی ہے اور اسقدر خراب ہوگیا ہے کہ اس کے ساتھ رشتہ برقرار رکھنا ہندہ کو جہنم میں جھونکنے کے مترادف ہے۔ لہٰذا ہندہ کے والدین نے قانونی طور پر عدالت سے خلع حاصل کرلیا ہے۔ مگر زید بضد ہے کہ اس نے طلاق نہیں دی اور نہ ہی کسی کاغذ پر دستخط کئے۔ عدالت میں اس کے جعلی دستخط پیش کئے گئے ہیں۔ لہٰذا میں اس فیصلے کو نہیں مانتا۔

ادھر ہندہ کے والدین عدالت سے خلع حاصل کرکے ہندہ کا نکاح کہیں دوسری جگہ کرنا چاہتے ہیں۔ استفتاء یہ کرنا ہے کہ: ۱۔ کونسا فریق از روئے شریعت صحیح ہے، ۲۔ طلاق ہوئی کہ نہیں، ۳۔ ہندہ کا دوسرا نکاح درست ہوگا یا غلط؟

برائے مہربانی شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس مسئلہ کو حل فرماکر عنداللہ وعندالرسول ماجور ہوں۔ یہ شادی ان کے والدین نے کروائی تھی۔ فقط والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ: السائل محمد صابر، مورخہ ۸ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ میں جبکہ بوقت نکاح، زید میں کوئی امران بداطواریوں سے نہ تھا بلکہ یہ باتیں بعد میں اختیار کیں تو عدم کفایت بعد نکاح پیدا ہوئی اور ایسی عدم کفایت اصلاً مانع صحت نکاح نہیں ہوگی ہاں اگر شوہر میں جب بعد نکاح یہ بداخلاقیاں پیدا ہوئیں تو بیوی کو خلع کا حق حاصل ہے خلع شرع میں اسے کہتے ہیں کہ شوہر برضائے خود مہر وغیرہ مال کے عوض عورت کو نکاح سے جدا کردے۔ تنہا زوجہ کے کرنے سے نہیں ہوسکتا۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم) واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید، ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ، ۵ جون ۱۹۸۵ء

زبردستی نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک لڑکی جو بالغ ہے وہ اپنے گھر سے ہسپتال گئی اور اسی

لڑکی کا ماموں ہسپتال پہنچ گیا اور لڑکی کو رکشہ میں بٹھا کر کسی مولوی کے پاس لے گیا اور وہاں پر کسی اور شخص کے ساتھ زبردستی نکاح کروادیا لڑکی بھی رضامند نہیں تھی اور لڑکی کے والدین اور بھائی بھی رضامند نہیں۔

برائے کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں ہمیں جواب عنایت فرمائیں۔　نصیر احمد خان، دادن شاہ محلہ حیدرآباد سندھ

۷۸۶ **الجواب:** صورت مسئول عنہا میں اگر لڑکی کا شوہر لڑکی کا کفو نہیں یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا چال چلن وغیرہ میں ایسا کم ہے کہ اس کے ساتھ لڑکی کا نکاح ہونا، لڑکی کے دیگر اولیاء باپ وغیرہ کیلئے موجب ننگ وعار ہو اور لڑکی بھی اس نکاح سے راضی نہ ہو تو جب تو یہ نکاح سرے سے ہوا ہی نہیں۔ اور اگر لڑکی راضی تھی تو یہ نکاح صحیح ہوا کہ بالغہ پر کسی کو ولایت نہیں، اجازت لینا ضروری ہے۔ جو یہاں لی گئی۔ لیکن صحت نکاح اس وقت ہے کہ شوہر کفو ہو۔ جس عورت بالغہ کا ولی موجود ہو وہ غیر کفو سے اپنا نکاح نہ تو خود کرسکتی ہے اور نہ کسی دوسرے کو اس کی اجازت دے سکتی ہے جب تک ولی اس کے غیر کفو ہونے سے مطلع ہو کر نکاح سے پہلے بالتصریح اپنی رضامندی ظاہر نہ کردے۔ ورنہ وہ نکاح محض باطل ہوگا کہ پھر رضائے ولی سے بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ درمختار میں ہے نفذ نکاح حرة بلا رضی ولی یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازه اصلا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر شوہر غیر کفو ہے اور ولی اقرب نے اجازت نہ دی تو تو نکاح باطل ہے اور اگر کفو ہے تو اگرچہ ولی نے اجازت نہ دی تب بھی نافذ ہے (فتاوی رضویہ)۔ واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　　مورخہ ۱۵/۳/ ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

کفو میں نکاح صحیح ہونے کی ایک صورت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین درمیان اس مسئلہ کہ: اگر زید کی لڑکی کی شادی بکر اپنی مرضی سے کردیتا ہے۔ لڑکی کو بالغ ہونے کے بعد کیا یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس عقد سے انکار کردے کہ میں اس شوہر کو پسند نہیں کرتی۔

فقط۔ محمد اشرف، ستارہ کالونی یونٹ نمبر 10 لطیف آباد

۷۸۶ **الجواب** ہو الموفق للصواب: فی الواقع جبکہ دختر نابالغہ کا نہ باپ، نہ دادا، موجود ہو اور ان کے سوا کسی اور نے نکاح کیا مثلاً اس کا بھائی حقیقی موجود تھا تو وہی اس کا ولی اقرب ہے اور جس سے لڑکی کا نکاح ہوا وہ اس کا کفو بھی ہو اور اس لڑکی کے مہر مثل میں کمی فاحش نہ کی ہو تو نکاح صحیح ہوگیا مگر اس لڑکی کو اختیار دیا گیا ہے کہ چاہے تو بالغہ ہونے پر اس نکاح کو پسند نہ کرے اور دعوی کرکے فسخ کرالے تنویر الابصار میں ہے و ان کان من کفو بمهر المثل صح ولها خیار الفسخ بالبلوغ او العلم بالنکاح بعده۔ لیکن کنواری لڑکی کو یہ اختیار اس قدر ملتا ہے کہ اگر پہلے سے نکاح کی خبر ہو تو بالغہ ہوتے ہی یعنی جس وقت علامت بلوغ مثل حیض (ماہواری) وغیرہ ظاہر ہو یا پندرہ برس کامل کی عمر ہوجائے فوراً بلا توقف اس نکاح سے اپنی ناراضی ظاہر کرے اور اگر نکاح اور اگر نکاح کی خبر بالغہ ہونے کے بعد ملی تو جس وقت خبر ہوئی اسی وقت ناپسندی جتادے اور اگر ذرا دیر

لگائی یا اس سے جدا ہوئی یا کوئی بات کی یا چپ رہی یا بیٹھی تھی کھڑی ہوگئی تو اختیار فسخ جاتا رہا (فتاوی رضویہ، درمختار جوھرہ وغیرہ)۔ واللہ اعلم احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید مورخہ ۵ فروری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

کورٹ سے اجازت لے کر نکاح

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

گذارش ہے کہ آپ اس مضمون کو مدنظر رکھتے ہوئے اس پر فتوی صادر فرمادیں۔ عین نوازش ہوگی۔

ایک لڑکی اپنے پڑوسی لڑکے کے ساتھ گھر سے چلی گئی۔ لڑکی اور لڑکا حیدرآباد سے ٹنڈو الھیار گئے وہاں لڑکی نے عدالت سے بالغ ہونے کا سرٹیفکٹ دس روپے کے اسٹامپ پیپر پر حاصل کیا۔ جس کا دستاویزی ثبوت نکاح رجسٹرار کے پاس موجود ہے۔ لڑکی تقریباً دس پندرہ یوم اس لڑکے کے ساتھ میاں بیوی کی حیثیت سے رہی اس کے بعد لڑکی اپنے والدین کے پاس آگئی۔ پندرہ بیس دن کے بعد لڑکا اپنی بیوی کو لینے آیا تو لڑکی کے والدین نے اپنی بیٹی کو بھیجنے سے انکار کردیا۔ اس کے بعد لڑکی کے والدین نے اپنی لڑکی کا نکاح کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ کردیا اس لڑکی نے پہلے شوہر سے طلاق نہیں لی تھی۔ لڑکی کے پہلے نکاح میں والدین کی مرضی شامل نہیں تھی۔ دوسرا نکاح والدین کی مرضی اور موجودگی میں ہوا۔

آپ سے التماس ہے کہ آپ قرآن وسنت اور شریعت کی روشنی میں فتوی صادر کریں۔ پہلا نکاح جائز تھا کہ ناجائز؟

دوسرا نکاح جائز تھا یا ناجائز؟

پہلے نکاح میں اگر والدین شامل نہ ہوں تو کیا وہ ہوجائے گا؟

پہلا نکاح غیر برادری میں ہوا تھا۔ اور دوسرا نکاح اس کے والدین نے کرایا۔

فقط: حاجی مشیر احمد، گلزار جنرل اسٹور، شاہی بازار، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: بالغہ جو بے رضائے ولی بطور خود اپنا نکاح خفیہ یا اعلانیہ کرے۔ اس کے انعقاد وصحت کے لئے یہ شرط ہے کہ شوہر اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا نسب یا پیشے یا چال چلن میں عورت سے ایسا کم نہ ہو کہ اس کے ساتھ عورت کا نکاح ہونا اولیائے زن کے لئے باعث ننگ وعار وبدنامی ہو اگر ایسا ہے تو وہ نکاح نہ ہوگا **فی الدر المختار و یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا وھو المختار للفتوی لفساد الزمان**۔ اور اگر لڑکا لڑکی کا کفو ہو تو اس صورت میں دومرد یا ایک مرد دو عورتوں کے سامنے ایجاب وقبول کرلینے سے شرعاً نکاح جائز وصحیح ہوجائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اگر لڑکا غیر کفو ہے تو پہلا نکاح نہ ہوا دوسرا نکاح صحیح ہوگا اور اگر لڑکا کفو ہے تو پہلا نکاح صحیح ہوا دوسرا نکاح نہ ہوا۔ (فتاوی رضویہ) واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲ جولائی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

دوسرے نکاح کی اجازت

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ

۱۔کیا شوہر پہلی بیوی کی اجازت کے بغیر دوسری شادی کر سکتا ہے؟ جبکہ پہلی بیوی شوہر کے اس فعل سے لاعلم ہے۔
کتاب وسنت کی روشنی میں یا فقہ حنفیہ کی رو سے پہلی بیوی سے دوسری شادی کے لئے اجازت نامے کی کیا حیثیت ہے۔
کیا ایسے نکاح کو شرعی یا سول عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے؟

۲۔گاؤں دیہات خاص کر پہاڑی علاقوں میں امام مسجد کی حد ہوتی ہے۔اپنے اپنے ایریا میں نکاح، جنازہ وغیرہ پڑھاتے ہیں اور امام مسجد ہی رجسٹرار نکاح خواں مقرر ہیں (م) کو اپنے بیٹے کے نکاح کی رسم ادا کرنی تھی۔جس گاؤں کے امام کا کام تھا اس نے بعض وجوہات کی بنا پر طبیعت کی ناسازی کا بہانہ بنا کر دوسرے گاؤں کے امام کا حوالہ دیا جو معزز بھی تھا اور سیاسی اثر ورسوخ بھی رکھتا ہے۔وجہ یہ تھی ایک تو لڑکی نابالغ تھی دوسرا (م) کے بیٹے کے پاس پہلی بیوی کا اجازت نامہ بھی نہ تھا۔دونوں گاؤں کے امام اس سب حقیقت سے واقف تھے کہ (م) کے بیٹے کی پہلی بیوی علاج کی غرض سے اپنے حقیقی بھائی کے ساتھ اپنے خاوند کی اجازت سے گئی ہوئی ہے۔ایسے نکاح اور نکاح خواں کی کتاب وسنت یا فقہ حنفیہ کی رو سے کیا حیثیت ہے؟ کیا ایسے نکاح اور نکاح خواں کو عدالت میں چیلنج کیا جا سکتا ہے؟

۳۔شرعی لحاظ سے لڑکی کی حد عمر نکاح کیا ہونا ضروری ہے؟ یا مزید کیا شرائط ہیں۔

۴۔زید ایک مقدمہ میں تین سال کی سزا ہو کر جیل چلا گیا۔(ع) نے جو زید کا حقیقی دوست تھا زید کی بیوی سے ناجائز تعلقات پیدا کر لیئے۔جب زید کو جیل میں علم ہوا کہ میری بیوی ناجائز حاملہ ہے تو اس نے اپنی بیوی کو طلاق دیدی۔(ع) نے جس کے ناجائز تعلقات تھے۔زید کے طلاق دینے کے بعد اپنے جرم پر پردہ ڈالنے کے لئے۔دوران حمل ہی کسی مولوی کو لالچ دیکر یا بہلا پھسلا کر اپنے ساتھ نکاح کرا دیا نکاح کے تین ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا۔کتاب وسنت کی روشنی میں ایسے نکاح اور اس بیوی سے ہونے والی اولاد کی کیا حیثیت ہے اور ایسے لوگوں کے ساتھ تعلق رکھنا، کھانا، پینا، دعا، سلام وغیرہ شرعی لحاظ سے کیا حیثیت رکھتا ہے کیا ایسے افراد خانہ کے ساتھ تمام تر تعلقات ختم کرنے سے گناہ گاری تو نہیں؟

۵۔(ب) کی بہن کی شادی 7 سال قبل اپنے چچازاد بھائی کے لڑکے کے ساتھ ہوئی۔جو والدین کا اکلوتا بیٹا ہے۔اس عرصے میں اولاد نرینہ سے محروم رہے جس کی وجہ سے سب افراد خانہ تلخ رویہ سے پیش آتے تھے۔اور ہر وقت اولاد نہ ہونے کے طعنہ دیتے اور دوسری شادی کی دھمکی دیتے رہتے تھے۔(ب) تین ماہ قبل جا کر بہن کو علاج کی غرض سے ساتھ لے آیا۔اب اطلاع ملی ہے کہ (ب) کی بہن کے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے اب (ب) کی بہن کا وہاں باعزت رہنا مشکل ہے۔ جب کہ پہلے ہی ان لوگوں نے اس کا جینا دو بھر کر رکھا تھا اب دوسری شادی کے بعد ان کے رویے میں مزید اضافہ ہی ہوگا اور تباہی بربادی کے امکان پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔گو کہ اللہ تعالیٰ کی علیحدگی کے فعل پر سخت ناراضگی ہے لیکن ہم لوگ بالکل بے

بس نہیں۔کیا ایسے حالات سے علیحدگی بہتر نہیں۔کتاب وسنت کی روشنی میں یا فقہ حنفیہ کی رو سے اس کا کوئی حل ہے؟

سائل: بشیر احمد ڈرائیور، غوثیہ چوک ٹیکسی اسٹینڈ، امریکن کوارٹرز حیدرآباد سندھ، ۳۰ مئی ۱۹۸۵ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: اسلام نے بشرط عدل مرد کو ایک وقت میں چار عورتوں تک سے نکاح جائز قرار دیا ہے۔قرآن کریم میں ہے کہ فانکحوا ماطاب لکم من النساء مثنی و ثلث ورباع (القرآن) فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ ذلك ادنی الا تعولوا۔ لیکن نکاح کے بعد بیویوں کے درمیان عدل فرض ہے نئی پرانی کنواری ثیبہ سب اس حق کے وصول کرنے میں برابر ہیں، یہ عدل لباس، کھانے پینے، رہنے کی جگہ اور رات کو رہنے میں لازم ہے (خزائن العرفان) پہلی بیوی کی اجازت کی اسلام میں کوئی شرط نہیں ہے۔

۲۔ایسا نکاح جائز ودرست ہے شرعاً نکاح خواں سے کوئی مواخذہ نہیں ہے۔

۳۔لڑکی یا لڑکے کے نکاح کے لئے عمر کی شرائط نکاح میں نہیں ہے بالغ اپنے نکاح کے مختار ہیں، یوہیں بالغ لڑکی اپنے کفو میں نکاح کرے تو نافذ رہیگا اگرچہ ولی کی اجازت
سے نہ ہو، اور نابالغ کا نکاح ان کے ولی کرا سکتے ہیں یہ نکاح بھی بعد بلوغت قائم ونافذ رہیگا۔(عامۂ کتب)

۴۔جب زید نے ہندہ کو دوران حمل طلاق دی تو اس کی عدت وضع حمل ہے، یعنی بچے کی ولادت کے بعد ہندہ نکاح کرسکتی ہے۔جو نکاح ہندہ نے (ع) سے حالت حمل میں کیا وہ باطل اور حرام محض ہے سہواً ہو یا قصداً، ہندہ اگر بالغہ ہے تو اسے چاہیے کہ وہ عدت کے بعد اپنے کفو سے نکاح کرے یعنی ایسے شخص سے کہ جو مذہب یا نسب یا چال چلن یا پیشے کی نسبت میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے نکاح اس کے اولیاء کے لئے باعث ننگ وعار ہو۔اگر وہ شخص کفو نہ ہو تو ولی کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح صحیح نہ ہوگا درمختار میں ہے یفتی فی غیر الکفو بعدم جوازہ اصلا۔ناجائز حمل سے اولاد جو ہوئی ہے وہ اسی کی مانی جائے گی جس کے نکاح میں ہوتے ہوئے حمل قرار پایا یعنی وہ اولاد شرعاً زید کی ہے حدیث شریف میں ہے کہا الولد للفراش وللعاھر الحجر۔(فتاوی رضویہ)

۵۔لڑکی کے اولیاء کو چاہیے کہ وہ لڑکی کو اس کے شوہر کے پاس بھیج دیں، اپنے گھر نہ روکیں۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس لئے نکاح کرے کہ ادھر ادھر نگاہ نہ اٹھے اور پاک دامنی حاصل کرے اللہ تعالیٰ اس مرد کیلئے اس عورت میں برکت دیگا اور عورت کے لئے مرد میں (طبرانی) ردالمحتار میں ہے کہ جس سے اولاد زیادہ ہونے کی امید ہو، نکاح کرنا بہتر ہے۔اس حکم کی روشنی میں شوہر کا دوسرا نکاح مناسب ہے۔واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید مورخہ ۳۰/۷/ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب المحارم

استاد کا اپنی شاگرد سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ استاد کو، شاگردوں کے ماں باپ، اگر کوئی نذرانہ دیں تو جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ جس بچی کو استاد نے تعلیم دی ہے اس بچی کے ساتھ استاد کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ کیونکہ شاگرد لڑکی استاد کیلئے بیٹی کی جگہ ہوتی ہے اور استاد بھی اس لڑکی کو اپنی بیٹی ہی کہتا رہا ہے۔ سائل حافظ محمد اسحاق، ۲۴ رشعبان ۱۳۸۶ھ

۷۸۶ الجواب: ا۔ بچوں کے ماں باپ استاد کو جو نذرانہ دیتے ہیں وہ استاد کو لینا جائز ہے۔ واللہ اعلم

۲۔ کسی لڑکی کو بیٹی کہنے یا بہن یا ماں کہنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس پر بری نظر نہ ڈالی جائے گی۔ اس کے کہنے سے وہ لڑکی، حقیقی لڑکی یا حقیقی بہن نہیں ہو جاتی کہ اس کے ساتھ نکاح حرام ہو جائے۔ صورت مسئولہ بالا میں استاد اپنی شاگرد سے اس لڑکی کے والدین کی رضامندی کے تحت نکاح کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ — مورخہ ۲۵ شعبان ۱۳۸۶ھ

سوتیلی بھانجی سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین اس مسئلہ میں کہ: زید نے نکاح کیا اور نکاح ہونے کے بعد ایک لڑکی ہوئی اسکے بعد زید کی بیوی مر گئی۔ پھر زید نے بکر کی بہن ہندہ کے ساتھ نکاح کر لیا اور زید کی پہلی لڑکی جو کہ پہلی بیوی سے تھی اس کا نکاح زید نے بکر کے ساتھ کر دیا تو کیا یہ نکاح شریعت میں جائز ہے یا نہیں؟ السائل سرفراز علی، پتر پارہ، ٹنڈو الہیار

۷۸۶ الجواب: یہ نکاح شرعاً جائز ہے۔ سوتیلی بھانجی، حقیقی بھانجی کے حکم میں نہیں۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ — ۷ جمادی الاولی ۱۳۸۴ھ

پہلی بیوی کی اولاد سے موجودہ بیوی کی دوسری اولاد کا نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ: (10 دس) (12 بارہ) سال پہلے مسمات ہندہ بیوہ ہوگئی اسے اپنے شوہر سے تین لڑکیاں ملیں چند سال گزرنے کے بعد ہندہ نے اپنی معاونت کیلئے ایک شخص مسمی زید سے شادی کر لی۔ اسکی بھی بیوی انتقال کر چکی تھی۔ اور اسکے زیر نگرانی اس کے چار بچے جس میں ایک لڑکا اور تین لڑکیاں تھیں۔ بڑی

کسمپرسی کی حالت میں پرورش پا رہے ہیں زید کے یہاں کوئی ایسا عزیز بھی نہیں تھا جو بچوں کی دیکھ بھال کرتا اس بنیاد پر کہ دونوں فریقین کے بچے ہیں ایک دوسرے کو اچھی طرح رکھیں گے شادی ہوگئی تھی۔ بارہ سال گزر جانے کے بعد دونوں طرف کے لڑکیاں اور لڑکے جو کہ پہلی بیوی اور شوہر سے تھے۔ جوان ہوگئے۔ اب کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارے میں کہ زید اپنے لڑکے جو کہ پہلی بیوی سے ہے۔ ہندہ کی پہلی لڑکی جو کہ سابقہ مرد سے ہے۔ شادی کرنا چاہتا ہے ہندہ بھی رضامند ہے بشرطیکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہ ہو کیا یہ شادی جائز ہے۔ وما علیك الا البلاغ

احقر العباد سید احسن حسین، لونگ بھگت گھٹی حیدر آباد

۷۸۶۔الجواب: شرعاً جائز ہے کہ زید اپنی اولاد کا نکاح جو کہ سابقہ بیوی سے ہے اپنی موجودہ بیوی کی اولاد سے کردے جو کہ سابقہ شوہر سے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳؍ رجادی الاولیٰ ۱۳۸۷ھ

دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں ہونا/ سالی کو گھر میں رکھنا

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

بعد سلام کے عرض ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ پر علماء دین کیا فرماتے ہیں کہ: ۱۔ ایک شخص جو کہ خود بال بچہ دار ہے اور اپنی بیوہ ساس اور نابالغ سالوں کو بھی اپنے ہی گھر میں رکھتا ہے اس شخص کی دو سالیاں تھیں جن کی شادی ہوگئی تھی منجھلی سالی ایک بچے کی ماں تھی اور اپنے بہنوئی کے گھر پر اپنی ماں اور بھائیوں سے ملنے آیا کرتی تھی کچھ دن کے بعد اس شخص کی دونوں سالیوں کو انکے شوہروں نے کسی شک کی وجہ سے طلاقیں دیدیں اور طلاق کے بعد دونوں سالیاں اپنے بہنوئی کے گھر پر رہنے لگیں کچھ دن بعد اس شخص نے اپنے بال بچے دار بیوی کو طلاق دیدی اور اپنی چھوٹی سالی سے نکاح کرلیا اور اس شخص نے اپنی طلاق شدہ بیوی کو گھر سے علیحدہ نہیں کیا۔ بلکہ اپنے گھر میں ہی رکھے ہوئے ہے اور اسکا تمام خرچہ برداشت کرتا ہے کچھ دن ہوئے اس کے دونوں سالے جوان ہونے کے بعد اپنی بیوہ ماں اور منجھلی بہن کو لیکر دوسرے مکان میں آباد ہوگئے اور بڑی بہن جس کو اس کے شوہر نے طلاق دیدی ہے اپنے سابقہ شوہر کے گھر میں ہی رہتی ہے اس پر قوم کے معزز اشخاص نے اس شخص سے کہا کہ تم اپنی طلاق شدہ بیوی کو اپنے گھر سے علیحدہ کردو تو وہ شخص کہتا ہے کہ میں اس عورت کو جس کو میں طلاق دے چکا ہوں نوکرانی کی حیثیت سے رکھتا ہوں کبھی کسی سے کہتا ہے کہ سالی کی حیثیت سے رکھتا ہوں اور کسی سے کہتا ہے کہ میں اپنی بہن کی حیثیت سے رکھتا ہوں وہ عورت اس شخص سے پردہ بھی نہیں کرتی اس سلسلہ میں اس شخص کیلئے اور اس شخص سے ملنے والوں کے لئے خدا اور خدا کے رسول کا کیا حکم ہے۔ علمائے دین تحریر فرمائیں۔ فقط ایک سائل: منشی ندیم، میرپور خاص

۷۸۷۔الجواب: شخص مذکور نے جبکہ اپنی منکوحہ کو طلاق دی اور عدت گزر گئی تو اب زوجہ کی بہن سے نکاح جائز ہوا، اور اگر عدت نہ گزری تھی کہ مطلقہ کی بہن سے اس نے نکاح کرلیا تو یہ نکاح حرام قطعی اور مثل زنا ہے۔ اللہ تعالیٰ فر ہے وان

تجمعوا بين الا ختين۔ پھر صورت اولیٰ میں جبکہ عورت کی عدت گزر گئی تو عورت اس کیلئے اجنبیہ ہوگئی اور اس سے خلوت جائز نہیں بلکہ یہاں فتنہ کا اندیشہ ہے کہ معاذ اللہ سابقہ تعلقات کے باعث دونوں زنا میں ملوث نہ ہو جائیں اور صورت مسئولہ میں کہ شوہر اپنے فعل کی کبھی کوئی تاویل کرتا ہے اور کبھی کچھ۔ شوہر مذکور کا کچھ اعتبار نہیں اس کے دل میں چور ہے۔ اہل ثروت اور محلہ و خاندان کے بااثر شخص اور ایمان والے مرد، ایمان والی عورتیں، جبریہ ان دونوں کو علیحدہ کردیں اور اگر وہ باز نہ آئیں تو ان سے ترک تعلق کرلیں نہ ان کے پاس بیٹھیں نہ ان کو اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ انہیں اپنے گھر میں آنے دیں۔ قال تعالیٰ واما ينسينك الشيطن فلا تقعد بعد الذكرى مع القوم الظالمين۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۸ھ

گمشدہ شوہر کی بیوی سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک لڑکی کی شادی ۱۵ اگست ۱۹۶۳ء میں عبدالقیوم ولد سردار سے ہوئی تھی شادی کے بعد وہ ایک ماہ سسرال میں رہا کیونکہ اس کا گھر بار کوئی نہیں تھا اس دوران میں اس نے جھگڑا فساد شروع کیا یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی کو کہا کہ میں تمہیں لیجا کر کہیں فروخت کرونگا اور پھر چلا گیا آج تک اس کا کوئی پتہ نہیں ہم نے ایک نوٹس بھی دیا تھا جو واپس آگیا اور اس کا پتہ نہیں کہ کہاں ہے لڑکی کے والدین ضعیف العمر ہیں گزر اوقات کیلئے کوئی ذریعہ نہیں، کیا اس صورت میں یہ لڑکی دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟

نوٹ: اس دوران اس آدمی نے اپنی منکوحہ کی چھوٹی بہن کو بھی بری نیت سے چھیڑا تھا اور جب لڑکی نے شور مچایا تو وہ اس شر اس خوف سے بھاگ گیا جو شاید کبھی لوٹ کر نہ آئیگا۔ عاجز مستری قدرت اللہ، پریٹ آباد

۷۸۶ الجواب: مسمات مذکورہ ہرگز کسی اور سے نکاح نہیں کرسکتی قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء یعنی مسلمان مردوں پر نکاح والی عورتیں حرام کی گئیں اس پر لازم ہے کہ صبر وانتظار کرے یہاں تک کہ اس کا شوہر مذکور اسے طلاق دے یا اسکی موت محقق ہو جائے۔ ادعائے ضرورت حرام کو حلال نہیں کرسکتا (هكذا فی الفتاویٰ الرضویہ وغیرہ) واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ شوال ۱۳۸۴ھ

دو بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنے والے کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درمیان اس مسئلے کے کہ: مسمی زید نے مسمات ہندہ بنت بکر وحوا سے نکاح کیا اور تین چار سال کے بعد ہندہ کی حقیقی بڑی بہن مسمات زلیخا جو دوسرے شخص کے نکاح میں تھی اپنی چھوٹی بہن مسمات ہندہ سے ملنے کیلئے مسمی زید کے مکان پر آئی جسکو زبردستی مسمی زید نے روک لیا اور اس سے رشتہ زن وشوہر قائم کرلیا اور اس کے شوہر کو مار بھگایا چنانچہ اس طریقہ سے دو حقیقی بہنیں جو ایک ہی ماں کے بطن سے اور ایک ہی باپ کے نطفے سے ہیں مسمی زید کے گھر یکجا ہوگئیں دوسری عورت مسمات زلیخا سے مسمی زید کے ہاں اولاد بھی ہوگئی ہے لہٰذا ایسی صورت میں شریعت

کے فیصلوں سے مطلع فرمایا جائے۔

ا۔ مسمی زید کی شریعت کی رو سے کیا حیثیت ہے؟

۲۔ دوسری عورت مسمات زلیخا سے پیدا ہونے والی اولاد جائز ہے یا ولد الحرام؟

۳۔ ایسے شخص سے ملنا جلنا، کھانا پینا، دعا سلام رکھنا، رشتہ داری کرنا کیسا ہے؟

۴۔ جن لوگوں نے ناواقفیت کی بنا پر یا ملزم کی غلط بیانی پر ملزم سے تعلق رکھے، اس کے ہاں کھانا کھایا، اپنے ہاں دعوتوں میں بلایا انکے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟

مندرجہ بالا استفتاء پر شریعت حقہ کا فیصلہ صادر فرمایا جائے۔

السائل: رفیق الدین قریشی، معرفت نورانی دواخانہ، چارکوارٹر گولیمار کراچی

۷۸۶ **الجواب:** جب ایک بہن نکاح میں ہو دوسری سے نکاح حرام قطعی ہے قال اللہ تعالیٰ حرمت علیکم امھتکم وبنتکم واخواتکم وعمتکم وخالتکم (الی ان قال) وان تجمعو ابین الاختین حرام کی گئیں تم پر تمھاری مائیں اور تمھاری بیٹیاں اور تمھاری بہنیں اور یہ کہ اکھٹی کرو دو بہنیں۔

دیکھو جس طرح آدمی پر اسکی ماں بہن بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے۔ اور جبکہ اس سے صحبت کر لی تو اب اپنی منکوحہ کو ہاتھ لگانا اس کے پاس جانا بھی حرام ہو گیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے۔ جب اسے چھوڑیگا اور اس کی عدت گزر جائیگی۔ اس وقت اپنی منکوحہ یعنی پہلی بیوی کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا (فتاوی رضویہ بحوالہ ہندیہ) اگر زید اپنی اس حرکت سے باز آ جائے اور اپنی سالی کو چھوڑ کر توبہ صحیحہ کر لے فبہا ورنہ مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسے یک لخت چھوڑ دیں نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ اس کے پاس بیٹھیں بلکہ اس کی منکوحہ اس سے دور رہے اور تا وقتیکہ زید توبہ نہ کر لے اس سے اپنے تعلقات ختم رکھے۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

بیوی کے حقیقی بھائی کی نواسی سے نکاح حرام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: قائم نے پہلے ہوتی سے نکاح کیا اور وہ حیات ہے اب وہ اپنی موجودہ بیوی کے حقیقی بھائی کی نواسی سے نکاح کرنا چاہتا ہے؟ آیا جائز ہے یا نہیں؟ السائل ولی داد بلوچ، ضلع دادو

۷۸۶ **الجواب:** حرام ہے اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو عورتیں آپس میں محرم ہیں، ان میں جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو، ایسی دو عورتیں جمع کرنا ناجائز ہے۔ یہاں ایسا ہی ہے کہ اگر منکوحہ کی اولاد کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ دوسری اس کی بھتیجی کی بیٹی ہے اور جس طرح بھتیجی حرام ہے یوں ہی بھتیجی کی بیٹی حرام ہے اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام ہے یوں ہی ماں کی۔ اور یہاں اس سے

کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ بہن بھائی ایک ہی ماں باپ سے ہوں یا باپ ایک ہو اور ماں دو۔ نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے وحرم علی المرء اصله وفرعه و فروع اصله القریب من الا خوات لام واب، اولا حد ہما، و بناتهن، و بنات الاخوة، وان بعدت، وصلبه اصله البعید من عماته وخالاته لاب وام، اولا حد ہما، عماته او عمات احدهما وان علت الخ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ رذی قعد ۱۳۸۴ ھج

نکاح کے بعد بیویوں کا بدل جانا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: دو بھائیوں کی دو بہنوں سے شادی ہوئی نکاح کے بعد جب ان کی بیویاں ان کے حوالے کی گئیں تو ایک کی دوسرے کو ملی اور دوسری پہلے کو ملی ان دونوں نے جماع بھی کیا اب یہ بتائیں کہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ اور اگر نکاح جائز ہوا تو عدت واجب ہے یا نہیں؟ عدت گزارنے کے بعد ہر ایک کو اپنے نکاح والی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی کتاب وسنت کی روشنی میں مسئلہ حل فرمائیں۔

۷۸۲ الجواب: اس صورت میں ہر مرد پر لازم ہے کہ وہ اس عورت سے جدا ہو جائے اور عورت اس وقت سے عدت میں بیٹھے جب عدت پوری ہو جائے تو پھر اپنے اپنے شوہر کے پاس واپس آ جائے کسی نئے نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ ہر ایک اپنی بیوی کو طلاق دے دے اور جس سے وطی کی تھی اس سے نکاح کر لے۔ اس صورت میں کسی بھی عدت کی ضرورت نہیں۔ (حاشیہ شرح وقایہ، بحوالہ مبسوط وغیرہ) واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۶ رذی قعدہ ۱۳۸۴ھ

پھوپھی بھتیجی کا ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال: بخدمت شریف جناب مفتی محمد خلیل صاحب

گذارش یہ ہے کہ علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کیا فرماتے ہیں کہ: زید کے چچا کے انتقال کو تقریباً 2 سال کا عرصہ گزرا ہے زید اپنی چچی سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اسکی چچی بھی رضامند ہے۔ زید کی بیوی بھی موجود ہے اسے بھی اس شادی پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ لیکن زید کی چچی زید کی موجودہ بیوی کی سگی پھوپھی ہے۔ کیا پھوپھی اور بھتیجی ایک وقت میں زید کے نکاح میں رہ سکتی ہیں؟ قرآن وشریعت کا کیا فیصلہ ہے۔ محمد طفیل، بیراج کالونی جامشورہ

۷۸۶ الجواب: ایسی دو عورتوں کو کہ ان میں سے ایک کو مرد فرض کریں دوسری اس کیلئے حرام ہو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ صورت مسئولہ میں اگر پھوپھی کو مرد فرض کریں تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کریں تو پھوپھی بھتیجی کا رشتہ ہوا۔ اور یہ دونوں رشتے حرام ہیں لہٰذا اپنی چچی سے کہ اسکی منکوحہ کی سگی پھوپھی ہے نکاح نہیں کر سکتا۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۹۰ھ

دو بہنوں کا ایک ساتھ نکاح میں ہونا

سوال: علمائے کرام اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ: مسمات وحیدہ بیگم اور مسمات رشیدہ بیگم حقیقی ہمشیرگان ہیں مسمات وحیدہ بیگم کا عقد مسمی غفار بیگ سے ایک عرصہ ہوا ہو گیا ہے۔ اور چند اولاد بھی بقید حیات موجود ہیں۔ اب مسمات رشیدہ بیگم اپنے حقیقی بہنوئی غفار بیگ سے بموجودگی وحیدہ نکاح کر رہی ہے اور غفار بیگ بھی رضا مند ہے حالانکہ ہر دو فرائض بخوبی جانتے ہیں کہ ہمہ وقت دو سگی بہنیں نکاح میں نہیں لائی جاسکتی ہیں ایسی شکل میں اگر نکاح کر لیا ہے تو کیا کفارہ عائد ہوتا ہے اور بعد نکاح دونوں بیویاں حرام ہونگی یا دونوں حلال ہوسکتی ہیں؟ غفار بیگ، پھلیلی

۷۸۶ الجواب: جب ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری بہن سے نکاح حرام ہے اور اس کی حرمت ایسی نہیں کہ کسی امام نے اپنے اجتہاد سے نکالی ہو جس میں دوسرے امام کو خلاف کی گنجائش ہو بلکہ اس کی حرمت قرآن عظیم نے خاص اپنی نص واضح صریح سے ارشاد فرمائی ہے کہ **ان تجمعوا بین الاختین** اور تم پر حرام کی گئی یہ بات کہ دو بہنوں کو نکاح میں اکٹھی کرو۔ تو جس طرح آدمی پر ماں، بہن، بیٹی حرام ہیں اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے بلکہ علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ اگر آدمی اپنی زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز اس کی عدت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کرے تو یہ نکاح حرام ہوگا۔ اب اگر نکاح کر لیا ہے تو اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے۔ پھر اگر ابھی سالی (رشیدہ) کے ساتھ صحبت نہیں کی جب تو پہلی بیوی (حمیدہ) اس غفار بیگ کیلئے حلال ہے اور اگر نکاح کے بعد سالی (رشیدہ) کے ساتھ صحبت کر لی تو اب اپنی منکوحہ کے پاس بھی جانا حرام ہو گیا۔ جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے۔ جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائیگی اس وقت بیوی کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔ (ہندیہ، فتاوی رضویہ وغیرہما) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ ربیع الاول شریف ۱۳۹۱ھ

موطوءہ عورت کی بیٹی سے نکاح حرام

سوال: عالی جناب مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، السلام علیکم حسب ذیل فتوی درکار ہے۔

ایک مسلمان کا ایک مسلمان عورت سے ناجائز تعلق ہے تو کیا اس مسلمان کو اس عورت کی لڑکی سے عقد کرنا حلال ہے یا حرام؟ اگر حرام ہے اور شریعت کی ناواقفیت کی وجہ سے اس شخص کا عقد اس عورت کی لڑکی سے کر دیا جائے تو کیا وہ عقد جائز ہوگا؟ اور جب ناجائز ہوگا تو پھر دونوں کو جدا کر دیا جائے۔ فقط خادم محمد عثمان

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم کا ارشاد گرامی ہے **و ربائبکم التی فی حجورکم الایۃ** یعنی تم پر حرام کی گئیں ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی۔) اس آیت کریمہ کا حاصل یہ ہے کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگرچہ بلا نکاح، اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگی۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی

تائید میں ذکر فرمائیں از انجملہ یہ ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا۔ اسکی بیٹی سے نکاح کرلوں۔ فرمایا میری رائے نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ تو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اسکی ماں کی، مطلع تھا۔ ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ ملعون ہے جو کسی عورت اور اسکی دختر دونوں کی فرج (شرمگاہ) دیکھے۔ لہٰذا نکاح بھی کرلیا ہے تو اس حرمت کے پیدا ہونے سے مردوزن پر فرض ہے کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور ایک دوسرے کو چھوڑ دیں۔ اور خدا اور رسول سے خوف کریں (فتاویٰ رضویہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ ربیع الآخر ۱۳۹۹ھ

ایک بیوی کی سابقہ اولاد کا دوسری بیوی کی سابقہ اولاد سے نکاح جائز

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک شخص کی پہلی بیوی سے اولاد ہے اس شخص نے پہلی بیوی کو طلاق دے دی بعد میں ایک اور عورت سے نکاح کیا ہے جو کہ بیوہ ہے جس کے چند لڑکے ہیں اب یہ شخص پوچھنا چاہتا ہے کہ میری جو پہلی بیوی سے اولاد ہے، اس بیوی کی اولاد سے جو کہ پہلے خاوند سے ہے آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی فرما کر اس مسئلہ کا جواب عنایت فرمادیں عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام علیکم حاجی نعمت علی قادری، لطیف آباد نمبر 11 حیدر آباد سندھ، بتاریخ ۱۹/۱۲/۱۹۷۸ء

۷۸۶ **الجواب:** نکاح مذکور بے شک جائز ہے قال اللہ عزوجل واحل لکم ماوراء ذلکم۔ اس شخص کی پہلی بیوی کی اولاد، دوسری بیوی کے پہلے شوہر کی اولاد، سوتیلی ماں کی اولاد ہوئی، یونہی دوسری بیوی کی پہلے شوہر سے اولاد، پہلی بیوی کی اولاد، سوتیلی ماں کی اولاد ہوئی۔ یعنی ہر بیوی کی اولاد، دوسری بیوی کی اولاد کے حق میں سوتیلی ماں کی اولاد ہوئی اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی اور اس کی بہن سب حلال ہیں۔ علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں

لا تحرم بنت زوج الام ولا امه ولا ام زوجة الاب ولا بنتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

نکاح کے بعد رخصتی نہ ہوئی اور دوسری جگہ نکاح کرلیا

سوال: کیا فرماتے ہیں اسلام میں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: میں حیات بخش ولد محمد خاں سینئر وارتیاں براستہ خانپور تحصیل ہری پور ہزارہ ضلع ہزارہ کا رہنے والا ہوں۔ میں نے وارتیاں کے اندر خدا بخش ولد محمد خاں کے گھر سے اس کی لڑکی بنام زمرد جان اور اپنے لڑکے بنام زین خاں سے شرعی عقد کردیا تھا۔ اب مارچ کے اندر اس کے پاس میں خود گیا کہ جناب آپ اجازت دیں تو وہ انکار ہوگیا کہ رشتہ نہیں دوں گا۔ لہٰذا پھر دوبارہ اس کے پاس ملک محمد صادق نمبردار (۲) میرا اکبر حوالدار فوجی (۳) جمع خان قوم ڈھونڈ (۴) بوستان قوم ڈھونڈ (۵) نواب قوم ڈھونڈ کو لے کر گیا تو اس جرگے نے جب بات چیت شروع کی تو جناب والا نے صاف جواب دیا جرگہ کے سامنے تم حرامی ہو تمہارا لڑکا حرامی ہے۔ اس کے علاوہ مزید باتیں کیں

جو کہ میں لکھنے سے مجبور ہوں جناب اس سے قبل میں ایک دفعہ ۱۹۷۳ میں اس کے پاس گیا تو بھی اس نے انکار کیا لہٰذا اس کے یہ جواب دینے کے بعد میں نے برادری سے اپنے لڑکے کا رشتہ کر لیا ہے۔ اور میں نے خدا بخش کی لڑکی کی منگنی جو کی ہے وہ بھی میرا لڑکا چھوڑنے پر تیار نہیں ہے اگر ہزار سال کے اندر بھی رشتہ دیں لڑکا شادی کرنے کو تیار ہے خدا بخش نے گولڑہ شریف ضلع پنڈی سے یہ فتوی لیا ہے کہ تم جہاں لڑکی کا رشتہ دینا چاہتے ہو وہاں دے دو اور جناب قرآن وسنت کے مطابق جو فیصلہ ہے وہ صادر فرمادیں کہ میرا لڑکا طلاق اگر نہ دے تو بغیر طلاق کے خدا بخش اپنی لڑکی کا رشتہ دوسری جگہ دے سکتا ہے یا نہیں؟
میں نے برادری کے اندر جب رشتہ کیا ہے تو اس کے بعد دوسرے دن میرے گھر میں آدمی گئے ہیں کہ تم لڑکے سے طلاق دلواؤ میرا لڑکا انکار ہو گیا لوگوں نے میرے گھر میں بھی شادی میں شریک ہونا چھوڑ دیا کہ تم سے ہم کوئی بھی شادی نہیں کریں گے۔
آپ جواب فرمادیں شکریہ، حیات بخش ولد محمد خاں ذات عباسی سکندر، بمقام وارتیاں تحصیل ہری پور ضلع ہزارہ صوبہ سرحد میں مسلمان ہوں اور جو فیصلہ قرآن وسنت کی رو سے میرے لئے ہو، وہ مجھے منظور و قبول ہے۔

۷۸۲ الجواب: سائل کا زبانی بیان ہے کہ زین خان کا نکاح مسمات زمرد بنت خدا بخش سے قاضی صاحب نے با قاعدہ پڑھایا تھا لیکن رخصتی عمل میں نہ آئی۔ اگر یہ بات واقع ہے تو مسمات مذکورہ بدستور زین خاں کے نکاح میں ہے اور تاوقتیکہ وہ طلاق نہ دے، خدا بخش یا اس کے دوسرے ورثہ، بلکہ خود اس عورت کو کسی اور مرد سے نکاح کرنے کا ہرگز ہرگز اختیار نہیں۔ قرآن کریم کا صریح ارشاد ہے **والمحصنت من النساء** یعنی اور حرام کی گئیں مردوں پر، شوہر دار بی بیاں۔ تاہم اگر مسمات مذکورہ کا نکاح کسی سے کر بھی دیا جائیگا تو یہ محض حرام ہوگا اور جان بوجھ کر اس نکاح میں کوشش کرنے والے اس سے راضی ہونے والے سب گناہگار ہوں گے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ ایسے ناخدا ترس لوگوں سے قطعی ترک تعلق کریں یہاں تک کہ وہ توبہ کریں اور اپنی حرکت سے باز آئیں۔ **قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔** واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ، ۱۰ جون ۱۹۷۸ء

صغر سنی کے نکاح سے مرد نے بلوغت کے بعد انکار کر دیا اور عورت غیر مدخولہ تھی، پھر عورت نے دوسری جگہ نکاح کیا، اس کی بیٹیوں سے سابق شوہر کے بھائیوں کا نکاح جائز ہے؟

سوال: علماء کرام اس مسئلہ مذکورہ میں کیا فرماتے ہیں کہ
۱۔ ایک صغیر مرد کا ایک صغیرہ عورت سے نکاح ان کے والدین نے کرایا اور جب دونوں حد بلوغت کو پہنچ گئے تو مرد نے کہا کہ (میں اس سے شادی کرنا نہیں چاہتا ہوں) تو لڑکی نے اپنے پڑوسیوں سے کہا کہ (یہ میرا شوہر نہیں ہے) تو اس بات کو بلوغت کے بعد کم از کم آٹھ ماہ ہو نگے کہ لڑکی نے جو بات پڑوسیوں سے کہی تھی۔ اب وہ پڑوسی بھی مر چکے ہیں اور نکاح خواں بھی مر چکا ہے۔ یعنی بلوغت کے بعد فوراً نہیں کی تھی کہ یہ میرا شوہر نہیں ہے بلکہ آٹھ ماہ بعد یہ بات کہی تھی۔ تو اس صورت میں یہ نکاح باقی ہے یا ٹوٹ گیا؟

۲۔ اور پھر عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کیا اور اس مرد سے چند لڑکیاں اس کو ہوئیں اور سابق شوہر کے بھائی ان لڑکیوں سے نکاح کرنا چاہتے ہیں تو شرع انکے نکاح کو جائز کہتی ہے یا نہیں؟ اور بلوغت کے بعد سے یہ الفاظ کہنے تک حق زوجیت ادا نہیں کیا تھا۔ فقط۔ عبداللہ، گوٹھ مصری خان تعلقہ ہالا حیدر آباد سندھ، تاریخ ۱۳۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء

۷۸۲ الجواب ھوالموفق للصواب: صورت مسئول عنہا میں ۱۔ لڑکے کا وہ الفاظ کہنا، طلاق بائن کے حکم میں ہے، لہٰذا نکاح ٹوٹ گیا اور عدت لازم نہیں ہوئی۔

۲۔ سابق شوہر کے بھائی، مذکورہ لڑکیوں سے نکاح کر سکتے ہیں۔ (ردالمحتار) واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید بتاریخ۔ ۲۰/۱۱/۱۹۷۸ء

۷۸۲ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ

گمشدہ شوہر کی بیوی نے دوسرا نکاح کرلیا، پھر پہلا شوہر آ گیا، تو کیا حکم ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: ایک عورت کا خاوند اچانک لاپتہ ہوگیا، جوکہ برسوں تک گم رہا مگر اس کے زندہ یا مرنے کی کوئی خبر نہ ہوسکی آخر عورت نے عرصہ دراز کے بعد دوسرا نکاح کرلیا انتظار کرتے، کرتے اب نکاح ثانی کے بعد اچانک وہ زوج اول واپس گھر آ گیا۔ اس صورت میں پوچھنا ہے کہ عورت کب تک اپنے زوج اول کا انتظار کرے۔ اور نکاح ثانی کے بعد دوسرے زوج کی بیوی ہوگی یا زوج اول کی۔ فقط والسلام سائل شاہ محمد، ٹنڈو الہیار ضلع حیدر آباد سندھ

۷۸۲ الجواب: جس عورت کا شوہر مفقود ہوجائے تو وہ عورت اسی مفقود شوہر کے نکاح میں رہے گی، اور کسی کو بھی اس زوجہ مفقود الخبر سے نکاح جائز نہیں ہے۔ اگر کر بھی دیا، تو یہ دونوں اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نکاح کا نام، کچھ مفید نہ ہوگا۔ قال اللہ تعالیٰ **والمحصنت من النساء** (حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں) بس چارہ کار یہی ہے کہ یہ عورت اور مرد جنہوں نے آپس میں جھوٹا نکاح کیا فوراً جدا ہوجائیں اور اللہ کے غضب سے ڈر کر اپنے اس گناہ کبیرہ سے توبہ کریں، پھر اگر یہ عورت اپنے زوج اول (جو مفقود تھا) کے پاس نہ رہنا چاہے تو اسے اختیار ہے کہ اپنے شوہر کو طلاق کے بدلے مال دیکر یا بغیر مال دئے طلاق حاصل کرے، جب اس کا شوہر طلاق دے دے، تو اب تین حیض کامل گزرنے کے بعد اس عورت کو حلال ہوگا کہ جس سے نکاح کرنا چاہے کرلے، قال سبحانہ تعالیٰ **والمطلقت یتربصن بانفسھن ثلثة قروء** (اور طلاق والی عورتیں اپنے نفس کو تین حیض تک روک رکھیں) اور نکاح نہ کریں۔ اب اگر یہ عورت اور وہ مرد جسے زوج ثانی کہا جارہا ہے اس حکم الٰہی کو مانیں تو ٹھیک ہے، ورنہ اگر نہ مانیں اور اسی طرح ملتے رہیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بی بیاں انہیں یک لخت چھوڑ دیں، نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں (فتاویٰ رضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ تاریخ۔ ۲۴/۱۱/۱۹۷۸ء

نکاح پر نکاح میں شرکت کرنے والے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ: والدین نے اپنی لڑکی کا نکاح سن صغیر میں ایک شخص سے کیا اب بلوغت کے بعد اس لڑکی کے والدین دوسرے شخص کے نکاح میں اس لڑکی کو دینا چاہتے ہیں۔ اگر والدین ایسا کریں تو ان کے لئے، اور نکاح پڑھانے والے، اور نکاح میں شرکت کرنے والوں کیلئے از روئے شرع کیا حکم ہے برائے کرم تفصیلاً تحریر فرمائیں تو کرم نوازی ہوگی۔ فقط والسلام السائل عبدالصمد، ۱۴؍ مارچ ۱۹۷۸ء

۷۸۶ **الجواب** ہو الموفق للصواب: صورت مسئول عنہا میں جب کہ شوہر نے ابھی طلاق نہیں دی، یہ لڑکی بدستور اس کے نکاح میں باقی ہے۔ اور کسی بھی شخص کو ہرگز اس سے نکاح حلال نہیں، اگر کر بھی لیا تو اس نکاح بے معنی کے بعد بھی زانی وزانیہ رہیں گے اور یہ جھوٹا نکاح کا نام کچھ مفید نہ ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء الخ (اور حرام ہیں تم پر شوہر والی عورتیں) جو شخص ایسے کام میں شریک ہو، تو جب تک اس قول اور فعل سے توبہ نہ کرے اس کے پاس نہ بیٹھیں اور اس سے میل جول نہ کریں قال اللہ تعالیٰ واتقوا فتنتہ لاتصیبن اللذین ظلمو امنکم خاصۃ (اور اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا) بلکہ ہر نیک و بد کو پہنچ سکتا ہے۔ لہٰذا ان لوگوں پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۴؍ ربیع الآخر ۱۳۹۸ھ

نکاح پر نکاح میں شریک ہونے والوں کے لئے تین احکام

سوال: محترم جناب مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین مسئلہ ذیل میں کہ ۱۔ کسی عورت کا نکاح ہو رہا ہے اور شریک ہونے والوں کو یہ معلوم نہیں ہے کہ اس عورت کا نکاح پہلے ہو چکا ہے یا نہیں کچھ دن بعد معلوم ہوتا ہے کہ اس عورت کا نکاح پہلے ہو چکا ہے اور طلاق نہیں ہوئی ہے تو ایسی حالت میں جو لوگ اس نکاح میں گواہ رہے یا شریک ہوئے ان پر کیا جرم عائد ہوتا ہے آیا ان لوگوں کیلئے جو شریک ہوئے ان کے اپنے نکاحوں پر تو کوئی اثر نہیں پڑتا؟

۲۔ اور ان شریک ہونے والوں پر جنہیں معلوم ہے کہ اس عورت کا نکاح پہلے سے ہے ان پر کیا جرم عائد ہوتا ہے۔

امید کرتا ہوں کہ جناب جواب سے نوازیں گے۔ فقط والسلام عبدالرحمٰن، لطیف آباد یونٹ نمبر ۸، حیدر آباد، سندھ

۷۸۶ **الجواب:** جو عورت کسی مرد کے نکاح میں ہے جب تک وہ طلاق نہ دے یا اس کی موت واقع نہ ہو، کسی مرد کو اس کے ساتھ نکاح حلال نہیں۔ وہ عورت بدستور اس پہلے نکاح میں باقی ہے۔ اگر کسی نے نکاح کر بھی لیا تو یہ جھوٹا نام نکاح کا، کچھ مفید نہ ہوگا قال اللہ تعالیٰ والمحصنٰت من النساء۔ پس چارہ کار یہی ہے کہ یہ دونوں فوراً جدا ہو جائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں۔ جو لوگ اس نکاح میں انجانے میں شریک ہوئے ان کے نکاح پر

کوئی اثر نہیں اور جو جان بوجھ کر شریک ہوئے کہ یہ نکاح حرام ہوا ہے اس کے باوجود، شرکت کی یا گواہ بنے تو یہ زنا کے گواہ، دلال ہوئے ان پر توبہ فرض ہے۔ اور اگر اس نکاح کو حلال و جائز جانا تو خود ان کا نکاح گیا۔ ان پر از سرِ نو کلمہ پڑھنا اور دوبارہ نکاح پڑھانا لازم ہے۔ اور ہر حال میں مسلمانوں پر فرض ہے کہ ان دونوں کو زبردستی ایک دوسرے سے الگ کر دیں۔ قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین۔ اور جب تک وہ باز نہ آئیں ان سے علیحدگی اختیار کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ

بیوی کے ہوتے ہوئے سالی سے نکاح کرنا

سوال: محترم جناب مفتی اعظم سندھ مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
گزارش یہ ہے کہ: میری سوتیلی لڑکی فرزانہ بیگم بنت سید نفیس الحسن کی شادی آج سے کوئی چار سال قبل سید صفدر علی عرف بھورے ولد سید اکبر علی سے ہوئی اس کے بعد لڑکی فرزانہ بیگم اپنے گھر رہنے لگی مگر نکاح کے چند ماہ بعد ہی اس کے شوہر صفدر نے اپنی بیوی پر ظلم و تشدد کرنا شروع کر دیا اور اکثر وہ اپنی بیوی کو اپنے میکے میں رہنے پر مجبور کر دیتا تو لڑکی مجبور ہو کر اپنے میکے میں آ جاتی تھی اس کے باوجود وہ اپنی ساس اور سسر کو ہمیشہ گندی قسم کی گالیاں دیتا روز یہاں تک کہ وہ اثر و رسوخ سے اپنی چھوٹی سالی کو چکر دے کر اس کے اسکول سے لے گیا اور پھر اس نے اس پر ہر قسم کے نامعلوم کیا ظلم کئے اور اس کو مجبور کیا کہ یا تو مجھ سے نکاح کر لے ورنہ میں تمہارے تمام خاندان کو قتل کروا دونگا اس قسم کے حالات کو دیکھتے ہوئے میری چھوٹی لڑکی جو کہ میری سوتیلی بیٹی ہے اس سے اسطرح نکاح کر لیا اور اس کو کہا کہ تو نے اس بات کا کسی سے ذکر کیا تو میں تیرے خاندان کے افراد کو قتل کر دونگا یہ بات لڑکی کی زبانی مورخہ ۱۲/۵/۱۹۷۹ء کو معلوم ہوئی اور مورخہ ۴/۱۲/۷۹ کو مذکورہ شخص صفدر علی نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم اپنی ماں سے کہو کہ میں نے تمھاری چھوٹی بہن سے نکاح کر لیا ہے میرے ساتھ روانہ کر دو یہ بات میری بڑی لڑکی فرزانہ بیگم زوجہ صفدر علی نے اپنی ماں کو بتائی تھی لہٰذا جناب سے التماس ہے کہ قرآن و سنت کو دیکھتے ہوئے ہم کو اس بات کا فتویٰ دیں کہ یہ نکاح ہوا کہ نہیں اور یہ بات جائز ہے یا نہیں؟ ہم لوگ عزت دار ہیں اور آل رسول ہیں۔ خدا کے واسطے ہمیں ان مصیبتوں سے نجات دلانے میں مدد فرمائیں۔

فقط سیّد اکبر علی شاہ ولد سید سجاد علی، تارا ہسپتال حیدر آباد سندھ، مورخہ ۱۲/۳۰/۱۹۷۹ء

۷۸۲ الجواب: صورت مسئولہ میں سید صفدر کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہوا۔ قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین۔ اس پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے۔ پھر اگر ابھی سالی کے ساتھ صحبت نہیں کی جب تو اسکی پہلی بیوی یعنی اس دوسری منکوحہ کی بہن، اس کے لئے حلال ہے اور اگر اس سے صحبت کر لی تو اب اپنی پہلی منکوحہ کے پاس جانا بھی حرام ہو گیا جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدت پوری نہ گزر جائے۔ جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدت گزر جائیگی اس وقت اس

پہلی منکوحہ کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔ ہندیہ میں ہے ان تزوجهما فی عقدین فنكاح الاخيرة فاسد و يجب عليه ان يفارقها (الی) و يعتزل عن امراته حتی تنقضی عدة اختها۔ (فتاوی رضویہ) مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب تک وہ اپنے اس ناپاک فعل سے باز نہ آئے اس دوسری کو الگ کر کے جدا نہ کردے اور توبہ شرعیہ نہ کرے اس کے پاس نہ بیٹھیں اس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ یوں ہیں اسکی پہلی بیوی اور دوسری منکوحہ پر لازم ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس کی دست برد سے بچائیں اور صحبت، وقوع میں نہیں آئی تو دوسری ہرگز اس کے پاس نہ جائے ورنہ سخت گناہگار ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

دو بہنوں کا ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین درمیان اس مسئلہ کہ: زید اور بکر یہ دونوں ایک والدہ سے پیدا ہوئے اور ایک ہی والد سے۔ ان دونوں کی شادی ایک ہی جگہ پر ہوئی۔ دونوں یعنی زید اور بکر کی بیویاں بھی ایک ہی والد اور والدہ سے پیدا ہوئیں دونوں سگی ہمشیرہ ہیں اور یہ دونوں سگے بھائی تھے لیکن بدقسمتی سے بکر کا انتقال ہوگیا تو اس کی زوجہ نے عدت کے دن گزارے۔ بعد میں مرحوم بکر کی زوجہ کا زید نے اپنے ساتھ عقد کر لیا تو ایسی حالت میں شرعی فیصلہ کے مطابق کیا عقد جائز ہے؟ اس لئے جناب سے استدعا کرتا ہوں کہ اس کے لئے مجھے شرعی فتویٰ درکار ہے۔

فقط حافظ عبداللہ لطیف قریشی اشرفی، بی۔ ٹو یونٹ نمبر ۸ شاہ لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: دو بہنوں کا ایک شخص کے نکاح میں ہونا حرام قطعی ہے اس کی حرمت قرآن عظیم نے اپنی نص واضح صریح میں فرمائی ہے کہ (وان تجمعوا بين الا ختين، یعنی حرام کی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور یہ کہ اکٹھی کرو دو بہنیں)۔ دیکھو جس طرح آدمی پر اس کی ماں، بہن، بیٹی حرام ہے اسی طرح دو بہنوں کو جمع کرنا اس پر حرام ہے اور اس کا مرتکب سخت اشد گناہ کبیرہ میں گرفتار۔ اس پر فرض ہے کہ اپنے اس فعل شنیع سے توبہ کرے اور ان دونوں میں سے جس سے بعد میں نکاح کیا ہے اسے چھوڑ دے۔ اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے پہلی کو ہاتھ لگانے کی بھی اجازت نہیں۔ جب اس کی عدت بعد متارکہ (چھوڑنے کے بعد) گزر جائیگی اس وقت زوجہ اس کے لئے حلال ہو جائیگی کہ اس دوسری کے ساتھ صحبت کرتے ہی اس کی منکوحہ بھی اس کے لئے حرام ہو چکی تھی۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ جب تک وہ اپنے اس فعل حرام سے باز نہ آئے اور حکم شرعی کے مطابق توبہ نہ کرلے نہ اس کے پاس بیٹھیں اور نہ اس سے میل جول رکھیں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ شعبان المعظم ۱۳۹۹ھ

بیوی کے ساتھ اس کے سگے بھائی کی سگی نواسی سے نکاح حرام

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: موجودہ بیوی کی حیات اور موجودگی میں اس بیوی کے سگے بھائی کی سگی نواسی سے عقد کرنا جائز ہے یا نہیں؟ محمد عتیق صدیقی، ہیرآباد، جیل روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: یہ نکاح ناجائز اور حرام ہے۔ اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو دو عورتیں آپس میں محرم ہوں یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے دوسری اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو، ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ اور یہاں ایسا ہی ہے کہ اگر پہلی بیوی کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ اس کے بھتیجے کی بیٹی ہوتی ہے تو جس طرح بھتیجی حرام ہے یوں ہی اس کی بیٹی۔ اور اگر اس دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو وہ پہلی اس کی ماں کی پھوپھی ہے اور جس طرح اپنی پھوپھی حرام، یوں ہیں ماں کی پھوپھی بھی حرام ہے۔ (بحر الرائق و جامع الرموز و فتاوی رضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

تایا کی نواسی سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ: عبداللہ خان اپنے تایا کی نواسی سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ سائل عبداللہ خان ولد انور خان، مکان نمبر ڈی ۲/۱۵۸۲ ریشم گلی، حیدرآباد سندھ، بتاریخ ۱۹ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

۷۸۶ الجواب: تایازاد بہن سے نکاح جائز ہے تو اس کی لڑکی سے بھی نکاح جائز ہے۔ جبکہ کوئی اور وجہ ممانعت کی نہ پائی جاتی ہو مثلاً رضاعت۔ قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

تایازاد بھائی کی بیٹی سے نکاح

سوال: قبلہ محترم جناب مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ

جناب عالی! کیا تایازاد بھائی کی لڑکی سے شرعاً نکاح جائز ہے؟ برائے کرم قرآن وحدیث سے روشنی ڈال کر شکور فرمائیں۔

منجانب مشیت محمد، امریکن کواٹر H -91 حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: جس طرح چچا تایا کی بیٹی حلال ہے یوہیں چچازاد تایازاد بھائی کی بیٹی بھی حلال ہے جبکہ کوئی اور مانع نکاح موجود نہ ہو۔ درمختار میں ہے حلال بنت عمه و عمته و خاله و خالته۔ اور فتاوی رضویہ میں فرمایا کہ ویدخل فیه اعمام ابیه و جده وان علا الخ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

جانتے بوجھتے دو بہنوں کو ایک کے نکاح میں دینا

سوال: محترم جناب مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی، دارالعلوم احسن البرکات، ہوم اسٹیڈ ہال چاڑھی حیدرآباد سندھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: عثمان ولد حاجی اللہ بخش چوہان کا نکاح اس کی بیوی حسینہ کی رضاعی بہن ننھی بنت غفور مستری سے حسینہ کی موجودگی میں کرایا گیا۔ نکاح کی تمام کاروائی جعلسازی سے کرائی گئی یہ تمام کام مسمات چھوٹی، بی بی ستارہ عرف ٹنڈیا ولیم، نے اپنی بھاوج مسمات سعیدہ زوجہ ظفر کی ملی بھگت سے کرایا۔

پہلے سعیدہ زوجہ ظفر نے ننھی کو اپنے ساتھ عدالت لے جا کر خود مختاری کا حکم جاری کرایا بعد ازاں چھوٹی نے ننھی کو نیاز کھلانے کے بہانے سے اپنے گھر بلایا وہاں عثمان موجود تھا۔ وہیں ننھی اور عثمان کی ملاقات و محبت و وعدہ وغیرہ کرایا گیا اور نکاح فارم پر ننھی کا نشان انگوٹھا لگوایا گیا اور پھر ٹنڈو یوسف میں بغیر ایجاب و قبول اور ننھی کی عدم موجودگی میں نکاح کی پوری کارروائی عمل میں لائی گئی یہ تمام بات خود عثمان کی زبانی ہیں۔

ستارہ، و سعیدہ زوجہ ظفر اور خود عثمان بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ ایک وقت میں دو بہنوں کو چاہے دودھ شریک ہوں نکاح میں لانا جائز نہیں۔ مگر پھر بھی یہ لوگ اعلانیہ حقوق زوجیت کی مانند فعل بد کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

کیا فرماتے ہیں علماء کرام بیچ اس مسئلہ کے کہ شریک کار لوگوں پر کونسی سزا وارد ہے؟ درج ذیل افراد شریک ہیں

۱۔ چھوٹی بی بی ستارہ ۲۔ سعیدہ زوجہ ظفر ۳۔ عثمان و ننھی

جناب والا۔ برادری کے چند سربراہ اور حاجی صاحبان درج ذیل شرعی ناجائز کام کی اصلاح میں رخنہ اندازی اور ٹال مٹول سے کام لے رہے ہیں جبکہ علماء دین کے فتوی نے ناجائز قرار دیا ہے۔ اور اس ناجائز فعل کی پیش پیش شخصیات دو عورتیں ۱۔ چھوٹی بی بی ستارہ اور ۲۔ سعیدہ زوجہ ظفر ہیں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ اصحاب صدور جو کہ برادری کے با اثر افراد ہیں وہ بھی ان مندرجہ بالا رشتوں میں اس طرح منسلک ہیں۔ تفصیل یہ ہے

۱۔ حاجی اسمٰعیل ولیم مشیر، صدر۔ مسمات چھوٹی کے چچا

۲۔ حاجی اسحاق چوہان دودھ والے صدر۔ حاجی اسمٰعیل جی کے سمدھی

۳۔ حاجی صدیق ولیم کترو والا راٹھور۔ مسمات سعیدہ زوجہ ظفر کے والد چھوٹی بی بی ستارہ کے چچیا سسر

۴۔ حاجی عمر تو نہور چوہان دھڑے کے ممبر، ممبر برادری چوہان دھڑا

۵۔ حاجی صدیق ولیم بابائے قوم اور چاروں دھڑوں کے سربراہ حاجی اسمٰعیل کے بہنوئی

۶۔ عمر کترو والا جود چھور دھڑے ممبر چھوٹی کا بھائی۔ سعیدہ کا جیٹھ۔ اسمٰعیل کا بھتیجا۔ حاجی کترو والا کا سمدھی

مسئلہ: جناب والا میں محمد حنیف عثمان چوہان نے جو کہ برادری کا ایک ادنی فرد ہوں اور اس ناجائز فعل کا فیصلہ کرانے کے

لئے درج بالا، بااثر شخصیات، کو اپنے گھر مدعو کیا۔ جن میں بابائے قوم حاجی صدیق صاحب ولیم بھی موجود تھے۔ اس فیصلہ کا حل پیش کیا کہ عثمان اور نَنھی جو کہ ناجائز جرم و گناہ کا ارتکاب کر رہے ہیں علیحدہ کیا جائے اور نَنھی کا نکاح برادری کے موزوں لڑکے سے کرایا جائے۔ جناب والا یہ نشست بے کار دلائل اور بہانوں سے ٹال دی گئی اور ابھی تک کسی فیصلے اور نتیجہ پر نہیں پہنچ پائے اور اس کی وجہ محض مندرجہ بالا رشتہ داری ہے کہ رسوائی کے ڈر سے اور خود کو ممبر رکھنے کی وجہ سے فیصلہ نہیں کر پا رہے، جھوٹی شان و شوکت کے سہارے اپنے اثر و رسوخ سے ان دونوں یعنی عثمان و نَنھی کی پردہ داری رکھ رہے ہیں۔ خود اپنے آپ پر بھی پردہ ڈال رہے ہیں۔

درکار فتویٰ برائے علماء دین:۔ کیا فرماتے ہیں ان درج بالا حاجی صاحبان کے لئے کہ جو دین و دنیا کے علم سے بخوبی آشنا ہیں۔

محمد حنیف چوہان، چوہان ہاؤس، چوہان کالونی، تالاب نمبر ۳، آفندی گارڈن روڈ، حیدرآباد سندھ، مورخہ ۱۹۸۱ء/ ۹/ ۱۴

۷۸۶ الجواب: صورت مذکورہ میں بموجودگی زوجہ، عثمان کا اپنی سالی سے نکاح حرام قطعی ہوا قال اللہ تعالیٰ وان تجمعو ابین الاختین اگرچہ یہ سالی حقیقی نہ ہو بلکہ رضائی ہو کہ جو نسب میں حرام، رضاع میں حرام (عامہ کتب) عثمان پر فرض ہے کہ فوراً اسے چھوڑ دے اور اسے ہاتھ نہ لگائے۔ اور اگر اس نکاح بے معنی کے بعد، اس سے صحبت کر لی تو اب اپنی منکوحہ کے پاس جانا بھی حرام ہو گیا۔ جب تک سالی کو چھوڑ کر اس کی عدّت نہ گزر جائے۔ جب اسے چھوڑے گا اور اس کی عدّت گزر جائے گی اس وقت اس پہلی کو ہاتھ لگانا جائز ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ بحوالہ ہندیہ) تو پہلا فرض خود عثمان اور نَنھی کا ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں۔ جب یہ دونوں علی الاعلان ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے تو دوسروں کی آپ ہی جڑ کٹ جائے گی۔ اگر یہ دونوں اس حکم الٰہی پر گردن رکھیں فبہا۔ اور اگر یہ نہ مانیں اور دوسروں کے دباؤ کو بہانہ بنائیں اور اپنی اسی حالت پر رہیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بی بیاں انہیں یک لخت چھوڑ دیں۔ نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں نہ خود ان کے پاس بیٹھیں۔ یہ ہی سلوک ان لوگوں کے ساتھ ہونا چاہئے جو اس میں آڑے آتے ہیں اور علی الاعلان اس زنا اور حرامکاری پر راضی ہیں۔ کیا انھیں یہ بات گوارہ ہے کہ شرعاً وہ زنا کے دلال کہلائیں۔ قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۹ ذی قعد ۱۴۰۰ھ

کیا دوسری شادی کے لئے کوئی شرط ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد

جناب عالی گزارش یہ ہے کہ: میں نے اپنی بیوی کو ایک ماہ پہلے طلاق دے دی تھی اب میں دوسری شادی کرنا چاہتا ہوں کیا میرے لئے عدت ضروری ہے؟ از روئے شریعت مطلع فرمائیں نوازش ہوگی۔

عبدالرحمٰن، پھلیلی پارتا نگہ اسٹینڈ حیدرآباد، مکان نمبر G.2421

۷۸۶ **الجواب:** مرد اگر مطلقہ بیوی کی حقیقی کی بہن کے علاوہ کسی اور عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس پر اس وقت کوئی پابندی نہیں (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ شوال المکرم ۱۴۰۰ھ

مطلقہ عورت نے عدت میں نکاح ثانی کیا تو نکاح نہیں ہوا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ کہ: ایک مطلقہ عورت نے عدت میں نکاح کر لیا۔ بعد میں مسئلہ معلوم ہونے پر علیحدگی کرادی گئی۔ وہ ایام جو انھوں نے عدت کے دنوں میں ساتھ گزارے۔ ان کے لئے کیا حکم ہے اور اس گناہ کا کیا کفارہ اور سزا ہوگی؟ برادری کے لوگوں نے ان کا بائیکاٹ کر رکھا ہے۔ تاوقتیکہ یہ لوگ ان ایام کا کفارہ نہ دیں لیں۔ لہٰذا مسئلہ شرع سے آگاہ کیا جائے۔ اور عدت پوری ہونے کے بعد شوہر ثانی سے نکاح دوبارہ کیا جائے۔ یا وہی نکاح کافی رہے گا۔ جو ایام عدت میں کیا گیا تھا؟ کبیر احمد ولد نھو قریشی، پریٹ آباد حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب:** اگر اس شخص کو وقت نکاح معلوم تھا کہ عورت ہنوز عدت میں ہے یہ جان کر اس سے نکاح کر لیا جب تو وہ زنائے محض تھا۔ اور اس کی سزا بہ حالات موجودہ کسی کو دینا مسلمانوں کے بس میں نہیں۔ وہ خود توبہ واستغفار اور خیرات جو کر سکتے ہیں کریں اور خدا سے معافی چاہیں۔ اور اگر اسے عورت کا عدت میں ہونا معلوم نہ تھا تو یہ صحبت زنا نہیں۔ دونوں کا ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جانا ضروری ہے۔ عدت گزر جائے تو دوبارہ نکاح پڑھ سکتے ہیں عورت مختار ہے۔ خواہ اسے قبول کرے یا قبول نہ کرے۔ (فتاوی رضویہ وغیرہ) واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۱ھ

زانیہ کی بیٹی سے نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ: زید کی بہن کسی غیر محرم کے ساتھ چلی گئی حالانکہ وہ شادی شدہ تھی۔ اور اسے پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہوئی تھی وہ بھی اپنے ساتھ لے گئی، جس کی عمر آٹھ سال تھی۔ اب اس کی لڑکی کی عمر ۱۵ سال ہوئی تو مرد نے اس سے شادی کر لی حالانکہ اس کے اس کی ماں سے ناجائز تعلقات تھے اور اب بھی موجود ہیں۔ اور اس کے بعد لڑکی نے دیکھا کہ میری والدہ کے ساتھ تو اس کے تعلقات ہیں تو لڑکی گھر سے چلی گئی اپنے ماموں کے ہاں۔ کیا یہ نکاح شریعت محمدی ﷺ میں جائز ہے؟ بینوا توجروا عند اللہ اجرکم سائل۔ امتیاز احمد خان، مہاجر کیمپ، کراچی

۷۸۶ **الجواب:** قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے **وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بهن** الآیۃ۔ یعنی تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالی، ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی۔ اس آیت کریمہ میں زن مدخولہ یعنی اس عورت کی بیٹی حرام فرمائی گئی جس سے صحبت ہو چکی۔ اور یہی علت تحریم ہے اور یہ قطعاً اس عورت میں بھی ثابت جس سے زنا کیا گیا کہ وہ ایسی عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی۔ لاجرم بحکم آیت، اس عورت کی بیٹی اس پر حرام

ہوگئی جیسے خود اس کی اپنی بیٹی۔ اور آیت کریمہ کا یہ حاصل ہوا کہ جس عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی ہو، اگرچہ بلا نکاح، اگرچہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔ اور جب وہ حرام ہے تو زبردستی خواہ اس کی مرضی سے شادی رچالینا، اسے اپنے نکاح میں لے لینا، کسی طرح اس حرام کو حلال، ناجائز کو جائز نہ کردیگا۔ وہ حرام تھی اور ہمیشہ ہمیشہ حرام رہے گی۔ یہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب ہے اور یہی اکابر صحابہ کرام اور جمہور ائمہ تابعین کا مذہب ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں یہاں بعض احادیث اپنے مذہب کی تائید میں ذکر فرمائیں۔ ازانجملہ یہ کہ حضور سید المرسلین ﷺ نے فرمایا (جو کسی عورت کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوجائیں)۔ دوسری حدیث میں ہے (ملعون ہے وہ جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی شرم گاہ دیکھے)۔ وغیر ذلک۔ اور اس حرمت کے پیدا ہونے سے مرد وزن کو جدا ہوجانا اور اس نکاح فاسد شدہ کا فسخ کردینا فرض ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ شوہر کو جس طرح بن پڑے متارکہ پر مجبور کریں کہ وہ ایک دوسرے کو چھوڑ کر، الگ الگ ہوجائیں۔ پھر عورت عدت گزارے۔ عدت گزارے بغیر، اس عورت کو روا نہیں کہ کسی دوسرے سے نکاح کرے جبکہ اس کا یہ شوہر بھی اس سے وطی نہیں کرسکتا کہ حرام ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ (فتاوی رضویہ کتاب النکاح باب المحرمات)۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ ربیع الآخر ۱۴۰۱ھ

سوتیلی بھانجی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: میرے بھائی کی شادی اس کی سوتیلی بھانجی کے ساتھ ہورہی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ میرے سوتیلے والد کی سگی لڑکی کی لڑکی سے میرے بھائی کا رشتہ ہورہا ہے یعنی میرے بھائی کی سوتیلی بھانجی سے اس کا رشتہ ہورہا ہے، تو کیا یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ ان تمام عورتوں کی تفصیل ذکر کریں جن سے نکاح جائز ہے اور حلال ہیں اور ان تمام عورتوں کی تفصیل بیان کریں جن سے نکاح حرام ہے اور ان کی پہچان کیا ہے؟ جس سے یہ معلوم ہوسکے کہ فلاں عورت سے نکاح جائز ہے اور فلاں سے حرام؟ شہزاد اسلم آرائیں، ٹنڈوالہ یار

۷۸۲ الجواب: ماں کا شوہر ثانی نہ اپنا باپ ہے نہ اس کی بیٹی کہ غیر عورت کے شکم سے ہے، اس کی بہن ہے۔ تو جس طرح خود، اپنے سوتیلے باپ کی یہ بیٹی حلال ہے۔ اس کی بیٹی کی بیٹی بھی حلال ہے۔ جبکہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم۔ محرمات کی تفصیل کتب فقہیہ میں دیکھیں۔ فقیر کی تصنیف "سنی بہشتی زیور" کا مطالعہ مفید ہوگا۔
واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ رجب المرجب ۱۴۰۲ھ

بیوی کے ساتھ اس کی رضاعی بہن کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے

سوال: جناب قبلہ مفتی صاحب، السلام علیکم
جناب عالی گزارش ہے کہ: ایک شخص نے اپنی پہلی بیوی بچوں کی موجودگی میں دوسری شادی یا نکاح، ہونے والی دوسری بیوی

کی رضامندی سے کرلیا اور وہ لڑکی جو دوسری بیوی بنی اسنے اور پہلی بیوی نے ایک ہی ماں کا دودھ پیا ہے اور ایک ہی گھر میں پرورش پائی ہے۔ کیا اس شخص کا دوسری لڑکی سے شادی یا نکاح جائز ہوا یا کہ نہیں؟ دوسرے نکاح کی وجہ سے پہلے نکاح میں کوئی فرق آتا ہے کہ نہیں؟ دوسری لڑکی کو لگ بھگ ایک سال نکاح میں رکھا اس دوران جو اولادِ نرینہ ماں کے پیٹ میں پرورش پائے وہ حلال ہے یا حرام؟ دوسرے نکاح میں آنے والی لڑکی کو ایک سال رکھنے کے بعد طلاق دے دی کیا وہ طلاق جائز ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں برائے مہربانی قرآن وحدیث کی روشنی میں رائے دیجئے تاکہ ہم کوئی قدم اٹھا سکیں۔

طلب گار: عبدالحمید، مکان نمبر 2407 شاہی بازار حیدرآباد سندھ

۷۸۶ **الجواب** ہوالموفق للصواب: بیوی کی موجودگی میں سالی سے نکاح حرام ہے، مگر سالی سے نکاح یا زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی، لیکن نکاح کے بعد جب سالی سے جماع کرلیا تو اب زوجہ سے بھی جماع حرام ہوگیا، یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت گزر جائے، اس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا۔ صورت مسئولہ عنہا میں، دوسری بیوی چونکہ پہلی بیوی کی رضاعی بہن ہے، اس لئے اس کے بھی وہی احکام ہونگے جو سگی بہن کے ہوتے ہیں، اس لئے کہ جو نسب میں حرام ہے، رضاع میں بھی حرام ہے۔ لہٰذا جب دوسری بیوی کو طلاق دے دی تو عدت تک پہلی بیوی سے دور رہے۔ ردالمحتار میں ہے

فتحرم الاولیٰ الی انقضاء عدۃ الثانیۃ (فتاویٰ رضویہ، عالمگیری، درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۷/ ۳/ ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

چچازاد بہن کی بھانجی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: مثلاً زید کے دو حقیقی بیٹے عمر اور بکر ہیں۔ کیا ان دو بھائیوں کی اولاد شرع متین کی رو سے آپس میں بذریعۂ نکاح منسلک ہوسکتے ہیں یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ نص شرعی کی رو سے یہ رشتہ جائز ہے اب صورت مسئولہ میں یہ معلوم کرنا ہے کہ عمر کا لڑکا بکر کی نواسی سے جو کہ عمر کے بیٹے کی رشتے میں چچازاد بہن کی بیٹی ہوتی ہے نکاح کرسکتا ہے یا کہ نہیں؟ بینوا تو جروا ایک سائل صابر حسین، طارق کالونی، لطیف آباد نمبر ۵، رحمانیہ مسجد

۷۸۶ **الجواب:** نکاح بیشک جائز ہے اور دلیل قرآن کریم کا یہ ارشاد ہے واحل لکم ما وراء ذلکم۔ پہلے ان عورتوں کا ذکر فرمایا جو کہ حرام ہیں پھر یہ حکم دیا کہ ان کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لئے حلال۔ اور یہ شبہہ کرنا کہ چچازاد بہن کی بیٹی اس کی بھانجی ہوئی اور بھانجی سے نکاح حرام ہے۔ تو اس کا جواب وہی ہے کہ خود چچازاد بہن بھی تو بہن ہے اس سے نکاح کیسے جائز ہوا۔ اصل یہ ہے کہ چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی اولاد کو بہن بھائی، اور ان کی اولاد کو بھانجا، بھانجی، بھتیجہ، بھتیجی کہنا ایک مجازی بات ہے جو ہرگز اس حکم شرعی میں داخل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

سوتیلی ماں کی بیٹی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس بارے میں کہ: میرے والد نے میری والدہ کے انتقال کے بعد دوسری عورت سے شادی کی۔ میری اس سوتیلی ماں کے ساتھ اس کی ایک لڑکی آئی ہے۔ دریافت طلب یہ ہے کہ اس لڑکی سے میرا نکاح شریعت کے مطابق ہوسکتا ہے یا نہیں؟

سائل: عبدالرشید ولد محمد سعید سکندر، کچہ قلعہ شاہ فیصل کالونی مکان نمبر F/106835 مکی شاہ روڈ حیدرآباد سندھ

۸ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ۔ مطابق ۴ جنوری ۱۹۸۲ء

۷۸۶ الجواب: سوتیلی ماں کی بیٹی سے کہ کسی اور کے نطفہ سے پیدا ہوئی، نہ کہ اپنے باپ سے، اس سے نکاح جائز ہے اگر چہ وہ اپنے باپ کی منکوحہ کی بیٹی ہے۔ ردالمحتار میں ہے لا تحرم ام زوجة الاب ولا بنتها۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　ربیع الاول ۱۴۰۲ھ

رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: ایک لڑکی مسمات پٹھانی جس کے بہن بھائیوں نے اپنی خالہ کا دودھ پیا ہے جبکہ مسمات پٹھانی نے اپنی ماں کا دودھ پیا ہے۔ خالہ کا نہیں۔ مندرجہ بالا صورت میں مسمات پٹھانی کا نکاح اپنے خالہ زاد بھائی کے ساتھ ہوسکتا ہے یا نہیں؟ جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

سائل قاری لعل حسین، خطیب مریم مسجد، میمن سوسائٹی، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: صوت مسئولہ میں مسمات پٹھانی کا نکاح، اپنی خالہ کے کسی بھی لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اگر چہ جو نسب میں حرام ہے، وہ رضاع میں حرام ہے۔ لیکن چند صورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں انہیں میں یہ صورت ہے۔ ظاہر ہے کہ پٹھانی، اپنی خالہ کی اولاد کی رضاعی بھائی بہنوں کی حقیقی بہن ہے۔ اور رضاعی بھائی کی بہن سے نکاح جائز ہے۔ (درمختار)

واللہ تعالیٰ اعلم　العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۱ اکتوبر ۱۹۸۲ء

پردہ کے مسئلے میں بہنوئی، اجنبی کی طرح ہے

سوال: محترم جناب مفتی صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مندرجہ ذیل مسئلہ کا حل قرآن وحدیث مبارکہ کی روشنی میں میری ساس معلوم کرنا چاہتی ہیں۔ اور امید ہے کہ روشنی دکھائیں گے اور رہبری فرمائیں گے۔

ساس کا کہنا ہے کہ تم جو پردہ سے متعلق یہ استدلال پیش کرتے ہو کہ جس سے نکاح جائز ہے اس سے پردہ بھی لازم ہے اس کا اطلاق بڑے بہنوئی پر نہیں ہوتا۔ محترمہ نے اس سلسلے میں یہ جواز پیش کیا ہے کہ جب تک بہنوئی کی بیوی کی بہن

رحلت نہیں کر جاتی اس وقت اس کا نکاح اس کی بیوی کی سگی بہن سے نہیں ہوسکتا لہٰذا بہنوئی سے پردہ لازم نہیں۔

برائے مہربانی قرآن وحدیث مبارکہ کی روشنی میں وضاحت فرمائیں کہ ان کا یہ کہنا درست ہے کہ بہنوئی سے سالی کا پردہ کرنا لازم نہیں۔

یہ مسئلہ آپ کی خدمت میں اس لئے پیش کیا جارہا ہے کہ کافی دنوں سے خاوند کا اصرار ہے کہ اس کی بیوی بہنوئی سے دیگر غیر محرموں کی طرح پردہ کرے اور بیوی کے گھر والے یہ کہتے ہیں کہ شریعت میں بہنوئی سے پردہ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں۔ مشکور احمد خان، ڈرافٹمین پبلک ہیلتھ انجینئرنگ، ڈویژن نمبر 1 حیدرآباد، ۱۹۸۳ء/ ۷ /۲۷

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ عنہا میں خاوند کا اصرار درست ہے۔ سالی بھی اگرچہ پھوپھی یا خالہ کی طرح یا دیگر محارم عورتوں کی طرح عورت کی محارم میں شامل ہے کہ ان دَ ازندگی میں ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح اگرچہ حرام مگر درحقیقت وہ عورت کے محارم نہیں ہوجاتے کہ ان سے نکاح صرف اس حالت تک حرام ہے جب تک اس کی پھوپھی، خالہ، یا بہن یا کوئی محارم عورت ان شوہروں کے نکاح میں ہے، اگر طلاق یا موت کی وجہ سے جدائی ہوجائے تو ان کے شوہروں سے عورت کا نکاح حلال ہے اور محرم وہ ہوتا ہے جس سے کبھی کسی حال میں نکاح نہ ہوسکے اس کی حرمت ابدیہ ہو جیسے باپ، بیٹا، بھائی، بھانجہ، بھتیجا، وغیرہم محرم، اور جو محرم نہیں وہ اجنبی ہے اس سے پردہ کا ویسا ہی حکم ہے جیسے اجنبی سے خواہ فی الحال اس سے نکاح ہوسکتا ہو یا کہ نہیں۔ اگر حرمت فی الحال، پردہ نہ کرنے کے لئے کافی ہو تو پھر تو شوہر والی عورت کا تمام جہاں میں کسی سے پردہ نہ ہو کہ جب تک وہ اپنے شوہر کے عقد میں ہے کسی کو اس سے نکاح روا نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ والمحصنت من النساء غرض یہ ہے کہ شرع مطہرہ میں بہنوئی کا بھی وہ ہی حکم ہے جو چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں کے بیٹوں اور راہ چلتے اجنبی وغیرہ کا ہے۔ (فتاوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۹۸۳ء/ ۳ /۸

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

رشتے کی بھتیجی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: حقیقی پھوپھی زاد بھائی، اپنی لڑکی کی شادی، حقیقی ماموں زاد بھائی سے کرسکتا ہے یا نہیں؟

رشتے میں وہ چچا بھتیجی ہوئے۔ چچا بھتیجی کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟

شریعت کے مطابق فیصلہ صادر فرمائیں کہ وہ شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ عبدالحمید خان، گاڑی کھاتہ، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ **الجواب:** چچا بھتیجی میں نکاح بیشک حرام وناجائز اور بنت الاخ میں داخل ہے۔ لیکن ان سے مراد حقیقی یا رضاعی چچا، یا حقیقی یا رضاعی بھتیجی نہ کہ رشتے میں چچا بھتیجی۔ اگر ایسا ہو تو خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں بھی حرام ہوجائیں کہ آخر وہ بھی بہنیں

ہیں۔ تو جیسے چچا، ماموں، خالہ، پھوپھی کی بیٹیاں حلال ہیں، یو ہیں رشتہ میں چچا، بھتیجی ہونا، مانع نکاح نہیں۔ جبتک کوئی اور وجہ، نکاح ممانعت کی نہ پائی جائے دلیل اس کی اللہ تعالیٰ کا وہ قول ہے کہ احل لکم ماوراء ذالکم۔ کہ حرام عورتوں کو شمار فرما کر، ارشاد ہوا (ان سب کے سوا سب عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اور حرام عورتوں میں رشتے کی بھتیجی کو نہ شمار فرمایا اور نہ شریعت میں کہیں اس کی حرمت کا بیان آیا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ

باپ کی سوتیلی بیٹی اور بھاوج کی بیٹی سے مرد کے بیٹے کا نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ

۱۔ ایک بیوہ عورت جس کی پانچ لڑکیاں ہیں جس میں تین لڑکیاں بالغ ہیں اور معقول رشتہ ملنے پر شادی کردی جائے گی۔ بیوہ اپنے ایک دیور سے نکاح کرنا چاہتی ہے جبکہ یہ خود جوان ہیں اور گھر کے کافی مسئلے ہیں جن کو حل کرنے میں بیوہ کو کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے نکاح کرنے کے بعد ساری مشکلات حل کرنے میں ان کے دیور برابر کے شریک ہونگے حوکہ خاوند کی حیثیت میں ہونگے۔

۲۔ کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ

ایک شخص جو کہ جسمانی لحاظ سے بالکل تندرست ہے۔ اس کی بیوی ایک نہ ٹھیک ہونے والے مرض میں مبتلا ہے اور حق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں اور اس کی بیمار بیوی نے دوسری شادی کی اجازت دے دی ہے جو کہ اپنی بیوہ بھاوج سے نکاح کرنا چاہتا ہے جبکہ فریقین آپس میں رضامند ہیں مگر سائل کے پاس بھی تین لڑکیاں ہیں جن کی شادی خانہ آبادی موزوں رشتے ملنے پر نکاح کردیں گے کیونکہ سائل کو عرصہ سات سال گزر گیا اپنی منکوحہ بیوی سے ہمبستری کرنے سے قاصر ہے۔ مہربانی فرما کر اس مسئلے کا حل شریعت محمدی کی رو سے جواب دیں مہربانی ہوگی۔ جبکہ میری بیوہ بھاوج جن سے سائل نکاح کا خواہاں ہے ان کی بڑی لڑکی سائل کے بڑے لڑکے کے عقد میں ہے۔ سائل عبد الحمید ولد جلال الدین

۷۸۶ الجواب: نکاح مذکور بیشک جائز ہے قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذالکم۔ اور بیوہ بھاوج کی لڑکی سے، اس شخص کے لڑکے کا نکاح ہو جانا، اس کی بھاوج سے یہ نکاح حرام و ناجائز نہ کردیگا اور نہ اپنے باپ کی سوتیلی بیٹی، آدمی کی حقیقی بہن ہوتی ہے کہ ان کا نکاح حرام ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۳ شعبان ۱۴۰۳ھ

منکوحہ عورت کا غیر سے نکاح حرام

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، دار العلوم احسن البرکات حیدرآباد

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: ایک منکوحہ عورت نے دوسرے شوہر سے نکاح کیا ہے۔ اب یہ نکاح پڑھنے والے

اور سننے والوں کے متعلق کیا حکم ہے۔ ان پر کتنا گناہ ہے۔ کیا ان کے نکاح میں کوئی فرق تو نہیں آئے گا؟

محمد نجم الدین، موذن جامع مسجد مصری شاہ، تین نمبر تالاب

۷۸۶ الجواب: عورت جب کہ ایک مرد کے نکاح میں ہے۔ ہرگز دوسرے کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ عورت اب جس کے پاس ہے اس پر فرض قطعی ہے کہ عورت کو اپنے پاس سے جدا کردے اور نکال دے۔ اور عورت پر فرض قطعی ہے کہ اس سے جدا ہوجائے اور اپنے خاوند کے پاس آجائے۔ قال اللہ تعالیٰ **والمحصنت من النساء**۔ اگر پڑھانے والے نے یہ نکاح حرام جان کے، پڑھایا تو سخت فاسق اور زنا کا دلال ہوا۔ مگر اس کا اپنا نکاح نہ گیا اور اس نکاح کو حلال جانا تو خود اس کا نکاح جاتا رہا اور وہ اسلام سے خارج ہوگیا۔ یہی حال شریک ہونے والوں کا ہے۔ جو نہ جانتا، کہ یہ نکاحی عورت کے نکاح پر نکاح ہورہا ہے اس پر کوئی الزام نہیں۔ اور جو دانستہ شریک ہوا اگر حرام جان کر شریک ہوا تو سخت گناہگار ہوا۔ اور حلال جانا تو اسلام سے بھی خارج۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ربیع الاول شریف ۱۴۰۳ھ

محرمات سے نکاح کو جائز قرار دینے والے کا حکم

سوال: بخدمت اقدس سرمایہ اہلسنت، مفتی اعظم سندھ علامہ مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی صاحب

کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ کی بابت میں کہ: جو شخص شریعت محمدی کی تبدیلی میں لگا رہے سود، زنا، لواطت حتی کہ سگی بہن بھائیوں کا آپس میں نکاح جائز قرار دے ایسے منہیات شرعیہ کو اعلانیہ رواج قرار دینے والے کو کافر سمجھیں یا نہیں؟

بینوا، توجروا شبیر احمد ایڈوکیٹ، ٹنڈو آدم

۷۸۶ الجواب: سود، زنا، حقیقی بہن بھائیوں کے مابین نکاح کو صرف جائز سمجھنا، بلکہ اسے رواج دینا وغیرہ امور، کہ شرعاً حرام قطعی ہیں انکی حرمت کا انکار اور اسکے جائز ہونے کا اقرار واعتراف نہ صرف سخت جاہل بیباک گستاخ کا، کام ہے بلکہ جب وہ اسے جائز سمجھتا ہے اور سمجھانے سے بھی باز نہیں آتا تو اسے اسلام سے کیا علاقہ رہا جس کا لحاظ کیا جائے مسلمانوں پر فرض فرض ہے کہ اس کی شکایت حکام تک پہنچائیں اور حکام کو چاہئے کہ ایسے گستاخ اور بیباک کی زبان بند کریں اور مسلمانوں کو اس کی ایذا رسائی سے بچائیں جب تک وہ اپنے ان کفری اقوال سے باز نہ آجائے اور اپنے نجس اقوال سے توبہ نہ کرلے نئے سرے سے تجدید اسلام نہ کرے جب تک اس کے پاس نہ بیٹھیں، اس سے میل جول نہ کریں ورنہ خوف کریں کہ اس کی آگ انہیں بھی نہ پھونک دے۔ قال اللہ تعالیٰ **واتقوا فتنة لا تصيبن الذين ظلموا منكم خاصة**۔ واللہ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳/۴/۱۹۸۳ء

پوتی اور اس کی سوتیلی دادی کو ایک نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلے کے بارے میں کہ: مدائی خان نے پہلا نکاح مائی بختاور سے کیا جس کے

بطن سے ایک لڑکا مینوں خان پیدا ہوا مائی بختاور کے مرنے کے بعد دوسری شادی گوہر ناز سے ہوئی مدائی خان بھی وفات پا گئے مینو خان کی لڑکی مائی دبوت ناز کی خمیسا خان سے منگنی ہو چکی ہے اب مائی گوہر ناز کی خواہش ہے کہ خمیسا خان سے شادی ہو اس بارے میں علماء دین اپنی رائے سے مستفیض فرمائیں مہربانی ہوگی نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ مطلب مینوں خان کی سوتیلی ماں گوہر ناز سے مینوں خان کے داماد کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟ سائل عبدالحکیم شاہ

۷۸۶ **الجواب:** قائدہ کلیہ اس بات میں یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں کہ ان میں سے جس کو مرد فرض کریں دوسری اس پر ہمیشہ حرام ہو ایک شخص کے نکاح میں جمع نہیں ہوسکتیں جیسے ماں بیٹی اور اگر ایک کو مرد فرض کرنے سے دوسری اس پر حرام ہوتی ہو مگر دوسری کو مرد ٹھہرانے سے وہ پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کر سکتے ہیں۔ (درمختار، ردالمحتار وغیرہ) اب صورت مسئولہ میں اگر دبوت ناز، خمیسا خان کے نکاح میں آ چکی ہے تو یہ پوتی اور اس کی سوتیلی دادی کو نکاح میں جمع کرنا ہوا۔ اور ہماری بیان کردہ پہلی صورت ہوئی یعنی ان میں سے جسے مرد فرض کریں تو دوسری اس پر حرام ہی رہتی ہے۔ تو یہ نکاح درست نہ ہوگا۔ اور اگر دبوت ناز خمیسا خان کے نکاح میں نہیں بلکہ صرف اسکی منگیتر ہے جیسا کہ سوال سے خلا ظاہر ہے تو اب خمیسا خان گوہر ناز سے نکاح کر سکتا ہے جبکہ کوئی اور وجہ حرمت نہ پائی جائے اور اس صورت میں پھر دبوت ناز سے نکاح کرنا اس گوہر ناز کی موجودگی میں جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن سے نکاح حرام ہے

سوال: مکرمی جناب مفتی اعظم حیدر آباد سندھ، دارالعلوم احسن البرکات دام اقبالک، السلام علیکم

نہایت مودبانہ طریقہ سے عرضی پرواز ہوں کہ مجھے ایک ضروری مسئلہ شریعت سے باخبر فرما کر شکریہ کا موقع دیں اور فتویٰ سے سرفراز فرمائیں۔

میرے پہلے شوہر مسمی سرفراز علی صاحب سے ایک لڑکی شاہجہان نامی پیدا ہوئی اور والد فوت ہو گیا اور اسی سے (شاہجہان سے) ایک لڑکی صبیحہ نامی نواسی تولد ہوئی (جسکے والد کا نام محمد ظہیر تھا) میرے دوسرے شوہر کا نام عبدالاحد خان ہے۔ دوسرے شوہر سے ایک لڑکا انتظار احمد خان تولد ہوا۔ کیا میرے دوسرے شوہر سے پیدا ہونے والے فرزند انتظار احمد خان کا نکاح پہلے شوہر کی نواسی صبیحہ کے ساتھ شرعاً جائز ہے۔ جو رشتے میں ماموں بھانجی ہوتے ہیں۔

مکرر وضاحتاً درج ہے۔

پہلا شوہر سرفراز علی صاحب۔ لڑکی شاہجہان۔ لڑکی صبیحہ دختر محمد ظہیر

دوسرا شوہر عبدالاحد خان۔ لڑکا انتظار احمد

کیا شرعاً صبیحہ کا نکاح انتظار احمد کے ساتھ جائز ہے۔ جو بذریعہ کورٹ عمل میں آ چکا ہے۔

المرسل ریاضی فاطمہ والدہ انتظار احمد۔ وثانی صبیحہ، نادر منزل یونٹ نمبر ۸ بی لطیف آباد حیدرآباد، ۲۴ جنوری ۱۹۷۸ء

۷۸۶ **الجواب:** انتظار احمد اور شاہجہان آپس میں اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن ہیں اور اخیافی بھائی بہنیں بہت احکام میں مثل حقیقی بھائی بہن کے ہیں۔ اور صبیحہ بنت شاہجہان انتظار احمد کی بھانجی ہوئی۔ نکاح جس طرح انتظار احمد اور شاہجہان میں نہیں ہوسکتا یوہیں ایک کی اولاد سے دوسرے کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے کہ **وبنت الاخ و بنت الاخت**۔ تم پر حرام کی گئیں بھائی کی بیٹیاں اور بہنوں کی بیٹیاں۔ اگر یہ نکاح عمل میں آچکا ہے تو حرام حرام قطعی حرام ہوا۔ نکاح خواں وکیل اور گواہ اور جتنے اس پر راضی ہیں سب سخت ترین گناہ کبیرہ میں گرفتار ہیں۔ وہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں اور سب توبہ صحیحہ شرعیہ کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۵ صفر ۱۳۹۸ھ

منہ بولی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ: کچھ لوگ میری ذات میمن کے لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ ایک بیٹی ہے وہ بھی کسی دوسرے کی ہے لیکن ان لوگوں نے لڑکی کو بیٹی کی طرح چاہا ہے اور اسے کبھی یہ معلوم نہیں ہونے دیا کہ وہ ان کی بیٹی نہیں ہے۔ لڑکی کو صرف خاندان کے دوسرے لوگوں سے یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ وہ ان کی بیٹی نہیں ہے۔ میں ان کے یہاں شروع میں پڑھانے کے لئے گیا تھا چونکہ میری کوئی بہن نہیں ہے لہٰذا میں نے اس لڑکی کو سگی بہن سے زیادہ چاہا اور لڑکی نے بھی اپنا کوئی بھائی نہ ہونے کی وجہ سے مجھے بھائی کی محبت دی ان لوگوں کا چونکہ لڑکی کے علاوہ کوئی دوسرا سہارا نہیں ہے چنانچہ ان لوگوں نے مجھے بھی اپنا بیٹا بنالیا اور وہ لوگ مجھے بھی بیٹے کی طرح چاہنے لگے۔ لڑکی اور میرے درمیان ہمیشہ سگے بہن بھائیوں کی طرح محبت رہی ہر قسم کے گناہوں سے پاک اور ہم ایک دوسرے کو بھیا اور بہن کہہ کر پکارتے تھے۔ ہمارے درمیان محبت اتنی بڑھی کہ اب ہم لوگوں کے لئے ایک دوسرے سے الگ ہونا ناممکن ہے۔ اور میں اور لڑکی ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے اور اب ہم چاہتے ہیں کہ بھائی بہن کا رشتہ توڑ کر ازدواجی زندگی گزاریں اور اب تک اللہ کے فضل سے ہم گناہوں سے پاک ہیں میں اس کو نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ میرے علاوہ اس کو کوئی سہارا نہیں ہے اور وہ بھی مجھے نہیں چھوڑ سکتی اور لڑکی کہتی ہے کہ اگر آپ نے چھوڑا تو میں مرجاؤں گی میرا تمہارے سوا کوئی سہارا نہیں ہے۔ اب اس بات کی ضرورت ہے کہ میں اس کو سہارا دوں ورنہ وہ خودکشی کر لے گی۔ میں تیار ہوں لیکن میرا ضمیر کہتا ہے کہ بہن بھائی کا رشتہ جوڑا تھا اب شادی کریں گے تو یہ گناہ عظیم ہے۔ کیا اگر اب ہم شادی کرلیں تو جائز ہے یا نہیں؟

ابھی تک ان کے ماں باپ کو نہیں معلوم ہے کہ ہم ذہنی طور پر کس مقام پر ہیں اگر انہیں معلوم ہو جائے تو انہیں ٹھیس پہنچے گی کیونکہ وہ لوگ اب تک ہم دونوں کو بہن بھائی کہتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔ کیا یہ گناہ نہیں ہوگا۔

لڑکی ابھی تک مجھے بھیا کہتی ہے کیا وہ اس وقت تک مجھے کہہ سکتی ہے جب تک ہماری کوئی باقاعدہ منگنی یا شادی نہ

ہو جائے۔ مجھے لڑکی کی زندگی بچانے کے لئے شادی کر لینی چاہئے یا ہمیں اب بھی اپنی پرانی منزل بھائی بہن کے رشتہ پر لوٹنا چاہئے؟ الحاصل شریعت مطہرہ ہمارے لئے شادی کو جائز قرار دیتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم کے ارشاد گرامی انما المومنون اخوۃ کی روشنی میں تمام مسلمان مرد عورت آپس میں بہن بھائی کا رشتہ رکھتے ہیں۔ اسی چیز کا نام اخوت اسلامی ہے اسی تعلیم کا اثر جب غالب آ جاتا ہے تو احتراما ایک دوسرے کو بھائی بہن بھی کہہ دیتے ہیں جیسے بچے اپنوں سے بڑوں کو ابا، چچا اور بڑے اپنے چھوٹوں کو بیٹا کہہ کے پکارتے ہیں۔ یہ تو اس اخوت اسلامی کا زبان سے اظہار ہے اس کی بدولت حقیقی بھائی بہن اور باپ بیٹے یا ماں بیٹے کا رشتہ قائم نہیں ہو جاتا جیسا کہ خود قرآن کریم نے دوسرے مقام پر اس کی تصریح کی ہے لہٰذا آپ ایک دوسرے کو بھائی بہن کہتے رہے تو اس سے حقیقتاً بھائی بہن نہ بن گئے۔ خالہ، پھوپھی، چچا کے بیٹا، بیٹیاں بھی آخر کار بھائی بہن ہیں۔ ایک دوسرے کو بھائی بہن کہتے ہیں ایک دوسرے کو بھائی بہن کی طرح چاہتے ہیں اس کے باوجود ان میں ازدواجی رشتہ قائم کر دیئے جاتے ہیں اور کسی کو کوئی تردد نہیں ہوتا لہٰذا آپ دونوں آپس میں زوجیت کا رشتہ قائم کر لیں تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں آپ اپنی حقیقت اور حکم شرعی کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو آپ کو اپنا بیٹا بیٹی بنائے ہوئے ہیں۔ وہ یقیناً اس پر خوش ہوں گے اور آپ اور وہ بچی لوگوں کی بد زبانی اور شیطان رجیم کی راہ زنی سے محفوظ رہیں گے اور ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۸ صفر ۱۳۹۸ ھ

سالی سے زنا کرنے سے نکاح پر اثر۔ مردہ بیوی کو دیکھنا، ہاتھ لگانا۔ گمشدہ شوہر۔ لاوارث مردہ عورت۔

حاملہ سے کب تک مباشرت جائز

سوال: جناب مولانا مفتی خلیل صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

چند مسائل فدوی کے علم میں ایسے آئے ہیں جس سے فدوی نابلد ہے چنانچہ عالی جناب کو اس سلسلے میں تکلیف دے رہا ہوں۔ امید ہے کہ حضور ان کے جوابات تفصیل سے تحریر فرمائیں گے

۱۔ سالی (بیوی کی بہن) سے زنا کرنے سے کیا نکاح ٹوٹ جائے گا یا صرف زنا ہوگا؟

۲۔ حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے یا نہیں ہے؟

۳۔ اگر کسی عورت سے زنا کرے اور اس سے حمل ٹھہر جائے اور پھر اس سے نکاح کر لے تو کیا نکاح جائز ہے جبکہ نکاح دوران حمل کرے؟

۴۔ بیوی کے انتقال کے بعد کیا اس سے بالکل واسطہ ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ مرنے والی کا شوہر نہ جنازے کو کندھا دے نہ اسے قبر میں اتارے اور نہ ہی چہرہ دیکھے۔ اس کے متعلق تفصیل سے تحریر فرمائیں۔

۵۔ شادی شدہ عورت کا شوہر کسی حادثے میں بچھڑ جائے اور اس کے متعلق کوئی علم نہ ہو کہ وہ زندہ ہے یا مردہ ہے تو وہ عورت

کب تک اس کا انتظار کر کے نکاح کرلے اور اگر اس عورت نے انتظار کر کے نکاح کرلیا اور اس کے بعد اس کا پہلا شوہر واپس آجائے تو وہ عورت کس کی بیوی ٹھہرے گی پہلے شوہر کی یا دوسرے شوہر کی؟

۶۔ کسی نامحرم عورت کی لاش دریا سے نکالی گئی کوئی ایسی نشانی نہیں کہ وہ عورت کس مذہب سے تعلق رکھتی ہے تو اس کو کیسے دفن کریں گے؟

۷۔ دوران حمل مرد بیوی سے کب تک مباشرت کرسکتا ہے؟　والسلام شفیع محمد سموں ایم. بی. پی۔ وبر ہاؤس جام شورو

۷۸۶ **الجواب:** ۱۔ زنا تو بہرحال حرام ہی ہے مگر سالی سے زنا کرنے سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی نہ سالی کے ساتھ زنا کرنے سے زوجہ سے جماع حرام ہوتا ہے (ردالمختار) **وطی اخت امراته لا تحرم علیه امراته۔**

۲۔ حاملہ عورت سے نکاح جائز ہے کہ زنا کے پانی کی شرع میں بالکل حرمت وعزت نہیں پھر اگر حمل اسی کا ہے جو نکاح کررہا ہے تو صحبت بھی جائز ہوگی اور اگر غیر سے نکاح ہو تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے وہ اسے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (درمختار)

۳۔ جس عورت کے ساتھ زنا کیا اور اسے حمل ٹھہر گیا تو اس سے نکاح جائز ہے۔

۴۔ عورت مر جائے تو شوہر نہ اسے نہلا سکتا ہے نہ چھو سکتا ہے اور دیکھنے کی ممانعت نہیں (درمختار وغیرہ) عوام میں جو مشہور ہے کہ شوہر عورت کے جنازے کو نہ کندھا دے سکتا ہے، نہ قبر میں اتار سکتا ہے، نہ منہ دیکھ سکتا ہے یہ محض غلط ہے۔ صرف نہلانے اور اس کے بدن کو بلا حائل ہاتھ لگانے کی ممانعت ہے۔ (بہار شریعت)

۵۔ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے وہ عورت اس گمشدہ شوہر کے نکاح میں رہے گی تاوقتیکہ شوہر کی موت کی تصدیق نہ ہو جائے یا وہ طلاق دے دے یا شوہر کی عمر ستر سال ہو جائے کسی بھی مرد کو اس عورت سے نکاح حلال نہیں اگر کر بھی لیا تو دونوں اس نکاح بے معنی کے بعد زانی اور زانیہ رہیں گے۔ قال الله تعالیٰ **والمحصنت من النساء** تم پر حرام کی گئیں شوہر والی عورتیں۔ پھر اگر پہلا شوہر واپس آ گیا تو وہ عورت بدستور زوج اول کی بیوی ہے پھر اگر اس کے پاس نہ رہنا چاہے تو اختیار ہے چاہے مال دے کر یا بغیر مال دیئے طلاق حاصل کرلے۔ اب وہ طلاق دے دے تو عدت پوری کر کے جو کامل تین حیض ہے اس کے بعد جہاں چاہے نکاح کرے۔

۶۔ مردہ ملا اور معلوم نہیں کہ کافر ہے یا مسلمان تو اگر اس پر کوئی ایسی علامت ہو جس سے مسلمان ہونا ثابت ہو مسلمانوں کے محلے میں ملا تو غسل دیں اور نماز پڑھیں۔ ورنہ نہیں۔ (بہار شریعت)

۷۔ دوران حمل وضع حمل تک، مباشرت شرعاً جائز ہے لیکن اگر ڈاکٹر زمنع کردیں یا تکلیف کا خطرہ ہو تو پرہیز کرنا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　۱۶ر جون ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

دو سگی بہنوں کو ایک نکاح میں جمع کرنا

سوال: بخدمت جناب قبلہ کعبہ، علامہ مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب برکاتی دام اقبالہ حیدرآباد، السلام علیکم گزارش یہ ہے کہ: زید کے گھر میں ایک منکوحہ عورت موجود ہے اور اس کی گھر والی کی دوسری حقیقی بہن سے زید شادی کرنا چاہتا ہے۔ علماء دین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ شکر گزار رہوں گا۔

محمد صدیق، شہر ساماروتھر پارکر سندھ

۷۸۶ الجواب: جب ایک بہن نکاح میں ہو تو دوسری سے نکاح قطعی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین بلکہ علماء فرماتے ہیں کہ اولاً زوجہ کو طلاق دے اور ہنوز ابھی اس کی عدت نہ گزری ہو کہ اس کی بہن سے نکاح کر لیا تو یہ نکاح حرام ہوگا۔ درمختار میں ہے حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدۃ ولو من طلاق بائن۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ رجمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

تایا زاد بھانجی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: میں ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ لڑکی ویسے رشتے میں تایا کی لڑکی کی لڑکی لگتی ہے لیکن میں اس کا رشتہ مانگ رہا ہوں۔ لڑکی بھی شادی کے لئے رضامند ہے۔ شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

شاہنواز اخبار فروش، امریکن کوارٹرز، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: یہ نکاح جائز ہے جبکہ کوئی اور حرمت کی وجہ نہ ہو کیونکہ جب تایا کی لڑکی سے نکاح حرام نہیں تو ان کی اولاد سے بھی نکاح جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۶ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

بیوی کے مرنے کے بعد، اس کی بہن، بھانجی، بھانجی کی بیٹی سے نکاح درست ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ: میری بیوی کی جو بہن ہے اس کی بیٹی کی بیٹی سے میرا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ برائے کرم قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ جنید سومرو، ساکن ٹنڈو محمد خان

۷۸۶ الجواب: جب زوجہ مر جائے یا اسے طلاق دے اور عدت گزر جائے اس وقت اپنی بیوی کی بہن، بھانجی یا بیوی کی بھانجی کی بیٹی سے نکاح درست ہے ورنہ نہیں۔ (بحر الرائق) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

منکوحہ کا دوسرے سے نکاح خالص زنا ہے

سوال: بخدمت جناب مولانا مفتی محمد خلیل خان برکاتی صاحب، السلام علیکم

بعد سلام عرض ہے کہ شرع کے مطابق اس مسئلے پر قرآن و حدیث سے روشنی ڈالیں کہ اگر کوئی عورت بغیر شوہر کے طلاق دیئے دوسرا نکاح کرلے تو جائز ہے یا ناجائز ہے۔

جواب کا منتظر تجمل حسین، کوارٹر نمبر 269 ایوب کالونی B یونٹ نمبر 11 لطیف آباد حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: عورت جس مرد کے نکاح میں ہے جب تک وہ طلاق نہ دے، عورت ہرگز کسی سے نکاح نہیں کرسکتی۔ وہ عمر بھر اسی کی بیوی رہے گی۔ تاہم نکاح کرلیا تو خالص زنا ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۲ھ

پھوپھی، بھتیجی سے ایک ساتھ نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلے کے بارے میں کہ

۱۔ زید نے پہلی شادی کی جس سے کوئی اولاد نہیں۔ دوسری شادی ایک کنواری لڑکی سے کی پھر چند سال بعد اسی کنواری لڑکی کی بیوہ پھوپھی سے بھی زید نے شادی کرلی۔ اب کنواری لڑکی اور تیسری بیوی، جو کہ آپس میں سگی پھوپھی اور بھتیجی ہوتی ہیں۔ ایک شوہر زید کی ایک ہی وقت میں نکاح میں منکوحہ بیویاں ہیں۔ کیا یہ جائز ہے؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت فرمائیں۔

۲۔ اگر یہ شخص اس پر قائم رہے۔ تو کیا ہم کو اس کے ساتھ کھانا، پینا یا رشتہ جوڑنا جائز ہے یا نہیں؟

سائل۔ غلام قادر لغاری، اسلامیہ کالونی حیدرآباد، ۱۰ اپریل ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: اصل ان مسائل میں یہ ہے کہ جو عورتیں آپس میں محرم ہوں، یعنی ان میں سے جس کو مرد فرض کیا جائے، دوسری اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع کرنا جائز نہیں۔ اور یہاں ایسا ہی ہے کہ اگر پہلی منکوحہ کو مرد فرض کرتے ہیں تو دوسری اس کی پھوپھی ہے۔ اور دوسری کو مرد فرض کرتے ہیں تو پہلی اس کی بھتیجی ہے۔ تو چچا بھتیجی کا رشتہ ہوا اور جس طرح بھتیجی چچا پر حرام ہے یوہیں بھتیجا پھوپھی پر۔ غرض پھوپھی بھتیجی بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں نہیں رہ سکتیں۔ حدیث شریف میں ہے لا تنکح المراۃ علی عمتھا۔ اور چونکہ یہ نکاح آگے پیچھے ہوئے ہیں تو پہلا نکاح بے خلل ہے۔ اور دوسرا نکاح کہ پھوپھی سے کیا گیا۔ وہ حرام ہوا۔ پھر جب اس پھوپھی سے قربت کرلی تو پہلی سے قربت بھی حرام ہوگئی۔ جب تک اسے جدا کرکے عدت نہ گزر جائے، اس شخص پر فرض ہے کہ اسے ترک کردے۔ اور جب اس کی عدت گزر جائے تو اس وقت زوجہ اس کے لئے حلال ہوگی (درمختار و ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔ اگر وہ شخص اس حرکت سے باز نہ آئے تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس سے قطع تعلق کرلیں اور سلام بھی نہ کریں کہ وہ فاسق معلن ہے اور گناہ کبیرہ پر مصر۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی عنہ ۲۶ جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ

سوتیلی بھانجی سے سوتیلے ماموں کا نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: سوتیلے ماموں سے سوتیلی بھانجی کا نکاح جائز ہے کہ نہیں؟

تفصیل اس مسئلے کی یہ ہے کہ!

ایک شخص کی پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہے اور اس لڑکی سے ایک لڑکی ہوئی اور اس شخص نے اپنی پہلی بیوی کے مرنے کے بعد دوسرا نکاح کیا اور اس دوسری بیوی کے پہلے شوہر سے چند لڑکے ہیں۔ اب وہ ایک لڑکے کا نکاح اپنی پہلی بیوی کی لڑکی کی لڑکی (یعنی نواسی سے) نکاح کرنا چاہتا ہے تو کیا نکاح جائز ہے ہوگا یا نہیں؟ فقط سائل: عبدالقدیر، ٹنڈوالہیار

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ میں دوسری بیوی کے پہلے شوہر کے لڑکے کا نکاح پہلی بیوی کی نواسی سے جائز ہے کہ سوتیلی ماں کی بیٹی سے اور اس کی بیٹی سے بھی نکاح جائز ہے۔ علامہ خیرالدین رملی سوتیلی ماں کی ماں اور اس کی بیٹی کے بارے میں فرماتے ہیں لا تحرم بنت زوج الام ولا ام زوجة الاب ولا بنتها۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واحل لکم ماوراء ذلکم محرمات کے حکم کے بعد یہ حکم دیا ہے لہٰذا یہ نکاح جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد پنجم) ملخصا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید، ۲۲ شوال ۱۴۰۴ھ۔ ۲۱ جولائی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح والمجیب مثاب۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۲ رشوال المکرم ۱۴۰۴ھ

دو چچاؤں کی دو بیٹیوں سے نکاح جائز ہے۔ رشتے کے ماموں سے نکاح جائز ہے

سوال: مکرمی جناب مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، ہوم اسٹیڈ ہال، حیدرآباد

آپ کی خدمت میں شریعت کا ایک مسئلہ پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں امید ہے کہ آپ اپنے علم کی بنیاد پر میری پریشانی دور کریں گے۔

مسئلہ یہ ہے کہ: کیا ایک آدمی دو ایسی بیویوں کو رکھ سکتا ہے جو آپس میں کزن ہوں۔ یعنی دونوں کے باپ آپس میں بھائی ہوں۔

مذکورہ آدمی میرے بھائی کا بیٹا ہے یعنی میرا بھتیجہ ہے۔ اور اس کا نکاح آج رات کو ہے جو کسی دباؤ وغیرہ کی بناء پر نہیں بلکہ خوشی سے ہو رہا ہے۔

مذکورہ، آدمی یہ بھی کہہ رہا ہے کہ وہ اپنی شادی کے عوض، اپنی پہلی بیوی کی بیٹی جو خود اس کی بھی بیٹی ہوئی، اپنی سالے کو دے رہا ہے پہلی بیوی اس کی کزن ہے اور دوسری بیوی جو ہونے والی ہے وہ بھی اس کی کزن ہے یعنی پہلی ایک چچا کی اور دوسری ہونے والی دوسرے چچا کی اب یہ جو بیٹی اپنے ہونے والے دوسری بیوی کے بھائی کو دے رہا ہے۔ یعنی اپنے کزن کو دے رہا ہے۔ کیا یہ جائز ہے؟ صالح محمد، نزد نوری مسجد کوٹری

۷۸۶ الجواب: نکاح میں ایسی دو عورتوں کو جمع کرنا حرام ہے کہ ان میں سے جسے مرد فرض کریں، تو دوسری اس پر حرام ہو

اور یہاں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ دونوں اسکی چچازاد بہنیں ہیں۔ ایک، ایک چچا کی اور دوسری، دوسرے چچا کی۔ تو ان دونوں کو باہم نکاح میں جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ دونوں ایک ہی مرد کے نکاح میں آ سکتی ہیں۔ (درمختار وغیرہ) اور آدمی اپنی پہلی بیوی کی بیٹی، جو خود اس کے نطفہ سے ہے، اپنی دوسری بیوی کے بھائی کو دے دے اور اس کا اس سے نکاح کر دے، یہ بھی جائز ہے۔ کہ وہ حقیقی ماموں نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　　۷ رمضان المبارک ۱۴۰۴ھ

خالہ، بھانجی اور نانی، نواسی کو ایک نکاح میں رکھنا حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام وفقہاء عظام دین کے اس مسئلے میں کہ: زید کی بیوی بیمار ہے۔ وہ دوسرا نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اس سے جو کہ اس کی بیوی کی سوتیلی بہن کی بیٹی کی بیٹی ہے۔ اس سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟

مہربانی فرما کر فتویٰ تحریر فرمائیں۔ شکریہ۔ یعنی بیوی کی بہن کا باپ دوسرا ہے، اس طرح جس لڑکی کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہے وہ بیوی کی ماں کی طرف سے اس کی نواسی ہے۔　　سائل: عبدالحمید، لاڑکانہ، پاکستان چوک

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو یا ماں ایک ہے اور باپ دو سب حرام ہیں۔ اور وہ دو عورتیں کہ ان میں جس کو مرد فرض کریں دوسری اس کے لئے حرام ہو مثلاً خالہ، بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوا۔ ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا۔ صورت مسئولہ میں جبکہ زید کی بیوی نانی بنتی ہے اور جس لڑکی سے یہ نکاح کرنا چاہتا ہے وہ اس کی بیوی کی نواسی ہے یہ دونوں نانی، نواسی ہوئیں اور ان کا نکاح میں جمع کرنا حرام ہے (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　　۲۹ شعبان ۱۴۰۴ھ۔ ۳۱ مئی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۹ رشعبان المعظم ۱۴۰۴ھ

شوہر اول کی لڑکی کا نکاح شوہر ثانی کے بھائی سے جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک بیوہ عورت نے شادی کی اور اس عورت کی پہلے شوہر سے ایک لڑکی ہوئی تھی۔ اب وہ اپنے موجودہ شوہر کے چھوٹے بھائی سے اپنی لڑکی کا نکاح کرنا چاہتی ہے۔ کیا یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟　　فقط سائل خدا بخش، امام غوثیہ مسجد، حیدر آباد سندھ

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: پہلے شوہر کی لڑکی کا نکاح شوہر کے چھوٹے بھائی سے جائز ہے کہ ان میں حرمت کا کوئی سبب موجود نہیں۔ قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ما وراء ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　　۱۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ۔ ۲۰ مارچ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۲ رجمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ

مطلقہ مغلظہ سے عدت میں نکاح حرام ہے

سوال: جناب مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، جناب عالی گزارش عرض یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے اپنے ہوش وحواس میں ہوتے ہوئے ایک لڑکی کُل سولہ سترہ دن ہوئے کی طلاق ہوئی، سے لڑکی کے والدین کو کچھ نقد رقم دے کر نکاح کرلیا کہ کہیں لڑکی کے والدین مدت عدت پوری ہونے کے بعد نکاح کرنے سے انکار نہ کردیں۔ نکاح برات بنا کر لڑکی والے کے گھر پر لے گیا۔

ا۔کیا یہ نکاح جائز ہوا؟ ۲۔ براتیوں پر تو کوئی گناہ نہیں ہوا؟

برادری عزیز واقارب اور اہل محلہ کو ان ہر دو فریق نکاح کرنے والا اور براتیوں کے ساتھ کیسا برتاؤ اور میل جول رکھنا چاہیئے اور لڑکی والوں کے ساتھ کیسا؟

فقط والسلام، منجانب اہل محلہ گجراتی پاڑہ، ٹنڈو یوسف روڈ، حیدرآباد سندھ پاکستان، مورخہ۔ ۶ مارچ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: اگر وہ لڑکی اپنے شوہر کی مدخولہ تھی اور دوسرا نکاح عدت کے اندر ہوا تو یہ نکاح محض حرام حرام ہوا اور جس کے ساتھ نکاح ہوا اور اسے خبر تھی کہ یہ مطلقہ ہے اور ابھی عدت نہیں گزری، جان کر نکاح کرلیا تو سخت اشد، فاسق، وفاجر ہے اور جو لوگ دانستہ اس حرام نکاح میں شریک ہوئے اور کھایا پیا وہ بھی سخت گناہگار ہیں ان سب پر توبہ فرض ہے۔ (فتاوی رضویہ جلد پنجم) اب بھی اگر یہ باز نہ آئیں تو مسلمان ان سے میل جول ختم کرلیں۔ قال الله تعالیٰ ولا تعاونو اعلی الاثم وقال فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۹ جمادی الآخر ۱۴۰۴ھ۔ ۱۳ مارچ ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۹ جمادی الاخریٰ ۱۴۰۴ھ

بیوی کو طلاق دے کر، سالی سے نکاح بعد عدت جائز ہے۔ مگر یہ مرد پہلی بیوی سے مطلق دور رہے

سوال: بخدمت محترم ومکرم، جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک آدمی نے اپنی بیٹی کی شادی کی ہے، اس کی اولاد وغیرہ نہیں ہوئی۔ تو اس عورت کے شوہر نے دوسری شادی کرنا چاہی۔ تو شوہر اور بیوی نے مشورہ یا۔ شوہر نے کہا کہ میں آپ کو طلاق دے کر دوسری شادی کرلوں۔ پھر میرے اور آپ کے تعلقات آنا جانا ویسا ہی رہے گا۔ اس عورت نے اپنے باپ کو راضی کرکے اپنی بہن کا نکاح کرادیا۔ حسب وعدہ اب یہ دونوں آپس میں ملتے جلتے ہیں، ایسے میں کیا حکم ہے۔ اس بات کا بھی کافی امکان ہے کہ یہ میاں بیوی کی طرح ملیں گے۔ فقط فخرالدین، فردوس کالونی، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب:** اگر شخص مذکورہ نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی اور عدت گزر جانے پر اس کی بہن سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح درست ہوا اور اس سے ہم بستری بھی جائز ہے اب اس کی بہن یعنی اپنی پہلی زوجہ سے، زوجیت کا تعلق قائم رکھنا حرام ہے۔

اور دیدہ دانستہ ہو تو زنا بھی۔ جتنے لوگ اس سے متفق اور راضی ہوں سب حرامکاری میں شریک ہوں۔ اس پہلی کو اس سے علیحدہ کر دیا جائے اور ہرگز اس سے نہ ملنے دیا جائے۔ (ردالمحتار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۰ھ

باپ کی دوسری بیوی کی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال: آج سے دس سال پہلے میری والدہ کا انتقال ہو گیا تھا۔ اور پھر میرے والد نے دوسری شادی کی۔ اور میں اپنے والد کی پہلی بیوی کا بیٹا ہوں جن کا انتقال ہو گیا تھا۔ میری دوسری والدہ سے تین بچے ہیں۔

اب جب کہ میرے والد کا بھی انتقال ہو گیا ہے تو میری والدہ جو کہ سوتیلی ہیں۔ میری شادی اپنی سگی بہن سے کرنا چاہتی ہیں۔ باہمی رضامندی سے۔ سوال یہ ہے کہ: میری شادی اپنی سوتیلی خالہ سے ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اور یہ رشتہ جائز ہے یا نہیں۔ اور شادی سے پہلے میری دوسری والدہ سے ہمارا کوئی رشتہ بھی نہیں تھا۔ اور نہ تو اس لڑکی نے میری والدہ کا دودھ پیا ہے اور نہ اپنی بہن کا جو کہ میری دوسری والدہ ہیں۔ اور لڑکی مجھ سے عمر میں چھوٹی بھی ہے یعنی میں بڑا ہوں۔

سوال یہ ہے کہ میری شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

اور اگر ہم یہ شادی جائز نہیں پھر بھی کرلیں تو شریعت کے حساب سے بتائیں کیا ہوگا؟

اور یہ چیز اگر جائز نہیں ہے گناہ تو نہیں ہے یا ناممکن ہے؟

برائے مہربانی اس مسئلے کو حل کریں۔

اور میرے والد صاحب جن کا اب انتقال ہو گیا ہے اس لڑکی کے بہنوئی لگتے تھے۔ یعنی اب ان کے انتقال کے بعد تو کوئی رشتہ نہیں رہا۔

اور ایک سوال یہ بھی ہے کہ اگر یہ شادی جائز نہیں ہے تو پھر کس صورت میں ہو سکتی ہے؟ برائے مہربانی اس کا بھی جواب دیں۔

سائل: محمد عاطف

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں سائل کا نکاح اس کے والد کی سالی سے جو کہ سائل کی سوتیلی ماں کی بہن ہے جائز ہے کہ ان کا آپس میں ایسا کوئی رشتہ نہیں ہو جو کہ حرمت کا باعث ہو۔ (عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید، یکم ربیع الاول ۱۴۰۵ھ/ ۲۵ نومبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم ربیع الاول ۱۴۰۵ھ

زانی کی اولاد کا نکاح زانیہ کی اولاد سے جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیان دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: اگر کوئی مرد کسی عورت سے بوس وکنار

کرے یا زنا کرے تو کیا اِن کی اولاد کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟ مکمل اور تفصیلی جواب عنایت فرمائیں۔
راولپنڈی کے ایک عالم دین مفتی عبدالکریم صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ نکاح جائز ہے (درمختار) اور کیا اس قسم کا کوئی مسئلہ بھی ہے کہ اس وقت میں جو اولاد ہوئی تھی سوائے اس کے، نکاح ہوسکتا ہے۔
فقط جاوید محمود قریشی، تحصیل ٹنڈو باگو سگنل چیک ۱۰، ضلع بدین سندھ

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ میں زانی کی اولاد کا نکاح مزنیہ (جس سے زنا کیا گیا) کی اولاد سے جائز ہے کمافی الشامیة ویحل لا صول الزانی وفروعه اصول المزنی بهاوفروعها (ردالمحتار ج ۲) واللہ اعلم
احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۵ ستمبر ۱۹۸۵ء
۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

زانی کا نکاح زانیہ سے جائز اور صحبت بھی جائز ہے

سوال: میں جو کچھ لکھ رہا ہوں اللہ تعالیٰ کو حاضر ناضر جان کر لکھ رہا ہوں آج سے دو سال قبل میری منگنی ہوئی تھی اس کے بعد میں نے اپنی منگیتر سے شادی سے پہلے غیر اخلاقی فعل کر دیا تھا اس کے بعد ۲۳ اپریل ۱۹۸۴ء بروز پیر جس وقت میرا نکاح ہوا اس وقت میری بیوی کو تقریباً ۵ پانچ ماہ کا حمل تھا چونکہ اب میں اپنی بیوی کو رکھنا چاہتا ہوں۔ شریعت کے مطابق میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ آیا شریعت کے مطابق میرا نکاح ہوا یا نہیں ہوا ایسی صورت میں مجھے شریعت کے مطابق کیا کرنا چاہیے لہٰذا شریعت کی رو سے تفصیل سے آگاہ فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔ ظفر اقبال ولد سردار علی، ۱۸ ستمبر ۱۹۸۵ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ عنہا میں زانی جس کا حمل ہے، اگر اسی نے زانیہ سے نکاح کیا، تو نکاح بھی صحیح اور اس سے ہم بستری بھی جائز۔ درمختار میں ہے ولو نکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقا، آه ملخصاً۔ واللہ تعالیٰ اعلم
احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۲ ستمبر ۱۹۸۵ء
۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

دو مرد، ماموں اور بھانجے کے نکاح میں دو سگی بہنیں ہیں، تو ایک مرد کی اولاد کا نکاح دوسرے مرد سے ناجائز ہے

سوال: مکرمی جناب مفتی صاحب، السلام علیکم
عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل رشتہ پر شریعت کے مطابق فتویٰ صادر فرمائیں۔ سلسلہ یوں ہے کہ: سگے ماموں بھانجے ہیں۔ دونوں کی بیویاں سگی بہنیں ہیں۔ بھانجے کی کوئی اولاد نہیں ہوتی ہے۔ ماموں چاہتا ہے کہ میں اپنی لڑکی سے بھانجے کا

نکاح کر دوں جبکہ ماموں اور بھانجے کی بیویاں سگی بہنیں ہیں۔شریعت کے مطابق یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

فتوی کا طالب عبداللطیف شیرازی، ٹنڈو آدم سندھ، مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۸۴ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: وہ دو عورتیں کہ جن میں ایک کو مرد فرض کریں دوسری اس کے لئے حرام ہو، ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا، بلکہ اگر طلاق دے دی ہو اگرچہ تین طلاقیں تو جب تک عدت نہ گزرے دوسری سے نکاح نہیں کر سکتا، سوال میں مذکورہ صورت بھی یہ ہی ہے کہ بھانجے کے نکاح میں اس لڑکی کی سگی خالہ ہے لہٰذا، اس لڑکی سے نکاح جائز نہیں کہ یہ خالہ بھانجی کو جمع کرنا ہوگا کہ خالہ کو مرد فرض کرو تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کرو تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوا۔

بہر حال یہ نکاح جائز نہیں (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۸ جون ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

ماموں زاد بھائی کی لڑکی سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع بیچ اس مسئلے میں کہ: زید کہتا ہے کہ بکر کا نکاح اس کے ماموں زاد بھائی کی لڑکی سے نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ بکر کی بھتیجی ہوتی ہے۔ جبکہ عمرو کا کہنا ہے کہ نکاح ہو جاتا ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ آپ کتاب وسنت کی روشنی میں اس مسئلے کی توضیح فرمائیں اور دو خاندانوں کو مخاصمت سے بچائیں۔ بینوا توجروا

آپکا شکر گزار محمد سلیم، مکان نمبر 262 یونٹ نمبر 2 لطیف آباد، حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: نسب سے سات، عورتیں ہیں جن سے نکاح حرام ہے ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی۔ بھتیجی اور بھانجی سے سگی بھتیجی اور بھانجی مراد ہیں یعنی بکر کے سگے بھائی کی لڑکی، اس کی سگی بھتیجی ہوگی اور اس سے نکاح حرام ہے۔ ماموں زاد بھائی کی لڑکی سگی بھتیجی نہیں ہوئی اس سے نکاح جائز ہے۔ (بہار شریعت، عامہ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۷ شعبان ۱۴۰۵ھ۔ ۱۸ مئی ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۷ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ

حقیقی اور سوتیلے بھائی بہن ایک حکم میں ہیں

سوال: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی۔ پھر اس کی بیوی نے کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر لیا۔ بعد میں اسی عورت نے اپنے پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کر لیا۔ (طلاق لینے کے بعد) علماء کرام کے نزدیک کیا اس عورت کے بچوں کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے کہ نہیں؟

دوسرے شخص کے بچوں کا اس عورت کے بچوں کے ساتھ آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔ دوسرے شخص کے طلاق دینے کے بعد جو بچے کسی اور عورت سے ہوں تو کیا ان کا نکاح پہلی والی عورت کے بچوں کے ساتھ ہو سکتا ہے؟

امام، جامع مسجد ممتاز کالونی، مکی شاہ روڈ حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب** هوالموفق للصواب: بہن خواہ حقیقی ہو یعنی ایک ماں باپ سے یا سوتیلی کہ باپ دونوں کا ایک ہے اور مائیں دو۔ یا ماں ایک ہو یا باپ دو، سب حرام ہیں (بہار شریعت) لہٰذا اس عورت کے بچوں کا آپس میں نکاح حرام۔ یوہیں دوسری صورت اور تیسری صورت حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۱ جنوری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

باپ کے چچا کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک شخص صدورے نے اپنے چچا اللہ دتہ کی نواسی سے شادی کی ہے۔ اب بتائیں کہ صدورے کا بیٹا نذیر احمد، اللہ دتہ کی دوسری بیوی کی لڑکی سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں اور اللہ دتہ کی دوسری بیوی کا لڑکا غازی، نذیر احمد کی بہن سے شادی کر سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

صدورو ولد گل محمد، جی۔ او۔ آر کالونی، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب** هوالموفق للصواب: صورت مسئولہ میں جبکہ نذیر احمد کا اللہ دتہ کی دوسری بیوی سے ایسا رشتہ۔ مانع نکاح ہو نہ پایا جائے، بلکہ وہ غیر عورت ہو، تو نذیر احمد کا نکاح اللہ دتہ کی دوسری بیوی کی لڑکی سے جائز ہوگا۔ اسی طرح غازی کا نکاح نذیر احمد کی بہن سے جائز ہے کہ ان میں آپس میں مانع نکاح کوئی چیز پائی نہیں جاتی ہے اور وجہ حرمت کوئی چیز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے واحل لکم ماوراء ذلکم۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ۔ ۱۶ جنوری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۳ ربیع الآخر ۱۴۰۵ھ

خالہ بھانجی کو ایک ساتھ نکاح میں جمع کرنا

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلے میں کہ: ۱۔ غلام محمد، ۲۔ حاجی محمد ابراہیم، ۳۔ سلام، اور ۴۔ دریام یہ پسران مرحوم میہار خان آپس میں اکھٹے ایک گھر میں رہتے تھے اور تمام کے تمام غیر شادی شدہ تھے۔ اس زمانے میں ان چار بھائیوں نے سولہ ایکڑ زمین مل کر خریدی اور زمین کا کھاتہ تیسرے نمبر کے بھائی سلام کے نام سے سرکاری ریکارڈ میں داخل کروایا گیا۔

۲۔ تمام بھائیوں سے پہلے تیسرے نمبر کے بھائی یعنی سلام کی شادی ہوئی۔ اور اس شادی سے سلام کو چار لڑکیاں تولد ہوئیں۔ بغیر کسی شرط و شروط کے سلام نے اپنی ایک دختر بدلے میں اور جگہ دیکر اپنے بھائی حاجی محمد ابراہیم کی شادی کروائی۔ اس کے بعد غلام محمد نے شادی کی اور اس کو ایک لڑکا پیدا ہوا اور سلام نے اپنی ایک دختر کی شادی غلام محمد ابراہیم کے لڑکے کو بغیر کسی شرط و شروط کے کروادی۔

۳۔ چونکہ اب تمام بھائی شادی شدہ ہیں اور الگ الگ اپنے گھروں میں اپنے اپنے بچوں کے ساتھ رہتے ہیں۔

۴۔ اب باقی تین بھائی غلام محمد، حاجی محمد ابراہیم، اور وریام اپنے اپنے حصے کی زمین سلام سے مانگ رہے ہیں۔ جس پر وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنے دولڑکیوں کا بدلہ دو تو پھر زمین کا حصہ دونگا۔ حالانکہ یہ شرط نہیں تھی۔
۵۔ چونکہ سلام نے اپنی پہلی بیوی کی بھانجی سے شادی کی ہے۔ اور اس بیوی سے اس کے لڑکے ہیں۔ سلام کہتا ہے کہ میں زمین کا حصہ دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ میرے لڑکوں سے تم اپنی لڑکیوں کی شادی کراؤ۔ لیکن غلام محمد، حاجی محمد ابراہیم اور وریام کا کہنا ہے کہ بیوی کی بھانجی سے شادی غیر شرعی ہے اور ہم علماء دین ومفتیان اسلام وشریعت سے معلوم کریں گے کہ اگر شریعت میں منکوحہ زوجہ کی بھانجی سے نکاح جائز ہے اور اس میں سے جو اولاد ہوئی وہ جائز ہے تو ہم سلام کے لڑکوں (جو کہ اس منکوحہ بیوی کی بھانجی سے ہیں) کو اپنی لڑکیاں دینے کو تیار ہیں۔

مندرجہ بالا حقائق کے پیش نظر گزارش ہے کہ اس معاملے میں علماء دین ومفتیان شرع کیا فرماتے ہیں اور ایسی تحریر مرحمت فرمائی جائے تا کہ مسئلہ شریعت کے مطابق حل کیا جا سکے۔ ابراہیم سولنگی، شعر پیرانی، تعلقہ ٹنڈو آدم، ضلع سانگھڑ

۷۸۶ **الجواب** هو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں اگر مسمی سلام نے پہلے ایک عورت سے نکاح کیا اور پھر عورت کی بھانجی سے نکاح کیا ہے تو حکم شرع اسے بارے میں یہ ہے کہ وہ دو عورتیں کہ ان میں جس ایک کو مرد فرض کریں دوسری اس کے لئے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا مثلاً خالہ بھانجی کہ خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوا۔ ردمحتار میں ہے حرم الجمع بین المحارم نکاحا وعدة۔ لہٰذا جب کہ بھانجی سے شرعاً نکاح نہ ہوا تو اس سے جو اولاد ہوئی وہ ولد الزنا ہوگی اور ولد الزنا سے نیک صالح کا نکاح، منع ہے جیسا فاسق بدکار سے نکاح، منع ہے (ردالمحتار) اس صورت میں مسمی سلام پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کی بھانجی کو فوراً اپنے نکاح سے علیحدہ کردے اور توبہ کرے کہ یہ شرعاً نکاح ہوا ہی نہیں اور نہ ایسی اولاد حلال کی اولاد کہلانے کی مستحق ہے۔ قال النبی ﷺ الولد للفراش وللعاهر الحجر۔ اولاد نکاح والی کی ہے، اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ اللہ سے ڈرے اور اس فتیح فعل سے رجوع لائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید اصفر الخیر ۱۴۰۵ھ۔ ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، یکم صفر المصفر ۱۴۰۵ھ

کیا شوہر اور بچے کی موجودگی میں دوسرا نکاح شرعی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام درمیان اس مسئلے کہ: ایک شادی شدہ عورت (شوہر بقید حیات) جس کے بطن سے ایک بچہ بھی ہے اس عورت کو ایک شخص فرار کرا کے اپنے گھر لے آیا۔ اور بوقت نکاح مطلقہ ظاہر کر کے شادی کر لی۔ اور اس سے ایک لڑکا پیدا ہوا۔ جو کہ بقید حیات ہے۔ قبل ازیں فرار کے تین یوم بعد جب پہلا شوہر بیوی کی تلاش میں کامیاب ہو گیا تو انکشاف ہوا کہ عورت نے دوسری شادی کر لی۔ انکشاف کے بعد مذکورہ عورت کو طلاق دے دی گئی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا شوہر اور بچے کی موجودگی میں دوسرا نکاح شرعی ہے؟ اور طلاق سے قبل نکاح ثانی کے بعد ہونے والا بچہ جائز ہے؟ اور کیا یہ بچہ شرعی طور پر وراثت کا حق رکھتا ہے؟

برائے مہربانی مندرجہ بالا درج تفصیلات اور سوالات کا قرآن وسنت کی روشنی میں فتویٰ جاری فرمائیں۔ واضح رہے کہ طلاق سے قبل نکاح ثانی کے بعد شرع کے مطابق عدت پوری نہیں کی گئی۔

منجانب سائل ممتاز محمد خان، پریٹ آباد، حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ میں جبکہ پہلا نکاح موجود وثابت ہو، دوسرا نکاح ناجائز اور غلط ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے والمحصنت من النساء اور حرام ہیں شوہر والی عورتیں۔ اور جبکہ نکاح ثانی ناجائز تھا تو اس صورت میں جو اولاد ہوگی وہ ناجائز اور حرام ہوگی اور شرعاً ایسی اولاد کا وراثت پر کوئی حق نہ ہوگا۔ قال النبی ﷺ الولد للفراش وللعاھر الحجر۔ جائز اولاد نکاح سے ہوتی ہے زانی کے لئے پتھر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

سالی کے ساتھ صرف نکاح سے بیوی مطلقہ نہیں ہوتی جماع کر لیا تو دونوں فوراً حرام ہو گئیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک شخص شادی شدہ ہے۔ وہ اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنی سالی یعنی اپنی بیوی کی سگی بہن سے بھی نکاح کر لیتا ہے۔ بڑی بہن جو کہ اس کی بیوی ہے اس سے رابطہ کیا تو اس نے بتایا کہ میرے شوہر نے میری چھوٹی بہن کو یہ سمجھایا کہ نکاح کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔

۱۔ پہلا وہ نکاح جو سنتی ہے جو کہ قاضی اور لوگوں کی موجودگی میں پڑھایا جاتا ہے۔

۲۔ دوسرا وہ نکاح ہے جو کہ عدالت میں ہوتا ہے۔

۳۔ سوم وہ نکاح ہے جو کہ ایک اسٹامپ پر لڑکا اور لڑکی دستخط کرتے ہیں تو نکاح ہو جاتا ہے۔ اس نے تیسرے نمبر پر درج والا نکاح کیا۔

۱۔ کیا ایسا شخص جس نے اس قسم کا نکاح کیا ہے۔ جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ کیا وہ لوگ جو اس نکاح پر راضی ہیں۔ وہ مومن ہیں یا نہیں؟

۳۔ اسلامی شریعت کیا سزا دیتی ہے؟

۴۔ محلے کے لوگ اس سے کس قسم کا تعلق رکھیں؟

۵۔ پہلی بیوی جو کہ بیس دن کی زچہ ہے اس کا نکاح قائم ہے یا نہیں؟ محبوب علی شمسی

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: زوجہ کی زندگی میں جب تک اس کو طلاق ہو کر عدت نہ گزر جائے۔ اس کی بہن سے جو

اس کے باپ کے نطفے یا ماں کے پیٹ سے ہے، یا دودھ شریک ہے حرام ہے۔ قال الله تعالیٰ وان تجمعوا بین الاختین۔ (القرآن) تو جب تک نکاح کے بعد سالی سے جماع نہ کیا تو اس پر فرض ہے کہ اسے ہاتھ نہ لگائے اور فوراً چھوڑ دے، سالی کے ساتھ صرف نکاح سے زوجہ مطلقہ نہیں ہوتی۔ ہاں اگر نکاح کے بعد سالی سے جماع کرلیا تو اب زوجہ سے جماع حرام ہوگیا۔ یہاں تک کہ سالی کو چھوڑ دے اور اس کی عدت گزر جائے اس وقت زوجہ سے جماع جائز ہوگا۔ ردالمحتار میں ہے الا ان یطاء الثانیۃ فتحرمت الاولی الی انقضاء عدۃ الثانیۃ۔ (فتاویٰ رضویہ) ایسے نکاح میں محض شرکت سے شرکاء پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ ہاں اگر یہ شخص باز نہ آئے اور اپنی غلطی پر مصر ہو تو ایسے شخص کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا میل جول جائز نہیں۔ قال الله تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۳ نومبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

بچوں کے ماں باپ الگ الگ ہوں تو آپس میں نکاح جائز ہے۔ دوسری بیوی کے پہلے بیٹے کی بیوہ سے نکاح جائز ہے

سوال: جناب مولانا مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا فرماتے ہیں علماء کرام ان مسائل کے بارے میں کہ

۱۔ ایک شخص نے ایک ایسی عورت سے شادی کی۔ جس کے پاس پہلے شوہر سے ایک بیٹا موجود تھا۔ شادی کے کچھ دن بعد وہ عورت مرگئی۔ لڑکا سوتیلے باپ کے پاس رہ گیا۔ اس شخص نے دوسری شادی کی۔ دوسری عورت اپنے ساتھ ایک بیٹی لائی۔ کیا ان دونوں بچوں کا آپس میں نکاح ہوسکتا ہے؟ جبکہ ان دونوں کے باپ الگ الگ ہیں۔

۲۔ ایک شخص نے شادی کی، اس کی بیوی بھی اپنے ساتھ ایک بیٹا لائی۔ اس نے اپنے سوتیلے بیٹے کی شادی ایک نامحرم سے کردی۔ شادی کے کچھ عرصے کے بعد سوتیلا لڑکا مرگیا۔ کیا اس لڑکے کی بیوی سے لڑکے کا سوتیلا باپ شادی کرسکتا ہے۔ جبکہ لڑکے کی بیوی سے اس کے سوتیلے باپ کا کوئی رشتہ نہیں۔

برائے کرم ان مسائل کا حل فرما کر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

عزت افزائی کا متمنی فہیم الدین صدیقی، الیاس آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب ھو الموفق للصواب: صورت مسئولہ عنہا میں اگر ان دونوں میں کوئی اور رشتہ حرمت یا رضاعت نہ ہو تو یہ نکاح جائز ہوگا۔ یونہی اس کا نکاح مرنے والے کی بیوہ سے عدت کے بعد جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۵ اپریل ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح وصواب۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

سسر نے بہو کے ساتھ حرام کیا اور شوہر اس کو مانتا ہے، تو بیوی حرام ابدی ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بیچ میں کہ: سسر نے اپنی بہو کے ساتھ بدفعلی کی اور اس کے بعد اس عورت کے شوہر یعنی اپنے بیٹے کے سامنے اس کا اقرار کیا اور بیٹے سے معافی مانگی کیوں کہ بدفعلی کرتے ہوئے بیٹے نے باپ کو دیکھ لیا تھا۔ اب باپ سے بیٹا کافی عرصے سے ناراض ہے۔ اب آپ یہ بتایئے کہ اب باپ سے بیٹا اپنا تعلق رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

السائل یوسف خان

۷۸۶ الجواب: شوہر اگر مانتا ہے کہ اس کے باپ نے ایسا کیا تو اس کی عورت ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہوگئی۔ کسی حیلہ سے اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ اس لئے کہ اب وہ عورت اس کے باپ کی مدخولہ ہوگئی اور باپ کی مدخولہ، بیٹے پر حرام ابدی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولا تنکحوا ما نکح اباء کم۔ اور باپ پر تو حرام تھی ہی۔ لہٰذا شوہر پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے مثلاً اس سے کہہ دے کہ میں نے تجھے چھوڑا۔ اس کے چھوڑنے کے بعد عورت پر عدت لازم ہوگی۔ عدت گزرنے کے بعد، ان باپ بیٹوں کے علاوہ کسی تیسرے سے نکاح کر سکے گی۔ اس کے باوجود، باپ پھر باپ ہے اور بیٹے پر اس کی خبر گیری لازم۔ البتہ دوسرے مسلمان اس سے میل جول چھوڑ دیں ہاں جب وہ اس سے توبہ شرعیہ کرلے تو اب یہ حکم نہ رہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۷ شعبان المعظم ۱۴۰۳ھ

کسی عورت کو خون دینے سے وہ اس مرد کی بیوی نہیں بن جاتی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: میری بیوی بیمار تھی اس کو خون کی ضرورت تھی تو میں اپنے بیٹے اور بیٹی کو لے کر وہاں ہسپتال میں گیا۔ ڈاکٹروں نے میری بیٹی کا خون لیا مگر میرا اور میرے بیٹے کا خون نہیں لیا گیا۔ میری بیٹی شادی شدہ ہے۔ اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہے۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ تم نے اپنی ماں کو خون دیا ہے۔ اس طرح وہ میری بیوی ہے یعنی اپنی ساس کو اپنی بیوی سمجھتا ہے اب وہ اپنی بیوی کو بولتا ہے کہ تو میرے اوپر حرام ہوگئی ہے۔ اس مسئلہ کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل فرمائیں؟

السائل، نبی بخش ولد اکبر علی خان

۷۸۶ الجواب: بیٹی کا خون اگر ماں کے جسم میں داخل کر دیا گیا تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ عورت کی ماں بھی، اس شوہر کی بیوی ہے۔ خون تو خون فرض کرلو اگر یہ عورت اپنی ماں کے حلق میں اپنا دودھ اتار دیتی ہے تو کیا وہ اس کی بیٹی ہو جاتی ہے۔ یا فرض کرلو کہ حصول لذت کے لئے شوہر نے عورت کا پستان منہ میں لے لیا اور دودھ اس کے پستان سے نکل کر اس کے حلق میں اتر گیا تو کیا یہ شوہر اپنی بیوی کا بیٹا ہوگیا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ تمام واہی تباہی خیالات ہیں۔ شوہر جب تک طلاق نہ دے وہ بدستور اس کی زوجیت میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب الرضاعت

رضائی ماموں سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ: مریم کی دو لڑکیاں ہیں۔ایک کا نام فاطمہ اور دوسری کا نام زینب ہے۔فاطمہ کا ایک لڑکا ہے جس کا نام ولی اللہ ہے۔زینب کی ایک لڑکی ہے جس کا نام صغریٰ ہے۔مریم نے اپنی نواسے یعنی ولی اللہ کو دودھ پلایا ہے۔معلوم یہ کرنا ہے کہ مریم کے نواسے اور رضائی بیٹے ولی اللہ کا نکاح مریم کی نواسی یعنی صغریٰ سے جائز ہے یا نہیں؟ رضا محمد عفی عنہ، خطیب وامام مسجد مصری شاہ ٹنڈ وطیب، حیدر آباد، ۲۲ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ عنہا میں ولی اللہ، مریم کا، رضائی بیٹا ہو گیا اور فاطمہ وزینب کا رضائی بھائی۔لہٰذا صغریٰ اس کی رضائی بھانجی ہوئی اور ولی اللہ، صغریٰ کا رضائی ماموں ہو گیا۔جس طرح حقیقی ماموں سے نکاح حرام ہے اسی طرح رضائی ماموں سے بھی حرام ہے۔عالمگیری میں ہے جو نسب میں حرام ہے رضاعت میں بھی حرام ہے۔(عالمگیری، درمختار) لہٰذا یہ نکاح جائز نہیں۔واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۲ جنوری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

رضاعت کے لئے گواہی

سوال: مندرجہ منسلک حلف نامہ آپکی خدمت میں حاضر ہے۔یہ حلف نامہ مسمات آمنہ خاتون زوجہ عبدالغفور کی طرف سے ہے۔اس حلف نامہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ میں مسمات آمو زوجہ غفور سکندر مصری شاہ پاڑہ تالاب ۳، حیدر آباد میں حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ

''میں نے حسینہ کی لڑکی کو گود لیا تھا اس وقت اس کی کوئی اولاد نہیں تھی۔میں نے اس لڑکی حسینہ کو شیشی کا دودھ پلا کر پرورش کی ہے اور میں نے کبھی اس کو اپنا دودھ نہیں پلایا ہے اور اس کی شادی میں نے خود کی ہے حسینہ کے شوہر کا نام عثمان ہے جو گرد نگر حیدر آباد میں رہتا ہے بصورت ہوش وحواس گواہوں کی موجودگی میں مذکورہ بیان حلفی دیا گیا اب مسئلہ یہ ہے کہ محمد عثمان نے مسمات آمنہ خاتون کی حقیقی دختر مسمات طاہرہ سے نکاح کیا ہے جبکہ پہلی بیوی موجود ہے۔آپ برائے مہربانی قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ واضح فرمائیں کہ ان حالات میں محمد عثمان دونوں بیویوں کو رکھنے میں حق بجانب ہے یا نہیں۔جواب لکھ

کر مشکور فرمائیں۔ نیازمند روشن علی، گرونگر، حیدر آباد

۷۸۶ **الجواب** هوالموفق للصواب: رضاع کے لئے دو مرد، یا ایک مرد اور دو عورتیں، عادل گواہ ہوں اگر چہ وہ عورت، خود دودھ پلانے والی ہو ضروری ہے، فقط عورتوں کی شہادت سے ثبوت نہ ہوگا (جوھرہ) جب تک دودھ کا کوئی قطرہ جوف میں جانا معلوم و ثبوت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے یثبت به ان علم وصوله بجو فه من فمه اوانفه لا غير فلوا التقم الحلمة ولم يدر يد خل اللبن فى حلقه ام لا لم يحرم لان فى المانع شك (فتاویٰ رضویہ پنجم) لہٰذا صورت مسئولہ میں جبکہ آمنہ دودھ پلانے سے انکار کر رہی ہے اور شرعی گواہوں سے رضاعت ظاہر نہیں ہو رہی تو محمد عثمان کا دونوں بیویوں کا نکاح میں رکھنا جائز ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید، ۲۷ جمادی الاول ۱۴۰۵ھ، ۱۸ فروری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

رضاعی بھتیجی سے نکاح کا حکم

سوال: علماء کرام کیا فرماتے ہیں اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک آدمی ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہے لیکن اس لڑکے نے اپنے ہونے والے سسر کی چھوٹی بہن کے ساتھ دودھ پی لیا ہے۔ اب علماء کرام کیا فرماتے ہیں کہ اس حالت میں اس لڑکی سے شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟ محمد علی، لاشاری، کھپرو

۷۸۶ **الجواب** هوالموفق للصواب: صورت مسئولہ عنہا میں اس لڑکی سے نکاح حرام ہے، کیوں کہ وہ اس کی رضاعی بھتیجی ہے، لیکن قانون اس کا یہ ہے کہ بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچہ کی ماں ہو جائے گی اور اس کا شوہر اس کا باپ، اور اس عورت کی تمام اولاد اس دودھ پینے والے کے بھائی بہن، خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے، اس کے دودھ پینے سے پہلے کے ہیں یا بعد کے یا ساتھ کے۔ (عالمگیری، بہار شریعت) لہٰذا ہونے والے فرضی سسر کی چھوٹی بہن اس کی رضاعی بہن، تو وہ سسر رضاعی بھائی اور رضاعی بھائی کی اولاد بھی حرام۔ کہ جو نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام۔ (عالمگیری، درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۸ اپریل ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۷ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۵ھ

جس عورت کا دودھ بچپن میں پیا اس کی کسی اولاد سے نکاح نہیں ہو سکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے میں کہ: زید نے اپنی تائی کا بچپن میں دودھ پیا اور تائی کی لڑکی نے بھی زید کے ساتھ اپنی والدہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد تائی کے یہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ کیا زید اس لڑکی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے جو تائی کے یہاں پیدا ہوئی؟

مہربانی فرما کر اس مسئلہ پر فتویٰ دیکر شکریہ کا موقع دیں۔ عین نوازش ہوگی پیر رضا شاہ، ٹیلی گراف آفس، حیدر آباد سندھ

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: ایک عورت کا دو بچوں نے دودھ پیا اور ان میں ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے تو یہ رضاعی بھائی بہن ہیں اور نکاح حرام، اگر چہ دونوں نے ایک وقت میں دودھ نہ پیا ہو بلکہ دونوں میں برسوں کا فاصلہ ہو (درمختار) لہٰذا زید اپنی تائی کی کسی بھی لڑکی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید، ۲۸ شعبان ۱۴۰۵ھ، ۱۹ مئی ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۸ شعبان ۱۴۰۵ھ

رضاعی بھائی بہن سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: ایک شخص نام روشن شاہ نے اپنی بہن کا دودھ مدت رضاعت میں پیا اب اس بھائی اور بہن کی اولاد کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ بینوا، توجروا

المستفتی موسیٰ شاہ، نزد یونیورسٹی کالونی جامشورو، ۷ جنوری ۱۹۸۵ء

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: جس عورت کا دودھ پیا وہ اس کی ماں بن گئی، اور اس عورت کا شوہر اس لڑکے کا باپ۔ اور اس عورت کی تمام اولاد اس کے بھائی بہن۔ اور اس لڑکے کی تمام اولاد، عورت کی اولاد کے رضاعی بھتیجے بھتیجیاں اور جو نسب میں حرام وہ رضاع میں بھی حرام، لہٰذا یہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ (عالمگیری۔ درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۸ جون ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

ناک میں دودھ ٹپکایا تو رضاعت کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ: ایک بچہ بنام محمد بخش کی ناک میں ایک عورت کا دودھ بیماری کی وجہ سے مدت رضاعت میں ڈالا گیا۔ اب محمد شاہ کی لڑکی سے اس عورت کے لڑکے کا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟ بینوا، توجروا

المستفتی روشن شاہ، سندھ یونیورسٹی کالونی جامشورو، ۱۲ رمضان ۱۴۰۵ھ

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: رضاعت عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اور دودھ پینے سے مراد یہی معروف طریقہ نہیں بلکہ اگر ناک میں ٹپکایا گیا اور اندر پہنچ جانا معلوم ہو تھوڑا ہو یا زیادہ، حرمت ثابت ہوگئی۔ (جوہرہ) لہٰذا صورت مسئولہ عنہا میں محمد شاہ کی ناک میں جس عورت کا دودھ ڈالا گیا وہ عورت محمد شاہ کی ماں ہوگئی اور اس عورت کی سب اولاد محمد شاہ کے بھائی بہن ہوئے اور محمد شاہ کی لڑکی اس عورت کے لڑکے کی رضاعی بھتیجی ہوئی اور جو نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام۔ لہٰذا یہ نکاح ناجائز ہے۔ (عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲ رجون ۱۹۸۵ء

سن ایاس میں عورت نے کسی کو دودھ پلایا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ: ایک بچے کی عمر ۴ مہینے ہے۔ وہ اپنی دادی جس کی عمر تقریباً ۵۰ سال کے دودھ کو منہ لگاتا ہے۔ اس وقت دادی کے آخری بچے کی عمر تقریباً ۵ سال ہے (اور اس وقت یعنی بچے کے دودھ کو منہ لگانے اور آخری بچے کی پیدائش کے بعد) کے دوران دادی کا ایک چار ماہ کا بچہ ضائع ہوا۔ وقت کا علم نہیں ایک دن جب بچے کو دودھ سے الگ کیا جاتا ہے اور پستان دبایا جاتا ہے تو ایک پانی کا سفید قطرہ نکل آتا ہے۔ اس وقت دادا نے کہا کہ یہ دودھ نہیں اور کوئی مسئلہ ہے۔

آپ یہ بتائیں کہ آیا اس بچے کا اپنی کسی پھوپھی یا کسی چچا کی اولاد کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ایک سائل

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: صورت مسئولہ عنہا میں جب تک دودھ کے قطرہ کا جوف میں جانا معلوم یا ثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے یثبت بہ ان علم وصولہ بجوفہ۔ دودھ اترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے۔ یہ معاملہ عمر بھر کے حلال و حرام اور اولاد کے حلالی اور حرامی ہونے کا ہے، عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کر دے۔ اگر کچھ معلوم نہ ہو تو پھر بھی احتیاط یہ ہے کہ اس رشتہ سے بچا جائے یعنی رشتہ نہ کرے تو بہتر ہے تو کچھ گناہ نہ ہوگا۔ (فتوی رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۳ جون ۱۹۸۵ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

رضاعی خالہ بھانجے کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: مسمات نوراں اور مسمات بھبو دوسگی بہنیں ہیں۔

الف۔ نوراں کی شادی نصیر سے ہوئی جس سے ایک لڑکا مبارک پیدا ہوا۔ نصیر کی وفات کے بعد از روئے شریعت عدت گزارنے کے ایک سال بعد نوراں کا عقد ثانی آدم سے ہوا جس سے تین بچے پیدا ہوئے ۱۔ عبدالواحد، ۲۔ فاطمہ، ۳۔ حوا

ب۔ بھبو کی شادی رانجھو سے ہوئی۔ جس سے ایک لڑکی جوائی پیدا ہوئی پھر رانجھو کے انتقال کے ایک سال بھبو نے عقد ثانی محمد حسن سے کیا جس سے ایک لڑکی عالمہ پیدا ہوئی۔ جوائی کی شادی حاجی ہارون سے ہوئی جس سے علی اور مریم پیدا ہوئے۔

عبارت الف میں دیئے ہوئے نام میں سے حوا نے اپنی سگی خالہ بھبو کا دودھ پیا اسطرح جوائی اور حوا رضاعی بہنیں ہیں۔

۱۔ اب حوا (خالہ) کی شادی رضاعی بہن کے بیٹے علی (بھانجہ) سے جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ نیز حوا کے دوسرے بہن بھائیوں پر بھی رضاعی رشتہ کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟

۳۔ کیا حوا کے علاوہ علی کی شادی حوا کی سگی بہن فاطمہ سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

نیز مریم کی شادی عبدالواحد سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟

از روئے شرع صحیح جواب سے آگاہ فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

جواب کے متمنی، پیر صاحب لورائی شریف، تعلقہ ماتلی معرفت میر حسن نظامانی

مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۸۴ء / مطابق ۲۵ شوال المکرم ۱۴۰۴ھ

۷۸۶ **الجواب** هو الموفق للصواب: صورت مسئولہ میں حوا اور جوائی دونوں رضاعی بہنیں ہیں اور حوا کی شادی رضاعی بہن کے بیٹے علی سے جائز نہیں کہ بھانجے کا نکاح خالہ سے جائز نہیں جس طرح محرمات نسبیہ کا حکم ہے وہ ہی حکم محرمات رضاعت کا ہے جو نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام ہے۔ باقی علی کی شادی فاطمہ سے ہو سکتی ہے۔ اسی طرح مریم کی شادی عبدالواحد سے جائز ہے کہ یہاں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے (عالمگیری ودرمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲ ذی قعد ۱۴۰۴ھ / ۱۳ جولائی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲ ذی قعد ۱۴۰۴ھ

دودھ کا قطرہ اگر جوف میں جانا ثابت نہ ہو تو رضاعت ثابت نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک لڑکی مسمات فہمیدہ نے عالم بی بی کا دودھ نہیں پیا ہے عادت پوری کی ہے۔ یہ لڑکی اس وقت پیدا ہوئی جب عالم بی بی کی اپنی لڑکی تقریباً پانچ سال پہلے پیدا ہوئی تھی عالم بی بی کو اس وقت دودھ نہیں آتا تھا اس لئے اس لڑکی کی عادت پوری کی گئی۔ عالم بی بی کا نواسہ مسمی منیر خان ہے۔ فہمیدہ کے عزیز واقارب منیر کے ساتھ فہمیدہ کا نکاح کرانا چاہتے ہیں۔ فہمیدہ عالم بی بی کی پوتی اور منیر عالم بی بی کا نواسہ ہے۔ کیا شرع محمدی کے مطابق منیر کا نکاح فہمیدہ کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟

منیر احمد تقریباً چار یا پانچ سال کا تھا تو منیر احمد پیار کے طور پر اپنی نانی کے دودھ کو منہ لگاتا تھا۔ عالم بی بی کا بیان ہے کہ میں اس بات کی تصدیق کرتی ہوں کہ جب فہمیدہ میرے دودھ کو منہ لگاتی تھی تو اس وقت مجھ میں دودھ موجود نہیں تھا صرف فہمیدہ کی عادت پوری کی جاتی تھی اور فہمیدہ کو بکری یا بھینس کا دودھ پلا کر پالا گیا ہے۔

میں نظیر احمد لڑکے کے والد کی حیثیت سے حلفیہ بیان کرتا ہوں کہ جس وقت لڑکا اپنی نانی یعنی عالم بی بی کا دودھ منہ میں ڈالتا تھا اس وقت اس کی عمر چار یا پانچ سال کے درمیان میں تھی۔ نذر حسن، نادر شاہ کالونی روڈ نواب شاہ

۷۸۶ **الجواب** هو الموفق للصواب: جب تک دودھ کا کوئی قطرہ جوف (معدہ) میں جانا معلوم وثابت نہ ہو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ درمختار میں ہے **يثبت به ان علم وصوله بجوفه من فمه اوانفه لاغير ولو التقم الحلمة ولم يدر هل دخل اللبن في حلقه ام لا لم يحرم لان في المانع شك (ولوالجيه)** دودھ اترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں عورت کے مزاج کی قوت اور خون کی کثرت پر ہے کبھی بعد ولادت بھی نہیں اترتا اور کبھی کنواری کے اتر آتا ہے۔ درمختار میں ہے **الرضاع المص من ثدی ادمية ولو بكرا** یہ معاملہ عمر بھر کا ہے عورت پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کر دے اخفا

نہ کرے کہ یہ حلال وحرام کا معاملہ ہے۔لہٰذا جب عورت کو یقین ہے کہ دودھ نہ تھا اور فہمیدہ کے منہ میں ایک قطرہ بھی نہیں گیا ہے دودھ کا تو اس صورت میں فہمیدہ کا نکاح منیر احمد سے جائز ہوگا۔واللہ تعالیٰ اعلم

فقیر قادری احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۸ ذالحجہ ۱۴۰۴ھ/ ۱۵ ستمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۱۸ ذالحجہ ۱۴۰۴ھ

نانی کا دودھ پیا ہو تو خالہ زاد بہن سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: میں نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے میری شادی میرے ماں باپ نے تقریباً طے کرلی ہے اور عنقریب تاریخ بھی آنے والی ہے۔لیکن اچانک مجھے آج یہ معلوم ہوا کہ جس لڑکی سے میری شادی رکھی گئی ہے وہ میری حقیقی خالہ کی بیٹی ہے اور میری حقیقی خالہ میری رضاعی بہن ہے۔میری اس رضاعی بہن کی لڑکی سے میری شادی شریعت کی رو سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ اب آپ حکم شرع سے مطلع فرمادیں۔ فقط ایک سائل

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: بچے نے جس عورت کا دودھ پیا ہے وہ عورت اس بچے کی ماں ہوجائے گی اور اس عورت کی تمام اولاد اس کے بھائی بہن اور بہن کی بیٹی سے نکاح حرام ہے۔قال اللہ تعالیٰ وبنت الاخت۔ (القرآن) اور جو نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام ہے۔(عالمگیری، درمختار) لہٰذا یہ شادی نہیں ہوسکتی۔واللہ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۹ ستمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

مدت رضاعت کے بعد اگر دودھ پیا تو حرمت نہیں ہوگی

سوال: فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید نے اپنی نانی اختری کا دودھ پیا۔ اختری کا دودھ ایک عورت انوری کو بھی بوتل کے ذریعہ دیا گیا۔انوری اور اختری ہم عمر ہیں۔انوری کو دودھ ڈاکٹر کے مشورے سے دیا تھا۔کیا زید انوری کے لڑکے، بکر کی لڑکی بسم اللہ سے، شادی کرسکتا ہے؟ ظہیر احمد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۶ حیدرآباد

۷۸۶ **الجواب** ھوالموفق للصواب: نکاح مذکورہ بے شک جائز ہے۔قال اللہ تعالیٰ احل لکم ماوراء ذالکم۔علماء کرام متون وشروح وفتاویٰ میں تصریح فرماتے ہیں کہ وقت الرضاع مقدر بثلاثین شھرا اذا رتضع فی ھذۃ المدۃ تثبت الحرمۃ۔(عالمگیری) یعنی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ڈھائی برس کے اندر اگر عورت دودھ پلادے گی تو حرمت نکاح ثابت ہوجائے گا اور اس کے بعد اگر پیا تو حرمت نکاح نہیں۔ظاہر ہے کہ انوری اور اختری جب دونوں ہم عمر ہیں تو یہ دودھ انوری کو اس وقت دیا گیا جبکہ دونوں بالغ ہوچکی ہیں لہٰذا حرمت نکاح کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا زید بلاشک وشبہ انوری کی پوتی بسم اللہ سے نکاح کرسکتا ہے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ذی الحج ۱۳۸۹ھ

ماں الگ الگ ہو تو رضاعت نہیں ہے

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب

ولایت شاہ اور لعل شاہ دونوں بھائی ہیں۔ ولایت شاہ کا ایک بیٹا ہے۔ جسکا نام ستار شاہ ہے۔ اور لعل شاہ کے چار بیٹے اور ایک بیٹی ہے۔ جو نمبر وائز مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ سجاول شاہ ۲۔ فضل شاہ ۳۔ شاہ علی ۴۔ حیدر شاہ ۵۔ صفیہ بی بی

جناب عالی! ولایت شاہ کے بیٹے ستار شاہ نے لعل شاہ کے سب سے چھوٹے بیٹے حیدر شاہ کی ماں کا دودھ پیا ہے۔ کیا سجاول شاہ کی بیٹی نسرین بخاری کا نکاح ستار شاہ سے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر ہو سکتا ہے تو اجازت دے دیں۔ آپ کی بہت بہت مہربانی ہوگی۔ سردار خاں، وحدت کالونی، ۸ جولائی ۱۹۸۴ء

۷۸۶ **الجواب ھوالموفق للصواب:** بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا ہے وہ اس کی ماں ہو جائے گی اور اس کا شوہر اس دودھ پینے والے بچے کا باپ ہو جائے گا اور اس عورت کی تمام اولاد، اس کے بھائی بہن، خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے شوہر سے (عالمگیری۔) صورت مسئولہ میں اگر سجاول شاہ اور حیدر شاہ کی ماں الگ الگ ہیں تو سجاول ستار شاہ کا رضاعی بھائی نہیں بنتا۔ لہٰذا سجاول کی بیٹی نسرین سے ستار شاہ کا نکاح بلاشبہ جائز ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۱ را پریل ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

جو نسب سے حرام ہے وہ رضاعت سے بھی حرام

سوال: بخدمت قبلہ جناب والا مفتی صاحب، السلام علیکم

مسئلہ یہ ہے کہ: دو بہنیں آپس میں بچوں کا رشتہ کرنا چاہتی ہیں۔ ایک بہن کے لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے جبکہ دوسری بہن کی لڑکی نے نہیں پیا ہے۔ کیا ان دونوں بچوں کا نکاح جائز ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی جائز اور ناجائز کا حوالہ لکھ دیں۔ صورت مسئولہ میں کیا وہ لڑکا اس لڑکی کا رضاعی ماموں ہو جائے گا۔ آپ کے تعاون کا طلب گار بشیر احمد

۷۸۶ **الجواب ھوالموفق للصواب:** اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ بچے نے جس عورت کا دودھ پیا، وہ عورت اس بچے کی ماں ہو جائے گی اور اس کا شوہر اس دودھ پینے والے بچے کا باپ ہو جائے گا اور اس عورت کی تمام اولاد اس کے بہن بھائی۔ عورت کے بھائی، ماموں اور اس کی بہن، خالہ۔ وعلیٰ ہذا القیاس شوہر کی اولاد اور اس کے بھائی، بہن اور ماں، باپ وغیرہ، اس کے بھائی، بہن، چچا، پھوپھی اور دادا، دادی، نانا، نانی ہوئے۔ (عالمگیری) تو صورت مذکورہ میں جبکہ لڑکے نے اپنی نانی کا دودھ پیا، اس کی نانی، اب اس کی ماں ہو گئی اور نانی کے بیٹا بیٹی اس کے بہن بھائی۔ اور بھائی بہن کی اولاد اس کے بھانجی، بھتیجی، بھانجا، بھتیجا، وغیرہ۔ اور اس لڑکے کی خالہ، اب اس کی بہن ہو گئی اور اس کی اولاد، اس لڑکے کی بھانجا،

بھانجی۔ یعنی لڑکا ماموں ہوا اور جس لڑکی سے نسبت منظور ہے وہ اس لڑکے کی بھانجی ہوئی۔ اور شرع کا قانون یہ ہے کہ جو نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام ہے۔ (عامہ کتب) اور نسبی بھانجی کو شرع میں حرام قرار دیا گیا ہے تو رضاعی بھانجی بھی حرام ہے۔ قال اللہ تعالیٰ وبنت الاخ و بنت الاخت یعنی تم پر حرام ہیں بھائی کی لڑکیاں اور بہن کی لڑکیاں۔ خلاصہ کلام یہ کہ صورت مسئولہ میں ان دونوں کا نکاح نہیں ہوسکتا کہ یہ آپس میں ماموں بھانجی ہیں اور بھانجی ماموں پر حرام۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

مدت رضاعت کے بعد دودھ پینے سے رضاعت ثابت نہ ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: بڑی بہن نے اپنا دودھ اپنی چھوٹی بہن کو دیا کہ اس کو باہر ڈال کر آ لیکن چھوٹی بہن نے باہر جا کر پی لیا۔ اب چھوٹی بہن کی بھی شادی ہوگئی ہے۔ اور اب اس کی بھی اولاد ہوگئی۔ یہ دونوں بہنیں اپنی اولاد کا آپس میں رشتہ کرسکتی ہیں یا نہیں؟ السائل۔ امان اللہ، کوارٹر 29 بلاک E لائلپور آباد

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: چھوٹی بہن اگر ڈھائی سال یا زیادہ عمر کی تھی اور اس نے اپنی بڑی بہن کا دودھ، خواہ کسی طریقہ سے پی لیا تو رضاعت کا حکم ثابت نہیں۔ اور اس عمر میں نکاح پینے پلانے پر نکاح حرام ہونے کو کوئی دخل نہیں۔ (درمختار وغیرہ) لہٰذا یہ دونوں بہنیں آپس میں اولاد کے ساتھ رشتہ کرسکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۸ رجب المرجب ۱۴۰۳ھ

رضاعی بہن بھائی کے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین متین اس مسئلہ میں کہ: زید اور فاطمہ نے زید کی ماں کا دودھ اکھٹے پیا ہے۔ وہ دونوں تو آپس میں بہن بھائی ہوگئے لیکن اب زید کا بڑا بھائی اسد، فاطمہ سے شادی کرنا چاہتا ہے۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ فاطمہ اسد کی بھی بہن ہے کیونکہ فاطمہ نے اسد کی ماں کا دودھ پیا ہے۔ تو اب شریعت مطہرہ کی رو سے اسد کی شادی فاطمہ سے ہوسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا سائل حافظ محمد علی قادری، خطیب مسجد قریش، ٹھٹھر انگلی شاہی بازار

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: دودھ پینے والی لڑکی کا نکاح دودھ پلانے والی کے بیٹوں سے نہیں ہوسکتا کہ یہ ان کی بہن ہے اگرچہ دونوں نے ایک وقت میں دودھ نہیں پیا بلکہ دونوں میں برسوں کا فاصلہ ہے۔ لہٰذا صورت مسئولہ میں اسد کا نکاح، فاطمہ سے نہیں ہوسکتا ہے (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید، ۲۳ صفر المصفر ۱۴۰۴ھ / مطابق ۲۹ نومبر ۱۹۸۳ء

۷۸۶ الجواب: بلاشبہ فاطمہ، اس کی رضاعی بہن ہے اور جو نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام (عامہ کتب)۔ واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ صفر المظفر ۱۴۰۴ھ

دادی کا دودھ پیا تو پھوپھی زاد سے نکاح نہیں ہوسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع اس مسئلے کے بارے میں کہ: زید چند ماہ کا بچہ تھا۔ تو اس کی دادی نے اسے بہلانے کے لئے اسکے منہ میں اپنا پستان دے دیا دادی کے ہاں کوئی چھوٹا بچہ دودھ پینے والا نہیں تھا دادی کی اولاد سب جوان تھی مگر چند دن خالی چوستا رہا قدرتا دادی کو دودھ اتر آیا اور زید نے کچھ دن دادی کا دودھ پیا۔ اب مسئلہ درکار یہ ہے کہ زید اپنی پھوپھی کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ رضاعت ثابت ہوگئی؟ بینوا توجروا

قاری عبدالغنی، شہداد پور ضلع سانگھڑ، ۷ جولائی ۱۹۸۰ء

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: دودھ اترنے کے لئے کوئی مدت مقرر نہیں۔ لہٰذا اگر کنواری کے دودھ اتر آیا اور بچے نے پی بھی لیا۔ بڑھیا کے دودھ اتر آیا اور بچے نے پی لیا جب بھی رضاعت کے احکام ثابت ہوجاتے ہیں۔ (درمختار وغیرہ) صورت مسئولہ میں جب بچے نے اپنی دادی کا دودھ پی لیا تو دادی اس کی ماں اور اس کی اولاد اس کے بھائی بہن ہوئے اور موجودہ پھوپھی اب بہن قرار پائی اور بہن کی اولاد اس کے بھانجی بھانجے اور بھانجی جس طرح نسب میں حرام ہے یونہی رضاعت میں بھی کہ جو نسب میں حرام وہ رضاعت میں بھی حرام۔ (عالمگیر۔ درمختار وغیرہ) لہٰذا زید اب اپنی پھوپھی سے شادی نہیں کرسکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد مفتی محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ شعبان ۱۴۰۰ھ

اگر نانی کا دودھ پیا تو خالہ زاد بہن سے شادی نہیں ہوسکتی

سوال: کیا فرماتے ہیں مفتیان وعلماء وشرع ودین متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: زید کی شادی اپنی خالہ زاد بہن سے تقریباً پچیس سال پہلے ہوئی تھی۔ صاحب اولاد بھی ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ

زید کی ماں نے تذکرۃً یہ بات بتائی کہ زید نے اپنی نانی جان کا دودھ پیا ہے۔ اس بات کا کوئی عینی شاہد یا گواہ نہیں ہے کسی موقعہ پر زید کی نانی جان نے اپنی بیٹی یعنی زید کی ماں کو بتایا تھا کہ میں نے زید کو دودھ پلایا ہے۔ اس طرح زید اور اس کی بیوی آپس میں دونوں رضائی ماموں بھانجی ہوئے تو کیا یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

اور آئندہ اس کا کیا حل ہوسکتا ہے شرع شریف کے مطابق اس کا جواب مرحمت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

فقط محمد یوسف ولد حاجی محمد اسماعیل، چوڑی گلی، حیدرآباد سندھ، ۱۵ ستمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب ھوالموفق للصواب: حاشا وہ خبیث نکاح ہرگز قائم نہیں رکھا جائیگا۔ مرد وعورت پر فرض، فرض عظیم، فرض ہے کہ فوراً فوراً جدا ہوجائیں، مرد نہ مانے تو عورت خود جدا ہوجائے، دونوں نہ مانیں تو حاکم بالجبر جدا کردیگا، عورت کے لئے پورا مہر مثل مرد پر واجب ہے، اگرچہ جو مہر بندھا ہوا تھا اس سے کتنا ہی زائد ہو۔ اولاد میں لڑکا سات برس اور لڑکی نو برس تک ماں کے پاس رہے گی پھر باپ لے لیگا۔ ردالمحتار میں ہے فی الخلاصۃ لو تزوج محرمہ لاحد علیہ عند الامام۔ و علیہ

مہر مثلھا اور قال فی الدریۃ الصحیح انھا شبھۃ عقد فیثبت النسب۔ (فتاویٰ رضویہ) واللہ اعلم
احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۷ ستمبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

اگر غلطی سے رضاعی بہن بھائی کا نکاح ہو گیا

سوال: محترم مفتی محمد خلیل خان قادری صاحب، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مجھے ایک مسئلہ درپیش ہے۔ مہربانی کر کے اس کا فقہ اور احادیث کی روشنی میں حل فرمائیں۔
میں نے سات سال ہوئے شادی کی۔ جس سے چار بچے پیدا ہوئے ہیں۔ جنکی عمر ۶ سال، ۴ سال، ۲ سال اور ایک سال ہے۔ بعد میں پتہ چلا کہ میں نے ان کی ماں کا دودھ پیا ہے۔ میری بیوی کی بڑی بہن کسی وقت جبکہ وہ بھی بچی تھی دودھ پیا تھا ان کی عمر سے چھوٹی بہن دو اولاد کے بعد پیدا ہوئی۔ اب میں کچھ حیران و پریشان ہوں کیا کروں۔

۱۔ کیا میں جماع کر سکتا ہوں؟
۲۔ بیوی کی حیثیت سے رکھ سکتا ہوں؟
۳۔ طلاق کا حکم ہے یا نہیں؟
۴۔ اسے گھر میں رکھ کر دوسری شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟
۵۔ اگر وہ مجھے نہیں چھوڑتی یہاں رہتی ہے تو گناہ تو نہیں؟
۶۔ کیا ان کے لئے شرعی گواہ ضروری ہے؟
۷۔ عورتوں کے گواہ درست ہیں یا نہیں؟

لاعلمی کی کسی وجہ سے عورتوں سے یہ غلطیاں ہو جاتی ہیں یہ بات ان کی ماں نے اور میری ماں نے کافی عرصہ کے بعد مختلف موقعوں پر کہی ان کو اس بات کا علم نہیں یہ غلطی ہے۔ آپ سے التجا ہے کہ اس مسئلہ کا پورا پورا حل تجویز کر کے مشکور فرمائیں۔
ب۔ میں نے ایک عورت کا دودھ پیا ہے اس عورت کا ایک لڑکا جو ہم عمر ہے میری بہن جو مجھ سے چھوٹی ہے اس سے شادی کی ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔ فقط ایک سائل

۷۸۶ **الجواب:** الف۔ آپ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ آپ کی ماں قرار پائی اور اس عورت کی تمام اولاد آپ کے بھائی بہن۔ خواہ آپ کے دودھ پینے سے پہلے کی ہو یا بعد کی یا ساتھ کی۔ (عالمگیری) تو آپ کا جس عورت سے نکاح ہوا ہے وہ آپ کی رضاعی بہن ہے اور حقیقی بہن کی طرح کہ جو نسب میں حرام وہ رضاعت میں بھی حرام۔ لہٰذا وہ نکاح حرام محض ہوا۔ اور دونوں ہرگز ہرگز زن و شوہر کی طرح نہیں رہ سکتے۔
ب۔ جس عورت نے آپ کو دودھ پلایا اس کے لڑکے سے آپ کی بہن کی شادی و نکاح درست و جائز ہے کہ آپ کی بہن اس

لڑکے کے رضاعی بھائی کی بہن ہے اور رضاعی بھائی کی حقیقی بہن سے نکاح جائز ہے۔ (عالمگیری درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

کسی چیز کے ثبوت کے لئے خواب دلیل شرعی نہیں

سوال: کیا مذہب اسلام میں منہ بولے رشتے کی کوئی حیثیت ہے کہ ایک شخص آ کر یہ کہہ دے میں نے خواب میں رسول پاک کی ایک محفل میں اپنی بیوی کو بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اور میری بیوی تمہیں دودھ پلا رہی ہے۔ کیا یہ آدمی جھوٹا رشتہ جوڑ کر کوئی مقصد پورا کرنا چاہتا ہے یا اس رشتے سے اسے منہ بولا باپ سمجھ لینا چاہئے جبکہ اپنے حقیقی والدین سلامت ہوں اور وہ شخص بھی صاحب اولاد ہو۔ فقط ایک سائل

۷۸۶ **الجواب:** کسی بھی چیز کے ثبوت کے لئے خواب دلیل نہیں ہے شیطانی وسوسے ہوتے ہیں۔ خواب سے منہ بولا رشتہ ثابت نہیں ہوگا اور خواب کے علاوہ بھی رضاعت کے بغیر منہ بولا رشتہ شرعاً حیثیت نہیں رکھتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۳۰ جنوری ۱۹۸۴ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

چچی کا دودھ پیا تو چچازاد سے نکاح جائز نہیں ہوسکتا

سوال: حضرت قبلہ جناب مفتی اعظم کی خدمت میں عرض

کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک عورت حسینہ بیگم نے اپنے دیور ظہور الدین کے بچے کو دودھ پلایا اس وقت اس کی ماں موجود نہیں تھی۔ وہ بچہ رو رہا تھا اور اس عورت حسینہ بیگم کے پاس بھی اپنا بچہ تھا اور اس کے بعد اس عورت حسینہ بیگم کو پھر ایک بیٹا پیدا ہوا۔ پھر اس بچہ کے بعد ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ تو اس بچی کے ساتھ اس کے دیور کے بیٹے کا جس کو اس عورت نے دودھ پلایا ہے نکاح ہوگا یا نہیں ہوگا؟ حسینہ بیگم، یونٹ نمبر 2 لطیف آباد

۷۸۶ **الجواب:** حسینہ بیگم نے جس بچہ کو دودھ پلایا وہ اس کا بیٹا ہوا اور وہ اس کی ماں ہوئی اور حسینہ بیگم کی تمام اولاد اس لڑکے کے بھائی بہن ہوئے۔ خواہ اس کے دودھ پینے سے پہلے کی ہو یا ساتھ کی یا بعد کی۔ (عالمگیری وغیرہ) لہٰذا ظہور الدین کے اس بیٹے کا، حسینہ بیگم کی لڑکی سے نکاح نہیں ہوسکتا کہ وہ آپس میں بہن بھائی ہیں۔ ہاں ظہور الدین کا کوئی اور بیٹا ہو تو حسینہ اپنی کسی بھی لڑکی کو اس کے نکاح میں دے سکتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۴۰۱ھ

رضاعی بہن بھائی کا نکاح آپس میں حرام۔سحری کھانے کے بعد ماھواری آنا۔نو مسلمہ کو فطرہ دینا

سوال: جناب قبلہ مفتی صاحب،السلام علیکم

ا۔ایک عورت نے ایک لڑکی کو دودھ پلایا تو اس عورت کی گود میں بھی لڑکا تھا تو اس لڑکے کو چھوڑ کر اس سے بڑے لڑکے کو وہ لڑکی آسکتی ہے؟

۲۔رمضان شریف میں ایک عورت نے سحری کھائی فجر کی نماز پڑھی اور حیض آ گیا تو پھر وہ روزہ رکھے یا کھول دے؟

۳۔ایک عورت ہندو تھی اس نے اسلام قبول کرلیا ہے اور نماز روزہ نہیں کرتی نابینا ہے اور غریب ہے۔اس کو فطرہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ والدہ سید طاہر حسین،گاڑی کھاتہ،حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: دودھ پلانے والی کی تمام اولاد اس دودھ پینے والی لڑکی کے بہن بھائی ہیں لہٰذا ان میں کسی کے ساتھ نکاح جائز نہیں ہوسکتا۔واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔عورت کا حیض ونفاس سے پاک ہونا روزہ کے لئے شرط ہے لہٰذا روزہ جاتا رہا۔اب یہ کھا پی سکتی ہے مگر چھپ کر کھانا بہتر ہے خصوصا حیض والی عورت کے لئے۔واللہ تعالیٰ اعلم

۳۔جب وہ مسلمان اور مستحق زکوۃ بھی ہے تو اسے زکوۃ وفطرہ دونوں دینا جائز ہیں اگرچہ وہ نابینا ہو۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۹۹ھ

رضاعی بہن بھائی کا نکاح نہیں ہوسکتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

ا۔اکرم کی ایک خالہ زاد بہن ہے۔جس نے اس کی (اکرم کی) ماں کا دودھ پیا ہے یعنی اس کی رضاعی بہن ہے۔اب اکرم کے والدین اکرم کا نکاح اسی لڑکی سے کرنا چاہتے ہیں۔آپ فتوی دیں کہ اکرم کا نکاح اس کی رضاعی بہن سے ہوجائے گا یا نہیں؟

۲۔عامر کی ایک رضاعی بہن (یعنی اس کی خالہ زاد بہن ہے جس نے عامر کی ماں کا دودھ پیا ہے) ہے۔اس کی لڑکی جوان ہے۔عامر کے والدین چاہتے ہیں کہ عامر کا نکاح اس (عامر) کی رضاعی بہن سے کردیا جائے۔آپ فتوی دیں کہ عامر کا نکاح اس کی رضاعی بہن کی لڑکی سے ہوجائے گا یا نہیں؟ اسلام علی نقشبندی

۷۸۶ الجواب: قاعدہ کلیہ اس باب میں یہ ہے کہ بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچے کی ماں ہوجائے گی اور اس کا شوہر اس کا باپ ہوجائے گا اور اس عورت کی تمام اولاد اس کے بھائی بہن،اور عورت کے بھائی،بچہ کے ماموں اور اس کی بہن اس کی خالہ۔یوں ہی اس شوہر کی اولاد اس کے بھائی بہن اور اس کے بھائی اس کے چچا۔اور اس کی بہنیں اس کی پھوپھیاں۔ یوہیں ہر ایک کے ماں باپ،اس کے دادا،دادی،نانا،نانی (عالمگیری) اس لئے اکرم کا نکاح اس کی خالہ زاد بہن سے جو کہ اس کی رضاعی بہن ہے نہیں ہوسکتا۔اور عامر کی خالہ زاد بہن چونکہ اس کی رضاعی بہن ہے تو اس کی لڑکی عامر کی بھانجی ہوئی اور جو

نسب میں حرام ہے وہ رضاع میں بھی حرام۔ تو یہ نکاح بھی درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۹۹ھ

بیوی کا دودھ پینے سے نکاح نہیں ٹوٹتا

سوال: اگر شوہر بیوی کا دودھ دانستہ پی لے تو نکاح قائم رہا یا نہیں؟

خلیل احمد، کیش ڈیپارٹمنٹ، اسٹیٹ بنک آف پاکستان، حیدرآباد، سندھ

۷۸۶ الجواب: مرد نے اپنی عورت کی چھاتی چوسی تو نکاح میں کوئی فرق نہ آیا اگرچہ دودھ منہ میں آ گیا بلکہ حلق سے اتر گیا۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ شعبان ۱۳۹۸ھ

سوتیلی ماں کے بیٹے سے نکاح کا حکم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: زید جسکی دو بیویاں ہیں۔ ہر ایک بیوی سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوئی۔ اب زید نے اپنے ایک لڑکے عبدالرحیم کی شادی کرائی جبکہ عبدالرحیم کا ایک لڑکا عبداللطیف پیدا ہوا۔ عبدالرحیم کا ایک لڑکا جس کی عمر تقریباً ڈیڑھ سال کی تھی کہ عبدالرحیم نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ اب اس عبدالرحیم کے لڑکے عبداللطیف کو عبدالرحیم کی ماں نے دودھ پلایا یعنی دادی نے۔ اب عبدالرحیم اپنے اس لڑکے کو اپنے سوتیلی ماں کے لڑکے محمد اعظم کی لڑکی سے نکاح کرانے کا ارادہ رکھتا ہے آیا یہ نکاح عنداللہ درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

فقط والسلام العبد المذنب مولوی عبدالغفار حلیمی، شہر قلات بلوچستان

۷۸۶ الجواب: عبداللطیف ولد عبدالرحیم نے اپنی دادی کا دودھ پیا تو وہ عبداللطیف کی رضاعی ماں ہو گئی لیکن اس بچہ کے دودھ پینے اور اسی عورت کے دودھ پلانے کا عبداللطیف کی سوتیلی والدہ اور اس کی اولاد سے کوئی ایسا علاقہ سمجھ میں نہیں آتا جس کی بنیاد پر مذکورہ بالا نکاح ناجائز و حرام ہو۔ نکاح مذکورہ بیشک جائز احل لکم ماوراء ذلکم میں داخل ہے۔ اور اگر کوئی شبہ ہو تو اسے ظاہر کریں تا کہ اس پر غور کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۴ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

پھوپھی کا دودھ پیا تو پھوپھی زاد سے نکاح جائز نہیں

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، دارالعلوم احسن البرکات، حیدرآباد

عرض یہ ہے کہ میں غلام عباس خان ولد غلام قادر خان قوم نیازی پٹھان ضلع میانوالی۔ تحصیل عیسیٰ خیل۔ گاؤں کھگلانوالہ کا رہنے والا ہوں۔ اور اس وقت حیدرآباد میں ملازمت کر رہا ہوں۔ جناب عالی مسئلہ یہ ہے کہ میری ہمشیرہ

مسمات خورشید ہے اس کے خاوند کا نام بھی غلام قادر ہے۔ وہ گاؤں ہی میں رہتے ہیں۔ میری بہن کی لڑکی پیدا ہوئی تھی اس وقت میرا لڑکا بھی وہیں گاؤں میں پیدا ہوا تھا۔ اس وقت میرے لڑکے کو میری ہمشیرہ نے دودھ پلایا تھا۔ جس کی وجہ سے میرا لڑکا اور میری ہمشیرہ آپس میں دودھ شریک بہن بھائی ہو گئے۔ اب میری ہمشیرہ خورشید کے اس لڑکے کے علاوہ اور بھی لڑکیاں ہیں لہٰذا میں اس لڑکی کے علاوہ دوسری جو لڑکیاں ہیں ان میں سے ایک کی اپنے لڑکے سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

براہ کرم شریعت کی رو سے مجھے آگاہ فرمائیں کہ میں اس لڑکے کی شادی کر سکتا ہوں یا نہیں؟ اگر کر سکتا ہوں تو براہ کرم مجھے اس کا سرٹیفکیٹ عنایت فرمائیں۔ غلام عباس خان

۷۸۶ الجواب: بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا وہ اس بچے کی ماں ہوگئی اور اس کی تمام اولاد، اس کے بھائی بہن۔ اس کے دودھ پینے سے پہلے کی ہوں یا بعد کی یا ساتھ کی۔ اور رضاعی بھائی بہن بھی آپس میں ویسے ہی حرام ہیں جیسے نسبی بھائی بہن۔ (عالمگیری درمختار وغیرہ) لہٰذا خورشید کی کسی لڑکی کے ساتھ، اس لڑکے کا نکاح درست نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ یکم صفر ۱۴۰۲ھ

دودھ کم پیا ہو یا زیادہ، حرمت ثابت ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک بچی جس نے اپنی دادی کا دودھ پی لیا ہے۔ اس بچی کی پھوپی اپنے بچے کے ساتھ اس کا رشتہ چاہتی ہے مگر بچی کے والدین کا کہنا ہے کہ بچی نے اپنی دادی کا دودھ پی لیا ہے۔ اس لئے میں بغیر فتویٰ حاصل کئے وعدہ نہیں کر سکتا لہٰذا ازراہ کرم شرع شریف کی رو سے مطلع فرمائیں کہ یہ رشتہ قائم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور یہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اور یہ بھی وضاحت فرمائیں کہ جبکہ پوتی نے اپنی دادی کا دودھ پیا ہے مگر نواسے نے اپنی نانی کا دودھ نہیں پیا ہے کیا اس صورت میں یہ نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟ نیز یہ کہ دودھ پینے کی کوئی مقدار ہے، ایک گھونٹ پیا یا خواہ ایک قطرہ ہی کیوں نہ پیا ہو؟ اس کی بھی وضاحت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

فقط والسلام: محمد صدیق، سرفراز کالونی، مکان نمبر ۳/۹، حیدرآباد سندھ

۷۸۶ الجواب: جس بچی نے اپنی دادی کا دودھ پی لیا وہ دادی اب اس کی ماں ہوگئی اور اس کی اولاد، اس کے بھائی بہن۔ تو پھوپی بھی اس کی رضاعی بہن اور پھوپی کا بیٹا اس کا رضاعی بھانجا ہوا۔ اور جو نسب میں حرام وہ رضاعت میں بھی حرام۔ لہٰذا اب پھوپی کے بیٹے سے اس بچی کا نکاح نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کا بھانجا ہے۔ اگرچہ خود اس نے اپنی نانی یعنی اس بچی کی دادی کا دودھ نہیں پیا ورنہ یہ بھائی ہو جاتا۔ اور رضاعت کا حکم عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہو جاتا ہے۔ تھوڑا پیا ہو یا زیادہ بہرحال حرمت ثابت ہو جائے گی۔ (ہدایہ وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۹ ربیع الآخر ۱۴۰۲ھ

رضاعت کے ثبوت کے لئے گواہی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ:

۱۔مسمات زینب نے مریم کی لڑکی فاطمہ کو دودھ پلایا ہے۔زینب کے لڑکوں کا نکاح خواہ وہ لڑکے موجودہ شوہر کے ہوں یا سابقہ کے،ان کے ساتھ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

۲۔اگر رضاعت کے ثبوت کے لئے کوئی مرد گواہ نہیں بلکہ صرف عورتیں گواہی دیں تو ایسی صورت میں عورتوں کی گواہی معتبر ہے یا نہیں؟ یا دو عورتیں اور صرف ایک مرد گواہ ہے تو ایسی صورت میں گواہی قبول کی جائے گی یا نہیں؟

السائل اللہ دتہ ولد محمد رحیم،ضلع ٹھٹھہ،سندھ، ۱۳ اپریل ۱۹۸۱ء

۷۸۶الجواب: جبکہ فاطمہ نے مسمات زینب کا دودھ پیا ہے تو زینب اس کی ماں ہوئی۔اس کا شوہر،اس دودھ پینے والی بچی یعنی فاطمہ کا باپ ہوا اور مسمات زینب کی تمام اولاد اس کے بھائی بہن۔خواہ اسی شوہر سے ہوں یا دوسرے سے۔فاطمہ کے دودھ پینے سے پہلے کے ہوں یا بعد کے یا ساتھ کے۔اور جب زینب کے تمام بیٹے،فاطمہ کے بھائی ہوئے تو ان کے مابین نکاح نہیں ہوسکتا کہ جو نسب میں حرام وہ رضاع میں حرام۔(عالمگیری درمختار وغیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

۲۔رضاع کے ثبوت کے لئے دو مرد یا ایک مرد دو عورتیں عادل،پابند شرع قابل اعتبار درکار ہیں۔فقط عورتوں کی شہادت سے ثبوت نہ ہوگا۔مگر بہتر ہے کہ عورتوں کے کہنے سے بھی جدائی کرلے۔(جوہرہ نیرہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ جمادی الاخری ۱۴۰۱ھ

رضاعت میں صرف عورتوں کی گواہی

سوال: جناب مفتی صاحب،السلام علیکم

گذارش یہ ہے کہ ہم لوگ ایک ایسی الجھن میں پھنس گئے ہیں۔جس کا الجھن کا علاج قرآن وسنت کی روشنی میں ہی ہوسکتا ہے لہٰذا آپ ان پوری باتوں کو سمجھ کر یہ بتائیں کہ اس مسئلہ کا کیا حل ہے۔

میری منگنی کو تقریباً چار سال کا عرصہ ہو چکا ہے یہ منگنی میری نانی کی اور میری والدہ کی اور دیگر دوست رشتہ داروں کی موجودگی میں بخوبی طے پائی۔کوئی حیل وحجت اور کوئی اعتراض ایسا نہیں کیا گیا جبکہ چار سال ہو چکے ہیں کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا نانی کا انتقال ہو جانے کے چند ماہ بعد میری ممانی نے یہ اعتراض کیا کہ سید اختر حسین نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہے جس سے میری منگنی ہوئی ہے وہ میری خالہ کی لڑکی ہے میری ممانی کے علاوہ کسی فرد کو یہ اعتراض نہیں اور میری نانی نے منگنی کے وقت یا منگنی کے بعد کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور خاندان کا کوئی بھی شخص اس بات کی گواہی دینے کو تیار نہیں سوائے ممانی کے لہٰذا قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بتایا جائے کہ یہ شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ سید اختر حسین

۷۸۶الجواب: رضاعت کے ثبوت کے لئے دو مرد یا ایک مرد،دو عورتیں ضروری ہیں۔تنہا ایک عورت یا کئی عورتوں کا کہنا

معنی نہیں رکھتا۔مگر بہتر یہ ہے کہ عورتوں کے کہنے کو مان کیا جائے (جوہرہ نیرہ) اور یہاں تنہا ممانی ہیں تو ان کا قول اگرچہ معتبر نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ یہ منگنی توڑ دی جائے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ شعبان ۱۴۰۱ھ

شریعت کے خلاف، زبردستی نکاح کا وبال

سوال: مسئلہ یہ ہے کہ: عثمان چوہان اور حسینہ زوجہ عثمان کی موجودگی میں حسینہ کی رضائی بہن نھی سے عثمان چوہان کا نکاح کرادیا گیا، نکاح کرانے میں جو لوگ شریک کار ہیں بلکہ خود نھی کی والدہ برابر کی شریک تھی از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

مفتی صاحب عرض یہ ہے کہ اس کنبہ میں ۱۷ برادری سے بلاک شامل ہیں جن میں ماشاءاللہ حاجی صاحبان بھی ہیں اور اپنے فیصلے شادی بیاہ وغیرہ بھی پنچایت بلاکر خود ہی کر لیتے ہیں اور کسی مستند فتوی سے رجوع نہیں کرتے اور امکانی ناجائز امر کی طرف توجہ دلانے پر بھی شریعت سے رجوع نہیں کرتے۔از روئے شریعت ایسے لوگوں کے لئے کیا فتویٰ ہے؟

السائل حنیف چوہان، ۲ ستمبر ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب: ان لوگوں نے حکم شرعی جاننے کے باوجود اگر یہ نکاح کردیا تو ایسا ہے جیسے اسے بدکاری کے لئے آزاد چھوڑ دیا۔اب ظاہر ہے جتنے اس نکاح میں شریک یا اس سے راضی ہوں گے۔سب سخت گناہ گار ہیں اور زنا کے دلال قرار پائیں گے۔اور اگر اسے حلال جان کر ایسا کیا تو معاملہ اور بھی زیادہ سخت ہے۔خود ان کے نکاح درکنار، ایمان کے لالے پڑ جائیں گے اور ان کی نمازیں، روزے، حج، وغیرہ تمام اعمال اکارت جائیں گے۔واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۵ ذی قعد ۱۴۰۱ھ

اگر دودھ شریک دو بہنوں کو ایک نکاح میں رکھا گیا تو یہ زنا ہوگا

سوال: محترم جناب مفتی محمد خلیل خان صاحب، السلام علیکم

عثمان ولد حاجی اللہ بخش چوہان کا نکاح اس کی بیوی حسینہ کی رضائی بہن نھی بنت غفور مستری سے حسینہ کی موجودگی میں کرایا گیا۔نکاح کی تمام کاروائی جلد بازی سے کرائی گئی یہ تمام کام مسمات چھوٹی بیوہ ستارہ عرف ٹڈیا ولیم نے اپنی بھاوج مسمات سعیدہ زوجہ ظفر کی ملی بھگت سے کرایا۔

پہلے سعیدہ زوجہ ظفر نے نھی کو اپنے ساتھ عدالت عالیہ لے جاکر خود مختاری کا حکم جاری کرایا بعد ازاں چھوٹی نے نھی کو نیاز کھلانے کے بہانے سے اپنے گھر بلایا وہاں عثمان موجود تھا وہیں نھی اور عثمان کی ملاقات ومحبت ووعدہ وغیرہ کرایا گیا اور نکاح فارم پر نھی کا نشان انگوٹھا لیا گیا اور پھر ٹنڈو یوسف میں بغیر ایجاب وقبول اور نھی کی عدم موجودگی میں نکاح کی پوری کاروائی عمل میں لائی گئی۔یہ تمام بات خود عثمان کی زبانی ہیں۔

جناب والا! چھوٹی بیوہ دستارہ مرحوم وسعیدہ زوجہ ظفر اور خود عثمان بھی اس بات کو جانتے ہوئے کہ ایک وقت میں دو بہنوں کو جاہے

دودھ شریک ہوں نکاح میں لانا جائز نہیں۔ مگر پھر بھی یہ لوگ اعلانیہ حقوق زوجیت کے مانند فعل بد کے مرتکب ہورہے ہیں۔
کیا فرماتے ہیں علماء کرام بیچ اس مسئلے میں کہ شریک کار لوگوں پر کونسی سزا وارد ہے؟ درج ذیل افراد شریک ہیں سزا فرمائیں
۱۔ چھوٹی بیوہ ستارہ مرحوم ۲۔ سعیدہ زوجہ ظفر ۳۔ عثمان و ننھی

محمد حنیف چوہان، چوہان ہاؤس کالونی تالاب ۳، آفندی روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: پہلا فرض تو خود عثمان اور مسمات ننھی کا ہے کہ وہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں اور اللہ عزوجل کے غضب سے ڈر کر اپنے ان کبیرہ گناہوں سے توبہ کریں جب یہ دونوں علی الاعلان ایک دوسرے سے جدا ہوجائیں تو دوسروں کی آپ ہی جڑ کٹ جائے گی اور یہ دونوں اس حکم الٰہی پر اپنی گردن رکھیں فبہا، اور اگر یہ نہ مانیں اور دوسروں کے دباؤ کا بہانہ بنائیں اور اپنی اسی حالت پر رہیں تو ایمان والے مرد اور ایمان والی بی بیاں انہیں یک لخت چھوڑ دیں نہ اپنے پاس بیٹھنے دیں اور نہ خود ان کے پاس بیٹھیں یہ ہی سلوک ان لوگوں کے ساتھ ہونا چاہیئے جو اس میں تو آڑے آتے ہیں اور علی الاعلان اس زنا اور حرام کاری پر راضی ہیں کیا انہیں یہ بات گوارہ ہے کہ شرعاً وہ زنا کے دلال کہلائیں۔ قال اللہ تبارک تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۳ فروری ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب صحیح۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ، ۲۴ ذی قعد ۱۴۰۱ھ

دودھ شریک بہنوں کا ایک نکاح میں شریک کرنا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلہ میں کہ: مسمی محمد عثمان ولد اللہ بخش عمر تقریباً تیئس سال نے مسمات حسینہ بیگم سے شادی کی تھی جو محمد عثمان کے تایا کی لڑکی ہے۔ محمد عثمان نے دوسری شادی کی جس کا نام مسمات طاہرہ بیگم ہے۔

مسمات طاہرہ بیگم کی والدہ مسمات آمنہ بیگم زوجہ عبدالغفور نے مسمات حسینہ بیگم کو متواتر ڈیڑھ دو سال دودھ پلایا تھا فعل دودھ پلانے کا مصدقہ ہے۔ اس طور پر مسمات حسینہ بیگم و مسمات طاہرہ بیگم نے ایک ہی عورت کے دودھ سے پرورش پائی۔
کیا ایک ہی مرد سے دونوں کا نکاح جائز ہے۔ اور طاہرہ سے نکاح کے بعد حسینہ کے نکاح پر کیا اثر پڑے گا؟ دونوں عورتیں زندہ ہیں۔ محمد عثمان ولد الٰہی بخش، گرونگر تالاب ۳، حیدرآباد، ۶ جولائی ۱۹۸۱ء

۷۸۶ الجواب: مسمات حسینہ بیگم اور طاہرہ بیگم نے جب کہ ایک ہی عورت کا دودھ پیا ہے۔ تو یہ دونوں آپس میں رضاعی یعنی دودھ شریک بہنیں ہوئیں اور آپس میں سگی بہنوں کی طرح۔ کہ جو نسب میں حرام وہ رضاع میں بھی حرام۔ لہٰذا مسمی محمد عثمان کا مسمات طاہرہ بیگم سے نکاح درست نہیں ہوا۔ البتہ پہلے نکاح پر کوئی اثر نہیں پڑتا بشرطیکہ محمد عثمان نے طاہرہ بیگم کو ہاتھ نہ لگایا ہو۔ ورنہ اسے ہاتھ لگاتے ہی وہ حرام ہوگئی۔ اب جب تک اس دوسری کو چھوڑ کر اس کی عدت نہ گزر جائے زوجہ کو ہاتھ

لگانے کی اجازت نہیں۔ محمد عثمان پر فرض ہے کہ اس دوسری کو چھوڑ دے اور جب اس کی عدت گزر جائے تو اس وقت اس کی زوجہ اس کے لئے حلال ہوگی۔ قال اللہ تعالیٰ واخواتکم من الرضاعۃ۔ (فتویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ

مُردہ عورت، کے دودھ سے بھی رضاعت ثابت ہوتی ہے

سوال: جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

جناب عالی عرض یہ ہے کہ: ہم ایک لڑکی اور لڑکے کا رشتہ کر رہے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ رشتہ جائز ہے یا ناجائز؟ تفصیل یہ ہے

لڑکے کا نام: عظیم الدین ولد تاج الدین لڑکی کا نام: نسرین ولد بندو

اب مسئلہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ: نسرین نے اپنی دادی حمیدن کا دودھ پیا۔ اور عظیم الدین نے بھی انکا دودھ پیا۔ جب کہ وہ نسرین کی سگی دادی تھی۔ اور عظیم الدین کی دادی کی بہن۔ اب آپ برائے مہربانی یہ سمجھائیں کہ یہ رشتہ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ دودھ پلانے والی دادی کے سب بچے جوان تھے اور اب انکا انتقال ہو چکا ہے۔

سائل تاج الدین، لطیف آباد ۲ کواٹر ۷۰۷، ۱۸ اگست ۱۹۸۰ء

۷۸۶ **الجواب:** نسرین اور عظیم الدین نے جب کہ حمیدن کا دودھ پیا تو یہ دونوں آپس میں بہن بھائی ہوئے اگرچہ دونوں کے دودھ پینے میں کتنا ہی وقفہ کیوں نہ ہو۔ رہا یہ کہ حمیدن کے اس وقت تمام بچے جوان تھے تو یہ کوئی مسئلہ نہیں۔ بڑھیا عورت کا دودھ پینے بلکہ مردہ عورت کا دودھ پینے سے بھی رضاعت ثابت ہو جاتی ہے۔ (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ شوال ۱۴۰۰ھ

دودھ کم پیا ہو یا زیادہ رضاعت ثابت ہوگئی

سوال: مکرمی جناب مفتی صاحب، السلام علیکم

مندرجہ ذیل مسئلہ پر آپ کی رائے درکار ہے۔ مرحمت فرمائیں

واقعات:۔ ۲۱ سال قبل کا واقعہ ہے کہ میرے لڑکے معین الدین کی بیوی حمیدہ کے سینے میں چوٹ لگ جانے کی وجہ سے پستان میں درد تھا۔ اس کی گود میں ۳ ماہ کی بچی شہناز تھی جو کہ دودھ نہیں پی رہی تھی۔ اس روز میرے گھر میں شادی کی تقریب تھی اور سب لوگ مصروف تھے۔ میری بہن کی لڑکی خاتون (میری بھانجی) بھی شادی میں شرکت کی غرض سے آئی تھی۔ اس کی گود میں بھی ایک لڑکا عبدالحفیظ ایک سال کی عمر کا تھا۔ جب حمیدہ کے سینے میں بچی کے دودھ نہ پینے کی وجہ سے تکلیف زیادہ بڑھ گئی تو حمیدہ کو عورتوں نے مشورہ دیا کہ عبدالحفیظ کو دودھ پلا دو۔ اس پر کچھ عورتوں نے اعتراض کیا۔ عبدالحفیظ کی والدہ خاتون عبدالحفیظ کو حمیدہ کی گود میں دے کر شادی کے کاموں میں مصروف ہوگئی۔ اور دوسرے لوگ بھی کاموں میں

مصروف ہو گئے۔اور بات آئی گئی ہو گئی لیکن اس کے بعد جب بھی عورتیں کسی تقریب میں جمع ہوتیں۔حفیظ وہاں ہوتا۔تو یہ چرچا ہوتا کہ عبدالحفیظ نے حمیدہ کا دودھ پیا ہے۔یہ سلسلہ چلتا رہا اور ہم لوگ یہ بات بھول گئے۔

اب بچے جوان ہو گئے۔ایک ڈیڑھ سال سے عبدالحفیظ میرے لڑکے معین الدین کے گھر رہنے لگا۔بچوں کے لئے رشتوں کی تلاش شروع ہوئی۔۸ ماہ قبل معین الدین (شہناز کے والد) کی والدہ نے اپنے بڑے لڑکے امیر الدین کے سامنے مشورہ دیا کہ شہناز کی شادی عبدالحفیظ کے ساتھ طے کر دی جائے تو بہتر ہے۔اس پر معین الدین نے اپنی والدہ کو جواب دیا تھا کہ (تم بھی کیسی باتیں کرتی ہو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عبدالحفیظ نے تمہاری بہو (حمیدہ) کا دودھ پیا ہے۔یہ شادی کیسے ہو سکتی ہے)۔اس طرح یاد دہانی سے ۲۱ سال قبل کے واقعات یاد آئے۔معین الدین نے مختلف عرصے میں اپنی بہنوں کے سامنے بھی یہی الفاظ دہرائے۔اور بات پھر دب گئی۔

اب تین ماہ بعد یہ بات سامنے آئی کہ شہناز اور عبدالحفیظ کی شادی کی جارہی ہے۔اور خاندان کی منظوری کے لئے جب یہ بات سامنے آئی اور میرے گھر میں سب جمع ہوئے تو میرے دوسرے بچوں نے اعتراض کیا کہ یہ شادی کیسے ہو سکتی ہے جب کہ معین الدین (شہناز کے والد) خود کہہ چکے ہیں کہ عبدالحفیظ نے تو حمیدہ کا دودھ پیا ہے۔اس پر حمیدہ نے کہا کہ (یہ بات غلط ہے میں نے عبدالحفیظ کو دودھ نہیں پلایا تھا۔میں نے تو عبدالحفیظ کو گود میں ہی نہیں لیا)۔اپنے شوہر معین الدین کے بارے میں کہا کہ (انہوں نے بلکل غلط بات کہی ہے۔ان کو کیا معلوم۔مزید یہ کہ میں (حمیدہ) حلف اٹھانے کو تیار ہوں کہ میں نے عبدالحفیظ کو دودھ نہیں پلایا تھا۔اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے۔

اس روز میری بڑی لڑکی آمنہ خاتون جو کہ حیدرآباد سے باہر رہتی ہے۔موجود نہیں تھیں۔دوسرے روز وہ بھی آ گئیں اور آمنہ خاتون کے کہنے پر سب کو دوبارہ جمع کیا گیا۔اور معین الدین اور حمیدہ بیگم کو بلایا گیا۔اس سے قبل عبدالحفیظ کی والدہ آ چکی تھیں اس سے سب نے کہا کہ (یہ شادی تم کیسے کر رہی ہو۔کیا تم کو معلوم نہیں کہ عبدالحفیظ نے حمیدہ کا دودھ پیا ہے)۔اس پر حفیظ کی والدہ نے کہا کہ (حمیدہ تو کہہ رہی ہے کہ اس نے دودھ نہیں پلایا ہے) اس پر اس سے کہا گیا کہ (حمیدہ تو یہ بھی کہہ رہی ہے کہ اس نے تو عبدالحفیظ کو گود میں نہیں لیا) اس پر عبدالحفیظ کی والدہ نے کہا کہ (یہ غلط ہے میں نے گود میں تو دیا تھا پھر کام میں لگ گئی تھی) جب زیادہ بات بڑھی تو حفیظ کی والدہ جھگڑنے لگی اور کہا کہ (جب حمیدہ شادی پر رضامند ہے تو تم لوگوں کو کیوں اعتراض ہے۔تمام عذاب ثواب اس کی گردن پر ہوگا۔تم لوگ شادی نہیں ہونے دینا چاہتے)۔

اس دوران حمیدہ اور معین الدین بھی آ گئے۔ان سے سلسلہ گفتگو شروع کیا ہی تھا کہ حمیدہ نے غیر متعلق باتوں پر طیش میں آ کر جھگڑنا شروع کر دیا اور جھگڑ کر مجلس سے اٹھ کر چلی گئی۔کسی کو متعلقہ بات کرنے کا موقع نہیں دیا۔

حمیدہ کے جانے کے بعد آمنہ خاتون نے ۲۱ سال قبل کے واقعات بتائے کہ جب حمیدہ کے سینے میں درد ہوا تھا تو یہ ذکر ہوا تھا کہ شہناز دودھ نہیں پی رہی ہے۔اور حمیدہ کے سینے میں سخت درد ہو رہا ہے۔کسی نے مشورہ دیا کہ کسی دوسرے بچے کو دودھ پلا دو تا کہ سینہ ہلکا ہو جائے۔اس روز شادی کی تقریب میں سب جمع تھے وہاں عبدالحفیظ کی والدہ بھی موجود تھی۔جس

کی گود میں عبدالحفیظ دودھ پیتا بچہ تھا۔ مشورہ یہ دیا گیا کہ عبدالحفیظ کو دودھ پلا دو۔ عبدالحفیظ کی والدہ سے کہا گیا۔ اس پر عبدالحفیظ کی والدہ نے عبدالحفیظ کو حمیدہ کی گود میں دے دیا۔ اور خود شادی کے کاموں میں مصروف ہو گئی تھی۔ اس وقت آمنہ خاتون حمیدہ کے پاس موجود تھیں۔ آمنہ خاتون کے کہنے کا مطابق آمنہ خاتون نے خود عبدالحفیظ کو حمیدہ کے دودھ سے لگایا تھا۔ اس پر حمیدہ نے کہا تھا کہ اس کے سینے میں تکلیف زیادہ ہو رہی ہے۔ اور عبدالحفیظ کو دودھ سے ہٹا دیا۔ اس پر آمنہ خاتون نے دوبارہ عبدالحفیظ کو دوبارہ حمیدہ کے دودھ سے لگا دیا تھا۔ دوبارہ بھی حمیدہ نے یہی کہا کہ اس کے سینے میں تکلیف زیادہ ہو رہی ہے اور عبدالحفیظ کو دودھ ہٹا دیا تھا۔ اس پر آمنہ خاتون نے پھر عبدالحفیظ کو حمیدہ کے دودھ سے لگا دیا اور کہا کہ دودھ پلاؤ گی تو درد تو ہوگا ہی اور سینے کا درد جب ہی کم ہوگا جب دودھ پئے گا۔ جب دودھ کھینچے گا تو درد تو ہوگا۔ کچھ دیر کے بعد دودھ نکالنے کے آلے سے بھی دودھ نکالا گیا تھا۔ آمنہ خاتون کا کہنا ہے کہ اس نے خود عبدالحفیظ کو حمیدہ کے دودھ لگایا تھا اور پہلے کہے گئے واقعات ہوئے تھے۔ لیکن یہ نہیں کہہ سکتی کہ عبدالحفیظ نے دودھ کھینچا تھا یا دودھ پیا تھا یا نہیں۔ بہرحال بچے کو دودھ سے لگایا ضرور گیا تھا۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ اوپر دیئے گئے واقعات کی روشنی میں آپ مشورہ یا فتویٰ دیں کہ

۱۔ شہناز اور عبدالحفیظ کی شادی ہو سکتی ہے یا نہیں؟

۲۔ اگر ہم اس شادی میں شریک ہوں تو اس کا گناہ ہم پر ہوگا یا نہیں؟

۳۔ یہ شادی اگر ناجائز ہے تو اس کو کس طرح روکا جا سکتا ہے؟

حاجی بشیر الدین، لالوانی گلی، شاہی بازار حیدرآباد، مورخہ ۱۱/اپریل ۱۹۷۹ء

۷۸۲ الجواب: رضاع یعنی دودھ کا رشتہ، عورت کا دودھ پینے سے ثابت ہو جاتا ہے۔ دودھ خواہ تھوڑا پیا یا زیادہ بہرحال حرمت ثابت ہو گئی۔ بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا اس کی ماں ہو جائے گی اور اس کی اولاد اس کے بھائی بہن۔ اور نکاح جس طرح حقیقی بھائی بہن سے حرام ہے یوں ہیں دودھ شریک بھائی بہن میں بھی حرام و ناجائز ہے کہ جو نسب میں حرام وہ رضاع میں بھی حرام (عالمگیری ردالمحتار وغیرہ) حیرت ہے کہ تقریباً اکیس سال سے اپنوں پرایوں میں یہ بات مشہور ہے کہ شہناز کی والدہ حمیدہ نے عبدالحفیظ کو دودھ پلایا ہے۔ شہناز کے باپ کا بھی یہی کہنا ہے اور وہ اس پر قائم ہے کہ عبدالحفیظ نے حمیدہ (یعنی شہناز کی والدہ) کا دودھ پیا ہے تو اب تک حمیدہ کیوں خاموش رہی۔ ایسی اہم بات پر خاموشی بتاتی ہے کہ واقعتاً حفیظ کو اس نے دودھ پلایا اور اب وہ انکار صرف اس بنیاد پر کرتی ہے کہ یہ رشتہ دونوں میں ہو جائے خواہ حرام ہو یا حلال۔ اور دلیل اس پر (عبدالحفیظ کی والدہ) کا قول ہے کہ جب حمیدہ شادی پر رضامند ہے تو تم لوگوں کو کیوں اعتراض ہے۔ کیا حرام رشتہ پر طرفین راضی ہو جائیں تو وہ حلال ہو جائے گا۔ بہرحال یہ معاملہ عمر بھر کے حلال و حرام اور اس نکاح سے ہونے والی اولاد کے حلالی حرامی ہونے کا ہے۔ حمیدہ پر فرض ہے کہ جو بات واقعی ہو ظاہر کر دے ورنہ اللہ عزوجل، ظاہر و باطن سے خوب واقف ہے اور اس کا عذاب سخت جان ہوگا، حمیدہ سے پوچھا جائے کہ جب عبدالحفیظ کو اس کی گود میں، اور اس کا پستان اس کے منہ میں دیا گیا تو کیا کسی بار بھی اس نے ذرا سا بھی دودھ نہ پیا۔ اس کے بیان پر چاہیں تو دوبارہ فتویٰ حاصل کریں ورنہ یہی فتویٰ کافی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۹ھ

حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے بارے میں کہ: ایک لڑکے نے اپنی خالہ کا دودھ سوتے میں پی لیا اور خالہ کو اس کا علم بھی ہے کہ بچے نے دودھ پیا ہے۔ اس بچہ کا انتقال ہو گیا۔ تو اب اس لڑکے کے بھائی کا نکاح اس لڑکی سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جو اس وقت مرنے والے لڑکے کے ساتھ اپنی ماں کا دودھ پیتی تھی۔ حکم شرع سے آگاہ کریں۔ **بینوا توجروا**

فقط السائل

۷۸۶ الجواب: بچہ نے جس عورت کا دودھ پیا ہے وہ اس بچہ کی ماں ہو جائے گی اور اس بچے کی تمام اولاد اس بچے کے بھائی بہن۔ خواہ اس کے دودھ پینے سے پہلی کی ہوں یا بعد کی یا اس کے ساتھ کی۔ (عالمگیری وغیرہ) تو مرنے والا لڑکا اگر زندہ رہتا تو اس کا نکاح اس دودھ پلانے والی کی لڑکی سے بے شک صحیح و جائز نہ ہوتا کہ وہ اس کی رضاعی بہن ہوتی اور جو نسب میں حرام وہ رضاعت میں حرام۔ (درمختار وغیرہ) اور صورت مسئولہ میں جس لڑکے کے ساتھ، دودھ پلانے والی کی لڑکی کا نکاح مطلوب ہے وہ دونوں آپس میں ایسا کوئی رشتہ نہیں رکھتے جس سے نکاح صحیح و جائز نہ ہو۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہی کیا جائے گا کہ یہ لڑکا، اپنے حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح کر رہا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے (درمختار وغیرہ) لہٰذا نکاح مذکور بے شک جائز و نافذ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۹ھ

اگر حرمت کی کوئی وجہ نہ ہو تو نکاح ہو سکتا ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع اس مسئلہ میں کہ: زید کے ماموں کی لڑکی نے زید کی ماں کا دودھ پیا۔ اس کے بعد زید کے ماموں نے دوسری عورت سے شادی کی۔ اس دوسری عورت سے جو لڑکی ہوئی اس کا نکاح زید سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ سائل یار محمد، اسلام آباد، حیدر آباد (سندھ)

۷۸۶ الجواب: نکاح مذکورہ بے شک جائز ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ واحل لکم ماوراء ذلکم۔** محرمات کے ذکر کے بعد قرآن کریم کا ارشاد کہ "ان کے علاوہ دوسری عورتیں جائز ہیں" اس کے جواز کی دلیل ہے۔ رضاعت کا رشتہ صرف زید اور اس کی ممانی کی اس لڑکی کے درمیان ہے جس نے دودھ پیا۔ دوسری ممانی کی لڑکی اس کے لئے اجنبی ہے اس سے نکاح میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ کوئی اور وجہ حرمت کی نہ پائی جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ صفر ۱۳۹۹ھ

رضاعت میں اگر چہ کئی برس کا فاصلہ ہو حرمت ثابت ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ: مسمی اکرم نے زرینہ جان کا دودھ پیا۔ اور اکرم نے اپنی بیٹی زین العرب کا نکاح زرینہ جان کے لڑکے احمد حسین کے ساتھ کر دیا۔ اب دونوں کے تین چار بچے پیدا ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ مسمات زین العرب کا نکاح احمد حسین سے جائز نہیں ہے۔ لیکن کچھ کا کہنا ہے کہ چونکہ اکرم نے حسین کے ساتھ دودھ نہیں پیا بلکہ احمد حسین کی پیدائش، اکرم کے زرینہ جان کا دودھ پینے کے، بعد ہوئی ہے۔

لہٰذا مہربانی فرما کر قرآن وحدیث کی رو سے بحوالہ کتب عنایت فرمائیں کہ ان دونوں کا نکاح آپس میں جائز ہے یا نہیں؟ اور ناجائز ہونے کی صورت میں ان کی اولاد کے متعلق شریعت محمدی ﷺ کا کیا ارشاد ہے۔ اور آیا آئندہ وہ دونوں میاں اور بیوی کی حیثیت سے ایک ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں یا نہیں؟ مہربانی فرما کر وضاحت کے ساتھ جواب عنایت کریں۔

محمد اشرف خان، لطیف آباد ۱۲، حیدر آباد سندھ، ۱ فروری ۱۹۷۹ء

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں مسمی اکرم اور احمد حسین آپس میں رضاعی بھائی ہوئے اگر چہ دونوں نے ایک وقت میں دودھ نہ پیا ہو بلکہ دونوں میں برسوں کا فاصلہ ہو تو مسمات زین العرب، احمد حسین کی بھتیجی ہوئی اور احمد حسین اس کا چچا۔ اور چچا بھتیجی میں نسبا رشتہ حرام تو رضاعت کی صورت میں بھی یہ رشتہ ناجائز، کہ جو نسب میں حرام وہ رضاع میں بھی حرام۔

(عالمگیری درمختار وغیرہ)

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱ فروری ۱۹۷۹ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

باب المصاہرت

بیٹے کی بیوی سے نکاح حرام ہے

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ کے متعلق کہ: ایک شخص نے اپنے بیٹے کی بیوی سے فعل زنا کیا۔عورت بھی اقرار کرتی ہے کہ میرے سسر نے مجھ سے زنا کیا ہے۔سسر بھی اقرار کرتا ہے کہ میں نے اپنی بہو سے زنا کیا ہے۔عورت کا جو شوہر تھا اس نے اس فعل کے بعد عورت کو تین طلاقیں دے دیں۔اب مسئلہ یہ معلوم کرنا ہے کہ سسر جس نے فعل زنا کیا۔اب کیا وہ اپنی بہو سے نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟ سائل۔عبدالرحیم،امام اکبری مسجد کالی روڈ،حیدرآباد

۷۸٦ الجواب ھوالموفق للصواب: جس عورت کے ساتھ بیٹے کا نکاح ہوا اور صحبت ہوئی۔وہ عورت اس شخص یعنی لڑکے کے باپ کے لئے بیٹی کی جگہ ہے۔بیٹا مرجائے خواہ طلاق دے دے اسکی زوجہ سے نکاح ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے۔قال اللہ تعالیٰ وحلائل ابنائکم (القرآن)۔واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید　　۱۷ مارچ ۱۹۸۵ء

۷۸٦ الجواب صحیح۔واللہ تعالیٰ اعلم۔ العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ

اگر ہاتھ لگاتے وقت شہوت تھی تو حرمت ثابت ہوگئی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین بیچ اس مسئلے میں کہ: میری ساس اور میری بیوی دونوں صحن میں پلنگ پر سورہی تھیں۔میں غلطی سے جماع کرنے کی نیت سے اپنی بیوی کی جگہ ساس کو کمرے میں لے گیا اور انہوں نے اس عرصے میں مجھے کسی بھی طرح سے منع نہیں کیا۔جب کمرے میں جا کر لائٹ جلائی تو پتہ چلا کہ یہ میری بیوی نہیں میری ساس ہے۔اس کے بعد میری ساس واپس چلی گئی۔آپ سے عرض ہے کہ اس سلسلے میں شرعی صورتحال واضح کریں کہ آیا میری بیوی میرے لئے ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی یا نہیں۔کیا اب بھی حلال ہے یا نہیں؟ کیونکہ اس سلسلے میں لوگ مختلف باتیں بتاتے ہیں۔

مرزا افضل بیگ ولد مرزا مصطفیٰ بیگ، F یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد،حیدرآباد، ۲۰ ستمبر ۱۹۸۵ء

۷۸٦ الجواب ھوالموفق للصواب: اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بہ نظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوجاتی ہے اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی معانوظ (یعنی عضو تناسل کا قائم ہونا) پیدا ہوا یا پہلے سے

نغوظ تھا تو ایسی حالت میں زائد ہو جائے۔ ورنہ اگر جس وقت مس کیا گیا نغوظ نہ تھا جب مس ختم ہو چکا تھا اس کے بعد پیدا ہوا نغوظ پہلے سے تھا اور مس کرنے میں کچھ زیادہ نہ ہوا بدستور رہا تو حرمت نہ ہوگی۔ (درمختار، ردالمحتار) اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ مس برہنہ جسم پر ہو رہا ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ کو پہنچنے سے مانع نہ ہو۔ اگر کپڑا اتنا موٹا تھا کہ جسم زن کی گرمی ہاتھ کو محسوس نہ ہونے دے تو حرمت نہیں اگرچہ مس بہ ہزار شہوت ہو (درمختار، فتاوی رضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۲۴ ستمبر ۱۹۸۴ء

ساس سے معاذ اللہ زنا کیا تو بیوی ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ: خاوند نے اپنی ساس کے ساتھ زنا کیا۔ اور اپنی بیوی سے شوہر نے اپنی لڑکی کی قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا۔ ایسی صورت میں میاں، بیوی کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں کیا حکم ہے؟

محمد اظہر الدین، مکان F / 34.414، کانگریس گلی فوجداری روڈ، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب ھو الموفق للصواب: جب کسی شخص نے منکوحہ کی ماں کے ساتھ معاذ اللہ زنا کیا تو اس کی بیوی اس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ اب اس شخص پر واجب ہے کہ اسے چھوڑ دے یعنی زبان سے کہدے کہ میں نے اسے چھوڑ دیا۔ پھر عورت عدت کرے بعد عدت سوائے اس شخص کے جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ مہر بہر حال لازم ہوگا۔ (فتاوی رضویہ)۔ واللہ تعالیٰ اعلم احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۱۳ اکتوبر ۱۹۸۴ء

شہوت سے ساس کو ہاتھ لگانے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے

سوال: عالی جناب مفتی خلیل خان صاحب، دار العلوم احسن البرکات، حیدرآباد

جناب عالی گزارش حسب ذیل ہے۔

۱۔ یہ کہ میری شادی مورخہ ۱۸ ستمبر ۱۹۸۱ء کو مسمی رسول بخش ولد دین محمد ساکن منورآباد یونٹ نمبر ۵ لطیف آباد سے ہوئی تھی۔

۲۔ مسمی رسول بخش میری شادی کے بعد سے میرے والد کے گھر پر ہی رہا۔ کوئی کمائی نہیں کرتا تھا کھانے پینے کا کل خرچ میرے والد ہی برداشت کرتے تھے۔

۳۔ میری شادی کے پانچ ماہ بعد رسول بخش نے میری والدہ پر رات کو بدنیتی سے حملہ کیا۔ میری والدہ گھر کے کمرے میں اکیلی سو رہی تھیں کہ رسول بخش آدھی رات کو بدنیتی سے میری والدہ کے پلنگ پر پہنچا اور دست درازی شروع کر دی لیکن وہ قابو نہ پا سکا۔ اور جب رسول بخش نے میری والدہ سے معافی مانگی تو گھر والوں نے بدنامی کی وجہ سے رسول بخش کی اس ناپاک حرکت کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

۴۔ میری گود میں اس وقت ایک سال دس ماہ کا بچہ ہے۔ لیکن رسول بخش کا کہنا ہے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے۔ دوسرے رسول بخش دو سال سے غائب ہے۔ میں اس وقت سخت پریشان ہوں۔ اس لئے جناب سے درخواست ہے کہ شریعت کی رو سے میرے

حق میں فیصلہ فرمایا جائے کہ میں ایسی صورت میں رسول بخش کی بیوی رہی جبکہ رسول بخش نے رات کو میری والدہ پر حملہ کیا۔

شہناز بنت محمد زماں، مجاہد کالونی یونٹ نمبر ۱۱ لطیف آباد

۷۸۶ **الجواب** ہوالموفق للصواب: اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے۔ اس قدر ضرور ہے کہ چھوتے وقت اسے انتشار آلہ ہو جائے، اور اگر پہلے سے انتشار موجود تھا یعنی آلہ قائم تھا تو اب زیادہ ہو جائے مگر اب انزال نہ ہو۔ اور انزال ہو گیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی۔ پھر جس حالت میں عورت کے حرام ہونے کا حکم ہے اس کا بھی یہ حاصل ہرگز نہیں کہ نکاح بالفعل ٹوٹ گیا۔ نہیں بلکہ اس وقت حکم صرف اس قدر ہوگا کہ اس کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی۔ مرد پر فرض ہے کہ اسے چھوڑ دے۔ اگر نہ چھوڑے گا تو سخت گناہگار ہوگا۔ اور عورت کے حق میں بھی گرفتار۔ مگر جب تک شوہر اسے نہ چھوڑے گا، نکاح بے شک باقی ہے۔ اور عورت کا نکاح کسی دوسرے مرد سے ہرگز جائز نہیں۔ في الدر المختار بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة۔ وفي ردالمحتار اي وان مضى عليها سنون كما في البزازية۔ حاصل کلام یہ کہ عورت بحالت موجودہ کسی اور سے نکاح نہیں کر سکتی اگرچہ شوہر برسوں اسطرح رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

بہو سے زنا کیا تو وہ اپنے شوہر پر حرام ہوگئی

سوال: ایک شخص نے اپنے لڑکے کی بیوی کے ساتھ زبردستی یعنی چاقو دکھا کر مسلسل پانچ دن تک برا فعل کیا اور ساتھ یہ دھمکی دی کہ اگر اس نے بات کا چرچا کیا تو اسے ختم کر دیا جائے گا۔ اب یہ عورت اس کے لڑکے پر حلال ہے یا نہیں؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں فتویٰ عنایت فرمائیں اب لڑکا اس عورت کا کیا کرے۔ العارض، طالب جواب، سرداراں نجور، والدہ لڑکی

۷۸۶ **الجواب:** اس فعل سے عورت اپنے شوہر پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی مگر نکاح زائل نہیں ہوتا نہ عورت دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے جب تک شوہر متارکہ نہ کر دے مثلاً کہے میں نے تجھے چھوڑا اور عدت گزرے اس کے بعد وہ نکاح اس کے علاوہ دوسرے مرد سے کر سکتی ہے۔ درمختار میں ہے کہ بحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج بآخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة (فتاویٰ رضویہ) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۲ رجب المرجب ۱۴۰۴ھ

سالی سے معاذ اللہ برائی کی تو بیوی حرام نہ ہوئی

سوال: بخدمت جناب مولانا مفتی صاحب، السلام علیکم

جناب عالی گزارش عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوال کا جواب شرع محمدی کے مطابق دیکر مشکور فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

سوال یہ ہے کہ زید اپنی بیوی کی حقیقی ہمشیرہ (یعنی اپنی سالی) کو اس کے والدین کے گھر سے بدنیتی کی بنیاد پر بھگا کر لے گیا۔ طے زید اور زید کی سالی میں، یہ ہوا کہ، یہاں سے بھاگ کر کسی دوسرے شہر میں جا کر نکاح کر لیں گے۔ لیکن یہ دونوں تین (۳) گھنٹے بعد ہی پکڑے گئے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ لوگ ابھی تک کسی باقاعدہ جرم کے مرتکب نہیں ہوئے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ ان دونوں کی نیت مجرمانہ ضرور تھی۔ مندرجہ بالا حالات میں دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ کیا زید کی ہندہ بیوی پر ان حالات میں طلاق وارد، شرعی طور پر ہوگئی یا کہ نہیں؟ یا ان پر شرعی حکم وارد ہوتا ہے۔ جواب شرع محمدی سے مستفیض فرمائیں۔ فقط والسلام شیخ صوفی خورشید احمد، امانی شاہ کالونی یونٹ ۱۲ لطیف آباد، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: سالی اگرچہ خاص نسبتی حقیقی ہو اس سے معاذ اللہ، زنا کا صدور بھی ہو جائے تو عورت کو اصلاً حرام نہیں کرتا فی الدر المختار فی الخلاصۃ وطی اخت امراتہ لا تحرم علیہ امراتہ۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ لہٰذا وہ بدستور زن، و شوہر کی طرح ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۷ شعبان ۱۴۰۱ھ

جس سے معاذ اللہ زنا کیا اس کی بیٹی سے شادی حرام ہے

سوال: محترم جناب مفتی صاحب، السلام علیکم، عرض یہ ہے کہ مجھے مندرجہ ذیل مسئلے پر فتویٰ جاری فرمادیں۔

مسئلہ: کچھ عرصے پہلے میرے ایک دوست جو کہ کویت میں مقیم ہیں رخصت پر آئے تھے۔ انہوں نے مجھے بڑی پریشان حالی میں اپنا دکھ یوں بیان کیا اور عرض یہ کی کہ اس مسئلہ پر فتویٰ لے کر ان کو ارسال کر دوں۔ وہ کہتے ہیں کہ مسئلہ یہ ہے کہ جہاں ان کی شادی کے لئے بات چیت پکی کی گئی تھی۔ اس لڑکی کی ماں کے ساتھ ان کے تعلقات قائم ہو گئے۔ اور اس کے بعد بھی لڑکی کی ماں اپنی بیٹی کی شادی اسی شخص کے ساتھ کرانا چاہتی ہے۔ کیا اس واقعہ کے بعد مذکورہ عورت کی لڑکی کی شادی اس شخص کے ساتھ جائز ہے یا نہیں؟

یہ دوست صحیح طریقہ پر یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ چار مسلکوں میں سے کس کا مقلد ہے اگر وہ اس مسئلہ میں چاروں برحق فقہوں میں سے کسی بھی مسلک میں صورت حال بہتر ہو سکتی ہو تو از راہ کرم مطلع فرمائیں۔

ظفر الحق، مکان نمبر ۳/۱۷ یونٹ ۱۱ لطیف آباد، حیدرآباد، ۱۸ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

۷۸۶ الجواب: صورت مسئولہ میں مرد نے جس عورت سے زنا کیا ہے اس پر اس کی بیٹی حلال و جائز نہیں۔ حرام و ناجائز ہے۔ اس کی دلیل جلیل مولیٰ عزوجل کا یہ قول ہے کہ وربائبکم التی فی حجورکم من نسائکم اللاتی دخلتم بھن الخ، یعنی تم پر حرام کی گئیں تمہاری گود کی پالیاں ان عورتوں کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی۔ اس آیت کریمہ میں اپنی زن مدخولہ (جس سے قربت کی، بیٹی حرام فرمائی گئی اور یہ بات قطعاً اس عورت پر بھی صادق جس سے زنا کیا گیا کہ وہ ایک عورت ہے جس کے ساتھ اس نے صحبت کی لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی اس پر حرام ہوگئی۔ آیت کریمہ کا یہ حاصل ہے کہ جس

عورت سے تم نے کسی طرح صحبت کی اگر چہ بلا نکاح، اگر چہ بروجہ حرام، اس کی بیٹی تم پر حرام ہوگئی۔ یہ ہی ہمارے ائمہ کرام کا مذہب اور اکابر صحابہ کرام اور جمہور ائمہ تابعین کا مذہب ہے۔ اور یہی قول ہے اکابر مجتہدین کا۔ اس کی تائید میں ہے وہ حدیث کہ عبدالرزاق نے اپنے مصنف میں، حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کی کہ (جو کسی عورت اور اس کی دختر، دونوں کی شرمگاہ دیکھے، اللہ تعالیٰ روز قیامت اس پر نظر نہ کرے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی شرمگاہ دیکھے وہ ملعون ہے) اور جب احادیث کریمہ کی رو سے یہ ناجائز اور باعث لعنت ہے کسی امام مجتہد کا مذہب نہیں۔ تو یہ نکاح کسی طرح حلال و جائز نہ ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۰ صفر المظفر ۱۴۰۱ھ

زنا کی وجہ سے حاملہ ہو جانے والی لڑکی کی شادی

سوال: بخدمت جناب مفتی صاحب، السلام علیکم بعد سلام عرض یہ ہے کہ

ایک شخص جس کا نام محمد صدیق ہے، اس نے اپنے بھائی جس کا نام بندو ہے، کی شادی کی۔ شادی کرانے سے پہلے اسے یہ علم تھا کہ لڑکی کے حمل ہے چند لوگوں نے اسے بتایا جس میں ایک واحد شخص ہے۔ جس نے بتایا ہے کہ لڑکی حمل سے ہے۔ آپ کسی سمجھدار کے پاس جا کر معلوم کریں۔ بحر حال اس شخص صدیق نے کہا ہے کہ سب بکواس ہے میں نے تمام معلومات کی ہیں۔ اس نے ساری باتوں کو جانتے ہوئے اپنے بھائی کی شادی کی۔ شادی کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ ڈھائی یا تین مہینے کے بعد لڑکی کے لڑکا پیدا ہوا۔ اب صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں خدا اور اس کے قانون کے مطابق کیا وہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اس بات کا ہمیں علم نہیں ہے کہ لڑکا ہونے پر اس کا نکاح ہوا یا نہیں؟ لیکن لڑکی ابھی تک اپنے خاوند کے پاس ہے اب آپ یہ بتائیں کہ یہ نکاح درست ہے یا نہیں؟

آپ سے التماس ہے کہ آپ قرآن کی روشنی میں یہ فیصلہ کریں کہ یہ جائز ہے کہ نہیں؟ جو فیصلہ آپ کا ہوگا وہ ہمیں منظور ہوگا۔ سائل: اللہ دین شاہ، پنجرہ پول ۲، حیدر آباد، ۱۲ اکتوبر ۱۹۸۴ء

۷۸۶ **الجواب** ھو الموفق للصواب: حمل اگر حلال کا ہے یعنی وہ شرعاً جس میں نسب ثابت ہو تو وضع حمل سے پہلے اس کا نکاح کسی غیر سے نہیں ہو سکتا۔ قال اللہ تعالیٰ اجلھن ان یضعن حملھن۔ اور اگر زنا کا حمل ہے تو زانی و غیر زانی جس سے چاہے بے وضع حمل نکاح کر سکتی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی ہی سے نکاح کر لیا جس کا حمل ہے تو اس سے صحبت کرنی بھی جائز ہے۔ اور غیر سے نکاح ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو وہ ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ درمختار میں ہے صح نکاح حبلی من زنا اور اسی میں ہے ولو نکحھا الزانی حل لہ وطئوھا اتفاقاً ملخصا (درمختار، فتاویٰ رضویہ) لہٰذا صورت مسئولہ عنہا میں بندو کا نکاح صحیح ہوا اگر وہ حمل زنا کا تھا۔ اور صدیق کے نکاح پر بھی کوئی اثر نہ ہوا۔ اب وہ عورت بدستور اس کی بیوی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

احمد میاں برکاتی غفرلہ الحمید ۶ ستمبر ۱۹۸۴ء

اگر زنا کا حمل ہو تو نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک عورت بد چلن زندگی گزارتی تھی اور اس کی بد چلنی کی وجہ سے اس کے بچے بھی پیدا ہوئے تھے جو کہ اس کے پاس ہیں۔ اب وہ عورت تائب ہو چکی ہے اور اب پچھلی زندگی بھلا کر شریفانہ زندگی گزارنے کا عہد کرتی ہے۔ اور اس عہد نامے کا اشامپ لکھا دیتی ہے۔ اور ایک شخص کے ساتھ نکاح کر لیتی ہے لیکن دوران نکاح اس کے پیٹ میں ناجائز حمل ہوتا ہے کہ جس کو سب لوگوں سے اور اپنے ہونے والے خاوند سے بھی چھپاتی ہے۔ آخر وہ ناجائز حمل کا بچہ پیدا ہوتا ہے اور سب لوگ کہتے ہیں کہ حمل کی حالت میں جو نکاح پڑھایا گیا ہو وہ نکاح نہیں ہوتا۔ برائے مہربانی جواب سے سرفراز فرمائیں کہ وہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اور بچہ پیدا ہونے کے بعد وہ نکاح ٹوٹ گیا یا باقی ہے؟ چراغ دین، لطیف آباد نمبر D / 7

۷۸۶ الجواب: اگر حمل زنا کا ہے تو عورت اسی مرد سے جس کے زنا سے یہ حمل قرار پایا، خواہ کسی اور دوسرے مرد سے، جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ یہ نکاح جائز ونافذ وصحیح ہوگا کہ زنا کے پانی کی شرع میں حرمت وعزت نہیں مگر یہ فرق اتنا ہے کہ اگر خود زانی سے ہی نکاح کر لیا جس کا حمل رہا تھا تو اس سے صحبت کرنی جائز ہو جائے گی اور غیر سے نکاح ہوا تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ (درمختار وغیرہ) اور نادانستہ طور پر اگر ایسا ہو گیا تو توبہ فرض ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ

ساس کو معاذ اللہ، شہوت سے ہاتھ لگانے سے بھی بیوی حرام ہو جاتی ہے

سوال: جناب مولانا خلیل صاحب، السلام علیکم
اگر سگی ساس کے ساتھ دوائیں پلا کر مجبور کر کے ساس کی آبرو ریزی، کم عزتی کر دے تو اس کا آرڈر مجھے برائے کرم آپ دے دیجیے؟ سائل: نسیم، کوڑی ناغڑ کالونی

۷۸۶ الجواب: بیوی کی ماں کے ساتھ، حلال خواہ حرام، کسی طرح صحبت کرنے بلکہ شہوت ہاتھ لگانے یا بوسہ لینے سے بیٹی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے۔ درمختار میں ہے حرم ایضا بالصھریة اصل مزنیة۔ اراد بالزنا الوطی الحرام فاصل، ممسوسة بشھوة۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۱۶ صفر ۱۳۹۸ھ

ساس سے معاذ اللہ زنا کیا تو بیوی حرام ہو گئی

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلے کے

زید نے اپنی خوشدامن سے زنا کیا۔ بایں ہم زید کی بیوی مریم، زید پر حرام ہوگئی اور نکاح سے باہر ہوگئی مریم کو زید سے نو بچے ہیں۔ زید اپنی بیوی سے رجوع کرنا چاہتا ہے۔ آیا زید مریم سے رجوع کرسکتا ہے تو کس صورت میں؟ یا زید پر مریم دائمی حرام ہوچکی یا کیا؟ جواب دیں۔ عظمت اللہ معرفت مصطفیٰ حسین، F/177 لطیف آباد یونٹ نمبر ۸، جامع مسجد روڈ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: اس میں شک نہیں اپنی منکوحہ بیوی کی، ماں کے جسم کو بنظر شہوت کسی جگہ ہاتھ لگانے سے عورت ہمیشہ ہمیشہ کو شوہر پر حرام ہوجاتی ہے اور اس شوہر پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو اور اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ مس (چھونا) برہنہ جسم پر ہو یا کسی ایسے باریک کپڑے پر سے کہ عورت کے جسم کی حرارت اس کے ہاتھ لگانے سے مانع نہ ہو۔ پھر زنا کا ثبوت محض بازاری افواہ یا قیاس کے گھوڑے دوڑانے سے نہیں ہوتا۔ اس کے لئے چار عادل گواہوں کی شہادت شرعیہ درکار ہے یا پھر خود زانی کا اقرار۔ ورنہ زنا ثابت نہ ہوگا۔ بغیر ثبوت شرعی کسی کی جانب زنا کی نسبت کردینا خود اپنی جگہ سخت گناہ کبیرہ ہے۔ اس سے احتیاط لازم ہے۔ ہاں حرمت کے لئے شہوت سے عورت کو ہاتھ لگانا ہی کافی ہے جیسا کہ مذکور ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ، ردالمحتار وغیرہ۔) واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۹۸ھ

ساس کے ساتھ زنا کرنے والے پر بیوی اور ساس دونوں حرام ہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین بیچ اس مسئلے میں کہ: زید کے ناجائز تعلقات ہندہ سے تھے۔ بعد میں ہندہ کی لڑکی جو اس کے شوہر سے ہے۔ اس سے زید نے نکاح کیا۔ بعد نکاح کے بھی چند مرتبہ اپنی خوشدامن یعنی ہندہ سے ناجائز تعلقات رہے بعد میں ختم ہوگئے بایں صورت زید کا نکاح ہندہ کی لڑکی سے قائم ہے یا کیا؟ از روئے شریعت جواب سے مطلع فرمایئے۔

عظمت اللہ معرفت مصطفیٰ حسین، F-777 لطیف آباد یونٹ نمبر ۸، جامع مسجد روڈ حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: حدیث شریف کا ارشاد گرامی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا من نظر الی فرج امرأة بشهوة حرمت علیه امها و بنتها جو کسی عورت کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہوگئیں۔ دوسری حدیث میں ہے ملعون من نظر الی فرج امرأة و بنتها ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی دونوں کی شرمگاہ دیکھے۔ (بحرالرائق) نیز مصنف میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے فی الذی یزنی بام امراء ته قال حرمتا علیه یعنی اپنی ساس سے زنا کرنے والے کی نسبت فرمایا کہ اس پر ساس اور عورت دونوں حرام ہوگئیں۔ لہٰذا ان دونوں پر فرض ہے کہ ایک دوسرے سے فوراً فوراً جدا ہوجائیں۔ اور شوہر عورت کو، عورت شوہر کو چھوڑ دے۔

واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی عنہ ۵ ذی قعد ۱۳۹۷ھ

زانی کا نکاح زانیہ کی لڑکی، سے جو کسی غیر کے نطفہ سے ہو جائز ہے یا نہیں؟ (غیر مقلد کا رد)

سوال: قبلہ مفتی صاحب، السلام علیکم

گزارش عرض یہ ہے کہ: میں ایک حنفی ہوں۔ مجھ سے ایک بہت ہی بری غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ جس کا تذکرہ میں نے آپ کے شاگرد چشتی صاحب سے بھی کیا تھا لیکن انھوں نے ابھی تک جواب نہیں دیا۔ میں سخت پریشان ہوں، چونکہ پانچ سال سے میرا رشتہ زانیہ کی لڑکی سے ہے جو کہ میرا نطفہ نہیں اس کے ساتھ طے ہے اور لڑکی والے تقاضہ کررہے ہیں۔ میرے پاس حالانکہ مندرجہ ذیل فتویٰ بھی موجود ہے۔ لیکن ڈرتا ہوں چونکہ حنفی ہوں۔ گوکہ امام اعظم خود فرماتے ہیں کہ میرا قول اگر حدیث کے خلاف ہوتو اسکو چھوڑ دیا جائے اور حدیث کو مان لیا جائے۔ خدارا کرم فرمائیں اور میرے شکوک اور ڈر کو دور فرمائیں چونکہ آپ عالم دین ہیں۔ زانی کی نکاح زانیہ کی لڑکی سے جو کہ کسی غیر کا نطفہ ہو جائز ہے اور حلال ہے؟ قرآن وحدیث کے مطابق بھی ہے؟ مندرجہ ذیل فتویٰ پیش خدمت ہے

الجواب: صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ شرعاً کسی امام کی تقلید کرنی جائز نہیں ہاں جس کی بات قرآن وحدیث کے مطابق ہو اس کی تابعداری کرنی درست ہے جیسا کہ فقہ حنفیہ میں بھی ہے کہ امام اعظم کا ارشاد ہے جب صحیح حدیث کے خلاف میرا قول ہوتو حدیث رسول اللہ ﷺ کو مانو میرے قول کو چھوڑ دو۔ لہٰذا اس مسئلہ میں بھی امام شافعی کا فتویٰ قرآن پاک وحدیث کے مطابق ہے اسی پر عمل کیا جائے اور فقہ حنفیہ کو قرآن وحدیث کے مقابلے میں چھوڑ دیا جائے۔ مفتی عبدالغفار سلفی، کراچی

نوٹ۔ کتاب نورالانور میں امام شافعی کا یہ قول کہ لا یثبت نسبة حرمة المصاهرة بالزنا اور دلیل میں یہ آیت کریمہ پڑھتے ہیں۔ وھو الذی خلق من الماء بشرا فجعله نسبا وصهرا۔ زیادہ وضاحت یہ کرتے ہیں کہ نسب اور مصاہرت نعمت ہے اور یہ دونوں نعمتیں نکاح سے ہی ثابت ہوتی ہیں یعنی نکاح نہیں ہے تو مصاہرت نہیں ہے اور جب نکاح نعمت ہے تو زنا باعث گرفت ہے۔ اب اگر جس طرح امام شافعی نے اپنے قول کو نص قرآنی سے محکم کیا اسی طرح باقی ائمہ ثلاثہ نے بھی اگر نص قرآنی سے محکم کیا یا احادیث صحیح سے ثبوت دیا تو ان اقوال کو بھی نقل کر کے جواب باصواب عنایت فرمائیں۔

فقط امیدوار عنایت چشتی صاحب معرفت پیار احمد کوئلہ والے،

کوارٹر 170 بلاک 9 سٹلائٹ ٹاؤن، میرپور خاص، ۱۳ نومبر ۱۹۶۷ء

۷۸۶ الجواب: قرآن کریم کا ارشاد ہے وربائبکم التی فی حجور کم الآیۃ تم پر حرام کی گئیں، تمہاری گود کی بیٹیاں جن سے تم نے صحبت کی۔ پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہوتو تم پر کچھ گناہ نہیں۔ اس آیۂ کریمہ میں زانیہ مدخولہ (وہ عورت جس سے وطی کی گئی ہو اس) کی بیٹی حرام فرمائی۔ اور جس طرح وصف التی فی حجور کم یعنی اس کی گود میں پلنا بالا جماع شرط حرمت نہیں مثلاً زید پچیس سال کی عمر والی عورت سے نکاح کرے اور اس کے پہلے شوہر سے اس کی ایک بیٹی چودہ سالہ ہو جسے گود میں پالنا درکنار، زید نے آج سے پہلے دیکھا بھی نہ ہوتو کیا زید کو حلال ہوسکتا ہے کہ اس کی لڑکی سے بھی نکاح کرے اور مادر ودختر دونوں کو تصرف میں لائے۔ لا الہ الا اللہ یہ ہرگز شریعت محمدی ﷺ نہیں۔ اسی طرح وصف نسائکم یعنی ان مدخولات کا زوجہ، ومنکوحہ ہونا بھی بالاتفاق شرط نہیں۔ کیا لیلیٰ وسلمیٰ، ماں بیٹی جس کی کنیز شرعی ہوں اسے حلال ہے کہ دونوں سے جماع کرے، مادر ودختر دونوں ایک پلنگ پر۔ باللہ۔ یہ شریعت محمدی سے کس درجہ بعید ہے۔ حالانکہ کنیزیں، ہرگز نسائکم

(تمہاری بیویاں) میں داخل، نہ ان کی بیٹیوں پر ربائبکم (گود پالی لڑکیاں) صادق۔ تو ثابت ہو کہ یہ حکم مزنیہ (وہ عورت جس سے زنا کیا گیا ہو) کو بھی شامل کہ وہ ایک عورت ہے۔ جس کے ساتھ اس نے صحبت کی۔ لاجرم بحکم آیت اس کی بیٹی زانی پر حرام ہوگئی کہ دخلتم بھن میں مولی عزوجل نے حلال وحرام کی کوئی قید نہ فرمائی۔

محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں بعض احادیث اپنے مذہب کی تائید میں ذکر فرمائی ہیں ازاں جملہ یہ کہ ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک عورت سے زنا کیا تھا۔ کیا اس کی بیٹی سے نکاح کرلوں۔ فرمایا میری رائے نہیں اور نہ ایسا نکاح جائز ہے کہ تُو بیٹی کی اس چیز پر مطلع ہو جس چیز پر اس کی ماں کی، مطلع تھا۔ اس حدیث شریف میں ہے (جو کسی عورت کی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھے اس پر اس عورت کی ماں اور بیٹی حرام ہو جائیں)۔ دوسری حدیث میں ہے (ملعون ہے وہ شخص جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کی شرمگاہ دیکھے) بالجملہ جس عورت سے زنا کیا گیا یا اسے شہوت سے چھوا پیار کیا چمٹایا وغیرہ تو اس عورت کی سب اولاد ہمیشہ کے لئے زانی پر حرام ہوگئی۔ کسی طرح اس کے ساتھ نکاح نہیں ہوسکتا۔ رہی وہابیت وہ یقیناً مردود ہے۔ یہیں دیکھ لیجئے کہ مفتی سلفی نے کیسی کیسی شعبدہ بازیوں سے جواب دیا اور امام اعظم کے مذہب کو جھٹلایا۔ اور تقلید وتابعداری کے الفاظ میں جائز وناجائز کہکر سائل کو گمراہ کر دیا کہ تقلید ناجائز اور تابعداری جائز۔ یہ ان کا مبلغ ہے۔ ہرگز ہرگز ان کی باتوں میں نہ آئیں خدا اور رسول سے ڈریں۔ دنیا کے مطاعن سے گھبرا کر آخرت کا وبال اور عذاب خداوندی مول نہ لیں۔ واللہ الموفق وھو اعلم بالصواب

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ

محض عورت کا بیان مصاہرت کے لئے کافی نہیں

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ: برادری کے سامنے بیان، زوجہ محمد احمد نے دیئے، منکہ نصیر احمد کی بہو زوجہ محمد احمد کی ہوں میرے ساتھ میرے سسر نصیر احمد نے آج بتاریخ ۲۶ اگست دن بدھ کی رات کو میری بے عزتی کرنے کی خاطر نیند کی حالت میں شلوار میرے پاؤں تک اتاری جب میرے ننگے جسم کو ہوا لگی تو میری آنکھ کھل گئی۔ میرے سسر نصیر احمد برہنہ میری کھاٹ کے پاس کھڑے تھے جب میں نے شور مچایا تو جلدی سے تہبند باندھ لیا۔

اور لڑکے یعنی محمد احمد کا بیان ہے کہ ہم دونوں بہن بھائی ایک چارپائی پر سو رہے تھے اور میری بیوی بھی پاس دوسری چارپائی پر سو رہی تھی اس نے جب شور کیا تو میں اٹھ کر بیٹھ گیا اور میں نے دیکھا کہ میرے والد صاحب اپنی چارپائی پر بیٹھے ہیں اور میری بیوی میری چارپائی کے پاس کھڑی ہے اور اس کی شلوار کھلی ہوئی ہے لہذا ابرائے کرم ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں فرمائیں کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ایک سائل

۷۸۶ الجواب: اگر یہ فعل ثابت ہو جائے تو عورت اپنے شوہر کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے حرام ہو جاتی ہے۔ مگر نکاح زائل نہیں ہوتا۔ نہ عورت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے جب تک شوہر یہ نہ کہے کہ مثلاً میں نے تجھے چھوڑا اور پھر عدت

گزرے۔ اس کے بعد نکاح دوسرے سے کرسکے گی۔ درمختار میں ہے بحرمة المصاهرة لا یرتفع نکاح حتی لا یحل لها التزوج بآخر الا بعد المتارکة وانقضاء العدة لیکن محض عورت کا بیان حرمت مصاہرت کے لئے کوئی چیز نہیں جب تک شوہر اس کی تصدیق نہ کرے۔ درمختار میں ہے لان الحرمة لیست الیها، قالوا وبه یفتی فی جمیع الوجوه۔ اور اگر پدر شوہر بھی اقرار کرے جب بھی شوہر پر حجت نہیں لانه یرید ازالة ملك ثابت، بشهادة واحد لا سیما وهی علی فعل نفسه، و شهادة الحرمة علی فعل نفسه لا تقبل کما نصوا علیه۔ اگر شوہر کے قلب میں اس کا صدق واقع ہو تو اس پر واجب ہے کہ عورت کو اپنے اوپر حرام جانے اور متارکہ کردے۔ بزازیہ پھر ہندیہ میں ہے فان وقع عنده صدقه وجب قبوله یا دو شاہد عدل کی گواہی سے یہ امر ثابت ہوا گرچہ اس قدر کہ اس کے باپ نے اسے شہوت سے چھوا یا شہوت سے بوسہ لیا۔ کہ حرمت کو اسی قدر بس ہے۔ تنویر میں ہے تقبل الشهادة الخ خلاصہ یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں جب تک شوہر عورت کی تصدیق نہ کرے نکاح باقی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۲۳ صفر ۱۴۰۲ھ

زوجہ کا دودھ اگر غلطی سے حلق میں چلا گیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ: شوہر کو اپنی بیوی کے پستان سے دودھ پینا جائز ہے یا نہیں ہے؟

بندو خان، ٹنڈو یوسف

۷۸۶ الجواب: شوہر نے اگر اپنی بیوی کا پستان منہ میں لے لیا اور اس سے دودھ نکل کر اس کے حلق سے اتر گیا تو اس سے حرمت ثابت نہ ہوئی اور پستان منہ میں لینا حرام نہیں ہے۔ درمختار میں فرمایا مص رجل ثدی زوجته لم تحرم۔ واللہ تعالیٰ اعلم

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ　۳ ربیع الآخر ۱۳۸۹ھ

تنہا عورت کے بیان سے زنا کا ثبوت نہ ہوا

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء دین و شرع متین مندرجہ مسئلے کے بارے میں کہ: لڑکی کے والدین نے آج سے تین سال قبل مجھ تحریر کنندہ سے رشتہ طے کیا۔ جبکہ اس وقت لڑکی بالغ تھی۔ اب لڑکی کی بڑی بہن نے اپنی زبانی یہ بتلایا ہے کہ میری چھوٹی بہن کہتی ہے کہ میری والدہ مرحومہ کے ساتھ میرے ہونے والے شوہر کے ناجائز تعلقات تھے۔ اس طرح سے یہ میرا ہونے والا شوہر میرے والد کا رتبہ حاصل کر چکا ہے میں اس رشتہ کرنے کو یعنی شوہر بنانے کے لئے تیار نہیں ہوں آیا مسئلہ کیا کہتا ہے کہ اگر مذکورہ لڑکی کو اس رشتے کے لئے تیار کیا جائے تو رشتہ جائز ہے یا نہیں؟

علی شاہ، لطیف آباد ۱۱، حیدرآباد

۷۸۶ الجواب: تنہا ایک عورت کا بیان اصلاً قابل سماعت نہیں نہ اس عورت کے کہنے سے کسی پر کوئی جرم بالخصوص زنا کا ثبوت ممکن۔ قال اللہ تعالیٰ واشهدوا ذوی عدل منکم۔ باہمہ احتیاط اس میں ہے کہ مسمات مذکورہ اس مرد کے نکاح میں نہ دی جائے کہ عورت کا قول غیر کے حق میں مقبول نہیں لیکن خود اس کے حق میں تو مقبول ہوگا۔ فقیر اس مسئلہ میں صرف اس

قدر حکم دے سکتا ہے کہ اگر عورت کا بیان صحیح ہے کہ شخص مذکور کے، اس لڑکی کی ماں سے ناجائز تعلقات تھے اور پھر اس مرد کا نکاح اس لڑکی سے کیا گیا تو محض ناجائز و حرام ہوگا۔ لانہ لایصح النکاح مع بنت ممسوسة بحرمة المصاھرة۔
(عامۂ کتب) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۸ ذی قعد ۱۳۸۸ھ

زوجہ کا دودھ اگر غلطی سے حلق میں اتر گیا تو حرمت ثابت نہ ہوگی

سوال: جناب مفتی صاحب، السلام علیکم
گزارش عرض یہ ہے کہ: اگر کوئی مرد اپنی بیوی کا دودھ پی لے تو کیا اس کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے؟ برائے مہربانی اس مسئلے پر روشنی ڈالئے۔ کئی دن ہوئے یہ مسئلہ چند دوستوں کے درمیان موضوع بحث بن گیا تھا جس پر میں نے مولانا اسحاق صاحب سے معلوم کیا تو انہوں نے مجھے آپ کی طرف بھیج دیا ہے۔ قاضی سردار محمود

۷۸۶ **الجواب:** مرد نے اپنی بیوی کی چھاتی چوسی تو نکاح میں کوئی فرق نہیں آیا اگرچہ دودھ منہ میں آ گیا بلکہ حلق سے اتر گیا (درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۸۵ھ

شہوت سے ساس کو ہاتھ لگانے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے یا نہیں؟

سوال: بخدمت جناب مفتی خلیل صاحب، السلام علیکم
جناب ایک واقع ایسا ہو گیا ہے کہ ہمیں فتویٰ کی ضرورت ہے۔ آپ برائے مہربانی کر کے شریعت کے مطابق فتویٰ دے دیں عین نوازش ہوگی۔ جو کچھ لکھوں گا سچ لکھوں گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ
ایک رات کو اپنی عورت کے بھروسہ پر گھر میں گیا اور اس کی جگہ پر دونوں ماں بیٹی ایک چار پائی پر لیٹیں اور میں نے اپنی عورت کے بھروسہ پر اپنی ساس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا اس ٹائم ہاتھ پکڑا تو اس نے زبردستی چھڑا لیا اور میں شرمندہ ہو کر چلا گیا اور کیا کچھ نہیں آ کر دو چار آدمیوں سے کہہ دیا کہ میرے ساتھ ایسا واقعہ ہو گیا ہے تو اس جگہ ایک حافظ اور ایک قاری نے کہا کہ اب اس کی عورت اس پر حرام ہو گئی ہے اور ہمارے امام نے بھی نواب شاہ سے دریافت کیا ہے اس نے ایسا کہا ہے کہ حرام ہو گئی ہے۔ اب یہ فتویٰ ہمیں شریعت کے مطابق ملنا چاہئے۔ ایک سائل

۷۸۶ **الجواب:** اس میں شک نہیں کہ اپنی منکوحہ کی ماں کے جسم کو بنظر شہوت ہاتھ لگانے سے گو نکاح زائل نہیں ہوتا مگر عورت ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہو جاتی ہے اور اس شخص پر واجب ہوتا ہے کہ اسے چھوڑ دے لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مس بحالت شہوت ہو یعنی ہاتھ لگانے کے وقت ہی انتشار آلہ موجود تھا تو اب زیادہ ہو جائے ورنہ اگر چھونے کے وقت شہوت نہ تھی بعد کو پیدا ہوئی تو اس سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔ نیز چھونے میں حرمت جب ثابت ہوگی کہ انزال نہ ہو اور اگر انزال ہو گیا تو حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی (بہار شریعت، فتاویٰ رضویہ بحوالہ درمختار) واللہ تعالیٰ اعلم
العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی النوری عفی عنہ ۳ شعبان ۱۳۸۴ھ